تفسیر ابن کثیر

تالیف راس المفسرین

عماد الدین ابن کثیر

مترجم مولانا محمد صاحب جوناگڑھی

شمع بک ایجنسی

یوسف مارکیٹ اردو بازار لاہور

فہرست

تفسیر ابن کثیر پارہ نمبر ۱۹ تا ۲۴

انیسواں پارہ

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿٢٣﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿٢٤﴾

جنہیں ہماری ملاقات کی توقع نہیں انہوں نے کہا کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اتارے جاتے؟ یا ہم اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھ لیتے؟ ان لوگوں نے اپنے تئیں آپ ہی بہت بڑا سمجھ رکھا ہے اور سخت سرکشی کرلی ہے۔ جس دن یہ فرشتوں کو دیکھ لیں گے اس دن ان گنہگاروں کو کوئی خوشی نہ ہوگی اور کہیں گے کہ یہ محروم ہی محروم کئے گئے۔ انہوں نے جو جو اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف متوجہ ہو کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔ البتہ اس دن جنتیوں کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور خوابگاہ بھی عمدہ ہوگی۔

کفار کا ایک عجیب مطالبہ: کافر لوگ انکار نبوت کا ایک بہانہ یہ بھی بناتے تھے کہ اگر اللہ نے کوئی رسول بھیجنا ہی تھا تو کسی فرشتے کو کیوں نہ بھیجا۔ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ وہ ایک بہانہ یہ بھی کرتے تھے کہ ﴿لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ﴾ یعنی جب تک خود ہمیں وہ نہ دیا جائے جو رسولوں کو دیا گیا ہے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح نبیوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ وحی لے کر آتا ہے ہمارے پاس بھی آئے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا مطالبہ یہ ہو کہ فرشتوں کو دیکھ لیں خود فرشتے آکر ہمیں سمجھائیں اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کی تصدیق کریں تو ہم آپ کو نبی مان لیں گے جیسے اور آیت میں ہے کہ کفار نے کہا ﴿اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا﴾ یعنی تو اللہ کو لے آ یا فرشتوں کو عیاناً ہمارے پاس لے آ۔ اس کی پوری تفسیر سورۂ سبحان میں گزر چکی ہے یہاں بھی ان کا یہی مطالبہ بیان ہوا ہے کہ یا تو ہمارے اوپر فرشتے اتریں یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں یہ بات اس لئے ان کے منہ سے نکلی کہ یہ اپنے تئیں بہت کچھ سمجھنے لگے تھے اور ان کا غرور حد سے بڑھ گیا تھا ان کی ایمان لانے کی نیت نہ تھی جیسے فرمان ہے ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ﴾ یعنی اگر ہم ان پر فرشتوں کو بھی اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور بھی تمام چیزیں ہم ان کے سامنے کر دیتے جب بھی انہیں ایمان لانا نصیب نہ ہوتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فرشتوں کو یہ دیکھیں گے لیکن اس وقت ان کیلئے ان کا دیکھنا کچھ اچھا نہ ہوگا اس سے مراد سکرات موت کا وقت ہے جب کہ فرشتے کافروں کے پاس آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی اور جہنم کے آگ کی انہیں خبر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث نفس جو خبیث اور ناپاک جسم میں تھا گرم ہواؤں اور گرم پانی کی طرف اور گرم سایوں کی طرف چل۔ وہ نکلنے سے رکتی ہے اور بدن میں چھپتی پھرتی ہے۔

اس پر فرشتے ان کے چہروں پر اور ان کی کمروں پر مار مارتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ﴾ یعنی کاش کہ تو ظالموں کو ان کی سکرات کے وقت دیکھتا جب کہ فرشتے انہیں مارنے کیلئے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے اپنی جانیں نکالو آج تمہیں ذلت کے عذاب چکھنے پڑیں گے کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ناحق الزامات تراشتے تھے اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے مومنوں کا حال ان کے بالکل برعکس ہوگا۔ وہ اپنی موت کے وقت خوشخبریاں سنائے جاتے ہیں اور ابدی مسرتوں کی بشارتیں دیئے جاتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب کہا اور مانا پھر اس پر جمے رہے ان کے پاس ہمارے فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو بلکہ ان جنتوں میں جانے کی خوشی مناؤ جن کا تمہیں وعدہ دیا جاتا رہا ہم تمہارے والی ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی تم جو کچھ چاہو گے پاؤ گے اور جس چیز کی خواہش کرو گے موجود ہو جائے گی۔ یہ تمہاری مہمان داری ہوگی بخشنے

والے مہربان اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیح حدیث میں ہے کہ فرشتے مومن کی روح سے کہتے ہیں اے پاک روح جو پاک جسم میں تھی تو اللہ تعالیٰ کے رحم اور رحمت کی طرف چل جو تجھ سے ناراض نہیں ہے سورۃ ابراہیم کی آیت ﴿یُثَبِّتُ اللّٰهُ﴾ کی تفسیر میں یہ سب حدیثیں مفصل بیان ہو چکی ہیں بعضوں نے کہا ہے کہ مراد اس سے قیامت کے دن فرشتوں کا دیکھنا ہے ہو سکتا ہے کہ دونوں موقعوں پر فرشتوں کا دیکھنا مراد ہو اس میں ایک قول کی دوسرے قول سے منافات نہیں کیونکہ دونوں موقعوں پر ہر نیک و بد فرشتوں کو دیکھیں گے مومنوں کو رحمت و رضوان کی خوشخبری کے ساتھ فرشتوں کا دیدار ہوگا اور کافروں کو لعنت و پھٹکار اور عذابوں کی خبروں کے ساتھ فرشتے اس وقت ان کافروں سے صاف کہہ دیں گے کہ اب فلاح و بہبود تم پر حرام ہے۔ ﴿حِجْرٌ﴾ کے معنی لفظی روک ہیں چنانچہ قاضی جب کسی کو اس کی مفلسی یا حماقت یا بچپن کی وجہ سے مال کے تصرف سے روک دے تو کہتے ہیں ﴿حَجَرَ الْقَاضِی عَلٰی فُلَانٍ﴾ حطیم کو بھی حجر کہتے ہیں اس لئے کہ وہ طواف کرنے والوں کو اپنے اندر طواف کرنے سے روک دیتا ہے بلکہ اس کے باہر سے طواف کیا جاتا ہے عقل کو بھی عربی میں حجر کہتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی انسان کو برے کاموں سے روک دیتی ہے پس فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ جو خوشخبریاں مومنوں کو اس وقت ملتی ہیں اس سے تم محروم ہو یہ معنی تو اس بنا پر ہیں کہ اس جملہ کو فرشتوں کا قول کہا جائے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مقولہ اس وقت کافروں کا ہوگا۔ وہ فرشتوں کو دیکھ کر کہیں گے کہ اللہ کرے تم ہم سے آڑ میں رہو تمہیں ہمارے پاس آنا نہ ملے گو یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں لیکن ہیں دور کے معنی بالخصوص اس وقت کہ جب اس کے خلاف وہ تفسیر جو ہم نے اوپر بیان کی سلف سے مروی ہے البتہ حضرت مجاہد سے ایک قول ایسا مروی ہے لیکن ان ہی سے صراحت کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ یہ قول فرشتوں کا ہوگا واللہ اعلم پھر قیامت کے دن اعمال کے حساب کے وقت ان کے اعمال غارت اور اکارت ہو جائیں گے یہ جنہیں اپنی نجات کا ذریعہ سمجھے ہوئے تھے وہ بیکار ہو جائیں گے کیونکہ یا تو وہ خلوص والے نہ تھے یا سنت کے مطابق نہ تھے اور جو عمل ان دونوں سے یا ان میں سے ایک چیز سے خالی ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول نہیں اس لئے کافروں کے نیک اعمال بھی مردود ہیں ہم نے ان کے اعمال کا ملاحظہ کیا اور ان کو مثل بکھرے ہوئے ذروں کے کر دیا کہ وہ سورج کی شعاعیں جو کسی سوراخ میں سے آ رہی ہوں ان میں نظر آتے ہیں لیکن کوئی انہیں پکڑنا چاہے تو ہاتھ نہیں لگتے جس طرح پانی جو زمین پر بہا دیا جائے وہ پھر ہاتھ نہیں آ سکتا یا غبار جو ہاتھ نہیں لگ سکتا یا درختوں کے پتوں کا چورا جو ہوا میں بکھر گیا ہو یا راکھ اور خاک جو اڑتی پھرتی ہو اسی طرح ان کے اعمال ہیں جو محض بیکار ہو گئے ان کا کوئی ثواب ان کے ہاتھ نہیں لگے گا اس لئے کہ یا تو ان میں خلوص نہ تھا یا مطابقت شریعت نہ تھی یا دونوں وصف نہ تھے پس جب یہ عالم و عادل حاکم حقیقی کے سامنے پیش ہوئے تو محض نکمے ثابت ہوئے اسی لئے اسے ردی اور ہاتھ نہ لگنے والی چیز تشبیہ دی گئی۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ﴾ کافروں کے اعمال کی مثال راکھ جیسی ہے جسے تیز ہوا اڑا دے۔ انسان کی نیکیاں بعض بدیوں سے بھی ضائع ہو جاتی ہیں جیسے صدقہ خیرات کہ وہ احسان جتانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع ہو جاتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى﴾ پس ان کے اعمال میں سے آج یہ کسی عمل پر قادر نہیں اور آیت میں ان کے اعمال کی مثال اس ریت کے ٹیلے سے دی گئی جو دور سے مثل دریا کے لہریں مارتا ہوا دکھائی دیتا ہے جسے دیکھ کر پیاسا آدمی پانی سمجھتا ہے لیکن پاس آتا ہے تو امید ٹوٹ جاتی ہے اس کی تفسیر بھی بفضلہ گزر چکی ہے۔

پھر فرمایا کہ ان کے مقابلہ میں جنتیوں کی بھی سن لو کیونکہ یہ دونوں فریق برابر کے نہیں جنتی تو بلند درجوں میں اعلیٰ بالا خانوں میں امن و امان راحت و آرام کے ساتھ عیش و عشرت میں ہونگے مقام اچھا منظر دل پسند ہر راحت موجود ہر دل خوش کن چیز سامنے جگہ اچھی مکان طیب منزل مبارک سونے بیٹھنے رہنے سہنے کا آرام برخلاف اس کے جہنمی کہ دوزخ کے نیچے کے طبقوں میں جکڑ بند اوپر نیچے دائیں بائیں آگ حسرت افسوس رنج غم پھکنا جلنا بے قراری جگر سوزی مقام بد منزل بد منظر خوفناک عذاب سخت نیک لوگوں کے جن کے دل میں ایمان تھا اعمال مقبول ہوئے جزائیں دی گئیں بدلے ملے جہنم سے بچے جنت کے وارث و مالک بنے پس یہ جو تمام بھلائیوں کو سمیٹ بیٹھے اور وہ جو ہر نیکی سے محروم رہے کہیں برابر ہو سکتے ہیں؟ پس نیکوں کی سعادت بیان فرما کر بدوں کی شقاوت پر تنبیہ کر دی ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کوئی ساعت ایسی بھی ہوگی کہ جنتی

اپنی حوروں کے ساتھ دن دو پہر کو آرام فرمائیں اور جہنمی شیطانوں کے ساتھ جکڑے ہوئے دو پہر کو گھبرائیں۔

سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آدھے دن میں بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائیگا پس جنتیوں کو دو پہر سونے کا وقت جنت میں ہوگا اور جہنم والوں کو جہنم میں حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ کس وقت جنتی جنت میں جائیں گے اور جہنمی جہنم میں یہ وہ وقت ہوگا جو یہاں دنیا میں دو پہر کا وقت ہوتا ہے کہ لوگ اپنے گھروں کو دو گھڑی آرام حاصل کرنے کی غرض سے لوٹتے ہیں جنتیوں کا یہ قیلولہ جنت میں ہوگا مچھلی کی کلیجی انہیں پیٹ بھر کر کھلائی جائے گی حضرت ابن مسعودؓ کا بیان ہے کہ دن آدھا ہوا اس سے پہلے ہی پہلے جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں قیلولہ کریں گے۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی اور آیت ﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ﴾ بھی پڑھی جنت میں جانے والے صرف ایک مرتبہ جناب باری تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے یہی آسانی سے حساب لینا ہے پھر یہ جنت میں جا کر دو پہر کا آرام کریں ہے جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖO فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًاO وَّ يَنْقَلِبُ اِلٰى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا﴾ یعنی جو شخص اپنا عملنامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا اس سے بہت آسان حساب لیا جائیگا اور وہ اپنے والوں کی طرف خوشی خوشی لوٹے گا اس کا ٹھکانا اور منزل بہتر ہے صفوان بن محرزؒ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن دو شخصوں کو لایا جائیگا ایک تو وہ جو ساری دنیا کا بادشاہ تھا اس سے حساب لیا جائے گا تو اسکی پوری عمر میں ایک نیکی بھی نہ نکلے گی پس اسے جہنم کے داخلہ کا حکم ملے گا پھر دوسرا شخص آئیگا جس نے ایک کمبل میں دنیا گزاری تھی جب اس سے حساب لیا جائیگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ سچا ہے اسے چھوڑ دو اسے جنت میں جانے کی اجازت دیجائیگی پھر کچھ عرصہ کے بعد دونوں کو بلایا جائیگا تو جہنمی بادشاہ تو مثل سوختہ کوئلے کے ہو گیا ہوگا اس سے پوچھا جائیگا کہو کس حال میں ہو یہ کہے گا نہایت برے حال میں اور نہایت خراب جگہ میں پھر جنتی کو بلایا جائیگا اس کا چہرہ چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا اس سے پوچھا جائیگا کہو کیسی گزرتی ہے؟ یہ کہے گا الحمد للہ بہت اچھی اور نہایت بہتر جگہ میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ اپنی جگہ پھر چلے جاؤ۔ سعید صوافؒ کا بیان ہے کہ مومن پر تو قیامت کا دن ایسا چھوٹا ہو جائیگا جیسے عصر سے مغرب تک کا وقت یہ جنت کی کیاریوں میں پہنچا دیئے جائیں ہے۔ یہاں تک کہ اور مخلوق کے حساب ہو جائیں پس جنتی بہتر ٹھکانے والے اور عمدہ جگہ والے ہوں ہے۔

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾

جس دن آسمان بادل سمیت پھٹ جائیگا اور فرشتے لگاتار اتریں گے۔ اس دن صحیح طور پر ملک صرف رحمٰن کا ہی ہوگا یہ دن کافروں پر بڑا بھاری ہوگا اس دن ستمگر شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول ﷺ کی راہ لی ہوتی۔ ہائے افسوس کاش کے میں نے فلاں کو دوست بنایا ہوا نہ ہوتا۔ اس نے تو مجھے اسکے بعد گمراہ کر دیا کہ نصیحت میرے پاس آ پہنچی تھی شیطان تو انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔

قرآن کو چھوڑنے والے کا حشر قیامت کے دن: قیامت کے دن جو ہولناک امور ہوں گے ان میں سے ایک آسمان کا پھٹ جانا اور نورانی ابر کا نمودار ہونا بھی ہے جس کی جوت سے آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی پھر فرشتے اتریں گے اور میدان محشر میں تمام انسانوں کو گھیر لیں گے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلے کیلئے آ ئیگا جیسے فرمان ہے ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ﴾ یعنی کیا انہیں اس بات کا انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بادلوں میں آئیں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو سب انسانوں اور کل جنات کو ایک ہی

میدان میں جمع کریگا تمام جانور چوپائے درندے پرندے اور کل مخلوق وہاں ہوگی' پھر آسمان اول پھٹے گا اور اس کے فرشتے اتریں گے جو تمام مخلوق کو چاروں طرف سے گھیر لیں گے اور ان کی گنتی سے بہت زیادہ ہونگے پھر دوسرا آسمان پھٹے گا اس کے فرشتے آئیں گے جو زمین کی اور آسمان اول کی تمام مخلوق کی گنتی سے بھی زیادہ ہوں گے پھر تیسرا آسمان شق ہوگا اسکے فرشتے دونوں آسمانوں کے فرشتوں اور زمین کی مخلوق سے بھی زیادہ ہونگے سب کو گھیر کر کھڑے ہو جائیں گے پھر اسی طرح چوتھا پھر پانچواں پھر چھٹا پھر ساتواں پھر ہمارا عزوجل ابر کے سائے میں ت لائیگا اس کے اردگرد بزرگ تر پاک فرشتے ہونگے جو ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی کل مخلوق سے زیادہ ہونگے ان پر سینگوں جیسے نشان ہوں گے وہ اللہ کے عرش کے نیچے اللہ کی تسبیح تہلیل و تقدس بیان کریں گے ان کے تلوے سے لے کر ٹخنے تک کا فاصلہ پانچ سو سال کا راستہ ہوگا اور ٹخنے سے گھٹنے تک بھی اتنا ہی اور گھٹنے سے ناف تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا اور ناف سے گردن تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا اور گردن سے کان کی لو تک بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا اور اس کے اوپر سے سر تک کا بھی اتنا ہی فاصلہ ہوگا ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ قیامت کا نام ﴿یوم التلاق﴾ اسی لئے ہے کہ اس میں زمین و آسمان والے ملیں گے انہیں دیکھ کر پہلے تو محشر والے سمجھ لیں ہے کہ ہمارا اللہ تعالیٰ آیا۔

لیکن یہ سمجھا دیں گے کہ وہ آنے والا ہے ابھی تک نازل نہیں ہوا۔ پھر جبکہ ساتوں آسمانوں کے فرشتے آ جائیں گے اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ت لائیگا جسے آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہونگے جن کے ٹخنے سے گھٹنے تک ستر سال کا راستہ ہے اور ران اور مونڈھے کے درمیان بھی ستر سال کا راستہ ہے۔ ہر فرشتہ دوسرے سے علیحدہ اور جداگانہ ہے ہر ایک کی ٹھوڑی سینے سے لگی ہوئی ہے اور زبان پر ﴿سبحان الملک القدوس﴾ کا وظیفہ ہے۔ ان کے سروں پر ایک پھیلی ہوئی سی چیز ہے جیسے قنات اس کے اوپر عرش ہوگا اس میں راوی علی بن زید بن جدعان ہیں جو ضعیف ہیں اور اس حدیث میں بہت ہی نکارت ہے صور کی مشہور حدیث میں بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے واللہ اعلم اور آیت میں ہے کہ اسی دن ہو پڑنے والی ہو پڑے گی اور آسمان پھسپھسا ہو جائے گا اور اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے اور اس دن تیرے رب کا عرش آٹھ فرشتے لئے ہوئے ہوں گے۔ شہر بن حوشبؒ کہتے ہیں کہ ان میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہوگی ﴿سبحانک اللھم وبحمدک لک الحمد علی حلمک بعد علمک﴾ اے اللہ تو پاک ہے تو قابل ستائش وتعریف ہے باوجود علم کے پھر بھی بردباری برتنا تیرا وصف ہے جس پر ہم تیری تعریف بیان کرتے ہیں اور چار کی تسبیح یہ ہوگی ﴿سبحانک اللھم و بحمدک لک الحمد علی عفوک بعد قدرتک﴾ اے اللہ تو پاک ہے اور اپنی تعریفوں کے ساتھ ہے تیرے ہی لئے اب تعریف ہے کہ تو باوجود قدرت کے معاف فرماتا رہتا ہے۔ ابوبکر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ عرش کو اترتا دیکھ کر اہل محشر کی آنکھیں پھٹ جائیں گی جسم کانپ اٹھیں گے دل ہل جائیں گے عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت اللہ عزوجل مخلوق کی طرف اتریگا تو درمیان میں ستر ہزار پردے ہوں گے بعض نور کے بعض ظلمت کے اس ظلمت میں سے ایک ایسی آواز نکلے گی کہ جس سے دل پاش پاش ہو جائیں گے شاید ان کی یہ روایت ان ہی کے دو تھیلوں میں سے لی ہوئی ہوگی واللہ اعلم اس دن صرف اللہ تعالیٰ کی ہی بادشاہت ہوگی جیسے فرمان ہے ﴿لمن الملک الیوم﴾ آج ملک کس کے لئے ہے؟ صرف اللہ غالب وقہار کے لئے۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ سے لپیٹ لیگا اور زمینوں کو اپنے دوسرے ہاتھ میں لے لے گا پھر فرمائے گا میں مالک ہوں میں دیان ہوں زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں وہ دن کفار پر بڑا بھاری پڑیگا اسی کا بیان اور جگہ بھی ہے کہ کافروں پر وہ دن بہت گراں گزرے گا ہاں مومنوں کو اس دن مطلق گھبراہٹ یا پریشانی نہ ہوگی۔ حضور ﷺ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ پچاس ہزار سال کا دن بہت ہی دراز پڑے گا آپ ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مومن پر تو وہ ایک وقت کی فرض نماز سے بھی ہلکا اور آسان ہوگا۔ پیغمبر علیہ السلام کے طریقے سے اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے کھلے حق سے ہٹ کر رسول اللہ ﷺ کی راہ کے سوا دوسری راہیں چلنے والے اس دن بڑے ہی نادم ہوں گے اور حسرت وافسوس کے ساتھ اپنے ہاتھ چبائیں گے گو اس کا نزول عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں ہو یا کسی اور کے بارے میں لیکن حکم کے اعتبار سے یہ ہر ایسے ظالم کو شامل ہے جیسے فرمان ہے ﴿یوم تقلب وجوھھم فی النار﴾ پوری دو آیتوں

تک۔ پس ہر ظالم قیامت کے دن پچھتائے گا اپنے ہاتھوں کو چبائے گا اور آہ وزاری کر کے کہے گا کاش کہ میں نے نبی ﷺ کی راہ لی ہوتی کاش کہ میں نے فلاں کی عقیدت مندی نہ کی ہوتی جس نے مجھے راہ حق سے گم کر دیا۔ امیہ بن خلف کا اور اس کے بھائی ابی بن خلف کا بھی یہی حال ہوگا اور ان کے سوا ایسے لوگوں کا بھی یہی حال ہوگا کہے گا۔ کہ اس نے مجھے ذکر یعنی قرآن سے بے راہ کر دیا حالانکہ وہ مجھے پہنچ چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے وہ اسے ناحق کی طرف بلاتا ہے اور حق سے گھما دیتا ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿٣١﴾

رسول ﷺ کہے گا کہ اے میرے پروردگار بے شک میری امت نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بعض گنہگاروں کو بنا دیا ہے تیرا رب ہی ہدایت کرنے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے۔

اللہ کی عدالت میں آقاء کی شکایت قرآن چھوڑنے والوں کی خلاف: قیامت کے دن اللہ کے سچے رسول آنحضرت ﷺ اپنی امت کی شکایت جناب باری میں کریں گے کہ نہ یہ لوگ قرآن کی طرف جھکتے تھے نہ رغبت سے قبولیت کے ساتھ سنتے تھے بلکہ اوروں کو بھی اس کے سننے سے روکتے تھے جیسے کہ کفار کا مقولہ خود قرآن میں ہے کہ وہ کہتے تھے ﴿لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا﴾ اس قرآن کو نہ سنو اور اس کے پڑھے جانے کے وقت شور وغل کرو یہی اس کا چھوڑ رکھنا تھا نہ اس پر ایمان لاتے تھے نہ اسے سمجھنے کی کوشش کرتے تھے نہ اس پر عمل تھا نہ اس کے احکام کو بجالاتے تھے نہ اس کے منع کردہ کاموں سے رکتے تھے بلکہ اس کے سوا اور کلاموں میں مشغول ومنہمک رہتے تھے جیسے شعر اشعار غزلیات باجے گاجے راگ راگنیاں اسی طرح اور لوگوں کے کلام سے دلچسپی لیتے تھے اور ان پر عامل تھے یہی اسے چھوڑ دینا تھا ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ومنان جو ہر چیز پر قادر ہے ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کی نامرضی کے کاموں سے دست بردار ہو جائیں اور اس کے پسندیدہ کاموں کی طرف جھک جائیں وہ ہمیں اپنے کلام کی سمجھ دے اور دن رات اسی پر عمل کرنے کی ہدایت دے جس سے وہ خوش ہو وہ کریم وہاب ہے۔ پھر فرمایا جس طرح اے نبی ﷺ آپ ﷺ کی قوم میں قرآن کو نظر انداز کر دینے والے لوگ ہیں اسی طرح اگلی امتوں میں بھی ایسے لوگ تھے جو خود کفر کر کے دوسروں کو اپنے کفر میں شریک کار کرتے تھے اور اپنی گمراہی کے پھیلانے کی فکر میں لگے رہتے تھے جیسے فرمان ہے ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا﴾ یعنی اسی طرح ہم نے ہر نبی ﷺ کے دشمن شیاطین وانسان بنا دیئے ہیں پھر فرمایا جو رسول ﷺ کی تابعداری کرے کتاب اللہ پر ایمان لائے اللہ کی وحی پر یقین کرے اس کا ہادی اور ناصر خود اللہ تعالیٰ ہے مشرکوں کی جو خصلت اوپر بیان ہوئی اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کو ہدایت پر نہ آنے دیں اور آپ مسلمانوں پر غالب رہیں اس لئے قرآن نے فیصلہ کیا کہ یہ نامراد ہی رہیں گے اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو خود ہدایت کرے گا اور مسلمانوں کی خود مدد کرے گا یہ معاملہ اور ایسوں کا مقابلہ کچھ تجھ سے ہی نہیں تمام اگلے نبیوں کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿٣٣﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٣٤﴾ ع

کافر کہنے لگے کہ اس پر قرآن سارا کا سارا ایک ساتھ ہی کیوں نہ اتارا گیا؟ اسی طرح ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا تا کہ اس سے ہم تیرا دل قوی رکھیں ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر ہی پڑھ سنایا ہے۔ یہ تیرے پاس جو کوئی مثال لائیں گے ہم اس کا سچا جواب اور عمدہ توجیہ تجھے بتا دیں گے۔ جو لوگ اپنے منہ کے بل جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے وہی بدتر مکان والے اور گمراہ تر راستے والے ہیں۔

قرآن پر کافروں کا ایک اعتراض: کافروں کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ جیسے توریت انجیل زبور وغیرہ ایک ساتھ پیغمبروں پر نازل ہوتی رہیں یہ قرآن ایک ہی دفعہ آنحضرت ﷺ پر کیوں نازل نہ ہوا اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہاں واقعی یہ متفرق طور پر اترا ہے تیئس برس میں نازل ہوا ہے جیسی جیسی ضرورت پڑتی گئی جو جو واقعات ہوتے رہے احکام نازل ہوتے گئے تا کہ مومنوں کا دل جما رہے۔ ٹھہر ٹھہر کر احکام اتریں تا کہ ایک دم عمل مشکل نہ ہو پڑے وضاحت کے ساتھ بیان ہو جائے سمجھ میں آ جائے۔ تفسیر بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی رہے۔ ہم ان کے کل اعتراضات کا صحیح اور سچا جواب دیں گے جو ان کے بیان سے بھی زیادہ واضح ہو گا جو کچھ یہ بیان کریں گے ہم ان کی تسلی کر دیں گے۔ صبح شام رات دن سفر حضر میں بار بار اس نبی ﷺ کی عزت اور اپنے خاص بندوں کی ہدایت کیلئے ہمارا کلام ہمارے نبی ﷺ کی پوری زندگی تک اترتا رہے گا جس سے حضور ﷺ کی بزرگی اور فضیلت بھی ظاہر ہوتی رہے اور انبیاء پر ایک مرتبہ ہی سارا کلام آ گیا اور اس بہترین نبی ﷺ سے بار بار اللہ تبارک وتعالیٰ خطاب کرتا رہا اور اس قرآن کی عظمت بھی آشکارا ہو جائے کہ یہ اتنی لمبی مدت میں نازل ہوا پس نبی ﷺ نبیوں میں اعلیٰ اور قرآن بھی سب کلاموں میں بالا اور لطیفہ یہ ہے کہ قرآن کو دونوں بزرگیاں ملیں۔ یہ ایک ساتھ لوح محفوظ سے ملاء اعلیٰ میں اترا لوح محفوظ سے پورا کا پورا آسمان دنیا تک پہنچا پھر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہوتا رہا ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ سارا قرآن ایک دفعہ ہی لیلۃ القدر میں آسمان دنیا پر نازل ہوا پھر بیس سال تک زمین پر اترتا رہا۔ پھر اسکے ثبوت میں آپ نے ﴿وَلَا يَأْتُونَكَ﴾ اور آیت ﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ﴾ تلاوت فرمائی۔ اس کے بعد کافروں کی جو درگت قیامت کے روز ہونے والی ہے اس کا بیان فرمایا کہ بدترین حالت اور فتیح تر ذلت میں ان کا حشر جہنم کی طرف ہو گا یہ اندھے منہ گھسیٹے جائیں گے یہی برے ٹھکانے والے اور سب سے بڑھ کر گمراہ ہیں۔ ایک شخص نے حضرت ﷺ سے پوچھا کہ کافروں کا حشر منہ کے بل کیسے ہو گا آپ ﷺ نے فرمایا جس نے انہیں پیر کے بل چلایا ہے وہ سر کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ جَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًاۢ بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾

بلاشبہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور ان کے ہمراہ ان کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر بنا دیا۔ اور کہہ دیا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جو ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے ہیں پھر ہم نے انہیں بالکل ہی پامال کر دیا۔ قوم نوح نے بھی جب رسولوں کو جھوٹا کہا تو ہم نے انہیں غرق کر دیا اور لوگوں کے لئے انہیں نشان عبرت بنا دیا ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب مہیا کر رکھے ہیں۔ اور عادیوں اور ثمودیوں اور کنویں والوں کو اور ان کے درمیان کی بہت سی امتوں

کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے ہر ایک کے سامنے مثالیں بیان کیں پھر ہر ایک کو بالکل ہی تباہ و برباد کر دیا۔ یہ لوگ اس بستی کے پاس سے بھی آتے جاتے ہیں جن پر بڑی طرح کی بارش برسائی گئی کیا یہ پھر بھی اسے دیکھتے نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ انہیں مر کر جی اٹھنے کا عقیدہ ہی نہیں۔

انبیاء کی دشمن قومیں تباہ و برباد ہوئیں: اللہ تعالیٰ مشرکین کو اور آپ ﷺ کے مخالفین کو اپنے عذابوں سے ڈرا رہا ہے کہ تم سے پہلے کے جن لوگوں نے میرے نبیوں کی نہ مانی ان سے دشمنی کی ان کی مخالفت کی میں نے تہس نہس کر دیا۔ فرعونیوں کا حال تم سن چکے ہو کہ موسیٰ اور ہارونؑ کو ان کی طرف نبی بنا کر بھیجا لیکن انہوں نے نہ مانا جس کے باعث عذاب الٰہی آ گیا اور سب ہلاک کر دیئے گئے قوم نوحؑ کو دیکھو انہوں نے بھی ہمارے رسول کو جھٹلایا اور چونکہ ایک رسول کا جھٹلانا تمام نبیوں کا جھٹلانا ہے اس واسطے یہاں رسل جمع کر کے کہا گیا اور یہ اس معنی کر کے بھی کہ اگر بالفرض ان کی طرف تمام رسول بھی بھیجے جاتے تو بھی یہ سب کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو نوحؑ نبی کے ساتھ کیا یہ مطلب نہیں کہ ان کی طرف بہت سے رسول بھیجے گئے تھے ان کے پاس صرف حضرت نوحؑ ہی آئے تھے جو ساڑھے نو سو سال تک ان میں رہے ہر طرح انہیں سمجھایا بجھایا لیکن سوائے معدودے چند کے کوئی ایمان نہ لایا اس لئے اللہ تعالیٰ نے سب کو غرق کر دیا سوائے ان کے جو حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں تھے ایک بنی آدم روئے زمین پر نہ بچا لوگوں کے لئے ان کی ہلاکت باعث عبرت بنادی گئی جیسے فرمان ہے کہ پانی کی طغیانی کے وقت ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر لیا حتیٰ کہ تم اسے اپنے لیے باعث عبرت بناؤ اور کشتی کو ہم نے تمہارے لئے اس طوفان سے نجات پانے اور لمبے لمبے سفر طے کرنے کا ذریعہ بنا دیا تاکہ تم اللہ کی نعمت کو یاد رکھو کہ اس نے عالمگیر طوفان سے تمہیں بچالیا اور ایمان دار اور ایمانداروں کی اولاد میں رکھا عادیوں اور ثمودیوں کا قصہ تو بارہا بیان ہو چکا ہے جیسے کہ سورۂ اعراف وغیرہ میں ﴿اَصْحٰبُ الرَّسِّ﴾ کی بابت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یہ ثمودیوں کی ایک بستی والے تھے۔

عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ یہ فلج (یمامہ) والے تھے جن کا ذکر سورۂ یسین میں ہے ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ آذربیجان کے ایک کنویں کے پاس ان بستی تھی عکرمہؒ فرماتے ہیں انہیں کنویں والے اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبرؑ کو کنویں میں ڈال دیا تھا۔ ابن اسحاق محمد بن کعبؒ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا ایک سیاہ فام غلام سب سے اول جنت میں جائے گا اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں کی طرف اپنا نبی بھیجا تھا لیکن اس بستی والوں میں سے بجز اس کے کوئی بھی ایمان نہ لایا بلکہ انہوں نے اللہ کے نبی کو ایک غیر آباد کنویں میں اوجڑ میدان میں ڈال دیا اور اس کے منہ پر ایک بڑی ساری چٹان رکھدی کہ یہ وہیں مر جائیں یہ غلام جنگل میں جاتا لکڑیاں کاٹ کر لاتا انہیں بازار میں فروخت کرتا اور روٹی وغیرہ خرید کر کنویں پر آیا اس پتھر کو سرکا دیتا جو کئی آدمیوں سے کھسک نہ سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں اسے سرکا دیتا یہ ایک رسی میں لٹکا کر روٹی اور پانی اس پیغمبرؑ کے پاس پہنچا دیتا جسے وہ کھا پی لیتا مدتوں تک یوں ہی ہوتا رہا ایک مرتبہ یہ گیا لکڑیاں کاٹیں چنیں جمع کیں گٹھڑی باندھی اتنے میں نیند کا غلبہ ہوا سو گیا اللہ تعالیٰ نے اس پر نیند ڈال دی سات سال تک وہ سوتا رہا سات سال کے بعد پھر آنکھ کھلی تو اس نے اپنی لکڑیوں کی گٹھڑی اٹھائی اور شہر کی طرف چلا اسے یہی خیال تھا کہ ذرا سی دیر کے لئے سو گیا تھا۔ شہر میں آ کر لکڑیاں فروخت کیں حسب عادت کھانا خریدا اور وہیں پہنچا دیکھتا ہے کہ کنواں تو وہاں نہیں بہت ڈھونڈا لیکن نہ ملا یہاں یہ ہوا تھا کہ قوم کے دل ایمان کی طرف راغب ہوئے انہوں نے جا کر اپنے نبیؑ کو کنویں سے نکالا سب کے سب ایمان لائے پھر نبی اپنی وفات فوت ہو گئے نبیؑ بھی اپنی زندگی میں اس حبشی غلام کو تلاش کرتے رہے لیکن اس کا پتہ نہ چلا۔ پھر اس نبی کے انتقال کے بعد یہ شخص اپنی نیند سے جگایا گیا آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں پس یہ حبشی غلام ہے جو سب سے پہلے جنت میں جائیگا۔ یہ روایت مرسل ہے اور اس میں غرابت و نکارت ہے اور شاید ادراج بھی ہے واللہ اعلم اس روایت کو ان اصحاب رس پر چسپاں بھی نہیں کر سکتے اس لئے کہ یہاں تو مذکور رہے انہیں ہلاک کر دیا گیا ہاں یہ ایک توجیہ تو ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ تو ہلاک کر دیئے گئے پھر ان کی نسلیں ٹھیک ہو گئیں اور انہیں ایمان کی توفیق ملی۔ امام ابن جریرؒ کا فرمان ہے کہ اصحاب رس وہی ہیں جن کا ذکر سورۃ بروج میں ہے جنھوں نے خندقیں کھدوائی تھیں واللہ علم۔ پھر فرمایا کہ اور بھی ان کے درمیان بہت سی امتیں آئیں جو ہلاک کر دی گئیں ہم نے ان سب کے سامنے اپنا کلام

بیان کر دیا تھا دلیلیں پیش کر دی تھیں معجزے دکھائے تھے عذر مٹا دیئے تھے پھر سب کو غارت اور برباد کر دیا جیسے فرمان ہے کہ نوح کے بعد کی بھی بہت سی بستیاں ہم نے غارت کر دیں قرن کہتے ہیں امت کو جیسے فرمان ہے کہ ان کے بعد ہم نے بہت سی قرن یعنی امتیں پیدا کیں۔ قرن کی مدت بعض کے نزدیک ایک سو بیس سال ہیں کوئی کہتا ہے سو سال کوئی کہتا ہے اسی سال کوئی کہتا ہے چالیس سال اور بھی بہت سے قول ہیں زیادہ ظاہر بات یہ ہے کہ ایک زمانہ والے ایک قرن ہیں جب وہ سب مر جائیں تو دوسرا قرن شروع ہوتا ہے جیسے بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ سدوم نامی بستی کے پاس سے تو یہ عرب برابر گزرتے رہتے ہیں یہیں لوطی آباد تھے جن پر زمین الٹ دی گئی اور آسمان سے پتھر برسائے گئے اور بڑا مینہ ان پر برسا جو سنگلاخ پتھروں کا تھا یہ دن رات وہاں سے آمدورفت رکھتے ہیں پھر بھی عقلمندی کو کام میں نہیں لیتے۔ یہ بستیاں تو تمہاری گزرگاہ ہیں ان کے واقعات مشہور ہیں کیا تم انہیں نہیں دیکھتے؟ یقیناً دیکھتے ہو لیکن عبرت کی آنکھیں ہی نہیں کہ سمجھ سکو اور غور کرو کہ ان کی اپنی نالائقیوں کی وجہ سے وہ اللہ کے عذابوں کے شکار ہو گئے بس اڑا دیا گیا۔ بے نشان کر دیئے گئے بڑی طرح کھوج ا نکال دیا گیا اسے سوچے تو وہ جو قیامت کا قائل ہو انہیں کیا عبرت حاصل ہو گی جو قیامت ہی کے منکر ہیں دوبارہ زندگی کو ہی محال جانتے ہیں۔

وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ﴿٤١﴾ إِن كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أَن صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾ أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ﴿٤٣﴾ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾

تمہیں جب کبھی دیکھتے ہیں تو تم سے مسخراپن کرنے لگتے ہیں۔ کہ کیا یہی وہ شخص ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ وہ تو کہیے کہ ہم جمے رہے ورنہ انہوں نے تو ہمیں بہکا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی یہ جب عذابوں کو دیکھیں گے تو انہیں صاف معلوم ہو جائے گا کہ پوری طرح راہ سے بھٹکا ہوا کون تھا؟ کیا تو نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے کیا تو اس کا ذمہ دار ہو سکتا ہے؟ کیا تو اسی خیال میں ہے کہ ان میں کے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نرے چوپایوں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔

ناعاقبت اندیش کا آقاء سے مذاق: کافر لوگ اللہ کے برتر و بہتر پیغمبر حضرت احمد مجتبیٰ محمد ﷺ کو دیکھ کر ہنسی مذاق اڑاتے تھے عیب جوئی کرتے تھے اور آپ ﷺ میں نقصان بتلاتے تھے یہی حالت ہر زمانے کے کفار کی اپنے نبیوں کے ساتھ رہی جیسے فرمان ہے ﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ ﴾ تجھ سے پہلے کے رسولوں کا بھی مذاق اڑایا گیا۔ کہنے لگے وہ تو کہئے کہ ہم جمے رہے ورنہ اس رسول ﷺ نے تو ہمیں بہکانے میں کوئی کمی نہ رکھی تھی۔ اچھا انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ہدایت پر یہ کہاں تک تھے؟ عذاب کو دیکھتے ہی آنکھیں کھل جائیں گی اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے خواہش پرستی شروع کر رکھی ہے۔ نفس و شیطان جس چیز کو اچھی ظاہر کرتا ہے یہ بھی اسے اچھی سمجھنے لگتے ہیں بھلا ان کا ذمہ دار تو کیسے ٹھیر سکتا ہے؟ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ جاہلیت میں عرب کی یہ حالت تھی کہ جہاں کسی سفید گول مول پتھر کو دیکھا اس کی ڈنڈوت کرنے لگے اس سے اچھا کوئی نظر پڑ گیا اس کے سامنے جھک گئے اور اول کو چھوڑ دیا۔ پھر فرماتا ہے یہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں نہ ان کے کان ہیں نہ دل ہیں چوپائے تو خیر قدرتاً آزاد ہیں لیکن یہ جو عبادت کے لئے پیدا کئے گئے تھے یہ ان سے بھی زیادہ بہک گئے بلکہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے اور قیام حجت کے بعد رسولوں کے پہنچ چکنے کے بعد بھی اللہ کی طرف نہیں جھکتے اس کی توحید اور رسول ﷺ

کی رسالت کو نہیں مانتے ۔

أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ﴿۴۷﴾

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے سایے کو کس طرح پھیلا دیا ہے؟ اگر چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا ہی کر دیتا۔ پھر ہم نے آفتاب کو اس کا راہنما بنایا پھر ہم نے اسے سہج سہج اپنی طرف کھینچ لیا۔ وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ بنایا اور نیند راحت بنائی اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت۔

اللہ کے وجود وقدرت کی دلیلیں: اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر دلیلیں بیان ہو رہی ہیں کہ مختلف اور متضاد چیزوں کو وہ پیدا کر رہا ہے۔ سایے کو وہ بڑھاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ وقت صبح صادق سے لے کر سورج کے نکلنے تک کا ہے اگر وہ چاہتا تو اسے ایک ہی حالت پر رکھ دیتا جیسے فرمان ہے کہ اگر وہ رات ہی رات رکھے تو کوئی دن نہیں کر سکتا اور اگر وہ دن ہی دن کرے تو کوئی رات نہیں لا سکتا۔ اگر سورج نہ نکلتا تو سایے کا حال ہی معلوم نہ ہوتا ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے سایے کے پیچھے دھوپ دھوپ کے پیچھے سایہ یہ بھی قدرت کا انتظام ہے۔ پھر سہج سہج ہم اسے یعنی سایے کو یا سورج کو اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں ایک گھٹتا جاتا ہے دوسرا بڑھتا جاتا ہے اور یہ انقلاب سرعت سے ہوتا جاتا ہے۔ کوئی جگہ سایے دار باقی نہیں رہتی صرف گھروں کے چھپروں کے اور درختوں کے نیچے سایہ رہ جاتا ہے اور ان کے بھی اوپر دھوپ کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کر کے ہم اسے اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں اسی نے رات کو تمہارے لئے لباس بنایا ہے کہ وہ تمہارے وجود پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانپ لیتی ہے۔ جیسے فرمان ہے قسم ہے رات کی جب کہ ڈھانپ لے اسی نے نیند کو سبب راحت وسکون بنایا ہے کہ اس وقت حرکت موقوف ہو جاتی ہے اور دن بھر کے کام کاج سے جو تھکن چڑھ گئی تھی وہ اس آرام سے اتر جاتی ہے اور بدن کو اور روح کو راحت حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر دن کو اٹھ کھڑے ہوتے ہو پھیل جاتے ہو۔ اور روزی کی تلاش میں لگ جاتے ہو۔ جیسے فرمان ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے رات دن مقرر کر دیا ہے کہ تم سکون و آرام بھی حاصل کر لو اور اپنی روزیاں بھی تلاش کر لو۔

وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿۴۸﴾ لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿۵۰﴾

وہی ہے جو باران رحمت سے پہلے خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ سے مردہ شہر کو زندہ کر دیں اور اسے ہم اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو پلاتے ہیں بیشک ہم نے اسے ان کے درمیان طرح طرح سے بیان کیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ مگر پھر بھی اکثر لوگوں نے سوائے ناشکری کے مانا نہیں۔

بادل بارش کا پیش خیمہ: اللہ تعالیٰ اپنی ایک اور قدرت بیان فرما رہا ہے کہ وہ بارش سے پہلے بارش کی خوش خبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے ان ہواؤں میں رب نے بہت سے خواص رکھے ہیں۔ بعض بادلوں کو پراگندہ کر دیتی ہیں بعض انہیں اٹھاتی ہیں بعض انہیں لے چلتی ہیں

بعض خنک اور بھیگی ہوئی چل کر لوگوں کو باران رحمت کی طرف متوجہ کر دیتی ہیں۔ بعض اس سے پہلے زمین کو تیار کر دیتی ہیں بعض بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں اور انہیں بوجھل کر دیتی ہیں۔ آسمان سے ہم پاک صاف پانی برساتے ہیں کہ وہ پاکیزگی کا آلہ بنے یہاں طہور ایسا ہی ہے جیسا سحور اور جور وغیرہ۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ فعول معنی میں فاعل کے ہے یا یہ مبالغہ کے لئے بنی ہے یا متعدی کے لئے یہ سب اقوال لغت اور حکم کے اعتبار سے مشکل ہیں پوری تفصیل کے لائق یہ مقام نہیں واللہ اعلم حضرت ثابت بنانیؒ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابو العالیہؒ کے ساتھ بارش کے زمانہ میں نکلا بصرے کے راستے اس وقت بڑے گندے ہو رہے تھے آپ نے ایسے راستے پر نماز ادا کی میں نے آپ کو توجہ دلائی تو آپ نے فرمایا اسے آسمان کے پاک پانی نے پاک کر دیا اللہ فرماتا ہے۔ کہ ہم آسمان سے پاک پانی برساتے ہیں حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اسے پاک اتارا ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ بئر بضاعہ سے وضو کر لیں؟ یہ ایک کنواں ہے جس میں گندگی اور کتوں کے گوشت پھینکے جاتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ امام شافعیؒ اور امام احمد نے اسے روایت کیا ہے۔ ابو داؤدؒ اور امام ترمذیؒ نے اسے صحیح کہا ہے نسائی میں بھی یہ روایت ہے عبدالملک بن مروان کے دربار میں ایک مرتبہ پانی کا ذکر چھڑا تو خالد بن برید نے کہا بعض پانی آسمان کے ہوتے ہیں بعض پانی وہ ہوتا ہے جسے ابر سمندر سے پیتا ہے اور اسے گرج کڑک اور بجلی میٹھا کر دیتی ہے لیکن اس سے زمین میں پیداوار نہیں ہوتی ہاں آسمانی پانی سے پیداوار اگتی ہے عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ آسمان کے پانی کے ہر قطرہ سے چارہ گھاس وغیرہ پیدا ہوتا ہے یا سمندر میں لولو اور موتی پیدا ہوتے ہیں یعنی ﴿فِی الْبَرِّ بُرٌّ وَّ فِی الْبَحْرِ دُرٌّ﴾ زمین میں گیہوں اور سمندر میں موتی۔ پھر فرمایا کہ اسی سے ہم غیر آباد بنجر خشک زمین کو زندہ کر دیتے ہیں وہ لہلہانے لگتی ہے اور تروتازہ ہو جاتی ہے جیسے فرمان ہے ﴿فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ﴾ علاوہ مردہ زمین کے زندہ ہو جانے کے یہ پانی حیوانوں اور انسانوں کے پینے میں آتا ہے ان کے کھیتوں اور باغات کو پلایا جاتا ہے جیسے فرمان ہے کہ وہ اللہ وہی ہے جو لوگوں کی کامل ناامیدی کے بعد ان پر بارشیں برساتا ہے اور آیت میں ہے کہ اللہ کے آثار رحمت کو دیکھو کہ کس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے ساتھ ہی میری قدرت کا ایک نظارہ یہ بھی دیکھو کہ ابر اٹھتا ہے گرجتا ہے لیکن جہاں میں چاہتا ہوں برستا ہے اس میں حکمت و حجت ہے۔

ابن عباسؓ کا قول ہے کہ کوئی سال کسی سال سے کم وبیش بارش کا نہیں لیکن اللہ تعالی جہاں چاہے برسائے جہاں سے چاہے پھیر لے پس چاہیے تھا کہ ان نشانات کو دیکھ کر اللہ کی ان زبردست حکمتوں کو اور قدرتوں کو سامنے رکھ کر اس بات کو بھی مان لیتے کہ بیشک ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور یہ بھی جان لیتے کہ بارشیں ہمارے گناہوں کی شامت سے بند کر لی جاتی ہیں تو ہم گناہ چھوڑ دیں لیکن ان لوگوں نے ایسا نہ کیا بلکہ ہماری نعمتوں پر اور ناشکری کی۔

ایک مرسل حدیث ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے کہا کہ میں بادل کی نسبت کچھ پوچھنا چاہتا ہوں حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا بادلوں پر جو فرشتہ مقرر ہے وہ یہ ہے آپ ان سے جو چاہیں دریافت فرما لیں اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تو اللہ کا حکم آتا ہے کہ فلاں فلاں شہر میں اتنے اتنے قطرے برساؤ ہم تعمیل ارشاد کر دیتے ہیں بارش جیسی نعمت کے وقت اکثر لوگوں کے کفر کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے یہ بارش برسائے گئے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ بارش برس چکنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول خوب جاننے والا ہے۔ آپ نے فرمایا سنو اللہ نے فرمایا ہے میرے بندوں میں سے بہت سے میرے ساتھ مومن ہو گئے اور بہت سے کافر ہو گئے جنھوں نے کہا کہ صرف اللہ کے فضل وکرم سے یہ بارش ہم پر برسی ہے وہ تو میرے ساتھ ایمان رکھنے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے ہوئے اور جنھوں نے کہا کہ ہم پر فلاں فلاں تارے کے اثر سے پانی برسایا گیا وہ میرے ساتھ کافر ہوئے اور تاروں کے ساتھ مومن ہوئے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿٥٢﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿٥٤﴾

اگر ہم چاہتے تو ہر ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔ پس تو کافروں کا کہنا نہ کر اور بحکم الٰہی ان سے پوری طاقت سے بڑا جہاد کرو۔ وہی ہے جس نے دو سمندر آپس میں ملا رکھے ہیں یہ ہے میٹھا اور مزے دار اور یہ ہے کھاری کڑوا اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب اور مضبوط اوٹ کر دی وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا تیرا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے۔

ایک اور قدرت کی نشانی: اگر رب چاہتا تو ہر ہر بستی میں ایک ایک نبی بھیج دیتا لیکن اس نے تمام دنیا کی طرف صرف ایک ہی نبی بھیجا ہے اور پھر اسے حکم دیدیا ہے کہ اس قرآن کا وعظ سب کو سنا جیسے فرمان ہے کہ میں اس قرآن سے تمہیں اور جس جس کو یہ پہنچے ہوشیار کر دوں اور ان تمام جماعتوں میں سے جو بھی اس سے کفر کرے اس کے وعدہ کی جگہ جہنم ہے اور فرمان ہے کہ تو مکہ والوں کو اور چاروں طرف کے لوگوں کو آگاہ کر دے اور آیت میں ہے کہ اے نبی آپ ﷺ کہہ دیجئے اے تمام لوگو! میں تم سب کی طرف رسول اللہ ﷺ بن کر آیا ہوں۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے میں سرخ وسیاہ سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ بخاری ومسلم کی اور حدیث میں ہے کہ تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے رہے اور میں عام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ پھر فرمایا کافروں کا کہنا نہ ماننا اور اس قرآن کے ساتھ ان سے بہت بڑا جہاد کرنا۔ جیسے ارشاد ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ﴾ یعنی اے نبی! کافروں سے اور منافقوں سے جہاد کرتے رہو! اسی رب نے پانی کو دو طرح کا کر دیا ہے میٹھا اور کھاری۔ نہروں چشموں اور کنوؤں کا پانی عموماً شیریں صاف اور خوش ذائقہ ہوتا ہے بعض ٹھہرے ہوئے سمندروں کا پانی کھاری اور بدمزہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر بھی شکر کرنا چاہیئے کہ اس نے میٹھے پانی کی چاروں طرف ریل پیل کر دی کہ لوگوں کو نہانے دھونے اور اپنے کھیت اور باغات کو پانی دینے میں آسانی رہے۔ مشرقوں اور مغربوں میں محیط سمندر کھاری پانی کے اس نے بہا دیئے جو ٹھہرے ہوئے ہیں ادھر ادھر بہتے نہیں لیکن موجیں مار رہے ہیں۔ تلاطم کر رہے ہیں بعض میں مد وجزر ہے۔ ہر مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں تو ان میں زیادتی اور بہاؤ ہوتا ہے پھر چاند کے گھٹنے کے ساتھ وہ گھٹتا جاتا ہے یہاں تک کہ آخر میں اپنی حالت پر آجاتا ہے پھر جہاں چاند چڑھا یہ بھی چڑھنے لگا چودہ تاریخ تک برابر چاند کے ساتھ چڑھتا رہا۔ پھر اترنا شروع ہوا۔ ان تمام سمندروں کو اسی اللہ نے پیدا کیا ہے وہ پوری اور زبردست قدرت والا ہے کھاری اور گرم پانی گو پینے کے کام نہیں آتا لیکن ہواؤں کو صاف کر دیتا ہے جس سے انسانی زندگی ہلاکت میں نہ پڑے اس میں جو جانور مر جاتے ہیں ان کی بدبو دنیا والوں کو ستا نہیں سکتی اور کھاری پانی کے سبب سے اس کی ہوا صحت بخش اور اس کا مزہ پاک طیب ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ سے جب سمندر کے پانی کی نسبت سوال ہوا کہ کیا ہم اس سے وضو کر لیں؟ تو آپ ﷺ فرمایا اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے۔ مالکؒ شافعیؒ اور اہل سنن نے اسے روایت کیا ہے اور اسناد بھی صحیح ہے۔ پھر اس کی اس قدرت کو دیکھو کہ محض اپنی طاقت سے اور اپنے حکم سے ایک کو دوسرے سے جدا رکھا ہے نہ کھاری میٹھے میں مل سکے نہ میٹھا کھاری میں مل سکے جیسے فرمان ہے ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ﴾ اس نے دونوں سمندر جاری کر دیئے کہ دونوں مل جائیں اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب قائم کر دیا ہے کہ حد سے نہ بڑھیں پھر تم اپنے رب کی کس نعمت کے انکاری ہو؟ اور آیت میں ہے کون ہے وہ جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس میں جگہ جگہ دریا جاری کر دیئے اس پر پہاڑ قائم کر

دیئے اور دو سمندروں کے درمیان اوٹ کر دی کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بات یہ ہے کہ ان مشرکین کے اکثر لوگ بے علم ہیں! اس نے انسان کو ضعیف نطفے سے پیدا کیا ہے پھر اسے ٹھیک ٹھاک اور برابر بنایا ہے اور اچھی پیدائش میں پیدا کر کے پھر اسے مرد یا عورت بنایا۔ پھر اس کے لئے نسب کے رشتے دار بنا دیئے پھر کچھ مدت بعد سسرالی رشتے قائم کر دیئے۔ اتنے بڑے قادر اللہ کی قدرتیں تمہارے سامنے ہیں۔

وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٥٦﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَن شَاءَ أَن يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٥٧﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ۚ وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا ﴿٥٨﴾ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمَٰنُ فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا ﴿٥٩﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ۩ ﴿٦٠﴾

یہ اللہ کو چھوڑ کر انکی عبادت کرتے ہیں جو نہ تو انہیں کوئی نفع دے سکیں نہ کوئی نقصان پہنچا سکیں۔ کافر تو ہے ہی اپنے رب کی طرف پیٹھ کرنے والا۔ ہم نے تو تجھے خوش خبری اور ڈر سنانے والا نبی ﷺ بنا کر بھیجا ہے۔ کہہ دے کہ میں قرآن کے پہنچانے پر تم سے کسی بدلہ کو نہیں چاہتا مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راہ پکڑنا چاہے اس ہمیشہ زندہ اللہ پر توکل کر جسے کبھی موت نہیں اور اسکی تعریف بیان کرتا رہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی سب چیزوں کو چھ دن میں پیدا کر دیا ہے۔ پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ وہ رحمن ہے تو اسکے بارے میں کسی خبردار سے پوچھ لے۔ ان سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تو جواب دیتے ہیں رحمن ہے کیا؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کا تو ہمیں حکم دیدے ان کا تو بدکنا ہی بڑھتا ہے۔

توکل اللہ کی ذات پر کرنا چاہیئے: مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ بت پرستی کرتے ہیں۔ اور بلا دلیل وحجت ان کی پوجا کرتے ہیں جو نہ نفع کے مالک نہ نقصان کے صرف باپ دادوں کی دیکھا دیکھی نفسانی خواہشات سے ان کی محبت وعظمت دل میں جمائے ہوئے ہیں اور اللہ تعالٰی اور رسول ﷺ سے دشمنی اور مخالفت رکھتے ہیں۔ شیطانی لشکر میں ہو گئے ہیں اور الٰہی لشکر کے مخالف ہو گئے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ انجام کار غلبہ اللہ والوں کو ہی ہوگا۔ یہ اس امید میں ہیں کہ یہ معبودان باطل ان کی امداد کریں گے حالانکہ محض غلط ہے یہ خواہ مخواہ ان کی طرف سے سینہ سپر ہو رہے ہیں۔ انجام کار مومنوں کے ہی ہاتھ رہے گا دنیا وآخرت میں ان کا پروردگار ان کی امداد کرے گا۔ ان کفار کو تو شیطان صرف اللہ کی مخالفت پر ابھار دیتا ہے اور کچھ نہیں۔ سچے اللہ کی عداوت ان کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ شرک کی محبت بٹھا دیتا ہے یہ اللہ کے احکام سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں! پھر اللہ تعالٰی رسول ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں مومنوں کو خوش خبری سنانے والا اور کفار کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اطاعت گزاروں کو جنت کی بشارت دیجئے اور نافرمانوں کو جہنم کے عذابوں سے مطلع فرما دیجئے۔ لوگوں میں عام طور پر اعلان کر دیجئے کہ میں اپنی تبلیغ کا بدلہ اپنے وعظ کا معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ارادہ اس سے سوائے اللہ تعالٰی کی رضامندی کی تلاش کے اور کچھ نہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میں سے جو راہ راست پر آنا چاہے اس کے سامنے صحیح راستہ نمایاں کر دوں! اے پیغمبر اپنے تمام کاموں میں اس اللہ پر بھروسہ رکھئے جو ہمیشگی اور دوام والا ہے جو موت وفوت سے پاک ہے جو اول وآخر ظاہر وباطن اور ہر چیز سے عالم ہے جو دائم باقی سرمدی ابدی حی وقیوم ہے جو ہر

چیز کا مالک اور رب ہے اس کو اپنا ماویٰ ملجا ٹھہرا لے اسی کی ذات ایسی ہے کہ اس پر توکل کیا جائے ہر گھبراہٹ میں اسی کی طرف جھکا جائے۔ وہ کافی ہے وہی ناصر ہے۔ وہی موید و مظفر ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ﴾ اے نبی جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے اتارا گیا ہے اسے پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے یہ نہ کیا تو آپ نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ آپ بے فکر رہئے اللہ آپ کو لوگوں کے برے ارادے سے بچا لے گا۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ مدینہ طیبہ کی کسی گلی میں حضرت سلمان ؓ رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کرنے لگے تو آپ نے فرمایا اے سلمان سجدہ نہ کر سجدے کے لائق وہ ہے جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے جس پر کبھی موت نہیں (ابن ابی حاتم) اور اس کی تسبیح وحمد بیان کرتا رہ۔ چنانچہ حضور ﷺ اس کی تعمیل میں فرمایا کرتے تھے ﴿سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِکَ﴾ مراد اس سے یہ ہے کہ عبادت اللہ ہی کی کر توکل صرف اسی کی ذات پر کر جیسے فرمان ہے مشرق مغرب کا رب وہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز سمجھ اور جگہ ہے ﴿فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَیْهِ﴾ اسی کی عبادت کر اسی پر بھروسہ رکھ اور آیت میں ہے کہ اعلان کر دے کہ اسی رحمٰن کے ہم بندے ہیں اور اسی پر ہمارا کامل بھروسہ ہے اس پر بندوں کے کرتوت ظاہر ہیں کوئی ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں کوئی بھید کی بات بھی اس سے مخفی نہیں۔ وہی تمام چیزوں کا خالق مالک قابض ہے وہی ہر جاندار کا روزی رساں ہے اس نے اپنی قدرت وعظمت سے آسمان وزمین جیسی زبردست مخلوق کو چھ دن میں پیدا کر دیا ہے پھر عرش پر قرار پکڑا ہے کاموں کی تدبیروں کا انجام اسی کی طرف سے اور اسی کے حکم اور تدبیر سے ہے۔ اس کا فیصلہ سچا اور اچھا ہی ہوتا ہے جو ذات اللہ سے عالم ہو جو صفات اللہ سے آگاہ ہو تو ایسے سے اس کی شان دریافت کر لے یہ ظاہر ہے کہ اللہ کی ذات کی پوری خبر داری رکھنے والے اس کی ذات سے پورے واقف آنحضرت ﷺ ہی تھے جو دنیا اور آخرت میں تمام اولاد آدم کے علی الاطلاق سردار تھے جو ایک بات بھی اپنی طرف سے نہیں کہتے تھے بلکہ جو فرماتے تھے وہ فرمودہ اللہ ہی ہوتا تھا۔ آپ نے جو جو صفتیں اللہ کی بیان کی ہیں سب حق ہیں۔ آپ ﷺ نے جو خبریں دیں سب سچ ہیں سچے امام آپ ﷺ ہی ہیں تمام جھگڑوں کا فیصلہ آپ ﷺ ہی کے حکم سے کیا جا سکتا ہے۔ جو آپ ﷺ کی بات بتلائے وہ سچا جو آپ کے خلاف کہے وہ مردود خواہ کوئی بھی ہو۔ اللہ کا فرمان واجب الاذعان کھلے طور سے صادر ہو چکا ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ﴾ تم اگر کسی چیز میں جھگڑو تو اسے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ۔

اور فرمان ہے ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُکْمُهٗ اِلَی اللّٰهِ﴾ تم جس چیز میں بھی اختلاف کرو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے اور فرمان ہے ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا﴾ تیرے رب کی باتیں جو خبروں میں سچی اور حکم وممانعت میں عدل کی ہیں پوری ہو چکیں یہ بھی مروی ہے کہ مراد اس سے قرآن ہے! مشرکین اللہ کے سوا اوروں کو سجدے کرتے تھے ان سے جب رحمٰن کو سجدہ کرنے کو کہا جاتا تھا تو کہتے تھے کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ وہ اس سے منکر تھے اللہ کا نام رحمٰن ہے جیسے حدیبیہ والے سال حضور ﷺ نے صلح نامہ کے کاتب سے فرمایا ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ لکھ۔ تو مشرکین نے کہا نہ ہم رحمٰن کو جانیں نہ رحیم کو ہمارے رواج کے مطابق بسمک اللھم لکھ۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ کہہ دے کہ اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو جس نام سے اسے چاہو پکارو اسکے بہت سے بہترین نام ہیں۔ وہی اللہ ہے وہی رحمٰن ہے۔ پس مشرکین کہتے تھے کہ کیا صرف تیرے کہنے سے ہم ایسا کر لیں الغرض وہ اور نفرت میں بڑھ گئے۔ برخلاف مومنوں کے کہ وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں جو رحمٰن ورحیم ہے اسی کو عبادت کے لائق سمجھتے ہیں اور اسی کے لئے سجدے کرتے ہیں۔ علماء رحمتہ اللہ علیہم کا اتفاق ہے کہ سورۂ فرقان کی اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ مشروع ہے جیسے کہ اس کی جگہ اس کی تفصیل موجود ہے ﴿واللہ سبحانہ و تعالیٰ﴾ اعلم۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّکَّرَ اَوْ اَرَادَ شُکُوْرًا ﴿۶۲﴾

بابرکت ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں آفتاب بنایا اور منور مہتاب بھی اسی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا اس شخص کی نصیحت کیلئے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر گزاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

آفتاب مہتاب دن رات کی گردش: اللہ تعالیٰ کی بڑائی عظمت قدرت رفعت کو دیکھو کہ اس نے آسمان میں برج بنائے۔ اس سے مراد یا تو بڑے بڑے ستارے ہیں یا چوکیداری کے برج ہیں۔ پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ بڑے بڑے ستاروں سے مراد بھی یہی برج ہوں اور آیت میں ہے کہ آسمان دنیا کو ہم نے ستاروں کے ساتھ مزین بنایا۔ سراج سے مراد سورج ہے جو چمکتا رہتا ہے۔ اور مثل چراغ کے ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا﴾ اور ہم نے روشن چراغ یعنی سورج بنایا۔ اور چاند بنایا جو منور اور روشن ہے دوسرے نور سے جو سورج کے سوا ہے جیسے فرمان ہے اس نے سورج کو روشن بنایا اور چاند کو نور بنایا۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے فرمایا ﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا! دن رات ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے ہیں اس کی قدرت کا نظام ہے یہ جاتا ہے وہ آتا ہے اس کا جانا اس کا آنا ہے جیسے فرمان ہے اس نے تمہارے لئے سورج چاند پے درپے آنے جانے والے بنائے ہیں اور جگہ ہے رات دن کو ڈھانپ لیتی ہے اور جلدی جلدی اسے طلب کرتی آتی ہے نہ سورج چاند سے آگے بڑھ سکے نہ رات دن سے سبقت کر سکے۔ اسی سے اس کی عبادتوں کے وقت اس کے بندوں کو معلوم ہوتے ہیں رات کا فوت شدہ عمل دن میں پورا کرلیں دن کا رہ گیا ہوا عمل رات کو ادا کرلیں۔ صحیح حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ رات کو اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرلے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات کا گنہگار توبہ کرلے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ایک دن ضحیٰ کی نماز میں بڑی دیر لگادی سوال پر فرمایا کہ رات کا میرا وظیفہ کچھ باقی رہ گیا تھا تو میں نے چاہا کہ اسے پورا یا قضا کرلوں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿خِلْفَةً﴾ کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ مختلف یعنی دن روشن رات تاریک اس میں اجالا اس میں اندھیرا یہ نورانی وہ ظلماتی!

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾

رحمٰن کے سچے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔ اور جو اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کرتے ہوئے راتیں گزار دیتے ہیں۔ اور جو یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے دوزخ کا عذاب پرے ہی پرے رکھ۔ کیونکہ اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے۔ وہ جائے قرار اور مقام دونوں کے لحاظ سے بدترین جگہ ہے۔ اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخیلی بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل راہ ہوتی ہے۔

مومنوں کے اوصاف: اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ زمین پر سکون و وقار کے ساتھ تواضع عاجزی مسکینی اور فروتنی سے چلتے پھرتے ہیں۔ تکبر تجبر فساد اور ظلم و ستم نہیں کرتے جیسے حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے لڑکے سے فرمایا تھا کہ اکڑ کر نہ

چلا کرے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تصنع اور بناوٹ سے کمر جھکا کر بیماروں کی طرح قدم قدم چلنا یہ تو ریا کاروں کا کام ہے کہ وہ اپنے تئیں لوگوں کو دکھانے کے لئے اور دنیا کی نگاہیں اپنی طرف اٹھانے کیلئے ایسا کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی عادت مبارکہ اس کے بالکل برعکس تھی آپ کی چال ایسی تھی کہ گویا آپ ﷺ کسی اونچائی سے اتر رہے ہیں اور گویا کہ زمین آپ ﷺ کے لئے لپٹی جارہی ہے۔ سلف صالحین نے بیماروں کی سی تکلیف والی چال کو مکروہ فرمایا ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ وہ بہت آہستہ آہستہ چل رہا ہے۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو کچھ بیمار ہے؟ اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا پھر یہ کیا چال ہے؟ خبردار جواب اس طرح چلا تو کوڑے کھائے گا طاقت کے ساتھ جلدی جلدی چلا کرو۔ پس یہاں مراد تسکین وقار کے ساتھ شریفانہ چال چلنا ہے نہ کہ ضعیفانہ اور مریضانہ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب نماز کے لئے آؤ تو دوڑ کر نہ آؤ بلکہ تسکین کے ساتھ آؤ جو جماعت کے ساتھ مل جائے ادا کرلو اور جو فوت ہو جائے پوری کرلو حسن بصریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں نہایت ہی عمدہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ مومنوں کی آنکھیں اور ان کے کان اور ان کے اعضاء جھکے ہوئے اور رکے ہوئے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ گھامڑ اور بیوقوف لوگ انہیں بیمار سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ خوف الٰہی سے جھکے جاتے ہیں ویسے پورے تن درست ہیں لیکن دل اللہ کے خوف سے پر ہیں آخرت کا علم دنیا طلبی سے اور یہاں کے ٹھاٹھ سے انہیں روکے ہوئے ہے۔ یہ قیامت کے دن کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ انہیں دنیا میں کھانے پینے وغیرہ کا غم لگا رہتا تھا نہیں نہیں اللہ کی قسم دنیا کا کوئی غم ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتا تھا۔ ہاں انہیں آخرت کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا تھا جنت کے کسی کام کو وہ بھاری نہیں جانتے تھے ہاں جہنم کا خوف انہیں رلاتا رہتا تھا جو شخص اللہ کے خوف دلانے سے بھی خوف نہ کھائے اس کا نفس حسرتوں کا مالک ہے جو شخص کھانے پینے کو ہی اللہ کی نعمت سمجھے وہ کم علم ہے اور عذابوں میں پھنسا ہوا ہے پھر اپنے نیک بندوں کا وصف بیان فرمایا کہ جب جاہل لوگ ان سے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو یہ بھی ان کی طرح جہالت پر نہیں اتر آتے بلکہ درگزر کر لیتے ہیں معاف فرما دیتے ہیں اور سوائے بھلی بات کے گندی باتوں سے اپنی زبان آلودہ نہیں کرتے جیسے کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جوں جوں دوسرا آپ پر تیز ہوتا آپ اتنے ہی نرم ہوتے یہی وصف قرآن کریم کی اس آیت میں بیان ہوا ہے ﴿**وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ**﴾ مومن لوگ بیہودہ باتیں سن کر منہ پھیر لیتے ہیں۔ ایک حسن سند سے مسند احمد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کسی شخص نے دوسرے کو برا بھلا کہا لیکن اس نے پلٹ کر جواب دیا کہ تجھ پر سلام ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم دونوں کے درمیان فرشتہ موجود تھا وہ جو گالی دیتا تھا فرشتہ کہتا تھا یہ نہیں بلکہ تو اور جب تو کہتا تھا تجھ پر سلام تو فرشتہ کہتا تھا اس پر نہیں بلکہ تجھ پر تو ہی سلامتی کا پورا حقدار ہے پس فرمان ہے کہ یہ اپنی زبان کو گندی نہیں کرتے برا کہنے والوں کو برا نہیں کہتے بھلے کلمے کے زبان سے اور کوئی لفظ نہیں نکالتے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں دوسرا ان پر ظلم کرے یہ صلح اور برداشت کرتے ہیں دنوں کو اللہ کے بندوں کے ساتھ اس طرح گزارتے ہیں کہ ان کی کڑوی کسیلی سن لیتے ہیں اور رات کو جس حالت میں گزارتے ہیں اس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔ فرماتا ہے کہ رات اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت میں بسر ہوتی ہے بہت کم سوتے ہیں صبح کو استغفار کرتے ہیں کروٹیں بستروں سے الگ رہتی ہیں دلوں میں خوف الٰہی ہوتا ہے۔ امید رحمت ہوتی ہے اور راتوں کی گھڑیوں کو اللہ کی عبادتوں میں گزارتے ہیں۔ دعائیں مانگتے ہیں کہ اے اللہ عذاب جہنم ہم سے دور رکھ وہ تو دائمی اور لازمی عذاب ہے جیسے کہ شاعر نے شان رب تعالیٰ بتائی ہے ﴿**اِنْ يُّعَذِّبْ يَكُنْ غَرَامًا وَاِنْ يُّعْطِ جَزِيْلاً فَاِنَّهٗ لَا يُبَالِيْ**﴾ یعنی اس کے عذاب بھی سخت اور لازمی اور ابدی اور اس کی عطا اور انعام بھی بیحد ان گنت اور بے حساب جو چیز آئے اور ہٹ جائے وہ غرام نہیں غرام وہ ہے جو آنے کے بعد ہٹنے اور دور ہونے کا نام ہی نہ لے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ عذاب جہنم تاوان ہے جو کفران نعمت سے لیا جائے گا انہوں نے رب تعالیٰ کے دیئے کو اس کی راہ میں نہیں لگایا لہذا آج اس کا تاوان یہ بھرنا پڑے گا کہ جہنم کو پر کردیں وہ بڑی جگہ ہے بدمنظر ہے تکلیف دہ ہے مصیبت ناک ہے مالک بن حارثؓ کا بیان ہے کہ جب دوزخی کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا اللہ ہی جانتا ہے کہ کتنی مدت تک وہ نیچے ہی نیچے چلا جائے گا اس کے بعد جہنم کے ایک دروازے پر اسے روک دیا جائے گا اور کہا جائے گا آپ بہت پیاسے ہو رہے ہوں گے لو ایک

جام نوش کرلو یہ کہہ کرانہیں کالے ناگ اور زہریلے بچھوؤں کے زہر کا ایک پیالا پلایا جائے گا جس کے پیتے ہی ان کی کھالیں الگ جھڑ جائیں گی بال الگ ہو جائیں گے رگیں الگ جا پڑیں گی ہڈیاں جدا جدا ہو جائیں گی۔ حضرت عبید ابن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ جہنم میں گڑھے ہیں کنوؤں جیسے ان میں سانپ ہیں جیسے بختی اونٹ اور بچھو ہیں جیسے خچر جب کسی جہنمی کو جہنم میں ڈالا جاتا ہے تو وہاں سے نکل کر آتے اور انہیں لپٹ جاتے ہیں ہونٹوں پر سروں پر جسم کے حصوں پر ڈستے اور ڈنک مارتے ہیں جس سے ان کے سارے بدن میں زہر پھیل جاتا ہے اور پھکنے لگتے ہیں سارے سر کی کھال جھلس کر گر پڑتی ہے پھر وہ سانپ چلے جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جہنمی ایک ہزار سال تک جہنم میں چلاتا رہے گا ﴿یا حنّان یا منّان﴾ تب اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل سے فرمائے گا جاؤ دیکھو یہ کیا کہہ رہا ہے آ کر دیکھیں گے کہ سب جہنمی برے حال سر جھکائے آہ وزاری کر رہے ہیں جا کر جناب باری تعالیٰ میں خبر کریں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر جاؤ فلاں فلاں جگہ یہ شخص ہے جاؤ اور اسے لے آؤ آپ بحکم اللہ تعالیٰ جائیں گے اور اسے لا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تو کیسی جگہ؟ یہ جواب دے گا کہ اے اللہ ٹھہرنے کی بھی بڑی جگہ اور سونے بیٹھنے کی بھی بدترین جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا اب اسے اس کی جگہ واپس کر آؤ تو گڑ گڑائے گا عرض کرے گا کہ اے میرے ارحم الراحمین اے اللہ! جب کہ تو نے مجھے اس سے باہر نکالا تو تیری ذات ایسی نہیں کہ پھر مجھے اس میں داخل کر دے مجھے تو تجھ سے رحم و کرم کی ہی امید ہے اے اللہ بس اب مجھ پر کرم فرما جب تو نے مجھے جہنم سے نکالا تو میں خوش ہو گیا تھا کہ اب تو اس میں نہ ڈالے گا اس مالک و رحمٰن و رحیم رب کو بھی رحم آ جائے گا اور فرمائے گا اچھا میرے بندے کو چھوڑ دو! پھر ان کا ایک اور وصف بیان ہوتا ہے کہ نہ تو وہ مسرف ہیں نہ بخیل ہیں نہ بے جا خرچ کرتے ہیں نہ ضروری اخراجات میں کوتاہی کرتے ہیں بلکہ میانہ روی سے کام لیتے ہیں نہ ایسا کرتے ہیں کہ اپنے والوں کو اہل و عیال کو بھی تنگ رکھیں نہ ایسا کرتے ہیں کہ جو ہولناک دیں اسی کا حکم رب تعالیٰ نے دیا ہے فرماتا ہے ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً﴾ یعنی نہ تو اپنے ہاتھ اپنی گردن سے باندھ اور نہ انہیں بالکل ہی چھوڑ دے۔ مسند احمد میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ اپنی گزران میں میانہ روی کرنا انسان کی سمجھداری کی دلیل ہے اور حدیث میں ہے جو افراط تفریط سے بچتا ہے وہ کبھی فقیر محتاج نہیں ہوتا۔ بزار کی حدیث میں ہے کہ امیری میں فقیری میں عبادت میں میانہ روی بڑی ہی بہتر اور احسن چیز ہے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ راہ رب میں کتنا ہی چاہو دو اس کا نام اسراف نہیں ہے حضرت ایاس بن معاویہؒ فرماتے ہیں جہاں کہیں تم حکم رب تعالیٰ سے آگے بڑھ جائے وہی اسراف ہے اور بزرگوں کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ اسراف ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿۷۱﴾

اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لا دیگا۔ اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب کیا جائے گا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں

رہے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ اللہ بخشنے والا مہربانی والا ہے اور جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے وہ تو حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے۔

چند بڑے بڑے گناہ: حضور ﷺ سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا رب کے ساتھ شرک کرنا حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ پوچھا اس سے کم؟ فرمایا تیرا اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالنا کہ تو اسے کھلائے گا کہاں سے؟ پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا تیرا اپنے پڑوسی کی کسی عورت سے بدکاری کرنا پس اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں موجود ہے۔ اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ باہر جانے لگے تنہا تھے میں بھی ساتھ ہولیا۔ آپ ﷺ ایک اونچی جگہ بیٹھ گئے میں آپ ﷺ سے نیچے بیٹھ گیا اور اس تنہائی کے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر حضور ﷺ سے وہ سوالات کئے جو اوپر مذکور ہوئے۔ حجتہ الوداع میں حضور ﷺ نے فرمایا چار گناہوں سے بچو (۱) اللہ کے ساتھ کا شرک (۲) کسی حرمت والے نفس کا قتل (۳) زنا کاری (۴) چوری مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے اصحابؓ سے پوچھا زنا کی بابت تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا وہ حرام ہے۔ اور قیامت تک حرام۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں سنو! انسان کا اپنی پڑوس کی عورت سے زنا کرنا دوسری دس عورتوں کے زنا سے بھی بدتر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا چوری کی نسبت کیا کہتے ہو؟ انہوں نے یہی جواب دیا کہ وہ حرام ہے اللہ و رسول اسے حرام قرار دے چکے ہیں آپ نے فرمایا سنو دس جگہ کی چوری بھی اتنی بڑی نہیں جیسی پڑوس کی ایک جگہ کی چوری۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ شرک کے بعد اس سے بڑا گناہ کوئی نہیں کہ انسان اپنا نطفہ اس رحم میں ڈالے جو اس کے لئے حلال نہیں یہ بھی مروی ہے کہ بعض مشرکین حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا حضرت! آپ کی دعوت اچھی ہے سچی ہے لیکن ہم نے شرک بھی کیا ہے قتل بھی کیا ہے زنا کاریاں بھی کی ہیں۔ اور یہ سب کام بکثرت کئے ہیں تو فرمایئے ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت اتری اور آیت ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا﴾ بھی نازل ہوئی۔ رسول ﷺ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے منع فرماتا ہے کہ تم خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی عبادت کرو اور اس سے بھی منع فرماتا ہے کہ اپنے کتے کو تو پالو اور اپنے بچے کو قتل کر ڈالو اور اس سے بھی منع فرماتا ہے کہ اپنی پڑوسن سے بدکاری کرو اثام جہنم کی ایک وادی کا نام ہے یہی وہ وادیاں ہیں جن میں زانیوں کو عذاب کیا جائیگا اس کے معنے عذاب و سزا کے بھی آتے ہیں حضرت لقمان حکیم کی نصیحتوں میں ہے کہ اے بچے! زنا کاری سے بچنا اس کے شروع میں ڈر خوف ہے اور اس کا انجام ندامت حسرت ہے یہ بھی مروی ہے کہ غی اور اثام دوزخ کے دو کنویں ہیں اللہ ہمیں محفوظ رکھے اثام کے معنے بدلے کے بھی مروی ہیں اور یہی ظاہر آیت کے مشابہ بھی ہے اور گویا اس کے بعد کی آیت اسی بدلے اور سزا کی تفسیر ہے کہ اسے بار بار عذاب کیا جائے گا اور سختی کی جائیگی اور ذلت کے دائمی عذابوں میں پھنس جائے گا ﴿اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا﴾ ان کاموں کے کرنے والے کی سزا تو بیان ہو چکی مگر اس سزا سے وہ بچ جائیں گے جو دنیا ہی میں اس سے توبہ کرلیں اللہ ان کی توبہ قبول فرمائے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کی توبہ بھی قبول ہے جو آیت سورۂ نساء میں ہے ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا﴾ وہ اس کے خلاف نہیں گو وہ مدنی آیت ہے لیکن وہ مطلق ہے تو وہ محمول کی جائیگی ان قاتلوں پر جو اپنے اس فعل سے توبہ نہ کریں اور یہ آیت ان قاتلوں کے بارے میں ہے جو توبہ کریں پھر مشرکوں کی بخشش نہ ہونے کا بیان فرمایا ہے اور صحیح احادیث سے بھی قاتل کی توبہ کی مقبولیت ثابت ہے جیسے اس شخص کا قصہ جس نے ایک سو قتل کئے تھے پھر توبہ کی اور اس کی توبہ قبول ہوئی وغیرہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دیتا ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے گناہ کے کام کئے تھے اسلام میں آنے کے بعد نیکیاں کیں تو اللہ نے ان گناہوں کے بدلے نیکیوں کی توفیق عنایت فرمائی اس آیت کی تلاوت کے وقت آپ ایک عربی شعر پڑھتے تھے جس میں احوال کے تغیر کا بیان ہے جیسے گرمی سے ٹھنڈک عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں یہ دنیا کا ذکر ہے کہ انسان کی بری خصلت کو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے نیک عادت سے بدل دیتا ہے سعید بن جبر کا بیان ہے کہ بتوں کی پرستش کے بدلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی توفیق انہیں ملی۔ مومنوں سے لڑنے کی بجائے کافروں سے جہاد کرنے لگے مشرکہ عورتوں سے نکاح کے بجائے مومنہ عورتوں سے

نکاح کئے۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ گناہ کے بدلے ثواب کے عمل کرنے لگے شرک کے بدلے توحید و اخلاص ملا اُبدکاری کے بدلے پاکدامنی حاصل ہوئی کفر کے بدلے اسلام ملا ایک معنی تو اس آیت کے یہ ہوئے دوسرے معنی یہ ہیں کہ خلوص کے ساتھ ان کی جو توبہ تھی اس سے خوش ہو کر اللہ عزوجل نے ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا یہ اس لئے کہ توبہ کے بعد جب کبھی انہیں اپنے گزشتہ گناہ یاد آتے تھے تو انہیں ندامت ہوتی تھی۔ یہ غمگین ہو جاتے تھے شرمانے لگتے تھے اور استغفار کرتے تھے اس وجہ سے ان کے گناہ اطاعت سے بدل گئے گو وہ ان کے نامہ اعمال میں گناہ کے طور پر لکھے ہوئے تھے لیکن قیامت کے دن وہ سب نیکیاں بن جائیں گے جیسے کہ احادیث وآثار میں ثابت ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر جہنم سے نکلے گا اور سب سے آخر جنت میں جائیگا یہ ایک وہ شخص ہوگا جسے اللہ تعالیٰ کے سامنے لایا جائیگا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے بڑے بڑے گناہوں کو چھوڑ چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے گناہوں کی نسبت اس سے باز پرس کرو چنانچہ اس سے سوال ہوگا کہ فلاں دن تو نے فلاں کام کیا تھا؟ فلاں دن فلاں گناہ کیا تھا؟ یہ ایک کا بھی انکار نہ کر سکے گا اقرار کرے گا آخر میں کہا جائے گا کہ تجھے ہم نے ہر گناہ کے بدلے نیکی دی اب تو اس کی باچھیں کھل جائیں گی اور کہے گا اے میرے پروردگار! میں نے اور بھی بہت سے اعمال کئے تھے جنہیں یہاں پا نہیں رہا یہ فرما کر حضور ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ ﷺ کے مسوڑھے دیکھے جانے لگے (مسلم) آپ فرماتے ہیں کہ جب انسان سوتا ہے تو فرشتہ شیطان سے کہتا ہے مجھے اپنا صحیفہ جس میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہیں دے وہ دے دیتا ہے تو ایک ایک نیکی کے بدلے دس دس گناہ وہ اس کے صحیفے سے مٹا دیتا ہے اور انہیں نیکیاں لکھ دیتا ہے پس تم میں سے جو بھی سونے کا ارادہ کرے وہ تینتیس دفعہ اللہ اکبر اور چونتیس دفعہ الحمد اللہ کہے اور تینتیس دفعہ سبحان اللہ کہے یہ مل کر سو مرتبہ ہو گئے۔

(ابن ابی الدنیا) حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ انسان کو قیامت کے دن نامہ اعمال دیا جائے گا وہ پڑھنا شروع کرے گا تو اوپر اس کی برائیاں درج ہوں گی جنہیں پڑھ کر یہ کچھ ناامید سا ہونے لگے گا۔ اسی وقت اس کی نظر نیچے کی طرف پڑے گی تو اپنی نیکیاں لکھی ہوئی پائے گا جس سے کچھ ڈھارس بندھے گی۔ اب دوبارہ اوپر کی طرف دیکھے گا تو وہاں کی برائیوں کو بھی بھلائیوں سے بدلا ہوا پائے گا حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے آئیں گے جن کے پاس بہت کچھ گناہ ہوں گے پوچھا گیا کہ وہ کون سے لوگ ہونگے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جن کی برائیاں اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ جنتی جنت میں چار قسم کے جائیں گے ﴿متقین﴾ یعنی پرہیزگاری کرنے والے پھر ﴿شاکرین﴾ یعنی اللہ کا شکر کرنے والے پھر خائفین یعنی اللہ کا خوف رکھنے والے پھر ﴿اصحاب یمین﴾ جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال ملے ہوں گے پوچھا گیا کہ انہیں ﴿اصحاب یمین﴾ کیوں کہا جاتا ہے؟ جواب دیا اس لئے کہ انہوں نے نیکیاں بدیاں سب کچھ کی تھیں ان کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھ میں ملے اپنی بدیوں کا ایک ایک حرف پڑھ کر یہ کہنے لگے کہ اے اللہ ہماری نیکیاں کہاں ہیں؟ یہاں تو سب بدیاں لکھی ہوئی ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ ان بدیوں کو مٹا دے گا اور ان کے بدلے نیکیاں لکھ دے گا انہیں پڑھ کر خوش ہو کر اب یہ دوسروں سے کہیں گے کہ آؤ ہمارے اعمال نامے دیکھو جنتیوں کے اکثر یہی ہوں گے امام علی بن حسین زین العابدینؒ فرماتے ہیں کہ برائیوں کو بھلائیوں سے بدلنا آخرت میں ہوگا۔ مکحولؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخشے گا اور انہیں نیکیاں دے گا حضرت مکحولؒ نے ایک مرتبہ حدیث بیان کی کہ ایک بہت بوڑھے ضعیف آدمی جن کی بھویں آنکھوں پر آ گئی تھیں رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ میں ایک ایسا شخص ہوں جس نے کوئی غداری کوئی گناہ کوئی بدکاری باقی نہیں چھوڑی میرے گناہ اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اگر تمام انسانوں پر تقسیم ہو جائیں تو سب کے سب اللہ کے غضب میں گرفتار ہو جائیں کیا میری بخشش کی بھی کوئی صورت ہے؟ کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ اس نے کلمہ پڑھ لیا کہ ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ﴾ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیری تمام برائیاں گناہ بدکاریاں سب کچھ معاف فرما دیگا بلکہ جب تک تو اس پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ تیری برائیاں بھلائیوں سے بدل دے گا اس نے پھر پوچھا

حضور ﷺ میرے چھوٹے بڑے گناہ سب صاف ہو جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں سب کے سب پھر تو وہ شخص خوشی خوشی واپس جانے لگا اور تکبیر وتہلیل پکارتا ہوا لوٹ گیا (ابن جریر) حضرت ابوفروہؓ حاضر حضور ﷺ ہوکر عرض کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے سارے ہی گناہ کئے ہوں جو جی میں آیا ہو پورا کیا ہو کیا ایسے شخص کی توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم مسلمان ہو گئے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اب نیکیاں کرو برائیوں سے بچو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بھی نیکیاں کر دے گا۔ اس نے کہا میری غداریاں اور بدکاریاں بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اب وہ اللہ اکبر کہتا ہوا واپس چلا گیا (طبرانی) ایک عورت حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس آئی اور دریافت فرمایا کہ مجھ سے بدکاری ہو گئی اس سے بچہ ہو گیا میں نے اسے مار ڈالا اب کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ اب نہ تیری آنکھیں ٹھنڈی ہو سکتی ہیں نہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تیری بزرگی ہو سکتی ہے تیرے لئے توبہ ہرگز نہیں وہ روتی پیٹتی واپس چلی گئی صبح کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھ کر میں نے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اس سے بہت ہی بڑی بات کہی کیا تو ان آیتوں کو قرآن میں نہیں پڑھتا ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْ﴾ سے ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ﴾ تک مجھے بڑا ہی رنج ہوا اور میں لوٹ کر اس عورت کے پاس پہنچا اور اسے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں وہ خوش ہو گئی اور اسی وقت سجدے میں گر پڑی اور کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میرے چھٹکارے کی صورت پیدا کر دی (طبرانی) اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا پہلا فتویٰ سنکر وہ حسرت وافسوس کے ساتھ یہ کہتی ہوئی واپس چلی کہ ہائے ہائے یہ اچھی صورت کیا جہنم کے لئے بنائی گئی تھی؟

اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہؓ کو اپنی غلطی کا علم ہوا تو اس عورت کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے تمام مدینہ اور ایک ایک گلی چھان ماری لیکن کہیں پتہ نہ چلا اتفاق سے رات کو وہ عورت پھر آئی تب حضرت ابو ہریرہؓ نے انہیں صحیح مسئلہ بتلایا اس میں یہ بھی ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اس نے میرے لئے چھٹکارے کی صورت بنائی اور میری توبہ کی قبولیت رکھی یہ کہہ کر اس کے ساتھ جو لونڈی تھی اسے آزاد کر دیا اس لونڈی کی ایک لڑکی بھی تھی اور سچے دل سے توبہ کر لی! پھر فرماتا ہے اور اپنے عام لطف وکرم فضل ورحم کی خبر دیتا ہے کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے اور اپنی سیاہ کاریوں پر نادم ہو کر توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی سنتا ہے قبول فرماتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے جیسے ارشاد ہے ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ﴾ جو برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے وہ اللہ تعالیٰ کو غفور ورحیم پائے گا اور جگہ ارشاد ہے ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ﴾ کیا انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کا قبول فرمانے والا ہے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ﴾ میرے ان بندوں سے جو گنہگار ہیں کہہ دیجئے کہ وہ میری رحمت سے ناامید نہ ہوں! یعنی توبہ کرنے والا محروم نہیں۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿۷۴﴾

اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغویت پر ان کا گزر ہوتا ہے تو بزرگانہ طور پر گزر جاتے ہیں۔ اور جب انہیں ان کے رب کے کلام کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ اندھے بہرے ہو کر ان پر نہیں گرتے اور یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولادوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

نیک صفت لوگوں کی نشانیاں: عباد الرحمن کے نیک اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے یعنی شرک نہیں کرتے بت پرستی سے بچتے ہیں جھوٹ نہیں بولتے فسق و فجور نہیں کرتے کفر سے الگ رہتے ہیں لغو اور باطل کاموں سے پرہیز کرتے ہیں گانا نہیں سنتے مشرکوں کی عیدیں نہیں مناتے خیانت نہیں کرتے بری مجلسوں میں نشست نہیں رکھتے شرابیں نہیں پیتے شراب خانوں میں نہیں جاتے اسکی رغبت نہیں کرتے حدیث میں بھی ہے کہ سچے مومن کو چاہیے کہ اس دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر دور شراب چل رہا ہو اور یہ بھی مطلب ہے کہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے صحیحین میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ بتا دوں تین دفعہ یہی فرمایا۔ صحابہؓ نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ماں باپ کی نافرمانی کرنا اس وقت تک آپ ﷺ تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے اب اس سے الگ ہو کر فرمانے لگے سنو اور جھوٹی بات کہنا سنو اور جھوٹی گواہی دینا اسے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم اپنے دل میں کہنے لگے کہ کاش رسول اللہ ﷺ اب خاموش ہو جاتے۔ زیادہ ظاہر لفظوں سے تو یہ ہے کہ وہ جھوٹ کے پاس نہیں جاتے! اسی لئے آگے بیان ہوا کہ اگر اتفاقاً گزر ہو جائے تو وہ اس سے کوئی دلچسپی نہیں لیتے منہ پھیرے مڑ جاتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کسی کھیل کے پاس سے گزرے تو منہ پھیرے ہوئے بغیر رکے چلے گئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کریم ہو گئے اللہ تعالیٰ کے ان بزرگ بندوں کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ قرآن کی آیتیں سنکر ان کے دل دہل جاتے ہیں ان کے ایمان اور توکل بڑھ جاتے ہیں۔ بخلاف کفار کے کہ ان پر کلام الٰہی کا اثر نہیں ہوتا وہ اپنی بداعمالیوں سے باز نہیں رہتے نہ اپنا کفر چھوڑے نہ سرکشی طغیانی اور جہالت وضلالت سے باز آئے۔ ایمان والوں کے ایمان بڑھ جاتے ہیں اور بیمار دل والوں کی گندگی ابھر آتی ہے پس کافر اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں ان مومنوں کی حالت ان کے برعکس ہے نہ یہ حق سے بہرے ہیں نہ حق سے اندھے ہیں سنتے ہیں سمجھتے ہیں نفع حاصل کرتے ہیں اپنی اصلاح کرتے ہیں ایسے بہت سے لوگ ہیں جو پڑھتے تو ہیں لیکن اندھاپن بہرا پن نہیں چھوڑتے۔ حضرت شعبیؒ سے سوال ہوا کہ ایک شخص آتا ہے اور وہ دوسروں کو سجدے میں پاتا ہے لیکن اسے نہیں معلوم کہ کس آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا ہے؟ تو کیا وہ بھی ان کے ساتھ سجدہ کرے؟ تو آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھی یعنی سجدہ نہ کرے اس لئے کہ اس نے نہ سجدے کی آیت پڑھی نہ سنی نہ سوچی تو مومن کو کوئی کام اندھا دھند نہ کرنا چاہیے جب تک اس کے سامنے کسی چیز کی حقیقت نہ ہو اسے شامل نہ ہونا چاہیے! پھر ان بزرگ بندوں کی ایک دعا بیان ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں کہ ان کی اولادیں بھی ان کی طرح رب کی فرمانبردار عبادت گزار موحد اور غیر مشرک ہوں تاکہ دنیا میں بھی اس نیک اولاد سے ان کا دل ٹھنڈا رہے اور آخرت میں بھی یہ انہیں اچھی حالت میں دیکھ کر خوش ہوں اس دعا سے انکی غرض خوبصورتی اور جمال کی نہیں بلکہ نیکی اور خوش خلقی کی ہے مسلمان کی سچی خوشی اسی میں ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو دوست احباب کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار دیکھے۔ وہ ظالم نہ ہوں بدکار نہ ہوں سچے مسلمان ہوں حضرت مقدار کو دیکھ کر ایک صاحب فرمانے لگے ان آنکھوں کو مبارکباد ہو جنھوں نے اللہ کے پیغمبر ﷺ کی زیارت کی ہے کاش کہ ہم بھی حضور ﷺ کو دیکھتے اور تمہاری طرح فیض صحبت حاصل کرتے اس پر حضرت مقدادؓ ناراض ہوئے تو نفیر کہتے ہیں مجھے تعجب ہوا کہ اس بات میں تو کوئی برائی نہیں پھر یہ خفا کیوں ہو رہے ہیں؟ اتنے میں حضرت مقدادؓ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اس چیز کی آرزو کرتے ہیں جو قدرت نے انہیں نہیں دی اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ یہ اگر اس وقت ہوتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ واللہ وہ لوگ بھی تو رسول ﷺ کے زمانہ میں تھے جنھوں نے نہ آپکی تصدیق کی نہ تابعداری کی اور اوندھے منہ جہنم میں گئے تم اللہ تعالیٰ کا یہ احسان نہیں مانتے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام میں اور مسلمان گھروں میں پیدا کیا پیدا ہوتے ہی تمہارے کانوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پڑی اور ان بلاؤں سے تم بچالئے گئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئی تھیں حضور ﷺ تو ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے تھے جس وقت دنیا کی اندھیر نگری اپنی انتہا پر تھی اس وقت دنیا والوں کے نزدیک بت پرستی سے بہتر کوئی مذہب نہ تھا آپ فرقان لے کر آئے حق و باطل میں تمیز کی باپ بیٹے جدا ہو گئے مسلمان اپنے باپ دادوں بیٹوں پوتوں دوست احباب کو کفر پر دیکھتے ان سے انہیں کوئی محبت پیار نہیں ہوتا تھا بلکہ کڑھتے تھے کہ یہ جہنمی ہیں اسی لئے ان کی دعا میں ہوتی تھیں کہ ہمیں ہماری اولادوں اور بیویوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما کیونکہ

کفار کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوتی تھیں اس دعا کا آخری یہ ہے کہ ہمیں لوگوں کا رہبر بنادے کہ ہم انہیں نیکی کی تعلیم دیں لوگ بھلائی میں ہماری اقتدا کریں ہماری اولاد ہماری راہ چلے تاکہ ثواب بڑھ جائے اوران کی نیکیوں کا باعث بھی ہم بن جائیں۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ انسان کے مرتے ہی اسکے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر تین چیزیں نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے یا علم جس سے اس کے بعد نفع اٹھایا جائے یا صدقہ جاریہ!

أُولَٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَٰمًا ﴿٧٥﴾ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۖ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾

یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند بالا خانے دیئے جائیں گے جہاں انہیں دعا سلام پہنچایا جائے گا اس میں یہ ہمیشہ رہیں گے وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے کہہ دے اگر تمہاری دعا التجا نہ ہوتی تو میرا رب تو تمہاری مطلق پرواہ نہ کرتا تم تو جھٹلا چکے اب عنقریب اس کی سزا تمہیں چمٹ جانے والی ہوگی۔

یہ پاکباز گروہ جنتی ہے: مومنوں کی پاک صفتیں ان کے بھلے اقوال عمدہ افعال بیان فرما کر ان کا بدلہ بیان ہو رہا ہے کہ انہیں جنت ملے گی جو بلند تر جگہ ہے اس وجہ سے کہ یہ ان اوصاف پر جمے رہے وہاں ان کی عزت ہوگی اکرام ہوگا ادب تعظیم ہوگی۔ احترام اور توقیر ہوگی ان کیلئے سلامتی ہے ان پر سلامتی ہے ہر ہر دروازہ جنت سے فرشتے حاضر خدمت ہوتے ہیں اور سلام کر کے کہتے ہیں کہ تمہارا انجام بہتر ہو گیا کیونکہ تم صبر کرنے والے تھے! یہ وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ نکلیں نہ نکالے جائیں نہ نعمتیں کم ہوں نہ راحتیں فنا ہوں یہ سعید بخت ہیں جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے ان کے رہنے سہنے راحت و آرام کرنے کی جگہ بڑی سہاؤنی پاک صاف طیب و طاہر ہے دیکھنے میں خوش منظر رہنے میں آرام دہ! اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اپنی عبادت اور تسبیح وتہلیل کے لئے پیدا کیا ہے اگر مخلوق یہ نہ بجالائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت حقیر ہے ایمان کے بغیر انسان ناکارہ محض ہے اگر اللہ تعالیٰ کو کافروں کی چاہت ہوتی تو وہ انہیں بھی عبادت کی طرف جھکا دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کسی گنتی میں ہی نہیں کافر و تم نے جھٹلایا۔ اب تم نہ سمجھو کہ بس معاملہ ختم ہو گیا نہیں اس کا وبال تمہارے ساتھ ہی ساتھ ہے دنیا اور آخرت میں تم برباد ہو گے عذاب اللہ تعالیٰ تم سے چمٹے ہوئے ہیں اسی سلسلے کی ایک کڑی بدر کے دن کفار کی ہزیمت اور شکست تھی جیسے کہ حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ سے مروی ہے قیامت کے دن کی سزا ابھی باقی ہے۔

﴿الحمد للہ﴾ سورۂ فرقان کی تفسیر پوری ہوگئی ہے۔

تفسیر سورۂ شعراء (مکیہ)

مالکؒ کی روایت کردہ تفسیر میں اس کا نام سورۂ جامعہ ہے۔

سُورَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَ سَبْعٌ وَعِشْرُونَ آيَةً وَ أَحَدَ عَشَرَ رُكُوعًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

طسٓمٓ ﴿١﴾ تِلْكَ ءَايَٰتُ الْكِتَٰبِ الْمُبِينِ ﴿٢﴾ لَعَلَّكَ بَٰخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٣﴾ إِن

نَشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ④ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ⑤ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰۗؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑦ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑨

ع ۵

معبود برحق بخشش وکرم کرنے والے کے نام سے شروع۔

یہ آیتیں روشن کتاب کی ہیں ان کے ایمان نہ لانے پر شاید یہ اپنی جان کھودے گا۔ اگر ہم چاہتے تو ان پر آسمان سے کوئی ایسا نشان اتارتے کہ جس کے سامنے ان کی گردنیں خم ہو جاتیں ان کے پاس رحمن کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آئی یہ اس سے روگردانی والے بن گئے ان لوگوں نے جھٹلایا ہے اب ان کے پاس جلدی سے اس کی خبریں آ جائیں گی جس کیساتھ مسخراپن کر رہے ہیں۔ کیا انہوں نے زمین پر نظریں نہیں ڈالیں؟ کہ ہم نے اس میں ہر طرح کے نفیس جوڑے کس قدر اگائے ہیں؟ بیشک اس میں یقیناً نشانی ہے اور ان میں کے اکثر لوگ مومن نہیں ہیں اور تیرا رب یقیناً وہی غالب اور مہربان ہے۔

آقاء کو جھٹلانے والوں سے انتقام لیا جائے گا: حروف مقطعہ کی بحث سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں گزر چکی ہے! پھر فرمان ہے کہ یہ آیتیں قرآن مبین کی ہیں جو بہت واضح بالکل صاف اور حق و باطل بھلائی برائی کے درمیان فیصلہ اور فرق کرنے والا ہے ان لوگوں کے ایمان نہ لانے سے آپ ﷺ رنجیدہ خاطر اور غمگین نہ ہوں جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿فلا تذهب نفسک علیهم حسرات﴾ تو ان کے ایمان نہ لانے پر حسرت و افسوس نہ کر۔ اور آیت میں ہے ﴿فلعلک باخع نفسک﴾ کہیں ایسا تو نہیں کہ تو ان کے پیچھے اپنی جان کھودے چونکہ ہماری یہ چاہت ہی نہیں کہ لوگوں کو ایمان پر زبردستی کریں اگر یہ ہم چاہتے تو کوئی ایسی چیز آسمان سے اتارتے کہ یہ ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے مگر ہم تو ان کا اختیاری ایمان طلب کرتے ہیں اور آیت میں ہے ﴿ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلهم جمیعا﴾ اگر تیرا رب چاہے تو روئے زمین کے تمام لوگ مومن ہو جائیں کیا تو لوگوں پر جبر کرے گا؟ جب تک کہ وہ مومن نہ ہو جائیں اور آیت میں ہے اگر تیرا رب چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا یہ اختلاف دین و مذہب بھی اس کا مقرر کیا ہوا ہے اور اس کی حکمت کو ظاہر کرنیوالا ہے اس نے رسول بھیج دیئے کتابیں اتار دیں اپنی دلیل و حجت قائم کر دی انسان کو ایمان لانے نہ لانے میں مختار کر دیا اب جس راہ وہ چاہے لگ جائے! جب کبھی کوئی آسمانی کتاب نازل ہوئی بہت سے لوگوں نے اس سے منہ موڑ لیا۔ باوجود تیری پوری آرزو کے اکثر لوگ بے ایمان ہی رہیں گے۔ سورۂ یٰسین میں فرمایا بندوں پر افسوس ہے۔ ان کے پاس جو بھی رسول آیا انہوں نے اس کا مذاق اڑایا اور آیت میں ہے کہ ہم نے پے در پے پیغمبر بھیجے لیکن جس امت کے پاس ان کا رسول آیا اس نے اپنے رسول کو جھٹلانے میں کمی نہ کی! یہاں بھی اس کے بعد ہی فرمایا اس نبی آخر الزماں ﷺ کی قوم نے بھی اسے جھٹلایا ہے انہیں بھی اس کا بدلہ عنقریب مل جائیگا ان ظالموں کو بہت جلدی معلوم ہو جائے گا کہ یہ کس راہ ڈالے گئے ہیں! پھر اپنی شان و شوکت قدرت و عظمت عزت و رخصت بیان فرماتا ہے کہ جس کے کلام کو اور جس کے قاصد کو تم چھوٹا کہہ رہے ہو وہ اتنا بڑا قادر و قیوم ہے کہ اسی ایک نے ساری زمین بنائی ہے اور اس میں جاندار اور بے جان چیزیں پیدا کی ہیں کھیت پھل باغ و بہار سب اسی کا رچایا ہوا ہے شعبی فرماتے ہیں کہ لوگ زمین کی پیداوار ہیں ان میں جو جنتی ہیں وہ کریم ہیں اور جو دوزخی ہیں وہ لئیم ہیں! اس میں قدرت خالق کی بہت سی نشانیاں ہیں کہ اس نے پھیلی ہوئی زمین کو اور اونچے آسمان کو پیدا کر دیا باوجود اس کے بھی اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے بلکہ الٹا اس کے نبیوں کو دروغ گو کہتے ہیں اس کی کتابوں کو نہیں مانتے اس کے حکموں کا خلاف کرتے ہیں اس کے منع کردہ کاموں میں دلچسپی لیتے ہیں! بیشک تیرا رب ہر چیز پر غالب ہے اس

کے سامنے مخلوق عاجز ہے ساتھ ہی وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے نافرمانوں کے عذاب میں جلدی نہیں کرتا تاخیر اور ڈھیل دیتا ہے تا کہ وہ اپنے کرتوتوں سے باز آ جائیں لیکن پھر بھی جب وہ راہ راست پر نہیں آتے تو انہیں سختی سے پکڑ لیتا ہے اور ان سے پورا انتقام لیتا ہے ہاں جو توبہ کرے اور اس کی طرف جھکے اور اس کا فرمانبردار ہو جائے وہ اس پر اس کے ماں باپ سے بھی زیادہ رحم و کرم کرتا ہے!۔

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠﴾ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ﴿١١﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿١٢﴾ وَيَضِيْقُ صَدْرِىْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِىْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَلَهُمْ عَلَىَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿١٤﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿١٥﴾ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٧﴾ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿١٨﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِىْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩﴾ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿٢٠﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِىْ رَبِّىْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِىْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢١﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَىَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٢﴾

جب کہ تیرے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی کہ تو گنہگار لوگوں کے پاس جا قوم فرعون کے پاس کیا وہ پرہیز گاری نہ کریں گے؟ کہنے لگے کہ میرے پروردگار مجھے تو خوف ہے کہ کہیں وہ مجھے جھٹلانے نہ لگیں۔ میرا سینہ تنگ ہو رہا ہے میری زبان چل نہیں رہی تو تو ہارون کی طرف بھی وحی بھیج اور ان کا مجھ پر میرے ایک قصور کا دعویٰ بھی ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے مار نہ ڈالیں جناب باری تعالیٰ نے فرمایا ہرگز ایسا نہ ہوگا تو دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ ہم خود سننے والے تمہارے ساتھ ہیں تم دونوں فرعون کے پاس جا کر کہو کہ بلاشبہ ہم رب العالمین کے بھیجے ہوئے ہیں کہ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو روانہ کر دے فرعون کہنے لگا کہ کیا ہم نے تجھے تیرے بچپن کے زمانہ میں اپنے ہاں نہیں پالا تھا؟ اور تو نے اپنی عمر کے بہت سے سال ہم میں نہیں گزارے؟ پھر تو اپنا وہ کام کر گیا جو کر گیا اور تو ناشکروں میں ہے حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ میں نے اس کام کو اس وقت کیا تھا جبکہ میں راہ بھولے ہوئے لوگوں میں سے تھا پھر تم سے خوف کھا کر میں تم میں سے بھاگ گیا پھر مجھے میرے رب نے حکم و علم عطا فرمایا اور مجھے اپنے پیغمبروں میں سے کر دیا۔ مجھ پر تیرا کیا یہی وہ احسان ہے؟ جسے جتا کر اس کے بدلے تو بنی اسرائیل کو اپنی غلامی میں رکھنا چاہتا ہے۔

جاؤ فرعون کی طرف موسیٰ کو اللہ کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور اپنے رسول اور اپنے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو حکم دیا تھا اسے بیان کر رہا ہے کہ طور کے دائیں طرف سے آپ کو آواز دی آپ سے سرگوشیاں کیں آپ کو اپنا رسول اور برگزیدہ بنایا اور آپ کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا جو ظلم پر کمر بستہ تھے! اور اللہ تعالیٰ کا ڈر اور پرہیز گاری نام کو بھی ان میں نہیں رہا تھا! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی چند کمزوریاں جناب باری تعالیٰ کے سامنے بیان کیں جو عنایت ربانی سے دور کر دی گئیں جیسے سورۂ طہٰ میں آپ کے سوالات کے اظہار کے بعد ہے ﴿ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يَا مُوْسٰى ﴾ یعنی اے موسیٰ علیہ السلام تیرے سب سوالات پورے کر دیئے گئے۔ یہاں آپ کے عذر یہ بیان

ہوئے ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلادیں گے! میرا سینہ تنگ ہے۔ میری زبان لکنت والی ہے۔ تو ہارون کو بھی میرے ساتھ نبی بنادیا جائے اور میں نے ان ہی میں سے ایک قبطی کو بلاقصور مارڈالا تھا۔ جس وجہ سے میں نے مصر چھوڑا اب جاتے ہوئے ڈرلگتا ہے۔ کہ کہیں وہ مجھ سے بدلہ نہ لے لیں! جناب باری تعالیٰ نے جواب دیا کہ کسی بات کا کھٹکا نہ رکھو۔ ہم تیرے بھائی کو تیرا ساتھی بنادیتے ہیں۔ اور تمہیں روشن دلیل دیتے ہیں وہ لوگ تمہیں کوئی ایذا نہ پہنچاسکیں گے میرا وعدہ ہے کہ تم کو غالب کرونگا۔ تم میری آیتیں لے کر جاؤ تو سہی میری مدد تمہارے ساتھ رہے گی۔ میں تمہاری ان کی سب باتیں سنتا رہوں گا۔ جیسے فرمان ہے کہ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا دیکھتا رہوں گا میری حفاظت میری مدد میری نصرت و تائید تمہارے ساتھ ہے تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس پر اپنی رسالت کا اظہار کرو جیسے دوسری آیت میں ہے کہ اس سے کہو کہ ہم دونوں میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہے فرعون سے کہا کہ تو ہمارے ساتھ بنواسرائیل کو بھیج دے وہ اللہ تعالیٰ کے مومن بندے ہیں تو نے انہیں اپنا غلام بنا رکھا ہے اور ان کی زبون حالت کر رکھی ہے ذلت کے ساتھ ان سے اپنے کام لیتا ہے اور انہیں عذابوں میں جکڑ رکھا ہے اب انہیں آزاد کردے! حضرت موسیٰ کے اس پیغام کو فرعون نے نہایت حقارت سے سنا اور آپ کو ڈانٹ کر کہنے لگا کہ کیا تو وہی نہیں؟ کہ ہم نے تجھے اپنے ہاں پالا مدتوں تک تیری خبر گیری کرتے رہے اس احسان کا بدلہ تو نے یہ دیا کہ ہم میں سے ایک شخص کو مارڈالا اور ہماری ناشکری کی جس کے جواب میں حضرت کلیم اللہ نے فرمایا یہ سب باتیں نبوت سے پہلے کی ہیں جب کہ میں خود بے خبر تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرات میں بجائے ﴿مِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ کے ﴿مِنَ الْجَاهِلِيْنَ﴾ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساتھ ہی فرمایا کہ پھر وہ پہلا حال جاتا رہا دوسرا دور آیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنا کر تیری طرف بھیجا اب اگر تو میرا کہا مانے گا تو سلامتی پائے گا اور میری نافرمانی کرے گا تو ہلاک ہوگا۔ اس خطا کے بعد جب کہ میں تم میں سے بھاگ گیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ فضل مجھ پر ہوا۔ اب پرانے قصے یاد نہ کر۔ میری آواز پر لبیک کہہ! سن اگر ایک مجھ پر تو نے احسان کیا ہے تو میری قوم کی قوم پر تو نے ظلم وتعدی کی ہے ان کو بڑی طرح غلام بنا کر رکھا ہے کیا میرے ساتھ کا سلوک اور ان کے ساتھ کی یہ سنگدلی اور بدسلوکی برابر برابر ہو جائے گی!

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾

فرعون نے کہا رب العالمین کون ہے؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ آسمان اور زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے اگر تم یقین رکھنے والے ہو فرعون اپنے اردگرد والوں سے کہنے لگا کہ کیا تم سن نہیں رہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا پروردگار ہے فرعون کہنے لگا لوگو! تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔ یہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا وہی مشرق ومغرب کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے۔ اگر تم عقل رکھتے ہو۔

شان رب العالمین بزبان موسیٰ: چونکہ فرعون نے اپنی رعیت کو بہکا رکھا تھا اور انہیں یقین دلایا تھا کہ معبود اور رب صرف میں ہی ہوں میرے سوا کوئی نہیں اس لئے ان سب کا عقیدہ یہی تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں تو اس نے کہا رب العالمین ہے کیا چیز؟ مقصد یہی تھا کہ میرے سوائے کوئی رب ہے ہی نہیں تو جو کہہ رہا ہے محض غلط ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ اس

نے پوچھا ﴿فَمَنْ رَّبُّكُمَا يَا مُوْسٰى﴾ موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟ اس کے جواب میں کلیم اللہ نے فرمایا جس نے ہر ایک کی پیدائش کی ہے اور جو سب کا ہادی ہے۔ یہاں پر یہ یاد رہے کہ بعض منطقیوں نے یہاں ٹھوکر کھائی ہے اور کہا ہے کہ فرعون کا سوال اللہ تعالیٰ کی ماہیت سے تھا۔ یہ محض غلط ہے اس لئے کہ ماہیت کو تو جب پوچھتا جب کہ پہلے وجود کا قائل ہوتا۔ وہ تو سرے سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا منکر تھا اپنے اسی عقیدے کو ظاہر کرتا تھا اور ایک ایک کو یہی عقیدہ گھونٹ گھونٹ کر پلا رہا تھا گو اس کے خلاف دلائل و براہین اس کے سامنے کھل گئی تھیں۔ پس اس کے اس سوال پر کہ رب العالمین کون ہے۔ حضرت کلیم اللہ نے جواب دیا کہ وہ سب کا خالق ہے سب کا مالک ہے سب پر قادر ہے۔ سب کا معبود ہے یکتا ہے اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ عالم علوی آسمان اور اس کی مخلوق عالم سفلی زمین اور اس کی کائنات سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ ان کے درمیان کی چیزیں ہوا پرند وغیرہ سب اس کے سامنے پست اور اس کے عبادت گزار ہیں۔ اگر تمہارے دل یقین کی دولت سے خالی نہیں ہوئے اگر تمہاری نگاہیں روشن ہیں تو رب العالمین کے یہ اوصاف اس کی ذات کے ماننے کے لئے کافی ہیں یہ سن کر فرعون سے چونکہ کوئی جواب نہ بن سکا اس لئے بات کو مذاق میں ڈالنے کے لئے لوگوں کو اپنے سکھائے بتائے ہوئے عقیدے پر جمانے کے لئے ان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا لو اور سنو یہ میرے سوا کسی اور کو ہی اللہ مانتا ہے؟ تعجب کی بات ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کی اس بے التفاتی سے گھبرائے نہیں اور وجود اللہ تعالیٰ کے اور دلائل بیان کرنے شروع کر دیئے کہ وہ تم سب کا اور تمہارے اگلوں کا مالک اور پروردگار ہے۔ آج اگر تم فرعون کو اللہ مانتے ہو تو ذرا اس سے تو سوچو کہ فرعون سے پہلے جہان والوں کا اللہ کون تھا؟ اس کے وجود سے پہلے آسمان زمین کا وجود تھا ان کا موجد کون تھا؟ بس وہی میرا رب ہے وہی تمام جہانوں کا رب ہے اسی کا بھیجا ہوا میں ہوں! فرعون دلائل کی اس بارش کی تاب نہ لا سکا کوئی جواب بن نہ پڑتا تھا کہنے لگا اسے چھوڑ و یہ تو کوئی پاگل آدمی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے سوا دوسرے کو رب کیوں مانتا! کلیم اللہ نے پھر بھی اپنی دلیلوں کو جاری رکھا اس کے لغو کلام سے یکسو ہو کر فرمانے لگے کہ سنو مشرق و مغرب کا مالک جو ہے وہی میرا رب ہے۔ وہ سورج چاند ستارے مشرق سے چڑھاتا ہے مغرب کی طرف اتارتا ہے۔ اگر فرعون اپنے خدائی دعویٰ میں سچا ہے تو ذرا ایک دن اس کا خلاف کر کے دکھادے کہ مغرب سے نکالے اور مشرق کو لے جائے یہی بات خلیل اللہ نے اپنے زمانہ کے بادشاہ سے بوقت مناظرہ کہی تھی پہلے تو اللہ کا وصف بیان کیا کہ وہ جلاتا مارتا ہے لیکن اس بیوقوف نے جبکہ اس وصف کے اللہ کے ساتھ مختص ہونیکا انکار کیا اور کہنے لگا یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں تو آپ نے باوجود اسی دلیل میں بہت سی گنجائش ہونے کے اس سے بھی واضح دلیل اس کے سامنے رکھی کہ اچھا میرا رب مشرق سے سورج نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال اب تو حواس گم ہو گئے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی تابڑ توڑ ایسی واضح اور روشن دلیلیں سن کر فرعون کے پران اوسان خطا ہو گیے وہ سمجھ گیا کہ اگر ایک میں نے نہ مانا تو کیا؟ یہ واضح دلیلیں ان سب پر تو اثر کر جائینگی اسلئے اب اپنی قوت کو کام میں لانے کا ارادہ کر لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام وڈرانے دھمکانے لگا جیسے آگے آ رہا ہے۔

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿٣٢﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿٣٥﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿٣٦﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿٣٧﴾

فرعون کہنے لگا سن لے اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے قیدیوں میں ڈال دوں گا موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے اگر میں تیرے پاس کوئی ظاہر چیز

لے آؤں؟ فرعون نے کہا اگر تو سچوں میں ہے تو اسے پیش کر آپ نے اسی وقت اپنی لکڑی ڈال دی جو اچانک کھلم کھلا زبردست اژدہا بن گئی اور اپنا ہاتھ کھینچ نکالا تو وہ بھی اسی وقت ہر دیکھنے والے کو سفید چمکیلا نظر آنے لگا فرعون اپنے آس پاس کے سرداروں سے کہنے لگا بھئی یہ تو کوئی بڑا دانا جادوگر ہے یہ تو چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہارے شہر سے ہی نکال دے بتاؤ اب تم کیا حکم دیتے ہو۔ ان سب نے کہا آپ اسے اور اس کے بھائی کو تو چھوڑیئے اور تمام شہروں میں مجمع کرنے والے بھیج دیجئے جو آپ کے پاس ذی علم جادوگروں کو لے آئیں۔

ید بیضاء موسیٰ کا عظیم معجزہ: جب مباحثے میں فرعون ہار دلیل و بیان میں غالب نہ آسکا تو قوت و طاقت کا مظاہرہ کرنے لگا اور سطوت و شوکت سے حق کو دبانے کا ارادہ کیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ! میرے سوا کسی اور کو معبود بنائیگا تو جیل میں سڑا سڑا کر تیری جان لوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی چونکہ وعظ و نصیحت تو کہہ ہی چکے تھے آپ نے بھی ارادہ کیا کہ میں بھی اسے اور اس کی قوم کو دوسری طرح قائل کروں تو فرمانے لگے کیوں جی میں اگر اپنی سچائی پر کسی ایسے معجزے کا اظہار کروں کہ تمہیں بھی قائل ہونا پڑے تب؟ فرعون سوا اس کے کیا کر سکتا تھا کہ کہا اچھا اگر سچا ہے تو پیش کر! آپ نے سنتے ہی اپنی لکڑی جو آپ کے ہاتھ میں تھی اُسے زمین پر ڈال دیا بس اس کا زمین پر پڑنا تھا کہ وہ ایک اژدہے کی شکل بن گئی اور اژدہا بھی بہت بڑا تیز کچلیوں والا ہیبت ناک ڈراونی اور خوفناک شکل والا منہ پھاڑے ہوئے پھن پھناتا ہوا۔ ساتھ ہی اپنے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا نکلا۔ فرعون کی قسمت چونکہ ایمان سے خالی تھی ایسے بین معجزے دیکھ کر بھی اپنی بدبختی پر اڑا رہا اور تو کچھ بن نہ پڑی اپنے ساتھیوں اور درباریوں سے کہنے لگا بھئی یہ تو بڑا جادوگر نکلا۔ پس اپنے پاس والوں کو اس سے اس نے روکنا چاہا کہ کہیں وہ اسے معجزہ نہ سمجھ لیں ان سے کہنے لگا کہ یہ تو جادو کے کرشمے ہیں۔ بیشک اتنا تو میں بھی مان گیا کہ ہے یہ اپنے فن جادوگری میں استاد کامل! پھر انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دشمنی پر آمادہ کرنے کے لئے ایک اور بات بنائی کہ یہ ایسے ہی شعبدے دکھا دکھا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لے گا اور جب کچھ لوگ اس کے ساتھی ہو جائیں گے تو یہ علم بغاوت بلند کرے گا۔ پھر تمہیں مغلوب کر کے اس ملک میں اپنا قبضہ کر لے گا تو اس کے استیصال کی کوشش ابھی سے کرنی چاہیئے۔ بتلاؤ تمہاری رائے کیا ہے؟ قدرت اللہ دیکھو کہ فرعونیوں سے اللہ تعالیٰ نے وہ بات کہلوائی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عام تبلیغ کا موقع ملے اور لوگوں پر حق واضح ہو جائے یعنی جادوگروں کو مقابلہ کے لئے بلوانا!

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٣٨﴾ وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم مُّجْتَمِعُونَ ﴿٣٩﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿٤٠﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿٤١﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٢﴾ قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٤٣﴾ فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿٤٤﴾ فَأَلْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿٤٥﴾ فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٧﴾ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿٤٨﴾

پھر ایک مقرر دن کے وعدے پر تمام جادوگر جمع کئے گئے اور عام لوگوں سے بھی کہہ دیا گیا کہ تم بھی مجمع میں حاضر ہو جاؤ گے؟ تاکہ اگر جادوگر غالب آ جائیں تو ہم ان ہی کی پیروی کریں۔ جادوگر آ کر فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم جیت گئے تو ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا؟ فرعون نے کہا بڑی خوشی سے بلکہ ایسی صورت میں تم میرے خاص درباری بن جاؤ گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے فرمایا جو کچھ تمہیں ڈالنا ہے ڈال دو انہوں نے اپنی رسیاں اور لکڑیاں ڈال

دیں اور کہنے لگے عزت فرعون کی قسم ہم یقیناً یقیناً غالب ہی رہیں گے اب حضرت موسیٰ نے بھی اپنی لکڑی میدان میں ڈالدی جس نے اسی وقت ان کے بنے بنائے کھلونوں کو نگلنا شروع کر دیا یہ دیکھتے ہی جادوگر سجدے میں ڈالدیئے گئے۔ اور انہوں نے صاف کہدیا کہ ہم تو اللہ رب العلمین پر ایمان لائے یعنی موسیٰ اور ہارون کے رب پر۔

معرکہ حق و باطل: مناظرہ زبانی ہو چکا۔ اب مناظرہ فعلی ہو رہا ہے اس مناظرہ کا ذکر سورۂ اعراف سورۂ طٰہٰ اور اس سورۂ میں ہے قبطیوں کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے نور کے بجھانے کا تھا اور اللہ کا ارادہ غالب رہا ایمان وکفر کا مقابلہ جب کبھی ہوا ایمان کفر پر غالب ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ حق کو باطل پر غالب کرتا ہے۔ باطل کا سر پھٹ جاتا ہے اور لوگوں کے باطل ارادے ہوا میں اڑ جاتے ہیں حق آ جاتا ہے باطل بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ یہاں بھی یہی ہوا۔ ہر ہر شہر میں سپاہی بھیجے گئے ہر چہار طرف سے بڑے بڑے نامی گرامی جادوگر جمع کئے گئے جو اپنے فن میں کامل اور استاد زمانہ تھے۔ کہا گیا ہے کہ ان کی تعداد بارہ یا پندرہ یا سترہ یا انیس یا کچھ اوپر تیس یا اسی ہزار کی یا اس سے کم وبیش تھی۔ صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ان تمام کے استاد اور سردار چار شخص تھے سابور عاذور حطحط اور مصفیٰ! چونکہ سارے ملک میں بلڑ مچ چکا تھا چوطرف سے لوگوں کے غول کے غول وقت مقررہ سے پہلے مصر میں جمع ہو گئے! چونکہ یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ رعیت اپنے بادشاہ کے مذہب پر ہوتی ہے۔ سب کی زبان سے یہی نکلتا تھا کہ جادوگروں کے غلبہ کے بعد ہم تو ان کی راہ لگ جائیں گے یہ کسی کی زبان سے نہ نکلا کہ جس طرف حق ہوگا ہم اسی طرف ہو جائیں گے! اب موقعہ پر فرعون مع اپنے جاہ وحشم کے نکلا تمام امراء وروسا ساتھ تھے لشکر فوج پلٹن ہمراہ تھی جادوگروں کو اپنے دربار میں اپنے سامنے بلوایا جادوگروں نے بادشاہ سے عہد لینا چاہا اس لئے کہا کہ جب ہم غالب آ جائیں تو بادشاہ ہمیں اپنے انعامات سے تو نہیں بھول جائیں گے فرعون نے جواب دیا واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے نہ صرف انعام بلکہ میں تو تمہیں اپنے خاص روٴسا میں شامل کرلوں گا اور تم ہمیشہ میرے پاس اور میرے ساتھ ہی رہا کرو گے۔ تم میرے مقرب بن جاؤ گے میری تمام تر توجہ تمہاری ہی طرف رہیگی وہ خوشی خوشی میدان کی طرف چل دیئے۔ وہاں جا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے بولو تم پہلے اپنی استادی دکھاتے ہو یا ہم دکھائیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں تم ہی پہلے اپنی بھڑاس نکال لو تاکہ تمہارے دل میں کوئی ارمان نہ رہ جائے یہ جواب پاتے ہی انہوں نے اپنی چھڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈال دیں اور کہنے لگے فرعون کی عزت سے غلبہ ہمارا ہی رہیگا۔ جیسے عوام جاہل کسی کام کو کرتے ہیں تو کہتے ہیں یہ فلاں کے ثواب سے۔ سورۂ اعراف میں ہے کہ جادوگروں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا انہیں ہیبت میں ڈال دیا اور بڑا بھاری جادو ظاہر کیا۔ سورۂ طٰہٰ میں ہے کہ ان کی لاٹھیاں اور رسیاں ان کے جادو سے ہلتی جلتی معلوم ہونے لگیں! اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں جو لکڑی تھی میدان میں ڈال دی جس نے سارے میدان میں ان کی جو کچھ نظر بندیوں کی چیزیں تھیں سب کو ہضم کر لیا پس حق ظاہر ہو گیا اور باطل دب گیا اور ان کی کی کرائی سب غارت ہو گئی! یہ کوئی ہلکی سی بات اور تھوڑی سی دلیل نہ تھی جادوگر تو اسے دیکھتے ہی مسلمان ہو گئے کہ ایک شخص اتنے استادان فن کے مقابلہ میں آتا ہے اس کا حال جادوگروں کا سا نہیں وہ کوئی بات نہیں کرتا یقیناً ہمارا جادو جادو ہے اور اس کے پاس الٰہی معجزہ ہے۔ وہ تو اسی وقت وہیں کے وہیں رب کے سامنے سجدے میں گر گئے اور اسی مجمع میں سب کے سامنے اپنے ایمان لانے کا اعلان کیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لا چکے پھر اپنا قول اور واضح کرنے کے لئے یہ بھی ساتھ ہی کہہ دیا کہ رب العالمین سے ہماری مراد وہ رب ہے جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارونؑ اپنا رب کہتے ہیں۔ اتنا بڑا معجزہ اس قدر انقلاب فرعون نے اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن ملعون کی قسمت میں ایمان نہ تھا۔ پھر بھی آنکھیں نہ کھلیں اور دشمن جان ہو گیا اور لگا اپنی طاقت سے حق کو کچلنے اور کہنے لگا کہ ہاں میں جان گیا موسیٰ علیہ السلام تم سب کا استاد تھا اسے تم نے پہلے سے بھیج دیا پھر تم بظاہر مقابلہ کرنے کے لئے آئے اور باطنی مشورے کے مطابق میدان میں ہار گئے اور اس کی بات مان گئے پس تمہارا یہ مکر کھل گیا۔

قَالَ اٰمَنۡتُمۡ لَهٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَـكُمۡ‌ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيۡرُكُمُ الَّذِىۡ عَلَّمَكُمُ السِّحۡرَ‌ۚ فَلَسَوۡفَ

تَعْلَمُوْنَ ۥ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۹﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۫ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾

فرعون کہنے لگا کہ میری اجازت سے پہلے تم اس پر ایمان لا چکے؟ یقیناً یہی تمہارا وہ بڑا سردار ہے جس نے تم سب کو جادو سکھایا ہے۔ سو تمہیں ابھی ابھی معلوم ہو جائیگا قسم ہے میں بھی تمہارے ہاتھ پاؤں الٹے طور پر کاٹ دوں گا اور تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔ انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں ہم تو اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں ہی اس بناء پر کہ ہم سب سے پہلے ایمان والے بنے ہیں ہمیں امید پڑتی ہے کہ ہمارا رب ہماری سب خطائیں معاف فرما دے۔

حق غالب جبکہ باطل مغلوب ہو گیا: سبحان اللہ کیسے کامل الایمان لوگ تھے حالانکہ ابھی ہی ایمان میں آئے تھے لیکن ان کے صبر و ثبات کا کیا کہنا ہے۔ فرعون جیسا ظالم و جابر حاکم پاس کھڑے ہو کر ڈرا دھمکا رہا ہے اور وہ نڈر اور بے خوف ہو کر اس کی منشاء کے خلاف جواب دے رہے ہیں۔ حجاب کفر دل سے دور ہو گئے ہیں اس وجہ سے سینہ ٹھونک کر مقابلہ پر آ گئے ہیں اور مادی طاقتوں سے بالکل مرعوب نہیں ہوتے ان کے دلوں میں یہ بات جم گئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا معجزہ ہے کسب کیا ہوا جادو نہیں اسی وقت حق کو قبول کیا فرعون آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا کہ تم نے تو مجھے کوئی چیز ہی نہ سمجھا مجھ سے باغی ہو گئے مجھ سے پوچھا بھی نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی مان لی؟ یہ کہہ کر پھر اس خیال سے کہ کہیں حاضرین مجلس پر ان کے ہار جانے بلکہ پھر مسلمان ہو جانے کا اثر نہ پڑے اس نے انہیں سمجھانے کو ایک بات بنائی اور کہنے لگا کہ ہاں تم سب اس کے شاگرد ہو اور یہ تمہارا استاد ہے۔ تم سب خورد ہو اور یہ تمہارا بزرگ ہے۔ تم سب کو اسی نے جادو سکھایا ہے۔ اس مکابرہ کو دیکھو یہ صرف فرعون کی بے ایمانی اور دغابازی تھی ورنہ اس سے پہلے نہ جادوگروں نے حضرت کلیم اللہ کو دیکھا تھا نہ اللہ کے رسولؑ ان کی صورت سے آشنا تھے اللہ کے پیغمبر تو جادو جانتے ہی نہ تھے کسی کو کیا سکھاتے؟ عقلمندی کے خلاف یہ بات کہہ کر پھر دھمکانا شروع کیا اور اپنی ظالمانہ روش پر اتر آیا کہنے لگا میں تمہارے سب کے ہاتھ پاؤں الٹی طرح کاٹ دوں گا۔ اور تمہیں لنڈے منڈے بنا کر پھر سولی دوں گا اور ایک کو بھی اس سزا سے نہ چھوڑوں گا سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ راجا جی اس میں حرج ہی کیا ہے؟ جو تم سے ہو سکے کر گزرو ہمیں مطلق پرواہ نہیں ہمیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ہمیں اسی سے صلہ لینا ہے جتنی تکلیف تو ہمیں دیگا اتنا اجر و ثواب ہمارا رب ہمیں عطا فرمائے گا۔ حق پر مصیبت سہنا بالکل معمولی بات ہے جس کا ہمیں مطلق خوف نہیں! ہماری تو اب یہی ایک آرزو ہے کہ ہمارا رب ہمارے اگلے گناہوں پر ہماری پکڑ نہ کرے جو مقابلہ تو نے ہم سے کرایا ہے اس کا وبال ہم پر سے ہٹ جائے اور اس کیلئے ہمارے پاس بجز اس کے کوئی وسیلہ نہیں کہ ہم سب پہلے اللہ والے بن جائیں ایمان میں سبقت کریں۔ اس جواب پر وہ اور بھی بگڑا اور ان سب کو اس نے قتل کرا دیا رضی اللہ عنہم اجمعین!

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ۭ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾

ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو نکال لے چل تم سب پیچھا کئے جاؤ گے فرعون نے شہروں میں جمع کرنے والوں کو بھیج دیا کہ یقیناً یہ گروہ بہت ہی کم تعداد ہے۔ اس پر یہ ہمیں سخت غضبناک کر رہے ہیں۔ اور یقیناً ہم بڑی جماعت ہیں ان سے خطرہ رکھنے والے بالآخر ہم نے انہیں باغات سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور اچھے اچھے مقامات سے نکال باہر کیا اسی طرح ہوا اور ہم نے ان تمام چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔

فرعون کے چنگل سے بنی اسرائیل کی آزادی: موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کا بہت سارا زمانہ ان میں گزارا اللہ تعالیٰ کی آیتیں دلیلیں ان پر واضح کر دیں لیکن ان کا سر نیچا نہ ہوا ان کا تکبر نہ ٹوٹا ان کی بد دماغی میں کوئی فرق نہ آیا تو اب سوا اس کے کوئی چیز باقی نہ رہی کہ ان پر عذاب اللہ آ جائے اور یہ غارت ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی وحی آئی کہ راتوں رات بنی اسرائیلیوں کو لے کر میرے حکم کے مطابق چل دو بنو اسرائیل نے اس موقعہ پر قبطیوں سے بہت سے زیور بطور عاریت کے لئے اور چاند چڑھنے کے وقت چپ چاپ چل دیئے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس رات چاند گہن تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے راستہ میں دریافت فرمایا کہ حضرت یوسف کی قبر کہاں ہے؟ بنو اسرائیل کی ایک بڑھیا نے قبر بتلا دی۔ آپ نے تابوت یوسفؑ اپنے ساتھ اٹھا لیا۔ کہا گیا ہے کہ خود آپ نے ہی اسے اٹھایا تھا حضرت یوسفؑ کی وصیت تھی کہ بنی اسرائیل جب یہاں سے جانے لگیں تو آپ کا تابوت اپنے ہمراہ لیتے جائیں ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کسی اعرابی کے ہاں مہمان ہوئے اس نے آپ ﷺ کی بڑی خاطر تواضع کی۔ واپسی میں آپ ﷺ نے فرمایا کبھی ہم سے مدینے میں بھی مل لینا۔ کچھ دنوں بعد اعرابی آپ ﷺ کے پاس آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کچھ چاہیئے؟ اس نے کہا ہاں ایک تو اونٹنی دیجئے مع ہودج کے اور ایک بکری دیجئے جو دودھ دیتی ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا افسوس تو نے بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسا سوال نہ کیا۔ صحابہؓ نے پوچھا وہ واقعہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب حضرت کلیم اللہ بنی اسرائیل کو لے کر چلے تو راستہ بھول گئے ہزار کوشش کی لیکن راہ نہیں ملتی آپ نے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا یہ کیا اندھیر ہے؟ تو علمائے بنی اسرائیل نے کہا بات یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے آخری وقت ہم سے عہد لیا تھا کہ جب ہم مصر سے چلیں تو آپ کے تابوت کو بھی یہاں سے اپنے ساتھ لیتے جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون جانتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی تربت کہاں ہے؟ سب نے انکار کر دیا کہ ہم نہیں جانتے۔ ہم میں سے سوائے ایک بڑھیا کے اور کوئی بھی آپ کی قبر سے واقف نہیں۔ آپ نے اس بڑھیا کے پاس آدمی بھیج کر اس سے کہلوایا کہ مجھے حضرت یوسف کی قبر دکھلا۔ بڑھیا نے کہا ہاں دکھلاؤں گی لیکن پہلے اپنا حق لے لوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جنت میں آپ کا ساتھ مجھے میسر ہو۔ آپ پر اس کا یہ سوال بہت بھاری پڑا اسی وقت وحی آئی کہ اس کی بات مان لو اس کی شرط منظور کر لو۔ اب وہ آپ کو ایک جھیل کے پاس لے گئی جسکے پانی کا رنگ بھی متغیر ہو گیا تھا۔ کہا کہ اس کا پانی نکال ڈالو جب پانی نکال ڈالا اور زمین نظر آنے لگی تو کہا اب یہاں کھودو کھودنا شروع ہوا تو قبر ظاہر ہو گئی تابوت ساتھ رکھ لیا۔ اب جو چلنے لگے تو راستہ صاف نظر آنے لگا اور سیدھی راہ لگ گئے لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے بلکہ زیادہ قریب تو یہ ہے کہ یہ موقوف ہے۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہی نہیں واللہ اعلم۔ یہ لوگ تو اپنے راستے لگ گئے ادھر فرعون اور فرعونیوں کی صبح کے وقت جو آنکھ کھلتی ہے تو چوکیدار غلام وغیرہ کوئی نہیں سخت پیچ و تاب کھانے لگے اور مارے غصے کے سرخ ہو گئے۔ جب یہ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل تو رات کو سب کے سب فرار ہو گئے ہیں تو اور بھی سناٹا چھا گیا اسی وقت اپنے لشکر جمع کرنے لگا سب کو جمع کر کے ان سے کہنے لگا کہ یہ بنی اسرائیل کا ایک چھوٹا سا گروہ ہے۔ محض ذلیل کمین اور قلیل لوگ ہیں ہر وقت ان سے ہمیں کوفت ہوتی رہتی ہے۔ تکلیف پہنچتی رہتی ہے اور پھر ہر وقت ہمیں ان کی طرف سے دغدغہ لگا رہتا ہے یہ معنی ﴿حَاذِرُوْنَ﴾ کی قرات پر سلف کی ایک جماعت نے اسے حذرون بھی پڑھا ہے۔ یعنی ہم ہتھیار بند ہیں میں ارادہ کر چکا ہوں کہ اب انہیں ان کی سرکشی کا مزہ چکھا دوں ان سب کو ایک ساتھ گھیر گھار کر گاجر مولی کی طرح کاٹ کر ڈال دوں۔ اللہ کی شان یہی بات اسی پر لوٹ پڑی اور وہ مع اپنی قوم اور لشکر کے بہ یک وقت ہلاک ہوا ﴿لعنة الله عليه و علی من تبعه﴾ جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ لوگ اپنی طاقت اور کثرت کے گھمنڈ پر بنی اسرائیل کے تعاقب میں انہیں نیست و نابود کرنے کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے۔ اس بہانے ہم نے انہیں ان کے باغات سے چشموں

اور نہروں سے خزانوں اور بارونق مکانوں سے خارج کیا اور جہنم واصل کیا! وہ اپنے بلند و بالا شوکت وشان والے محلات ہرے بھرے باغات جاری نہریں خزانے سلطنت ملک تخت و تاج جاہ و مال سب چھوڑ بنی اسرائیل کے پیچھے مصر سے نکلے! اور ہم نے ان کی یہ تمام چیزیں بنی اسرائیل کو دلوا دیں جو آج تک پست حال تھے ذلیل و نادار تھے چونکہ ہمارا ارادہ ہو چکا تھا کہ ہم ان کمزوروں کو ابھاریں اور ان گرے پڑے لوگوں کو برسر ترقی لائیں اور انہیں پیشوا اور وارث بنادیں وہ ارادہ ہم نے پورا کیا۔

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۖ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۖ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾

پس فرعونی سورج نکلتے ہی بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کہنے لگے بس اب تو ہم پکڑ لئے گئے موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا یقین مانو کہ میرے ساتھ میرا پروردگار ہے جو مجھے ابھی ابھی راہ دکھا دیگا۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لکڑی مار اسی وقت دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ پانی کا مثل بڑے سارے پہاڑ کے ہوگیا اور ہم نے اسی جگہ دوسروں کو نزدیک لا کھڑا کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو نجات دے دی پھر اور سب دوسروں کو ڈبو دیا یقیناً اس میں بڑی عبرت ہے اور ان میں سے اکثر لوگ ایمان والے نہیں اور بے شک تیرا رب بڑا ہی غالب ومہربان ہے۔

فرعون اور فرعونیوں کا عبرتناک انجام: فرعون اپنے تمام لاؤ لشکر کو تمام رعایا کو مصر اور بیرون مصر کے لوگوں کو اپنے والوں کو اور اپنی قوم کے لوگوں کو لے کر بڑے طمطراق اور ٹھاٹھ سے بنی اسرائیل کو تہس نہس کرنے کے ارادے سے چلا بعض کہتے ہیں کہ ان کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی تھی ان میں سے ایک لاکھ تو صرف سیاہ رنگ گھوڑوں پر سوار تھے لیکن یہ خبر اہل کتاب کی ہے جو تامل طلب ہے۔ کعبؒ سے تو مروی ہے کہ آٹھ لاکھ ایسے گھوڑوں پر سوار تھے۔ ہمارا تو خیال ہے کہ یہ سب بنی اسرائیل کی مبالغہ آمیز روایتیں ہیں اتنا تو قرآن سے ثابت ہے کہ فرعون اپنی کل جماعت کو لے کر چلا مگر قرآن نے ان کی تعداد نہیں بیان فرمائی نہ اس کا علم ہمیں کچھ نفع دینے والا ہے۔ طلوع آفتاب کے وقت ان کے پاس یہ پہنچ گیا۔ کافروں نے مومنوں کو اور مومنوں نے کافروں کو دیکھ لیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ موسیٰ! اب بتلاؤ کیا کریں پکڑ لئے گئے آگے بحر قلزم ہے پیچھے فرعون کا ٹڈی دل لشکر ہے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ ظاہر ہے کہ نبی وغیر نبی کا ایمان یکساں نہیں ہوتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہایت ٹھنڈے دل سے جواب دیتے ہیں کہ گھبراؤ نہیں تمہیں کوئی ایذا نہیں پہنچ سکتی۔ میں اپنی رائے سے تمہیں لے کر نہیں نکلا بلکہ احکم الحاکمین کے حکم سے تمہیں لے کر چلا ہوں وہ وعدہ خلاف نہیں ان کے اگلے حصے پر حضرت ہارون تھے انہی کے ساتھ حضرت یوشع بن نون تھے یا آل فرعون کا مومن شخص تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام لشکر کے آخری حصہ میں تھے مارے گھبراہٹ کے اور راہ نہ پانے کے سارے بنو اسرائیل حیران و پریشان ہو کر ٹھہر گئے اور اضطراب کے ساتھ جناب کلیم اللہ سے دریافت کرنے لگے کہ اسی راہ پر چلنے کا اللہ تعالیٰ کا حکم تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں اتنی دیر میں تو فرعونی سر پر آپہنچے اسی وقت پروردگار کی وحی آئی کہ اے نبی! اس دریا پر اپنی لکڑی مارو اور پھر میری قدرت کا

کرشمہ دیکھو۔ آپ نے لکڑی ماری جس کے لگتے ہی بحکم اللہ پانی پھٹ گیا اس پریشانی کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا مانگی جو ابن ابی حاتم میں ان الفاظ سے مروی ہے ﴿یَا مَنْ کَانَ قَبْلَ کُلِّ شَیْءٍ الْمُکَوِّنُ لِکُلِّ شَیْءٍ وَالْکَائِنُ بَعْدَ کُلِّ شَیْءٍ اجْعَلْ لَنَا مَخْرَجًا﴾ یہ دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منہ سے نکلی ہی تھی جو اللہ تعالیٰ کی وحی آئی کہ دریا پر اپنی لکڑی مارو حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اس رات اللہ تعالیٰ نے دریا کی طرف پہلے ہی سے وحی بھیج دی تھی کہ جب میرے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام آئیں اور تجھے لکڑی ماریں تو آپ کی سننا اور ماننا۔ پس سمندر میں رات بھر تلاطم رہا اس کی موجیں ادھر ادھر سر ٹکراتی پھریں کہ نہ معلوم کہ حضرت کب اور کدھر سے آ جائیں اور مجھے لکڑی ماردیں ایسا نہ ہو کہ مجھے خبر نہ لگے اور میں ان کے حکم کی بجا آوری نہ کرسکوں۔ جب بالکل کنارے پہنچ گئے تو آپ کے ساتھی حضرت یوشع بن نونؑ نے فرمایا اے نبی اللہ! اللہ کا آپ کو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا یہی کہ میں سمندر پر اپنی لکڑی ماروں انہوں نے کہا پھر کیا دیر ہے؟ چنانچہ آپ نے لکڑی مار کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تو پھٹ اور مجھے چلنے کا راستہ دیدے۔ بس اسی وقت وہ پھٹ گیا راستے بیچ میں صاف نظر آنے لگے اور اس کے آس پاس پانی بطور پہاڑ کے ہو گیا اس میں بارہ راستے نکل آئے بنو اسرائیل کے قبیلے بھی بارہ ہی تھے۔ پھر قدرت اللہ تعالیٰ سے ہر دو فریق کے درمیان جو پہاڑ حائل تھا اس میں طاق بن گئے تا کہ ہر ایک دوسرے کو سلامت روی سے آتا ہوا دیکھے پانی مثل دیواروں کے ہو گیا اور ہوا کو حکم ہوا اس نے درمیان سے پانی کو اور زمین کو خشک کر کے راستے صاف کر دیئے پس اس خشک راستے سے آپ مع اپنی قوم کے بے کھٹکے جانے لگے پھر فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ نے دریا کے قریب کر دیا پھر موسیٰؑ اور بنو اسرائیل کو تو سب کو نجات مل گئی ان میں سے کوئی نہ ڈوبا۔ اور باقی سب کافروں میں سے کوئی نہ بچا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں فرعون کو جب بنو اسرائیل کے بھاگ جانے کی خبر ملی تو اس نے ایک بکری ذبح کی اور کہا اس کی کھال اترے اس سے پہلے میرے پاس چھ لاکھ لشکر جمع ہو جانا چاہیئے موسیٰ علیہ السلام بھاگا بھاگ دریا کے کنارے جب پہنچ گئے تو دریا سے فرمانے لگے تو پھٹ جا کہیں ہٹ جا اور ہمیں جگہ دے اس نے کہا یہ کیا تکبر کی باتیں کر رہے ہو کیا میں اس سے پہلے بھی کبھی پھٹا ہوں اور ہٹ کر کسی انسان کو جگہ دی ہے جو تجھے دوں گا۔ آپ کے ساتھ جو بزرگ شخص تھے انہوں نے کہا کہ اے نبی اللہ! کیا یہی راستہ اور یہی جگہ اللہ تعالیٰ کی بتلائی ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہی انہوں نے کہا پھر نہ تو آپ جھوٹے ہیں نہ آپ سے غلط فرمایا گیا ہے۔ آپ نے دوبارہ یہی کہا لیکن پھر بھی کچھ نہ ہوا۔ اس بزرگ شخص نے دوبارہ بھی یہی سوال جواب کیا۔ اسی وقت وحی اتری کہ سمندر پر اپنی لکڑی مار۔ اب آپ کو خیال آیا اور لکڑی ماری لکڑی لگتے ہی سمندر نے راستہ دیدیا بارہ راہیں ظاہر ہو گئیں ہر فرقہ اپنے راستے کو جان گیا اور اپنی راہ لگ گیا اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے باطمینان تمام چل دیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو بنی اسرائیل کو لے کر پار نکل گئے اور فرعونی ان کے تعاقب میں سمندر میں آ گئے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر کا پانی جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا اور سب کو ڈبو دیا جب سب سے آخری میں بنی اسرائیلی نکلا اور سب سے آخری قبطی سمندر میں آ گیا اسی وقت جناب باری کے حکم سے سمندر کا پانی ایک ہو گیا اور سارے کے سارے قبطی ایک ایک کر کے ڈبو دیئے گئے۔ اس میں بڑی عبرتناک نشانی ہے کہ کس طرح گنہگار برباد ہوتے ہیں اور نیک کردار شاد ہوتے ہیں لیکن پھر بھی اکثر لوگ ایمان جیسی دولت سے محروم ہیں۔ بیشک تیرا رب عزیز و رحیم ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿٧٣﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٤﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿٧٥﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٧﴾

وقف لازم

انہیں ابراہیمؑ کا واقعہ بھی سنادو جب کہ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ بتوں کی ہم تو برابر ان کے مجاور بنے بیٹھے ہیں آپ نے فرمایا کہ جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا وہ سنتے بھی ہیں تمہیں نفع نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا یہ ہم کچھ نہیں جانتے ہم تو اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے پایا۔ آپ نے فرمایا کچھ خبر بھی ہے جنہیں تم پوج رہے ہو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا وہ سب میرے دشمن ہیں بجز سچے اللہ تعالیٰ کے جو تمام جہان کا پالنہار ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی دعوت توحید: تمام موحدوں کے باپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول اور خلیل حضرت ابراہیم علیہ افضل التحیۃ والتسلیم کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ حضور ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ واقعہ سنادیں تا کہ وہ اخلاص توکل اور رب واحد کی عبادت اور شرک اور مشرکین سے بیزاری میں آپ کی اقتدا کریں۔ آپ اول دن سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم تھے اور آخر دن تک اسی توحید پر جمے رہے۔ اپنی قوم سے اور اپنے باپ سے فرمایا کہ یہ بت پرستی کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو پرانے وقت سے ان بتوں کی مجاوری اور عبادت کرتے چلے آتے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے ان کی اس غلطی کو ان پر واضح کر کے ان کی غلط روش بے نقاب کرنے کے لئے ایک بات اور بھی بیان فرمائی کہ تم ان سے دعائیں کرتے ہو اور دور نزدیک سے ان کو پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟ یا جس نفع کے حاصل کرنے کے لئے تم انہیں بلاتے ہو وہ نفع تمہیں پہنچا سکتے ہیں؟ یا اگر تم ان کی عبادت چھوڑ دو تو کیا وہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

اس کا جواب جو قوم کی طرف سے ملا وہ صاف ظاہر ہے کہ ان کے معبود ان کاموں میں سے کسی کام کو نہیں کر سکتے۔ انہوں نے صاف کہا کہ ہم تو اپنے بڑوں کی تقلید کی وجہ سے بت پرستی پر جمے ہوئے ہیں۔

اس کے جواب میں حضرت خلیل اللہ نے ان سے اور ان کے معبودان باطل سے اپنی برات اور بیزاری کا اعلان کر دیا صاف فرمادیا کہ تم اور تمہارے معبود جن کی تم اور تمہارے باپ دادا پرستش کرتے رہے ان سب سے میں بیزار ہوں وہ سب میرے دشمن ہیں میں صرف سچے رب العالمین کا پرستار ہوں میں موحد مخلص ہوں جاؤ تم سے اور تمہارے معبودوں سے جو ہو سکے کر لو۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا کہ تم اور تمہارے سارے معبود مل کر اگر میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو تو کمی نہ کرو۔ حضرت ہودؑ نے بھی فرمایا تھا میں تم سے اور تمہارے معبودوں سے اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے بیزار ہوں۔ تم سب اگر مجھے کچھ نقصان پہنچا سکتے ہو تو پہنچادو! میرا بھروسا اپنے رب کی ذات پر ہے تمام جاندار اس کے ماتحت ہیں وہ سیدھی راہ والا ہے۔ اسی طرح خلیل الرحمٰنؑ نے فرمایا کہ میں تمہارے معبودوں سے بالکل نہیں ڈرتا۔ ڈر تو تمہیں میرے رب سے رکھنا چاہیے جو سچا اللہ تعالیٰ ہے۔ آپ نے اعلان کر دیا تھا کہ مجھ میں تم میں عداوت ہے جب تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔ میں اے باپ تجھ سے اور تیری قوم اور تیرے معبودوں سے بری ہوں صرف اپنے رب سے آرزو ہے کہ وہ مجھے راہ راست دکھلائے۔ اسی کو یعنی ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کو انہوں نے کلمہ بنالیا۔

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿۷۸﴾ وَ الَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَ یَسْقِیْنِ ﴿۷۹﴾ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾ وَ الَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿۸۱﴾ وَ الَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓــٴَـتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿۸۲﴾

جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہبری فرماتا ہے۔ وہی جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفا عطا فرماتا ہے۔ اور وہی مجھے مار ڈالے گا۔ پھر زندہ کر دے گا اور جس سے امید بندھی ہوئی ہے کہ وہ روز جزا میں میرے گناہوں کو بخش دے گا۔

میرا اللہ کون: حضرت خلیل اللہ اپنے رب کی صفتیں بیان فرماتے ہیں کہ میں تو ان اوصاف والے رب کا ہی عابد ہوں اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کروں گا پہلا وصف یہ کہ وہ میرا خالق ہے اسی نے اندازہ مقرر کیا ہے اور وہی مخلوقات کی اس کی طرف رہبری کرتا ہے۔ دوسرا وصف یہ کہ وہ ہادی حقیقی ہے جسے چاہتا ہے اپنی راہ چلاتا ہے جسے چاہتا ہے اسے غلط راہ پر لگا دیتا ہے۔ تیسرا وصف میرے رب کا یہ ہے کہ وہ رزاق ہے آسمان وزمین کے تمام اسباب اسی نے مہیا کئے ہیں۔ بادلوں کا اٹھانا پھیلانا ان سے بارش کا برسانا اس سے زمین کو زندہ کرنا پھر پیداوار کا اگانا اسی کا کام ہے۔ وہی میٹھا اور پیاس بجھانے والا پانی ہمیں دیتا ہے اور اپنی اور مخلوق کو بھی غرض کھلانے پلانے والا وہی ہے ساتھ ہی بیماری تندرستی بھی اسی کے ہاتھ ہے لیکن خلیل اللہ کا کمال ادب دیکھئے کہ بیماری کی نسبت تو اپنی طرف کی اور شفا کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف گو بیماری بھی اسی کی قضاء و قدر سے اور اسی کی بنائی ہوئی چیز ہے۔ یہی لطافت سورۂ فاتحہ کی دعا میں بھی ہے کہ انعام وہدایت کی اسناد تو رب عالم کی طرف کی ہے اور غضب کے فاعل کو حذف کر دیا ہے اور ضلالت بندے کی طرف منسوب کر دی ہے۔ سورۂ جن میں جنات کا قول بھی ملاحظہ ہو جہاں انہوں نے کہا ہے کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والی مخلوق کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے؟ یہاں بھی بھلائی کی نسبت رب کی طرف کی گئی اور برائی کے ارادے میں یہ نسبت ظاہر نہیں کی گئی۔ اسی طرح کی یہ آیت ہے کہ جب میں بیمار پڑتا ہوں تو میری شفا پر بجز اس اللہ تعالیٰ کے اور کوئی قادر نہیں دوا میں تاثیر پیدا کرنا بھی اسی کے بس کی چیز ہے موت وحیات پر قادر بھی وہی ہے۔ ابتدا اور انتہا اسی کے ہاتھ ہے اسی نے پہلی پیدائش کی ہے وہی دوبارہ لوٹائے گا۔ دنیا اور آخرت میں گناہوں کی بخشش پر بھی وہی قادر ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ غفور ورحیم وہی ہے۔

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَ اجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَ اجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ﴿۸۵﴾ وَ اغْفِرْ لِاَبِيْۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۸۶﴾ وَ لَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۸۷﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۹﴾

اے اللہ مجھے حکمت عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں میں ملا دے اور میرا ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھ مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنا دے اور میرے باپ کو بخش دے یقیناً وہ گمراہوں میں تھا۔ اور جس دن کہ لوگ دوبارہ جلائے جائیں مجھے رسوا نہ کر۔ جس دن کہ مال اور اولاد کچھ کام نہ آئے گی لیکن فائدہ والا وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سامنے بے عیب دل لے کر جائے۔

خاتمہ بالایمان کی دُعا: حکم سے مراد علم عقل الہامی کتاب اور نبوت ہے آپ اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ مجھے یہ چیزیں عطا فرما کر دنیا اور آخرت میں نیک لوگوں میں شامل رکھ۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے رسول کریم ﷺ نے بھی آخری وقت میں دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! اعلیٰ رفیقوں میں ملا دے تین بار یہی دعا کی۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ کی یہ دعا بھی مروی ہے ﴿اللّٰهُمَّ اَحْيِنَا مُسْلِمِيْنَ وَ اَمِتْنَا مُسْلِمِيْنَ وَ اَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِيْنَ غَيْرَ خَزَايَا وَ لَا مُبَدِّلِيْنَ﴾ یعنی اے اللہ ہمیں اسلام پر زندہ رکھ اور مسلمانی کی حالت میں ہی موت دے اور نیکوں میں ملا دے درانحالیکہ نہ رسوائی ہو نہ تبدیلی۔

پھر اور دعا کرتے ہیں کہ میرے بعد بھی میرا ذکر خیر لوگوں میں جاری رہے لوگ نیک باتوں میں میری اقتدا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا ذکر پچھلی نسلوں میں باقی رکھا ہر ایک آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی نیک بندے کی نیکی اکارت نہیں کرتا ایک جہان ہے جن کی زبانیں آپ کی تعریف وتوصیف سے تر ہیں دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں اونچائی اور بھلائی دی۔ عموماً ہر مذہب وملت کے لوگ خلیل اللہ سے

محبت رکھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ میرا ذکر جمیل جہاں دنیا میں باقی رہے وہاں آخرت میں بھی جنتی بنایا جاؤں اور اے اللہ میرے گمراہ باپ کو بھی معاف فرما۔ لیکن اپنے کافر باپ کے لئے یہ استغفار کرنا ایک وعدے پر تھا جب آپ پر اس کا دشمن اللہ ہونا کھل گیا کہ وہ کفر ہی پر مرا تو آپ کے دل سے اس کی عزت ومحبت جاتی رہی اور استغفار کرنا بھی ترک کر دیا۔ ابراہیم بڑے صاف دل اور بردبار تھے۔ ہمیں بھی جہاں حضرت ابراہیم کی روش پر چلنے کا حکم ملا ہے وہیں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اس بات میں ان کی پیروی نہ کرنا۔ پھر دعا کرتے ہیں کہ مجھے قیامت کے دن کی رسوائی سے بچالینا جب کہ تمام اگلی پچھلی مخلوق زندہ ہوکر ایک میدان میں کھڑی ہوگی۔ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم کی اپنے والد سے ملاقات ہوگی آپ دیکھیں گے کہ اس کا منہ ذلت سے اور گردوغبار سے آلودہ ہو رہا ہے اور روایت میں ہے کہ اس وقت آپ جناب باری میں عرض کریں گے کہ پروردگار! تیرا مجھ سے قول ہے کہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا سن لے جنت تو کافر پر قطعاً حرام ہے۔ اور روایت میں ہے کہ ابراہیم اپنے باپ کو اس حالت میں دیکھ کر فرمائیں گے کہ دیکھ میں تجھے نہیں کہہ رہا تھا میری نافرمانی نہ کر۔ باپ جواب دے گا کہ اچھا اب نہ کروں گا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے کہ پروردگا! تونے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اس دن مجھے رسوا نہ فرمائے گا اب اس سے بڑھ کر اور رسوائی کیا ہوگی کہ میرا باپ اس طرح رحمت سے دور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے خلیل! میں نے تو جنت کافروں پر حرام کردی ہے۔ پھر فرمائے گا ابراہیم! دیکھ تیرے پیروں تلے کیا ہے؟ آپ علیہ السلام دیکھیں گے کہ ایک بدصورت بجو کیچڑ پانی میں لتھڑا کھڑا ہے جس کے پاؤں پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائیگا۔ حقیقتاً یہی ان کے والد ہوں گے جو اس صورت میں کر دیئے گئے اور اپنی مقررہ جگہ پہنچا دیئے گئے اس دن انسان اگر اپنا فدیہ مال سے ادا کرنا چاہے گو دنیا بھر کے خزانے دیدے لیکن بے سود ہے نہ اس دن اولاد فائدہ دے گی تمام اہل زمین کو اپنے بدلے میں دینا چاہے پھر بھی لاحاصل۔ اس دن نفع دینے والی چیز ایمان اخلاص اور شرک اور اہل شرک سے بیزاری ہے جس کا دل صالح ہو یعنی شرک وکفر کے میل کچیل سے صاف ہو اللہ کو سچا جانتا ہو قیامت کو یقینی مانتا ہو دوبارہ کے جی اٹھنے پر ایمان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ کی توحید کا قائل اور عامل ہو نفاق وغیرہ سے دل مریض نہ ہو بلکہ ایمان واخلاص اور نیک عقیدے سے دل صحیح اور تندرست ہو بدعتوں سے نفرت رکھتا ہو اور سنت سے اطمینان اور الفت رکھتا ہو!۔

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿٩١﴾ وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾ تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٩٨﴾ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٢﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾

پرہیزگاروں کیلئے جنت بالکل نزدیک لادی جائے گی اور گمراہ لوگوں کے لئے جہنم ظاہر کردی جائے گی۔ اور ان سے پوچھا جائے گا کہ جن کی تم پوجا کرتے رہے وہ کہاں ہیں؟ جو اللہ کے سوا تھے' کیا وہ تمہاری مدد کرتے ہیں؟ یا کوئی بدلہ لے سکتے ہیں اب تو وہ سب اور کل گمراہ لوگ جہنم میں اوپر تلے ڈال دیئے جائیں گے۔ اور ابلیس کے تمام کے تمام لشکر بھی وہاں آپس میں لڑتے جھگڑتے ہوئے کہیں گے کہ قسم اللہ کی یقیناً ہم تو کھلی غلطی پر تھے' جب کہ تمہیں رب

العالمین کے برابر سمجھ بیٹھے تھے۔ اور ہمیں تو سوا ان بدکاروں کے کسی اور نے گمراہ نہیں کیا تھا۔ اب تو ہمارا کوئی سفارشی بھی نہیں اور نہ کوئی سچا غمخوار دوست۔ اگر کاش کہ ہمیں ایک مرتبہ پھر جانا ملتا تو ہم پکے سچے مومن بن جاتے۔ یہ ماجرا یقیناً ایک زبردست نشانی ہے ان میں کے اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں یقیناً تیرا پروردگار ہی غالب مہربان ہے۔

نیکی کا نیک اور برائی کا برا بدلہ: جن لوگوں نے نیکیاں کیں تھیں برائیوں سے بچے تھے جنت اس دن ان کے پاس ہی ان کے سامنے ہی زیب و زینت کے ساتھ موجود ہوگی اور سرکشوں کے لئے اسی طرح جہنم ظاہر ہوگی اس میں سے ایک گردن نکل کھڑی ہوگی جو گنہگاروں کی طرف غضبناک تیوروں سے نظر ڈالے گی اور اس طرح شور مچائے گی کہ دل اڑ جائیں گے کلیجے ہل جائیں گے اور مشرکوں سے ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرمایا جائے گا کہ تمہارے معبودان باطل جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے تھے کہاں ہیں کیا وہ تمہاری کچھ مدد کرتے ہیں یا خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ عابد معبود سب دوزخ میں الٹے لٹک رہے ہیں اور جل بھن رہے ہیں۔ تابع ومتبوع سب اوپر تلے جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ ساتھ ہی ابلیس کے کل لشکری بھی اول سے لے کر آخر تک۔ وہاں کمزور لوگ بڑے لوگوں سے جھگڑیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے زندگی بھر تمہاری مانی آج تم عذابوں سے ہمیں کیوں نہیں چھوڑاتے؟ سچ تو یہ ہے کہ ہم ہی بالکل گمراہ تھے راہ سے دور ہو گئے تھے کہ تمہارے احکام مثل الٰہی احکام کے سمجھ بیٹھے تھے اور رب العالمین کے ساتھ ہی تمہاری بھی عبادت کرتے رہے گویا تمہیں رب کے برابر سمجھے ہوئے تھے افسوس ہمیں اس غلط اور خطرناک راہ پر مجرموں نے لگائے رکھا اب تو ہمارا کوئی سفارشی بھی نہیں رہا۔ آپس میں پوچھیں گے کہ کیا کوئی ہمارا شفیع ہے جو ہماری شفاعت کرے یا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ہم دوبارہ دنیا کی طرف لوٹائے جائیں؟ اور وہاں جا کر اب تک کے کئے ہوئے اعمال کے خلاف عمل کریں جہاں ہمارا کوئی سفارشی ہمیں نظر نہیں آتا وہاں کوئی قریبی سچا دوست بھی دکھائی نہیں دیتا کہ وہی ہماری ہمدردی وغمخواری کرے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر کسی صالح شخص سے ہماری دوستی ہوتی تو وہ آج ضرور ہمیں نفع دیتا اور اگر کوئی ہمارا دلی محب ہوتا تو ضرور ہماری شفاعت کے لئے آگے بڑھتا اور اگر ہمیں پھر سے دنیا میں جانا ملتا تو ہم آپ اپنے ان بداعمال کا تدارک کر لیتے۔

لیکن حق تو یہ ہے کہ یہ بدبخت ازلی اگر دوبارہ بھی دنیا میں لائے جائیں تو وہی بداعمالیاں پھر سے شروع کر دیں۔ سورۂ ص میں بھی ان جہنم والوں کے جھگڑے کا بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان کا یہ جھگڑا یقیناً ہوگا۔

ابراہیمؑ نے اپنی قوم سے جو کچھ فرمایا اور جو دلیلیں انہیں دیں اور ان پر توحید کی وضاحت کی اس میں یقیناً اللہ کی الوہیت پر اور اس کی یکتائی پر صاف برہان موجود ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ ایمان سے رکے ہوئے ہیں اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تیرا پالنہار پروردگار پورے غلبے اور قوت والا ساتھ ہی بخشش ورحم والا ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٠٨﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١١٠﴾

قوم نوحؑ نے بھی نبیوں کو جھٹلایا جب کہ ان کے بھائی نوحؑ نے کہا کہ کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں؟ سنو میں تمہاری طرف اللہ کا امانتدار رسول ہوں۔ پس تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور میری بات ماننی چاہئے۔ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا میرا بدلہ تو صرف رب العالمین کے ہاں ہے۔ پس تم رب کا خوف رکھو اور میری فرمانبرداری کرو۔

نوح کی بے لوث توحید کی دعوت: زمین پر سب سے پہلے جب بت پرستی شروع ہوئی اور لوگ شیطانی راہوں پر لگنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولوالعزم رسولوں کے سلسلے کو حضرت نوح علیہ السلام سے شروع کیا انہوں نے آ کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈرایا اور اس کی سزاؤں سے انہیں آگاہ کیا لیکن وہ اپنے ناپاک کرتوتوں سے باز نہ آئے غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑی بلکہ حضرت نوحؑ کو جھوٹا کہا ان کے دشمن بن گئے اور ایذا رسانی کے درپے ہو گئے۔ حضرت نوحؑ کو جھٹلایا گویا تمام پیغمبروں سے انکار کرنا تھا اس لئے آیت میں فرمایا گیا کہ قوم نوح نے نبیوں کو جھٹلایا۔

حضرت نوح نے پہلے تو انہیں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے کی نصیحت کی کہ تم جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو تو عذاب اللہ کا تمہیں ڈر نہیں۔ جس طرح توحید کی تعلیم کے بعد اپنی رسالت کی تلقین کی اور فرمایا کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں اور ہوں بھی امانت دار اس کا پیغام ہو بہو وہی ہے جو تمہیں سنا رہا ہوں پس تمہیں اپنے دلوں کو اللہ کے خوف سے پر رکھنا چاہیے اور میری تمام باتوں کو بلا چون و چرا مان لینا چاہئے اور سنو میں تم سے اس تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت نہیں مانگتا میرا مقصد اس سے صرف یہی ہے کہ میرا رب مجھے اس کا بدلہ اور ثواب عطاء فرمائے گا پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہا مانو میری سچائی میری خیر خواہی تم پر خوب روشن ہے ساتھ ہی میری دیانتداری اور بھی تم پر واضح ہے۔

قَالُوٓا۟ أَنُؤْمِنُ لَكَ وَٱتَّبَعَكَ ٱلْأَرْذَلُونَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِى بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١١٢﴾ إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّى ۖ لَوْ تَشْعُرُونَ ﴿١١٣﴾ وَمَآ أَنَا۠ بِطَارِدِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٤﴾ إِنْ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿١١٥﴾

قوم نے جواب دیا کہ کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں! تیری تابعداری تو سفلے لوگوں نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے کیا خبر کہ وہ پہلے کیا کرتے رہے؟ ان کا حساب تو میرے رب کے ذمہ ہے اگر تمہیں شعور ہو تو میں ایمانداروں کو دھکے دینے والا نہیں میں تو صاف طور پر ڈرا دینے والا ہوں۔

قوم کا سفیہانہ جواب: قوم نوحؑ نے پیغام پیغامبر کا جواب دیا کہ چند سفلے اور چھوٹے لوگوں نے تیری بات مانی ہے ہم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ان رذیلوں کا ساتھ دیں اور تیری مان لیں۔

اسکے جواب میں اللہ کے پیغمبر نے جواب دیا یہ میرا فرض نہیں کہ کوئی حق قبول کرنے کو آئے تو میں اس سے اس کی قوم اور پیشہ دریافت کرتا پھروں اندرونی حالات پر اطلاع رکھنا حساب لینا اللہ کا کام ہے! افسوس تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں۔ تمہاری اس چاہت کو پوری کرنا میرے اختیار سے باہر ہے کہ میں ان مسکینوں سے اپنی محفل خالی کرالوں میں تو اللہ کی طرف سے ایک آگاہ کر دینے والا ہوں جو بھی مانے وہ میرا اور جو نہ مانے وہ اپنی جانے ہو یا رذیل ہو امیر ہو یا غریب ہو۔ جو میری مانے میرا ہے اور میں اس کا ہوں!

قَالُوا۟ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ يَـٰنُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمَرْجُومِينَ ﴿١١٦﴾ قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِى كَذَّبُونِ ﴿١١٧﴾ فَٱفْتَحْ بَيْنِى وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِى وَمَن مَّعِىَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ فَأَنجَيْنَـٰهُ وَمَن مَّعَهُۥ فِى ٱلْفُلْكِ ٱلْمَشْحُونِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ ٱلْبَاقِينَ ﴿١٢٠﴾ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَـَٔايَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٢١﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٢٢﴾

النصف
ع ۱۸/۱۰

انہوں نے کہا کہ اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً تجھے سنگسار کر دیا جائے گا۔ آپ نے کہا اے میرے پروردگار! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا پس تو مجھ میں اور ان میں کوئی قطعی فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے باایمان ساتھیوں کو نجات دے۔ چنانچہ ہم نے اسے اور اسکے ساتھیوں کو کھچا کھچ بھری ہوئی کشتی میں سوار کرا کر نجات دیدی بعد ازاں باقی کے تمام لوگوں کو ہم نے ڈبو دیا۔ یقیناً اس میں بہت بڑی عبرت ہے ان میں کے اکثر لوگ ایمان لانے والے تھے بھی نہیں اور بیشک تیرا پروردگار البتہ وہی ہے زبردست رحم والا۔

لمبی مدت تک جناب نوح علیہ السلام ان میں رہے دن رات چھپے کھلے انہیں اللہ کی راہ کی دعوت دیتے رہے لیکن جوں جوں آپ اپنی نیکی میں بڑھتے گئے وہ اپنی بدی میں سوا ہوتے گئے یالآخر زور باندھتے باندھتے صاف کہہ دیا کہ اگر اب ہمیں اپنے دین کی دعوت دی تو ہم تجھے پتھراؤ کر کے تیری جان لے لیں گے۔ آپ کے ہاتھ بھی جناب باری میں اٹھ گئے قوم کی تکذیب کی شکایت آسمان کی طرف چڑھی اور آپ نے فتح کی دعا کی۔ فرمایا اے اللہ! میں مغلوب اور عاجز ہوں میری مدد کر میرے ساتھ میرے ساتھیوں کو بھی بچا لے بس جناب باری عزوجل نے آپ کی دعا قبول کی۔ انسان جانوروں اور سامان اسباب سے کھچا کھچ بھری ہوئی کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیدیا اس کے بعد آسمان وزمین سے طوفان امنڈ آیا اور روئے زمین کے کفار کا قلع قمع کر دیا گیا۔ یقیناً یہ واقعہ بھی عبرت آموز ہے لیکن تاہم اکثر لوگ بے یقین ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ رب بڑے غلبے والا ہے لیکن وہ مہربان بھی بہت ہے۔

كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ وَاتَّقُوا الَّذِىْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳۵﴾

عادیوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا جب کہ ان کے بھائی ہود نے کہا کہ تمہیں ڈر نہیں؟ میں تمہارا امانت دار معتبر پیغمبر ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو میں اس پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میرا ثواب تو تمام جہان کے پروردگار کے پاس ہی ہے کیا تم ایک ایک ٹیلے پر بے فائدہ بطور کھیل تماشہ کے نشانات لگا رہے ہو اور بڑی صنعت والے مضبوط محل تعمیر کر رہے ہو گویا کہ تم ہمیشہ یہیں رہو گے اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو سختی اور ظلم سے پکڑتے ہو اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو اس سے ڈرو جس نے ان چیزوں سے تمہاری امداد کی جنہیں تم جانتے ہو۔ اس نے تمہاری مدد کی مال سے اور اولاد سے باغات سے اور چشموں سے مجھے تو تمہاری نسبت بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

حضرت ھودؑ کا اپنی قوم کو وعظ: حضرت ہودؑ کا قصہ بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے عادیوں کو جو احقاف کے رہنے والے تھے اللہ کی طرف بلایا۔ احقاف ملک یمن میں حضرموت کے پاس ریتلے پہاڑیوں کے قریب ہے ان کا زمانہ نوحؑ کے بعد کا ہے سورۂ اعراف میں بھی ان کا ذکر گزر چکا ہے کہ انہیں قوم نوح کا جانشین بنایا گیا اور انہیں بہت کچھ کشادگی اور وسعت دی گئی۔ ڈیل ڈول کے بڑے قوت طاقت کے پورے مال

واولاد والے کھیت اور باغات پھل اور اناج بکثرت دولت اور زر بہت سا نہریں اور چشمے جا بجا الغرض ہر طرح کی آسائش اور آسانی مہیا لیکن رب کی تمام نعمتوں کی ناقدری کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے تھے اپنے نبی کو جھٹلایا یہ انہیں میں سے تھے انہیں سمجھایا بجھایا خوف وڈر دکھایا اپنا رسول ہونا ظاہر فرمایا اپنی اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و وحدانیت کی دعوت دی جیسے کہ نوح نے دی تھی! اپنا بے لاگ ہونا طالب دنیا نہ ہونا بیان فرمایا اپنے خلوص کا بھی ذکر کیا یہ جو فخر دریا کے طور پر اپنے مال برباد کرتے تھے اور اونچے اونچے مشہور ٹیلوں پر بلند و بالا علامتیں اپنی قوت کے اور مال کے اظہار کے لئے بناتے تھے اس فعل عبث سے انہیں ان کے نبی حضرت ہود نے روکا کیونکہ اس میں بے کار دولت کا کھونا وقت کا برباد کرنا اور مشقت اٹھانا ہے جس سے دین دنیا کا کوئی فائدہ نہ مقصود ہوتا ہے نہ متصور۔ بڑے بڑے پختہ اور بلند برج اور مینار بناتے تھے جس کے بارے میں ان کے نبی نے نصیحت کی کہ کیا تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ یہیں ہمیشہ رہو گے محبت دنیا نے تمہیں آخرت بھلا دی ہے لیکن یاد رکھو تمہاری یہ چاہت بے سود ہے دنیا زائل ہونے والی ہے تم خود فنا ہونے والے ہو ایک قرات میں ﴿ کانکم خلدون ﴾ ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب مسلمانوں نے غوطہ میں محلات اور باغات کی تعمیر اعلیٰ پیمانے پر ضرورت سے زیادہ شروع کردی تو حضرت ابودرداؓ نے مسجد میں کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے دمشق کے رہنے والو سنو! لوگ سب جمع ہو گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی تم خیال نہیں کرتے کہ تم نے وہ جمع کرنا شروع کر دیا جسے تم نہیں کھا سکتے تم نے وہ مکانات بنانے شروع کر دیئے جو تمہارے رہنے سہنے کے کام نہیں آتے تم نے وہ دور دراز کی آرزوئیں کرنی شروع کر دیں جو پوری ہونی محال ہیں کیا تم بھول گئے تم سے اگلے لوگوں نے بھی جمع جتھا کر کے سنبھال سنبھال کر رکھی تھی بڑے اونچے اونچے پختہ اور مضبوط محلات تعمیر کئے تھے بڑی بڑی آرزوئیں باندھی تھیں لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکہ میں رہ گئے ان کی پونجی برباد ہو گئی ان کے مکانات اور بستیاں اجڑ گئیں عادیوں کو دیکھو کہ عدن سے لے کر عمان تک ان کے گھوڑے اور اونٹ تھے لیکن آج وہ کہاں ہیں؟ ہے ایسا کوئی بیوقوف کہ قوم عاد کی میراث کو دو درہموں کے بدلے بھی خریدے ان کے مال و مکانات کا بیان فرما کر ان کی قوت وطاقت کا بیان فرمایا کہ بڑے سرکش متکبر اور سخت تھے نبی اللہ علیہ صلوات اللہ نے انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا کہ رب کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو پھر وہ نعمتیں یاد دلائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام کی تھیں جنہیں وہ خود جانتے تھے مثلاً "چوپائے جانور اور اولاد باغات اور دریا۔ پھر اپنا اندیشہ ظاہر کیا کہ اگر تم نے میری تکذیب کی اور میری مخالفت پر جمے رہے تو تم پر عذاب الٰہی برس پڑے گا لالچ اور ڈر دونوں دکھائے لیکن بے سود رہے۔

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾

انہوں نے کہا کہ آپ وعظ کہیں یا وعظ کہنے والوں میں نہ ہوں ہم پر یکساں ہے۔ یہ تو پرانے لوگوں کا دین ہے ہم ہرگز آفت زدہ نہیں ہونے کے چونکہ عادیوں نے حضرت ہود کو جھٹلایا اس لئے ہم نے انہیں تباہ کر دیا یقیناً اس میں نشان ہے اور ان میں کے اکثر بے ایمان تھے۔ بے شک تیرا رب وہی ہے غالب مہربان۔

نصیحت حاصل نہ کی اور تباہ ہو گئے : حضرت ہودؑ کے موثر بیانات نے اور آپ کے رغبت اور ڈر بھرے خطبوں نے قوم پر کوئی اثر نہیں کیا اور انہوں نے صاف کہہ دیا کہ آپ ہمیں وعظ سنائیں یا نہ سنائیں نصیحت کریں یا نہ کریں ہم تو اپنی روش کو چھوڑ نہیں سکتے ہم آپ کی بات مان

اپنے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں یہ یقیناً محال ہے۔ ہمارے ایمان سے آپ مایوس ہو جائیں ہم آپ کی نہیں مانیں گے۔ فی الواقع کافروں کا یہی حال ہے انہیں سمجھانا بے سود رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزماں ﷺ سے بھی یہی فرمایا کہ ان ازلی کفار پر آپ ﷺ کی نصیحت مطلق اثر نہیں کرنے کی یہ نصیحت کر دینے اور ہوشیار کر دینے کے بعد بھی ویسے ہی رہیں گے جیسے پہلے تھے یہ قدرتی طور پر ایمان سے محروم کر دیئے گئے ہیں جن پر تیرے رب کی بات صادق آنے والی ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔

﴿خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ﴾ کی دوسری قرات ﴿خَلْقُ الْاَوَّلِیْنَ﴾ بھی ہے یعنی جو باتیں تو ہمیں کہتا ہے یہ تو اگلوں کی کہی ہوئی ہیں جیسے قریشیوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں جو صبح و شام تمہارے سامنے پڑھی جاتی ہیں یہ ایک بہتان ہے جسے تو نے گھڑ لیا ہے اور کچھ لوگ اپنے طرف دار کر لئے ہیں وغیرہ مشہور قرات کی بنا پر معنی یہ ہونے کہ جس پر ہم میں وہی ہمارے پرانے باپ دادوں کا مذہب ہے ہم تو انہیں کی راہ چلیں گے اور اسی روش پر رہیں گے جئیں گے پھر مر جائیں گے جیسے وہ مر گئے یہ محض لاف ہے کہ پھر ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ کئے جائیں گے یہ بھی غلط ہے کہ ہمیں عذاب کیا جائیگا۔ آخرش ان کی تکذیب اور مخالفت کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا گیا سخت تیز و تند آندھی ان پر بھیجی اور یہ برباد کر دیئے گئے۔ یہی عاد اولی تھے جنہیں ارم ذات العماد کہا گیا ہے یہ ارم سام بن نوح کی نسل میں سے تھے عمد میں یہ رہتے تھے۔ ارم حضرت نوحؑ کے پوتے کا نام ہے نہ کہ کسی شہر کا گو بعض لوگوں سے یہ بھی مروی ہے لیکن اس کے قائل بنی اسرائیل ہیں ان سے سن سنا کر اوروں نے بھی یہی کہہ دیا ہے حقیقت میں اس کی کوئی مضبوط دلیل نہیں اسی لئے قرآن نے ارم کا ذکر کرتے ہی فرمایا ہے کہ ﴿لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ﴾ ان جیسا اور کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا اگر اس سے مراد شہر ارم ہوتا تو یوں فرمایا جاتا کہ اس جیسا اور کوئی شہر بنایا نہیں گیا۔ قرآن کریم کی آیت میں ہے ﴿فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ﴾ عادیوں نے زمین پر تکبر کیا اور نعرہ لگایا کہ ہم سے بڑھ کر قوت والا کون ہے؟ کیا وہ اسے بھی بھول گئے کہ ان کا پیدا کرنے والا ان سے زیادہ قوی ہے؟ دراصل انہیں ہماری آیتوں سے انکار تھا یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ان پر صرف بیل کے نتھنے کے برابر ہوا چھوڑی گئی جس نے ان کا ان کے شہروں کا ان کے مکانات کا کھوج کھو دیا جہاں سے گزر گئی صفایا کر دیا۔ شائیں شائیں کرتی تمام چیزوں کا ستیاناس کرتی چلی گئی تھی تمام قوم کے سر الگ ہو گئے تھے اور دھڑ الگ عذاب الٰہی بہ شکل ہوا آتا دیکھ کر قلعوں میں محلات میں محفوظ مکانات میں گھس گئے تھے زمین میں گڑھے کھود کھود کر آدھے آدھے جسم ان میں ڈال کر محفوظ ہوئے تھے لیکن بھلا عذاب الٰہی کو کوئی چیز روک سکتی ہے؟ وہ ایک منٹ کے لئے بھی کسی مہلت اور دم لیے دیتا ہے سب چٹ پٹ کر دیئے گئے اور اس واقعہ کو بعد میں آنے والوں کے لئے ایک نشان عبرت بنا دیا گیا۔ ان میں سے اکثر لوگ بے ایمان ہی رہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿١٤١﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿١٤٥﴾

ثمودیوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا ان کے بھائی صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ میں تمہاری طرف اللہ کا امانت دار پیغمبر ہوں تو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا کرو میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا میری اجرت تو بس پروردگار عالم پر ہی ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کا قوم سے خطاب: اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول حضرت صالح علیہ السلام کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ آپ اپنی قوم ثمود کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے یہ لوگ عرب تھے حجر نامی شہر میں رہتے تھے جو وادی القریٰ اور ملک شام کے درمیان ہے یہ

عادیوں کے بعد اور ابراہیمیوں سے پہلے تھے شام کی طرف جاتے ہوئے آپ کا اس جگہ سے گزرنے کا بیان سورۂ اعراف کی تفسیر میں پہلے گزر چکا ہے انہیں ان کے نبی نے اللہ کی طرف بلایا کہ یہ اللہ کی توحید کو مانیں اور حضرت صالح علیہ السلام کی رسالت کا اقرار کریں لیکن انہوں نے بھی انکار کیا اور اپنے کفر پر جمے رہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو جھوٹا کہا باوجود اللہ سے ڈرتے رہنے کی نصیحت سننے کے پرہیزگاری اختیار نہ کی۔ باوجود رسول امین کی موجودگی کے راہ ہدایت اختیار نہ کی حالانکہ نبی کا صاف اعلان تھا کہ میں اپنا کوئی بوجھ تم پر ڈال نہیں رہا میں تو اس رسالت کی تبلیغ کے اجر کا خواہاں صرف اللہ تعالیٰ سے ہوں اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں انہیں یاد دلائیں۔

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

کیا ان چیزوں میں جو یہاں ہیں تم امن کے ساتھ چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ یعنی ان باغوں اور ان چشموں اور ان کھیتوں اور ان کھجوروں کے باغوں میں جن کے شگوفے بوجھ کے مارے ٹوٹے پڑتے ہیں اور تم پہاڑوں کو تراش تراش کر پرتکلف مکانات بنا رہے ہو۔ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو بے باک حد سے گزر جانے والوں کی اطاعت سے باز آ جاؤ جو ملک میں فساد پھیلا رہے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

دنیا کی ناپائیداری: حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم میں وعظ فرما رہے ہیں انہیں اللہ کی نعمتیں یاد دلاتے ہیں اور اس کے عذابوں سے متنبہ فرما رہے ہیں کہ وہ جو تمہیں یہ کشادہ روزیاں دے رہا ہے جس نے تمہارے لئے باغات اور چشمے کھیتیاں اور پھل مہیا فرما دیئے ہیں امن چین سے جو تمہاری زندگی کے ایام پورے کر رہا ہے تم اس کی نافرمانیاں کر کے انہی نعمتوں میں اور اسی امن وامان میں نہیں چھوڑے جا سکتے ان باغات اور ان دریاؤں میں ان کھیتوں اور ان باغات کھجور میں جن کے خوشے کھجوروں کی زیادتی کے مارے بوجھل ہو رہے ہیں اور جھکے پڑتے ہیں جن میں تہہ بہ تہہ تر کھجوریں بھرپور لگ رہی ہیں جو نرم خوشنما میٹھی اور خوش ذائقہ کھجوروں سے لدے ہوئے ہیں تم اللہ کی نافرمانیاں کر کے ان کو با آرام بچا نہیں سکتے۔ اللہ نے تمہیں اس وقت جن مضبوط پرتکلف بلند اور عمدہ گھروں میں رکھ چھوڑا ہے اللہ کی توحید اور میری رسالت کے انکار کے بعد یہ بھی برجا نہیں رہ سکتے افسوس تم اللہ کی نعمت کی قدر نہیں کرتے اپنا وقت اپنا روپیہ بیجا برباد کر کے یہ نقش ونگار والے مکانات پہاڑوں میں بہ تصنع وتکلف صرف بڑائی اور ریاکاری کے لئے اپنی عظمت اور قوت کے مظاہرے کے لئے تراش رہے ہو جس میں کوئی نفع نہیں بلکہ اس کا وبال تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے پس تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے اور میری اتباع کرنی چاہیے۔ اپنے خالق رازق منعم محسن کی عبادت اور اسکی فرمانبرداری اور اس کی توحید کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا چاہیے جس کا نفع تمہیں دنیا وآخرت میں ملے تمہیں اس کا شکر ادا کرنا چاہیے اس کی تسبیح وتہلیل کرنی چاہیے۔ صبح وشام اس کی عبادت کرنی چاہیئے تمہیں اپنے ان موجودہ سرداروں کی ہرگز نہ ماننی چاہیے یہ تو حدود اللہ سے تجاوز کر گئے ہیں توحید کی اتباع کو بھلا بیٹھے ہیں زمین میں فساد پھیلا رہے ہیں نافرمانی گناہ فسق وفجور پر خود لگے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی کی طرف بلا رہے ہیں حق کی موافقت اور اتباع کر کے اصلاح کی کوشش نہیں کرتے۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَا

خُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾ فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ ﴿١٥٧﴾ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٥٨﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾

وہ بولے بجز اس کے نہیں کہ تو تو ان میں سے ہے جن پر جادو کر دیا جائے تو تو ہم جیسا ہی انسان ہے اگر تو سچوں سے ہے تو کوئی معجزہ لے آ۔ آپ نے فرمایا یہ ہے اونٹنی پانی پینے کی ایک باری اس کی اور ایک مقررہ دن کی باری پانی پینے کی تمہاری۔ خبردار اسے برائی سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ ایک بڑے بھاری دن کا عذاب تمہاری گرفت کر لے گا پھر بھی انہوں نے اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں پھر تو پشیمان ہو گئے اور عذاب نے انہیں آ دبوچا۔ بے شک اس میں عبرت ہے اور ان میں کے اکثر لوگ مومن نہ تھے۔ اور بے شک تیرا رب زبردست اور مہربان ہے۔

صالح کا معجزہ اور قوم کی ہٹ دھرمی: ثمودیوں نے اپنے نبی کو جواب دیا کہ تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے گو ایک معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ تو مخلوق میں سے ہے اور اس کی دلیل میں عربی کا ایک شعر بھی پیش کیا جاتا ہے لیکن زیادہ ظاہر معنے پہلا ہی ہے اس کے ساتھ انہوں نے کہا تو تو ہم جیسا ایک انسان ہے ناممکن ہے کہ ہم میں سے تو کسی پر وحی تو آئے اور تجھ پر آ جائے کچھ نہیں یہ صرف بناوٹ ہے ایک کھلی بازی بنا رکھی ہے محض جھوٹ اور صاف طوفان ہے اچھا ہم کہتے ہیں کہ اگر تو واقعی سچا نبی ہے تو کوئی معجزہ دکھا اس وقت ان کے چھوٹے بڑے سب جمع تھے اور ایک زبان ہو کر سب نے معجزہ طلب کیا تھا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ سامنے کی بڑی ساری چٹان ہے یہ ہمارے دیکھتے ہوئے پھٹے اور اس میں سے ایک گیابھن اونٹنی اس رنگ کی ایسی ایسی نکلے آپ نے فرمایا اچھا اگر میں رب سے دعا کروں اور وہ یہی معجزہ میرے ہاتھوں تمہیں دکھا دے پھر تو تمہیں میری نبوت کے ماننے میں کوئی عذر نہ ہوگا؟ سب نے پختہ وعدہ کیا قول وقرار کیا کہ ہم سب ایمان لائیں گے اور آپ کی نبوت مان لیں گے آپ بہت جلد یہ معجزہ دکھایئے۔ آپ نے اسی وقت نماز شروع کر دی پھر اللہ عزوجل سے دعا کی اسی وقت وہ پتھر پھٹا اور اسی طرح کی وہ اونٹنی ان کے دیکھتے ہوئے اس میں سے نکلی کچھ لوگ تو حسب اقرار مومن ہو گئے لیکن اکثر لوگ پھر بھی کافر کے کافر رہے۔

آپ نے فرمایا اب سنو ایک دن یہ پانی پئے گی اور ایک دن پانی کی باری تمہاری مقرر رہے گی۔ اب تم میں سے کوئی اسے برائی نہ پہنچائے ورنہ بدترین عذاب تم پر اتر پڑے گا۔ ایک عرصے تک تو وہ رکے رہے اونٹنی ان میں رہی چارہ چگتی اور اپنی باری والے دن پانی پیتی۔ اس دن یہ لوگ اس کے دودھ سے سیر ہو جاتے لیکن ایک مدت کے بعد ان کی بدبختی نے انہیں آ گھیرا ان میں سے ایک بڑے ملعون نے اونٹنی کے مار ڈالنے کا ارادہ کر لیا اور کل اہل شہر اس کے موافق ہو گئے چنانچہ اس کی کوچیں کاٹ کر اسے مار ڈالا۔ جس کے نتیجے میں انہیں سخت ندامت پشیمانی اٹھانی پڑی۔ عذاب اللہ نے انہیں دفعتاً آ دبوچا۔ ان کی زمینیں ہلا دی گئیں اور ایک چیخ سے سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے دل اڑ گئے کلیجے پاش پاش ہو گئے اور وہم وگمان بھی جس چیز کا نہ تھا وہ آن پڑی اول آخر سب غارت ہو گئے اور دنیا جہان کے لئے یہ خوفناک واقعہ عبرت افزا ہو گیا۔ اتنی بڑی نشانی اپنی آنکھوں دیکھ کر بھی ان میں کے اکثر لوگوں کو ایمان لانا نصیب نہ ہوا اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ غالب ہے اور وہ رحیم بھی ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٦٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿١٦٢﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٤﴾

قوم لوط نے بھی نبیوں کو جھٹلایا ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا کہ تم خوف الٰہی نہیں رکھتے؟ میں تمہاری طرف امانتدار رسول ہوں پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا میرا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ پر ہے جو تمام جہان کا رب ہے۔

قوم لوط بھی اپنے نبی کی نافرمان تھی: اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول حضرت لوطؑ کا قصہ بیان فرما رہا ہے ان کا نام لوط بن ہاران بن آزر تھا یہ ابراہیم خلیل اللہ کے بھتیجے تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی حیات میں بہت بڑی امت کی طرف بھیجا تھا یہ لوگ سدوم اور اس کے آس پاس بستے تھے بالآخر یہ بھی اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں پکڑے گئے سب ہلاک ہوئے اور ان کی بستیوں کی جگہ ایک جھیل سڑے ہوئے گندے کھاری پانی کی رہ گئی یہ اب تک بھی بلاد غور میں مشہور ہے جو کہ بیت المقدس اور کرک وشوبک کے درمیان ہے ان لوگوں نے بھی رسول اللہ کی تکذیب کی آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی معصیت چھوڑنے اور اپنی تابعداری کرنے کی ہدایت کی اپنا رسول ہو کر آنا ظاہر کیا انہیں اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈرایا اللہ تعالیٰ کی باتیں مان لینے کو فرمایا۔ اعلان کر دیا کہ میں تمہارے پیسے ٹکے کا محتاج نہیں میں صرف اللہ تعالیٰ کے واسطے تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں تم اپنے اس خبیث فعل سے باز آؤ یعنی عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے حاجت روائی کرنے سے رک جاؤ لیکن انہوں نے اللہ کے رسول کی نہ مانی بلکہ ایذائیں پہنچانے لگے۔

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّىْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِىْ وَاَهْلِىْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۗءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾

کیا تم جہان والوں میں سے مردوں کے پاس آتے ہو؟ اور تمہاری جن عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری جوڑ بنائی ہیں چھوڑ دیتے ہو؟ بات یہ ہے کہ تم ہو ہی حد سے گزر جانے والے انہوں نے جواب دیا کہ اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً نکال دیا جائے گا آپ نے فرمایا میں تمہارے کام سے سخت ناخوش ہوں میرے پروردگار! مجھے اور میرے گھرانے کو اس وبال سے بچالے جو یہ کرتے ہیں پس ہم نے اسے اور اس کے متعلقین کو سب کو بچالیا۔ بجز ایک بڑھیا کے کہ وہ پیچھے رہ جانیوالوں میں ہوگئی پھر ہم نے باقی اور سب کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم کا مینہ برسایا پس بہت ہی برا مینہ تھا جو ڈرائے گئے ہوئے لوگوں پر برسایا اجر! بھی سراسر عبرت ہے ان میں کے بھی اکثر مسلمان نہ تھے بے شک تیرا پروردگار وہی ہے غلبے والا مہربانی والا۔

قوم لوطؑ کی بد خصلت لواطت بازی: لوط نبی نے اپنی قوم کو ان کی خاص بدکاری سے روکا کہ تم مردوں کے پاس شہوت سے نہ آؤ۔ ہاں اپنی حلال بیویوں سے خواہش پوری کرو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جوڑا بنا دیا ہے رب کی مقررہ حدوں کا ادب و احترام کرو اس کا جواب ان کے پاس یہی تھا کہ اے لوط! اگر باز نہ آیا تو ہم تجھے جلاوطن کر دیں گے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان پاک باز لوگوں کو تو الگ کر دو یہ دیکھ کر آپ نے ان سے بیزاری اور دست برداری کا اعلان کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں تمہارے اس برے کام سے ناراض ہوں میں اسے پسند نہیں کرتا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے برات کا اظہار کرتا ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے بددعا کی اور اپنی اور اپنے گھرانے کی نجات طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو نجات دی مگر آپ کی بیوی

نے اپنی قوم کا ساتھ دیا اور انہیں کے ساتھ تباہ ہوئی جیسے کہ سورۂ اعراف سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں بالتفصیل بیان گزر چکا ہے۔ آپ ماننے والوں کو لے کر اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بموجب اس بستی سے چل کھڑے ہوئے حکم تھا کہ آپ کے نکلتے ہی ان پر عذاب آئے گا اس وقت پلٹ کر ان کی طرف دیکھنا بھی نہیں۔ پھر ان سب پر عذاب برسا اور سب برباد کر دیئے گئے۔ ان پر آسمان سے سنگ باری ہوئی اور ان کا انجام بد ہوا یہ بھی عبرت ناک واقعہ ہے ان میں سے بھی اکثر بے ایمان تھے رب کے غلبے میں اس کے رحم میں کوئی شک نہیں۔

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾

ایکہ والوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا۔ جب کہ ان سے شعیب نے کہا کہ کیا تمہیں ڈر خوف نہیں؟ میں تمہاری طرف امانتدار رسول ہوں تو تم اللہ کا خوف کھاؤ اور میری فرمانبرداری کرو میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا میرا اجر تمام جہان کے پالنے والے کے پاس ہے۔

شعیبؑ کا اپنی قوم سے وعظ: یہ لوگ مدین کے رہنے والے تھے حضرت شعیبؑ بھی ان ہی میں سے تھے آپ کو ان کا بھائی صرف اس لئے نہیں کہا گیا کہ اس آیت میں ان لوگوں کی نسبت ایکہ کی طرف کی ہے جسے یہ لوگ پوجتے تھے ایکہ ایک درخت تھا یہی وجہ ہے کہ جیسے اور نبیوں کو ان کی امتوں کا بھائی فرمایا! انہیں ان کا بھائی نہیں کہا گیا اور نہ یہ لوگ بھی انہی کی قوم میں سے تھے بعض لوگ جن کی رسائی اس نکتے تک نہیں ہوئی وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ آپ کی قوم میں نہ تھے اس لئے حضرت شعیبؑ کو ان کا بھائی نہیں فرمایا گیا یہ اور ہی قوم تھی۔ حضرت شعیبؑ اپنی قوم کی طرف بھی بھیجے گئے تھے اور ان لوگوں کی طرف بھی بعض کہتے ہیں کہ ایک تیسری امت کی طرف بھی آپ کی بعثت ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت عکرمہؒ سے مروی ہے کہ کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ نہیں بھیجا سوائے حضرت شعیبؑ کے کہ ایک مرتبہ انہیں مدین والوں کی طرف بھیجا اور ان کی تکذیب کی وجہ سے انہیں ایک چنگھاڑ کے ساتھ ہلاک کر دیا اور دوبارہ انہیں ایکہ والوں کی طرف بھیجا اور ان کی تکذیب کی وجہ سے ان پر سائے والے دن کا عذاب آیا اور وہ برباد ہوئے لیکن یہ یاد رہے کہ اس کے راویوں میں اسحاق بن بشر کاہلی ہے جو ضعیف ہے۔ قتادہؒ کا قول ہے کہ اصحاب رس اور اصحاب ایکہ قوم شعیب ہے اور ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اصحاب ایکہ اور مدین ایک ہی ہیں واللہ اعلم۔ ابن عساکر میں ہے کہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ قوم مدین اور اصحاب ایکہ دو قومیں ہیں اور ان دونوں امتوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت شعیبؑ کو بھیجا تھا لیکن یہ حدیث غریب ہے اور اس کے مرفوع ہونے میں کلام ہے، بہت ممکن ہے کہ یہ موقوف ہی ہو صحیح امر یہی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی امت ہیں دونوں جگہ ان کے وصف الگ الگ بیان ہوئے ہیں گروہ ایک ہی ہے اس کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ دونوں قصوں میں حضرت شعیبؑ کا وعظ ایک ہی ہے دونوں کو ناپ تول صحیح کرنے کا حکم دیا ہے۔

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾

ناپ پورا بھرا کرو کم دینے والوں میں شمولیت نہ کرو اور سیدھی صحیح ترازو سے تولا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں کمی سے نہ دو، بے باکی کے ساتھ زمین پر فساد مچاتے نہ پھرو۔ اس رب کا خوف رکھو جس نے خود تمہیں اور اگلی مخلوق کو پیدا کیا ہے۔

ناپ تول میں کمی کی ممانعت: حضرت شعیبؑ اپنی قوم کو ناپ تول درست کرنے کی ہدایت کر رہے ہیں ڈنڈی مارنے اور ناپ تول میں کمی کرنے سے روکتے ہیں فرماتے ہیں کہ جب کسی کو کوئی چیز ناپ کر دو تو پیمانہ بھر کر دو اس کے حق سے کم نہ کرو اسی طرح دوسرے سے جب لو تو زیادہ لینے کی کوشش اور تدبیر نہ کرو۔ یہ کیا کہ لینے کے وقت پورا لو اور دینے کے وقت کم دو؟ دین لین دونوں صاف اور پورے رکھو ترازو اچھی رکھو جس میں تول صحیح آئے بٹے بھی پورے رکھو تول میں عدل کرو ڈنڈی نہ مارو کم نہ تولو کسی کو اس کی چیز کم نہ دو کسی کی راہ نہ مارو چوری چکاری لوٹ مار غارت گری رہزنی سے بچو لوگوں کو ڈرا دھمکا کر خوفزدہ کر کے ان سے مال نہ لوٹو اس اللہ کے عذابوں کا خوف رکھو جس نے تمہیں اور سب اگلوں کو پیدا کیا ہے جو تمہارا اور تمہارے بڑوں کا رب ہے یہی لفظ آیت ﴿و لقد اضل منکم جبلا کثیرا﴾ میں بھی اسی معنی میں ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٨٥﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿١٨٦﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٨٩﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٩٠﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٩١﴾

کہنے لگے تو تو ان میں سے ہے جن پر جادو کر دیا جاتا ہے۔ اور تو تو ہم ہی جیسا ایک انسان ہے اور ہم تو تجھے جھوٹ بولنے والوں میں سے ہی سمجھتے ہیں اگر تو سچے لوگوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے کہا کہ میرا رب تو خوب جاننے والا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ چونکہ انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا۔ وہ بڑے بھاری دن کا عذاب تھا یقیناً اس میں بڑی نشانی ہے۔ اور ان میں کے اکثر مسلمان نہ تھے اور یقیناً تیرا پروردگار البتہ وہی ہے غلبے والا مہربانی والا۔

قوم شعیب کو بھی صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا: ثمودیوں نے جو جواب اپنے نبی کو دیا تھا وہی جواب ان لوگوں نے بھی اپنے رسول کو دیا کہ تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے تیری عقل ٹھکانے نہیں رہی تو ہم جیسا ہی انسان ہے۔ اور ہمیں تو یقین ہے کہ تو جھوٹا آدمی ہے۔ اللہ نے تجھے نہیں بھیجا اچھا تو اگر اپنے دعوے میں سچا ہے تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دے آسمانی عذاب ہم پر لے آ۔ جیسے قریشیوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ ہم تو تجھ پر ایمان لانے کے نہیں جب تک کہ تو عرب کی اس ریتلی زمین میں دریا نہ بہا دے یہاں تک کہ کہا یا تو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے جیسے کہ تیرا خیال ہے یا تو اللہ تعالیٰ یا فرشتوں کو کھلم کھلا لے آئے اور آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا اے اللہ! اگر یہ تیرے پاس سے ہے اور حق ہے تو تو آسمان سے پتھر برسا دے اسی طرح ان جاہل کافروں نے کہا کہ تو ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دے۔ پیغمبرؑ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال بخوبی معلوم ہیں جس لائق تم ہو وہ خود کر دے گا اگر تم اس کے نزدیک آسمانی عذاب کے قابل ہو تو وہ بلا تاخیر تم پر آسمانی عذاب برسائے گا اللہ تعالیٰ ظالم نہیں کہ بے گناہوں کو سزا دے۔ بالآخر جس قسم کا عذاب یہ مانگ رہے تھے۔ اسی قسم کا عذاب ان پر آ پڑا۔ انہیں سخت گرمی محسوس ہوئی سات دن تک گویا زمین ابلتی رہی کسی جگہ کسی سائے میں ٹھنڈک یا راحت میسر نہ ہوئی۔ تڑپ اٹھے بے قرار ہو گئے سات دن کے بعد انہوں نے دیکھا کہ

ایک سیاہ بادل ان کی طرف چلا آ رہا ہے وہ آ کر ان کے سروں پر چھا گیا یہ سب گرمی اور حرارت سے زچ ہو گئے تھے اس کے نیچے جا بیٹھے جب سارے کے سارے اس کے سایے میں پہنچ گئے وہیں بادل میں سے آگ برسنے لگی ساتھ ہی زمین زور زور سے جھٹکے لینے لگی اور اس زور کی ایک آواز آئی جس سے ان کے دل پھٹ گئے جان نکل گئی اور سارے کے سارے بیک آن تباہ و ویران ہو گئے اس دن کے سائبان والے سخت عذاب نے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا سورۂ اعراف میں تو فرمایا گیا ہے کہ ایک زلزلے کے ساتھ ہی یہ سب ہلاک ہو گئے سورۂ ہود میں بیان ہوا ہے کہ ان کی تباہی کا باعث ایک خطرناک دل شکن چیخ تھی اور یہاں بیان ہوا کہ انہیں سائبان کے دن کے عذاب نے تھام لیا تو تینوں مقامات پر تینوں عذابوں کا ایک ایک کر کے ذکر اس مقام کی عبارت کی مناسبت کی وجہ سے ہوا ہے سورۂ اعراف میں ان کی اس خباثت کا ذکر ہے کہ انہوں نے حضرت شعیبؑ کو دھمکایا تھا کہ اگر تم ہمارے دین میں نہ آئے تو ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو شہر بدر کر دیں گے۔ چونکہ وہاں نبی کے دل کو ہلا دینے کا ذکر تھا اس لئے عذاب بھی ان کے جسموں کو مع دل ہلا دینے یعنی زلزلے اور جھٹکے کا ذکر ہوا سورۂ ہود میں ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے نبی کو بطور مذاق کے کہا تھا کہ آپ تو بڑے بردبار اور بھلے آدمی ہیں مطلب یہ تھا کہ بڑے بکی بکواسی اور برے آدمی ہیں تو وہاں عذاب میں چیخ چنگھاڑ کا بیان ہوا۔ یہاں چونکہ ان کی آرزو آسمان کے ٹکڑے کے گرنے کی تھی تو عذاب کا ذکر بھی سائبان نما ابر کے ٹکڑے سے ہوا فسبحانہ اعظم شانہ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ سات دن تک وہ گرمی پڑی کہ الامان والحفیظ کہیں ٹھنڈک کا نام نہیں تلملا اٹھے اس کے بعد ایک ابر اٹھا اور چڑھا اس کے سائے میں ایک شخص پہنچا اور وہاں راحت اور ٹھنڈک پا کر اس نے دوسروں کو بلایا جب سب جمع ہو گئے تو ابر پھٹا اور اس میں سے آگ برسی یہ بھی مروی ہے کہ ابر جو بطور سائبان کے تھا ان کے جمع ہوتے ہی ہٹ گیا اور سورج سے ان پر آگ برسی جس نے ان سب کا بھرتا بنا دیا۔ محمد بن کعبؒ قرظی فرماتے ہیں کہ اہل مدین پر تینوں عذاب آئے شہر میں زلزلہ آیا جس سے خائف ہو کر حدود شہر سے باہر آ گئے باہر جمع ہوتے ہی گھبراہٹ پریشانی اور بے کلی شروع ہو گئی تو وہاں سے بھاگ پڑی لیکن شہر میں جانے سے ڈرے وہیں دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا ایک جگہ ہے ایک اس کے نیچے گیا اور اس کی ٹھنڈک محسوس کر کے سب کو آواز دی کہ یہاں آ جاؤ یہاں جیسی ٹھنڈک اور تسکین تو کبھی دیکھی ہی نہیں یہ سنتے ہی سب اس کے نیچے جمع ہو گئے کہ اچانک ایک چیخ کی آواز آئی جس سے کلیجے پھٹ گئے اور سب کے سب مر گئے۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ سخت گرج اور گرمی شروع ہوئی جس سے سانس گھٹنے لگے اور بے چینی حد کو پہنچ گئی گھبرا کر شہر چھوڑ کر میدان میں جمع ہو گئے یہاں بادل آیا جس کے نیچے ٹھنڈک اور راحت حاصل کرنے کے لئے سب جمع ہوئے وہیں آگ برسی اور سب جل بھن گئے یہ تھا سائبان والے بڑے بھاری دن کا عذاب جس نے ان کا کھوج کھو دیا۔ یقیناً یہ واقعہ سراسر عبرت اور قدرت الٰہی کی ایک زبردست نشانی ہے ان میں سے اکثر بے ایمان تھے اللہ تعالیٰ اپنے بد بندوں سے انتقام لینے میں غالب ہے کوئی اسے مغلوب نہیں کر سکتا وہ اپنے نیک بندوں پر مہربان ہے انہیں بچا لیا کرتا ہے۔

وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿١٩٥﴾

بیشک وشبہ یہ قرآن رب العالمین کا نازل فرمایا ہوا ہے اسے امانتدار فرشتہ لے کر آیا ہے۔ تیرے دل پر اترا ہے کہ تو آگاہ کر دینے والوں میں سے ہو جائے صاف عربی زبان میں ہے۔

حضور ﷺ کا دل قرآن کا مسکن ہے: سورۂ کی ابتدا میں قرآن کریم کا ذکر آیا تھا وہی ذکر پھر تفصیلاً بیان ہو رہا ہے کہ یہ کتاب قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر نازل فرمائی ہے۔ روح الامین سے مراد حضرت جبرئیل ہیں جن کے واسطے سے

وحی سرور رسل پر اتری ہے جیسے فرمان ہے یعنی اس قرآن کو بحکم اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل ؑ نے تیرے دل پر نازل فرمایا ہے یہ قرآن اگلی تمام الہامی کتابوں کا سچا بتانے والا ہے۔ یہ فرشتہ ہمارے ہاں ایسا مکرم ہے کہ اس کا دشمن ہمارا دشمن ہے حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ جس سے روح الامین بولے اسے زمین نہیں کھاتی۔ اس بزرگ با مرتبہ فرشتہ نے جو فرشتوں کا سردار ہے تیرے دل پر اس پاک اور بہتر کلام اللہ کو نازل فرمایا ہے جو ہر طرح کے میل کچیل سے کمی زیادتی سے نقصان اور کجی سے پاک ہے۔ تاکہ تو اللہ کے مخالفین کو گنہگاروں کو خداوندی سزا سے بچاؤ کرنے کی رہبری کر سکے اور تابع فرمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رضوان کی خوشخبری پہنچا سکے یہ کھلی فصیح عربی زبان میں ہے تاکہ ہر شخص سمجھ سکے پڑھ سکے کسی کو عذر باقی نہ رہے اور ہر ایک پر قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی حجت بن جائے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے صحابہؓ کے سامنے نہایت فصاحت سے ابر کے اوصاف بیان کئے جسے سن کر صحابہؓ کہہ اٹھے کہ یا رسول اللہ ! آپ تو کمال درجہ کی فصیح و بلیغ زبان بولتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بھلا میری زبان ایسی پاکیزہ کیوں نہ ہوگی قرآن بھی تو میری زبان میں اترا ہے۔

امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں وحی عربی میں اتری ہے یہ اور بات ہے کہ ہر نبی نے اپنی قوم کے لئے ان کی زبان میں ترجمہ کر دیا قیامت کے دن سریانی زبان ہوگی ہاں جنتیوں کی زبان عربی ہوگی (ابن حاتم)۔

وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٩٦﴾ أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٩٧﴾
وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِم مَّا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٩﴾

اگلے نبیوں کی کتابوں میں بھی اس قرآن کا مذکور ہے کیا انہیں یہ نشان کافی نہیں کہ حقانیت قرآن کو تو بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں۔ اگر ہم اسے کسی عجمی شخص پر نازل فرماتے اور وہ ان کے سامنے اس کی تلاوت کرتا تو یہ اسے باور کرنے والے نہ ہوتے۔

قرآن کی حقانیت کے ٹھوس ثبوت: فرماتا ہے کہ اگلی اللہ کی کتابوں میں بھی اس پاک اور آخری اللہ کی کلام کی پیش گوئی اور اس کی تصدیق وصفت موجود ہے اگلے نبیوں نے بھی اس کی بشارت دی ہے یہاں تک کہ ان تمام نبیوں کے آخری نبی جن کے بعد حضور علیہ السلام تک اور کوئی نبی نہ تھا۔ یعنی حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل کو جمع کر کے خطبہ دیتے ہیں اس میں فرماتے ہیں کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری جانب اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جو اگلی کتابوں کو سچا نے کے ساتھ ہی آنے والے رسول حضرت محمد ﷺ کی بشارت تمہیں سناتا ہوں زبور حضرت داؤدؑ کی کتاب کا نام ہے یہاں زبر کا لفظ کتابوں کے معنی میں ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَ كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ﴾ جو کچھ یہ کر رہے ہیں سب کتابوں میں تحریر ہے پھر فرماتا ہے اگر یہ سمجھیں ضد اور تعصب نہ کریں تو قرآن کی حقانیت پر یہی دلیل کیا کم ہے کہ خود بنی اسرائیل کے علماء اسے مانتے ہیں۔ ان میں سے جو حق گو اور بے تعصب ہیں وہ توراۃ کی ان آیتوں کا لوگوں پر اظہار کر رہے ہیں جن میں حضور ﷺ کی بعثت قرآن کا ذکر اور آپ ﷺ کی حقانیت کی خبر ہے حضرت عبداللہ بن سلامؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور ان جیسے حق گو حضرات نے دنیا کے سامنے توراۃ و انجیل کی وہ آیتیں رکھدیں جو حضور ﷺ کی شان والا شان کو ظاہر کرنے والی تھیں اس کے بعد کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس فصیح و بلیغ جامع مانع حق کلام کو ہم کسی عجمی پر نازل فرماتے پھر تو کوئی شک ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ ہمارا کلام ہے مگر مشرکین قریش اپنے کفر اور اپنی سرکشی میں اتنے بڑھ گئے ہیں کہ اس وقت بھی وہ ایمان نہ لاتے۔

جیسے فرمان ہے کہ اگر آسمان کا دروازہ بھی ان کے لئے کھول دیا جاتا اور یہ خود چڑھ جاتے تب بھی یہی کہتے کہ ہمیں نشہ پلا دیا گیا ہے ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہے اور آیت میں ہے کہ اگر ان کے پاس فرشتے آ جاتے اور مردے بول اٹھتے تب بھی انہیں ایمان نصیب نہ ہوتا ان پر عذاب کا کلمہ ثابت ہو چکا ہدایت کی راہ ماری گئی۔

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِىْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٢٠١﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿٢٠٣﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٢٠٤﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٢٠٦﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿٢٠٧﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿٢٠٨﴾ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٠٩﴾

اسی طرح ہم نے گنہگاروں کے دلوں میں اس انکار کو لا رکھا ہے ۔ وہ جب تک دردناک عذابوں کا ملاحظہ نہ کر لیں ایمان نہ لائیں گے پس وہ عذاب تو ان کو ناگہاں آ جائے گا انہیں اس کا شعور بھی نہ ہوگا اس وقت کہیں گے کہ کیا ہمیں کچھ مہلت دی جائے گی؟ کیا یہ ہمارے عذابوں کی جلدی مچا رہے ہیں؟ اچھا یہ بھی بتلاؤ کہ اگر ہم نے انہیں کئی سال بھی فائدہ اٹھانے دیا پھر انہیں وہ عذاب آ لگا جن سے یہ دھمکائے جاتے تھے ۔ تو جو کچھ بھی یہ برتتے رہے اس میں سے کچھ بھی انہیں فائدہ نہ پہنچا سکے گا ہم نے تو جس بستی کو ہلاک کیا ہے اسی حال میں کہ اسکے ڈرانے والے تھے نصیحت کرنے کے لئے ہم ظلم کرنے والے نہیں ہیں ۔

عذاب اتمام حجت کے بعد آتا ہے: تکذیب وکفر انکار عدم تسلیم کو ان مجرموں کے دل میں بٹھا دیا ہے یہ جب تک عذاب اپنی آنکھوں نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے ۔ اس وقت اگر ایمان لائے بھی تو محض بے سود ہوگا لعنت پڑ چکی ہوگی برائی مل چکی ہوگی نہ پچھتانا کام آئے نہ معذرت نفع دے عذاب الٰہی آئیں گے اور اچانک دفعتہً ان کی بے خبری میں ہی آ جائیں گے اس وقت کی ان کی تمنائیں کہ اگر ذرا سی بھی مہلت پائیں تو نیک بن جائیں بے سود ہوں گی ایک انہی پر کیا موقوف ہے ہر ظالم فاجر فاسق کافر بدکار عذاب کو دیکھتے ہی سیدھا ہو جاتا ہے تو بہ تلا کرتا ہے مگر سب لاحاصل ۔ فرعون ہی کو دیکھیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے لئے بددعا کی جو قبول ہوئی ۔ عذابوں کو دیکھ کر ڈوبتے ہوئے کہنے لگا کہ اب میں مسلمان ہوتا ہوں لیکن جواب ملا کہ یہ ایمان بے سود ہے ۔ اسی طرح اور آیتوں میں ہے کہ ہمارے عذابوں کو دیکھ کر ایمان کا اقرار کیا! پھر ان کی ایک اور بدبختی بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنے نبیوں سے کہتے تھے اگر سچے ہو تو عذاب الٰہی لاؤ اگرچہ ہم انہیں مہلت دیں اور کچھ دنوں تک کچھ مدت تک انہیں عذابوں سے بچائے رکھیں پھر ان کے پاس ہمارے مقرر عذاب آ جائیں تو ان کا حال ان کی نعمتیں ان کی جاہ وحشم غرض کوئی چیز انہیں ذرا سا بھی فائدہ نہیں دے سکتی اس وقت تو یہی معلوم ہوگا کہ شاید ایک صبح یا ایک شام ہی دنیا میں رہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿یَوَدُّ اَحَدُهُمْ﴾ ان میں سے ایک ایک کی چاہت ہے کہ وہ ہزار ہزار سال جئے لیکن اتنی عمر بھی اللہ کے عذابوں سے ہٹا نہیں سکتی یہاں بھی فرمایا کہ ان کے اسباب انہیں کچھ کام نہ آئیں گے اس کے اوندھے گرنے کے وقت اس کی تمام طاقتیں اور اسباب یونہی رکھے کے رکھے رہ جائیں گے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ کافر کو قیامت کے دن لایا جائے گا پھر آگ میں ایک غوطہ دلوا کر پوچھا جائے گا کہ تو نے کبھی راحت بھی اٹھائی ہے؟ تو کہے گا کہ اللہ کی قسم میں نے کبھی کوئی راحت نہیں دیکھی اور ایک اس شخص کو لایا جائے گا جس نے پوری عمر واقعی کوئی راحت چکھی ہی نہ ہو اسے جنت کی ہوا کھلا کر لایا جائے گا اور سوال ہوگا کہ کیا تو نے عمر بھر میں کبھی کوئی برائی دیکھی ہے تو وہ کہے گا اے اللہ تیری ذات پاک کی قسم میں نے کبھی کوئی زحمت نہیں اٹھائی ۔ حضرت عمر بن خطابؓ عموماً یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ جب تو اپنی مراد کو پہنچ گیا تو گویا تو نے کسی تکلیف کا نام بھی نہیں سنا اللہ عزوجل اس کے بعد اپنے عدل کی خبر دیتا ہے کہ کبھی اس نے ختم حجت سے پہلے کسی امت کو ختم نہیں کیا رسولوں کو بھیجتا ہے کتابیں اتارتا ہے خبریں دیتا ہے ہوشیار کرتا ہے پھر نہ ماننے والوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں پس فرمایا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ انبیاء کے بھیجنے سے پہلے ہی ہم نے کسی امت پر عذاب بھیج دیئے ہوں ۔ ڈرانے والے بھیج کر نصیحت کر کے عذر ہٹا کر پھر نہ ماننے پر عذاب ہوتا ہے جیسے فرمایا تیرا رب کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان کی بستیوں کی صدر بستی میں کسی رسول کو نہ بھیج دے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ سنائے ۔

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾

اس قرآن کو شیطان نہیں لائے نہ وہ اس کے قابل ہیں نہ انہیں اس کی طاقت ہے بلکہ وہ تو سننے سے بھی محروم کر دیئے گئے ہیں۔

قرآن نور ہدایت ہے: یہ کتاب عزیز جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا جو حکیم وحمید اللہ کی طرف سے اتری ہے جسے روح الامین جو قوت وطاقت والے ہیں لیکر آئے ہیں اسے شیاطین نہیں لائے پھر ان کے نہ لانے پر تین وجہیں بیان کی گئیں ایک تو یہ کہ اس کے لائق ہی نہیں ان کا کام مخلوق کو بہکانا ہے نہ کہ راہ راست پر لانا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو اس کتاب کی شان ہے ان کے سراسر خلاف ہے یہ نور ہے یہ ہدایت ہے یہ برہان ہے اور شیاطین ان تینوں چیزوں سے چڑتے ہیں وہ ظلمت کے دلدادہ وہ ضلالت کے پیروہ وہ جہالت کے شیدا ہیں پس اس کتاب میں اور ان میں تو تباین اور اختلاف ہے کہاں وہ کہاں یہ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ جہاں اس کے اہل نہیں ان میں اس کے اٹھانے اور لانے کی طاقت بھی نہیں یہ تو وہ ذی عزت اور مرتبے والا کلام ہے کہ اگر کسی بڑے سے بڑے پہاڑ پر اترے تو اسے چکنا چور کر دے۔ پھر تیسری وجہ بیان فرمائی کہ وہ تو اس کے نزول کے وقت ہٹا دیئے گئے تھے انہیں تو سننا بھی نہیں ملا تمام آسمان پر سخت پہرہ چوکی تھی یہ سننے کے لئے چڑھتے تھے تو ان پر آگ برسائی جاتی تھی اس کا ایک حرف سن لینا بھی ان کی طاقت سے باہر تھا تا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام محفوظ طریقہ پر اس کے نبی ﷺ کو پہنچے اور آپ کی وساطت سے مخلوق اللہ کو پہنچے۔

جیسے سورۃ جن میں خود جنات کا مقولہ بیان ہوا ہے کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے سخت پہرہ چوکی سے بھرپور پایا اور جگہ جگہ شعلے متعین پائے پہلے تو ہم بیٹھ کر اکا دکا بات اڑا لایا کرتے تھے لیکن اب تو کان لگاتے ہی شعلہ لپکتا ہے اور جلا کر بھسم کر دیتا ہے۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾

پس تو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار کہ تو بھی سزا کے قابل بن جائے اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا دے ان کے ساتھ فروتنی سے پیش آ جو بھی ایمان لانے والا ہو کر تیری تابعداری کرے اگر یہ لوگ تیری نافرمانی کریں تو تو اعلان کر دے کہ میں ان کاموں سے بیزار ہوں جو تم کر رہے ہو اپنا پورا بھروسہ غالب مہربان اللہ پر رکھ جو تجھے دیکھتا رہتا ہے جبکہ تو کھڑا ہوتا ہے۔ اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان تیرا گھومنا پھرنا بھی وہ بڑا ہی سننے والا اور خوب ہی جاننے والا ہے۔

کوہ صفا پر نبیؐ کا اعلانِ توحید: خود اپنے نبی سے خطاب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف میری ہی عبادت کر میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر جو بھی ایسا نہ کرے وہ ضرور مستحق سزا ہے۔ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہوشیار کر دے کہ بجز ایمان کے کوئی چیز نجات دہندہ نہیں پھر حکم دیتا ہے کہ موحد متبع سنت لوگوں سے فروتنی کے ساتھ ملتا جلتا رہ اور جو بھی میری نہ مانے خواہ کوئی ہو تو اس سے بے تعلق ہو جا اور اپنی بیزاری کا اظہار کر دے یہ خاص طور کی خاص لوگوں کی تنبیہ عام لوگوں کی تنبیہ کے منافی نہیں کیونکہ یہ اس کا جز ہے اور جگہ ارشاد ہے تو اس قوم کو ڈرا دے جن کے بڑے بھی

ڈرائے نہیں گئے اور جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور آیت میں ہے ﴿لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ تاکہ تو مکہ والوں کو اور اس کے اردگرد والوں کو سب کو ڈرا دے۔ اور آیت میں ہے تو اس سے ہوشیار کردے جو اپنے رب کے پاس جمع ہونے سے خوفزدہ ہو رہے ہیں۔ دیگر آیت میں ارشاد فرمایا کہ تو اس سے پرہیزگاروں کو خوشخبری سنا دے اور سرکشوں کو ڈرا دے اور آیت میں فرمایا ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ تاکہ میں اسی قرآن کے ساتھ تمہیں اور جسے بھی یہ پہنچے ڈرا دوں اور فرمان ہے کہ اس کے ساتھ ان تمام فرقوں میں سے جو بھی کفر کرے اس کی سزا جہنم ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت میں سے جس کے کان میں میری شہرت پڑ جائے خواہ یہودی ہو یا نصرانی پھر وہ مجھ پر ایمان نہ لائے تو ضرور وہ جہنم میں جائے گا اس آیت کی تفسیر میں بہت سی حدیثیں ہیں انہیں سن لیجئے۔ (1) مسند احمد میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری تو آنحضرت ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور یا صباحاہ کر کے آواز دی لوگ جمع ہو گئے جو نہیں آسکتے تھے انہوں نے اپنے آدمی بھیج دیئے اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا اے اولاد عبدالمطلب اے اولاد فہر! بتلاؤ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کی پشت پر تمہارے دشمن کا لشکر پڑا ہوا ہے گھات میں ہے موقعہ پاتے ہی تم سب کو قتل کر ڈالے گا تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہاں ہم آپ کو سچا ہی سمجھیں گے اب آپ ﷺ نے فرمایا سن لو میں تمہیں آنے والے سخت عذابوں سے ڈرانے والا ہوں اس پر ابولہب ملعون نے کہا تو ہلاک ہو جائے یہی سنانے کے لئے تو نے ہمیں بلایا تھا اس کے جواب میں سورۃ تبت یدا اتری (بخاری و مسلم وغیرہ) (2) مسند احمد میں ہے کہ اس آیت کے اترتے ہی اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے اے فاطمہ بنت محمد اے صفیہ بنت عبدالمطلب سنو میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں کچھ کام نہیں آسکتا۔ ہاں میرے پاس جو مال ہو جتنا تم چاہو میں دینے کے لئے تیار ہوں۔ (مسلم) (3) ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے اترتے ہی حضور ﷺ نے قریشیوں کو بلایا اور انہیں ایک ایک کر کے اور عام طور پر خطاب کر کے فرمایا کہ اے قریشیو! اپنی جانیں جہنم سے بچالو۔ اے کعب کے خاندان والو! اپنی جانیں آگ سے بچالو اے ہاشم کی اولاد کے لوگو! اپنے تئیں اللہ کے عذابوں سے چھڑالو اے عبدالمطلب کے لڑکو! اللہ کے عذابوں سے بچنے کی کوشش کرو اے فاطمہ بنت محمد! اپنی جان کو دوزخ سے بچالے میں اللہ کے ہاں کی کسی چیز کا مالک نہیں بیشک تمہاری قرابت داری ہے جس کے دنیوی حقوق میں ہر طرح ادا کرنے کو تیار ہوں (مسلم وغیرہ) بخاری میں بھی قدرے الفاظ کی تبدیلی سے یہ حدیث مروی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہؓ اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے یہ بھی فرمایا کہ میرے مال میں سے جو چاہو طلب کر لو۔ ابویعلی میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے قصی کی اے ہاشم کی اے عبدمناف کی اولاد! یاد رکھو میں ڈرانے والا ہوں اور موت بدل دینے والی ہے اس کا چھاپہ آرہا ہے اور قیامت وعدہ گاہ ہے۔ (4) مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ پر یہ آیت اتری تو آپ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے جس کی چوٹی پر پتھر تھے وہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے فرمایا اے بنی عبدمناف میں تو صرف ہوشیار کر دینے والا ہوں میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے دشمن کو دیکھا اور دوڑ کر اپنے والوں کو ہوشیار کرنے کے لئے آیا تاکہ وہ بچاؤ کر لیں دور سے ہی اس نے غل مچانا شروع کر دیا کہ پہلے ہی خبردار ہو جائیں (مسلم نسائی وغیرہ۔) (5) (حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت ﷺ نے اپنے اہل بیت کو جمع کیا یہ تیس شخص تھے جب یہ کھا پی چکے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کون ہے جو میرا قرض اپنے ذمے لے اور میرے بعد میرے وعدے پورے کرے وہ جنت میں بھی میرا ساتھی اور میرے اہل میں میرا خلیفہ ہوگا تو ایک شخص نے کہا کہ آپ ﷺ تو ایک سمندر ہیں آپ کے ساتھ کون کھڑا ہو سکتا ہے؟ تین دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا لیکن کوئی تیار نہ ہوا تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کے لئے تیار ہوں (مسند احمد) ایک اور سند سے اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بنو عبدالمطلب کو جمع کیا یہ ایک جماعت تھی اور بڑے کھاؤ تھے ایک ایک شخص ایک ایک بکری کا بچہ کھا جاتا تھا ایک بڑا بدھنا دودھ کا پی جاتا تھا آپ ﷺ نے ان سب کے کھانے کے لئے صرف تین پاؤ کے قریب کھانا پکوایا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی میں اتنی برکت دی کہ سب پیٹ بھر کر کھا چکے اور خوب آسودہ ہو کر پی چکے لیکن نہ تو کھانے میں کمی نظر آتی تھی نہ پینے کی چیز گھٹی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے اولاد عبدالمطلب میں

تمہاری طرف خصوصاً اور تمام لوگوں کی طرف عامۃً نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اس وقت تم ایک معجزہ بھی میرا دیکھ چکے ہو۔ اب تم میں سے کون تیار ہے کہ مجھ سے بیعت کرے وہ میرا بھائی اور میرا ساتھی ہوگا لیکن ایک شخص بھی مجمع سے کھڑا نہ ہوا سوا میرے اور میں اس وقت عمر کے لحاظ سے ان سب سے چھوٹا تھا آپ ﷺ نے فرمایا تو بیٹھ جاؤ تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا اور تینوں مرتبہ بجز میرے اور کوئی کھڑا نہ ہوا تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے میری بیعت لی۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ دلائل النبوت میں لائے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں اپنی قوم کے سامنے ابھی ہی اسے پیش کروںگا تو وہ نہ مانیں گے اور ایسا جواب دیں گے جو مجھ پر گراں گزرے پس آپ ﷺ خاموش ہوگئے اتنے میں حضرت جبرئیل آئے اور فرمانے لگے حضرت! اگر آپ ﷺ نے تعمیل ارشاد میں تاخیر کی تو ڈر ہے کہ آپ کو سزا ہوگی اسی وقت آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں میں نے یہ خیال کر کے کہ اگر پہلے ہی سے ان سے کہا گیا تو یہ مجھے ایسا جواب دیں گے جس سے مجھے ایذا پہنچے میں خاموش رہا لیکن حضرت جبریل آئے اور کہا کہ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تجھے عذاب ہوگا تو اب اے علی! تم ایک بکری ذبح کر کے گوشت پکالو اور کوئی تین سیر اناج بھی تیار کرلو اور ایک بڑا دودھ کا بھی بھرلو اور اولاد عبدالمطلب کو بھی جمع کرلو میں نے ایسا ہی کیا اور سب کو دعوت دی چالیس آدمی جمع ہوئے یا ایک آدھ کم یا ایک آدھ زیادہ ہو ان میں آپ ﷺ کے چچا بھی تھے ابو طالب، حمزہ، عباسؓ اور ابو لہب کافر خبیث، میں نے سالن پیش کیا تو آپ نے اس میں سے ایک بوٹی لے کر کچھ کھائی پھر اسے ہنڈیا میں ڈال دی اور فرمایا لو اللہ کا نام لو اور کھانا شروع کرو سب نے کھانا شروع کیا یہاں تک کہ پیٹ بھر گئے لیکن اللہ کی قسم گوشت اتنا ہی تھا جتنا رکھتے وقت رکھا تھا صرف انکی انگلیوں کے نشانات تو تھے مگر گوشت کچھ بھی نہ گھٹا تھا حالانکہ ان میں سے ایک ایک اتنا گوشت کھا لیتا تھا پھر مجھ سے فرمایا اے علی! انہیں دودھ پلاؤ میں وہ بڑا لایا سب نے باری باری شکم سیر ہو کر پیا اور خوب آسودہ ہوگئے لیکن دودھ بالکل کم نہ ہوا حالانکہ ان میں سے ایک ایک اتنا دودھ پی لیا کرتا تھا اب حضور اکرم ﷺ نے کچھ فرمانا چاہا لیکن ابولہب جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا لو صاحب اب معلوم ہوا کہ یہ تمام جادوگری محض سلئے تھی چنانچہ مجمع اسی وقت کھڑا ہوگیا اور ہر ایک اپنی راہ لگ گیا اور حضور ﷺ کو نصیحت وتبلیغ کا موقع نہ ملا دوسرے روز آپ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا آج پھر اسی طرح ان سب کی دعوت کرو کیونکہ کل اس نے مجھے کہنے کا وقت ہی نہیں دیا میں نے پھر اسی طرح کا انتظام کیا سب کو دعوت دی آئے کھایا پیا پھر کل کی طرح آج بھی ابولہب نے کھڑے ہو کر وہی بات کہی اور اسی طرح تتر بتر ہوگئے۔ تیسرے دن پھر حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے یہی فرمایا۔ آج جب سب کھا پی چکے تو حضور ﷺ نے جلدی سے اپنی گفتگو شروع کردی اور فرمایا اے بنو عبدالطلب! واللہ کوئی نوجوان شخص اپنی قوم کے پاس اس سے بہتر بھلائی نہیں لایا جو میں تمہارے پاس لایا ہوں دنیا و آخرت کی بھلائی میں لایا ہوں اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اب بتلاؤ تم میں سے کون میری موافقت کرتا ہے اور کون میرا ساتھ دیتا ہے؟ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ پہلے میں تمہیں اس کی راہ کی دعوت دوں جو آج میری مان لے گا وہ میرا بھائی ہوگا اور یہ یہ درجے ملیں گے لوگ سب خاموش ہوگئے لیکن حضرت علیؓ جو اس وقت اس مجمع میں سب سے کم عمر تھے اور دکھتی آنکھوں والے اور موٹے پیٹ والے اور بھری پنڈلیوں والے تھے بول اٹھے کہ یا رسول اللہ ﷺ! اس امر میں آپ کی وزارت میں قبول کرتا ہوں آپ ﷺ نے میری گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی ہے اور ایسی ایسی فضیلتوں والا ہے تم اس کی سنو اور مانو یہ سن کر وہ سب لوگ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابو طالب سے کہنے لگے لے اب تو اپنے بچے کی سن اور مان لیکن اس کا راوی عبدالغفار بن قاسم ابو مریم متروک ہے کذاب ہے اور ہے بھی شیعہ ابن مدینی وغیرہ فرماتے ہیں یہ حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا دیگر ائمہ حدیث نے بھی اسے ضعیف لکھا ہے اور روایت میں ہے کہ اس دعوت میں صرف بکری کے ایک پاؤں کا گوشت پکا تھا اس میں یہ بھی ہے جب حضور ﷺ خطبہ دینے لگے تو انہوں نے جھٹ سے کہہ دیا کہ آج جیسا جادو تو ہم نے کبھی نہیں دیکھا اس پر آپ ﷺ خاموش ہوگئے اس میں آپ ﷺ کا خطبہ یہ ہے کہ کون ہے جو میرا قرض اپنے ذمے لے اور میرے اہل میں میرا خلیفہ بنے اس پر سب خاموش رہے اور عباسؓ بھی چپ تھے صرف اپنے مال کے بخل کی وجہ سے میں عباسؓ کو خاموش دیکھ کر خاموش ہو رہا آپ ﷺ نے دوبارہ یہی فرمایا دوبارہ بھی سب طرف خاموشی تھی اب تو مجھ

سے نہ رہا گیا اور میں بول پڑا میں اسوقت ان سب سے گری پڑی حالت والا چندھی آنکھوں والا بڑے پیٹ والا اور بوجھل پنڈلیوں والا تھا ان روایتوں میں جو حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ کون میرا قرض اپنے ذمے لیتا ہے اور میرے اہل کی میرے بعد حفاظت اپنے ذمے لیتا ہے اس سے مطلب آپ کا یہ تھا کہ میں جب اس تبلیغ دین کو پھیلاؤں گا اور لوگوں کو اللہ کی توحید کی طرف بلاؤں گا تو سب کے سب میرے دشمن ہو جائیں گے اور مجھے قتل کریں گے یہی کھٹکا آپ ﷺ کو لگا رہا یہاں تک کہ یہ آیت اتری ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کی ایذا رسانی سے بچالے گا اسوقت آپ ﷺ بے خطر ہو گئے اس سے پہلے آپ ﷺ اپنی پہرہ چوکی بھی بٹھاتے تھے لیکن اس آیت کے اترنے کے بعد وہ بھی ہٹا دی اس وقت فی الواقع تمام بنو ہاشم میں حضرت علیؓ سے زیادہ ایمان والا اور تصدیق و یقین والا کوئی نہ تھا اسی لئے آپ نے ہی حضور ﷺ کے ساتھ کا اقرار کیا اسکے بعد حضور ﷺ نے کوہ صفا پر عام دعوت دی اور لوگوں کو توحید خالص کی طرف بلایا اور اپنی نبوت کا اعلان کیا ابن عساکر میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابودرداءؓ مسجد میں بیٹھے ہوئے وعظ فرما رہے تھے فتوی دے رہے تھے مجلس کھچا کھچ بھری ہوئی تھی ہر ایک کی نگاہیں آپ کے چہرے پر تھیں اور شوق سے سن رہے تھے لیکن آپ کے لڑکے اور گھر والے آدمی آپس میں نہایت بے پرواہی سے اپنی باتوں میں مشغول تھے کسی نے حضرت ابودرداءؓ کو توجہ دلائی کہ اور سب لوگ تو دل سے آپ کی علمی باتوں میں دلچسپی لے رہے ہیں آپ کے اہل بیت اس سے بالکل بے پرواہ ہیں وہ اپنی باتوں میں نہایت بے پرواہی سے مشغول ہیں تو آپ نے جواب میں فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے دنیا سے بالکل کنارہ کشی کرنیوالے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں اور ان پر سب سے زیادہ سخت اور بھاری ان کے قرابت دار ہوتے ہیں اسی بارے میں آیت ﴿وَاَنْذِرْ﴾ سے ﴿تَعْلَمُوْنَ﴾ تک ہے پھر فرماتا ہے اپنے تمام امور میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھو وہی تمہارا حافظ و ناصر ہے وہی تمہاری تائید کرنیوالا اور تمہارے کلمے کو بلند کرنیوالا ہے اسکی نگاہیں ہر وقت تم پر ہی ہیں جیسے فرمان ہے ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا﴾ اپنے رب کے حکموں پر صبر کر تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے یہ بھی مطلب ہے کہ جب تو نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے ہم تمہارے رکوع و سجود دیکھتے ہیں کھڑے ہو یا بیٹھے یا کسی حالت میں ہو ہماری نظروں میں ہو یعنی تنہائی میں تو نماز پڑھے تو ہم دیکھتے ہیں اور جماعت سے پڑھے تو ہماری نگاہ کے سامنے ہوتا ہے یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ حالت نماز میں آپ کو جس طرح آپ کے سامنے کی چیزیں دکھاتا تھا آپ کے پیچھے کے مقتدی آپ ﷺ کی نگاہ میں رہتے تھے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے صفیں درست کرلیا کرو میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھتا رہتا ہوں۔ ابن عباسؓ یہ مطلب بھی بیان کرتے ہیں کہ نبی کی پیٹھ سے دوسرے نبی کی پیٹھ کی طرف منتقل ہونا ہم برابر دیکھتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ ﷺ بحیثیت نبوت دنیا میں آئے وہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتیں خوب سنتا ہے انکی حرکات و سکنات کو خوب جانتا ہے جیسے فرمایا ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ﴾ تو جس حالت میں ہو تو جو قرآن پڑھے تم جو عمل کرو اس پر ہم شاہد ہیں۔

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَالشُّعَرَاۤءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

ع ۱۱ / ۱۵

کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں اچٹتی ہوئی سنی سنائی پہنچا دیتے ہیں اور ان میں کے اکثر جھوٹے ہیں شاعروں کی پیروی وہی کرتے ہیں جو بہکے ہوئے ہوں کیا تو نے نہیں دیکھا کہ شاعر ایک ایک جنگل میں سر ٹکراتے پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں

سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اپنی مظلومی کے بعد انتقام لیا۔ جنہوں نے ظلم کیا ہے۔ وہ بھی ابھی جان لیں گے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں۔

قرآن کسی کاہن شاعر یا شیطان کا قول ہرگز نہیں بلکہ؟: مشرکین کہا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کا لایا ہوا یہ قرآن برحق نہیں اس نے اسے خود گھڑ لیا ہے یا اس کے پاس جنوں کا سردار آتا ہے جو اسے یہ سکھا جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس اعتراض سے پاک کیا اور ثابت کیا کہ آپ ﷺ جس قرآن کو لائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اسی کا اتارا ہوا ہے بزرگ امین طاقتور فرشتہ اسے لایا ہے یہ کسی شیطان یا جن کی طرف نہیں شیاطین تو تعلیم قرآن سے چڑتے ہیں اس کی تعلیم تو ان کے یکسر خلاف ہے انہیں کیا پڑی کہ ایسا پاکیزہ اور راہ راست پر لگانے والا قرآن وہ لائیں اور لوگوں کو نیک راہ بتلائیں وہ تو اپنے جیسے انسانی شیطانوں کے پاس آتے ہیں جو پیٹ بھر کر جھوٹ بولنے والے ہوں بدکردار اور گنہگار ہوں ایسے کاہنوں اور بدکاروں اور جھوٹے لوگوں کے پاس جنات اور شیاطین پہنچتے ہیں کیونکہ وہ بھی جھوٹے اور بداعمال ہیں اچٹتی ہوئی کوئی ایک آدھ بات سنی سنائی پہنچاتے ہیں اور وہ ایک جو آسمان سے چھپے چھپائے سن لی تھی اس میں ملا کر کاہنوں کے کان میں ڈال دی انہوں اپنی طرف سے پھر بہت سے حاشئے چڑھا کر لوگوں میں ڈینگیں لیں بس اب ایک سچی بات تو سچی نکلی لیکن لوگوں نے ان کی اور سو جھوٹی باتیں بھی سچی مان لیں اور تباہ ہوئے بخاری میں ہے کہ لوگوں نے کاہنوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ کوئی چیز نہیں ہیں لوگوں نے کہا حضور ﷺ کبھی کبھی تو ان کی کوئی بات کھری بھی نکل آتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ وہی بات ہوتی ہے جو جنات آسمان سے اڑا لاتے ہیں اور ان کے کان میں کہہ کر جاتے ہیں پھر اس کے ساتھ سو جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر کہہ دیتے ہیں صحیح بخاری کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ آسمان پر کرتا ہے تو فرشتے باادب اپنے پر جھکا دیتے ہیں۔ ایسی آواز آتی ہے جیسے کسی چٹان پر زنجیر بجائی جاتی ہو جب وہ گھبراہٹ ان کے دلوں سے دور ہو جاتی ہے تو آپس میں دریافت کرتے ہیں کہ رب کا کیا حکم صادر ہوا؟ دوسرے جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ عالی شان اور بہت بڑی کبریائی والا ہے کبھی کبھی امر الٰہی چوری چھپے سننے والے کسی جن کے کان میں بھی پڑ جاتا ہے جو اس طرح ایک پر ایک ہو کر وہاں تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں راوی حدیث حضرت سفیان نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں پھیلا کر اس پر دوسرا ہاتھ اسی طرح رکھ کر انہیں ملا کر بتلایا کہ اس طرح اب اوپر والا نیچے والے کو اور وہ اپنے سے نیچے والے کو وہ بات بتلا دیتا ہے یہاں تک کہ جادوگر اور کاہن کو وہ پہنچا دیتے ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بات پہنچا ئیں اس سے پہلے شعلہ پہنچ جاتا ہے اور کبھی اس سے پہلے ہی وہ پہنچا دیتے ہیں اس میں کاہن جادوگر اپنے سو جھوٹ ملا کر مشہور کرتا ہے چونکہ وہ ایک بات سچی نکلتی ہے لوگ سب کو ہی سچا سمجھنے لگتے ہیں ان تمام احادیث کا بیان آیت ﴿حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ﴾ کی تفسیر میں آئیگا انشاء اللہ۔ بخاری کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ فرشتے آسمانی امر کی بات چیت بادلوں پر کرتے ہیں جسے شیطان سن کی کاہنوں کو پہنچاتے ہیں اور وہ ایک سچ میں سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ کافر شاعروں کی تابعداری گمراہ لوگ کرتے ہیں عرب کے شاعروں کا دستور تھا کسی کی مذمت اور ہجو میں کچھ کہہ ڈالتے تھے لوگوں کی ایک جماعت ان کے ساتھ ہو جاتی تھی اور اس کے ہاں میں ہاں ملانے لگتی تھی رسول ﷺ صحابہؓ کی ایک جماعت کے ساتھ عرج میں جا رہے تھے جو ایک شاعر شعر خوانی کرتا ہوا ملا آپ ﷺ نے فرمایا اس شیطان کو پکڑ لو یا فرمایا روک لو تم میں سے کوئی شخص خون اور پیپ سے اپنا پیٹ بھر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعروں سے اپنا پیٹ بھر لے۔ انہیں جنگل کی ٹھوکریں کھاتے کس نے نہیں دیکھا ہر لغو میں یہ گھس جاتے ہیں کلام کے ہر فن میں بولتے ہیں کبھی کسی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں کبھی کسی کی مذمت میں آسمان زمین سر پر اٹھاتے ہیں جھوٹی تعریفیں خوشامدانہ باتیں جھوٹی برائیاں گھڑی ہوئی بدیاں ان کے حصے میں آئی ہیں زبان کے بھانڈے ہوتے ہیں لیکن کام کے کاہل ایک انصاری اور ایک دوسری قوم کے شخص نے مقابلتہً ہجو کی جس میں دونوں کی قوم کے بڑے بڑے لوگ بھی ان کے ساتھی ہو گئے پس اس آیت میں یہی ہے کہ ان کا ساتھ دینے والے گمراہ لوگ وہ وہ باتیں بکا کرتے ہیں جو کبھی کسی نہ ہوں اسی لئے علماء نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ اگر کسی شاعر نے اپنے

شعر میں کسی ایسے گناہ کا اقرار کیا ہو جس پر حد شرع واجب ہوتی ہو تو آیا وہ حد اس پر جاری کی جائیگی یا نہیں؟ دونوں طرف علماء گئے ہیں واقعی وہ فخر و غرور کے ساتھ ایسی باتیں بک دیتے ہیں کہ میں نے یہ کیا اور یہ کیا حالانکہ نہ کچھ کیا ہو نہ کر سکتے ہوں امیر المومنین حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں حضرت نعمان بن عدی بن نصلہ کو بصرے کے شہر میں کہا کہ کیا حسینوں کو یہ اطلاع نہیں ہوئی کہ ان کا محبوب میسان میں ہے جہاں ہر وقت شیشے کے گلاسوں سے دور شراب چل رہا ہے اور گاؤں کی بھولی لڑکیوں کے گانے اور ان کے رقص و سرود مہیا ہیں ہاں اگر میرے کسی دوست سے ہو سکے تو اس سے بڑے اور بھرے ہوئے جام مجھے پلائے لیکن ان سے چھوٹے جام مجھے سخت ناپسند ہیں اللہ کرے امیر المومنینؓ کو یہ خبر نہ پہنچے ورنہ وہ برا مانیں گے اور سزا دیں گے یہ اشعار سچ مچ حضرت امیر المومنینؓ تک پہنچے آپ سخت ناراض ہوئے اور اسی وقت آدمی بھیجا کہ میں نے تجھے تیرے عہدے سے معزول کیا اور آپ نے ایک خط بھیجا جس میں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ کے بعد ﴿حٰمٓ﴾ کی تین آیتیں ﴿اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ تک لکھ کر پھر تحریر فرمایا کہ تیرے اشعار میں نے سنے مجھے سخت رنج ہوا۔ میں تجھے تیرے عہدے سے معزول کرتا ہوں۔ چنانچہ اس خط کو پڑھتے ہی حضرت نعمانؓ دربار خلافت میں حاضر ہوئے اور باادب عرض کی کہ امیر المومنین! واللہ نہ میں نے کبھی شراب پی نہ ناچ رنگ اور گانا بجانا دیکھا سنا یہ تو صرف شاعرانہ ترنگ تھی۔ آپ نے فرمایا یہی میرا خیال ہے کہ لیکن میری ہمت تو نہیں پڑتی کہ ایسے فحش گو شاعر کو کوئی عہدہ دوں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک بھی شاعر اپنے شعروں میں کسی جرم کے اعلان پر گو وہ قابل حد ہو مارا نہ جائے گا اس لئے کہ وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ ہاں وہ قابل ملامت اور لائق سرزنش ضرور ہیں۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ پیٹ کو لہو پیپ سے بھر لینا اشعار سے بھر لینے سے بہتر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نہ تو شاعر ہیں نہ ساحر ہیں نہ کاہن ہیں نہ مفتری ہیں آپ کا ظاہری حال ہی آپ کی ان عیوب سے برارت کا بہت بڑا عادل گواہ ہے جیسے فرمان ہے کہ نہ تو ہم نے انہیں شعر گوئی سکھائی ہے نہ یہ اس کے لائق ہے یہ تو صرف نصیحت ہے اور قرآن مبین میں ہے اور آیت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ کا قول ہے کسی شاعر کا نہیں تم میں ایمان کی کمی ہے۔ یہ کسی کاہن کا قول نہیں۔ تم میں نصیحت ماننے کا مادہ کم ہے یہ تو رب العالمین کی اتاری ہوئی کتاب ہے۔ اس سورۃ میں بھی یہی فرمایا گیا کہ یہ رب العالمین کی طرف سے اتری ہے روح الامین نے تیرے دل پر نازل فرمائی ہے۔ عربی زبان میں ہے اس لئے کہ تو لوگوں کو ہوشیار کر دے اسے شیاطین لے کر نہیں آتے نہ یہ ان کے لائق ہے نہ ان کے بس کی بات ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی الگ کر دیئے گئے ہیں۔ جو جھوٹے مفتری اور بدکردار ہوتے ہیں ان کے پاس شیاطین آتے ہیں جو اچٹتی ہوئی باتیں سن سنا کر ان کے کانوں میں گز گزا جاتے ہیں۔ محض جھوٹ بولنے والے خود ہوتے ہیں شاعروں کی پشت پناہی اوباشوں کا کام ہے وہ تو ہر وادی میں سرگرداں رہتے ہیں زبانی باتیں بناتے ہیں عمل سے کورے رہتے ہیں اس کے بعد جو فرمان ہے اس کا شان نزول یہ ہے کہ اس سے اگلی آیت جس میں شاعروں کی مذمت ہے جب اتری تو دربار رسول ﷺ کے شعراء حضرت حسان بن ثابتؓ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور کعب بن مالکؓ روتے ہوئے دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ! شاعروں کی تو یہ گت بنی اور ہم بھی شاعر ہیں۔ اسی وقت آپ ﷺ نے یہ دوسری آیت تلاوت فرمائی کہ ایمان والے اور نیک عمل کرنے والے تم ہو ذکر اللہ بکثرت کرنے والے تم ہو مظلوم ہو کر بدلہ نہ لینے والے تم ہو پس تم ان سے مستثنیٰ ہو (ابن ابی حاتم وغیرہ)۔

ایک روایت میں حضرت کعبؓ کا نام نہیں۔ ایک روایت میں صرف حضرت عبداللہؓ کی اس شکایت پر کہ یارسول اللہ ﷺ! شاعر تو میں بھی ہوں اس دوسری آیت کا نازل ہونا مروی ہے لیکن ہے یہ قابل نظر۔ اس لئے کہ یہ سورۃ مکیہ ہے شعراء انصار مکہ میں نہ تھے وہ سب مدینہ میں تھے پھر ان کے بارے میں اس آیت کا نازل ہونا یقیناً محل غور ہوگا اور جو حدیثیں بیان ہوئیں وہ مرسل ہیں اس وجہ سے اعتماد نہیں ہو سکتا ہے یہ آیت بے شک استثناء کے بارے میں ہے اور صرف یہی انصاری شعراء رضی اللہ عنہم ہی نہیں بلکہ اگر کسی شاعر نے اپنی جاہلیت کے زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بھی اشعار کہے ہوں اور پھر وہ مسلمان ہو جائے توبہ کر لے اور اس کے مقابلہ میں ذکر اللہ بکثرت کرے وہ بے شک

اس برائی سے الگ ہے۔ حسنات سیئات کو دور کر دیتی ہیں جب کہ اس نے مسلمانوں کو اور دین اللہ کو برا کہا تھا وہ برا تھا لیکن جب اس نے مدح کی وہ برائی اچھائی سے بدل گئی۔ جیسے حضرت عبداللہ بن الزبعری ؓ نے اسلام سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی ہجو بیان کی تھی لیکن اسلام کے بعد بڑی مدح بیان کی اور اپنے اشعار میں اس ہجو کا عذر بھی بیان کیا کہ اس وقت میں شیطانی پنجہ میں پھنسا ہوا تھا۔ اسی طرح ابوسفیان بن حارث باوجود آپ ﷺ کا چچازاد بھائی ہونے کے آپ ﷺ کا جانی دشمن تھا اور بہت ہی ہجو کیا کرتا تھا جب مسلمان ہو گئے تو ایسے مسلمان ہوئے کہ دنیا بھر میں حضور اکرم ﷺ سے زیادہ محبوب انہیں کوئی نہ تھا۔ اکثر آپ ﷺ مدح کیا کرتے تھے اور بہت ہی عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ صحیح مسلم میں ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ ابوسفیان صخر بن حرب جب مسلمان ہوئے تو حضور اکرم ﷺ سے کہا مجھے تین چیزیں عطا فرمائیے ایک تو یہ کہ میرے لڑکے معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے۔ دوسرے مجھے کافروں سے جہاد کے لیے بھیجئے اور میرے ساتھ کوئی لشکر کر دیجئے تاکہ جس طرح کفر میں مسلمانوں سے لڑا کرتا تھا اب اسلام میں کافروں کی خبر لوں آپ ﷺ نے دونوں باتیں قبول فرمالیں ایک تیسری درخواست بھی قبول کی گئی۔ پس ایسے لوگ اس آیت کے حکم سے اس دوسری آیت سے الگ کر لئے گئے ذکر اللہ خواہ وہ اپنے شعروں میں بکثرت کریں خواہ اور طرح اپنے کلام میں یقیناً وہ اگلے گناہوں کا بدلہ اور کفارہ ہے۔ اپنی مظلومی کا بدلہ لیتے ہیں یعنی کافروں کی ہجو کا جواب دیتے ہیں۔ خود حضور اکرم ﷺ نے حضرت حسان ؓ سے فرمایا تھا ان کفار کی ہجو کرو جبرئیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔ حضرت کعب بن مالک ؓ شاعر نے جب شعراء کی برائی قرآن میں سنی تو حضور اکرم سے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم ان میں نہیں ہو۔ مومن تو جس طرح اپنی جان سے جہاد کرتا ہے اپنی زبان سے بھی جہاد کرتا ہے۔ واللہ تم لوگوں کے اشعار تو انہیں مجاہدین کے تیروں کی طرح چھید ڈالتے ہیں۔ پھر فرمایا ظالموں کو اپنا انجام بھی معلوم ہو جائے گا۔ انہیں عذر معذرت بھی کچھ کام نہ آئے گی۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ظلم سے بچو اس سے میدان قیامت میں اندھیروں میں رہ جاؤ گے۔ آیت عام ہے خواہ شاعر ہوں خواہ غیر شاعر سب کو شامل ہے۔

حضرت حسن ؒ نے ایک نصرانی کے جنازے کو جاتے ہوئے دیکھ کر یہی آیت تلاوت فرمائی تھی۔ آپ جب اس آیت کی تلاوت کرتے تو اس قدر روتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ روم میں جب حضرت فضالہ بن عبید ؓ تشریف لے گئے اس وقت ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے۔ جب انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا اس سے مراد بیت اللہ کی بربادی کرنے والے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اہل مکہ ہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ مراد مشرکین۔ حقیقت یہ ہے کہ آیت عام ہے سب کو شامل ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اپنے انتقال کے وقت اپنی وصیت صرف دو سطروں میں لکھی جو یہ تھی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ ہے وصیت ابوبکر بن ابی قحافہ کی اس وقت کی جب کہ وہ دنیا چھوڑ رہے تھے۔ جس وقت کافر بھی مومن ہو جاتا ہے اور فاجر بھی توبہ کر لیتا ہے اور کاذب کو بھی سچا سمجھا جاتا ہے میں تم پر اپنا خلیفہ عمر بن خطاب کو بنا رہا ہوں اگر وہ عدل کرے تو بہت اچھا اور میرا اپنا گمان بھی ان کے ساتھ یہی ہے اور اگر وہ ظلم کرے اور کوئی تبدیلی کرے تو میں غیب نہیں جانتا ظالموں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس لوٹنے کی جگہ وہ لوٹتے ہیں۔

الحمد للہ سورۂ شعراء کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ نمل

سُورَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَفِيْهَا سَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ① هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ② الَّذِيْنَ

يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ③ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ④ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ⑤ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ⑥

یہ آیتیں ہیں قرآن کی یعنی واضح اور روشن کتاب کی ہدایت اور خوشخبری ایمان والوں کے لئے جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں جو لوگ قیامت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے انہیں ان کے کرتوت زینت دار کر دکھائے ہیں پس وہ بھٹکتے پھرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کے لئے بڑی مار ہے اور آخرت میں بھی وہ سخت نقصان یافتہ ہیں بے شک تجھے رب حکیم وعلیم کی طرف سے قرآن سکھایا جا رہا ہے۔

حروف مقطعہ جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان پر پوری طرح بحث سورۂ بقرہ کے شروع میں ہم کر چکے ہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم جو کھلی ہوئی واضح روشن اور ظاہر کتاب ہے یہ اس کی آیتیں ہیں جو مومنوں کے لئے ہدایت وبشارت کی ہیں کیونکہ وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اس کی اتباع کرتے ہیں اسے سچا جانتے ہیں اس میں جو حکم احکام ہیں ان پر عمل کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو نمازیں صحیح طور سے پڑھتے ہیں فرضوں میں کمی نہیں کرتے اسی طرح فرض زکوٰۃ کو بھی نہیں روکتے اور آخرت پر بھی کامل یقین رکھتے ہیں موت کے بعد کی زندگی اور جزا سزا کو بھی مانتے ہیں جنت دوزخ کو حق جانتے ہیں چنانچہ اور آیت میں بھی ہے کہ ایمانداروں کیلئے تو یہ قرآن ہدایت اور شفاعت ہے اور بے ایمانوں کے کان تو بہرے ہیں ان میں پھنے دیئے ہوئے ہیں۔

اس خوشخبری پرہیزگاروں کو ہے اور بدکرداروں کو اس میں ڈراوا ہے یہاں بھی فرمایا ہے کہ جو اسے جھٹلائیں اور قیامت کے آنے کو نہ مانتیں ہم بھی انہیں چھوڑ دیتے ہیں ان کی برائیاں انہیں اچھی لگنے لگتی ہیں۔ یہی وہ بڑھتے اور پھلتے پھلتے رہتے ہیں اور اپنی سرکشی اور گمراہی میں بڑھتے رہتے ہیں ان کی نگاہیں اور دل الٹ جاتے ہیں۔

انہیں دنیا اور آخرت میں بدترین سزائیں ہوں گی اور قیامت کے دن تمام اہل محشر میں سب سے زیادہ خسارے میں یہی رہیں گے بے شک آپ اے ہمارے نبی ہم سے ہی قرآن لے رہے ہیں ہم حکیم ہیں امر ونہی کی حکمت کو بخوبی جانتے ہیں علیم ہیں چھوٹے بڑے تمام کاموں سے بخوبی خبردار ہیں۔ پس قرآن کی تمام خبریں بالکل صدق وصداقت والی ہیں اور اس کے حکم احکام سب کے سب سراسر عدل وانصاف والے ہیں جیسے فرمان ہے۔ ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ⑦ فَلَمَّا جَاۗءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑧ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑨ وَاَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۣ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ⑩ ڰ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْۗءٍ فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑪ وَاَدْخِلْ

يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾

یاد ہو گا جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے میں وہاں سے یا تو کوئی خبر لے کر یا آگ کا کوئی سلگتا ہوا انگارا لے کر ابھی تمہارے پاس آ جاؤں گا تا کہ تم سینک تاپ کر لو جب وہاں پہنچے تو آواز دی گئی کہ بابرکت ہے وہ جو اس نور میں ہے اور برکت دیا گیا ہے وہ جو اس کے آس پاس ہے تمام پاکی اس معبود برحق کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ موسیٰ سن بات یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں غالب باحکمت تو اپنی لکڑی ڈال دے موسیٰ نے جب اسے ہلتی جلتی دیکھی اس طرح کہ گویا وہ بہت بڑا سانپ ہے تو منہ موڑے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پلٹ کر بھی نہ دیکھا اے موسیٰ خوف نہ کھا میرے حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے لیکن جو لوگ ظلم کریں پھر اس کے عوض نیکی کریں اس برائی کے پیچھے تو بے شک میں بخشنے والا مہربان ہوں اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال وہ سفید چمکیلا ہو کر نکلے گا بغیر کسی عیب کے تو نو نشانیاں لے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف جا یقیناً وہ بدکاروں کا گروہ ہے جب ان کے پاس آنکھیں کھول دینے والے ہمارے معجزے پہنچے تو وہ کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے انہوں نے ان کا انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے صرف ستمگری اور تکبر کی بناء پر پس دیکھ لے کہ ان فتنہ پرداز لوگوں کا انجام کیسا کچھ ہوا۔

موسیٰ علیہ السلام پر عہد نبوت: اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد دلا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کس طرح بزرگ بنایا اور ان سے کام کیا اور انہیں زبردست معجزے عطا فرمائے اور فرعون اور فرعونیوں کے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا لیکن ان کفار نے آپ کا انکار کیا اپنے کفر و تکبر سے نہ ہٹے آپ کی اتباع اور پیروی نہ کی۔ فرماتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اپنے اہل کو لے کر چلے اور راستہ بھول گئے رات آ گئی اور وہ بھی سخت اندھیرے والی تو آپ نے دیکھا کہ ایک جانب سے آگ کا شعلہ سا دکھائی دیتا ہے اپنے اہل سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہرو میں اس روشنی کے پاس جاتا ہوں کیا عجب ہے کہ وہاں ہو جو اس سے راستہ معلوم ہو جائے یا میں وہاں سے کچھ آگ لے آؤں کہ تم اس سے ذرا سینک تاپ کر لو۔ ایسا ہوا بھی کہ آپ وہاں سے ایک بڑی خبر لائے اور بہت بڑا نور حاصل کیا۔ فرماتا ہے کہ جب وہاں پہنچے اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئے دیکھتے ہیں کہ ایک سرسبز درخت ہے اس پر آگ لپٹی ہوئی ہے شعلے تیز ہو رہے ہیں اور درخت کی سرسبزی اور بڑھ رہی ہے۔ اونچی نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ نور آسمان تک پہنچا ہوا ہے فی الواقع وہ آگ نہ تھی بلکہ نور تھا۔ اور نور بھی ﴿رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ﴾ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام علیہ السلام متعجب تھے اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ یکا یک ایک آواز ہے کہ اس نور میں جو ہے وہ پاکی والا اور بزرگی والا ہے اور اس کے پاس جو فرشتے ہیں وہ بھی مقدس ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سوتا نہیں اور نہ اسے سونا لائق ہے وہ ترازو کو پست کرتا ہے اور اونچی کرتا ہے۔ رات کے کام اسی کی طرف دن سے پہلے اور دن کے کام رات سے پہلے چڑھ جاتے ہیں۔ اس کا حجاب نور ہے یا آگ ہے اور اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے چہرے کی تجلیاں ہر اس چیز کو لا دیں جس پر اس کی نگاہ پہنچ رہی ہے یعنی کل کائنات ہو۔

ابو عبیدہؒ راوی حدیث نے یہ حدیث بیان فرما کر یہی آیت تلاوت کی۔ یہ الفاظ ابن ابی حاتم کے ہیں اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے۔ پاک ہے وہ اللہ جو تمام جہان کا پالنہار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے مخلوق میں سے کوئی بھی اسکے مشابہ نہیں اس کی مصنوعات میں سے کوئی چیز اس کے احاطے میں نہیں وہ بلند و بالا ہے ساری مخلوق سے الگ ہے زمین و آسمان اسے گھیر نہیں سکتے وہ احد و صمد ہے وہ مخلوق کی مثلیت سے پاک ہے پھر خبر دی کہ خود اللہ تعالیٰ ان سے خطاب فرما رہا ہے وہی اس وقت سرگوشیاں کر رہا ہے جو سب پر غالب ہے سب اس کی ماتحت اور زیر حکم ہیں۔ وہ اپنے اقوال و افعال میں حکمت والا ہے۔ اسکے بعد جناب باری عزوجل نے حکم دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اپنی لکڑی کو اپنے ہاتھ سے زمین پر ڈال

دوتا کہ تم اپنی آنکھوں دیکھ سکو کہ اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد سنتے ہی لکڑی کو زمین پر ڈال دیا۔ اسی وقت وہ ایک پھن پھناتا ہوا سانپ بن گئی اور بہت بڑے جسم کا سانپ بڑی ڈراؤنی صورت کا اس موٹا پے پر تیز تیز چلنے والا۔ اسے جیتا جاگتا چلتا پھرتا زبردست اژدھا دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ سے ہو گئے ﴿جان﴾ کا لفظ قرآن کریم میں ہے یہ ایک قسم کے سانپ ہیں جو بہت تیزی سے حرکت کرنے والے اور کنڈلی لگانے والے ہوتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے گھروں میں رہنے والے ایسے سانپوں کے قتل سے ممانعت فرمائی ہے الغرض جناب موسیٰ علیہ السلام اسے دیکھ کر ڈرے اور دہشت کے مارے ٹھہر نہ سکے اور منہ موڑ کر پیٹھ پھیر کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے ایسے دہشت زدہ تھے کہ مڑ کر بھی نہ دیکھا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ موسیٰ ڈرو نہیں۔ میں تمہیں اپنا برگزیدہ رسول اور ذی عزت پیغمبر بنانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد استثناء منقطع ہے اس آیت میں انسان کے لئے بہت بڑی بشارت ہے کہ جس نے بھی کوئی برائی کا کام کیا ہو پھر وہ اس پر نادم ہو جائے توبہ کر لے اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جائے تو اللہ تعالیٰ ایسی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

جیسے اور آیت میں ہے ﴿وانی لغفار لمن تاب﴾ الخ۔ جو بھی توبہ کر لے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور راہ راست پر چلے میں اس کے گناہوں کا بخشنے والا ہوں۔ اور فرمان ہے ﴿ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ﴾ الخ۔ جو شخص کسی برائی کا مرتکب ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کو غفور رحیم پائے گا۔

اس مضمون کی آیتیں کلام الٰہی میں اور بھی بہت ساری ہیں۔ لکڑی کے سانپ بن جانے کے معجزے کے ساتھ ہی کلیم اللہ کو اور معجزہ دیا جاتا ہے کہ آپ جب بھی اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالیں گے تو وہ چاندی کی طرح چمکتا ہوا نکلے گا۔ یہ معجزے ان نو معجزوں میں سے ہیں جن میں سے تیری وقتاً فوقتاً تائید کرتا رہوں گا تاکہ فاسق فرعون اور اس کی فاسق قوم کے دلوں میں تیری نبوت کا ثبوت جگہ پکڑ جائے یہ نو معجزے وہ تھے جنکا ذکر آیت ﴿ولقد اتینا موسی تسع آیات بینات﴾ الخ میں ہے۔ جس کی پوری تفسیر بھی اسی آیت کے تحت میں گزر چکی ہے۔ جب یہ واضح ظاہر صاف اور کھلے معجزے فرعونیوں کو دکھائے گئے تو وہ اپنی ضد میں آکر کہنے لگے یہ تو جادو ہے ہم اپنے جادوگروں کو بلا لیتے ہیں مقابلہ کر لو۔ اس مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے حق کو غالب کیا اور یہ سب لوگ زیر ہو گئے مگر پھر بھی نہ مانے گو دلوں میں اس کی حقانیت جم چکی تھی لیکن ظاہری مقابلے سے نہ ہٹے۔ صرف ظلم اور تکبر کی بناء پر حق کو جھٹلاتے رہے اب تو دیکھ لے کہ ان مفسدوں کا انجام کس قدر حیرت ناک اور کیا کچھ عبرتناک ہوا۔ ایک ہی مرتبہ ایک ہی ساتھ سارے کے سارے دریا برد کر دیئے گئے۔ پس اے نبی آخر الزمان ﷺ کے جھٹلانے والو! تم اس نبی ﷺ کو جھٹلا کر مطمئن نہ بیٹھو کیونکہ یہ تو موسیٰ علیہ السلام سے بھی اشرف و افضل ہیں ان کی دلیلیں اور معجزے بھی انکی دلیلوں اور معجزوں سے بڑے ہیں خود آپ ایک وجود آپ کے عادات و اخلاق اور اگلی کتابوں کی اور اگلے نبیوں کی آپ کی نسبت بشارتیں ان کے اللہ کا عہد و پیمان پرسب چیزیں آپ میں ہیں پس تمہیں نہ مان کر نڈر اور بے خوف نہ رہنا چاہیئے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ

نَمۡلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا مَسٰكِنَكُمۡ ۚ لَا يَحۡطِمَنَّكُمۡ سُلَيۡمٰنُ وَجُنُوۡدُهٗ ۙ وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنۡ قَوۡلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوۡزِعۡنِىۡۤ اَنۡ اَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ الَّتِىۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰٮهُ وَاَدۡخِلۡنِىۡ بِرَحۡمَتِكَ فِىۡ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۹﴾

ہم نے یقیناً داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو علم دے رکھا تھا۔ اور دونوں نے کہا تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایماندار بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ داؤد کے وارث سلیمان ہوئے اور کہنے لگے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہم سب کچھ دیئے گئے ہیں بے شک یہ بالکل کھلا ہوا فضل الٰہی ہے۔ سلیمان کے سامنے ان کے تمام لشکر جنات اور انسان اور پرند جمع کئے گئے ہر ہر قسم الگ الگ کھڑی کر دی گئی۔ جب وہ چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں روند ڈالے۔ اس کی اس بات سے حضرت سلیمان مسکرا کر ہنس دیئے اور دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے مجھے اپنی اُمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کرلے۔

حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ پر اللہ کے احسانات: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کی خبر دے رہا ہے جو اس نے اپنے بندے حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہم السلام پر انعام فرمائی تھیں کہ کس طرح دونوں جہان کی دولت سے انہیں مالا مال فرمایا ان نعمتوں کے ساتھ ہی اپنے شکریئے کی بھی توفیق دی تھی دونوں باپ بیٹے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کی شکر گزاری کیا کرتے تھے اور اس کی تعریفیں بیان کرتے رہتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے لکھا ہے کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دے اور ان پر وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے تو اس کی حمد ان نعمتوں سے بہت افضل ہے دیکھو کتاب اللہ میں یہ نکتہ موجود ہے پھر آپ نے یہی آیت لکھ کر لکھا کہ ان دونوں پیغمبروں کو جو نعمت دی گئی تھی اس سے افضل اور نعمت کیا ہو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کا نام نہ آتا کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں۔ انبیاء کے مال کی میراث نہیں بٹتی چنانچہ سید الانبیاء علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ہم جماعت انبیاء ہیں ہمارے ورثے نہیں بٹا کرتے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ حضرت سلیمان اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد کرتے ہیں فرماتے ہیں یہ پورا ملک اور یہ زبردست طاقت کہ انسان جن پرند سب تابع فرمان ہیں، پرندوں کی زبان بھی سمجھ لیتے ہیں یہ خاص اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ جو کسی انسان پر نہیں ہوا۔ بعض جاہلوں نے کہا ہے کہ اس وقت پرند بھی انسانی زبان بولتے تھے یہ محض ان کے بے علمی ہے بھلا سمجھو تو سہی اگر واقعی یہی بات ہوتی تو پھر اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیت ہی کیا تھی؟ جسے آپ اس فخر سے بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں پرندوں کی زبان سکھادی گئی پھر تو ہر شخص پرند کی بولی سمجھتا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصیت جاتی رہتی۔ یہ محض غلط ہے پرند اور پرند کی زبان سمجھ لیتے تھے۔ ساتھ ہی یہ نعمت بھی حاصل ہوئی تھی کہ ایک بادشاہت میں جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے سب حضرت سلیمان علیہ السلام کو قدرت نے مہیا کر دی تھیں یہ تھا اللہ تعالیٰ کا کھلا احسان آپ پر۔

مسند امام احمدؒ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام بہت ہی غیرت والے تھے جب آپ گھر سے باہر جاتے تو دروازے بند کرتے جاتے پھر کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی ایک مرتبہ آپ اسی طرح باہر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک بیوی صاحبہ کی نظر اٹھی تو دیکھتی ہیں کہ گھر کے بیچوں بیچ ایک صاحب کھڑے ہیں۔ حیران ہو گئیں اور دوسروں کو دکھایا آپس میں سب کہنے لگیں یہ کہاں سے آ گئے؟ دروازے بند ہیں یہ داخل کیسے ہوئے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم حضرت داؤد علیہ السلام بھی آ گئے آپ نے بھی انہیں کھڑا دیکھا اور دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ جسے کوئی روک اور دروازہ روک نہ سکے وہ جو کسی بڑے سے بڑے کی مطلق پرواہ نہ کرے حضرت داؤد علیہ

السلام سمجھ گئے اور فرمانے لگے مرحبا ہو مرحبا ہو آپ ملک الموت ہیں۔ اسی وقت ملک الموت نے آپ کی روح قبض کی۔ سورج نکل آیا اور آپ پر دھوپ آ گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت داؤد پر سایہ کریں انہوں نے اپنے پر کھول کر ایسی گہری چاؤں کر دی کہ زمین پر اندھیرا سا چھا گیا پھر حکم دیا کہ ایک ایک کر کے اپنے سب پروں کو سمیٹ لو۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! پرندوں نے پھر پر کیسے سمیٹے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اپنا ہاتھ سمیٹ کر بتلایا کہ اس طرح اس پر اس دن سرخ رنگ گدھ غالب آ گئے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر جمع ہوا جس میں انسان' جن' پرند سب تھے۔ آپ کے سروں پر رہتے تھے۔ گرمیوں میں سایہ کر لیتے تھے سب اپنے اپنے مرتبے پر قائم تھے۔ جس کی جو جگہ مقرر تھی وہیں رہتا۔ جب ان لشکروں کو لے کر حضرت سلیمان چلے ایک جنگل پر گزر ہوا جہاں چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا کہ جاؤ اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ لشکر سلیمان چلتا ہوا تمہیں روند ڈالے اور انہیں علم بھی نہ ہو۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ اس چیونٹی کا نام حرس تھا یہ بنو شیصان کے قبیلے سے تھی۔ تھی بھی لنگڑی بقدر بھیڑیے کے اسے خوف ہوا کہ یہ سب روندن میں آ جائیں گی اور پس جائیں گی۔ یہ سن کر حضرت سلیمان کو تبسم ہنسی آ گئی اور اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! مجھے اپنی ان نعمتوں کا شکر یہ ادا کرنا الہام کر جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں مثلاً پرندوں اور حیوانوں کی زبان سکھا دینا وغیرہ نیز جو نعمتیں تو نے میرے والدین پر انعام کی ہیں کہ وہ مسلمان مومن ہوئے وغیرہ اور مجھے نیک عمل کرنے کی توفیق دی جن سے تو خوش ہوا اور جب میری موت آ جائے تو مجھے اپنے نیک بندوں اور بلند رفیقوں میں ملا دے جو تیرے دوست ہیں۔ مفسرین کا قول ہے کہ یہ وادی شام میں تھی۔ بعض اور جگہ بتلاتے ہیں یہ چیونٹی مچل مکھیوں کے پردار تھی۔ نوف بکالی کہتے ہیں کہ یہ بھیڑیئے کے برابر تھی۔ ممکن ہے کہ اصل میں لفظ ذباب ہو یعنی مکھی کے برابر اور کاتب کی غلطی سے وہ ذیاب لکھ دیا گیا ہو یعنی بھیڑیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ جانوروں کی بولیاں سمجھتے تھے اس بات کو بھی سمجھ گئے اور بے اختیار ہنسی آ گئی۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام استسقاء کے لئے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی اُلٹی لیٹی ہوئی اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے دعا کر رہی ہے کہ اے اللہ! ہم بھی تیری مخلوق ہیں پانی برسنے کی محتاج ہمیں بھی ہے۔ اگر پانی نہ برسا تو ہم ہلاک ہو جائیں گی یہ دعا چیونٹی کی سن کر آپ نے لوگوں میں اعلان کیا کہ لوٹ چلو۔ کسی اور ہی کی دعا سے تم پانی پلائے گئے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ نبیوں میں سے کسی نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا انہوں نے چیونٹیوں کے سوراخ میں آگ لگانے کا حکم دے دیا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اے پیغمبر! محض ایک چیونٹی کے کاٹنے پر تو نے ایک گروہ کے گروہ کو جو ہماری تسبیح خواں تھا ہلاک کر دیا تجھے بدلہ ہی لینا تھا تو اسی سے لیتا۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ﴿٢٠﴾ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٢١﴾

آپ نے پرندوں کی دیکھ بھال کی اور فرمانے لگے یہ کیا بات ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا؟ کیا واقعی وہ غیر حاضر ہے؟ یقیناً میں اسے سخت تر سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے کوئی معقول وجہ بیان کرے۔

سلیمانؑ کے واقعات: ہد ہد فوج سلیمان علیہ السلام میں مہندس کا کام کرتا تھا وہ بتلاتا تھا کہ پانی کہاں ہے؟ زمین کے اندر کا پانی اسے اس طرح نظر آتا تھا جیسے کہ زمین کے اوپر کی چیز لوگوں کو نظر آتی ہے۔ جب سلیمان علیہ السلام جنگل میں ہوتے اس سے دریافت فرماتے کہ پانی کہاں ہے؟ یہ بتا دیتا کہ فلاں جگہ ہے اتنا نیچا ہے اتنا ہے وغیرہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی وقت جنات کو حکم دیتے اور کنواں کھود لیا جاتا۔ ایک دن اسی طرح ایک جنگل میں تھے پرندوں کی تفتیش کی تاکہ پانی کی تلاش کا حکم دیں۔ اتفاق سے وہ موجود نہ تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا آج ہد

ہد نظر نہیں پڑتا کیا پرندوں میں کہیں وہ چھپ گیا جو مجھے نظر نہ آیا یا واقع میں وہ حاضر ہی نہیں؟

ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ سے یہ تفسیر سن کر نافع بن ازرق خارجی نے اعتراض کیا تھا یہ بکواسی ہر وقت حضرت عبداللہؓ کی باتوں پر بے جا اعتراض کیا کرتا تھا کہنے لگا بس آج تو تم ہار گئے۔ حضرت عبداللہؓ نے فرمایا یہ کیوں اس نے کہا آپ جو یہ فرماتے ہیں کہ ہدہد زمین تلے کا پانی دیکھ لیتا تھا یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے ایک بچہ جال بچھا کر اسے مٹی سے ڈھک کر دانہ ڈال کر ہدہد کو شکار کر لیتا ہے اگر وہ زمین کے اندر کا پانی دیکھتا ہے تو زمین کے اوپر کا جال اسے کیوں نظر نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تو یہ سمجھ جائے گا کہ ابن عباس لاجواب ہوگیا تو مجھے جواب کی ضرورت نہ تھی سن جس وقت قضا آ جاتی ہے آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں اور عقل جاتی رہتی ہے نافع لاجواب ہوگیا اور کہنے لگا واللہ اب آپ پر اعتراض نہ کروں گا۔

حضرت عبداللہ بزریؒ ایک ولی اللہ شخص تھے پیر جمعرات کا روزہ پابندی سے رکھا کرتے تھے۔ اسی سال کی عمر تھی ایک آنکھ سے کانے تھے۔ سلیمان بن زید نے ان سے آنکھ کے جانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے اس کے بتانے سے انکار کر دیا۔ یہ بھی پیچھے پڑ گئے مہینوں گزر گئے نہ وہ بتاتے نہ یہ سوال چھوڑتے۔ آخر تنگ آکر فرمایا سن لو! دو خراسانی میرے پاس برزہ میں جو دمشق کے پاس ایک شہر ہے آئے اور مجھ سے کہا کہ میں انہیں برزہ کی وادی میں لے جاؤں۔ میں انہیں وہاں لے گیا انگیٹھیاں نکالیں بخور نکالے اور جلانے شروع کئے یہاں تک کہ تمام وادی خوشبو سے مہکنے لگی اور ہر طرف سے سانپوں کی آمد شروع ہوگئی لیکن یہ بے پرواہی سے بیٹھے رہے کسی سانپ کی طرف التفات نہ کرتے تھے تھوڑی دیر میں ایک سانپ آیا جو ہاتھ بھر کا تھا اور اس کی آنکھیں سونے کی طرح چمک رہی تھیں۔ یہ بہت ہی خوش ہوئے اور کہنے لگے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہماری سال بھر کی محنت ٹھکانے لگی۔ انہوں نے اس سانپ کو لے کر اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر کر اپنی آنکھوں میں وہ سلائی پھیر لی میں نے ان سے کہا کہ میری آنکھوں میں بھی یہ سلائی پھیر دو۔ انہوں نے انکار کر دیا میں نے ان سے منت سماجت کی بمشکل وہ راضی ہوئے اور میری داہنی آنکھ میں وہ سلائی پھیر دی اب جو میں دیکھتا ہوں تو زمین مجھے ایک شیشے کی طرح معلوم ہونے لگی جیسی اوپر کی چیزیں نظر آتی تھیں ایسی ہی زمین کے اندر کی چیزیں بھی دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اچھا اب آپ ہمارے ساتھ ہی کچھ دور چلئے۔ میں نے منظور کر لیا وہ باتیں کرتے ہوئے مجھے ساتھ لئے ہوئے چلے جب میں بستی سے بہت دور نکل گیا تو دونوں نے مجھے دونوں طرف سے پکڑ لیا اور ایک نے اپنی انگلی ڈال کر میری آنکھ نکال لی اور پھینک دی اور مجھے یونہی بندھا ہوا وہیں پھینک کر دونوں کہیں چل دیئے۔ اتفاقاً وہاں سے ایک قافلہ گزرا اور انہوں نے مجھے اس حالت میں دیکھ کر رحم کھایا قید و بند سے مجھے آزاد کیا اور میں چلا آیا یہ قصہ ہے میری آنکھ جانے کا (ابن عساکر)۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس ہدہد کا نام عنبر تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر فی الواقع وہ غیر حاضر ہے تو میں اسے سخت سزا دوں گا اس کے پر نچوا دوں گا اور اسے پھینک دوں گا کہ کیڑے مکوڑے کھا جائیں یا میں اسے حلال کر دوں گا یا یہ کہ وہ اپنے غیر حاضر ہونیکی معقول وجہ بیان کر دے۔ اتنے میں ہدہد آ گیا جانوروں نے اسے خبر دی کہ آج تیری خیر نہیں۔ بادشاہ سلامت عہد کر چکے ہیں کہ وہ تجھے مار ڈالیں گے۔ اس نے کہا یہ بیان کرو کہ آپ کے الفاظ کیا تھے؟ انہوں نے بیان کئے تو خوش ہو کر کہنے لگا پھر تو میں بچ جاؤں گا۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس کے اس بچاؤ کی وجہ اس کا اپنی ماں کے ساتھ سلوک تھا۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ

فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾

کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ آ کر اس نے کہا میں ایک ایسی چیز لایا ہوں کہ تجھے اس کی خبر ہی نہ تھی میں سبا کی ایک سچی خبر تیرے پاس لایا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ ان کی بادشاہت ایک عورت کر رہی ہے جسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے اور اس کا تخت بھی بڑی عظمت والا ہے۔ میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالٰی کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا شیطان نے انکے کام انہیں بھلے کر کے دکھلا کر صحیح راہ سے روک دیا ہے پس وہ ہدایت پر نہیں آتے کہ اسی اللہ کے لئے سجدے کریں جو آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو وہ سب کچھ جانتا ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہی عظمت والے عرش کا مالک ہے۔

ہدہد کا ملکہ سبا کے متعلق اطلاع کرنا: ہدہد کی غیر حاضری کو تھوڑی سی دیر گزری تھی جو وہ آ گیا اس نے کہا کہ اے نبی اللہ! جس بات کی آپ کو خبر بھی نہیں میں اس کی ایک نئی خبر لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ میں سبا سے آ رہا ہوں اور پختہ یقینی خبر لایا ہوں ان کے سبا حمیر تھے اور یمن کے بادشاہ تھے ایک عورت ان کی بادشاہت کر رہی ہے۔ اس کا نام بلقیس بنت شراحیل تھا یہ سبا کی ملکہ تھی۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ اس کی ماں جنیہ عورت تھی اس کے قدم کا پچھلا حصہ چوپائے کے کھر جیسا تھا۔

اور روایت میں ہے کہ اس کی ماں کا نام بلتعہ تھا۔ ابن جریجؒ کہتے ہیں کہ اس کے باپ کا نام ذی شرخ تھا اور ماں کا نام بلتعہ تھا۔ لاکھوں کا اس کا لاؤ لشکر تھا۔ اس کی بادشاہی ایک عورت کو کرتے ہوئے میں نے پایا۔ اس کے مشیر وزیر تین سو بارہ شخص ہیں ان میں سے ہر ایک کے ماتحت بارہ ہزار کی جمعیت ہے۔ اس کی زمین کا نام مارب ہے۔ یہ صنعا سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہی قول قرین قیاس ہے (اس کا اکثر حصہ مملکیت یمن میں ہے واللہ اعلم)

دنیوی ضروری اسباب ہر قسم کا اسے مہیا ہے۔ اسکا نہایت ہی شاندار تخت ہے جس پر وہ جلوس کرتی ہے سونے سے منڈھا ہوا ہے اور جڑاؤ اور مروارید کی کاریگری اس پر ہوئی ہے یہ اسی ہاتھ اونچا تھا اور چالیس ہاتھ چوڑا تھا۔ چھ سو عورتیں ہر وقت اس کی خدمت میں کمربستہ رہتی تھیں اسکا دیوان خاص جس میں یہ تخت تھا بہت بڑا محل تھا بلند و بالا کشادہ اور فراخ پختہ مضبوط اور صاف جس کے شرقی حصے میں تین سو ساٹھ طاق تھے اور اتنے ہی مغربی حصے میں۔ اسے اس صنعت سے بنایا تھا کہ ہر دن سورج ایک طاق سے نکلتا اور اسی کے مقابلہ کے طاق سے غروب ہوتا۔ اہل دربار صبح شام اسے سجدہ کر لیتا۔ راجا پرجا سب آفتاب پرست تھے اللہ تعالٰی کا پجاری ان میں ایک بھی نہ تھا۔ شیطان نے برائیاں انہیں اچھی کر دکھائی تھیں اور ان کی راہ مار رکھی تھی۔ وہ راہ راست پر آتے ہی نہ تھے جو راہ راست یہ ہے کہ صرف اللہ تعالٰی ہی کی ذات کو سجدے کے لائق مانا جائے نہ کہ سورج اور چاند اور ستاروں کو جیسے فرمان قرآن ہے کہ رات دن سورج چاند سب قدرت اللہ تعالٰی کی نشانیاں ہیں۔ تمہیں سورج چاند کو سجدہ نہ کرنا چاہئے۔ سجدہ صرف اسی اللہ تعالٰی کو کرنا چاہئے جو ان سب کا خالق ہے۔ الخ ﴿اَلَّا يَسْجُدُوْا﴾ کی ایک قرات ﴿اَلَا يَسْجُدُوْا﴾ بھی ہے۔ ﴿يَا﴾ کے بعد منادی محذوف ہے یعنی اے میری قوم! خبردار سجدہ اللہ تعالٰی ہی کے لئے کرنا۔ جو آسمان کی زمین کی ہر ہر پوشیدہ چیز سے باخبر ہے۔ ﴿خَبْءَ﴾ کی تفسیر پانی اور بارش اور پیداوار سے بھی کی گئی ہے کیا عجب کہ ہدہد کی جس میں یہ صفت تھی یہی مراد ہو۔ اور تمہارے ہر مخفی اور ظاہر کام کو بھی وہ جانتا ہے۔ کھلی چھپی بات اس پر یکساں ہے وہی تنہا معبود برحق ہے وہی عرش عظیم کا رب ہے جس سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ چونکہ ہدہد خیر کی طرف بلانے والا اللہ تعالٰی کی عبادت کا حکم دینے والا اس کے سوا غیر کے سجدے سے روکنے والا تھا اس لئے اس کے قتل کی ممانعت کر دی گئی۔ مسند احمد ابوداؤد ابن ماجہ میں ہے کہ نبی ﷺ نے چار جانوروں کا قتل منع فرما دیا۔ چیونٹی شہد کی مکھی ہدہد اور صرد یعنی لٹورا۔

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

سلیمان نے کہا اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے میرے اس خط کو لے جا کر انہیں دے دے پھر ان کے پاس سے ہٹ آ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ وہ کہنے لگی اے سردارو! میری طرف ایک باوقعت خط ڈالا گیا ہے۔ جو سلیمان کی طرف سے ہے اور جو بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع ہے یہ کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرو اور مسلمان بن کر میرے پاس آ جاؤ۔

سلیمانؑ کا ملکہ سبا کے نام: ہدہد کی خبر سنتے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تحقیق شروع کر دی کہ اگر یہ سچا ہے تو قابل معافی ہے اور اگر جھوٹا ہے تو قابل سزا ہے اسی لئے فرمایا کہ میرا یہ خط بلقیس کو جو وہاں کی فرمانروا ہے دے آ۔ اس خط کو چونچ میں لے کر یا پر سے بندھوا کر ہدہد اڑا۔ وہاں پہنچ کر بلقیس کے محل میں گیا وہ اس وقت خلوت خانہ میں تھی اس نے ایک طاق میں سے وہ خط اس کے سامنے رکھ دیا اور ادب کے ساتھ ایک طرف ہو گیا۔ اسے سخت تعجب معلوم ہوا حیرت ہوئی اور ساتھ ہی کچھ خوف و دہشت تھی۔ خط کو اٹھا کر مہر توڑ کر خط کھول کر پڑھا اس کے مضمون سے واقف ہو کر اپنے وزراء امراء سرداروں اور رؤسا کو جمع کیا اور کہنے لگی کہ ایک باوقعت خط میرے سامنے ڈالا گیا ہے اس خط کا باوقعت ہونا اس پر اس سے بھی ظاہر ہو گیا تھا کہ ایک جانور اسے لاتا ہے وہ ہوشیاری اور احتیاط سے پہنچاتا ہے سامنے باادب رکھ کر یکسو ہو جاتا ہے تو جان گئی تھی کہ یہ خط مکرم ہے اور کسی باعزت شخص کا بھیجا ہوا ہے پھر خط کا مضمون سب کو پڑھ سنایا کہ یہ خط حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے اور اس کے شروع میں ﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾ لکھا ہوا ہے۔ ساتھ ہی مسلمان ہونے اور تابع فرمان بننے کی دعوت ہے۔ اب سب نے پہچان لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کا دعوت نامہ ہے اور ہم میں سے کسی میں ان کے مقابلہ کی تاب و طاقت نہیں پھر خط کی بلاغت اختصار اور وضاحت نے سب کو حیران کر دیا کہ یہ مختصر سی عبارت بہت سی باتوں سے سوا ہے۔ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے علمائے کرام کا منقولہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے کسی نے خط میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی۔

ایک غریب اور ضعیف حدیث ابن ابی حاتم میں ہے حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں جو مجھ سے پہلے سلیمان علیہ السلام بن داؤد کے بعد کسی نبی پر نہیں اتری میں نے کہا حضور! وہ کونسی آیت ہے؟ آپ نے فرمایا مسجد سے جانے سے پہلے ہی میں تجھے بتا دوں گا اب آپ ﷺ نکلنے لگے ایک پاؤں مسجد سے باہر رکھ بھی دیا میرے جی میں آئی کہ شاید آپ ﷺ بھول گئے۔ اتنے میں آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھی اور روایت میں ہے کہ جب تک یہ آیت نہیں اتری تھی حضور اکرم ﷺ ﴿باسمک اللھم﴾ تحریر فرمایا کرتے تھے جب یہ آیت اتری آپ ﷺ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا شروع کیا مضمون خط صرف اسی قدر تھا کہ میرے سامنے سرکشی نہ کرو، مجھے مجبور نہ کرو، میری بات مان لو، تکبر سے کام نہ لو، موحد، مخلص، مطیع بن کر میرے پاس چلے آؤ۔

قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا

ادْخُلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٣٤﴾ وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِم بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُونَ ﴿٣٥﴾

اس نے کہا اے میرے سردار! تم میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو۔ میں کسی امر کا قطعی فیصلہ جب تک تمہاری موجودگی اور رائے نہ ہو نہیں کیا کرتی۔ ان سب نے جواب دیا کہ ہم طاقت اور قوت والے سخت لڑنے بھڑنے والے ہیں آگے آپ کو اختیار ہے آپ کو خود ہی سوچ لیجئے کہ ہمیں آپ کیا کچھ حکم فرماتی ہیں۔ اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں گھستے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے ذی عزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ فی الواقع وہ اسی طرح کرتے تھے۔ میں انہیں ایک ہدیہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھ لوں گی کہ قاصد کیا جواب لیکر لوٹتے ہیں؟

سلیمانؑ کیلئے بلقیس کا تحفہ: بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط انہیں سنا کر ان سے مشورہ طلب کیا اور کہا کہ تم جانتے ہو جب تک تم سے میں مشورہ نہ کرلوں اور تم موجود نہ ہو میں کسی امر کا فیصلہ تنہا نہیں کر لیتی اس بارے میں بھی تم سے مشورہ طلب کرتی ہوں بتلاؤ کیا رائے ہے؟ سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ ہماری جنگی طاقت بہت کچھ ہے اور ہماری طاقت مسلم ہے۔ اس طرف سے تو اطمینان ہے آگے جو آپ کا حکم ہو ہم تابعداری کے لئے موجود ہیں۔ اس میں ایک حد تک سرداران لشکر نے لڑائی کی طرف اور مقابلے کے طرف رغبت دی تھی لیکن بلقیس چونکہ سمجھ دار عاقبت اندیش تھی اور ہدہد کے ہاتھوں خط کے ملنے کا ایک کھلا معجزہ دیکھ چکی تھی یہ بھی معلوم کرلیا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طاقت کے مقابلہ میں میرا لاؤ لشکر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر لڑائی کی نوبت آئی تو علاوہ ملک کی بربادی کے میں بھی سلامت نہ رہ سکوں گی اس لئے اسنے اپنے وزیروں اور مشیروں سے کہا بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی ملک کو فتح کرتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں۔ وہاں کے ذی عزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں سرداران لشکر شاہ شہر خصوصیت سے ان کی نگاہوں میں چڑھ جاتے ہیں۔ جناب باری تعالیٰ نے مجھے اس کی تصدیق فرمائی کہ فی الواقع یہ صحیح ہے وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے اسکے بعد اس نے جوتر کیب سوچی تھی کہ ایک چال چلے اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے موافقت کر کے صلح کر لے وہ اس نے ان کے سامنے پیش کی کہا کہ اس وقت تو میں ایک گراں بہا تحفہ انہیں بھیجتی ہوں کہ اس کے بعد میرے قاصدوں سے وہ کیا فرماتے ہیں؟ بہت ممکن ہے کہ وہ اسے قبول فرمالیں اور ہم آئندہ بھی انہیں یہ رقم بطور جزیے کے بھیجتے رہیں اور انہیں ہم پر چڑھائی کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اسلام کی قبولیت میں اسی طرح اس ہدیے کے بھیجنے میں اس نے نہایت دانائی سے کام لیا۔ وہ جانتی تھی کہ روپیہ پیسہ وہ چیز ہے کہ فولاد کو بھی نرم کر دیتا ہے نیز اسے یہ بھی آزمانا تھا کہ دیکھیں وہ ہمارے اس مال کو بھی قبول کرتے ہیں یا نہیں؟ اگر قبول کرلیا تو سمجھ لو کہ وہ ایک بادشاہ ہیں پھر ان سے مقابلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر واپس کر دیا تو نبوت میں شک نہیں پھر مقابلہ سراسر بے سود بلکہ مضر ہے۔

فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ قَالَ أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَا آتَانِيَ اللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّا آتَاكُم بَلْ أَنتُم بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿٣٦﴾ ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُم بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَهُم بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُم مِّنْهَا أَذِلَّةً وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٣٧﴾

جب قاصد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کیا تم مال سے مجھے تھپک دینا چاہتے ہو؟ مجھے تو میرے رب نے اس سے بہت بہتر دے رکھا ہے جو اس نے تمہیں دیا ہے پس تم ہی اپنے تحفے سے خوش رہو۔ جا انکی طرف واپس لوٹ جا ہم ان کے مقابلہ پر وہ لشکر لائیں گے جن کے سامنے پڑنے کی ان میں طاقت نہیں اور ہم انہیں ذلیل و پست کر کے وہاں سے نکال باہر کریں گے۔

سلمان کا تحفہ قبول کرنے سے انکار: بلقیس نے بہت ہی گراں قدر تحفہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ سونا' موتی' جواہر وغیرہ سونے کی کثیر مقدار اینٹیں' سونے کے برتن وغیرہ بعض کہتے ہیں کہ کچھ بچے عورتوں کے لباس میں اور کچھ عورتیں لڑکیوں کے لباس میں بھیجیں اور کہا اگر انہیں وہ پہچان لے تو اسے نبی مان لینا چاہئے جب یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ نے سب کو وضو کرنے کا حکم دیا لڑکیوں نے تو برتن سے پانی بہا کر اپنے ہاتھ دھوئے اور لڑکوں نے برتن میں ہی ہاتھ ڈال کر پانی لیا اس سے آپ نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ پہچان کر الگ الگ کر دیا کہ یہ لڑکیاں ہیں اور یہ لڑکے ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس طرح پہچانا کہ لڑکیوں نے تو پہلے اپنے ہاتھ کے اندرونی حصہ کو دھویا اور لڑکوں نے ان کے برخلاف بیرونی حصہ کو پہلے دھویا۔ یہ بھی مروی ہے کہا میں سے ایک جماعت نے تو کہنی سے ہاتھ دھونا شروع کیا اور اوپر انگلیوں تک دھوئیں اور ایک جماعت اس کے برخلاف ہاتھ کی انگلیوں سے شروع کر کے کہنی تک لے گئی ان میں سے کسی میں منافات نہیں' واللہ اعلم۔ یہ بھی مذکور ہے کہ بلقیس نے ایک برتن بھیجا تھا کہ اسے ایسے پانی سے پر کر دو جو نہ زمین کا ہو نہ آسمان کا تو آپ نے گھوڑے دوڑائے اور ان کے پسینوں سے وہ برتن بھر دیا۔ اس نے کچھ خرمہرے اور ایک لڑی بھیجی تھی آپ نے انہی لڑی میں پرو دیا۔ یہ سب اقوال عموماً بنی اسرائیل کی روایتوں سے لئے جاتے ہیں اب اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ ان میں واقع میں کونسا ہوا یا کچھ بھی نہیں ہوا؟ البتہ بظاہر تو الفاظ قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس رانی کے تحفے کی طرف مطلقاً التفات ہی نہیں کیا اور اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ کیا تم مجھے مالی رشوت دے کر شرک پر باقی رکھنا چاہتے ہو؟ یہ محض ناممکن ہے مجھے رب نے بہت کچھ دے رکھا ہے ملک مال لاؤ لشکر سب میرے پاس موجود ہے۔ تم سے ہر طرح بہتر حالت میں ہوں ﴿فالحمدلله﴾ تم ہی اپنے اس ہدیے سے خوش رہو یہ کام تم ہی کو سونپا کہ مال سے راضی ہو جاؤ اور تحفہ تمہیں جھکا دے یہاں تو دو ہی چیزیں ہیں یا شرک چھوڑ دیا تلوار روکو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے قاصد پہنچیں اس سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا اور انہوں نے ایک ہزار محل تیار کرا دیئے۔ جس وقت قاصد پائے تخت میں پہنچے ان محلات کو دیکھ کر ہوش جاتے رہے اور کہنے لگے یہ بادشاہ تو ہمارے اس تحفے کو اپنی حقارت سمجھے گا یہاں تو سونا مٹی کی وقعت بھی نہیں رکھتا۔ اس سے بھی یہ ثابت ہوا کہ بادشاہوں کو یہ جائز ہے کہ بیرونی لوگوں کے لئے کچھ تکلفات کرے اور قاصدوں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار کرے۔ پھر آپ نے قاصدوں سے فرمایا کہ یہ ہدیے انہیں کو واپس کرو اور ان سے کہہ دو کہ مقابلے کی تیاری کر لیں یاد رکھو میں وہ لشکر لے کر چڑھائی کروں گا کہ وہ سامنے آ ہی نہیں سکتے انہیں ہم سے جنگ کرنے کی طاقت ہی نہیں۔ ہم انہیں ان کی سلطنت سے بہ یک بنی ودو گوش ذلت حقارت کے ساتھ نکال دیں گے ان کے تخت و تاج کو روندیں گے۔ جب قاصد اس کے تحفے واپس لے کر پہنچے اور شاہی پیغام بھی سنا دیا۔ بلقیس کو آپ کی نبوت کا یقین ہو گیا اور خود بھی اور تمام لشکر اور رعایا مسلمان ہوئے اور اپنے لشکروں سمیت وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے جب آپ نے اس کا یہ قصد معلوم کیا تو بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ڗ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۭ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾

آپ نے فرمایا اے سردارو! تم میں سے کوئی ہے جو ان کے مسلمان ہو کر پہنچنے سے پہلے ہی اس کا تخت مجھے لا دے؟ ایک سرکش جن کہنے لگا آپ اپنی اس مجلس سے اٹھیں اس سے پہلے ہی پہلے میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں یقین مانیے کہ میں اس پر قادر اور ہوں بھی امانت دار جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بول اٹھا کہ آپ پلک جھپکائیں اس سے بھی پہلے میں اسے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں' جب آپ نے اسے اپنے پاس موجود پایا تو فرمانے لگے یہی میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمالے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری' شکر گزار اپنے ہی نفع کے لئے شکر گزاری کرتا ہے' اور جو ناشکری کرے تو میرے پروردگار بے پروا اور بزرگ ہے غنی اور کریم ہے۔

جب قاصد واپس پہنچتا ہے اور بلقیس کو دوبارہ پیغام نبوت پہنچتا ہے تو وہ سمجھ لیتی ہے اور کہتی واللہ یہ سچے پیغمبر ہیں اور پیغمبر کا مقابلہ کر کے کوئی پنپ نہیں سکتا۔ اسی وقت دوبارہ قاصد بھیجا کہ میں اپنی قوم کے سرداروں سمیت حاضر خدمت ہوتی ہوں تاکہ خود آپ سے مل کر معلومات دینی حاصل کروں اور آپ سے اپنی تشفی کرلوں یہ کہلوا کر یہاں اپنا نائب ایک کو بنایا۔ سلطنت کے انتظامات اس کے سپرد کئے اپنا لا جواب بیش قیمت جڑاؤ تخت جو سونے کا تھا سات محلوں میں مقفل کیا اور اپنے خلیفے کو اس کی حفاظت کی خاص تاکید کی اور بارہ ہزار سردار جن میں سے ہر ایک کی ماتحتی میں ہزاروں آدمی تھے اپنے ساتھ لئے اور ملک سلیمان علیہ السلام کی طرف چل دی۔ جنات قدم قدم اور دم دم کی خبریں آپ کو پہنچاتے رہتے تھے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ قریب پہنچ چکی ہے تو آپ نے اپنے ایک دربار میں جس میں جن وانس سب موجود تھے فرمایا کہ کوئی ہے جو اس کے تخت کو اس کے پہنچنے سے پہلے یہاں پہنچا دے؟ کیونکہ جب وہ یہاں آجائے گی اور اسلام میں داخل ہو جائے گی پھر اس کا مال ہم پر حرام ہو جائے گا (یہ قول قتادہؒ کا ہے بہت ممکن ہے کہ اس کی اصل بھی کوئی اسرائیلی روایت ہو) یہ سن کی ایک طاقتور سرکش جن جس کا نام کوزن تھا جو مثل ایک بڑے پہاڑ کے تھا بول پڑا کہ اگر آپ مجھے حکم دیں تو آپ دربار برخواست کریں اس سے پہلے میں لا دیتا ہوں۔ آپ لوگوں کے فیصلے کرنے اور جھگڑے چکانے اور انصاف دینے کو صبح سے دوپہر تک دربار عام میں ترگھا کرتے تھے۔ اس نے کہا میں اس تخت کے اٹھا لانے کی طاقت رکھتا ہوں اور ہوں بھی امانت دار اس میں سے کوئی چیز چراؤں گا نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ اس سے بھی پہلے میرے پاس وہ پہنچ جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اللہ حضرت سلیمان بن داؤد کی اس تخت کے منگوانے سے غرض یہ تھی کہ اسے اپنے ایک زبردست معجزے کا اور پوری طاقت کا ثبوت بلقیس کو دکھائیں کہ اس کے تخت جسے اس نے بلقیس کو دکھائیں کہ اس کا تخت جسے اس نے ساتھ مقفل مکانوں میں رکھا تھا وہ اس کے آنے سے پہلے دربار سلیمانی میں موجود ہے (وہ غرض نہ تھی جو اوپر بروایت قتادہؒ بیان ہوئی) حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس جلدی کے تقاضے کو سن کر جس کے پاس کتابی علم تھا وہ بولا۔

ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یہ آصف تھے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے کاتب تھے ان کے باپ کا نام برکیا تھا یہ ولی اللہ تھے اسم اعظم جانتے تھے' پکے مسلمان تھے بنی اسرائیل میں سے تھے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ان کا نام اسطوم تھا۔ بلیخ بھی مروی ہے ان کا لقب ذوالنور تھا۔

عبداللہ بن لہیعہ کا قول ہے کہ یہ خضر تھے لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنی نگاہ دوڑائیے جہاں تک پہنچے نظر کیجئے ابھی آپ دیکھ ہی رہے ہوں گے کہ میں لا دوں گا پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے یمن کی طرف جہاں اس کا تخت تھا نظر کی ادھر یہ کھڑے ہو کر وضو کر کے دعا میں مشغول ہوئے اور کہا ﴿یَا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ﴾ یا فرمایا ﴿یَا اِلٰھَنَا وَاِلٰہُ کُلِّ شَیْءٍ اِلٰھًا وَّاحِدًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اِئْتِنِیْ بِعَرْشِھَا﴾ اسی وقت تخت بلقیس سامنے آ گیا۔ اتنی ذرا سی دیر میں یمن سے بیت المقدس میں وہ تخت پہنچ گیا اور لشکر سلیمان کے دیکھتے ہوئے زمین میں سے نکل آیا جب سلیمان علیہ السلام نے اسے اپنے سامنے موجود دیکھ لیا تو فرمایا یہ صرف میرے رب کا فضل ہے کہ وہ مجھے آزمالے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری؟ جو شکر کرے وہ اپنا ہی نفع کرتا ہے اور جو ناشکری کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی بندگی سے بے نیاز ہے اور خود بندوں سے بھی اس کی عظمت کسی کی محتاج نہیں جیسے فرمان ہے ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ﴾ الخ۔ جو نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے لئے اور جو برائی کرتا ہو وہ اپنے لئے اور جگہ ہے جو نیکی کرتے ہیں وہ اپنے ہی لئے اچھائی جمع کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ

علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا تم اور روئے زمین کے سب انسان بھی اگر اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے لگو تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑو گے وہ غنی ہے اور حمید ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو! اگر تمہارے سب اگلے پچھلے انسان جنات بہتر سے بہتر اور نیک بخت سے نیک بخت ہو جائیں تو میرا ملک بڑھ نہیں جائے گا۔ اور اگر سب کے سب بد بخت اور برے بن جائیں تو میرا ملک گھٹ نہیں جائے گا۔ یہ تو صرف تمہارے اعمال ہیں جو جمع ہوں گے اور تم کو ہی ملیں گے جو بھلائی دیکھے تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرے اور جو برائی دیکھے تو صرف اپنے نفس کو ہی ملامت کرے۔

قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۭ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ڛ قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾

ع ۳ ۱۸

حکم دیا کہ اس کے تخت میں کچھ پھیر بدل کر دو تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ راہ پالیتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو راہ نہیں پاتے پھر جب وہ آ گئی تو اس سے دریافت کیا گیا کہ ایسا ہی تیرا بھی تخت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ گویا وہی ہے ہمیں اس سے پہلے ہی علم دیا گیا اور ہم مسلمان تھے۔ اسے انہوں نے روک رکھا تھا جن کی وہ اللہ کے سوا پرستش کرتی رہی تھی یقیناً وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔ اس سے کہا گیا کہ محل میں چلی چلو جسے دیکھ کر یہ سمجھ کر کہ یہ حوض ہے اس نے اپنی پنڈلیاں کھول دیں فرمایا یہ تو شیشے سے منڈھی ہوئی عمارت ہے۔ کہنے لگی میرے پروردگار میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اب میں سلیمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مطیع اور فرمانبردار بنتی ہوں۔

بلقیس کا سلیمانؑ کی خدمت حاضر ہو کر ایمان لانا: اس تخت کے آ جانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس میں قدرے تغیر و تبدل کر ڈالو۔ پس کچھ ہیرے جواہر بدل دیئے گئے۔ رنگ روغن میں تبدیلی کر دی گئی۔ نیچے اوپر سے بھی کچھ بدل گیا کچھ کمی زیادتی بھی کر دی گئی تاکہ بلقیس کی آزمائش کریں کہ وہ اپنے تخت کو پہچان لیتی ہے یا نہیں پہچان سکتی؟ جب وہ پہنچی تو اس سے کہا گیا کہ کیا تیرا تخت یہی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہو بہو اسی جیسا ہے۔ اس جواب سے اس کی دور بینی، عقلمندی، زیرکی، دانائی ظاہر ہے کہ دونوں پہلو سامنے رکھے دیکھا کہ تخت بالکل میرے تخت جیسا ہے اور بظاہر اس کا یہاں پہنچنا ناممکن ہے تو ایسی بیچ کی بات کہی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اس سے پہلے ہی ہمیں علم دیا گیا تھا اور ہم مسلمان تھے بلقیس کو اللہ تعالیٰ کے سواروں کی عبادت نے اور اس کے کفر نے توحید اللہ تعالیٰ سے روک دیا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سلمان علیہ السلام نے بلقیس کو غیر اللہ کی عبادت سے روک دیا اس سے پہلے کافروں میں سے تھی۔ لیکن پہلے قول کی تائید اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ ملکہ نے قبول اسلام کا اعلان محل میں داخل ہونے کے بعد کیا ہے۔ جیسے عنقریب بیان ہوگا حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کے ہاتھوں ایک محل بنوایا تھا جو صرف شیشے اور کانچ کا تھا اور اس کے نیچے پانی سے لبالب حوض تھا شیشہ بہت ہی صاف شفاف تھا۔ آنے والا شیشے کا امتیاز نہیں کر سکتا تھا بلکہ اسے یہی معلوم ہوتا تھا کہ پانی ہی پانی ہے۔ حالانکہ اس کے اوپر شیشے کا فرش تھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس صنعت سے غرض سلیمان علیہ السلام کی یہ تھی کہ آپ اس سے نکاح کرنا چاہتے تھے لیکن یہ سنا تھا کہ اس کی پنڈلیاں بہت خراب ہیں اور اس کے ٹخنے

چوپایوں کے کھروں جیسے ہیں۔ اس کی تحقیق کے لئے آپ نے ایسا کیا تھا جب وہ یہاں آنے لگی تو پانی کے حوض کو دیکھ کر اپنے پائینچے اٹھائے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ جو بات مجھے پہنچائی گئی ہے غلط ہے۔ اس کی پنڈلیاں اور پیر بالک انسانوں جیسے ہی ہیں کوئی نئی یا بدصورتی نہیں ہاں چونکہ بے نکاحی تھی پنڈلیوں پر بال بڑے بڑے تھے۔ آپ نے استرے سے منڈوا ڈالنے کا مشورہ دیا لیکن اس نے کہا اس کی برداشت مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ آپ نے جنوں سے کہا کوئی چیز بناؤ جس سے یہ بال جاتے رہیں۔ پس انہوں نے ہڑتال پیش کی یہ دوا سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ہی تلاش کی گئی۔ محل میں بلانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے ملک سے اپنے دربار سے اپنی رونق سے اپنے ساز و سامان سے اپنے لطف وعیش سے اور خود اپنے سے بڑی ہستی دیکھ لے اور اپنا جاہ و حشم نظروں سے گر جائے جس کے ساتھ ہی تکبر و تجبر کا خاتمہ بھی یقینی تھا۔ جب اندر آنے لگی اور حوض کے حد پر پہنچی تو اسے لہلہاتا ہوا دریا سمجھ کر پائینچے اٹھا لئے۔ اسی وقت کہا گیا کہ آپ کو غلطی لگی یہ تو شیشہ منڈھا ہوا ہے۔ آپ اسی کے اوپر سے بغیر قدم تر کیے آ سکتی ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچتے ہی اس کے کان میں آپ نے صدائے توحید ڈالی اور سورج پرستی کی مذمت سنائی۔ اس محل کو دیکھتے ہی اس حقیقت پر نظر ڈالتے ہی دربار کے ٹھاٹھ دیکھتے ہی اتنا تو سمجھ گئی کہ میرا ملک تو اس کے پاسنگ بھی نہیں۔ نیچے پانی ہے اوپر شیشہ ہے بیچ میں تخت سلیمانی ہے اوپر سے پرندوں کا سایہ ہے جن وانس سب حاضر ہیں اور تابع فرمان جب اسے توحید کی دعوت دی گئی تو بے دینوں کی طرح اس نے بھی زندیقانہ جواب دیا جس سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی لازم آتی تھی اسے سنتے ہی سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور آپ کو دیکھ کر آپ کے سارا لشکر بھی اب تو وہ بہت ہی نادم ہوئی ادھر سے حضرت نے ڈانٹا کہ کیا کہہ دیا؟ اس نے کہا مجھ سے غلطی ہوئی اور اسی وقت رب تعالیٰ کی طرف جھک گئی اور کہنے لگی اے اللہ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اب میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لے آئی۔ چنانچہ سچے دل سے مسلمان ہوگئی۔

ابن ابی شیبہ میں یہاں پر ایک غریب اثر ابن عباسؓ سے وارد کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب تخت پر متمکن ہوتے تو اس کے پاس کی کرسیوں پر انسان بیٹھے پھر اس کے پاس والی کرسیوں پر جن بیٹھے پھر ان کے بعد شیطان بیٹھے پھر ہوا اس تخت کو لے اڑتی اور معلق تھا دیتی پھر پرند آ کر اپنے پروں سے سایہ کر لیتے پھر آپ ہوا کو حکم دیتے اور وہ پرواز کر کے صبح صبح مہینے بھر کے فاصلے پر پہنچا دیتی اس طرح شام کو مہینے بھر کی دوری طے ہوتی۔

ایک مرتبہ اسی طرح آپ جا رہے تھے پرندوں کی دیکھ بھال جو کی تو ہد ہد کو غائب پایا بڑے ناراض ہوئے اور فرمایا کیا وہ جھمگھٹے میں مجھے نظر نہیں پڑا یچ مچ غیر حاضر ہے تو میں اسے سخت سزا دوں گا بلکہ ذبح کر دوں گا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بیان کر دے ایسے موقعہ پر پرندوں کے پر چنوا کر آپ زمین پر ڈلوا دیتے تھے کیڑے مکوڑے کھا جاتے تھے۔ اس کے بعد تھوڑی ہی دیر میں خود حاضر ہوتا ہے اپنا سیاحانا اور وہاں کی خبر لانا بیان کرتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی صداقت کی آزمائش کے لئے اسے ملکہ سبا کے نام ایک چھٹی دے کر دوبارہ بھیجتے ہیں جس میں ملکہ کو ہدایت ہوتی ہے کہ میری نافرمانی نہ کرو اور مسلمان ہو کر میرے پاس آ جاؤ۔ اس خط کو دیکھتے ہی ملکہ کے دل میں اس خط کی اور اس کے لکھنے والے کی عزت سما جاتی ہے وہ اپنے درباریوں سے مشورہ کرتی ہے وہ اپنی قوت پر گھمنڈ کر کے کہہ دیتے ہیں کہ ہم تیار ہیں صرف اشارے کی دیر ہے لیکن یہ برے وقت کو اور اپنی شکست کے انجام کو خیال کر کے اس ارادے سے باز رہتی ہے اور دوستی کا سلسلہ اس طرح شروع کرتی ہے کہ تحفے اور ہدیے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجتی ہے جسے سلیمان علیہ السلام واپس کر دیتے ہیں اور چڑھائی کی دھمکی دیتے ہیں۔ اب یہ اپنے ہاں سے چلتی ہے جب قریب پہنچ جاتی ہے اور اس کے لشکر کی گرد سلیمان علیہ السلام دیکھ لیتے ہیں تب فرماتے ہیں کہ اس کا تخت اٹھوا لاؤ ایک جن کہتا ہے بہتر میں ابھی لاتا ہوں آپ یہاں سے اٹھیں اس سے پہلے ہی پہلے اسے دیکھ لیجئے۔ آپ نے فرمایا اس سے جلد ممکن ہے؟ اس پر یہ تو خاموش ہو گیا لیکن کتاب کے علم والے نے کہا ابھی یک آنکھ جھپکتے ہی اتنے میں دیکھا کہ جس کرسی پر پاؤں رکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام تخت شاہی پر چڑھتے تھے اسی کے نیچے سے بلقیس کا تخت نمایاں ہوا۔ آپ نے شکر اللہ ادا کیا لوگوں کو نصیحت کی اور اس میں کچھ ہیر پھیر

کرنے کا حکم دیا اس کے آتے ہی اس سے اس تخت کی بابت پوچھا تو اس نے کہا گویا وہی ہے۔ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے دو چیزیں طلب کیں ایک تو ایسا پانی جو نہ زمین سے نکلا ہو نہ آسمان سے برستا ہو۔ آپ کی عادت تھی کہ جب کچھ پوچھنے کی ضرورت پڑتی اول انسانوں سے دریافت فرماتے پھر جنوں سے پھر شیطانوں سے۔ اس سوال کے جواب میں شیطانوں نے کہا کہ یہ کوئی مشکل چیز نہیں گھوڑے دوڑائیے اور ان کے پسینے سے اسے پیالہ بھر دیجئے اس سوال کے پورا ہونے کے بعد اس نے دوسرا سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کا رنگ کیسا ہے؟ اسے سن کر آپ اچھل پڑے اور اسی وقت سجدے میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ باری تعالیٰ اس نے ایسا سوال کیا کہ میں تو اسے تجھ سے دریافت بھی نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ بے فکر ہو جاؤ میں نے کفایت کر دی آپ سجدے سے اٹھے اور فرمایا تو نے کیا پوچھا تھا؟ اس نے کہا پانی کے بارے میں میرا سوال تھا جو آپ نے پورا کیا اور تو میں نے نہیں پوچھا یہ خود اور اس کے سارے لشکری اور دوسرے سوال کو ہی بھول گئے۔ آپ نے لشکریوں سے بھی پوچھا کہ اس نے دوسرا سوال کیا کیا تھا؟ تو سب نے یہی جواب دیا کہ بجز پانی کے اس نے اور کوئی دوسرا سوال نہیں کیا۔ شیطانوں کے دل میں خیال آیا کہ اگر سلیمان نے اسے پسند کر لیا اور اسے اپنے نکاح میں لے لیا اور اولاد بھی ہو گئی تو یہ ہم سے ہمیشہ کے لئے گئے اس لئے انہوں نے حوض بنایا پانی سے پر کیا۔ اور اوپر سے بلور کا فرش بنا دیا اس صفت سے کہ دیکھنے والے کو وہ معلوم ہی نہ دے وہ تو پانی ہی سمجھے جب بلقیس دربار میں آئی اور وہاں سے گزرنا چاہا تو پانی جان کر اپنے پائینچے اٹھا لئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پنڈلیوں کے بال دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ اسے زائل کرنے کی کوشش کرو تو کہا گیا کہ استرے سے مونڈ سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کا نشان مجھے ناپسند ہے اور کوئی ترکیب بتاؤ پس شیاطین نے طلا بنا دیا جس کے لگاتے ہی بال اڑ گئے۔ پس اول اول بال صفا طلا حضرت سلیمان کے حکم سے ہی تیار ہوا ہے۔ امام ابن ابی شیبہؒ نے اس قصہ کو نقل کر کے لکھا ہے یہ کتنا اچھا قصہ ہے لیکن میں کہتا ہوں بالکل منکر اور سخت غریب ہے۔ یہ عطاء ابن سائب کا وہم ہے جو اس نے ابن عباسؓ کے نام سے بیان کر دیا ہے۔ اور زیادہ قرین قیاس امر یہ ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے دفاتر سے لیا گیا ہے جو مسلمانوں میں کعب اور وہب نے رائج کر دیا تھا' اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے پس ان قصوں کا کوئی اعتماد نہیں۔ بنو اسرائیل تو جدت پسند اور جدت طراز تھے بدا' لینا' گھڑ لینا' کمی زیادتی کر لینا ان کی عادت میں داخل تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں اس نے انکا محتاج نہیں رکھا ہمیں وہ کتاب دی اور اپنے نبی ﷺ کی زبانی وہ باتیں پہنچائیں جو نفع میں وضاحت میں بیان میں ان کی باتوں سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہیں ساتھ ہی بہت مفید اور نہایت احتیاط والی' فالحمد للہ۔ صرح کہتے ہیں محل کو اور ہر بلند اونچی عمارت کو۔ چنانچہ فرعون ملعون نے بھی اپنے وزیر ہامان سے یہی کہا تھا ﴿یاھامان ابن لی صرحا﴾ یمن کے ایک خاص ممتاز اور بلند محل کا نام بھی صرح تھا۔ اس سے مراد وہ بنا ہے جو محکم مضبوط استوار اور قوی ہو۔ بلور اور صاف شفاف شیشے سے بنائی گئی تھی۔ دومۃ الجندل میں ایک قلعہ ہے اس کا نام بھی مارد ہے۔ مقصد صرف اتنا ہے کہ جب اس ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ رفعت یہ عظمت یہ شوکت یہ سلطنت دیکھی اور اس میں غور و فکر کے ساتھ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کی سیرت ان کی نیکی اور ان کی دعوت سنی تو یقین آ گیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ اسی وقت مسلمان ہو گئی اپنے اگلے شرک و کفر سے توبہ کر لی اور دین سلیمان علیہ السلام کی مطیع بن گئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے لگی جو خالق مالک متصرف اور مختار کل ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۭ قَالَ طٰۗىِٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾

یقیناً ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ تم سب اللہ کی عبادت کرو پھر بھی وہ دو فریق بن کر آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا اے

میری قوم کے لوگو! تم نیکی سے پہلے برائی کی جلدی کیوں مچا رہے ہو؟ تم اللہ تعالٰی سے استغفار کیوں نہیں کرتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ وہ کہنے لگے ہم تو تیری اور تیرے ساتھیوں کی بدشگونی لے رہے ہیں آپ نے فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ تعالٰی کے ہاں ہے بلکہ تم تو فتنے میں پڑے ہوئے لوگ ہو۔

صالحؑ کا قصہ: حضرت صالح علیہ السلام جب اپنی قوم ثمود کے پاس آئے اور اللہ تعالٰی کی رسالت ادا کرتے ہوئے انہیں توحید کی دعوت دی تو ان میں دو فریق بن گئے ایک جماعت مومنوں کی دوسرا گروہ کافروں کا۔ یہ آپس میں گتھ گئے۔ جیسے اور جگہ ہے کہ متکبروں نے عاجزوں سے کہا کہ کیا تم صالح کو رسول اللہ مانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کھلم کھلا ایمان لا چکے ہیں۔ انہوں نے کہا بس تو ہم ایسے ہی کھلم کھلا کافر ہیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ بجائے رحمت طلب کرنے کے اور عذاب مانگ رہے ہو؟ تم استغفار کرو تا کہ نزول رحمت ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا تو یقین ہے کہ ہماری تمام مصیبتوں کا باعث تو ہے اور تیرے یہ ماننے والے۔ یہی فرعونیوں نے کلیم اللہ سے کہا تھا کہ جو بھلائیاں ہمیں ملتی ہیں ان کے لائق تو ہم ہیں ہی لیکن جو برائیاں پہنچتی ہیں وہ سب تیری اور تیرے ساتھیوں کی وجہ سے ہیں اور آیت میں ہے ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ﴾ الخ یعنی اگر انہیں کوئی بھلائی مل جاتی ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچ جاتی ہے تو کہتے ہیں یہ تیری جانب سے ہے تو کہہ دے کہ سب کچھ اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے ہے یعنی اللہ تعالٰی کی قضاء وقدر سے ہے۔ سورۂ یٰسین میں بھی کفار کا اپنے نبیوں کو یہی کہنا موجود ہے ﴿قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ﴾ ہم تو آپ سے بدشگونی لیتے ہیں۔ اگر تم لوگ باز نہ رہے تو ہم تو تمہیں سنگسار کر دیں گے اور سخت سزا دیں گے نبیوں نے جواب دیا کہ تمہاری بدشگونی تو ہر وقت تمہارے وجود میں موجود ہے۔ یہاں ہے کہ حضرت صالح نے جواب دیا کہ تمہاری بدشگونی تو اللہ تعالٰی کے پاس ہے یعنی وہی تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔ بلکہ تم تو فتنے میں ڈالے ہوئے لوگ ہو تمہیں آزمایا جا رہا ہے طاعت سے بھی اور معصیت سے بھی۔ اور باوجود تمہاری معصیت کے تمہیں ڈھیل دی جا رہی ہے۔ یہ اللہ تعالٰی کی طرف سے مہلت ہے اس کے بعد پکڑ ہے۔

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

اس شہر میں نو سردار تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے رہتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے آپس میں بڑی قسمیں کھا کھا کر عہد کیا کہ رات ہی کو صالحؑ اور اس کے گھر والوں پر ہم چھاپہ ماریں گے اور اس کے وارثوں سے صاف کہہ دیں گے کہ ہم اس کی اہل کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور ہم بالکل سچے ہیں۔ انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اور وہ اسے سمجھتے ہی نہ تھے۔ اب دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ کہ ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو سب کو غارت کر دیا۔ یہ ہیں ان کے مکانات جو ان کے ظلم کی وجہ سے اجڑے پڑے ہیں جو لوگ علم رکھتے ہیں ان کے لئے اس میں بڑا نشان ہے۔ ہم نے انکو جو ایمان لائے تھے اور پرہیزگاری کرتے تھے بال بال بچا لیا۔

ثمودیوں کے شہر میں نو فسادی شخص تھے جن کی طبیعت میں اصلح تھی ہی نہیں یہی ان کے روساء و سردار تھے انہی کے مشورے اور حکم

سے اونٹنی کو مار ڈالا گیا تھا۔ انکے نام یہ ہیں دعمی، دعیم، ہرمیم، داب، صواب، مسطع، ریاب، قدار ابن سالف یہی آخری شخص وہ ہے جس نے اپنے ہاتھ سے اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں۔ جس کا بیان آیت ﴿فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ﴾ اور آیت ﴿إِذِ انبَعَثَ أَشْقَاهَا﴾ میں ہے۔ یہی وہ لوگ تھے جو درہم کے سکے کو تھوڑا سا کتر لیتے تھے اور اسے چلاتے تھے۔ سکے کو کاٹنا بھی ایک طرح کا فساد ہے چنانچہ ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے جس میں بلا ضرورت سکے کو جو مسلمانوں میں رائج ہو کاٹنا آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا الغرض ان کا یہ فساد بھی تھا اور دیگر فساد بھی بہت سارے تھے اس ناپاک گروہ نے جمع ہو کر آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے الغرض انکا یہ فاسد بھی تھا اور دیگر فساد بھی بہت سارے تھے اس ناپاک گروہ نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ آج رات کو صالح اور اس کے گھرانے کو قتل کر ڈالو اس پر سب نے حلف اٹھائے اور مضبوط عہد و پیمان کئے۔ لیکن یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام تک پہنچیں اس سے پہلے عذاب اللہ تعالیٰ ان تک پہنچ گیا اور ان کا ستیاناس کر دیا۔ اوپر سے ایک چٹان لڑھکتی ہوئی آئی اور ان سب سرداروں کے سر پھوٹ گئے سارے ہی ایک ساتھ مر گئے۔ ان کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے خصوصاً جب انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام والی اونٹنی کو قتل کیا اور دیکھا کہ کوئی عذاب نہیں آیا تو اب نبی اللہ کے قتل پر آمادہ ہوئے۔ مشورے کئے کہ چپ چاپ اچانک اسے اور اس کے بال بچوں کو ہلاک کر دو اس کے والی وارثوں اور قوم سے کہہ دو کہ ہمیں کیا خبر؟ اگر صالح علیہ السلام نبی ہے تو وہ ہمارے ہاتھ لگنے کا نہیں ورنہ اسے بھی اس کی اونٹنی کے ساتھ سلا دو اس ارادے سے چلے راہ میں ہی تھے جو فرشتے نے پتھر سے ان سب کے دماغ پاش پاش کر دیئے۔ ان کے مشوروں میں اور جو جماعت شریک تھی انہوں نے جب دیکھا کہ انہیں گئے ہوئے عرصہ ہوا اور واپس نہیں لوٹے تو یہ خبر لیتے چلے دیکھا کہ سب کے سر پھٹے ہوئے ہیں بھیجے نکلے پڑے ہیں اور سب مردہ ہیں۔ انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام پر ان کے قتل کی تہمت رکھی اور انہیں مار ڈالنے کیلئے چڑھے لیکن ان کی قوم ہتھیار لگا کر آ گئی اور کہنے لگی دیکھو اس نے تم سے کہا ہے کہ تین دن میں عذاب الٰہی تم پر آئے گا تم یہ تین دن گزر جانے دو اگر یہ سچا ہے تو اس کے قتل سے اللہ تعالیٰ کو اور ناراض کرو گے اور زیادہ سخت عذاب آئیں گے اور اگر یہ جھوٹا ہے تو پھر تمہارے ہاتھ سے بچ کے کہاں جائے گا؟ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے۔ فی الواقع ان سے حضرت صالح علیہ السلام نے صاف فرما دیا تھا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی اونٹنی کو قتل کیا ہے تو تم تین دن تک مزے اڑا لو پھر اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہو کر رہے گا۔ یہ لوگ حضرت صلح علیہ السلام کی زبانی یہ سنکر کہنے لگے یہ تو اتنی مدت کہہ رہا ہے آؤ ہم آج ہی اس سے فارغ ہو جائیں۔ جس پتھر سے اونٹنی نکلی تھی اسی پہاڑی پر حضرت صالح علیہ السلام کی ایک مسجد تھی جہاں آپ نماز پڑھا کرتے تھے انہوں نے مشورہ کیا کہ جب وہ نماز کو آئے اسی وقت راہ میں ہی اس کا کام تمام کر دو۔ جب پہاڑی پر چڑھنے لگے تو دیکھا کہ اوپر سے ایک چٹان لڑھکتی ہوئی آ رہی ہے اس سے بچنے کیلئے ایک غار میں گھس گئے چٹان آ کر غار کے منہ اس طرح ٹھہر گئی کہ منہ بالکل بند ہو گیا سب کے سب ہلاک ہو گئے اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ کہاں گئے؟ انہیں یہاں یہ عذاب آیا وہاں باقی والے وہیں ہلاک کر دیئے گئے۔ نہ ان کی خبر انہیں ہوئی اور نہ ان کی انہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام اور باایمان لوگوں سے کسی کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے اور اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کے عذابوں میں کھودیں انہوں نے مکر کیا ہم نے ان کی چال بازی کا مزہ انہیں چکھا دیا اور انہیں اس سے ذرا پہلے بھی مطلق علم نہ ہو سکا۔ انجام کار ان کی فریب بازیوں کا یہ ہوا کہ سب کے سب تباہ و برباد ہوئے۔ یہ ہیں ان کی بستیاں جو اُجڑی پڑی ہیں ان کے ظلم کی وجہ سے یہ ہلاک ہو گئے ان کے بارونق شہر تباہ کر دیئے گئے۔

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٥٤﴾ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿٥٥﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿٥٦﴾ فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٥٧﴾ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنذَرِينَ ﴿٥٨﴾

لوط کا ذکر جبکہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا باوجود دیکھنے بھالنے کے پھر بھی تم بدکاری کر رہے ہو؟ یہ کیا بات ہے کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت سے آتے ہو؟ حق یہ ہے کہ تم بڑی ہی نادانی کر رہے ہو۔ قوم کا جواب بجز اس کہنے کے اور کچھ نہ تھا کہ آل لوط کو اپنے شہر بدر کر دو یہ تو بڑی پاکبازی کر رہے ہیں۔ پس ہم نے اسے اور اس کے اہل کو بجز اس کی بیوی کے سب کو بچا لیا اس کا اندازہ تو باقی رہ جانے والوں میں ہم لگا ہی چکے تھے اور ان پر ایک خاص قسم کی بارش برسا دی پس ان دھمکائے ہوئے لوگوں پر بری بارش ہوئی۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما رہا ہے کہ آپ نے اپنی امت یعنی قوم کو اس کے اس نالائق فعل پر جس کا فاعل ان سے پہلے کوئی نہ ہوا تھا یعنی اغلام بازی پر ڈرایا۔ تمام قوم کی یہ حالت تھی مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے شہوت رانی کر لیا کرتی تھیں۔ ساتھ ہی اتنے بے حیا ہو گئے تھے کہ اس پاجی فعل کو پوشیدہ کرنا بھی کچھ اتنا ضروری نہیں جانتے تھے۔ اپنے مجمعوں میں واہی فعل کرتے تھے۔ عورتوں کو چھوڑ مردوں کے پاس آتے تھے اس لئے آپ نے فرمایا کہ اپنی اس جہالت سے باز آؤ تم تو ایسے گئے گزرے اور اتنے نادان ہوئے کہ شرعی پاکیزگی کے ساتھ ہی تم سے طبعی طہارت بھی جاتی رہی۔ جیسے دوسری آیت میں ہے ﴿اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ﴾ الخ۔ کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو اور عورتوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے جوڑے بنائے ہیں چھوڑتے ہو؟ بلکہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو تو قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا جب لوط اور لوط والے تمہارے اس فعل سے بیزار ہیں اور وہ نہ تمہاری مانتے ہیں نہ تم ان کی تو پھر ہمیشہ کی اس دنتا کلکل کو ختم کیوں نہیں کر دیتے لوط (علیہ السلام) کے گھرانے کو دیس نکالا دے کر ان کے روز مرہ کے کچوکوں سے نجات حاصل کر لو جب کافروں نے پختہ ارادہ کر لیا اور اس پر جم گئے اور اجماع ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کو ہلاک کر دیا اور اپنے پاک بندے حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی اہل کو ان سے اور جو عذاب ان پر آئے ان سے بچا لیا۔ ہاں آپ کی بیوی جو قوم کے ساتھ ہی تھی وہ پہلے سے ہی ان ہلاک ہونے والوں میں لکھی جا چکی تھی اور وہ یہاں باقی رہ گئی اور عذاب کے ساتھ تباہ ہوئی۔ کیونکہ یہ انہیں ان کے دین اور انکے طریقوں میں مدد دیتی تھی ان کی بد اعمالیوں کو پسند کرتی تھی اسی نے حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر قوم کو دی تھی۔ لیکن یہ خیال رہے کہ خدانخواستہ ان کی اس فحش کاری میں یہ شریک نہ تھی اللہ تعالیٰ کے نبی کی بزرگی کے خلاف ہے کہ ان کی بیوی بدکار ہو اس قوم پر آسمان سے پتھر برسائے گئے جن پر ان کے نام کندہ تھے ہر ایک پر اسی کے نام کا پتھر آیا اور ایک بھی ان میں سے نہ بچ سکا۔ ظالموں سے اللہ تعالیٰ کی سزا دور نہیں ان پر حجت الٰہی قائم ہو چکی تھی انہیں ڈرایا اور دھمکایا جا چکا تھا تبلیغ رسالت کافی طور پر ہو چکی تھی لیکن انہوں نے مخالفت میں جھٹلانے میں اور اپنی بے ایمانی پر اڑنے میں کمی نہیں کی۔ نبی اللہ حضرت لوط علیہ السلام کو تکلیفیں پہنچائیں بلکہ انہیں نکال دینے کا ارادہ کیا اسی وقت اس بری بارش نے اس سنگ باری نے انہیں فنا کر دیا۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۭ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

تو کہہ دے کہ تمام تر تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہے وہ جنہیں یہ لوگ شریک ٹھہرا رہے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ کہیں کہ ساری تعریفوں کے لائق فقط اللہ تعالیٰ ہے اسی نے اپنے بندوں کو اپنی بیشمار نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں، اس کی صفتیں عالی ہیں اس کے نام بلند اور پاک ہیں۔ اور حکم ہوتا ہے کہ آپ کا اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجیں جیسے انبیاء اور رسول حمد وصلوٰۃ کا ساتھ ہی ذکر آیت ﴿سُبْحٰنَ رَبِّكَ﴾ الخ۔ میں بھی ہے۔

برگزیدہ بندوں سے مراد اصحاب رسول ہیں اور خود انبیاء علیہم السلام بطور اولیٰ اس میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور ان کے تابعداروں کے بچالینے اور مخالفین کے غارت کر دینے کی نعمت بیان فرما کر اپنی تعریفیں کرنے اور اپنے نیک بندوں پر سلام بھیجنے کا حکم دے کر اس کے بعد بطور سوال کر کے مشرکوں کے اس فعل پر انکار کیا کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہیں۔

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؀

بھلا بتلاؤ تو؟ کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ کس نے آسمان سے بارش برسائی؟ پھر اس سے ہرے بھرے بارونق باغات اگا دیئے؟ ان باغوں کے درختوں کو تم ہرگز نہ اگا سکتے کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ یہ لوگ اللہ کی برابری کا اوروں کو ٹھہراتے ہیں

اللہ کی خالقیت کا کون انکار کرے: بیان ہو رہا ہے کہ کل کائنات کا رچانے والا سب کا پیدا کرنے والا سب کو روزیاں دینے والا سب کی حفاظتیں کرنے والا تمام جہان کی تدبیر کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان بلند آسمانوں کو ان چمکتے ستاروں کو اسی نے پیدا کیا۔ اس بھاری بوجھل زمین کو ان بلند چوٹیوں والے پہاڑوں کو ان پھیلے ہوئے میدانوں کو اسی نے پیدا کیا ہے۔ کھیتیاں باغات پھل پھول دریا سمندر حیوانات جنات انسان خشکی اور تری کے عام جاندار اسی ایک کے بنائے ہوئے ہیں۔ آسمانوں سے پانی اتارنے والا وہی ہے اسے اپنی مخلوق کی روزی کا ذریعہ اس نے بنایا ہے باغات کھیت سب وہی اگاتا ہے جو علاوہ خوش منظر ہونے کے بے حد مفید ہوتے ہیں' علاوہ خوش ذائقہ ہونے کے زندگی کو قائم رکھنے والے ہوتے ہیں۔ تم میں سے یا تمہارے معبودان باطل میں سے کوئی بھی نہ کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے نہ کسی درخت کے اگانے کی۔ بس وہی خالق و رازق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور اس کی روزی رسانی کو مشرکین بھی مانتے تھے۔ جیسے دوسری آیت میں بیان ہوا ہے کہ ﴿ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ ﴾ یعنی اگر تو ان سے دریافت کرے کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اور اگر تو ان سے سوال کرے کہ آسمان سے پانی برسا کر مردہ زمین کو کس نے زندہ کر دیا؟ تو بھی ان کا یہی جواب ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے۔ الغرض یہ جانتے ہیں اور مانتے ہیں کہ خالق کل صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن ان کی عقلیں ماری گئی ہیں کہ عبادت کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کر لیتے ہیں باوجودیکہ جانتے ہیں کہ وہ نہ پیدا کرنے والے ہیں نہ روزی دینے والے۔ اور اس بات کا فیصلہ تو آسانی سے ہر عقل مند کر سکتا ہے کہ لائق عبادت وہی ہے جو خالق مالک اور رازق ہے۔ اسی لئے یہاں اس آیت میں بھی سوال کیا کہ کیا معبود برحق کے ساتھ کوئی اور بھی عبادت کے لائق ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ ساتھ مخلوق کو پیدا کرنے میں مخلوق کی روزی رسانی میں کوئی اور بھی شریک ہے؟ چونکہ وہ مشرک خالق رازق صرف اللہ ہی کو مانتے تھے اور عبادت اوروں کی بھی کرتے تھے اس لئے اور آیت میں فرمایا ﴿اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ﴾ خالق اور غیر خالق یکساں نہیں ہیں پھر تم خالق مخلوق کو کیسے ایک کر رہے ہو؟ یہ یاد رہے کہ ان آیتوں میں ﴿اَمَّنْ﴾ جہاں جہاں ہے وہاں یہی معنی ہیں کہ ایک تو وہ جو ان تمام کاموں کو کر سکے اور ان پر قادر ہو دوسرا وہ جس نے ان میں سے نہ تو کسی کام کو کیا اور نہ کر سکتا ہو' کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ گو دوسری شق کو لفظوں میں بیان نہیں کیا لیکن طرز کلام اسے صاف کر دیتا ہے اور آیت میں صاف صاف یہ بھی ہے کہ اللہ ﴿ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ کیا اللہ بہتر ہے یا جنہیں وہ شریک کرتے ہیں؟ آیت کے خاتمہ پر فرمایا بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ آیت ﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ الَّيْلِ﴾ بھی اسی جیسی آیت ہے یعنی ایک وہ شخص جو اپنے دل میں آخرت کا ڈر رکھ کر اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو کر راتوں کو نماز میں گزارتا ہو' یعنی وہ اس جیسا نہیں ہو سکتا جس کے اعمال ایسے نہ ہوں اور جگہ ہے عالم اور بے علم برابر نہیں۔ عقلمند ہی نصیحت سے فائدہ اٹھاتے ہیں ایک وہ جس کا سینہ اسلام کے لئے

کھلا ہوا ہو اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور لئے ہوئے ہو وہ اس جیسا نہیں جس کے دل میں اسلام کی طرف سے اکاؤ ہو اور سخت دل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کی نسبت فرمایا ﴿ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰی كُلِّ نَفْسٍ ﴾ یعنی وہ جو مخلوق کی ہر ہر حرکات سکنات سے واقف ہو تمام غیب کی باتوں کو جانتا ہو مثل اس کے ہے جو کچھ بھی نہ جانتا ہو؟ بلکہ جس کی آنکھیں اور کان ہی نہ ہوں جیسے تمہارے یہ بت ہیں۔ فرمان ہے ﴿ وجعلوا للہ شرکآء ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھیرا رہے ہیں ان سے کہہ ذرا ان کے نام تو مجھے بتلاؤ پس ان سب آیتوں کا بھی مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتیں بیان فرمائی ہیں۔ پھر وہ صفتیں کسی میں نہ ہونے کی خبر دی ہے۔

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَجَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾

کیا وہ جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں جاری کر دیں اور اس کے لئے پہاڑ بنائے اور دو سمندروں کے درمیان روک بنادی' کیا اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود بھی ہے؟ بلکہ ان میں کے اکثر کچھ جانتے ہی نہیں

کائنات کے دلکش مناظر: زمین اللہ تعالیٰ نے ٹھہری ہوئی اور ساکن بنائی تاکہ دنیا با آرام اپنی زندگی بسر کر سکے اور اس پھیلے ہوئے فرش پر راحت پا سکے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ اللہ الذی جعل لکم الارض قرارا ﴾ اللہ تعالیٰ نے زمین تمہارے لئے ٹھہری ہوئی اور ساکن بنائی اور آسمان کو چھت بنایا اس نے زمین پر پانی کے دریا بہا دیئے جو ادھر ادھر بہتے رہتے ہیں اور ملک ملک پہنچ کر زمین کو سیراب کرتے ہیں تاکہ زمین سے کھیت باغ وغیرہ اگیں۔ اس نے زمین کی مضبوطی کے لئے اس پر پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تاکہ وہ تمہیں ہلا جلا نہ سکے ٹھہری رہے۔ اس کی قدرت دیکھو کہ ایک کھاری سمندر ہے ایک میٹھا ہے دونوں بہہ رہے ہیں۔ بیچ میں کوئی روک آڑ پردہ حجاب نہیں لیکن قدرت نے ایک کو ایک سے الگ کر رکھا ہے نہ کڑوا میٹھے میں مل سکے نہ میٹھا کڑوے میں۔ کھاری اپنے فوائد پہنچا تا رہے میٹھا اپنے فائدے دیتا رہے۔ اس کا نتھرا ہوا خوش ذائقہ بہتا پچتا پانی لوگ پئیں اپنے جانوروں کو پلائیں کھیتیاں باڑیاں باغات وغیرہ میں یہ پانی پہنچائیں' نہائیں' دھوئیں وغیرہ کھاری پانی اپنے فائدے سے لوگوں کو سودمند کرے' یہ ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے تاکہ ہوا خراب نہ ہو اور آیت میں بھی ان دونوں کا بیان موجود ہے ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ ﴾ الخ ۔ یعنی ان دونوں سمندروں کا جاری کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اسی نے ان دونوں کے درمیان حد فاصل رکھدی ہے یہاں یہ قدرتیں اپنی جتا کر پھر سوال کرتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور بھی ایسا ہے جس نے یہ کام کئے ہوں یا کر سکتا ہو؟ تاکہ وہ بھی لائق عبادت سمجھا جائے اکثر لوگ محض بے علمی سے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ عبادتوں کے لائق صرف وہی ایک ہے۔

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾

بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا نائب بنایا ہے کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہو

دکھیوں لاچاروں کی دعاؤں کو کون سنتا ہے: سختیوں اور مصیبتوں کے وقت پکارے جانے کے قابل اسی کی ذات ہے بے کس بے بس لوگوں کا سہارا وہی ہے گرے پڑے بھولے بھٹکے مصیبت زدہ اسی کو پکارتے ہیں اسی کی طرف لو لگاتے ہیں۔ جیسے فرمایا کہ تمہیں جب سمندر کے طوفان زندگی سے مایوس کر دیتے ہیں تو تم اسی کو پکارتے ہو اسی کی طرف گریہ وزاری کرتے ہو اور سب کو بھول جاتے ہو۔ اسی کی ذات ایسی ہے کہ ہر ایک بے قرار وہاں پناہ لے سکتا ہے۔ مصیبت زدہ لوگوں کی مصیبت اس کے سوا کوئی بھی دور نہیں کر سکتا۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور اکرم ﷺ! آپ کس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف جو اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں جو اس وقت تجھے کام آتا ہے جب تو کسی بھنور میں پھنسا ہوا ہو وہی ہے کہ جب تو جنگلوں میں راہ بھول کر اسے پکارے تو وہ تیری رہنمائی کر دے تیرا کوئی کھو گیا ہو اور تو اس سے التجا کرے تو وہ اسے تجھ کو ملا دے قحط سالی ہو گئی ہو اور تو اس سے دعائیں کرے تو وہ موسلا دھار مینہ تجھ پر برسا دے اس شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کسی کو برا نہ کہہ نیکی کے کسی کام کو ہلکا اور بے وقعت نہ سمجھ گو اپنے مسلمان بھائی سے بہ کشادہ پیشانی ملنا ہی ہو گو اپنے ڈول سے کسی پیاسے کو ایک گھونٹ پانی کا دے دینا ہی ہو اور اپنے تہمد کو آدھی پنڈلی تک رکھ نہ مان تو زیادہ سے زیادہ ٹخنے تک اس سے نیچے لٹکانے سے بچتا رہ اس لئے کہ یہ فخر و غرور ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے (مسند احمد) ایک روایت میں ان کا نام جابر بن سلیم ہجیمیؓ ہے۔ اس میں ہے کہ جب میں حضور اکرم ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ ایک چادر سے گوٹ لگائے بیٹھے تھے جس کے پھندے آپ ﷺ کے قدموں پر گر رہے تھے میں نے آ کر پوچھا کہ تم میں اللہ تعالیٰ کے رسول محمد (ﷺ) کون ہیں؟ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے خود اپنی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں ایک گاؤں کا رہنے والا آدمی ہوں ادب تمیز کچھ نہیں جانتا مجھے کچھ احکام اسلام کی تعلیم دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا کسی چھوٹی سی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھ گو اپنے مسلمان بھئی سے خوش خلقی کے ساتھ ملاقات ہی ہو اور گو اپنے ڈول میں سے کسی پانی مانگنے والے کے برتن میں ذرا سا پانی ڈال دینا ہی ہو۔ اگر کوئی تیری کسی ایسی بات کو جانتا ہو اور وہ تجھے عار دلائے تو تو اسے ایسی اس کی بات سے عار نہ دلا تا کہ اجر ملے اور وہ گنہگار بن جائے ٹخنے سے نیچے کپڑا لٹکانے سے پرہیز کر کیونکہ یہ تکبر ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور کسی کو بھی ہرگز گالی نہ دینا۔ فرماتے ہیں یہ سننے کے بعد سے لے کر آج تک میں نے کبھی کسی انسان بلکہ کسی جانور کو بھی گالی نہیں دی۔ طاؤسؒ کسی بیمار کی بیمار پرسی کو گئے بیمار نے کہا میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے آپؒ نے فرمایا تم خود اپنے لئے دعا کرو۔ بے قرار کی بے قراری کے وقت کی دعا کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ وہبؒ فرماتے ہیں میں نے اگلی آسمانی کتاب میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت کی قسم جو شخص مجھ پر اعتماد کرے اور مجھے تھام لے تو میں اسے اس کے مخالفین سے بچالوں گا اور ضرور بچالوں گا گو آسمان و زمین اور کل مخلوق اس کی مخالفت پر اور ایذا دہی پر تل جائے اور جو مجھ پر اعتماد نہ کرے میری پناہ میں نہ آئے تو میں اسے امن و امان سے چلتا پھرتا ہی اگر چاہوں گا تو زمین میں دھنسا دوں گا اور اس کی کوئی مدد نہ کروں گا ایک بہت ہی عجیب واقعہ حافظ ابن عساکرؒ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک خچر پر لوگوں کو دمشق سے زبدانی لے جایا کرتا تھا اور اسی کرایہ پر میری گزر بسر تھی ایک مرتبہ ایک شخص نے خچر کرایہ پر لیا میں نے اسے سوار کرایا اور لے چلا۔ ایک جگہ جہاں دو راستے تھے پہنچے تو اس نے کہا اس راہ چلو میں نے کہا میں اس سے واقف نہیں ہوں سیدھی راہ یہی ہے اس نے کہا نہیں میں پوری طرح واقف ہوں یہ بہت نزدیک کا راستہ ہے۔ میں اس کے کہنے سے اسی راہ چلا تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک لق و دق بیابان میں ہم آ گئے ہیں جہاں کوئی راستہ نظر نہیں آتا نہایت خطرناک جنگل اور بن ہے اور ہر طرف لاشیں پڑی ہوئی ہیں میں سہم گیا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا ذرا لگام تھام لو مجھے یہاں اترنا ہے

میں نے لگام تھام لی وہ اترا اور اپنا تہبند اونچا کر کے کپڑے ٹھیک کر کے چھری نکال کر مجھ پر حملہ کیا میں وہاں سے سرپٹ بھاگا لیکن اس نے میرا تعاقب کیا اور مجھے پکڑ لیا۔ میں اسے قسمیں دینے لگا لیکن اس نے خیال بھی نہ کیا۔ میں نے کہا اچھا یہ خچر اور کل سامان جو میرے پاس ہے تو لے لے اور مجھے چھوڑ دے۔ اس نے کہا یہ تو میرا ہو ہی چکا لیکن میں تو تجھے زندہ چھوڑنا چاہتا ہی نہیں۔ میں نے اسے اللہ تعالیٰ کا خوف دلایا آخرت کے عذابوں کا ذکر کیا لیکن اس چیز نے بھی اس پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ میرے قتل پر تلا رہا۔ اب میں مایوس ہو گیا اور مرنے کے لئے تیار ہو گیا اور اس سے یہ منت التجا کی کہ آپ مجھے دو رکعت نماز ادا کر لینے دیجئے اس نے کہا اچھا جلدی پڑھ لے۔ میں نے نماز شروع کی لیکن رب کی قسم میری زبان سے قرآن کا ایک حرف نہیں نکلتا تھا یونہی ہاتھ باندھے دہشت زدہ کھڑا ہوا تھا اور وہ جلدی مچا رہا تھا اسی وقت اتفاق سے یہ آیت میری زبان پر آ گئی ﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بے قرار کی بے قراری کے وقت کی دعا کو سنتا اور قبول فرماتا ہے اور بے بسی بے کسی کو سختی اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے پس اس آیت کا زبان سے جاری ہونا تھا جو میں نے دیکھا کہ بیچوں بیچ جنگل میں سے ایک گھوڑے سوار تیزی سے اپنا گھوڑا بھگائے نیزہ تانے ہماری طرف چلا آ رہا ہے اور بغیر کچھ کہے اس ڈاکو کے پیٹ میں اس نے اپنا نیزہ گھسیڑ دیا جو اس کے جگر کے آر پار ہو گیا وہ اسی وقت بے جان ہو کر گر پڑا۔ سوار نے باگ موڑی اور جانا چاہا لیکن میں اس کے قدموں سے لپٹ گیا اور بالحاح کہنے لگا اللہ کے لئے یہ تو بتلاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں اس کا بھیجا ہوا ہوں جو مجبوروں بے کسوں اور بے بسوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور مصیبت و آفت کو ٹال دیتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر کیا اور وہاں سے اپنا خچر اور مال لے کر صحیح سالم واپس لوٹا' رحمۃ اللہ۔ اسی قسم کا ایک اور واقعہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے ایک لشکر نے ایک جنگ میں کافروں سے شکست کھائی اور واپس لوٹے۔ ان میں ایک مسلمان جو بڑے سخی اور نیک تھے یہ بھی تھے ان کا گھوڑا۔ جو بہت تیز رفتار تھا راستہ میں اڑ گیا۔ اس ولی اللہ نے بہت کوشش کی لیکن جانور نے قدم ہی نہ اٹھایا آخر عاجز آ کر اس نے کہا کیا بات ہے جو تو اڑ گیا۔ ایسے ہی موقعہ کے لئے تو میں نے تیری خدمت کی تھی اور تجھے پیار سے پالا تھا۔ گھوڑے کو اللہ تعالیٰ نے زبان دی' اس نے جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ آپ میرا گھاس دانہ سائیس کو سونپ دیتے تھے وہ اس میں سے چرالیتا تھا مجھے بہت کم کھانے کو دیتا تھا اور مجھ پر ظلم کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس نیک بندے نے کہا اب تو چل میں اللہ تعالیٰ کو بیچ میں رکھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ اب سے تجھے میں ہمیشہ اپنی گود میں ہی کھلایا کروں گا۔ جانور یہ سنتے ہی تیزی سے لپکا اور انہیں جائے امن تک پہنچا دیا۔ حسب وعدہ اب سے یہ بزرگ اپنے اس جانور کو اپنی گود میں ہی میں کھلایا کرتے تھے لوگوں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی انہوں نے کسی سے واقعہ کہہ دیا جس کی عام شہرت ہو گئی اور لوگ اس واقعہ کو سننے کے لئے ان کے پاس دور دور سے آنے لگے۔ شاہ روم کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے چاہا کہ کسی طرح انہیں اپنے شہر میں بلا لے بہت کوششیں کیں لیکن بے سود رہیں۔ آخر میں اس نے ایک شخص کو بھیجا کہ کسی طرح حیلے حوالے سے انہیں بادشاہ تک پہنچائے۔ یہ شخص پہلے مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا تھا یہ بادشاہ کے پاس سے چلا یہاں آ کر ان سے ملا اپنا اسلام ظاہر کیا توبہ کی اور نہایت نیک بن کر رہنے لگا یہاں تک کہ اس ولی اللہ کو اس پر پورا اعتماد ہو گیا اور اسے صالح اور دیندار سمجھ کر انہوں نے دوستی پیدا کر لی اور ساتھ ساتھ پھرنے لگے۔ اس نے اپنا پورا رسوخ جما کر اپنی ظاہری دینداری کے فریب میں انہیں پھنسا کر ادھر بادشاہ کو اطلاع دی کہ فلاں وقت دریا کے کنارے ایک مضبوط جری شخص کو بھیجو میں انہیں لے کر وہاں آ جاؤں گا اور اس شخص کی مدد سے انہیں گرفتار کر لوں گا۔ یہاں سے انہیں جل دے کر لے چلا اور اسی جگہ پہنچایا۔ دفعتاً یہ شخص نمودار ہوا اور اس بزرگ پر حملہ کیا ادھر سے اس مرتد نے حملہ کیا اس نیک دل شخص نے اس وقت آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائیں اور دعا کی کہ اے اللہ اس شخص نے تیرے نام سے مجھے دھوکا دیا ہے میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو جس طرح چاہے مجھے ان

دونوں سے بچالے۔ وہیں جنگل سے دو درندے بھاگتے ہوئے آتے دکھائی دیئے اور ان دونوں شخصوں کو انہوں نے دبوچ لیا اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے چل دیئے اور اللہ تعالیٰ کا یہ بندہ باامن وامان وہاں سے صحیح وسالم واپس تشریف لے آیا' رحمہ اللہ' اپنی اس شان رحمت کو بیان فرما کر پھر جناب باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے کہ وہی تمہیں زمین کا جانشین بناتا ہے ایک ایک کے پیچھے آرہا ہے اور مسلسل سلسلہ چلا جارہا ہے جیسے ارشاد ہے ﴿ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ ﴾ الخ۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو یہاں سے فنا کردے اور کسی اور ہی کو تمہارا جانشین کردے جیسے کہ خود تمہیں دوسروں کا خلیفہ بنادیا ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ﴾ الخ۔ اس رب تعالیٰ نے تمہیں زمینوں کا جانشین بنایا ہے اور تم میں سے ایک کو ایک پر درجوں میں بڑھادیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی جو خلیفہ کہا گیا ہے وہ اسی اعتبار سے کہ ان کی اولاد ایک دوسرے کی جانشین ہوگی۔ جیسے کہ آیت ﴿ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ﴾ الخ کی تفسیر میں تفصیل وار بیان گزر چکا۔ اس آیت کے اس جملے سے بھی یہی مراد ہے کہ ایک کے بعد ایک' ایک زمانہ کے بعد دوسرا زمانہ ایک قوم کے بعد دوسری قوم' پس یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اور اس میں مخلوق کی مصلحت ہے ورنہ اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک ہی وقت ایک ساتھ پیدا کردیتا اور ایک ساتھ فنا کردیتا۔ لیکن اب اس نے یہ رکھا کہ ایک مرے ایک پیدا ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ان سے ان کی نسل پھیلائی اور دنیا میں ایک ایسا طریقہ رکھا کہ دنیاوالوں کی روزیاں اور ان کی زندگیاں تنگ نہ ہوں ورنہ سارے انسان ایک ساتھ شاید زمین میں بہت تنگی سے گزارا کرتے اور ایک سے ایک کو نقصانات پہنچتے۔ پس موجودہ طرز الٰہی کی حکمت پر دلیل ہے سب کی پیدائش کا موت کا آنے کا جانے کا وقت اس کے نزدیک مقرر ہے۔ ایک ایک اس کے علم میں ہے اسکی نگاہ سے کوئی اوجھل نہیں۔ وہ ایک دن ایسا بھی لانے والا ہے کہ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کرے اور ان کے فیصلے کرے نیکی بدی کا بدلہ دے۔ ان اپنی قدرتوں کو بیان فرما کر فرماتا ہے کہ ہے کوئی جو ان کاموں کو کرسکتا ہو؟ اور جب نہیں کرسکتا تو عبادت کے لائق بھی وہ نہیں ہوسکتا ایسی صاف دلیلیں بہت کم سوچی جاتی ہیں اور ان سے بھی نصیحت بہت کم لوگ حاصل کرتے ہیں۔

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾

کیا وہ جو تمہیں خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت سے پہلے ہی خوشخبریاں دینے والی ہوائیں چلاتا ہے' کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے جنہیں یہ شریک کرتے ہیں ان سب سے اللہ تعالیٰ بلند وبالاتر ہے

یہ روشن ستارے یہ باد صبا: آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانیاں رکھدی ہیں کہ خشکی اور تری میں جو راہ بھول جائے وہ انہیں دیکھ کر راہ راست اختیار کرلے۔

جیسے فرمایا ہے کہ ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں سمندروں میں اور خشکی میں انہیں دیکھ کر اپنا راستہ ٹھیک کرلیتے ہیں بادل پانی بھرے برسیں اس سے پہلے ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہوائیں وہ چلاتا ہے جس سے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اب رب کی رحمت برسے گی۔ رب کے سوا ان کاموں کا کرنے والا کوئی نہیں نہ کوئی ان پر قادر ہے۔ تمام شریکوں سے وہ الگ ہے اور پاک ہے سب سے بلند ہے۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

کیا وہ جو مخلوق کی اول دفعہ پیدائش کرتا ہے پھر اسے لوٹائے گا اور جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزیاں دے رہا ہے' کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ کہہ دے کہ اگر سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ

دوبارہ پیدا ہوتے کی ایک خوبصورت مثال: فرمان ہے کہ رب وہ ہے جو اپنی قدرت کاملہ سے مخلوقات کو بے نمونے کے پیدا کر رہا ہے' پھر انہیں فنا کر کے دوبارہ پیدا کرے گا۔ جب تم اسے پہلی دفعہ کے پیدا کرنے پر قادر مان رہے ہو تو دوبارہ کی پیدائش جو اس سے بہت آسان ہے اس پر قادر کیوں نہیں مانتے؟ آسمان سے بارش برسانا' زمین سے اناج اگانا اور تمہاری روزی کا سامان آسمان زمین سے کرنا اسی کا کام ہے جیسے سورۂ طارق میں فرمایا پانی والے آسمان کی اور پھوٹنے والی زمین کی قسم۔ اور آیت میں ہے ﴿ يَعْلَمُ مَايَلِجُ فِي الْاَرْضِ ﴾ یعنی اللہ جانتا ہے ہر اس چیز کو جو زمین میں جائے اور جو اس سے باہر آئے اور جو آسمان سے اترے اور جو اس پر چڑھے۔ پس آسمان سے مینہ برسانے والا اسے زمین میں ادھر سے ادھر تک پہنچانے والا اور اس کی وجہ سے طرح طرح کے پھل پھول اناج گھاس پات اگانے والا وہی ہے' جو تمہاری اور تمہارے جانوروں کی روزیاں ہیں یقیناً یہ تمام چیزیں ایک صاحب عقل کے لئے اللہ کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ اپنی ان قدرتوں کو اور اپنے ان گراں بہا احسانوں کو بیان فرما کر فرمایا کہ کیا اللہ کے ساتھ ان کاموں کا کرنے والا کوئی اور بھی ہے جس کی عبادت کی جائے؟ اگر تم اللہ کے سوا اور دوسروں کو معبود ماننے کے دعوی کو دلیل سے ثابت کر سکتے ہو تو وہ دلیل پیش کرو۔ لیکن چونکہ وہ محض بے دلیل ہیں اس لئے دوسری آیت میں فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو دوسرے کو پوجے جس کی کوئی دلیل بھی اس کے پاس نہ ہو وہ یقیناً کافر ہے اور نجات سے محروم ہے۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

کہہ دے کہ آسمانوں والوں میں سے زمین والوں میں سے کوئی بھی سوائے اللہ کے غیب کو نہیں جانتا۔ انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کھڑے کئے جائیں گے؟ بلکہ آخرت کے بارے میں ان کے علم ختم ہو چکے ہیں' بلکہ یہ اس سے شک میں ہیں۔ بلکہ یہ اس سے اندھے ہیں۔

علم غیب اللہ کا خاصہ ہے: اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ وہ سارے جہان کو معلوم کرادیں کہ ساری مخلوق آسمان کی ہو یا زمین کی غیب کے علم سے خالی ہے بجز اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے کوئی اور غیب کا جاننے والا نہیں۔ یہاں استثناء منقطع ہے یعنی سوائے اللہ کے کوئی انسان جن فرشتہ غیب داں نہیں جیسے فرمان ہے ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ﴾ یعنی غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور فرمان ہے ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ﴾ الخ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش برساتا ہے وہی مادہ کے پیٹ کے بچے سے واقف ہے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا

کرے گا نہ کسی کو یہ خبر کہ وہ کہاں مرے گا؟ علیم وخبیر صرف اللہ ہی ہے۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ مخلوق تو یہ بھی نہیں جانتی کہ قیامت کب آئے گی؟ آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والوں میں سے ایک بھی واقف نہیں کہ قیامت کا وقت کونسا ہے؟ جیسے فرمان ہے ﴿ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ ﴾ سب پر یہ علم مشکل ہے اور بوجھل ہے وہ تو اچانک آ جائے گی۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ جو کہے کہ حضور اکرم ﷺ کل کی بات جانتے تھے اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ پر بہتان عظیم باندھا' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زمین وآسمان والوں میں سے کوئی بھی غیب کی بات جاننے والا نہیں۔ قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں میں تین فائدے رکھے ہیں۔ آسمان کی زینت' بھولے بھٹکوں کی رہبری اور شیطانوں کی مار۔ کسی اور بات کا ان کے ساتھ عقیدہ رکھنا اپنی رائے سے بات بنانا اور تکلیف اٹھانا اور اپنے حصہ کو کھونا ہے۔ جاہلوں نے ستاروں کے ساتھ علم نجوم کو متعلق رکھ کر فضول باتیں بنائی ہیں کہ اس ستارے کے وقت جو نکاح کرے یوں ہو گا فلاں ستارے کے موقعہ پر سفر کرنے سے یہ ہوتا ہے فلاں ستارے کے وقت جو تولد ہوا ہو وہ ایسا وغیرہ وغیرہ یہ سب ڈھکوسلے ہیں۔ ان کی اس بکواس کے خلاف اکثر ہوتا رہتا ہے ہر ستارے کے وقت کوئی کالا گورا ٹھنگنا لمبا خوبصورت بدشکل پیدا ہوتا ہی ہے نہ کوئی جانور غیب جانے نہ کسی پرندے سے غیب حاصل ہو سکے نہ ستارے غیب کی رہنمائی کریں۔ سنو اللہ کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ آسمان اور زمین کی کل مخلوق غیب سے بے خبر ہے۔ انہیں تو اپنے جی اٹھنے کا وقت بھی نامعلوم ہے (ابن ابی حاتم) سبحان اللہ قتادہؒ کا یہ قول کتنا صحیح کس قدر مفید اور معلومات سے پر ہے۔ پھر فرماتا ہے بات یہ ہے کہ ان کے علم آخرت کے وقت کے جاننے سے تنگ آ گئے ہیں عاجز ہو گئے ہیں۔ ایک قرائت میں ﴿ بَلْ اَدْرَکَ ﴾ ہے یعنی سب کے سب علم آخرت کا صحیح وقت نہ جاننے میں برابر ہیں جیسے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت جبرائیل کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ میرا اور تیرا دونوں کا علم اس کے جواب سے عاجز ہے۔ پس یہاں بھی فرمایا کہ آخرت سے ان کے علم غائب ہیں چونکہ کفار اپنے رب سے جاہل ہیں اس لئے یہ آخرت کے بھی منکر ہیں وہاں تک ان کے علم پہنچتے ہی نہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آخرت میں ان کو علم حاصل ہو گا لیکن بے سود ہے جیسے اور جگہ ہے جس دن یہ ہمارے پاس پہنچیں گے بڑے ہی سنتے دیکھتے ہو جائیں گے لیکن آج ظالم کھلی گمراہی میں ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ بلکہ یہ تو شک ہی میں ہیں' اس سے مراد کافر ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَعُرِضُوْا عَلٰی رَبِّکَ صَفًّا ﴾ الخ یعنی یہ لوگ اپنے رب کے سامنے صف بستہ پیش کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہم نے جس طرح تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا تھا اب ہم تمہیں لائے ہیں لیکن تم تو یہی سمجھتے رہے کہ قیامت کوئی چیز ہی نہیں۔ مراد یہ ہے کہ تم میں سے کافر یہ سمجھتے رہے۔ پس مندرجہ بالا آیت میں بھی گو ضمیر جنس کی طرف لوٹتی ہے لیکن مراد کفار ہی ہیں اسی لئے آخیر میں فرمایا کہ یہ تو اس سے اندھاپے میں ہیں نابینا ہو رہے ہیں آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا ءَاِذَا کُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۶۹﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَکُنْ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

کافروں نے کہا کہ کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا بھی کیا ہم پھر نکالے جائیں گے؟ ہم اور ہمارے باپ دادوں کو بہت

پہلے سے یہ وعدے دیئے جاتے رہے کچھ نہیں یہ تو صرف اگلوں کے افسانے ہیں کہہ دے کہ زمین میں چل پھر کر ذرا دیکھو تو سہی کہ گنہگاروں کا کیسا انجام ہوا؟ تو ان کے بارے میں غم نہ کر اور ان کے داؤں گھات سے تنگ دل نہ ہو

قیامت کے منکر دردناک انجام سے دوچار ہوئے: یہاں بیان ہو رہا ہے کہ منکرین قیامت کی سمجھ میں اب تک بھی نہیں آیا کہ مرنے اور سڑ گل جانے کے بعد مٹی اور راکھ ہو جانے کے بعد ہم دوبارہ کیسے پیدا کئے جائیں گے؟ وہ اس پر سخت متعجب ہیں۔ کہتے ہیں کہ مدتوں سے اگلے زمانوں سے یہ سنتے تو چلے آتے ہیں لیکن ہم نے تو کسی کو مرنے کے بعد جیتا ہوتے دیکھا نہیں سنی سنائی باتیں ہیں انہوں نے اپنے اگلوں سے انہوں نے اپنے سے پہلے والوں سے سنیں ہم تک پہنچیں لیکن ہیں سب عقل سے دور۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ کو جواب بتلاتا ہے کہ ان سے کہو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھیں کہ رسولوں کو جھوٹا جاننے والے اور قیامت کے نہ ماننے والوں کا کیسا دردناک حسرتناک انجام ہوا ہلاک اور تباہ ہو گئے اور نبیوں اور ایمان والوں کو اللہ نے بچالیا۔ یہ نبیوں کی سچائی کی دلیل ہے پھر اپنے نبی کو تسلی دی کہ یہ تجھے اور میرے کلام کو جھٹلاتے ہیں لیکن تو ان پر افسوس اور رنج نہ کر۔ ان کے پیچھے اپنی جان کو گھن نہ لگا۔ یہ تیرے ساتھ جو روباہ بازیاں کر رہے ہیں اور جو چالیں چل رہے ہیں ہمیں خوب علم ہے تو بے فکر رہ۔ تجھے اور تیرے دین کو اوج دینے والے ہم ہیں دنیا جہان پر تجھے ہم بلندی دیں گے۔

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾

کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہے اگر سچے ہو تو بتلاؤ جواب دے کہ شاید بعض وہ چیزیں جن کی تم جلدی مچا رہے ہو تم سے بہت ہی قریب ہو گئی ہوں یقیناً تیرا پروردگار تمام لوگوں پر بڑے ہی فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں بے شک تیرا رب ان سب چیزوں کو بھی جانتا ہے جنہیں ان کے دل چھپا رہے ہیں اور جنہیں ظاہر کر رہے ہیں آسمان و زمین کی کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ چیز بھی ایسی نہیں جو روشن اور کھلی کتاب میں نہ ہو

جلدی کیوں مچاتے ہو قیامت قریب ہے: مشرک چونکہ قیامت کے آنے کے قائل تھے ہی نہیں جرات سے اسے جلدی طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر سچے ہو تو بتاؤ وہ کب آئے گی؟ جناب باری تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ رسول ﷺ جواب مل رہا ہے کہ ممکن ہے وہ بالکل ہی قریب آ گئی ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾ اور جگہ ہے یہ عذابوں کو جلدی طلب کر رہے ہیں اور جہنم تو کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ﴿ لَكُمْ ﴾ کا لام ﴿ رَدِفَ ﴾ کے ﴿ عَجِلَ ﴾ کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے ہے جیسے کہ مجاہدؒ سے مروی ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے تو انسانوں پر بہت ہی فضل و کرم ہیں اس کی بیشمار نعمتیں ان کے پاس ہیں تاہم ان میں کے اکثر ناشکرے ہیں۔ جس طرح تمام ظاہر امور اس پر آشکارا ہیں اسی

طرح تمام باطنی امور بھی اس پر ظاہر ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ ﴾ اور آیت میں ہے ﴿ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى﴾ اور آیت میں ہے ﴿ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ﴾ مطلب یہی ہے کہ ہر چھپے کھلے کا وہ عالم ہے پھر بیان فرماتا ہے کہ ہر غائب حاضر کا اسے علم ہے' وہ علام الغیوب ہے آسمان وزمین کی تمام چیزیں خواہ تم کو اس کا علم ہو یا نہ ہو' اللہ کے ہاں کھلی کتاب میں لکھی ہوئی ہیں جیسے فرمان ہے کیا تو نہیں جانتا کہ آسمان وزمین کی ہر ایک چیز کا عالم رب تعالٰی ہے سب کچھ کتاب میں موجود ہے اللہ پر سب کچھ آسان ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٧٦﴾ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿٧٩﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٨٠﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾

یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے ان اکثر چیزوں کا فیصلہ کر رہا ہے جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں اور یہ قرآن ایمان والوں کے لئے یقیناً ہدایت ورحمت ہے تیرا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے سب فیصلے کر دے گا وہ بڑا ہی غالب اور دانا ہے پس تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھ یقیناً تو سچے اور کھلے دین پر ہے بے شک تو نہ مردوں کو سنا سکتا ہے اور نہ ان بہروں کو اپنی پکار سنا سکتا ہے جب کہ وہ پیٹھ پھیرے رو گرداں جا رہے ہوں اور نہ تو اندھوں کو ان کی گمراہی سے رہنمائی کر سکتا ہے تو صرف انہیں سنا سکتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں پھر وہ فرمانبردار بن جانے والے ہو جاتے ہیں

حق وباطل کا فیصل قرآن ہے: قرآن پاک کی ہدایت بیان ہو رہی ہے کہ اس میں جہاں رحمت ہے وہاں فرقان بھی ہے اور وہاں بنی اسرائیل یعنی حاملان تورات وانجیل کے اختلافات کا فیصلہ بھی ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہودیوں نے منہ پھٹ بات اور نری تہمت رکھدی تھی اور عیسائیوں نے انہیں ان کی حد سے آگے بڑھا دیا تھا۔ قرآن نے فیصلہ کیا اور افراط وتفریط کو چھوڑ کر حق بات بتلادی کہ وہ اللہ تعالٰی کے بندے اور اس کے رسول ہیں' وہ اللہ تعالٰی کے حکم سے پیدا ہوئے ہیں' ان کی والدہ نہایت پاکدامن ہیں۔ صحیح اور بالکل بے شک وشبہ بات یہی ہے۔ اور یہ قرآن مومنوں کے دل کی ہدایت ہے اور ان کے لئے سراسر رحمت ہے قیامت کے دن اللہ تعالٰی ان کے فیصلے کرے گا جو بدلہ لینے میں غالب ہے اور بندہ کے اقوال وافعال کا عالم ہے۔ تجھے اسی پر کامل بھروسہ رکھنا چاہئے اپنے رب کی رسالت کی تبلیغ میں کوتاہی نہ کرنی چاہئے۔ تو تو سراسر حق پر ہے مخالفین شقی ازلی ہیں ان پر تیرے رب کی بات صادق آ چکی ہے کہ انہیں ایمان نصیب نہیں ہو گا گو تو انہیں تمام معجزے دکھادے۔ تو مردوں کو نفع دینے والا کلام نہیں سنا سکتا۔ اسی طرح یہ کفار ہیں کہ ان کے دلوں پر پردے ہیں ان کے کانوں میں بوجھ ہیں یہ بھی قبولیت کا سننا نہیں سنیں گے۔ اور نہ تو بہروں کو اپنی آواز سنا سکتا ہے جب کہ وہ پیٹھ موڑے منہ پھیرے جا رہے ہوں۔ اور تو اندھوں کو ان کی گمراہی میں رہنمائی بھی نہیں کر سکتا تو صرف انہی کو سنا سکتا ہے یعنی قبول صرف وہی کریں گے جو کان لگا کر

سنیں اور دل لگا کر سمجھیں ساتھ ہی ایمان واسلام بھی ان میں ہو۔ اللہ تعالیٰ ورسول ﷺ کے ماننے والے ہوں دین رب کے قائل وعامل ہوں۔

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾

جب ان کے اوپر عذاب کا وعدہ ثابت ہو جائے گا تو ہم زمین سے ان کے لئے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرتا ہو گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں کرتے تھے

قیامت کی نشانیاں: جس جانور کا یہاں ذکر ہے یہ لوگوں کے بالکل بگڑ جانے اور دین رب کو چھوڑ بیٹھنے کے وقت آخری زمانہ میں ظاہر ہو گا جب کہ لوگوں نے دین حق کو بدل دیا ہو گا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ مکہ مکرمہ سے نکلے گا بعض کہتے ہیں اور کسی جگہ سے جس کی تفصیل ابھی آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ وہ بولے گا باتیں کرے گا اور کہے گا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا یقین نہیں کرتے تھے۔ ابن جریرؒ اسی کو مختار کہتے ہیں لیکن اس قول میں نظر ہے واللہ اعلم۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ وہ انہیں زخمی کرے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ اور یہ دونوں کرے گا۔ یہ قول بہت اچھا ہے اور دونوں باتوں میں کوئی منافات نہیں' واللہ اعلم۔ وہ احادیث وآثار جو دابتہ الارض کے بارے میں مروی ہیں ان میں سے کچھ ہم یہاں بیان کرتے ہیں واللہ المستعان۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ جو رسول اللہ ﷺ عرفات سے آئے ہمیں اس ذکر میں مشغول دیکھ کر فرمانے لگے کہ قیامت نہ قائم ہو گی جب تک کہ تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ سورج کا مغرب سے نکلنا' دھواں' دابتہ الارض' یاجوج ماجوج' کا نکلنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نکلنا' اور دجال کا نکلنا' اور مغرب و مشرق اور جزیرہ عرب میں تین خسف ہونا' اور ایک آگ کا عدن سے نکلنا جو لوگوں کا حشر کرے گی' انہی کے ساتھ رات گزارے گی اور انہی کے ساتھ دوپہر کا سونا سوئے گی (مسلم وغیرہ) ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ دابتہ الارض تین مرتبہ نکلے گا دور دراز جنگل سے ظاہر ہو گا اور اس کا ذکر شہر یعنی مکہ تک نہ پہنچے گا پھر ایک لمبے زمانے کے بعد دوبارہ ظاہر ہو گا اور لوگوں کی زبانوں پر اس کا قصہ چڑھ جائے گا یہاں تک کہ مکہ میں بھی اس کی شہرت پہنچے گی۔ پھر جب کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ حرمت وعظمت والی مسجد حرام میں ہوں گے اسی وقت اچانک دفعتاً دابہ الارض انہیں دہیں دکھائی دے گا رکن ومقام کے درمیان اپنے سر سے مٹی جھاڑ رہا ہو گا لوگ اسے دیکھ کر ادھر ادھر ہونے لگیں گے یہ مومنوں کی جماعت کے پاس جائے گا اور ان کے منہ کو مثل روشن ستارے کے منور کر دے گا نہ اس سے بھاگ کر کوئی بچ سکتا ہے نہ چھپ کر یہاں تک کہ ایک شخص نماز شروع کر کے اس سے پناہ چاہے گا یہ اس کے پیچھے سے آ کر کہے گا کہ اب نماز کو کھڑا ہوا ہے؟ پھر اس کی پیشانی پر نشان کر دے گا اور چلا جائے گا۔ اس کے نشانات کے بعد کافر مومن کا صاف طور پر امتیاز ہو جائے گا یہاں تک کہ مومن کافر سے کہے گا کہ اے کافر! میرا حق ادا کر اور کافر مومن سے کہے گا اے مومن میرا حق دے۔ یہ روایت حذیفہ بن اسیدؓ سے موقوفاً بھی مروی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ میں ہو گا جب کہ آپ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ سب سے پہلے جو نشانی ظاہر ہو گی وہ سورج کا مغرب سے نکلنا اور دابتہ الارض کا ضحیٰ کے وقت آ جانا ہے۔ ان دونوں میں سے جو پہلے ہو گا اس کے بعد ہی دوسرا ہو گا۔ صحیح مسلم میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا چھ چیزوں کی آمد سے پہلے ہی پہلے نیک اعمال کر لو۔

سورج کا مغرب سے نکلنا' اور دھوئیں کا آنا اور دجال کا آنا اور دابتہ الارض کا آنا اور تم میں سے ہر ایک کا خاص امر اور عام امر۔ یہ حدیث اور سندوں سے دوسری کتابوں میں بھی ہے۔ ابوداؤد طیالسی میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں دابتہ الارض کے ساتھ حضرت موسیٰ کی لکڑی ہوگی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی' کافروں کی ناک پر لکڑی سے مہر لگائے گا اور مومنوں کے منہ انگوٹھی سے منور کردے گا یہاں تک کہ ایک دستر خوان پر بیٹھے ہوئے مومن کافر سب ظاہر ہوں گے۔ ایک اور حدیث میں جو مسند احمد میں ہے مروی ہے کہ کافروں کی ناک پر انگوٹھی سے مہر کرے گا اور مومنوں کے چہرے لکڑی سے چمکا دے گا۔ ابن ماجہ میں بریدہؓ سے روایت ہے کہ مجھے لے کر رسول اللہ ﷺ مکہ کے پاس کے ایک جنگل میں گئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک خشک زمین ہے جس کے ارد گرد ریت ہے فرمانے لگے یہیں سے دابتہ الارض نکلے گا۔ بریدہؓ کہتے ہیں اس کے کئی سال بعد میں حج کے لئے نکلا تو مجھے لکڑی دکھائی دی جو میری اس لکڑی کے برابر تھی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس کے چار پیر ہوں گے صفا کی کھڈ میں سے نکلے گا۔ اس قدر تیزی سے خروج کرے گا کہ جیسے کوئی بہت ہی تیز رفتار گھوڑا ہو' تاہم تین دن میں اس کے جسم کا تیسرا حصہ بھی نہ نکلا ہو گا۔ عبداللہ بن عمروؓ سے جب اس کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا جیاد میں ایک چٹان ہے اس کے نیچے سے نکلے گا۔ میں اگر وہاں ہوتا تو میں تمہیں وہ چٹان دکھا دیتا یہ سیدھا مشرق کی طرف جائے گا اور اس زور سے چلائے گا کہ ہر طرف اس کی آواز پہنچ جائے گی پھر شام کی طرف جائے گا' وہاں بھی چیخ لگا کر پھر یمن کی طرف متوجہ ہو گا یہاں بھی آواز لگا کر شام کے وقت مکہ سے چل کر صبح کو عسفان پہنچ جائے گا۔ لوگوں نے پوچھا پھر کیا ہو گا؟ فرمایا پھر مجھے معلوم نہیں۔

عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے کہ مزدلفہ کی رات کو نکلے گا۔ حضرت عزیر علیہ السلام کے ایک کلام کی حکایت ہے کہ سدوم کے نیچے سے یہ نکلے گا اس کے کلام کو سب سنیں گے۔ حاملہ کے حمل وقت سے پہلے گر جائیں گے میٹھا پانی کڑوا ہو جائے گا دوست دشمن بن جائیں گے حکمت جل جائے گی علم اٹھ جائے گا نیچے کی زمین باتیں کرے گی انسان کی وہ تمنائیں ہوں گی جو کبھی پوری نہ ہوں' ان چیزوں کی کوشش ہو گی جو کبھی حاصل نہ ہوں' اس بارے میں کام کریں گے جسے کھائیں گے نہیں۔ ابوہریرہؓ کا قول ہے کہ اس کے جسم پر سب رنگ ہوں گے۔ اس کے دو سینگوں کے درمیان سوار کے لئے ایک فرسخ کی راہ ہو گی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ موٹے نیزے اور بھالے کی طرح کا ہو گا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اس کے بال ہوں گے کھر ہوں گے' ڈاڑھی ہو گی' دم نہ ہو گی' تین دن میں بہ مشکل ایک تہائی باہر آئے گا حالانکہ تیز گھوڑے کی چال چلتا ہو گا۔ ابن الزبیرؓ کا قول ہے کہ اس کا سر بیل کے سر کے مشابہ ہو گا' آنکھیں خنزیر کی آنکھوں کے مشابہ ہوں گی' کان ہاتھی جیسے ہوں گے سینگ کی جگہ اونٹ کی طرح ہو گی۔ شتر مرغ جیسی گردن ہو گی' شیر جیسا سینہ ہو گا' چیتے جیسا رنگ ہو گا' بلی جیسی کمر ہو گی' مینڈھے جیسی دم ہو گی' اونٹ جیسے پاؤں ہوں گے' ہر دو جوڑ کے درمیان بارہ گز کا فاصلہ ہو گا' حضرت موسیٰ کی لکڑی اور حضرت سلیمان کی انگوٹھی ساتھ ہو گی۔ ہر مومن کی پیشانی پر اپنے عصائے موسوی سے نشان کر دے گا جو پھیل جائے گا اور اس کا چہرہ منور ہو جائے گا اور ہر کافر کے چہرے پر خاتم سلیمانی سے نشان لگا دے گا جو پھیل جائے گا اور اس کا سارا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔ اب تو اس طرح مومن کافر ظاہر ہو جائیں گے کہ خرید و فروخت کے وقت کھانے پینے کے وقت لوگ ایک دوسرے کو اے مومن! اور اے کافر! کہہ کر بلائیں گے۔ دابتہ الارض ایک ایک کا نام لے کر ان کو جنت کی خوشخبری یا جہنم کی بدخبری سنائے گا یہی معنی و مطلب اس آیت کا ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ حَتّٰٓى اِذَا

جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾

جس دن ہم ہر امت میں سے ان لوگوں کے گروہ کو جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے گھیر گھار کر لائیں گے پھر وہ سب کے سب الگ کر دیئے جائیں گے جب سب کے سب آ پہنچیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نے میری آیتوں کو باوجود یکہ تمہیں ان کا پورا علم نہ تھا کیوں جھٹلایا اور یہ بھی بتلاؤ کہ تم کیا کچھ کرتے رہے؟ بسبب اس کے کہ انہوں نے ظلم کیا تھا ان پر بات جم جائے گی اور وہ کچھ بول نہ سکیں گے کیا وہ دیکھ نہیں رہے کہ ہم نے رات کو اس لئے بنایا ہے کہ وہ اس میں آرام حاصل کر لیں اور دن کو ہم نے دکھلانے والا بنایا ہے' یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان ویقین رکھتے ہیں

یہ حشر کا میدان ہے: اللہ کی باتوں کو نہ ماننے والوں کا اللہ تعالیٰ کے سامنے حشر ہو گا اور وہاں انہیں ڈانٹ ڈپٹ ہو گی تاکہ ان کی ذلت وحقارت ہو۔ ہر قوم میں سے ہر زمانے کے ایسے لوگوں کے جتھے الگ الگ پیش ہوں گے جیسے فرمان ہے ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ ظالموں کو اور ان کے جوڑوں کو جمع کرو' اور جیسے فرمان ہے ﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ﴾ جب کہ نفسوں کی جوڑیاں ملائیں جائیں گی' یہ سب ایک دوسروں کو دھکے دیں گے۔ اول والے آخر والوں کو رد کریں گے۔ پھر سب کے سب جانوروں کی طرح ہنکا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے لائے جائیں گے ان کے حاضر ہوتے ہی وہ منتقم حقیقی نہایت غصہ سے ان سے باز پرس کرے گا' یہ نیکیوں سے خالی ہاتھ ہوں گے جیسے فرمایا ﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾ یعنی نہ انہوں نے سچائی کی تھی نہ نماز پڑھی تھیں بلکہ جھٹلایا تھا اور منہ موڑا تھا۔ پس ان پر حجت ثابت ہو جائے گی اور کوئی عذر نہ کر سکیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ﴾ یہ وہ دن ہے کہ بول نہ سکیں گے اور نہ کوئی معقول عذر پیش کر سکیں گے اور نہ غیر معقول عذر کی اجازت پائیں گی۔ پس ان کے ذمہ بات ثابت ہو جائے گی بکے بکے اور حیران رہ جائیں گے اپنے ظلم کا بدلہ خوب پائیں گے۔ دنیا میں ظالم تھے اب جس کے سامنے کھڑے ہوں گے وہ عالم الغیب ہے کوئی بات بنائے نہ بنے گی۔ پھر اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے اور اپنی بلندی شان بتلاتا ہے اور اپنی عظیم الشان سلطنت دکھاتا ہے جو کھلی دلیل ہے اس کی اطاعت کی فرضیت پر اور اس کے حکموں کے بجالانے اور اس کے منع کردہ کاموں سے رکے رہنے کی ضرورت پر' اور اس کے نبیوں کو سچا ماننے کی اصلیت پر کہ اس نے رات کو پر سکون بنایا تاکہ تم اس میں آرام حاصل کر لو اور دن بھر کی تھکان دور کر لو اور دن کو روشن بنایا تاکہ تم اپنی معاش کی تلاش کر لو سفر تجارت کاروبار باسانی کر سکو۔ یہ تمام چیزیں ایک مومن کے لئے تو کافی سے زیادہ دلیل ہیں۔

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ

جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾

جس دن صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب آسمانوں والے اور زمین والے گھبرا گھبرا اٹھیں گے مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے' اور سارے کے سارے عاجز و پست ہو کر اس کے سامنے حاضر ہوں گے تو پہاڑوں کو اپنی جگہ جمے ہوئے خیال کر رہا ہے لیکن وہ بھی بادل کی طرح اڑے پھریں گے یہ ہے صنعت اللہ کی جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے' جو کچھ تم کرتے ہو اس سے وہ باخبر ہے جو شخص نیک عمل لائے گا اسے اس سے بہتر بدلہ ملے گا' اور وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے اور جو برائی لے کر آئیں گے وہ اوندھے منہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے صرف وہی بدلہ دیئے جاؤ گے جو کچھ کرتے رہے

قیامت کی کچھ اور نشانیاں: اللہ تعالیٰ قیامت کی گھبراہٹ اور بے چینی کو بیان فرما رہا ہے صور میں اسرافیل بحکم الٰہی پھونک ماریں گے اس وقت زمین پر بدترین لوگ ہوں گے دیر تک نفخہ پھونکتے رہیں گے جس سے سب پریشان حال ہو جائیں گے سوائے شہیدوں کے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں اور روزیاں دیئے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن عمروؓ سے ایک دن کسی شخص نے دریافت کیا کہ یہ آپؓ کیا فرمایا کرتے ہیں کہ اتنے اتنے وقت تک قیامت آ جائے گی۔ آپ نے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ یا اور کوئی ایسا ہی کلمہ بطور تعجب کہا اور فرمانے لگے سنو! اب تو جی چاہتا ہے کہ کسی سے کوئی حدیث بیان ہی نہ کروں۔ میں نے یہ کہا تھا کہ عن قریب تم بڑی بڑی اہم باتیں دیکھو گے بیت اللہ خراب ہو گا اور یہ ہو گا اور وہ ہو گا وغیرہ۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ دجال میری امت میں چالیس ٹھہرے گا۔ میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال۔ پھر اللہ تعالیٰ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نازل فرمائے گا) وہ صورت شکل میں بالکل عروہ بن مسعود جیسا ہو گا آپ اسے ڈھونڈ نکالیں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے۔ پھر سات سال ایسے گزریں گے کہ دنیا بھر میں دو شخص ایسے نہ ہوں گے جن میں آپس میں بغض و عداوت ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک بھینی بھینی ٹھنڈی ہوا چلائے گا جس سے ہر مومن فوت ہو جائے گا ایک ذرے کے برابر بھی جس کے دل میں خیر یا ایمان ہو گا اس کی روح بھی قبض ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص کسی پہاڑ کی کھوہ میں گھس گیا ہو گا تو یہ ہوا وہیں جا کر اسے فنا کر دے گی۔ اب زمین پر صرف بد لوگ رہ جائیں گے جو پرندوں جیسے ہلکے اور چوپایوں جیسے بے عقل ہوں گے ان میں سے بھلائی برائی کی تمیز اٹھ جائے گی ان کے پاس شیطان پہنچے گا اور کہے گا تم شرماتے نہیں کہ ان بتوں کی پرستش چھوڑے بیٹھے ہو؟ یہ بت پرستی شروع کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں روزیاں پہنچاتا رہے گا اور خوش و خرم رکھے گا۔ یہ اسی مستی میں ہوں گے جو صور پھونکنے کا حکم مل جائے گا جس کے کان میں آواز پڑی وہیں دائیں بائیں لوٹنے لگے گا۔ سب سے پہلے اسے وہ شخص سنے گا جو اپنے اونٹوں کے لئے حوض ٹھیک ٹھاک کر رہا ہو گا۔ سنتے ہی بے ہوش ہو جائے گا۔ اور سب لوگ بے ہوش ہونا شروع ہو جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ مثل شبنم کے بارش برسائے گا جس سے لوگوں کے جسم اگنے لگیں گے پھر دوبارہ نفخہ پھونکا جائے گا جس سے سب اٹھ کھڑے ہوں گے وہیں آواز لگے گی کہ لوگو! اپنے رب کے پاس چلو وہاں ٹھہرو تم سے سوال جواب ہو گا۔ پھر فرمایا جائے گا کہ آگ کا حصہ نکالو' پوچھا جائے گا کہ کتنوں میں سے کتنے؟ تو فرمایا جائے گا کہ ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ یہ ہو گا وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے۔ یہ ہو گا وہ دن جب پنڈلی کی زیارت کرائی جائے گی پہلا نفخہ تو گھبراہٹ کا نفخہ ہو گا دوسرا بے ہوشی اور موت کا تیسرا دوبارہ جی کر رب العالمین کے دربار میں پیش ہونے کا اتوہ کی قرات الف کی مد کے ساتھ بھی مروی ہے۔ ہر ایک ذلیل و خوار

ہو کر پست ولاچار ہو کر بے بس اور مجبور ہو کر ماتحت اور محکوم ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو گا ایک سے بھی بن نہ پڑے گی کہ اس کی حکم عدولی کرے جیسے فرمان ہے ﴿ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ ﴾ جس دن اللہ تعالیٰ تمہیں بلائے گا اور تم اس کی حمد بیان کرتے ہوئے اس کی فرمانبرداری کروگے۔ اور آیت میں ہے کہ پھر جب وہ تمہیں زمین میں سے بلائے گا تو تم سب نکل کھڑے ہوگے۔ صور کی حدیث میں ہے کہ تمام روحیں صور کے سوراخ میں رکھی جائیں گی اور جب جسم قبروں سے اگ رہے ہوں گے صور پھونک دیا جائے گا۔ روحیں اڑنے لگیں گی۔ مومنوں کی روحیں نورانی ہوں گی کافروں کی روحیں اندھیرے اور ظلمت والی ہوں گی۔ رب العالمین خالق کل فرمادے گا کہ میرے جلال کی میری عزت کی قسم ہے ہر روح اپنے بدن میں چلی جائے۔ جس طرح زہر رگ وپے میں سرایت کرتا ہے اس طرح روحیں اپنے جسموں میں پھیل جائیں گی اور لوگ اپنی اپنی جگہ سے سر جھاڑتے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جیسے فرمایا کہ اس دن قبروں سے اس طرح جلدی نکلیں گے جس طرح اپنی عبادت کی طرف دوڑے بھاگے جاتے تھے۔ یہ بلند پہاڑ جنہیں تم گڑا ہوا اور جما ہوا دیکھ رہے ہو یہ اس دن اڑتے بادلوں کی طرح ادھر ادھر پھیلے ہوئے اور ٹکڑے ٹکڑے ہوئے دکھائی دیں گے ان کا چورا ہو گا یہ چلنے پھرنے لگیں گے اور آخر ریزہ ریزہ ہو کر بے نام ونشان ہو جائیں گے۔ زمین صاف ہتھیلی جیسی بے نیچ اونچ کی ہو جائے گی۔ یہ ہے صفت اس صناع کی جس کی ہر صنعت حکمت والی مضبوط پختہ اور اعلیٰ ہوتی ہے جس کی اعلیٰ تر قدرت انسانی سمجھ میں نہیں آسکتی بندوں کے تمام اعمال خیر وشر سے وہ واقف ہے۔ ہر ہر فعل کی سزا جزا وہ ضرور دے گا۔ اس اختصار کے بعد تفصیل بیان فرمائی کہ نیکی اخلاص توحید لے کر جو آئے گا وہ ایک کے بدلے دس پائے گا اور اس دن کی گھبراہٹ سے نڈر رہے گا اور لوگ گھبراہٹ میں عذاب میں ہوں گے یہ امن میں ثواب میں ہو گا بلند وبالا بالاخانوں میں راحت واطمینان سے ہو گا۔ اور جس کی برائیاں ہی برائیاں ہوں یا جس کی برائیاں بھلائیوں سے زیادہ ہوں اسے ان کا بدلہ ملے گا اپنی کرنی اپنی اپنی بھرنی۔ اکثر مفسرین سے مروی ہے کہ برائی سے مراد شرک ہے۔

إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ ٱلْبَلْدَةِ ٱلَّذِى حَرَّمَهَا وَلَهُۥ كُلُّ شَىْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴿٩١﴾ وَأَنْ أَتْلُوَا۟ ٱلْقُرْءَانَ ۖ فَمَنِ ٱهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِى لِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُنذِرِينَ ﴿٩٢﴾ وَقُلِ ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ ءَايَٰتِهِۦ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٣﴾

ع ۷ | ۱۱ | ۳

مجھے تو بس یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے پروردگار کی عبادت کرتا رہوں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے جس کی ملکیت ہر چیز ہے اور مجھے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں ہو جاؤں اور میں قرآن کی تلاوت کرتا رہوں جو راہ راست پر آ جائے وہ اپنے نفع کے لئے راہ راست پر آئے گا اور جو بہک جائے تو تو کہہ دے کہ میں تو صرف ہوشیار کرنے والوں میں سے ہوں۔ کہہ دے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں وہ عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا جنہیں تم خود پہچان لوگے۔ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے تیرا رب غافل نہیں

کعبہ کی عزت وحرمت: اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم محترم ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ میں اس شہر مکہ کے رب کی عبادت کا اور اس کی فرمانبرداری کا مامور ہوں۔ جیسے ارشاد ہے کہ اے لوگو! اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو ہوا کرے میں تو جن کی تم عبادت کر رہے ہو ان کی عبادت ہرگز نہیں کرنے کا۔ میں اسی رب تعالیٰ کا عابد

ہوں جو تمہاری موت وزندگی کا مالک ہے۔ یہاں مکہ کی طرف ربوبیت کی اضافت صرف بزرگی اور شرافت کے اظہار کے لئے ہے جیسے فرمایا ہے ﴿ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ﴾ انہیں چاہئے کہ اس شہر کے رب تعالیٰ کی عبادت کریں جس نے انہیں اوروں کی بھوک کے وقت آسودہ اور اوروں کے خوف کے وقت بے خوف کر رکھا ہے۔ یہاں فرمایا کہ اس شہر کو حرمت وعزت والا اس نے بنایا ہے۔

جیسے بخاری ومسلم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ والے دن فرمایا کہ شہر اسی وقت سے باحرمت ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حرمت دینے سے حرمت والا ہی رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے نہ اس کے کانٹے کاٹے جائیں نہ اس کا شکار خوفزدہ کیا جائے نہ اس میں گری پڑی چیز کسی کی اٹھائی جائے ہاں جو پہنچوا کر مالک کو پہنچانا چاہے اس کے لئے جائز ہے۔ اس کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے الخ۔ حدیث بہت سی سندوں سے بہت سی کتابوں میں مروی ہے جیسے کہ احکام کی کتابوں میں تفصیل موجود ہے وللہ الحمد۔ پھر اس خاص چیز کی ملکیت ثابت کر کے اپنی عام ملکیت کاذکر فرماتا ہے کہ ہر چیز کا رب اور مالک وہی ہے اس کے سوا نہ کوئی مالک نہ معبود۔ اور مجھے یہ حکم بھی ملا ہے کہ میں موحد مخلص مطیع اور فرمانبردار ہو کر رہوں۔ اور مجھے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھ سناؤں جیسے فرمان ہے کہ ہم یہ آیتیں اور یہ حکمت والا ذکر تیرے سامنے تلاوت کرتے ہیں۔

اور آیت میں ہے کہ ہم تجھے موسیٰ اور فرعون کا صحیح واقعہ سناتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میں ربانی مبلغ ہوں میں تمہیں جگا رہا ہوں تمہیں ڈرا رہا ہوں اگر میری مان کر راہ راست پر آؤ گے تو اپنا ہی بھلا کرو گے اور اگر میری نہ مانی تو میں اپنے فرض تبلیغ کو ادا کر کے سبکدوش ہو گیا ہوں۔ اگلے رسولوں نے بھی یہی کیا تھا اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچا کر اپنا دامن پاک کر لیا۔ جیسے فرمان ہے تجھ پر صرف پہنچا دینا ہے حساب ہمارے ذمہ ہے اور فرمایا تو صرف ڈرا دینے والا ہے اور ہر چیز پر وکیل اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ کے لئے تعریف ہے جو بندوں کی بے خبری میں انہیں عذاب نہیں کرتا بلکہ پہلے اپنا پیغام پہنچاتا ہے اپنی حجت ختم کرتا ہے بھلا برا سمجھا دیا ہے ہم تمہیں ایسی آیتیں دکھائیں گے کہ تم خود قائل ہو جاؤ۔

جیسے فرمایا ﴿ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا ﴾ ہم انہیں خود ان کے نفسوں میں اور ان کے ارد گرد ایسی نشانیاں دکھائیں گے کہ جن سے ان پر حق ظاہر ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کرتوت سے غافل نہیں بلکہ اسکا علم ہر چھوٹی بڑی چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے دیکھو لوگو! اللہ تعالیٰ کو کسی چیز سے اپنے کسی عمل سے غافل نہ جاننا وہ ایک ایک مچھر سے ایک ایک پتنگے سے اور ایک ایک ذرے سے باخبر ہے۔

عمر بن عبد العزیزؒ سے مروی ہے کہ اگر وہ غافل ہوتا تو انسان کے قدموں کے نشان سے جنہیں ہوا مٹا دیتی ہے غفلت کر جاتا لیکن وہ ان نشانات کا بھی حافظ اور عالم ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اکثر ان دو شعروں کو پڑھتے رہا کرتے تھے جو یا تو آپؒ کے ہیں یا کسی اور کے

﴿ اذا ماخلوت الدّهرَ يوماً فلاتقلْ ﴾ ﴿ خلوتُ ولكن قلْ علّى رقيب ﴾

﴿ ولا تحسبنّ اللّه يغفل ساعةً ﴾ ﴿ ولا انّ مايخفى عليه يغيب ﴾

یعنی جب تو کسی وقت بھی خلوت اور تنہائی میں ہو تو اپنے تئیں تنہا اور اکیلا نہ سمجھنا بلکہ اپنے رب کو وہاں بھی حاضر ناظر جاننا وہ ایک ساعت بھی کسی سے غافل نہیں نہ کوئی مخفی اور پوشیدہ چیز اس کے علم سے باہر ہے۔

﴿الْحَمْدُ لِلّٰه﴾ اللہ تعالیٰ فضل وکرم سے سورۂ نمل کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ قصص مکیہ

مسند احمد میں حضرت معدی کربؓ سے مروی ہے کہ ہم حضرت عبداللہؓ کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی کہ وہ ہمیں سورۂ ﴿طسم﴾ سو آیتوں والی پڑھ کر سنائیں تو آپؓ نے فرمایا مجھے تو یہ یاد نہیں تم (حضرت) خباب بن ارتؓ سے جا کر سنو جنہیں خود رسول اللہ ﷺ نے سکھائی ہے۔ چنانچہ ہم آپؓ کے پاس گئے اور آپؓ نے ہمیں یہ مبارک سورہ پڑھ کر سنائی۔ وارضاہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾

اللہ کے نام سے شروع جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

یہ آیتیں ہیں روشن کتاب کی ہم تیرے سامنے موسیٰ اور فرعون کا صحیح واقعہ بیان فرماتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں یقیناً فرعون نے زمین میں سرکشی کر رکھی تھی اور وہاں کے لوگوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا اور ان کے ایک فرقہ کو کمزور کر رکھا تھا اور ان کے لڑکوں کو تو ذبح کر ڈالتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا' بے شک وشبہ وہ تھا ہی مفسدوں میں سے پھر ہماری چاہت ہوئی کہ ہم ان پر کرم فرمائیں جنہیں زمین میں بے حد کمزور کر دیا گیا تھا' اور ہم نے انہیں پیشوا بنانے اور انہیں وارث بنانے کا ارادہ کر لیا اور یہ بھی کہ ہم انہیں زمین میں قدرت واختیار دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ دکھا دیں جس سے وہ ڈر رہے تھے

فرعون کے بنی اسرائیل پر مظالم: حروف مقطعہ کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ یہ آیتیں ہیں واضح جلی روشن صاف اور کھلے قرآن کی تمام کاموں کی اصلیت سب گزشتہ اور آئندہ کی خبریں اس میں ہیں اور سب سچی اور کھلی۔ ہم تیرے سامنے موسیٰ اور فرعون کا سچا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ہم تیرے سامنے بہترین واقعہ بیان کرتے ہیں اس طرح کہ گویا تو اس کے ہونے کے وقت وہیں موجود تھا۔ فرعون ایک متکبر سرکش اور بد دماغ انسان تھا اس نے لوگوں پر بری طرح قبضہ جما رکھا تھا اور انہیں آپس میں لڑوا لڑوا کر ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈلوا کر انہیں کمزور کر کے خود ان پر جبر وتعدی کے ساتھ سلطنت کر رہا تھا۔ خصوصاً بنی اسرائیل کو تو اس ظالم نے نیست کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ حالانکہ مذہبی اعتبار سے اس وقت یہ سب میں اچھے تھے۔ بری

طرح انہیں اس نے ذلیل کر رکھا تھا۔ تمام کمینے کام ان سے لیا کرتا تھا اور دن رات یہ بیچارے بیگار میں گھسیٹتے رہتے تھے۔ اس پر بھی اس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوتا تھا یہ ان کی نرینہ اولاد کو قتل کروا ڈالتا تھا کہ یہ قوت والے نہ ہو جائیں اور اس لئے بھی کہ یہ ذلیل و خوار ہیں اور اس لئے بھی کہ اسے ڈر تھا کہ ان میں سے ایک بچے کے ہاتھوں میری سلطنت تباہ ہونے والی ہے۔ بات یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام مصر کی حکومت میں سے مع اپنی اہلیہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے جا رہے تھے اور یہاں کے سرکش بادشاہ نے حضرت سارہ کو لونڈی بنانے کے لئے آپ سے چھین لیا تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کافر سے محفوظ رکھا اور اسے ان پر دست درازی کرنے کی قدرت ہی حاصل نہ ہوئی اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور پیشینگوئی فرمایا تھا کہ میری اولاد میں سے ایک کی اولاد کے ایک لڑکے کے ہاتھوں ملک مصر اس قوم سے جاتا رہے گا اور ان کا بادشاہ اس کے سامنے ذلت کے ساتھ ہلاک ہوگا چونکہ بنی اسرائیل میں یہ روایت چلی آ رہی تھی اور ان کے درس میں بھی یہ تھی جسے قبطی بھی سنتے تھے جو فرعون کی قوم کے تھے انہوں نے دربار میں مخبری کی جب سے فرعون نے یہ ظالمانہ اور سفاکانہ قانون بنا دیا کہ بنو اسرائیل کے بچے قتل کر دیئے جائیں اور ان کی بچیاں چھوڑ دی جائیں۔ لیکن رب کو جو منظور ہوتا ہے وہ اپنے وقت پر ہو کر ہی رہتا ہے۔ حضرت موسیٰ زندہ رہ گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں اس سرکش کو ذلیل و خوار کیا فالحمد للہ۔ چنانچہ فرمان ہے کہ ہم نے ان ضعیفوں اور کمزوروں پر رحم کرنا چاہا ظاہر ہے کہ اللہ کی چاہت کا پورا ہونا یقینی ہے جیسے فرمایا ﴿ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ ﴾ ہم نے اس گری پڑی قوم کو ان کی تمام چیزوں کا مالک بنا دیا۔ فرعون نے اپنی تمام تر طاقت کا مظاہرہ کیا لیکن اسے رب تعالیٰ کی طاقت کا اندازہ ہی نہ تھا۔ آخر اللہ تعالیٰ کا ارادہ غالب رہا اور جس ایک بچے کی خاطر ہزاروں بے گناہ بچوں کا خون ناحق بہایا تھا اس بچے کو قدرت نے اسی کی گودیوں میں پلوایا پروان چڑھایا اور اسی کے ہاتھوں اس کا اس کے لشکر کا اور اس کے ملک و مال کا خاتمہ کرایا تاکہ وہ جان لے اور مان لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ایک ذلیل مسکین بے دست و پا غلام تھا اور رب کی چاہت پر کسی کی چاہت غالب نہیں رہ سکتی۔ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے مصر کی سلطنت دی اور فرعون جس سے خائف تھا وہ سامنے آ گیا اور تباہ و برباد ہوا فالحمد للہ۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِــِٕيْنَ ۝ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ۭ لَا تَقْتُلُوْهُ ڰ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝

ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اسے دودھ پلاتی رہ اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو تو اسے دریا میں بہا دینا اور کوئی ڈر خوف یا رنج غم نہ کرنا ہم یقیناً اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اسے اپنے پیغمبروں میں بنانے والے ہیں آخر فرعون کے لوگوں نے اس بچے کو اٹھا لیا کہ آخر کار یہی بچہ ان کا دشمن ہوا اور ان کے رنج کا باعث بنا کچھ شک نہیں کہ فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر تھے ہی خطا کار اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو بہت ممکن ہے کہ یہ ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے یا ہم اسے اپنا ہی بیٹا بنا لیں یہ لوگ کچھ شعور ہی نہ رکھتے تھے۔

جس کو اللہ بچائے اُسے کوئی نہیں مار سکتا ہے: مروی ہے کہ جب بنی اسرائیل کے ہزارہا بچے قتل ہو چکے تو قبطیوں کو اندیشہ ہوا کہ اگر بنو اسرائیل ختم ہو گئے تو جتنے ذلیل کام اور بیہودہ خدمتیں حکومت ان سے لے رہی ہے کہیں ہم سے نہ لینے لگے۔ تو دربار میں میٹنگ ہوئی اور یہ رائے قرار پائی کہ ایک سال مار ڈالے جائیں اور دوسرے سال نہ قتل کئے جائیں۔ حضرت ہارون اس سال تولد ہوئے جس سال بچوں کو نہ قتل کیا جاتا تھا۔ لیکن حضرت موسیٰ اس سال پیدا ہوئے جس سال بنو اسرائیل کے لڑکے عام طور پر تہ تیغ ہو رہے تھے عورتیں گشت کرتی رہتی تھیں اور حاملہ عورتوں کا خیال رکھتی تھیں ان کے نام لکھ لئے جاتے تھے وضع حمل کے وقت یہ عورتیں پہنچ جاتی تھیں اگر لڑکی ہوتی تو واپس چلی جاتیں اور اگر لڑکا ہوتا تو فوراً جلادوں کو خبر کر دیتی تھیں۔ یہ لوگ تیز چھرے لئے ہوئے اسی وقت آجاتے تھے اور ماں باپ کے سامنے ان کے بچوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے چلے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ کی والدہ کو جب آپؑ کا حمل ٹھہرا تو عام حمل کی طرح وہ ظاہر نہ ہوا اور جو عورتیں اس تحقیق پر مامور تھیں اور جتنی دائیاں آتی تھیں کسی کو حمل کا پتہ ہی نہ چلا یہاں تک کہ حضرت موسیٰ تولد بھی ہو گئے۔ آپؑ کی والدہ کو اب سخت دہشت لگنے لگی اور ہر وقت خوفزدہ رہنے لگیں اور اپنے اس بچے سے محبت بھی اتنی تھی کہ کسی ماں کو اپنے بچے سے اتنی نہ ہوئی ہو گی۔ ایک ماں پر ہی کیا موقوف ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کا چہرہ ایسا ہی بنایا تھا کہ جس کی نظر ان پر پڑ جاتی تھی اس کے دل میں ان کی محبت بیٹھ جاتی تھی جیسے جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّى ﴾ میں نے اپنے پاس کی محبت تجھ پر ڈال دی تھی۔ پس جب کہ والدہ موسیٰ ہر وقت کبیدہ خاطر خوفزدہ اور رنجیدہ رہنے لگیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں خیال ڈالا کہ اسے دودھ پلاتی رہے اور خوف کے موقعہ پر انہیں دریائے نیل میں بہادے جس کے کنارے پر ہی آپ کا مکان تھا چنانچہ یہی کیا کہ ایک پیٹی کی وضع کا صندوق بنالیا اس میں حضرت موسیٰ کو رکھ دیا۔ دودھ پلادیا کرتیں اور اس میں سلا دیتیں جہاں کوئی ایسا ڈراونا موقعہ آیا اس صندوق کو دریا میں بہادیتیں اور ایک ڈوری سے اسے باندھ رکھا تھا خوف کے ٹل جانے کے بعد اسے کھینچ لیتیں۔ ایک مرتبہ ایک ایسا شخص گھر میں آنے لگا جس سے آپ کی والدہ کو بہت دہشت لگی دوڑی اٹھیں اور بچے کو صندوق میں لٹا کر دریا میں بہادیا اور جلدی اور گھبراہٹ میں ڈوری باندھنی بھول گئیں۔ صندوق کی موجوں کے ساتھ زور سے بہنے لگا اور بہتا بہتا فرعون کے محل کے پاس سے گزرا لونڈیوں نے اسے اٹھالیا اور فرعون کی بیوی کے پاس لے گئیں۔ راستے میں انہوں نے اسے ڈر کے مارے کھولا نہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی تہمت ان پر لگ جائے۔ جب فرعون کی بیوی کے پاس اسے کھولا گیا تو دیکھا کہ اس میں ایک نہایت خوبصورت نورانی چہرے والا صحیح سالم بچہ لیٹا ہوا ہے جسے دیکھتے ہی ان کا دل مہر و محبت سے پر ہو گیا اور اس بچہ کی پیاری شکل دل میں گھر کر گئی۔ اس میں بھی رب تعالیٰ کی مصلحت تھی کہ فرعون کی بیوی کو راہ راست دکھائے اور فرعون کے سامنے اس کا ڈر لائے اور اسے اور اس کے غرور کو ڈھائے تو فرماتا ہے کہ آل فرعون نے اس صندوقچہ کو اٹھالیا اور انجام کار وہ ان کی دشمنی اور ان کے رنج و ملال کا باعث ہوا۔ ابن اسحاقؒ وغیرہ فرماتے ہیں ﴿ لِيَكُوْنَ ﴾ کا لام لام عاقبت ہے لام تعلیل نہیں اس لئے کہ ان کا ارادہ یہ نہ تھا۔ بظاہر یہ ٹھیک بھی معلوم ہوتا ہے لیکن معنی کو دیکھتے ہوئے لام کو لام تعلیل سمجھنے میں بھی کوئی حرج نظر نہیں آتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں صندوقچے کا اٹھانے والا اس لئے ہی بنایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے ان کے لئے دشمن بنادے اور ان کے رنج و غم کا باعث بنائے بلکہ اس میں ایک لطف یہ بھی ہے کہ اس سے وہ بچنا چاہتے تھے وہ ان کے سر چڑھ گیا۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا گیا کہ فرعون و ہامان اور ان کے ساتھی خطا کار تھے۔ روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے قدریہ کو جو لوگ کہ تقدیر کے منکر ہیں' ایک خط میں لکھا کہ موسیٰ اللہ تعالیٰ کے سابق علم میں فرعون کے دشمن اور اس کے لئے باعث رنج و غم تھے جیسے قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے لیکن تم کہتے ہو کہ اگر فرعون چاہتا تو موسیٰ اس کے مددگار اور دوست ہوتے؟ پھر فرماتا ہے کہ اس بچے کو

دیکھتے ہی فرعون چونکا کہ ایسا نہ ہو کسی اسرائیلیہ عورت نے اسے پھینک دیا ہو اور کہیں یہ وہی نہ ہو جس کے فنا کرنے کے لئے میں ہزاروں بچوں کو فنا کر چکا ہوں' یہ سوچ کر اس نے انہیں بھی قتل کرنا چاہا لیکن اس کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کی سفارش کی فرعون کو اس کے ارادے سے روکا اور کہا اسے قتل نہ کیجئے بہت ممکن ہے کہ یہ آپ کی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہو۔ فرعون نے جواب دیا کہ تیری آنکھوں کی ٹھنڈک گو ہو لیکن مجھے تو آنکھوں کی ٹھنڈک کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے یہی ہوا۔

حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دین نصیب فرمایا اور حضرت موسیٰ کی وجہ سے انہوں نے ہدایت پائی اور اس متکبر کو رب تعالیٰ نے اپنے نبی کے ہاتھوں ہلاک کیا۔ نسائی وغیرہ کے حوالے سے سورۂ طٰہٰ کی تفسیر میں حدیث فتون میں یہ قصہ پورا بیان ہو چکا ہے۔ حضرت آسیہؓ فرماتی ہیں شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے۔ ان کی امید اللہ تعالیٰ نے پوری کی۔ دنیا میں حضرت موسیٰ ان کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور آخرت میں جنت میں جانے کا اور کہتی ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے ہم اسے اپنا بچہ بنالیں۔ انہیں کوئی اولاد نہ تھی تو چاہا کہ حضرت موسیٰ کو متبنیٰ بنالیں۔ ان میں سے کسی کو شعور نہ تھا کہ قدرت کس طرح پوشیدہ پوشیدہ اپنا ارادہ پورا کر رہی ہے۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۭ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰي قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑩ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۡ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑪ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓي اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ⑫ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑬

موسیٰ کی والدہ کا دل بے قرار ہو گیا قریب تھیں کہ اس واقعہ کو بالکل ظاہر کر دیتیں اگر ہم ان کے دل کو ڈھارس نہ دے دیتے یہ اس لئے کہ وہ یقین کرنے والوں میں رہے موسیٰ کی والدہ نے اسکی بہن سے کہا کہ تو اس کے پیچھے پیچھے جا تو وہ اسے دور ہی دور سے دیکھتی رہی اور فرعونیوں کو اس کا علم بھی نہ ہوا ان کے پہنچنے سے پہلے ہم نے موسیٰ پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔ یہ کہنے لگیں کہ کیا میں تمہیں ایسا گھرانا بتاؤں جو اس بچہ کی تمہارے لئے پرورش کرے اور ہوں بھی وہ اس بچے کے خیر خواہ۔ پس ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف واپس پہنچایا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور آزردہ خاطر نہ ہو اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے

موسیٰ کی پرورش فرعون کے گھر میں: موسیٰ کی والدہ نے جب آپؑ کو صندوقچہ میں ڈال کر فرعونیوں کے خوف کی وجہ سے دریا میں بہا دیا اور بہت پریشان ہوئیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے سچے رسول اور اپنے لخت جگر حضرت موسیٰ کے آپ کو کسی اور چیز کا خیال ہی نہ رہا صبر و سکون جاتا رہا دل میں بجز حضرت موسیٰ کی یاد کے اور کوئی خیال ہی نہیں آتا تھا اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے

ان کی دل جمعی نہ کر دی جاتی تو وہ بے صبری میں راز فاش کر دیتیں لوگوں سے کہہ دیتیں کہ اس طرح میرا بچہ ضائع ہو گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا دل ٹھہرا دیا ڈھارس اور تسکین دے دی اور انہیں یقین کامل کرا دیا کہ تیرا بچہ تجھے ضرور مل جائے گا۔ والدہ موسیٰ نے اپنی بڑی بچی سے جو ذرا سمجھدار تھیں فرمادیا کہ بیٹی تم اس صندوق پر نظریں جما کر کنارے کنارے چلی جاؤ دیکھو کہ کیا انجام ہوتا ہے؟ مجھے خبر کرنا۔ تو یہ اسے دور سے دیکھتی ہوئی چلیں لیکن اس انجان پن سے کہ کوئی اور نہ سمجھ سکے کہ یہ ان کا خیال رکھتی ہوئی ساتھ ساتھ جا رہی ہیں۔ فرعون کے محل تک پہنچتے ہوئے اور وہاں سے اس کی لونڈیوں کو اٹھاتے ہوئے تو آپ کی ہمشیرہ نے دیکھا پھر وہیں باہر کھڑی رہ گئیں کہ شاید کچھ معلوم ہو سکے کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔ وہاں یہ ہوا کہ جب حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا نے فرعون کو اس کے خونی ارادے سے باز رکھا اور بچے کو اپنی پرورش میں لے لیا تو شاہی محل میں جتنی دایہ تھیں سب کو بچہ دیا گیا ہر ایک نے بڑی محبت و پیار سے انہیں دودھ پلانا چاہا لیکن بحکم اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ نے کسی کے دودھ کا ایک گھونٹ بھی نہ پیا آخر اپنی لونڈیوں کے ہاتھ باہر بھیجا کہ باہر کسی دایہ کو تلاش کرو اور جس کا دودھ یہ پئے اسے لے آؤ۔ چونکہ رب العالمین کو یہ منظور نہ تھا کہ اس کا نبی اپنی والدہ کے سوا اور کسی کا دودھ پئے اور اس میں سب سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ اس بہانے حضرت موسیٰ اپنی ماں تک پہنچ جائیں۔ لونڈیاں جب آپ کو لے کر باہر نکلیں تو آپ کی بہن صاحبہ نے پہچان لیا لیکن ان پر ظاہر نہ کیا اور نہ انہیں خود کوئی پتہ چل سکا۔ آپ کی والدہ گو پہلے تو بہت پریشان تھیں لیکن اس کے بعد رب تعالیٰ نے انہیں صبر وسکون دے دیا تھا اور وہ خاموش اور مطمئن تھیں۔ بہن نے انہیں کہا کہ تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ انہوں نے کہا کہ یہ بچہ کسی دائی کا دودھ نہیں پیتا ہم اس کے لئے کسی اور دایہ کی تلاش میں ہیں۔ یہ سن کر ہمشیرہ کلیم اللہ نے فرمایا کہ اگر کہو تو میں ایک دائی کا پتہ دوں؟ ممکن ہے یہ بچہ ان کا دودھ پی لے وہ اسے پرورش کریں اور اس کی خیر خواہی کریں۔ یہ سن کر انہیں کچھ شک گزرا کہ یہ لڑکی اس لڑکے کی اصلیت سے اور اس کے ماں باپ سے واقف ہے اسے گرفتار کر لیا اور اس سے پوچھا کہ تجھے کیا معلوم کہ وہ عورت اس کی کفالت اور خیر خواہی کرے گی؟ اس نے فوراً جواب دیا سبحان اللہ' کون نہ چاہے گا کہ شاہی دربار میں اس کی عزت ہو انعام اکرام کی خاطر کون اس بچہ سے ہمدردی نہ کرے گا؟ ان کی سمجھ میں بھی آ گیا کہ ہمارا پہلا گمان غلط تھا یہ تو ٹھیک کہہ رہی ہے اسے چھوڑ دیا اور کہا اچھا چل اس کا مکان دکھا۔ یہ انہیں لے کر اپنے گھر آئیں اپنی والدہ کی طرف اشارہ کر کے کہا انہیں دیجئے سرکاری آدمیوں نے انہیں دیا تو بچہ ان کا دودھ پینے لگا۔ فوراً یہ خبر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کو دی گئی اسے سن کر آپ بہت خوش ہوئیں انہیں اپنے محل میں بلوایا اور بہت کچھ انعام واکرام دیا لیکن یہ پتہ نہ تھا کہ فی الواقع یہی اس بچہ کی والدہ ہیں۔ فقط اس وجہ سے کہ حضرت موسیٰ علیہا السلام نے ان کا دودھ پیا تھا وہ ان سے بہت خوش ہوئیں کچھ دنوں تک تو یونہی کام چلتا رہا آخر کار ایک روز حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میری خواہش ہے کہ تم محل میں ہی آ جاؤ یہیں رہو سہو اور اسے دودھ پلاتی رہو۔ ام موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا میں بال بچوں والی ہوں میرے میاں بھی ہیں میں انہیں اپنے گھر دودھ پلا دیا کروں گی پھر آپ کے ہاں بھیج دیا کروں گی۔ یہی طے ہوا اور اسی پر فرعون کی بیوی بھی رضامند ہو گئیں۔ ام موسیٰ کا خوف امن سے فقیری امیری سے' بھوک آسودگی سے' ذلت عزت سے بدل گئی روزانہ انعام واکرام پاتیں کھانا کپڑا شاہی طریق پر ملتا اور اپنے پیارے بچے کو اپنی گود میں پالتیں۔ ایک ہی رات یا ایک ہی دن یا ایک دن رات کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی مصیبت راحت سے بدل دی۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص اپنا کام دھندا کرے اور اس میں اللہ کا خوف اور میری سنتوں کا لحاظ کرے اس کی مثال ام موسیٰ کی مثال ہے کہ اپنے ہی بچے کو دودھ پلائے اور اجرت بھی لے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اسی کے ہاتھ میں تمام کام ہیں' اسی کا چاہا ہوا ہوتا ہے اور جس کام کو وہ نہ چاہے ہرگز نہیں ہوتا۔ یقیناً وہ ہر اس شخص کی مدد کرتا ہے جو

اس پر توکل کرے اس کی فرمانبرداری کرنے والے کا دستگیر وہی ہے وہ اپنے نیک بندوں کے آڑے وقت کام آتا ہے اور ان کی تکلیفوں کو ٹالتا ہے اور ان کی تنگی کو فراخی سے بدلتا ہے اور ہر رنج کے بعد راحت عطا فرماتا ہے سبحانہ ما اعظم شانہ۔

پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف واپس لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور اسے اپنے بچے کا صدمہ نہ رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو بھی سچا سمجھے اور یقین مان لے کہ وہ ضرور نبی اور رسول بھی ہونے والا ہے۔ اب آپ کی والدہ اطمینان سے آپؑ کی پرورش میں مشغول ہو گئی اور اسی طرح پرورش کی جس طرح ایک بلند درجہ پیغمبر کی ہونی چاہئے ہاں رب کی حکمتیں بے علموں کی نگاہ سے اوجھل رہتی ہیں۔ وہ رب تعالیٰ کے حکموں کی غایت کو اور فرمانبرداری کے نیک انجام کو سوچتے نہیں ظاہری نفع نقصان کے پابند رہتے ہیں اور دنیا پر رکھے ہوئے ہوتے ہیں انہیں یہ نہیں سوجھتا کہ ممکن ہے جسے وہ برا سمجھ رہے ہیں اچھا ہو اور بہت ممکن ہے کہ جسے وہ اچھا سمجھ رہے ہیں وہ برا ہو۔ ایک کام برا جانتے ہوں مگر کیا خبر کہ اس میں قدرت نے کیا فوائد پوشیدہ رکھے ہیں۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾

جب موسیٰؑ اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور پورے توانا ہو گئے ہم نے انہیں حکمت وعلم عطا فرمایا نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں موسیٰؑ ایک ایسے وقت شہر میں آئے جب کہ شہر کے لوگ غفلت میں تھے یہاں دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا یہ ایک تو اس کے رفیقوں میں سے تھا اور یہ دوسرا اس کے دشمنوں میں سے اس کی قوم والے نے اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا اس سے فریاد کی جس پر موسیٰؑ نے اس کے مکا مارا جس سے وہ مر گیا موسیٰؑ کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے۔ یقیناً شیطان دشمن اور کھلے طور پر بہکانے والا ہے پھر دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار میں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا تو مجھے معاف فرما دے اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا وہ بخشش اور مہربانی کرنے والا ہے نبی کہنے لگا اے اللہ جیسے تو نے مجھ پر یہ کرم فرمایا میں بھی اب ہرگز کسی گنہگار کا مددگار نہ بنوں گا

موسیٰ کے ہاتھوں قبطی کا قتل: حضرت موسیٰؑ کے لڑکپن کا ذکر کر کے اب ان کی جوانی کا واقعہ بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت وعلم عطا فرمایا یعنی نبوت دی نیک کار ایسے ہی بدلہ پاتے ہیں۔ پھر اس واقعہ کا ذکر ہو رہا ہے جو حضرت

موسیٰ کے مصر چھوڑنے کا باعث بنا اور جس کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ان کا رخ کیا یہ مصر چھوڑ کر مدین کی طرف چل دیئے۔ آپ ایک مرتبہ شہر میں آتے ہیں یا تو مغرب کے بعد یا ظہر کے وقت کہ لوگ کھانے پینے میں یا سونے میں مشغول ہیں' راستے زیادہ چل نہیں رہے تو دیکھتے ہیں کہ دو شخص لڑ جھگڑ رہے ہیں ایک اسرائیلی ہے دوسرا قبطی ہے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ سے قبطی کی شکایت کی اور اس کا زور ظلم بیان کیا جس پر آپ کو غصہ آ گیا اور ایک گھونسہ کھینچ مارا جس سے وہ اسی وقت مر گیا۔ موسیٰ گھبرا گئے اور کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے اور شیطان دشمن اور گمراہ ہے اور اس کا گمراہ کرنے والا ہونا بھی ظاہر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرنے لگے اور استغفار کرنے لگے اللہ تعالیٰ نے بھی بخش دیا وہ بخشنے والا مہربان ہے ہی۔ اب کہنے لگے اے اللہ تو نے جاہ و عزت بزرگی اور نعمت مجھے عطا فرمائی ہے میں اسے سامنے رکھ کر وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کسی نافرمان کی کسی امر میں موافقت اور امداد نہیں کروں گا۔

فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ يَسْتَصْرِخُهُ ۚ قَالَ لَهُ مُوسَىٰ إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُبِينٌ ﴿١٨﴾ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَهُمَا قَالَ يَا مُوسَىٰ أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلَنِي كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ ۖ إِنْ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٩﴾

صبح ہی صبح ڈرتے دبتے خبریں لینے کو شہر میں آ گئے کہ اچانک وہی شخص جس نے کل ان سے مدد طلب کی تھی ان سے فریاد کر رہا ہے موسیٰ نے اس سے کہا کہ اس میں شک نہیں تو تو صریح بے راہ ہے پھر جب اپنے اور اس کے دشمن کو پکڑنا چاہا تو وہ فریادی کہنے لگا کہ اے موسیٰ کیا جس طرح تو نے کل ایک شخص کو قتل کیا ہے مجھے بھی مار ڈالنا چاہتا ہے؟ تو تو ملک میں ظالم و سرکش ہونا ہی چاہتا ہے اور تیرا یہ ارادہ ہی نہیں کہ ملاپ کرنے والوں میں سے ہووے

قتل کا راز فاش ہو گیا: موسیٰ کے گھونسے سے قبطی مر گیا اس لئے آپ کی طبیعت پر گھبراہٹ تھی شہر میں ڈرتے دبتے آئے کہ دیکھیں کیا باتیں ہو رہی ہیں کہیں راز کھل تو نہیں گیا؟

دیکھتے ہیں کہ کل والا اسرائیلی آج ایک قبطی سے لڑ رہا ہے۔ آپ کو دیکھتے ہی کل کی طرح آج بھی اس نے فریاد کی اور دہائی دینے لگا۔ آپؑ نے فرمایا تم بڑے شریر آدمی ہو۔ یہ سنتے ہی وہ گھبرا گیا۔

جب حضرت موسیٰ نے اس ظالم قبطی کو روکنے کے لئے اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو یہ شخص اپنے کمینہ پن اور بزدلی سے سمجھ بیٹھا کہ آپ نے مجھے برا کہا ہے اور مجھے پکڑنا چاہتے ہیں اپنی جان بچانے کے لئے شور مچانا شروع کر دیا کہ موسیٰ کیا جیسے تو نے کل ایک شخص کا خون کیا آج میری جان لینی چاہتا ہے؟

کل کا واقعہ صرف اسی کی موجودگی میں ہوا تھا اس لئے اب تک کسی کو پتہ نہ چلا تھا' لیکن آج اس کی زبان سے اس قبطی کو پتہ چلا کہ یہ کام موسیٰ کا ہے اس بزدل ڈرپوک نے یہ بھی ساتھ ہی کہا کہ تو تو زمین پر سرکش بن کر رہنا چاہتا ہے اور تیری طبیعت میں ہی اصلاح نہیں قبطی یہ سن کر بھاگا دوڑا دربار فرعونی میں پہنچا اور وہاں مخبری کی۔ فرعون کی بددلی کی اب کوئی حد نہ رہی اور فوراً سپاہی دوڑائے کہ موسیٰ کو لا کر پیش کریں۔

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾

شہر کے پرے کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا موسیٰ یہاں کے سردار تیرے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں تو بہت جلد چلا جا مجھے اپنا خیر خواہ مان۔

اس آنے والے کو رجل کہا گیا۔ عربی میں رجل کہتے ہیں پیروں کو اس نے جب دیکھا کہ سپاہ حضرت موسیٰ کے تعاقب میں جا رہی ہے تو یہ اپنے پیروں پر تیزی سے دوڑا اور ایک قریب کے رستے سے نکل کر جھٹ سے آپ کو اطلاع دے دی کہ یہاں کے امیر امراء آپ کے قتل کے ارادے کر چکے ہیں آپ شہر چھوڑ دیجئے میں آپ کا بھی خواہ ہوں میری مان لیجئے۔

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۥ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾

پھر موسیٰ وہاں سے خوفزدہ ہو کر دیکھتے بھالتے نکل کھڑے ہوئے کہنے لگے اے پروردگار مجھے ظالموں کے گروہ سے بچالے اور جب مدین کی طرف متوجہ ہوئے تو کہنے لگے مجھے امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ لے چلے مدین کے پانی پر جب آپ پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت وہاں پانی پلا رہی ہے اور دو عورتوں کو الگ کھڑی اپنے جانوروں کو روکتی ہوئی دیکھا پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ وہ بولیں جب تک یہ چرواہے واپس نہ لوٹ جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں اور ہمارے والد بہت بڑی عمر کے بوڑھے ہیں آپ نے خود ان جانوروں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف ہٹ آئے اور کہنے لگے اے پروردگار تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں۔

مدین کا پر کٹھن سفر: فرعون اور فرعونیوں کے ارادے جب اس شخص کی زبانی آپ کو معلوم ہو گئے تو آپ وہاں سے تن تنہا چپ چاپ نکل کھڑے ہوئے چونکہ اس سے پہلے کی زندگی کے ایام آپ کے شہزادوں کی طرح گزرے تھے سفر بہت کڑا معلوم ہوا لیکن خوف وہراس کے ساتھ ادھر ادھر دیکھتے سیدھے چلے جا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے جاتے تھے کہ الٰہی! مجھے ان ظالموں سے یعنی فرعون اور فرعونیوں سے نجات دے۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہبری کے واسطے ایک فرشتہ بھیجا تھا جو گھوڑے پر آپ کے پاس آیا اور آپ کو راستہ دکھا گیا واللہ اعلم۔ تھوڑی دیر میں آپ جنگلوں اور بیابانوں میں سے نکل کر مدین

کے راستے پر پہنچ گئے تو خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ مجھے ذات باری تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ راہ راست پر ہی لے جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی یہ امید بھی پوری کی اور دنیا وآخرت کی سیدھی راہ نہ صرف بتلائی بلکہ اوروں کو بھی سیدھی راہ بتانے والا بنایا۔ مدین کے پاس کے کنویں پر آئے تو دیکھا کہ چرواہے پانی کھینچ کھینچ کر اپنے اپنے جانوروں کو پلا رہے ہیں وہیں آپؑ نے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ دو عورتیں اپنی بکریوں کو ان جانوروں کے ساتھ پانی پینے سے روک رہی ہیں۔ تو آپؑ کو ان بکریوں پر اور ان عورتوں کی اس حالت پر کہ یہ بیچاریاں پانی نکال کر پلا نہیں سکتیں اور ان چرواہوں میں سے کوئی اس کا روادار نہیں کہ اپنے کھینچے ہوئے پانی میں سے ان کی بکریوں کو بھی پلا دے تو آپؑ کو رحم آیا ان سے دریافت فرمایا کہ تم اپنے جانوروں کو اس پانی سے کیوں روک رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو پانی نکال نہیں سکتیں جب یہ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو بچا کچھا پانی ہم اپنی بکریوں کو پلا دیں گی۔ ہمارے والد ہیں لیکن وہ بہت ہی بوڑھے ہیں۔ تو آپؑ نے خود ہی ان جانوروں کو پانی کھینچ کر پلا دیا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس کنویں کے منہ کو ان چرواہوں نے ایک بڑے پتھر سے بند کر دیا تھا جس چٹان کو دس آدمی مل کر سرکا سکتے تھے آپؑ نے تن تنہا اس پتھر کو ہٹا دیا اور ایک ہی ڈول نکالا تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے برکت دی اور ان دونوں لڑکیوں کی بکریاں آسودہ ہو گئیں۔ اب آپ تھکے ہارے بھوکے پیاسے ایک درخت کے سائے تلے بیٹھ گئے۔ مصر سے مدین تک پیدل بھاگے دوڑے آئے تھے پیروں میں چھالے پڑ گئے تھے کھانے کو کچھ پاس نہیں تھا درختوں کے پتے اور گھاس پھوس کھاتے رہے تھے پیٹ پیٹھ سے لگ رہا تھا اور گھاس کا سبز رنگ باہر سے نظر آ رہا تھا۔ آدھی کھجور سے بھی اس وقت آپؑ ترسے ہوئے تھے۔ حالانکہ اس وقت کی ساری مخلوق سے زیادہ برگزیدہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپؑ تھے صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ دو رات کا سفر کر کے میں مدین گیا اور وہاں کے لوگوں سے اس درخت کا پتہ پوچھا جس کے نیچے اللہ تعالیٰ کے کلیم نے سہارا لیا تھا۔ لوگوں نے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک سرسبز درخت ہے۔ میرا جانور بھوکا تھا اس نے اس میں منہ ڈالا پتے منہ میں لے کر بڑی دیر تک چباتا رہا لیکن آخر اس نے نکال ڈالے۔ میں نے کلیم اللہ کے لئے دعا کی اور وہاں سے واپس لوٹ آیا۔ اور روایت میں ہے کہ آپؑ اس درخت کو دیکھنے کو گئے تھے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے باتیں کی تھیں جیسے کہ آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ سدیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ببول کا درخت تھا۔ الغرض اس درخت تلے بیٹھ کر آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے رب! میں تیرے احسانوں کا محتاج ہوں۔ عطا کا قول ہے کہ اس عورت نے بھی آپؑ کی دعا سنی۔

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ؗ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَ مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا

الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝۲۸

اتنے میں ان دونوں عورتوں میں سے ایک انکی طرف شرم وحیا سے چلتی ہوئی آئی کہنے لگی کہ میرے باپ آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ آپؑ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت دیں جب حضرت موسیٰؑ ان کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا سارا حال بیان کیا تو وہ کہنے لگے اب نہ ڈر تو نے ظالم قوم سے نجات پالی ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ ابا جی آپؑ انہیں مزدوری پر رکھ لیجئے کیونکہ جنہیں آپؑ اجرت پر رکھیں ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانتدار ہو۔ اس بزرگ نے کہا میں اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو آپؑ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں اس مہر پر کہ آپ آٹھ سال تک میرا کام کاج کریں۔ ہاں اگر آپؑ دس سال پورے کریں تو یہ آپؑ کی طرف سے بطور احسان کے ہے میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ آپؑ کو کسی مشقت میں ڈالوں اللہ کو منظور ہے تو آگے چل کر آپؑ مجھے بھلا آدمی پائیں گے موسیٰؑ نے کہا خیر تو یہ بات میرے اور آپؑ کے درمیان پختہ ہو گئی میں ان دونوں مدتوں میں سے جسے پورا کروں مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو ہم یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر اللہ گواہ اور کارساز ہے

شیخ کبیر اور نکاح موسیٰؑ: ان دونوں بچیوں کو جب کہ حضرت موسیٰؑ نے پانی پلا دیا تو یہ اپنی بکریاں لے کر واپس اپنے گھر گئیں۔ باپ نے دیکھا کہ آج وقت سے پہلے یہ آ گئی ہیں تو دریافت فرمایا کہ آج کیا بات ہے؟ انہوں نے سچا واقعہ کہہ سنایا۔ آپؑ نے اسی وقت ان دونوں میں سے ایک کو بھیجا کہ جاؤ اسے میرے پاس بلا لاؤ۔ وہ حضرت موسیٰؑ کے پاس آئیں اور جس طرح گھر گرہست پاکدامن عفیفہ عورتوں کا دستور ہوتا ہے شرم وحیا سے اپنی چادر میں لپٹی ہوئی پردے کے ساتھ چل رہی تھیں۔ منہ بھی چادر کے کنارے سے چھپائے ہوئے تھیں۔ پھر اس دانائی اور صداقت کو دیکھئے کہ صرف یہی نہ کہا کہ میرے ابا آپؑ کو بلا رہے ہیں کیونکہ اس میں شبہ کی باتوں کی گنجائش تھی صاف کہہ دیا کہ میرے والد آپؑ کو آپؑ کی مزدوری دینے کے لئے اور اس احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے بلا رہے ہیں جو آپؑ نے ہماری بکریوں کو پانی پلا کر ہمارے ساتھ کیا ہے کلیم اللہ کو جو بھوکے پیاسے تن تنہا مسافر اور بے خرچ تھے یہ موقعہ غنیمت معلوم ہوا۔ یہاں آئے انہیں ایک بزرگ سمجھ کر ان کے سوال پر اپنا سارا واقعہ بلا کم وکاست کہہ سنایا انہوں نے دلجوئی کی اور فرمایا اب کیا خوف ہے؟ ان ظالموں کے ہاتھ سے آپؑ چھوٹ آئے یہاں ان کی حکومت نہیں بعض مفسرین کہتے ہیں یہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام تھے جو مدین والوں کی طرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر بن کر آئے ہوئے تھے، یہی مشہور قول ہے۔

امام حسن بصریؒ اور بہت سے علماء یہی فرماتے ہیں۔ طبرانی کی ایک حدیث میں ہے کہ جب حضرت سلمہ بن سعد غزیؓ اپنی قوم کی طرف سے ایلچی بن کر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا شعیب علیہ السلام کے قومی آدمی کو اور موسیٰؑ کے سسرال والے کو مرحبا ہو کہ تمہیں ہدایت کی گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت شعیب کے بھتیجے تھے کوئی کہتا ہے قوم شعیب کے ایک مومن مرد تھے بعض کا قول ہے شعیب علیہ السلام کا زمانہ تو حضرت موسیٰؑ کے زمانہ سے بہت پہلے کا ہے ان کا قول قرآن میں اپنی قوم سے یہ مروی ہے کہ ﴿ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴾ لوط علیہ السلام کی قوم تم میں سے کچھ دور نہیں۔ اور یہ بھی قرآن سے ثابت ہے کہ لوطیوں کی ہلاکت حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے میں ہوئی تھی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰؑ کے درمیان کا زمانہ بہت لمبا زمانہ ہے تقریباً چار سو سال کا جیسے اکثر مورخین کا قول ہے ہاں بعض لوگوں نے اس مشکل کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بڑی لمبی عمر ہوئی تھی ان کا مقصد غالباً اس اعتراض سے بچنا ہے واللہ اعلم۔ ایک اور بات بھی خیال میں رہے کہ اگر یہ بزرگ حضرت شعیب علیہ السلام ہی

ہوتے تو چاہئے تھا کہ قرآن میں اس موقعہ پر ان کا نام صاف لے دیا جاتا۔ ہاں البتہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ لیکن ان حدیثوں کی سندیں صحیح نہیں جیسے کہ ہم عن قریب وارد کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ بنی اسرائیل کی کتابوں میں ان کا نام ثیرون بتلایا گیا ہے واللہ اعلم۔

حضرت ابن مسعودؓ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ ثیرون حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ ثیری تھے۔ ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات اس وقت ثابت ہوتی جب کہ اس بارے میں کوئی خبر مروی ہوتی اور ایسا ہے نہیں۔ ان کی دونوں صاحبزادیوں میں سے ایک نے باپ کو توجہ دلائی۔ یہ توجہ دلانے والی وہی صاحبزادی تھیں جو آپؑ کو بلانے کے لئے گئی تھیں۔ کہا کہ انہیں آپ ہماری بکریوں کی چرائی پر رکھ لیجئے کیونکہ وہی کام کرنے والا اچھا ہوتا ہے جو قوی ہو اور امانتدار ہو باپ نے پوچھا بیٹی تم نے کیسے جان لیا کہ ان میں یہ دونوں وصف ہیں؟ بچی نے جواب دیا کہ دس قوی آدمی مل کر جس پتھر کو اس کنویں سے ہٹا سکتے تھے انہوں نے تنہا اسے ہٹا دیا اس سے ان کی قوت کا اندازہ باآسانی ہو سکتا ہے۔ ان کی امانتداری کا علم مجھے اسطرح ہوا کہ جب میں انہیں لے کر آپؑ کے پاس آنے لگی تو اس لئے کہ راستہ سے ناواقف تھے میں آگے ہو لی۔ انہوں نے کہا کہ نہیں تم میرے پیچھے رہو اور جہاں راستہ بدلنا ہو تو اس طرف کنکر پھینک دینا میں سمجھ لوں گا کہ مجھے اس راستہ چلنا چاہئے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں تین شخصوں کی سی زیرکی معاملہ فہمی دانائی اور دور بینی کسی اور میں نہیں پائی گئی حضرت ابو بکرؓ کی دانائی جب کہ انہوں نے اپنے بعد خلافت کے لئے جناب عمرؓ کو منتخب کیا حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدنے والے مصری جنہوں نے بہ یک نظر حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا اور جا کر اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ انہیں اچھی طرح رکھو اور اس بزرگ کی صاحبزادی جنہوں نے حضرت موسیٰ کی نسبت اپنے باپ سے سفارش کی کہ انہیں اپنے کام پر رکھ لیجئے۔ یہ سنتے ہی اس بچی کے باپ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا کہ اگر آپؑ پسند فرمائیں تو میں اس مہر پر ان دو بچیوں میں سے ایک کا نکاح آپؑ کے ساتھ کر دیتا ہوں کہ آپؑ آٹھ سال تک ہماری بکریاں چرائیں۔ ان دونوں کا نام صفورا اور لیا تھا یا صفورا اور شرفا جس کو لیا بھی کہتے تھے۔

اصحاب ابی حنیفہؒ نے اسی سے استدلال کیا ہے کہ جب کوئی شخص اس طرح کی بیع کرے کہ ان دو غلاموں میں سے ایک کو ایک سو کے بدلے فروخت کرتا ہوں اور خریدار منظور کرلے تو یہ بیع ثابت اور صحیح ہے واللہ اعلم۔ اس بزرگ نے کہا آٹھ سال تو ضروری ہیں ہاں اس کے بعد کے دو سال کا آپ کو اختیار ہے۔ اگر آپؑ اپنی خوشی سے دو سال اور بھی میرا کام کریں تو اچھا ہے ورنہ آپؑ پر لازمی نہیں۔ آپؑ دیکھیں گے کہ میں بدآدمی نہیں آپؑ کو تکلیف نہ دوں گا امام اوزاعیؒ نے اس سے استدلال کر کے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کہے میں فلاں چیز کو نقد دس پر اور ادھار بیس پر بیچتا ہوں تو یہ بیع صحیح ہے اور خریدار کو اختیار ہے کہ دس پر نقد یا بیس پر ادھار لے لے وہ اس حدیث کا بھی یہی مطلب لے رہے ہیں جسمیں ہے جو شخص دو بیع ایک بیع میں کرے اس کے لئے کمی والی بیع بیع ہے ورنہ سود۔ لیکن یہ مذہب غور طلب ہے جس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں' واللہ اعلم۔

اصحاب امام احمدؒ نے اس آیت سے استدلال کر کے کہا ہے کہ کھانے پینے اور کپڑے پر کسی کو مزدوری اور کام کاج پر لگا لینا درست ہے اس کی دلیل میں ابن ماجہ کی ایک حدیث بھی ہے جو اس باب میں ہے کہ مزدور مقرر کرنا اس مزدوری پر کہ وہ پیٹ بھر کر کھانا کھالیا کرے گا اس میں حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۂ طٰس کی تلاوت کی جب حضرت موسیٰ کے ذکر تک پہنچے تو فرمانے لگے موسیٰؑ نے اپنے پیٹ کے بھرنے اور اپنی شرمگاہ کو بچانے کے لئے آٹھ سال یا دس سال کے لئے اپنی تئیں ملازم کرلیا۔ اس حدیث کا ایک راوی مسلمہ بن علی الخشنی ہے جو ضعیف ہے یہ حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے لیکن وہ سند بھی نظر سے خالی نہیں۔ کلیم اللہ نے بزرگ کی اس شرط کو قبول کرلیا اور فرمایا ہم تم میں یہ طے شدہ فیصلہ ہے مجھے اختیار ہو گا

کہ خواہ وہ دس سال پورے کروں یا آٹھ سال کے بعد چھوڑ دوں' آٹھ سال کے بعد آپ کا کوئی حق مزدوری مجھ پر لازمی نہیں۔ ہم اللہ تعالٰی کو اپنے اس معاملہ پر گواہ کرتے ہیں اسی کی کارسازی کافی ہے۔ تو گو دس سال پورا کرنا مباح ہے لیکن وہ فاضل چیز ہے ضروری نہیں ضروری آٹھ سال ہیں۔ جیسے منیٰ کے آخری دو دن کے بارے میں اللہ تعالٰی کا حکم ہے اور جیسے حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے حمزہ بن عمرو اسلمی سے فرمایا تھا جو بکثرت روزے رکھا کرتے تھے کہ اگر تم سفر میں روزہ رکھو تو تمہیں اختیار ہے اور نہ رکھو تو تمہیں اختیار ہے باوجودیکہ دوسری دلیل سے رکھنا افضل ہے۔

چنانچہ اس کی دلیل بھی آ چکی ہے کہ حضرت موسیٰ نے دس سال ہی پورے کئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ سعید بن جبیرؒ سے ایک یہودی نے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ نے آٹھ سال پورے کئے یا دس سال؟ تو آپؒ نے فرمایا مجھے خبر نہیں۔ پھر عرب کے بہت بڑے عالم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے یہی سوال کیا تو آپؓ نے فرمایا ان دونوں میں جو زیادہ اور پاک مدت تھی وہی آپ نے پوری کی یعنی دس سال اللہ تعالٰی کے پیغمبر جو کہتے ہیں پورا کرتے ہیں۔ حدیث فتون میں ہے کہ سائل نصرانی تھا۔ لیکن بخاری میں جو ہے وہی اولیٰ ہے واللہ اعلم۔ ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل سے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ نے کونسی مدت پوری کی تھی تو جواب ملا کہ ان دونوں میں سے جو کامل اور مکمل مدت تھی۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے کسی نے یہ پوچھا' آپ ﷺ نے جبرائیلؑ سے پوچھا جبرائیلؑ نے اور فرشتے سے یہاں تک کہ فرشتے نے اللہ تعالٰی سے اللہ تعالٰی نے جواب دیا کہ دونوں میں سے پاک اور پوری مدت یعنی دس سال۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذرؓ کے سوال پر حضور اکرم ﷺ نے دس سال کی مدت کو پورا نام بتلا کر یہ بھی فرمایا کہ اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ کس لڑکی سے حضرت موسیٰ نے نکاح کیا تھا تو جواب دینا کہ دونوں میں جو چھوٹی تھیں۔ اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مدت دراز کو پورا کرنا بتلایا۔

پھر فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ حضرت شعیب علیہ السلام سے رخصت لے کر جانے لگے تو اپنی بیوی سے فرمایا کہ اپنے والد سے کچھ بکریاں لے لو جن سے ہمارا گزارا ہو جائے۔ آپؑ نے اپنے والد سے سوال کیا جس پر انہوں نے وعدہ کیا کہ اس سال جتنی چتکبری بکریاں ہوں گی سب تمہاری ہیں۔ حضرت موسیٰ نے بکریوں کے پیٹ پر اپنی لکڑی پھیری تو ہر ایک کو دو دو تین تین بچے ہوئے اور سب کے سب چتکبرے جن کی نسل اب تک تلاش کرنے سے مل سکتی ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی سب بکریاں کالے رنگ کی خوبصورت تھیں۔ جتنے بچے ان کے اس سال ہوئے سب کے سب بے عیب تھے اور بڑے بڑے بھرے ہوئے تھنوں والے اور زیادہ دودھ دینے والے۔

ان تمام روایتوں کا مدار عبداللہ بن لہیعہؒ پر ہے جو حافظ کے اچھے نہیں اور ڈر ہے کہ یہ روایتیں مرفوع نہ ہوں۔ چنانچہ اور سند سے یہ انس بن مالکؓ سے موقوفاً مروی ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ سب بکریوں کے بچے اس سال ابلق ہوئے سوائے ایک بکری کے جن سب کو آپؑ لے گئے۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ

الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۟ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۙ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

جب حضرت موسیٰ نے مدت پوری کر لی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے تو کوہ طور کی طرف آگ دیکھی۔ اپنی بیوی سے کہنے لگے ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے بہت ممکن ہے کہ میں وہاں سے کوئی خبر لاؤں یا آگ کا کوئی انگارا لاؤں تاکہ تم سینک لو جب وہاں پہنچے تو اس بابرکت زمین کے میدان کے دائیں کنارے کے درخت میں سے آواز دیئے گئے کہ اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ تعالیٰ ہوں سارے جہانوں کا پروردگار اور یہ بھی آواز آئی کہ اپنی لکڑی ڈال دے پھر جب اسے دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح پھنا رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر واپس ہو گئے اور مڑ کر رخ بھی نہ کیا' ہم نے کہا اے موسیٰ! آگے آ ڈر مت' یقیناً تو ہر طرح امن والا ہے اپنے ہاتھ کو اپنے گریبان میں ڈال وہ بغیر کسی قسم کے روگ کے چمکتا ہوا نکلے گا بالکل سفید اور خوف سے بچنے کے لئے اپنے بازو اپنی طرف ملا لے پس یہ دونوں معجزے تیرے لئے رب کی طرف سے ہیں فرعون اور اس کی جماعت کی طرف یقیناً وہ سب کے سب بے حکم اور نافرمان لوگ ہیں

موسیٰ کی بمعہ اہلیہ مصر کی طرف واپسی: پہلے یہ بیان گزر چکا کہ حضرت موسیٰ نے دس سال پورے کئے تھے۔ قرآن کے اس لفظ ﴿ الاجل ﴾ سے بھی اسی طرف اشارہ ہے' واللہ اعلم۔ بلکہ مجاہدؒ کا تو قول ہے کہ دس سال یہ اور دس سال اور بھی گزارے۔ اس قول میں صرف یہی تنہا ہیں واللہ اعلم۔ اب حضرت موسیٰ کو خیال اور شوق پیدا ہوا کہ چپ چاپ وطن میں جاؤں اور اپنے والوں سے مل آؤں۔ چنانچہ آپؑ اپنی بیوی کو اور اپنی بکریوں کو لے کر وہاں سے چلے رات کو بارش ہونے لگی اور سرد ہوائیں چلنے لگیں اور سخت اندھیرا ہو گیا' آپؑ ہر چند چراغ جلاتے تھے مگر روشنی نہیں ہوتی تھی۔ سخت متعجب اور حیران تھے اتنے میں دیکھتے ہیں کہ کچھ دور آگ روشن ہے تو اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو وہاں کچھ روشنی دکھائی دیتی ہے میں وہاں جاتا ہوں اگر کوئی وہاں ہوا اس سے راستہ ہی دریافت کر لوں گا اس لئے کہ ہم راہ بھولے ہوئے ہیں۔ یا میں وہاں سے کچھ آگ لے آؤں گا جس سے تم تاپ لو اور جاڑے کا علاج ہو جائے۔ جب آپؑ وہاں پہنچے تو اس وادی کے دائیں جانب کے مغربی پہاڑ سے آواز سنائی دی۔ جیسے قرآن کی اور آیت میں ہے ﴿ وما كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ ﴾ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ آگ کے قصد سے قبلے کی طرف چلے تھے اور مغربی پہاڑ آپؑ کے دائیں طرف تھا اور ایک سرسبز ہرے بھرے درخت میں آگ نظر آ رہی تھی جو پہاڑ کے دامن میں میدان کے متصل تھی یہ وہاں جا کر اس حالت کو دیکھ کر ہکے بکے رہ گئے کہ ہرے اور سبز درخت میں سے آگ کے شعلے نکلتے دکھائی دیتے ہیں لیکن آگ کسی چیز میں جلتی ہوئی دکھائی نہیں دیتی' اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں میں نے اس درخت کو جس میں سے حضرت موسیٰؑ کو آواز آئی تھی دیکھا ہے وہ سرسبز و شاداب ہرا بھرا درخت ہے جو چمک رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ علیق کا درخت تھا بعض کہتے ہیں عوسج کا درخت تھا اور آپؑ کی لکڑی بھی اسی

درخت کی تھی۔ کلیم اللہ نے سنا کہ آواز آ رہی ہے کہ اے موسیٰ! میں ہوں رب العالمین جو اس وقت تجھ سے کلام کر رہا ہوں۔ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں نہ میرے سوا کوئی رب ہے۔ میں اس سے پاک ہوں کہ کوئی مجھ جیسے ہو۔ مخلوق میں سے کوئی بھی میرا شریک نہیں۔ میں یکتا بے مثل اور وحدہ ولاشریک ہوں۔ میری ذات میرے صفات میرے افعال میرے اقوال میں میرا کوئی شریک ساجھی ساتھی نہیں میں ہر طرح پاک اور نقصان سے دور ہوں۔ اسی ندا میں فرمان ہوا کہ اپنی لکڑی زمین پر گرا دو اور میری قدرت اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ اور آیت میں ہے کہ پہلے دریافت فرمایا گیا کہ اے موسیٰ! تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ یہ میری لکڑی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور جس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑ لیتا ہوں اور دوسرے بھی میرے بہت سے کام اس سے نکلتے ہیں۔ اب مطلع فرما کر لکڑی کو لکڑی بتا کر پھر زمین پر انہی کے ہاتھوں پھینکوائی۔ وہ زمین پر گرتے ہی ایک پھن پھنا تا ہوا اژدھا بن کر ادھر ادھر فراٹے بھرنے لگی۔ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ بولنے والا واقعی اللہ ہی ہے۔ جو قادر مطلق ہے وہ جس چیز کو جو فرما دے ٹل نہیں سکتا۔ سورۂ طہٰ کی تفسیر میں اس کا بیان بھی پورا گزر چکا ہے۔

اس خوفناک سانپ کو جو باوجود بہت بڑا اور بہت موٹا ہونے کے تیر کی طرح ادھر ادھر جا آ رہا تھا منہ کھولتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ ابھی نگل جائے گا۔ جہاں سے گزرتا تھا پتھر ٹوٹ ٹوٹ جاتے تھے اسے دیکھ کر حضرت موسیٰ سہم گئے اور دہشت کے مارے ٹھہر نہ سکے الٹے پیروں بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ وہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! ادھر آ۔ ڈر نہیں تو میرے امن میں ہے۔ اب حضرت موسیٰ کا دل ٹھہر گیا۔ اطمینان سے بے خوف ہو کر وہیں اپنی جگہ آ کر باادب کھڑے ہو گئے۔ یہ معجزہ عطا فرما کر پھر دوسرا معجزہ یہ دیا کہ حضرت موسیٰ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالتے تو وہ چاند کی طرح چمکنے لگتا اور بہت بھلا معلوم ہوتا یہ نہیں کہ کوڑھ کے داغ کی طرح سفید ہو جائے یہ بھی بحکم باری تعالیٰ آپ نے وہیں کیا اور اپنے ہاتھ کو مثل چاند کے منور دیکھ لیا۔ پھر حکم دیا کہ تمہیں اس سانپ سے یا کسی گھبراہٹ ڈر خوف رعب سے دہشت معلوم ہو تو اپنے بازو اپنے بدن سے ملا لو ڈر خوف جاتا رہے گا اور یہ بھی وارد ہے کہ جو شخص اور دہشت کے وقت اپنا ہاتھ اپنے دل پر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت رکھ لے انشاء اللہ اس کا ڈر خوف جاتا رہے گا۔

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں حضرت موسیٰ کے دل پر فرعون کا بہت خوف تھا پھر آپ جب اسے دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے ﴿ اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَدْرَءُ بِکَ فِیْ نَحْرِهٖ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهٖ ﴾ اے اللہ! میں تجھے اس کے مقابلہ میں کرتا ہوں اور اس کی برائی سے تیری پناہ میں آتا ہوں اللہ تعالیٰ نے ان کے دل سے رعب اور خوف ہٹا لیا اور فرعون کے دل میں ڈال دیا۔ پھر تو اس کا یہ حال ہو گیا تھا کہ حضرت موسیٰ کو دیکھتے ہی اس کا پیشاب خطا ہو جاتا تھا۔ یہ دونوں معجزے یعنی عصائے موسیٰ اور ید بیضاء دے کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب فرعون اور فرعونیوں کے پاس رسالت لے کر جاؤ اور بطور دلیل یہ معجزے پیش کرو اور ان فاسقوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ دکھاؤ۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ ؗ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚ

بِاٰيٰتِنَا ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ۝۳۵

موسیٰ نے کہا پروردگار! میں نے ان کا ایک آدمی قتل کر دیا تھا اب مجھے دہشت ہے کہ وہ مجھے بھی قتل کر ڈالیں اور میرا بھائی ہارون مجھ سے بہت زیادہ فصیح زبان والا ہے تو اسے بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ بھیج کہ وہ مجھے سچا مانے مجھے تو خوف ہے کہ وہ سب مجھے جھٹلا دیں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو مضبوط کر دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ دیں گے فرعونی تم تک پہنچ ہی نہ سکیں گے یہ سب ہماری نشانیوں کے تم دونوں اور تمہاری تابعداری کرنے والے ہی غالب رہیں گے

موسیٰ کی نبوت وبعثت: یہ گزر چکا کہ حضرت موسیٰ فرعون سے خوف کھا کر اس کے شہر سے بھاگ نکلے تھے جب اللہ تعالیٰ نے وہیں اسی کے پاس نبی بن کر جانے کو فرمایا تو آپ کو وہ سب یاد آ گیا اور عرض کرنے لگے کہ اے اللہ! ان کے آدمی کی جان میرے ہاتھ سے نکل گئی تھی تو ایسا نہ ہو کہ وہ بدلے کا نام رکھ کر میرے قتل کے درپے ہو جائیں۔ حضرت موسیٰ نے بچپن کے زمانے میں جب کہ آپ کے سامنے بطور تجربہ کے ایک آگ کا انگارہ اور ایک کھجور یا ایک موتی رکھا تھا تو آپ نے انگارہ پکڑ لیا تھا اور منہ میں ڈال لیا تھا۔ اس واسطے آپ کی زبان میں کچھ کسر رہ گئی تھی اور اسی لئے آپ نے اپنی زبان کی بابت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دے اس سے میرا بازو مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر تاکہ نبوت و رسالت کا فریضہ ادا ہو اور تیرے بندوں کو تیری کبریائی کی دعوت دے سکیں یہاں بھی آپ کی یہی دعا منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بھائی ہارون کو میرے ساتھ ہی اپنا رسول بنا کہ وہ میرا معین وزیر ہو جائے' وہ میری باتوں کو باور کرائے تاکہ میرا بازو مضبوط رہے دل بڑھا ہوا رہے اور یہ بھی بات ہے کہ دو آوازیں بہ نسبت ایک آواز کے زیادہ مضبوط اور باثر ہوتی ہیں۔ میں اکیلا ہا تو ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے جھٹلا نہ دیں اور ہارون علیہ السلام ساتھ ہوا تو میری باتیں بھی لوگوں کو سمجھا دیا کرے گا۔ جناب باری ارحم الراحمین نے جواب دیا کہ تیرا سوال منظور ہے ہم تیرے بھائی سے تجھ کو سہارا دیں گے اور اسے بھی تیرے ساتھ نبی بنا دیں گے۔

جیسے اور آیت میں ہے ﴿قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى﴾ اے موسیٰ! تیرا سوال پورا کر دیا گیا۔ اور آیت میں ہے کہ ہم نے اپنی رحمت سے اسے اور اس کے بھائی ہارون کو نبی بنا دیا۔ اسی لئے بعض سلف کا فرمان ہے کہ کسی بھائی نے اپنے بھائی پر وہ احسان نہیں کیا۔ جو حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام پر کیا' اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے انہیں نبی بنوا دیا یہ موسیٰ کی بزرگی کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی دعا بھی رد نہ کی۔ واقعی آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے ہی مرتبہ والے تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم تم دونوں کو زبردست دلیلیں اور کامل حجتیں دیں گے فرعونی تمہیں کوئی ایذا نہیں دے سکتے' کیونکہ تم میرا پیغام میرے بندوں کے نام پہنچانے والے ہو۔ ایسوں کو میں آپ دشمنوں سے سنبھالتا ہوں۔ ان کا مددگار اور موید میں خود بن جاتا ہوں۔ انجام کار تم اور تمہارے ماننے والے ہی غالب آئیں گے جیسے فرمان ہے اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ قوت والا عزت والا ہے۔

اور آیت میں ہے ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا﴾ الخ۔ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں الخ۔ ابن جریر کے نزدیک آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے دیئے ہوئے غلبہ کی وجہ سے فرعونی تمہیں تکلیف نہ پہنچا سکیں گے اور ہماری دی ہوئی آیتوں کی وجہ سے غلبہ صرف تمہیں ہی حاصل ہو گا۔ لیکن پہلے جو مطلب بیان ہوا اس سے بھی یہ ثابت ہے تو اس کی کوئی حاجت ہی نہیں' واللہ اعلم۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْۤ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾

جب ان کے پاس موسیٰؑ ہمارے دیئے ہوئے کھلے معجزے لے کر پہنچے تو وہ کہنے لگے یہ تو صرف گھڑا گھڑایا جادو ہے ہم نے اپنے اگلے باپ دادوں کے زمانہ میں کبھی یہ نہیں سنا حضرت موسیٰؑ کہنے لگے میرا رب تعالیٰ خوب جانتا ہے جو اس کے پاس کی ہدایت لے کر آتا ہے اور جس کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہوتا ہے' یقیناً بے انصافوں کا بھلا نہ ہو گا

اللہ کی وحدانیت پر قوم کا تعجب: حضرت موسیٰؑ خلعت نبوت سے اور کلام باری تعالیٰ سے ممتاز ہو کر بحکم باری تعالیٰ مصر میں پہنچے اور فرعون اور فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدت اور اپنی رسالت کی تلقین کی ساتھ ہی جو معجزے اللہ تعالیٰ نے دیئے تھے انہیں دکھلائے سب کو مع فرعون کے یقین کامل ہو گیا کہ بے شک حضرت موسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں لیکن مدتوں کا غرور اور پرانا کفر سر اٹھائے بغیر نہ رہا اور زبانیں دل کے خلاف کر کے کہنے لگے یہ تو صرف مصنوعی جادو ہے۔ اب اپنے دبدبے اور قوت و طاقت سے حق کے مقابلہ پر جم گئے اور اللہ تعالیٰ کے نبیوں کا سامنا کرنے پر تل گئے اور کہنے لگے کبھی ہم نے تو نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور ہم تو کیا ہمارے اگلے باپ دادوں کے کان بھی آشنا نہیں تھے ہم سب کے سب مع اپنے بڑے چھوٹوں کے بہت سے معبودوں کو پوجتے رہے یہ نئی باتیں لے کر کہاں سے آ گیا۔ کلیم اللہ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا کہ مجھے اور تم کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے وہی ہم تم میں فیصلے کرے گا ہم میں سے ہدایت پر کون ہے؟ اور کون نیک انجام ہے؟ اس کا علم بھی اللہ تعالیٰ ہی کو ہے وہ فیصلہ کر دے گا اور تم عنقریب دیکھ لو گے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید کس کا ساتھ دیتی ہے؟ ظالم یعنی مشرک کبھی خوش انجام اور شاد کام نہیں ہوئے وہ نجات سے محروم ہیں۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿۴۲﴾ ع

فرعون کہنے لگا اے درباریو! میں تو اپنے سوا کسی کو تمہارا معبود نہیں جانتا' سن اے ہامان تو میرے لئے مٹی کو آگ سے پکوا پھر میرے لئے ایک محل تعمیر کر تو میں موسیٰ کے معبود کو جھانک لوں اسے میں تو جھوٹوں میں سے ہی گمان کر رہا ہوں اس نے اور اس کے لشکروں نے ناواجبی طریقے پر ملک میں تکبر کیا اور یہ سمجھ لیا کہ وہ ہماری جانب لوٹائے ہی نہ جائیں گے بالآخر ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا اور دریابرد کر دیا اب دیکھ لے کہ ان گنہگاروں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ اور ہم نے انہیں ایسے امام بنا دیئے کہ لوگوں کو جہنم کی طرف بلائیں اور روز قیامت مطلق مدد کئے جائیں ہم نے اس دنیا میں بھی ان کے پیچھے اپنی لعنت لگا دی اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے

فرعون کی حد سے زیادہ سرکشی: فرعون کی سرکشی اور اس کے ربانی دعویٰ کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو بے عقل بنا کر ان سے اپنا دعوی منوالیا۔ اس نے ان کمینوں کو جمع کر کے ہانک لگائی کہ تمہارا رب میں ہی ہوں۔ سب سے اعلیٰ اور بلند تر ہستی میری ہی ہے اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا اور آخرت کے عذابوں میں پکڑ لیا اور دوسروں کے لئے اسے نشان عبرت بنایا۔ ان کمینوں نے اسے معبود مان کر اس کا دماغ یہاں تک بڑھا دیا کہ اس نے کلیم اللہ حضرت موسیٰ سے ڈانٹ کر کہا کہ سن رکھ اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنایا تو میں تجھے قید میں ڈال دوں گا۔ انہی سفلے لوگوں میں بیٹھ کر اپنا دعوی انہیں منوا کر اپنے ہی جیسے اپنے خبیث وزیر ہامان سے کہتا ہے کہ تو ایک پژاوا بنا اور اس میں اینٹیں پکوا اور میرے لئے ایک بلند و بالا محل بنا کہ میں چڑھ کر جھانک لوں کہ واقعہ میں موسیٰ کا کوئی اللہ تعالیٰ ہے بھی یا نہیں۔ گو مجھے اس کے دروغ گو ہونے کا علم تو ہے مگر میں اس کا جھوٹ تم سب پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ اسی کا بیان آیت ﴿ **یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا** ﴾ الایۃ میں بھی ہے۔ چنانچہ ایک بلند محل بنایا گیا کہ اس سے اونچا دنیا میں دیکھا نہیں گیا۔ یہ حضرت موسیٰ کو نہ صرف دعوی رسالت میں ہی جھوٹا جانتا تھا بلکہ یہ تو وجود باری تعالیٰ کا قائل ہی نہ تھا۔ چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ موسیٰ سے اس نے کہا ﴿ **وَمَارَبُّ الْعٰلَمِیْنَ** ﴾ رب العالمین ہے کیا؟ اور اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تو نے میرے سوا کسی کو اللہ جانا تو میں تجھے قید کر دوں گا۔ اس آیت میں بھی ہے کہ اس نے اپنے درباریوں سے کہا میرے علم میں تو بجز میرے تمہارا اللہ کوئی اور نہیں۔ جب اس کی اور اس کی قوم کی طغیانی اور سرکشی حد سے گزر گئی' ملک اللہ میں ان کے فساد کی کوئی انتہا نہ رہی ان کے عقیدے کھوٹے پیسے جیسے ہو گئے قیامت کے حساب کے بالکل منکر بن بیٹھے تو بالآخر اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر برس پڑے اور رب نے انہیں تاک لیا اور بیج تک کھو دیا سب کو اپنے عذاب میں پکڑ لیا اور ایک ہی دن ایک ہی وقت ایک ساتھ دریابرد کر دیا۔ لوگو! سوچ لو کہ ظالموں کا کیسا عبرتناک انجام ہوتا ہے۔ ہم نے انہیں جہنمیوں کا امام بنا دیا ہے کہ یہ لوگوں کو ان کاموں کی طرف بلاتے ہیں جن سے وہ اللہ کے عذابوں میں جلیں۔ جو بھی ان کی روش پر چلا اسے وہ جہنم میں لے گئے جس نے بھی رسولوں کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کو نہ مانا وہ ان کی راہ پر ہے۔ قیامت کے دن بھی ان کی کچھ نہ چلے گی کہیں سے انہیں کوئی امداد نہ پہنچے گی دونوں جہان میں یہ نقصان اور خسران میں رہیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ **اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ** ﴾ ہم نے انہیں تہ و بالا کر دیا' اور کوئی ان کا مددگار نہ ہوا۔ دنیا میں بھی یہ ملعون ہوئے اللہ تعالیٰ کی اس کے فرشتوں کی اس کے نبیوں کی اور تمام نیک بندوں کی ان پر لعنت ہے جو بھی بھلا آدمی ان کا نام سنے گا ان پر پھٹکار بھیجے گا دنیا میں بھی یہ ملعون ہوئے اور آخرت میں بھی قباحت والے ہوں گے جیسے فرمان ہے ﴿ **اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَةِ** ﴾ یہاں بھی پھٹکار وہاں بھی لعنت۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًی وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ﴿۴۳﴾

ان اگلے زمانہ والوں کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰ کو ایسی کتاب عنایت فرمائی جو لوگوں کے لئے دلیل اور ہدایت و رحمت ہو کر آئی تھی تا کہ وہ نصیحت حاصل کرلیں

آسمانی کتاب تورات کی خصوصیات: اس آیت میں ایک لطیف بات یہ ہے کہ فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد والی امتیں اس طرح عذاب آسمانی سے ہلاک نہیں ہوئیں۔ بلکہ جس امت نے سرکشی کی اس کی سرکشی کا بدلہ اسی زمانہ کے نیک لوگوں کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے اسے دلوایا۔ مومنین مشرکین سے جہاد کرتے رہے جیسے فرمان باری تعالیٰ ﴿ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَه وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴾ الخ یعنی فرعون اور جو امتیں اس سے پہلے ہوئیں اور الٹی ہوئی بستیوں کے رہنے والے یعنی قوم لوط یہ سب لوگ بڑے بڑے قصوروں کے مرتکب ہوئے اور اپنے اپنے زمانہ کے رسولوں کی نافرمانیوں پر کمر کس لی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو بھی بڑی سخت پکڑ سے پکڑ لیا۔ اس گروہ کی ہلاکت کے بعد بھی اللہ کے انعام حضرت موسیٰ پر نازل ہوتے رہے جن میں سے ایک بہت بڑے انعام کا ذکر یہاں ہے کہ انہیں تورات ملی۔ اس تورات کے نازل ہونے کے بعد کسی قوم کو آسمان کے یا زمین کے عام عذاب سے ہلاک نہیں کیا گیا سوائے اس بستی کے چند مجرموں کے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی حرمت کے خلاف ہفتے کے دن شکار کھیلا تھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سور بندر بنا دیا تھا۔ یہ واقعہ بے شک حضرت موسیٰ کے بعد کا ہے جیسے کہ ابو سعید خدریؓ بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد ہی اپنے قول کی شہادت میں یہی آیت ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا ﴾ کی تلاوت فرمائی۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے بعد کسی قوم کو عذاب آسمانی یا زمینی سے ہلاک نہیں کیا۔ ایسے عذاب جتنے آئے آپ سے پہلے ہی پہلے آئے۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ پھر تورات کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ لوگوں کو اندھاپے سے گمراہی سے نکالنے والی تھی اور رب تعالیٰ کی رحمت تھی نیک اعمال کی ہادی تھی تا کہ لوگ اس سے ہدایت حاصل کریں اور نصیحت بھی اور راہ راست پر آ جائیں۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

طور کے مغربی جانب جب کہ ہم نے موسیٰ کو حکم احکام کی وحی پہنچائی تھی نہ تو تو موجود تھا اور نہ تو دیکھنے والوں میں سے تھا لیکن ہم نے بہت سے زمانے پیدا کئے جن پر لمبی مدتیں گزر گئیں اور نہ تو مدین کے رہنے والوں میں سے تھا کہ ان کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا بلکہ

ہم ہی رسولوں کے بھیجنے والے رہے اور نہ تو طور کی طرف تھا جب کہ ہم نے آواز دی بلکہ یہ تیرے پروردگار کی طرف سے ایک رحمت ہے اس لئے کہ تو ان لوگوں کو ہوشیار کر دے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں پہنچا کیا عجب کہ وہ نصیحت حاصل کر لیں اگر یہ بات نہ ہوتی کہ انہیں ان کے اپنے ہاتھوں آگے بھیجے ہوئے اعمال کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی تو یہ کہہ اٹھتے کہ اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا؟ کہ ہم تیری آیتوں کی تابعداری کرتے اور ایمان والوں میں سے ہو جاتے

موسیٰؑ کے واقعات کے وقت نبی اکرمؐ موجود نہ تھے: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی آخرالزماں ﷺ کی نبوت کی دلیل دیتا ہے کہ ایک وہ شخص جو محض امی ہو جس نے ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو جو اگلی کتابوں سے محض ناآشنا ہو جس کی قوم کی قوم علمی مشاغل سے اور گزشتہ تاریخ سے بالکل بے خبر ہو وہ تفصیل اور وضاحت کے ساتھ کامل فصاحت وبلاغت کے ساتھ بالکل سچے ٹھیک اور صحیح گزشتہ واقعات کو اس طرح بیان کرے جیسے کہ اس کے اپنے چشم دید ہوں اور جیسے کہ وہ خود ان کے ہونے کے وقت وہیں موجود ہو کیا یہ اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تلقین کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود اپنی وحی کے ذریعہ سے انہیں وہ تمام باتیں بتلاتا ہے۔ حضرت مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے بھی قرآن نے اس چیز کو پیش کیا ہے اور فرمایا ہے ﴿ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ ﴾ الخ جب کہ وہ حضرت مریم علیہ السلام کے پالنے کے لئے قلمیں ڈال کر فیصلے کر رہے تھے اس وقت تو ان کے پاس موجود نہ تھا اور نہ تو اس وقت تھا جبکہ وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے پس باوجود عدم موجودگی اور بے خبری کے آپ کا اس طرح اس واقعہ کو بیان کرنا کہ گویا اس وقت آپ وہیں موجود تھے اور آپ کے سامنے ہی تمام واقعات گزر رہے تھے آپ کی نبوت کی کھری دلیل ہے اور صاف نشان ہے اس امر پر کہ آپ وحی الٰہی سے یہ کہہ رہے ہیں۔

اسی طرح نوح نبی کا واقعہ بیان فرما کر فرمایا ﴿ تِلْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ ﴾ یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم بذریعہ وحی کے تم تک پہنچا رہے ہیں تو اور تیری ساری قوم اس وحی سے پہلے ان واقعات سے محض بے خبر تھی اب صبر کیساتھ دیکھتا رہ اور یقین مان کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے والے ہی نیک انجام ہوتے ہیں۔ سورۂ یوسف کے آخر میں بھی ارشاد ہوا ہے کہ یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم بذریعہ وحی کے تیرے پاس بھیج رہے ہیں' تو انکے پاس اسوقت موجود نہ تھا جبکہ برادران یوسف نے اپنا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور اپنی تدبیروں میں لگ گئے تھے سورۂ طٰہٰ میں عام طور پر فرمایا ﴿ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ مَاقَدْ سَبَقَ ﴾ اسی طرح ہم تیرے سامنے پہلے کی خبریں بیان فرماتے ہیں۔ پس یہاں بھی موسیٰؑ کی پیدائش ان کی نبوت کی ابتدا وغیرہ اول سے آخر تک بیان فرما کر فرمایا کہ تم اے محمد ﷺ مغربی پہاڑ کی جانب جہاں کے مشرقی درخت میں سے جو وادی کے کنارے تھا رب تعالیٰ نے اپنے کلیم سے باتیں کیں موجود نہ تھے بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ آپ کو یہ سب معلومات کرائیں' تاکہ یہ آپ کی نبوت کی دلیل ہو جائے ان زمانوں پر جو مدتوں سے چلے آ رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو وہ بھول بھال چکے ہیں اگلے نبیوں کی وحی انکے ہاتھوں سے گم ہو چکی ہے اور نہ تو مدین میں رہتا تھا کہ وہاں کے نبی (حضرت) شعیب (علیہ السلام) کے حالات بیان کرتا جو ان میں اور انکی قوم میں واقع ہوئے تھے۔ بلکہ ہم نے بذریعہ وحی کے تجھے یہ سب خبریں پہنچائیں اور تمام جہان کی طرف تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ اور نہ طور کی طرف تھا جب کہ ہم نے آواز دی۔ نسائی میں ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ یہ آواز دی گئی کہ اے امت محمد! تم مجھ سے مانگو اس سے پہلے میں نے تمہیں دیدیا' اور تم مجھ سے دعا کرو اس سے پہلے میں قبول کر چکا۔ مقاتل کہتے ہیں کہ ہم نے تیری امت کو جو ابھی باپ دادوں کی پیٹھ میں تھی آواز دی کہ جب تو نبی بنا کر بھیجا جائے تو وہ تیری اتباع کریں۔ قتادہؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰؑ کو آواز دی۔ یہی زیادہ مشابہ اور مطابق ہے کیونکہ اوپر بھی یہی ذکر ہے۔ اوپر عام طور پر بیان تھا یہاں خاص طور سے ذکر کیا جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰى ﴾ جب کہ

تیرے پروردگار نے موسیٰ کو آواز دی۔ اور آیت میں ہے کہ وادی مقدس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کو پکارا۔ اور آیت میں ہے کہ طور ایمن کی طرف سے ہم نے اسے پکارا اور سرگوشیاں کرتے ہوئے اسے اپنا قرب عطا فرمایا۔ پھر فرماتا ہے کہ ان میں سے ایک واقعہ بھی نہ تیری حاضری کا ہے نہ تیرا چشم دید ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو اپنی رحمت سے تجھ پر نازل فرما رہا ہے اور یہ بھی اس کی رحمت ہے کہ تجھے اپنے بندوں کی طرف اپنا ہی نبی بنا کر بھیجا کہ تو ان لوگوں کو آگاہ اور ہوشیار کر دے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں اور ہدایت پائیں۔ اور اس لئے بھی کہ انکی کوئی دلیل باقی نہ رہ جائے اور کوئی عذر انکے ہاتھ میں نہ رہے یہ اپنے کفر کی وجہ سے عذابوں کو آتا دیکھ کر یہ نہ کہہ سکیں کہ انکے پاس کوئی رسول آیا ہی نہ تھا جو انہیں راہ راست کی تعلیم دیتا اور جیسے کہ اور جگہ اپنی مبارک کتاب قرآن کریم کے نزول کو بیان فرما کر فرمایا کہ یہ اسلئے ہے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ کتاب تو ہم سے پہلے کی دونوں جماعتوں پر اتری تھی لیکن ہم تو اس درس وتدریس سے بالکل غافل تھے اگر ہم پر کتاب نازل ہوتی تو یقیناً ہم ان سے زیادہ راہ راست پر آ جاتے اب بتاؤ کہ خود تمہارے پاس بھی تمہارے رب کی دلیل اور ہدایت ورحمت آ چکی۔ اور آیت میں ہے رسول ہیں خوشخبریاں دینے والے ڈرانے والے تا کہ ان رسولوں کے بعد کسی کی کوئی حجت اللہ تعالیٰ پر باقی نہ رہ جائے اور آیت میں فرمایا ﴿ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ الخ اہل کتاب! اس زمانہ میں جو رسولوں کی عدم موجودگی کا چلا آ رہا تھا ہمارا رسول تمہارے پاس آ چکا اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے پاس کوئی بشیر ونذیر نہیں پہنچا' لو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آ پہنچا اور آیتیں بھی اس مضمون کی بہت سی ہیں غرض رسول علیہ السلام آ چکے اور تمہارا یہ عذر کٹ گیا کہ اگر رسول ﷺ آتے تو ہم انکی مانتے اور مومن ہو جاتے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۣ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ۭ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾

پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہتے یہ وہ کیوں نہیں دیا گیا جیسے دیئے گئے تھے موسیٰ اچھا تو کیا موسیٰ کو جو کچھ دیا گیا تھا اس کے ساتھ لوگوں نے کفر کیا تھا صاف کہا تھا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور ہم تو ان سب کے منکر ہیں کہہ دے کہ اگر ہو تو تم بھی اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو میں اسی کی پیروی کرلوں گا اگر تم سچے ہو پھر اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کرلے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر رب کی رہنمائی کے بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا ہم برابر پے در پے لوگوں کے لئے اپنا کلام لاتے رہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کرلیں۔

کفار کے ایک سوال کا جواب: پہلے بیان ہوا کہ اگر نبیوں کے بھیجنے سے پہلے ہی ہم ان پر عذاب بھیج دیتے تو ان کی یہ بات رہ جاتی کہ اگر رسول ہمارے پاس آتے تو ہم ضرور ان کی مانتے اس لئے ہم نے رسول بھیجے۔ بالخصوص حضرت محمد ﷺ کو آخر الزمان رسول بنا کر بھیجا جب حضور ﷺ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آنکھیں پھیر لیں منہ موڑ لیا اور تکبر و عناد کے ساتھ ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ کہنے لگا کہ جیسے حضرت موسیٰ کو بہت سے معجزے دیئے گئے تھے جیسے لکڑی اور ہاتھ اور طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون اور اناج کی پھلوں کی کمی وغیرہ جن سے دشمنان اللہ تنگ آ گئے اور دریا کو چیرنا اور ابر کا سایہ کرنا اور ﴿ مَنّ وسلوٰی ﴾ کا اتارنا وغیرہ۔ جو زبردست اور بڑے بڑے معجزے تھے انہیں کیوں نہیں دیئے گئے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ لوگ جس واقعہ کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں اور جس جیسے معجزے طلب کر رہے ہیں یہ خود انہی معجزوں کو کلیم اللہ کے ہاتھوں ہوتے ہوئے دیکھ کر ہی کونسا ایمان لائے تھے جو اب ان کے ایمان کی کوئی تمنا کرے؟ انہوں نے تو ان تمام معجزوں کو دیکھ کر صاف کہا تھا کہ یہ دونوں بھائی ہمیں اپنے بڑوں کی تابعداری سے ہٹانا چاہتے ہیں اور اپنی بڑائی ہم سے منوانا چاہتے ہیں۔ ہم تو ہرگز انہیں مان کر نہیں دیں گے۔ دونوں نبیوں کو جھٹلاتے رہے آخر انجام ہلاک کر دیئے گئے۔ تو فرمایا کہ ان کے بڑے جو بزمانہ حضرت موسیٰ کے ساتھ کفر کیا تھا اور ان معجزوں کو دیکھ کر صاف کہہ دیا تھا کہ یہ دونوں بھائی جادوگر ہیں آپس میں متفق ہو کر ہمیں زیر کرنے اور اپنے آپ کو بڑا منوانے کے لئے آئے ہیں ہم تو ان دونوں میں سے کسی کی بھی نہیں مانیں گے۔ یہاں گو ذکر صرف حضرت موسیٰ کا ہے لیکن چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام ان کے ساتھ ایسے رلے ملے تھے کہ گویا دونوں ایک تھے تو ایک کے ذکر کو ہی دوسرے کے ذکر کے لئے کافی سمجھا جیسے کسی شاعر کا قول ہے کہ جب میں کسی جگہ کا ارادہ کرتا ہوں تو میں نہیں جانتا کہ وہاں مجھے نفع ملے گا یا میرا نقصان ہو گا؟ تو یہاں بھی شاعر نے خیر کا لفظ تو کہا ہے مگر شر کا لفظ بیان نہیں کیا ہے کیونکہ خیر و شر دونوں کی ملازمت مقاربت اور مصاحبت ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں یہودیوں نے قریش سے کہا کہ تم یہ اعتراض حضور ﷺ پر کرو انہوں نے کیا اور جواب پا کر خاموش ہو رہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دونوں جادوگروں سے مراد حضرت موسیٰ اور آنحضرت ﷺ ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ ہیں۔ لیکن اس تیسرے قول میں تو بہت ہی بعد ہے اور دوسرے قول سے بھی پہلا قول مضبوط اور عمدہ ہے اور بہت قوی ہے واللہ اعلم۔ یہ مطلب ﴿ سَاحِرَانِ ﴾ کی قرات پر ہے اور جن کی قرات ﴿ سِحْرَانِ ﴾ ہے وہ کہتے ہیں مراد توراۃ اور قرآن ہے جو ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں۔ کوئی کہتا ہے مراد تورات و انجیل ہے کسی کا قول ہے کہ انجیل اور قرآن مراد ہے' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔ لیکن اس قرات پر بھی ظاہری تورات و قرآن کے معنی ٹھیک ہیں کیونکہ اس کے بعد ہی فرمان رب تعالیٰ ہے کہ تم ہی ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی کوئی کتاب رب تعالیٰ کے ہاں سے لاؤ جس کی میں تابعداری کروں۔ تورات و قرآن کو اکثر ایک ہی جگہ قرآن کریم میں بیان فرمایا گیا ہے جیسے فرمایا ﴿ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّهُدًی لِّلنَّاسِ ﴾ پس یہاں تورات کے معنی نور و ہدایت ہونے کا ذکر فرما کر پھر فرمایا ﴿ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ ﴾ اور اس کتاب کو بھی ہم نے ہی بابرکت بنا کر اتارا ہے۔ اور سورہ کے آخیر میں فرمایا ﴿ ثُمَّ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ ﴾ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔ اور فرمان ہے اس ہماری اتاری ہوئی مبارک کتاب کی تم پیروی کرو رب تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ جنات کا قول قرآن میں ہے کہ انہوں نے کہا ہم نے وہ کتاب سنی جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے جو اپنے سے پہلے کی اور اللہ کی کتابوں کو سچاتے والی ہے۔ ورقہ بن نوفل کا قول حدیث کی کتابوں میں مروی ہے کہ انہوں نے کہا تھا یہ وہی اللہ تعالیٰ کے راز داں بھیدی ہیں جو حضرت موسیٰ کے بعد آپ کی طرف بھیجے گئے ہیں جس شخص جس غائر نظر سے علم دین کا مطالعہ کیا ہے اس پر یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ آسمانی

کتابوں میں سب سے زیادہ عظمت و شرافت والی عزت و کرامت والی کتاب تو یہی قرآن مجید ہے جو اللہ تعالیٰ حمید و مجید نے اپنے رؤف ورحیم نبی آخر الزمان ﷺ پر نازل فرمائی۔

اس کے بعد تورات کا درجہ ہے جس میں ہدایت و نور تھا۔ جس کے مطابق انبیاء اور ان کے ماتحت حکم احکام جاری کرتے رہے۔ انجیل تو صرف تورات کو تمام کرنے والی اور بعض حرام کو حلال کرنے والی تھی اسی لئے یہاں فرمایا کہ ان دونوں کتابوں سے بہتر کتاب اگر تم اللہ تعالیٰ کے ہاں سے لاؤ تو میں اس کی تابعداری کے لئے آمادہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ جو آپ کہتے ہیں وہ بھی اگر یہ نہ کریں اور نہ آپ کی تابعداری میں آئیں تو جان لے کہ دراصل انہیں دلیل وبرہان کی کوئی حاجت ہی نہیں' یہ صرف جھگڑالو ہیں اور خواہش پرست ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ خواہش کے پابند لوگوں سے جو ربانی ہدایت سے خالی ہوں بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ اس میں انہاک کر کے جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں وہ آخر تک راہ راست سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ہم نے ان کے لئے تفصیلی قول بیان کر دیا واضح کر دیا صاف کر دیا' اگلی پچھلی باتیں بیان کر دیں قریشیوں کے سامنے سب کچھ ظاہر کر دیا۔ بعض مراد اس سے رفاعہ لیتے ہیں اور ان کے ساتھ کے اور نو آدمی۔ یہ رفاعہ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کے ماموں ہیں جنہوں نے تمیمہ بنت وہب کو طلاق دی تھی جن کا دوسرا نکاح عبدالرحمٰن بن زبیرؓ سے ہوا تھا۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِى الْجٰهِلِيْنَ ۝

جس کو ہم نے اس سے پہلے کتاب عنایت فرمائی وہ تو اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں جب اس کی آیتیں ان کے پاس پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ اس کے ہمارے رب کی طرف سے اور حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہیں یہ اپنے کئے ہوئے صبر کے بدلے دوہرا دوہرا اجر دیئے جائیں گے یہ نیکی سے بدی کو ٹال دیتے ہیں' اور ہم نے جو انہیں دے رکھا ہے یہ بھی دیتے رہتے ہیں اور جب بیہودہ بات کان میں پڑتی ہے تو اس سے کنارہ کر لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے تم پر سلام ہو' ہم جاہلوں کی ہم نشینی کے طالب نہیں

اہل کتاب کو نیک اعمال پر دوہرا اجر: اہل کتاب علماء جو درحقیقت اللہ دوست تھے ان کے پاکیزہ اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ قرآن کو مانتے ہیں' جیسے فرمان ہے جنہیں ہم نے کتاب دی ہے اور وہ سمجھ بوجھ کر پڑھتے ہیں ان کا تو اس قرآن پر ایمان ہے۔ اور آیت میں ہے بعض اہل کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ کو مان کر تمہاری طرف نازل شدہ کتاب کو اور اپنی طرف اتری ہوئی کتاب کو بھی مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جگہ ہے پہلے کے اہل کتاب ایسے بھی ہیں کہ ہمارے اس قرآن کی آیتیں سن کر سجدوں میں گر پڑتے ہیں اور زبان سے کہتے ہیں کہ ﴿ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴾ اور آیت میں

ہے ﴿ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ﴾ الآیہ یعنی مسلمانوں کے ساتھ دوستی کے اعتبار سے سب لوگوں سے قریب تر انہیں پاؤ گے جو اپنے تئیں نصاریٰ کہتے ہیں اس لئے کہ ان میں علماء اور مشائخ ہیں اور یہ لوگ کبر وغرور سے خالی ہیں اور قرآن کو سن کر رو رو دیتے ہیں اور کہہ اٹھتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے اے اللہ ہمیں بھی اپنے دین کا ماننے والا لکھ لے۔ سعید بن جبیرؒ کا بیان ہے کہ جن کے حق میں یہ فرمایا گیا ہے یہ ستر بزرگ علماء تھے جو حضور ﷺ کی خدمت میں نجاشی کے بھیجے ہوئے آئے تھے حضور ﷺ نے انہیں سورۂ یاسین سنائی جسے سن کر یہ رونے لگے اور مسلمان ہو گئے۔ انہی کے بارے میں یہ آیتیں اتریں کہ یہ انہیں سنتے ہی اپنے موحد مخلص ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور قبول کر کے مومن مسلم بن جاتے ہیں۔ ان کی ان صفتوں پر اللہ تعالیٰ بھی انہیں دوہرا اجر دیتا ہے ایک پہلی کتاب کو ماننے کا دوسرا اس قرآن کی تسلیم و تعمیل کا۔ یہ اتباع حق پر ثابت قدمی کرتے ہیں جو دراصل ایک مشکل اور اہم کام ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ تین قسم کے لوگوں کو دوہرا اجر ملتا ہے۔ اہل کتاب جو اپنے نبی کو مان کر پھر مجھ پر بھی ایمان لائے' غلام مملوک جو اپنے مجازی آقا کی حکم برداری کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے حق کی ادائیگی بھی کرتا رہے اور وہ شخص جس کے پاس کوئی لونڈی ہو جسے وہ ادب و علم سکھائے پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے۔ قاسم بن ابوامامہؒ کہتے ہیں کہ فتح مکہ والے دن میں رسول اللہ ﷺ کی سواری کے ساتھ ہی اور بالکل پاس ہی تھا آپ ﷺ نے بہت بہترین باتیں ارشاد فرمائیں جن میں یہ بھی فرمایا کہ یہود و نصاریٰ میں سے جو مسلمان ہو جائے اسے دوہرا اجر ہے اور اس کے عام مسلمانوں کے برابر حقوق ہیں پھر ان کے نیک اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ یہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے بلکہ معاف کر دیتے ہیں درگزر کر دیتے ہیں اور نیک سلوک ہی کرتے ہیں اور اپنی حلال روزیاں اللہ تعالیٰ کے نام خرچ کرتے ہیں اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھی پالتے ہیں زکوٰۃ' صدقات' خیرات میں بھی بخل نہیں کرتے۔ لغویات سے بچے ہوئے رہتے ہیں ایسے لوگوں سے دوستیاں نہیں کرتے ایسی مجلسوں سے دور رہتے ہیں بلکہ کبھی اچانک گزر ہو بھی جائے تو بزرگانہ طور پر ہٹ جاتے ہیں ایسوں سے میل جول الفت محبت نہیں کرتے صاف کہہ دیتے ہیں کہ تمہاری کرنی تمہارے ساتھ ہمارا عمل ہمارے ساتھ یعنی جاہلوں کی سخت کلامی بھی برداشت کر لیتے ہیں۔ انہیں ایسا جواب نہیں دیتے کہ وہ اور بھڑکیں بلکہ چشم پوشی کر لیتے ہیں اور طرح دے جاتے ہیں چونکہ خود پاک نفس ہیں اس لئے پاکیزہ کلام ہی منہ سے نکالتے ہیں۔ کہہ دیتے ہیں کہ تم پر سلام ہو ہم نہ جاہلانہ روش پر چلیں نہ جہالت کی چال کو پسند کریں۔ ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے پاس حبشہ سے تقریباً بیس نصرانی آئے۔ آپ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے یہیں یہ بھی بیٹھ گئے' اور بات چیت شروع کر دی۔ اس وقت قریشی اپنی اپنی بیٹھکوں میں کعبہ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان عیسائی علماء نے جب سوالات کر لئے اور جوابات سے ان کی تشفی ہو گئی تو آپ ﷺ نے دین اسلام ان کے سامنے پیش کیا اور قرآن کریم کی تلاوت کر کے انہیں سنائی۔ چونکہ یہ لوگ لکھے پڑھے سنجیدہ اور روشن دماغ تھے' قرآن نے ان کے دلوں پر اثر کیا اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ انہوں نے فوراً دین اسلام قبول کر لیا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر ایمان لائے کیونکہ حضور ﷺ کی جو جو صفتیں انہوں نے اپنی آسمانی کتابوں میں پڑھی تھیں سب آپ ﷺ میں موجود پائیں۔ جب یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس سے جانے لگے تو ابوجہل ملعون اپنے آدمیوں کو لئے ہوئے انہیں راستے میں ملا اور تمام قریشیوں نے مل کر انہیں طعنے دینے شروع کئے اور برا کہنے لگے کہ تم سے بدترین وفد کسی قوم کا ہم نے نہیں دیکھا' تمہاری قوم نے تمہیں اس شخص کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجا یہاں آ کر تم نے آبائی مذہب کو چھوڑ دیا اور اس کا ایسا رنگ تم پر چڑھا کہ ذرا سی دیر میں اپنے دین کو ترک کر کے دین بدل دیا اور اسی کا کلمہ پڑھنے لگے تم سے زیادہ احمق ہم نے تو کسی کو نہیں پایا وغیرہ۔ انہوں نے ٹھنڈے دل سے یہ سب سن لیا اور جواب دیا کہ ہم تمہارے ساتھ جاہلانہ باتیں کرنا پسند نہیں کرتے' ہمارا دین

ہمارے ساتھ تمہارا مذہب تمہارے ساتھ ہم نے جس بات میں اپنی بھلائی دیکھی اسے قبول کرلیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ وفد نجران کے نصرانیوں کا تھا' واللہ اعلم۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیتیں انہی کے بارے میں اُتری ہیں۔ امام زہری سے ان آیتوں کا شان نزول پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے علماء سے یہی سنتا چلا آیا ہوں کہ یہ آیتیں نجاشی اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں اُتری ہیں۔ اور سورۂ مائدہ کی آیتیں ﴿ ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا ﴾ سے ﴿ مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ تک کی آیتیں بھی انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ۭ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

تو جسے چاہے ہدایت نہیں کر سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے کہنے لگے اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر ہدایت کے تابعدار بن جائیں تو ہم اپنے ملک سے اچک لئے جائیں' کیا ہم نے انہیں امن وامان اور حرمت والے حرم میں جگہ نہیں دی؟ جہاں تمام چیزوں کے پھل کھچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس بطور رزق کے ہیں لیکن ان میں سے اکثر کچھ نہیں جانتے

ہدایت دینا نبیؐ کے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے: اے نبی! کسی کو ہدایت پر لا کھڑا کرنا تمہارے قبضے کی چیز نہیں آپ پر تو صرف پیغام رب کے پہنچا دینے کا فریضہ ہے۔ ہدایت کا مالک رب ہے وہ اپنی حکمت کے ساتھ جسے چاہے قبول ہدایت کی توفیق بخشتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ ﴾ تیرے ذمہ ان کی ہدایت نہیں وہ چاہے تو ہدایت بخشے۔ اور آیت میں ہے ﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ گو تو ہر چند طمع کرے لیکن ان میں کے اکثر ایماندار نہیں ہونے کے یہ اللہ کے ہی علم میں ہے کہ مستحق ہدایت کون ہے؟ اور مستحق ضلالت کون ہے؟ بخاری ومسلم میں ہے کہ یہ آیت رسول ﷺ کے چچا ابو طالب کے بارے میں اتری ہے جو آپ ﷺ کا بہت طرفدار تھا اور ہر موقعہ پر آپ ﷺ کی مدد کرتا رہتا تھا اور آپ ﷺ کا ساتھ دیتا تھا' اور دل سے محبت کرتا تھا لیکن یہ محبت بوجہ رشتہ داری کے طبعی تھی شرعانہ تھی' جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو حضور ﷺ نے اسے اسلام میں آنے کی دعوت دی اور ایمان لانے کی رغبت دلائی لیکن تقدیر کا لکھا اور اللہ کا چاہا غالب آیا یہ ہاتھوں میں سے پھسل گیا اور اپنے کفر پر اڑا رہا۔ حضور ﷺ اس کے انتقال کے وقت اس کے پاس آئے ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ کہو میں اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرا سفارشی بن جاؤں گا۔ ابوجہل اور عبداللہ نے کہا' ابو طالب کیا تو اپنے باپ عبدالمطلب کے مذہب سے پھر جائے گا۔ اب حضور ﷺ سمجھاتے اور یہ دونوں اسے روکتے یہاں تک کہ آخری کلمہ اس کی زبان سے یہی نکلا کہ یہ میں کلمہ نہیں پڑھتا اور میں عبدالمطلب کے مذہب پر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بہتر ہے میں تیرے لئے اپنے رب سے استغفار کرتا رہوں گا' یہ اور بات ہے کہ میں روک دیا جاؤں اللہ مجھے منع فرما دے لیکن اسی وقت آیت اتری ﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى ﴾ یعنی نبی کو اور مومنوں کو ہرگز یہ بات سزاوار نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے

استغفار کریں گو وہ ان کے نزدیکی قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اسی ابو طالب کے بارے میں آیت ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ ﴾ بھی نازل ہوئی (صحیح مسلم وغیرہ) ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ابو طالب کے مرض الموت میں حضور ﷺ نے اس سے کہا کہ چچا ﴿ لا الہ الا اللہ ﴾ کہو میں اس کی گواہی قیامت کے دن دے دوں گا' تو اس نے کہا اگر مجھے اپنے خاندان قریش کے اس طعنے کا خوف نہ ہوتا کہ اس نے موت کی گھبراہٹ کی وجہ سے یہ کہہ لیا تو میں اسے کہہ کر تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا' مگر پھر بھی اسے صرف تیری خوشی کے لئے کہتا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ دوسری روایت میں ہے کہ آخر اس نے کلمہ پڑھنے سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ میرے بھتیجے میں تو اپنے بڑوں کی روش پر ہوں' اور اسی بات پر اس کی موت ہوئی کہ وہ عبدالمطلب کے مذہب پر ہے۔ قیصر کا قاصد جب رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قیصر کا خط خدمت نبوی ﷺ میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے اسے اپنی گود میں رکھ کر اس سے فرمایا تو کس قبیلے سے ہے؟ اس نے کہا تنوخ قبیلے کا میں آدمی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیرا قصد ہے کہ تو اپنے باپ حضرت ابراہیم کے دین پر آ جائے؟ اس نے جواب دیا کہ میں جس قوم کا قاصد ہوں جب تک انکے پیغام کا جواب انہیں نہ پہنچا دوں انکے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتا۔ تو آپ ﷺ نے مسکرا کر اپنے صحابہ کی طرف دیکھ کر یہی آیت پڑھی۔ مشرکین اپنے ایمان نہ لانے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ہم آپ کی لائی ہوئی ہدایت کو مان لیں تو ہمیں ڈر لگتا ہے کہ اس دین کے مخالف جو ہمارے چاروں طرف ہیں اور تعداد میں ہم سے بہت زیادہ ہیں وہ ہمارے دشمن جان بن جائیں گے اور ہمیں تکلیف پہنچائیں گے اور ہمیں برباد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ حیلہ بھی انکا غلط ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں حرم محترم میں رکھا ہے جہاں شروع دنیا سے اب تک امن وامان رہا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حالت کفر میں تو یہ یہاں امن سے رہیں اور جب اللہ تعالیٰ کے سچے دین کو قبول کریں تو امن اٹھ جائے؟ یہی تو وہ شہر ہے کہ طائف وغیرہ مختلف مقامات سے پھل' سامان' اسباب' مال تجارت وغیرہ کی آمد و رفت یہاں بکثرت رہتی ہے۔ تمام چیزیں یہاں چلی آتی ہیں اور ہم انہیں بیٹھے بٹھائے روزیاں پہنچا رہے ہیں لیکن ان میں اکثریت بے علم ہے۔ اسلئے ایسے رکیک حیلے اور بے جا عذر پیش کرتے ہیں۔ مروی ہے کہ یہ کہنے والا حارث بن عامر تھا۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾

ہم نے بہت سی وہ بستیاں تباہ کر دیں جو اپنی عیش و عشرت میں اترانے لگیں تھیں' یہ ہیں ان کی رہائش کی جگہیں جو ان کے بعد بہت ہی کم آباد کی گئیں۔ اور ہم ہی ہیں آخر سب کچھ لے لینے والے تیرا رب کسی ایک کو بھی اس وقت تک ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کی کسی بڑی بستی میں اپنا کوئی پیغمبر نہ بھیج دے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنا دے' ہم تو بستیوں کو اسی وقت ہلاک کرتے ہیں جب کہ وہاں والے ظلم ستم پر کمر کس لیں

سرکشوں کی بستیاں نشان عبرت بن گئیں: اہل مکہ کو ہوشیار کیا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں حاصل کر کے اترا رہے تھے اور سرکشی اور بڑائی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرتے تھے نبی کا انکار کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی روزیاں

کھاتے اور اس کی نمک حرامی کرتے تھے انہیں اللہ تعالیٰ نے اس طرح تباہ و برباد کیا کہ آج کوئی ان کا نام لیوا اور پانی دیوا نہیں رہا۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً قَرْيَةً اٰمِنَةً﴾ الخ یہاں فرماتا ہے کہ ان کی اجڑی ہوئی بستیاں اب تک اجڑی ہوئی پڑی ہیں۔ کچھ یونہی سی آبادی گو ہو گئی ہو لیکن دیکھو ان کے کھنڈرات سے آج تک وحشت برس رہی ہے۔ ہم ہی ہم ان کے مالک رہ گئے ہیں۔ حضرت کعبؒ کا قول ہے کہ الو سے حضرت سلیمان نے دریافت فرمایا کہ تو کھیتی اناج کیوں نہیں کھاتا؟ اس نے کہا اس لئے کہ اسی کے باعث حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے۔ پوچھا پانی کیوں نہیں پیتا؟ کہا اس لئے کہ قوم نوح اسی میں ڈبو دی گئی۔ پوچھا ویرانے میں کیوں رہتا ہے؟ کہا اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی میراث ہے۔ پھر حضرت کعبؒ نے ﴿وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِيْنَ﴾ پڑھا پھر اللہ تعالیٰ اپنے عدل وانصاف کو بیان فرما رہا ہے کہ وہ کسی کو ظلم سے ہلاک نہیں کرتا پہلے ان پر اپنی حجت ختم کرتا ہے اور ان کا عذر دور کرتا ہے رسولوں کو بھیج کر اپنا کلام ان تک پہنچاتا ہے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ کی نبوت عام تھی آپ ﷺ ام القریٰ میں مبعوث ہوئے تھے اور تمام عرب و عجم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے جیسے فرمان ہے ﴿لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ تاکہ تو مکہ والوں کو اور دوسرے شہر والوں کو ڈرا دے۔ اور فرمایا ﴿قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ کہہ دے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں (ﷺ) اور آیت میں ہے ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ﴾ تاکہ اس قرآن سے میں تمہیں بھی ڈرا دوں اور ہر اس شخص کو جس تک یہ قرآن پہنچے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ اس قرآن کے ساتھ دنیا والوں میں سے جو بھی کفر کرے اس کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔ اور جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿اِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا﴾ الخ یعنی تمام بستیوں کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک کرنے والے ہیں یا سخت عذاب کرنے والے ہیں الخ پس خبر دی کہ قیامت کے پہلے وہ سب بستیوں کو برباد کر دے گا۔ اور آیت میں ہے کہ ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے۔ پس حضور ﷺ کی بعثت عام کر دی اور تمام جہان کے لئے کر دی اور مکہ میں جو تمام دنیا کا مرکز ہے آپ ﷺ کو مبعوث فرما کر ساری دنیا پر اپنی حجت ختم کر دی۔ بخاری و مسلم میں حضور ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ میں تمام سیاہ و سفید کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اسی لئے نبوت و رسالت کو آپ ﷺ پر ختم کر دیا آپ ﷺ کے بعد سے قیامت تک نہ کوئی نبی آئے گا نہ رسول۔ کہا گیا ہے کہ مراد ﴿اُمُّ الْقُرٰى﴾ سے اصل اور بڑا قریہ ہے۔

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٠﴾ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٦١﴾

تمہیں جو کچھ دیا گیا ہے وہ صرف زندگی دنیا کا سامان اور اسی کی رونق ہے ہاں اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے وہ بہت ہی بہتر اور دیرپا ہے کیا تم نہیں سمجھتے کیا وہ شخص جس سے ہم نے نیک وعدہ کیا ہے جسے وہ قطعاً پانے والا ہے مثل اس شخص کے ہو سکتا ہے؟ جسے ہم نے زندگانی دنیا کی کچھ یونہی سی منفعت دے دی پھر بالآخر وہ پکڑا باندھا حاضر کیا جائے گا

دنیا فانی آخرت باقی رہنے والی ہے: اللہ تعالیٰ دنیا کی حقارت اس کی رونق کی قلت وذلت اس کی ناپائیداری بے ثباتی اور

برائی بیان فرما رہا ہے اور اس کے مقابلہ میں آخرت کی نعمتوں کی پائیداری دوامی عظمت اور قیام کا ذکر فرما رہا ہے ارشاد ہے ﴿ مَاعِنْدَ كُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ﴾ تمہارے پاس جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس کی تمام چیزیں بقاوالی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہت ہی بہتر اور عمدہ ہے۔ آخرت کے مقابلہ میں دنیا تو کچھ بھی نہیں۔ لیکن افسوس کہ لوگ دنیا کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور آخرت سے غافل ہو رہے ہیں جو بہت بہتر اور بہت باقی رہنے والی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی سمندر میں انگلی ڈبو کر نکال لے پھر دیکھ لے کہ اس کی انگلی پر جو پانی چڑھا ہوا ہے وہ سمندر کے مقابلہ میں کتنا کچھ ہے افسوس کہ اس پر بھی اکثر لوگ اپنی کم علمی اور بے علمی کے باعث دنیا کے متوالے ہو رہے ہیں۔ خیال کرو کہ تو وہ جو اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ پر ایمان ویقین رکھتا ہو اور ایک وہ جو ایمان نہ لایا ہو نتیجے کے اعتبار سے برابر ہو سکتے ہیں؟ ایمان والے کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا جنت کا اور اپنی بیشمار ان مٹ غیر فانی نعمتوں کا وعدہ ہے اور کافر کے ساتھ وہاں کے عذابوں کا ڈراوا ہے گو دنیا میں کچھ روز عیش ہی منالے۔ مروی ہے کہ یہ حضور ﷺ اور ابو جہل ملعون کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حمزہؓ، علیؓ، اور ابو جہل کے بارے میں یہ آیت اتری ہے ظاہر یہ ہے کہ آیت عام ہے جیسے فرمان الٰہی ہے کہ جنتی مومن اپنے جنت کے درجوں سے جھانک کر جہنمی کافر کو جہنم کے جیل خانہ میں دیکھ کر کہے گا کہ ﴿ لَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴾ اگر مجھ پر میرے رب کا انعام نہ ہوتا تو میں بھی ان عذابوں میں پھنس جاتا۔ اور آیت میں ہے ﴿ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنُّ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴾ جنات کو یقین ہے کہ وہ حاضر کئے جانے والوں میں سے ہیں۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾

جس دن اللہ تعالیٰ انہیں پکار کر فرمائے گا کہ تم جنہیں اپنے گمان میں میرا شریک ٹھیرا رہے تھے کہاں ہیں؟ جن پر بات آچکی وہ جواب دیں گے کہ اے ہمارے پروردگار یہی وہ ہیں جنہیں ہم نے بہکا رکھا تھا' ہم نے انہیں اسی طرح بہکایا جس طرح ہم بہکے تھے' ہم تیری سرکار میں اپنی دستبرداری کرتے ہیں' یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ وہ بلائیں گے لیکن انہیں وہ جواب تک نہ دیں گے اور یہ سب عذاب دیکھ لیں گے کاش یہ لوگ ہدایت پالیتے اس دن انہیں بلا کر پوچھے گا کہ تم نے نبیوں کو کیا جواب دیا؟ پھر تو اس دن تمام خبریں اندھی ہو جائیں گی اور ایک دوسرے سے سوال تک نہ کریں گے ہاں جو شخص توبہ کرلے ایمان لے آئے اور نیک کام کرے یقین ہے کہ وہ نجات پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

مشرک اور ان کے معبود اللہ کے سامنے: مشرکوں کو قیامت کے دن پکار کر سامنے کھڑا کر کے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دنیا میں جنہیں تم میرے سوا پوجتے رہے جن بتوں اور پتھروں کو مانتے رہے وہ کہاں ہیں؟ انہیں پکارو اور دیکھو کہ وہ تمہاری کچھ مدد کرتے ہیں؟ یا وہ خود اپنی کوئی مدد کر سکتے ہیں؟ یہ صرف بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ہو گا۔ جیسے فرمان ہے ﴿ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ الایۃ﴾ یعنی ہم تمہیں ویسے ہی تنہا تنہا اور ایک ایک کر کے لائے جیسے ہم نے اول دفعہ پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں دیا دلایا تھا وہ سب تم اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے۔ ہم تو آج تمہارے ساتھ کسی سفارشی کو بھی نہیں دیکھتے جنہیں تم شریک الٰہی ٹھیرائے ہوئے تھے۔ تم میں ان میں کوئی لگاؤ نہیں رہا اور تمہارے گمان کردہ شریک سب آج تم سے کھوئے ہوئے ہیں۔ جن پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی یعنی شیاطین اور سرکش لوگ اور کفر کے بانی اور شرک کی طرف بلانے والے یہ سب بڑے بڑے لوگ اس دن کہیں گے کہ اے اللہ ہم نے انہیں گمراہ کیا اور انہوں نے ہماری کفریہ باتیں سنیں اور مانیں جیسے ہم بہکے ہوئے تھے انہیں بھی ہم نے بہکایا۔ ہم ان کی عبادت سے تیرے سامنے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اٰلِھَۃً الایۃ ﴾ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنالئے تا کہ وہ ان کے لئے باعث عزت بنیں۔ لیکن ایسا نہیں ہونے کا یہ تو ان کی عبادت سے بھی انکار کر جائیں گے اور الٹے ان کے دشمن بن جائیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ الایۃ﴾ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے؟ جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو پکارتا ہے جو قیامت کی گھڑی تک انہیں جواب نہ دے سکیں اور وہ ان کی پکار سے بھی غافل ہوں۔ اور قیامت کے دن لوگوں کے حشر کے موقعہ پر ان کے دشمن بن جائیں اور اس بات سے صاف انکار کر دیں کہ انہوں نے ان کی عبادت کی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ تم نے جن بتوں کی پوجا پاٹ شروع کر رکھی ہے ان سے صرف دنیا کی ہی دوستی ہے قیامت کے دن تو تم سب ایک دوسرے کے منکر ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے الخ۔ اور آیت میں ہے ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوا الایۃ﴾ یعنی جو تابعداری کرنے والے تھے وہ ان سے جو ان کی تابعداری کرتے رہے بری اور بیزار ہو جائیں گے۔ عذابوں کو سامنے دیکھتے ہوئے سب تعلقات ٹوٹ جائیں گے الخ۔ ان سے فرمایا جائے گا کہ دنیا میں جنہیں پوجتے رہے آج انہیں کیوں نہیں پکارتے؟ اب یہ پکاریں گے لیکن کوئی جواب نہ پائیں گے اور انہیں یقین ہو جائے گا کہ یہ آگ کے عذاب میں جائیں گے اس وقت آرزو کریں گے کہ کاش یہ راہ یافتہ ہوتے جیسے ارشاد ہے کہ ﴿ وَیَوْمَ یَقُوْلُ نَادُوْا شُرَکَآءِیَ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ﴾ الایۃ جس دن فرمائے گا کہ میرے ان شریکوں کو آواز دو جنہیں تم بہت کچھ سمجھ رہے تھے۔ یہ پکاریں گے لیکن وہ جواب تک نہ دیں گے اور ہم ان کے اور ان کے درمیان آڑ کر دیں گے۔ مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر باور کر لیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں لیکن اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔ اسی قیامت والے دن ان سے سب کو سنا کر ایک سوال یہ بھی ہو گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا؟ اور کہاں تک ان کا ساتھ دیا؟ پہلے توحید کے متعلق باز پرس تھی اب رسالت کے متعلق سوال جواب ہو رہے ہیں۔ اسی طرح قبر میں بھی سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ مومن جواب دیتا ہے کہ میرا معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور میرے رسول حضرت محمد ﷺ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے۔ ہاں کافر سے کوئی جواب نہیں بن پڑتا وہ گھبراہٹ اور پریشانی سے کہتا ہے مجھے اس کی کوئی خبر نہیں۔ اندھا بہرا ہو جاتا ہے جیسے فرمایا ﴿ مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ ﴾ جو شخص یہاں اندھا ہے وہ وہاں بھی اندھا اور راہ بھولا رہے گا۔ تمام دلیلیں انکی نگاہوں سے ہٹ جائیں گی رشتے ناتے حسب نسب کی کوئی قدر نہ ہو گی۔ نسب ناموں کا کوئی سوال نہ ہو گا۔ ہاں دنیا میں توبہ کرنے والے ایمان اور نیکی کے ساتھ زندگی گزارنے والے تو بے شک فلاح اور نجات حاصل کر لیں

گے ۔ یہاں ﴿عسیٰ﴾ یقین کے معنی میں ہے یعنی مومن ضرور کامیاب ہوں گے۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾

تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور چن کر مختار کر لیتا ہے ان میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں اللہ ہی کے لئے پاکی ہے وہ بلند تر ہے ہر اس چیز سے کہ لوگ شریک کرتے ہیں ان کے سینے جو کچھ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں تیرا رب سب کچھ جانتا ہے وہی اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اسی کے لئے فرمانروائی ہے۔ اور اسی کی طرف تم سب پھیرے جاؤ گے

مختار کل اللہ کی ذات ہے: ساری مخلوق کا خالق تمام اختیارات والا اللہ تعالیٰ ہی ہے نہ اس میں کوئی اس سے جھگڑا کرنے والا نہ اس کا شریک نہ ساجھی جو چاہے پیدا کرے جسے چاہے اپنا خاص بندہ بنا لے۔ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا ہو ہی نہیں سکتا۔ تمام امور سب خیر و شر اسی کے ہاتھ ہے۔ سب کی بازگشت اسی کی جانب ہے کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ یہی لفظ اسی معنی میں آیت ﴿مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ﴾ میں ہے دونوں جگہ ما نافیہ ہے گو ابن جریرؒ نے یہ کہا ہے کہ ما معنی میں ﴿الذی﴾ کے ہے یعنی اللہ پسند کرتا ہے اسے جس میں بھلائی ہو' اور اسی معنی کو لے کر معتزلیوں نے مراعات اصلح پر استدلال کیا ہے لیکن صحیح بات یہی ہے کہ یہاں ما نفی کے معنی میں ہے جیسے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مروی ہے یہ آیت اسی بیان میں ہے کہ مخلوق کی پیدائش میں تقدیر کے مقرر کرنے میں اختیار رکھنے میں رب تعالیٰ ہی اکیلا ہے' اور نظیر سے پاک ہے۔ اسی لئے آیت کے خاتمہ پر فرمایا کہ جن بتوں وغیرہ کو وہ شریک رب ٹھہرا رہے ہیں جو نہ کسی چیز کو بنا سکیں نہ کسی طرح کا اختیار رکھیں اللہ تعالیٰ ان سب سے پاک اور بہت دور ہے۔ پھر فرمایا سینوں اور دلوں میں چھپی ہوئی باتیں بھی رب تعالیٰ جانتا ہے اور وہ سب بھی اس پر اسی طرح ظاہر ہیں جس طرح کھلم کھلا اور ظاہر باتیں پوشیدہ بات کھویا اعلان سے کہو وہ سب کا عالم ہے۔ رات میں اور دن میں جو ہو رہا ہے اس پر پوشیدہ نہیں۔ الوہیت میں بھی وہ یکتا ہے اس کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی طرف مخلوق اپنی حاجتیں لے جائے جس سے مخلوق عاجزی کرے' جو مخلوق کا ماویٰ ملجا ہو' جو عبادت کے لائق ہو۔ خالق مختار رب مالک وہی ہے۔ وہ جو کچھ کر رہا ہے سب لائق تعریف ہے اس کا عدل و حکمت اسی کے ساتھ ہے۔ اس کے حکموں کو کوئی رد نہیں کر سکتا' اس کے ارادوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ غلبہ حکمت و رحمت اسی کی ذات پاک میں ہے تو سب قیامت کے دن اسی طرف لوٹائے جاؤ گے وہ سب کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا اس پر تمہارے کاموں میں سے کوئی کام چھپا ہوا نہیں نیکوں کو جزا بدوں کو سزا وہ اس روز دے گا اور اپنی مخلوق میں فیصلے فرمائے گا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ۭ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ

عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

کہہ دے کہ دیکھو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ تم پر رات ہی رات قیامت تک برابر کردے تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کون معبود ہے جو تمہارے پاس دن کی روشنی لائے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ پوچھ کہ یہ بھی بتادو کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ ہمیشہ قیامت تک دن ہی دن رکھے تو بھی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود ہے جو تمہارے پاس رات لادے جس میں تم آرام حاصل کرو' کیا تم دیکھ نہیں رہے؟ اسی نے تو تمہارے لئے اپنے فضل و کرم سے دن رات مقرر کردیئے ہیں کہ تم رات میں آرام کرو اور دن میں اس کی بھیجی ہوئی روزی تلاش کرو یہ اس لئے کہ تم شکریہ ادا کرو

یہ اسی کی نعمتیں ہیں: اللہ کا احسان دیکھو کہ بغیر تمہاری کوشش اور تدبیر کے دن رات برابر آگے پیچھے آرہے ہیں اگر رات ہی رات رہے تو تم عاجز آجاؤ تمہارے کام رک جائیں تم پر زندگی وبال ہو جائے تم تھک جاؤ اکتا جاؤ کسی کو نہ پاؤ جو تمہارے لئے دن نکال سکے کہ تم اس کی روشنی میں چلو پھرو دیکھو بھالو اپنے کام کاج کرلو۔ افسوس تم سن سنا کر بے سنا کردیتے ہو۔ اسی طرح اگر وہ تم پر دن ہی دن رکھے رات آئے ہی نہیں تو بھی تمہاری زندگی تلخ ہو جائے۔ بدن کا نظام الٹ پلٹ ہو جائے تھک جاؤ تنگ آجاؤ' کوئی نہیں جسے قدرت ہو کہ وہ رات لاسکے جس میں تم راحت وآرام کرسکو لیکن تم آنکھیں رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں اور مہربانیوں کو دیکھتے ہی نہیں ہو۔ یہ بھی اسی کا احسان ہے کہ اس نے دن رات دونوں پیدا کردیئے ہیں کہ رات کو تمہیں سکون وآرام حاصل ہو اور دن کو تم کام کاج تجارت زراعت سفر شغل کرسکو۔ تمہیں چاہیے کہ تم اس مالک حقیقی اس قادر مطلق کا شکر ادا کرو دن کو رات کو اس کی عبادتیں کرو رات کے قصور کی تلافی دن میں اور دن کے قصوروں کی تلافی رات میں کرلیا کرو یہ مختلف چیزیں قدرت کے نمونے ہیں اور اس لئے ہیں کہ تم نصیحت و عبرت سیکھو اور رب کا شکر کرو۔

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾

جس دن انہیں پکار کر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جنہیں تم میرے شریک خیال کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ الگ کرلیں گے اور فرمادیں گے کہ اپنی دلیلیں پیش کرو اس وقت جان لیں گے کہ حق اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور جو کچھ افترا وہ جوڑتے تھے سب ان کے پاس سے کھو جائے گا

قیامت کے دن اللہ کے شریک نظر نہ آئیں گے: مشرکوں کو دوسری دفعہ ڈانٹ دی جائے گی اور فرمایا جائے گا کہ دنیا میں جنہیں میرا شریک ٹھہرا رہے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ ہر امت میں سے ایک گواہ یعنی اس امت کا پیغمبر ممتاز کرلیا جائے

گا۔ اور مشرکوں سے کہا جائے گا کہ اپنے شرک کی کوئی دلیل پیش کرو۔ اس وقت یہ یقین کر لیں گے کہ فی الواقع عبادتوں کے لائق اللہ کے سوا اور کوئی نہیں۔ کوئی جواب نہ دے سکیں گے حیران رہ جائیں گے اور تمام جھوٹ وافترا بھول جائیں گے۔

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِن قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ ۖ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءُ بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ ۖ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ۖ وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾

قارون تھا تو قوم موسیٰ سے لیکن ان پر ظلم کرنے لگا تھا ہم نے اسے اس قدر خزانے دے رکھے تھے کہ کئی کئی طاقتور لوگ بہ مشکل اس کی کنجیاں اٹھا سکتے تھے' ایک بار اس کی قوم نے اس سے کہا کہ اترا مت اللہ تعالیٰ اترانے والوں سے محبت نہیں رکھتا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں اس آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی سلوک کرتا رہ اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ رہا کر' یقین مان کہ اللہ تعالیٰ مفسدوں کو ناپسند رکھتا ہے

قارون کون اور کیا تھا: مروی ہے کہ قارون حضرت موسیٰ کے چچا کا لڑکا تھا۔ اس کا نسب یہ ہے قارون بن یصہر بن قاہث۔ اور موسیٰ کا نسب یہ ہے موسیٰ بن عمران بن قاہث۔ ابن اسحاق کی تحقیق یہ ہے کہ یہ حضرت موسیٰ کا چچا تھا۔ لیکن اکثر علماء چچا کا لڑکا بتلاتے ہیں۔ یہ بہت خوش آواز تھا تورات بڑی خوش الحانی سے پڑھتا تھا۔ اسی لئے اسے لوگ منور کہتے تھے لیکن جس طرح سامری نے منافق پنا کیا تھا یہ دشمن الٰہی بھی منافق ہو گیا تھا۔ تھا چونکہ بہت مالدار اس لئے پھول گیا تھا اور اللہ تعالیٰ کو بھول بیٹھا تھا قوم میں عام طور پر جس لباس کا دستور تھا اس نے اس سے بالشت بھر نیچا لباس بنوایا تھا جس سے اس کا غرور اور اس کی دولت ظاہر ہو۔ اس کے پاس اس قدر مال تھا کہ اس کے خزانے کی کنجیاں اٹھانے پر قوی مردوں کی ایک جماعت مقرر تھی۔ اس کے بہت سے خزانے تھے' ہر خزانہ کی کنجی الگ تھی جو بالشت بھر کی تھی۔ جب یہ کنجیاں اس کی سواری کے ساتھ خچروں پر لادی جاتیں تو اس کے لئے ساٹھ پچکلیان خچر مقرر رہتے۔ واللہ اعلم۔ قوم کے بزرگ اور نیک لوگوں اور عالموں نے جب اس کی سرکشی اور تکبر حد سے بڑھتے ہوئے دیکھا تو اسے نصیحت کی کہ اتنا نہ اکڑ اس قدر غرور نہ کر اللہ تعالیٰ کا ناشکرا نہ بن ورنہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے دور ہو جائے گا قوم کے واعظین نے کہا کہ یہ جو اللہ کی نعمتیں تیرے پاس ہیں انہیں اللہ کی رضامندی کے کاموں میں خرچ کر تا کہ آخرت میں بھی تیرا حصہ ہو جائے یہ ہم نہیں کہتے کہ دنیا میں کچھ عیش و عشرت ہی نہ کر۔ بلکہ اچھا کھا اچھا پی' اچھا پہن' اچھا اوڑھ' جائز نعمتوں سے فائدہ اٹھا۔ نکاح سے راحت اٹھا' حلال چیزیں استعمال کر۔ لیکن جہاں اپنا خیال رکھ وہاں مسکینوں کا بھی خیال رکھ جہاں اپنے نفس کو نہ بھول وہاں اللہ تعالیٰ کے حق بھی فراموش نہ کر تیرے نفس کا بھی حق ہے تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے تیرے بال بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے مسکین غریب کا بھی تیرے مال میں ساجھا ہے' ہر حقدار کا حق ادا کر اور جیسے اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ سلوک کیا ہے تو اوروں کے ساتھ سلوک واحسان کر اپنے اس مفسدانہ رویہ کو بدل ڈال اللہ کی مخلوق کی

ایذا رسانی سے باز آ جا' اللہ تعالیٰ فسادیوں سے محبت نہیں رکھتا۔

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْــَٔـلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝78

قارون کہنے لگا یہ سب کچھ مجھے میری اپنی عقل و سمجھ کی بنا پر ہی دیا گیا ہے کیا اسے اب تک یہ نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بہت سی بستی والوں کو غارت کر دیا جو اس سے بہت زیادہ قوت والے اور بہت بڑی جمع پونجی والے تھے گنہگاروں سے ان کے گناہوں کی باز پرس اسی وقت نہیں کی جاتی

یہ غرور نہیں غلط فہمی ہے: قوم کے علماء کی نصیحتوں کو سن کر قارون نے جو جواب دیا اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس نے کہا آپ اپنی نصیحتوں کو رہنے دیجئے میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جو دے رکھا ہے اسی کا مستحق میں تھا میں ایک عقلمند زیرک دانا شخص ہوں میں اسی قابل ہوں اور اسے اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے اسی لئے اس نے مجھے یہ دولت دی ہے۔ بعض انسانوں کا یہ خاصہ ہوتا ہے جیسے قرآن میں ہے کہ جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تب تو بڑی عاجزی سے ہمیں پکارتا ہے اور جب کوئی نعمت وراحت اسے ہم دے دیتے ہیں تو کہہ دیتا ہے ﴿ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ﴾ یعنی اللہ جانتا تھا کہ میں اس کا مستحق ہوں اس لئے اس نے مجھے یہ دیا ہے اور آیت میں ہے کہ اگر ہم اسے کوئی رحمت چکھائیں اس کے بعد کہ اسے مصیبت پہنچی ہو تو کہہ اٹھتا ہے کہ ﴿هٰذَا لِيْ ﴾ اس کا حقدار تو میں تھا ہی۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ قارون علم کیمیا جانتا تھا۔ لیکن یہ قول بالکل ضعیف ہے۔ بلکہ کیمیا کا علم فی الواقع ہے ہی نہیں کیونکہ کسی چیز کے عین کو بدل دینا یہ اللہ ہی کی قدرت کی بات ہے جس پر کوئی اور قادر نہیں۔ فرمان الٰہی ہے کہ اگر تمام مخلوق بھی جمع ہو جائے تو ایک مکھی بھی پیدا کر نہیں سکتی۔ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟ جو کوشش کرتا ہے کہ میری طرح پیدائش کرے۔ اگر وہ سچا ہے تو ایک ذرہ یا ایک جو ہی بنا دے۔ یہ حدیث ان کے بارے میں ہے جو تصویریں اتارتے ہیں اور صرف ظاہری صورت کی نقل کرتے ہیں ان کے لئے تو یہ فرمایا پھر جو دعویٰ کرے کہ وہ کیمیا جانتا ہے اور ایک چیز کی کایا پلٹ کر سکتا ہے ایک ذات سے دوسری ذات بنا دیتا ہے مثلاً لوہے کو سونا وغیرہ تو صاف ظاہر ہے کہ یہ محض جھوٹ ہے اور بالکل محال ہے اور جہالت وضلالت ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ رنگ وغیرہ بدل کر دھوکے بازی کریں لیکن حقیقتاً یہ ناممکن ہے۔ یہ کیمیا گر جو محض جھوٹ جاہل فاسق اور مفتری ہیں یہ محض دعویٰ کر کے مخلوق کو دھوکے میں ڈالنے والے ہیں۔ ہاں یہ خیال رہے کہ بعض اولیاء اللہ کے ہاتھوں جو کرامتیں سرزد ہو جاتی ہیں اور کبھی کبھی چیزیں تبدیل ہو جاتی ہیں ان کا ہمیں انکار نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر ایک خاص فضل ہوتا ہے اور وہ بھی ان کے بس کا نہیں ہوتا نہ ان کے قبضے کا ہوتا ہے نہ وہ کوئی کاریگری صنعت یا علم ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کے فرمان کا نتیجہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبردار نیک کاربندوں کے ہاتھوں اپنی مخلوق کو دکھا دیتا ہے۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت حیوہ بن شریح مصریؒ سے ایک مرتبہ کسی سائل نے سوال کیا اور آپ کے پاس کچھ نہ تھا اور اس کی حاجت مندی اور ضرورت کو دیکھ کر آپ دل میں بہت آزردہ ہو رہے تھے آخر آپ نے ایک کنکر زمین سے اٹھا لیا اور کچھ دیر اپنے ہاتھوں میں الٹ پلٹ کر کے فقیر کی جھولی میں ڈال دیا تو وہ سونے

کا ڈلا بن گیا۔ معجزے اور کرامات حدیثوں اور آثار میں اور بھی بہت سی مروی ہیں جنہیں یہاں بیان کرنا باعث طول ہو گا۔ بعض کا قول ہے کہ قارون اسم اعظم جانتا تھا جسے پڑھ کر اس نے اپنی مالداری کی دعا کی تو اس قدر دولت مند ہو گیا۔ قارون کے اس جواب کے رد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ غلط ہے کہ میں جس پر مہربان ہوتا ہوں اسے دولتمند کر دیتا ہوں نہیں اس سے پہلے اس سے زیادہ دولتمند اور آسودہ حال لوگوں کو میں نے تباہ کر دیا ہے تو یہ سمجھ لینا کہ مالداری میری محبت کی نشانی ہے محض غلط ہے جو میرا شکرادا نہ کرے کفر پر جمارہے اس کا انجام بد ہوتا ہے۔ گنہگاروں کے کثرت گناہ کی وجہ سے پھر ان سے ان کے گناہوں کا سوال بھی عبث ہوتا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ مجھ میں خیریت ہے اس لئے اللہ کا یہ فضل مجھ پر ہوا ہے وہ جانتا ہے کہ میں اس مالداری کا اہل ہوں اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے خوش نہ ہوتا اور مجھے اچھا آدمی نہ جانتا تو مجھے اپنی یہ نعمت بھی نہ دیتا۔

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾

قارون پوری آرائش کے ساتھ اپنی قوم کے مجمع میں نکلا' تو زندگانی دنیا کے متوالے کہنے لگے کاش کہ ہمیں بھی کسی طرح وہ مل جاتا جو قارون کو دیا گیا ہے یہ تو بڑا ہی قسمت کا دھنی ہے ذی علم لوگ انہیں سمجھانے لگے کہ افسوس بہتر چیز تو وہ ہے جو بطور ثواب انہیں ملے گی جو اللہ پر ایمان لائیں اور مطابق سنت عمل کریں۔ یہ بات انہی کے دل میں ڈالی جاتی ہے جو صبر و سہار والے ہوں

سامان تعیش اور قارون: قارون ایک دن نہایت قیمتی پوشاک پہن کر زرق برق ہو کر عمدہ سواری پر سوار ہو کر اپنے غلاموں کو آگے پیچھے بیش بہا پوشاکیں پہنائے ہوئے لے کر بڑے ٹھاٹھ سے اتراتا اور اکڑتا ہوا نکلا۔ اس کا یہ ٹھاٹھ اور یہ زینت و تجمل دیکھ کر دنیاداروں کے منہ میں پانی بھر آیا اور کہنے لگے کہ کاش ہمارے پاس بھی اس جتنا مال ہوتا یہ تو بڑا خوش نصیب اور بڑی قسمت والا ہے۔ علماء کرام نے ان کی یہ بات سن کر انہیں اس خیال سے روکنا چاہا اور انہیں سمجھانے لگے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے مومن اور نیک بندوں کے لئے اپنے ہاں تیار کر رکھا ہے وہ اس سے کروڑ ہا درجہ بارونق دیرپا اور عمدہ ہے تمہیں ان درجات کو حاصل کرنے کے لئے اس دوروزہ زندگی کو صبر و سہار سے گزارنا چاہئے جنت صابروں کا حصہ ہے۔ یہ مطلب بھی ہے کہ ایسے پاک کلمے صبر کرنے والوں ہی کی زبان سے نکلتے ہیں جو دنیا کی محبت سے دور اور دار آخرت کی محبت میں چور ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ یہ کلام واعظین کا نہ ہو بلکہ ان کے کلام کی اور ان کی تعریف میں یہ پچھلا جملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر ہو۔

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۫ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ

وَيۡكَاَنَّ اللّٰهَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ وَيَقۡدِرُ ۚ لَوۡلَاۤ اَنۡ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيۡنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيۡكَاَنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۸۲﴾

آخرش ہم نے اسے اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا اور اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد کے لئے تیار نہ ہوئی نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہو سکا اور جو لوگ کل اس کے مرتبہ پر پہنچنے کی آرزومندیاں کر رہے تھے وہ آج کہیں گے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی اگر اللہ تعالیٰ ہم پر فضل نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا کیا دیکھتے نہیں ہو کہ ناشکروں کو کبھی کامیابی نہیں ہوتی

تکبر کی یہی سزا ہے: اوپر قارون کی سرکشی بے ایمانی کا ذکر ہو چکا یہاں اس کے انجام کا بیان ہو رہا ہے۔ ایک حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا ایک شخص اپنا تہمد لٹکائے فخر سے جا رہا تھا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا گیا جو قیامت تک دھنستا ہوا چلا جائے گا (بخاری) احمد کی روایت میں ہے کہ دو چادروں میں اکڑتا ہوا نکلا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اسے نگل جا۔ کتاب العجائب میں ہے نوفل بن ماحق کہتے ہیں کہ نجران کی مسجد میں میں نے ایک نوجوان کو دیکھا بڑا لمبا چوڑا بھرپور جوانی کے نشہ میں چور گٹھے ہوئے بدن والا بانکا ترچھا اچھے رنگ روغن والا خوبصورت شکل میں نگاہیں جما کر اس کے جمال و کمال کو دیکھنے لگا تو اس نے کہا کیا دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا آپ کے حسن و جمال کا مشاہدہ کر رہا ہوں' اور تعجب معلوم ہو رہا ہے۔ اس نے جواب دیا تو ہی کیا خود اللہ تعالیٰ کو بھی تعجب ہے۔ نوفل کہتے ہیں کہ اس کلمہ کے کہتے ہی وہ گھٹنے لگا اور اس کا رنگ روپ اڑنے لگا اور قد پست ہونے لگا' یہاں تک کہ بقدر ایک بالشت کے رہ گیا جسے اس کا کوئی قریبی رشتہ دار آستین میں ڈال کر لے گیا۔ یہ بھی مذکور ہے کہ قارون کی ہلاکت حضرت موسیٰ کی بددعا سے ہوئی تھی' اور اس کے سبب میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ ایک سبب تو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قارون ملعون نے ایک فاحشہ عورت کو بہت کچھ مال متاع دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ عین اس وقت جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل میں کھڑے خطبہ دے رہے ہوں وہ آئے اور آپ سے کہے کہ تو وہی ہے نا جس نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا۔ اس عورت نے یہی کیا' حضرت موسیٰ کانپ اٹھے اور اسی وقت نماز کی نیت باندھ لی دو رکعت ادا کر کے اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے تجھے اس اللہ کی قسم جس نے پانی میں سے راستہ دیا اور تیری قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی اور بھی بہت سے احسانات کئے تو جو کچھ سچا واقعہ ہے اسے بیان کر۔ یہ سنکر اس عورت کا رنگ بدل گیا اور اس نے صحیح واقعہ سب کے سامنے بیان کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا اور سچے دل سے توبہ کر لی حضرت موسیٰ پھر سجدے میں گر گئے اور قارون کی سزا چاہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ میں نے زمین کو تیرے تابع کر دیا ہے۔ آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور زمین سے کہا کہ تو اسے اور اس کے محل کو نگل لے۔ زمین نے یہی کیا۔ دوسرا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب قارون کی سواری اس طمطراق سے نکلی سفید قیمتی خچر پر بیش بہا پوشاک پہنے سوار تھا اس کے غلام بھی سب کے سب ریشمی لباسوں میں تھے۔ ادھر حضرت موسیٰ تقریر کر رہے تھے بنی اسرائیل کا مجمع تھا یہ جب وہاں سے نکلا تو سب کی نگاہیں اس پر اور اس کی دھوم دھام پر لگ گئیں۔ حضرت موسیٰ نے اسے دیکھ کر پوچھا آج اس طرح کیسے نکلے ہو؟ اس نے کہا بات یہ ہے کہ ایک بات اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھی ہے اور ایک فضیلت مجھے دے رکھی ہے اگر تمہارے پاس نبوت ہے تو میرے پاس یہ جاہ و حشم ہے اور اگر آپ کو میری فضیلت میں شک ہو تو میں تیار ہوں کہ آپ اور میں چلیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں دیکھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کس کی دعا قبول فرماتا

ہے ۔آپ اس بات پر آمادہ ہو گئے اور اسے لے کر چلے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا لے اب پہلے میں دعا کروں یا تو کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں میں کروں گا۔ اب اس نے دعا مانگنی شروع کی ختم کر لی لیکن قبول نہ ہوئی۔ حضرت موسیٰ نے کہا اب میں دعا کرتا ہوں۔ اس نے کہا ہاں کیجئے۔آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کہ اے اللہ! زمین کو حکم کر کہ جو میں کہوں مان لے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور وحی آئی کہ میں نے زمین کو تیری اطاعت کا حکم دے دیا ہے۔ حضرت موسیٰ نے یہ سن کر زمین سے فرمایا اے زمین! اسے اور اس کے لوگوں کو پکڑ لے' وہیں یہ لوگ اپنے قدموں تک زمین میں دھنس گئے۔آپ نے فرمایا اور پکڑ لے یہ اپنے گھٹنوں تک دھنس گئے۔آپ نے فرمایا اور پکڑ' یہ مونڈھوں تک زمین میں دھنس گئے۔ پھر فرمایا ان کے خزانے اور ان کے مال بھی یہیں لے آ۔ اسی وقت ان کے کل خزانے اور تمام مال آ گئے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے ان سب کو دیکھ لیا' پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ان کو ان کے خزانوں سمیت اپنے اندر کر لے' اسی وقت یہ سب غارت ہو گئے اور زمین جیسی تھی ویسی ہی ہو گئی۔ مروی ہے کہ ساتویں زمین تک یہ لوگ یونہی دھنستے چلے گئے۔ یہ قول بھی ہے کہ ہر روز یہ لوگ بقدر قد انسان نیچے کی طرف دھنستے جا رہے ہیں قیامت تک اسی عذاب میں رہیں گے۔ یہاں پر اور بھی بنی اسرائیلی روایتیں بہت سی ہیں لیکن ہم نے ان کا بیان چھوڑ دیا ہے۔ نہ تو مال انہیں کام آیا نہ جاہ و حشم نہ دولت و تمکنت نہ کوئی ان کی مدد کے لئے اٹھا نہ یہ خود اپنا کوئی بچاؤ کر سکے تباہ ہو گئے بے نشان ہو گئے مٹ گئے او مٹا دیئے گئے۔ اس وقت تو ان لوگوں کی بھی آنکھیں کھل گئیں جو قارون کے مال کو اور اس کی عزت کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھا کرتے تھے اور اسے نصیب دار سمجھ کر لمبے سانس لیا کرتے تھے اور رشک کرتے تھے کہ کاش ہم ایسے ہی دولتمند ہوتے وہ کہنے لگے اب دیکھ لیا کہ واقعی سچ ہے دولتمند ہونا کچھ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا سبب نہیں یہ تو اللہ کی حکمت ہے جسے چاہے زیادہ دے جسے چاہے کم دے جس پر چاہے وسعت کرے جس پر چاہے تنگی کرے۔ اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں اخلاق کی بھی اسی طرح تقسیم کی ہے جس طرح روزی کی' مال تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے دوستوں کو بھی ملتا ہے اور اس کے دشمنوں کو بھی۔ البتہ ایمان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی کو ملتا ہے جسے اللہ چاہتا ہو۔ قارون کے اس دھنسائے جانے کو دیکھ کر وہ جو اس جیسا بننے کی امیدیں کر رہے تھے کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا لطف و احسان ہم پر نہ ہوتا تو ہماری اس تمنا کے بدلے جو ہمارے دل میں تھی کہ کاش ہم بھی ایسے ہی ہوتے آج اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کے ساتھ دھنسا دیتا وہ کافر تھا اور کافر اللہ تعالیٰ کے ہاں فلاح کے لائق نہیں ہوتے' نہ انہیں دنیا میں کامیابی ملے نہ آخرت میں ہی چھٹکارا پائیں۔ نحوی کہتے ہیں ﴿ وَيْكَاَنَّ ﴾ کے معنی ﴿ وَيْلَكَ اِعْلَمْ اَنَّ ﴾ ہیں لیکن مخفف کر کے ﴿ وَيْكَ ﴾ رہ گیا اور ان کاف کے فتحہ کے ساتھ ﴿ اِعْلَمْ ﴾ کے محذوف ہونے پر دلالت کر دی۔ لیکن اس قول کو ابن جریرؒ نے ضعیف بتلایا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ ضعیف کہنا ٹھیک نہیں۔ قرآن کریم میں اس کی کتابت کا ایک ساتھ ہونا اس کے ضعیف ہونے کی وجہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ کتابت کا طریقہ تو اختراعی امر ہے جو رواج پا گیا وہ معتبر سمجھا جاتا ہے اس سے معنی پر کوئی اثر نہیں پڑتا' واللہ اعلم۔ دوسرے معنی اس کے ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّ ﴾ کے لئے گئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اسی طرح دو لفظ ہیں ﴿ وَيْ ﴾ اور ﴿ كَاَنَّ ﴾ حرف ﴿ وَيْ ﴾ تعجب کے لئے ہے یا تنبیہ کے لئے اور ﴿ كَاَنَّ ﴾ معنی میں اَظُنُّ کے ہے۔ ان تمام اقوال میں قوی قول یہ ہے کہ یہ معنی میں ﴿ اَلَمْ تَرَ ﴾ کے ہے یعنی کیا نہ دیکھا تو نے جیسے قتادہؒ کا قول ہے کہ یہی معنی عربی شعر میں بھی مراد لئے گئے ہیں

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾

آخرت کا یہ بھلا گھر ہم ان ہی کے لئے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں پرہیز گاروں کے لئے نہایت ہی عمدہ انجام ہے جو شخص نیکی لائے گا اسے اس سے بہتر ملے گا اور جو برائی لے کر آئے گا تو ایسے بد اعمال کرنے والوں کو ان کے انہی اعمال کا بدل دیا جائے گا جو وہ کرتے تھے

پرہیز گاروں کا انجام: فرماتا ہے کہ جنت اور آخرت کی نعمت صرف انہی کو ملے گی جن کے دل خوف رب سے بھرے ہوئے ہوں۔ اور دنیا کی زندگی تواضع فروتنی عاجزی اور اخلاق کے ساتھ گزار دیں۔ کسی پر اونچائی اور بڑائی نہ سمجھیں ادھر ادھر فساد نہ پھیلائیں سرکشی اور برائی نہ کریں کسی کا مال ناحق نہ ماریں۔ رب کی زمین پر رب کی نافرمانیاں نہ کریں۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جسے یہ بات اچھی لگے کہ اس کی جوتی کا تسمہ اپنے ساتھی کی جوتی کے تسمے سے اچھا ہو تو وہ بھی اس آیت میں داخل ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ فخر و غرور کرے۔ اور اگر صرف بطور زیبائش کے چاہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری تو یہ خواہش رہتی ہے کہ میری چادر بھی اچھی ہو میری جوتی بھی اچھی ہو تو کیا یہ بھی تکبر ہے آپ ﷺ نے فرمایا نہیں یہ تو خوبصورتی ہے' اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے۔ پھر فرمایا جو ہمارے پاس نیکی لائے گا وہ بہت سی نیکیوں کا ثواب پائے گا یہ مقام فضل ہے اور برائی کا بدلہ صرف اسی کے مطابق سزا ہے یہ مقام عدل ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ﴾ جو برائی لے کر آئے گا وہ اوندھے منہ آگ میں جائے گا۔ تمہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے۔

اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾

وقف لازم ۵۵ ۲ ۲۵

جس اللہ نے تجھ پر قرآن نازل فرمایا ہے وہ تجھے دوبارہ پہلی جگہ لانے والا ہے' کہہ دے کہ میرا رب اسے بھی بخوبی جانتا ہے جو ہدایت لایا ہے اور اسے جو کھلی گمراہی میں ہے تجھے تو کبھی اس کا خیال بھی نہ گزرا تھا کہ تیری طرف کتاب نازل فرمائی جائے گی لیکن یہ تیرے رب کی مہربانی سے اترا اب تجھے ہر گز کافروں کا مددگار نہ ہونا چاہیے خیال رکھ کہ یہ کفار تجھے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تبلیغ سے روک نہ دیں اس کے

بعد کہ یہ تیری جانب اتاری گئیں تو اپنے رب کی طرف بلا تارہ اور شرک کرنے والوں میں سے نہ ہو جا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارنا، بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی اور معبود نہیں، ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اسی کا منہ۔ اسی کے لئے فرمانروائی ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے

میدان محشر میں سوال ہوگا: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ رسالت کی تبلیغ کرتے رہیں لوگوں کو کلام الٰہی سناتے رہیں۔ رب تعالیٰ آپ ﷺ کو قیامت کی طرف واپس لے جانے والا ہے اور وہاں نبوت کی بابت پرسش ہوگی۔ جیسے فرمان ہے ﴿ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴾ یعنی امتوں سے اور رسولوں سے سب سے ہم دریافت فرمائیں گے۔ اور آیت میں ہے رسولوں کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا؟ اور آیت میں ہے کہ نبیوں کو اور گواہوں کو لایا جائے گا معاد سے مراد جنت بھی ہوسکتی ہے، موت بھی ہوسکتی ہے، دوبارہ کی زندگی بھی ہوسکتی ہے کہ دوبارہ جئیں اور داخل جنت ہوں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ اس سے مراد مکہ ہے۔ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ اس سے مراد مکہ معظمہ ہے جو آپ کی جائے پیدائش تھی۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ مکہ سے نکلے ابھی جحفہ ہی میں تھے جو آپ ﷺ کے دل میں مکہ کا شوق پیدا ہوا پس یہ آیت اتری اور آپ ﷺ سے وعدہ ہوا کہ واپس مکہ میں پہنچائے جائیں گے۔ اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہو حالانکہ پوری سورۂ مکی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے بیت المقدس ہے شاید اس کہنے والے کی غرض اس سے بھی قیامت ہے اس لئے کہ بیت المقدس ہی محشر کی زمین ہے۔ ان تمام اقوال میں جمع کی صورت یہ ہے کہ ابن عباسؓ نے کبھی تو اس کی تفسیر کی آپ ﷺ کے مکہ کی طرف لوٹنے سے جو فتح مکہ سے پوری ہوئی، اور یہ حضور ﷺ کی عمر کے پورا ہونے کی ایک زبردست علامت تھی جیسے کہ آپ نے سورۂ ﴿اذا جآء﴾ کی تفسیر میں فرمایا ہے جس کی حضرت عمرؓ نے بھی موافقت کی تھی، اور فرمایا تھا کہ تو جو جانتا ہے وہی میں بھی جانتا ہوں، یہی وجہ ہے کہ انہی سے اس آیت سے جہاں مکہ مروی ہے، وہاں حضور ﷺ کا انتقال بھی مروی ہے اور کبھی قیامت سے تفسیر کی کیونکہ موت کے بعد قیامت ہے۔ اور کبھی جنت سے تفسیر کی جو آپ ﷺ کا ٹھکانا ہے اور آپ ﷺ کی تبلیغ رسالت کا بدلہ ہے کہ آپ ﷺ نے جن وانس کو اللہ کے دین کی دعوت دی۔ اور آپ ﷺ تمام مخلوق سے زیادہ کامل زیادہ فصیح اور زیادہ افضل تھے۔ پھر فرمایا کہ اپنے مخالفین سے اور جھٹلانے والوں سے کہہ دو کہ ہم میں سے ہدایت والوں کو اور گمراہی والوں کو اللہ بخوبی جانتا ہے۔ تم دیکھ لو گے کہ کسے انجام کی بہتری ملتی ہے اور دنیا اور آخرت میں بہتری اور بھلائی کس کے حصہ میں آتی ہے۔ پھر اپنی ایک اور زبردست نعمت بیان فرماتا ہے کہ وحی کے اترنے سے پہلے آپ کو کبھی یہ خیال بھی نہ گزرتا تھا کہ آپ پر کتاب اللہ نازل ہوگی یہ تو تجھ پر اور تمام مخلوق پر رب کی رحمت ہوئی کہ اس نے تجھ پر اپنی پاک اور افضل کتاب نازل فرمائی۔ اب تمہیں ہرگز کافروں کا مددگار نہ ہونا چاہئے بلکہ ان سے الگ رہنا چاہئے ان سے بیزاری ظاہر کردینی چاہئے اور ان سے مخالفت کا اعلان کردینا چاہئے۔ پھر فرمایا ہے کہ اللہ کی اتری ہوئی آیتوں سے یہ لوگ کہیں تجھے روک نہ دیں یعنی یہ جو تیرے دین کی مخالفت کرتے ہیں اور لوگوں کو تیری تابعداری سے روکتے ہیں تو اس سے اثر پذیر نہ ہونا اپنے کام پر لگے رہنا اللہ تیرے کلمے کو پورا کرنے والا ہے تیرے دین کی تائید کرنے والا ہے تیری رسالت کو غالب کرنے والا ہے تمام دینوں پر تیرے دین کو اونچا کرنے والا ہے۔ تو اپنے رب کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلاتا رہ جو اکیلا اور لاشریک ہے۔ تجھے نہیں چاہئے کہ مشرکوں کا ساتھ دے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکار عبادت کے لائق وہی ہے۔ الوہیت کے قابل اسی کی عظیم الشان ذات ہے وہی دائم اور باقی ہے۔ حی وقیوم ہے تمام مخلوق مر جائے گی اور وہ موت سے دور ہے۔ جیسے فرمایا ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴾ جو بھی اس پر ہے فانی ہے تیرے رب کا چہرہ ہی باقی رہ جائے

گا جو جلالت و کرامت والا ہے۔ وجہ سے مراد ذات ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے زیادہ سچا کلمہ لبید شاعر کا ہے جو اس نے کہا ہے ﴿ اَلَا کُلُّ شَیْئٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِل ﴾ یاد رکھو رب تعالیٰ کے سوا سب کچھ باطل ہے۔ مجاہدؒ و ثوریؒ سے مروی ہے کہ ہر چیز باطل ہے مگر وہ کام جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے کئے جائیں ان کا ثواب رہ جاتا ہے۔ شاعروں کے شعروں میں بھی وجہ کالفظ اس مطلب کے لئے استعمال کیا گیا ہے ملاحظہ ہو۔

﴿ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ ذَنْباً لَسْتُ مُحْصِيَه ﴾ ﴿ رَبَّ الْعِبَادِ اِلَيْهِ الْوَجْهُ وَالْعَمَل ﴾

میں اللہ تعالیٰ سے جو تمام بندوں کا رب ہے جس کی طرف توجہ اور قصد ہے جس کے لئے عمل ہیں اپنے تمام گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں جنہیں میں شمار بھی نہیں کر سکتا۔ یہ قول پہلے قول کے خلاف نہیں یہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے کہ انسان کے تمام اعمال اکارت ہیں صرف انہی نیکیوں کے بدلہ کا مستحق ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی رضاء جوئی کے لئے ہوں۔ اور پہلے قول کا مطلب بھی بالکل صحیح ہے کہ سب متنفس فانی اور زائل ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جو فنا اور زوال سے بالاتر ہے' وہی اول وآخر ہے ہر چیز سے پہلے تھا اور ہر چیز کے بعد رہے گا۔ مروی ہے کہ جب حضرت ابن عمرؓ اپنے دل کو مضبوط کرنا چاہتے تھے تو جنگل میں کسی کھنڈر کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور دردناک آواز سے کہتے کہ اس کے بانی کہاں ہیں؟ پھر خود جواب میں یہی آیت پڑھتے۔ حکم اور ملک اور ملکیت اسی کی ہے۔ مالک و متصرف وہی ہے۔ اسی کے حکم احکام کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ روز جزا میں سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ وہ سب کو ان کی نیکیوں بدیوں کا بدلہ دے گا نیک کو نیک بدلہ اور برے کو بری سزا۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰه﴾ سورۂ قصص کی تفسیر ختم ہوئی

تفسیر سورۂ عنکبوت مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿١﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ﴿٢﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٣﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿٤﴾

اس اللہ کے نام سے شروع جس سے بڑا نہ کوئی مہربان نہ رحم والا

کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ان کے صرف اس دعویٰ پر کہ ہم ایمان لائے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے ہی چھوڑ دیں گے؟ ان سے اگلوں کو بھی ہم نے خوب جانچا یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کر لے گا جو جھوٹے ہیں کیا جو لوگ برائیاں کر رہے ہیں انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں گے یہ لوگ کیسی بری تجویزیں کر رہے ہیں

مومن کا ابھی تو امتحان ہو گا: حروف مقطعہ کی بحث سورۂ بقرہ کے شروع میں گزر چکی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ ناممکن کہ مومن کو بھی امتحان سے چھوڑ دیا جائے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ سخت امتحان نبیوں کا ہوتا ہے پھر صالح و نیک لوگوں

کا پھر ان سے کم درجے والے پھر ان سے کم درجے والے۔ انسان کا امتحان اس کے دین کے اندازے پر ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں سخت ہے تو مصیبتیں بھی سخت نازل ہوتی ہیں۔ اسی مضمون کا بیان اس آیت میں بھی ہے ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ ﴾ کیا تم نے یہ گمان کرلیا ہے کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ تم میں سے مجاہد کون ہے؟ اور صابر کون ہے؟ اسی طرح سورہ برات سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے کہ کیا تم نے یہ سوچ رکھا ہے کہ تم جنت میں یونہی چلے جاؤ گے؟ اور اگلے لوگوں جیسے سخت امتحان کے موقعے تم پر نہ آئیں گے کہ انہیں بھوک دکھ درد وغیرہ پہنچے یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ کے ایماندار بول اٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کہاں ہے؟ یقین مانو کہ اللہ کی مدد قریب ہے۔ یہاں بھی فرمایا ان سے اگلے مسلمانوں کی بھی جانچ پڑتال کی گئی انہیں بھی سرد گرم چکھایا گیا تاکہ جو اپنے دعوی میں سچے ہیں اور جو صرف زبانی دعوی کرتے ہیں ان میں تمیز ہو جائے اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے جانتا نہ تھا وہ ہر ہو چکی ہوئی بات کو اور ہر ہونے والی بات کو برابر جانتا ہے۔ اس پر اہل سنت کے تمام اماموں کا اجماع ہے۔ پس یہاں علم رویت یعنی دیکھنے کے معنی میں ہے حضرت ابن عباسؓ ﴿ لِنَعْلَمَ ﴾ کے معنی لنری کرتے ہیں کیونکہ دیکھنے کا تعلق موجود چیزوں سے ہوتا ہے اور علم اس سے عام ہے۔ پھر فرماتا ہے جو ایمان نہیں لائے وہ بھی یہ گمان نہ کریں کہ امتحان سے بچ جائیں گے بڑے بڑے عذاب اور سخت سزائیں ان کی تاک میں ہیں یہ ہمارے ہاتھ سے نکل نہیں سکتے ہم سے آگے بڑھ نہیں سکتے ان کے یہ گمان نہایت برے ہیں جن کا برا نتیجہ عنقریب دیکھ لیں گے۔

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

جسے اللہ کی ملاقات کی امید ہو پس اللہ کا ٹھہرایا ہوا وقت یقیناً آنے والا ہے وہ سب کی سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے ہر ایک کوشش کرنے والا اپنے ہی بھلے کی کوشش کرتا ہے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے اور جن لوگوں نے یقین کیا اور مطابق سنت کام کئے ہم ان کے تمام گناہوں کو ان سے دور کر دیں گے اور انہیں ان کے نیک اعمال کے بہترین بدلے دیں گے

نیک کام کرنا بھی جہاد ہے: جنہیں آخرت کے بدلوں کی امید ہے اور اسے سامنے رکھ کر وہ نیکیاں کرتے ہیں ان کی امیدیں پوری ہوں گی اور انہیں نہ ختم ہونے والے ثواب ملیں گے۔ اللہ تعالیٰ دعاؤں کا سننے والا اور کل کائنات کا جاننے والا ہے۔ اللہ کا ٹھہرایا ہوا وقت ٹلتا نہیں۔ پھر فرماتا ہے ہر نیک عمل کرنے والا اپنا ہی نفع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال سے بے پرواہ ہے اگر سارے انسان متقی بن جائیں تو اللہ تعالیٰ کی سلطنت میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں جہاد تلوار چلانے کا ہی نام نہیں انسان نیکیوں کی کوشش میں لگا رہے یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہے اس میں شک نہیں کہ تمہاری نیکیاں اللہ کے کوئی کام نہیں آتیں لیکن پھر بھی اس کی یہ مہربانی ہے کہ وہ تمہیں نیکیوں پر بدلے دیتا ہے۔ ان کی وجہ سے تمہاری برائیاں معاف فرما دیتا ہے چھوٹی سے چھوٹی نیکی کی قدر کرتا ہے اور اس پر بڑے سے بڑا اجر دیتا ہے۔ ایک ایک نیکی کا سات سات سو گنا بدلہ عنایت فرماتا

ہے اور بدی کو یا تو بالکل ہی معاف فرما دیتا ہے یا اسی کے برابر سزا دیتا ہے۔ وہ ظلم سے پاک ہے نیکیوں کو بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم دیتا ہے۔ ایمانداروں کی مطابق سنت کے مطابق نیکیاں قبول فرماتا ہے ان کے گناہوں سے درگزر کرتا ہے اور ان کے اچھے اعمال کا بدلہ عنایت فرماتا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۚ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝

ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے۔ ہاں اگر وہ یہ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک کرلے جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا" تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے پھر میں ہر اس چیز سے جو تم کرتے تھے تمہیں خبر دوں گا جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کئے انہیں میں اپنے نیک بندوں میں شمار کرلوں گا

ماں باپ کی مشروط اطاعت واجب ہے: پہلے اپنی توحید پر مضبوطی کے ساتھ کاربند رہنے کا حکم فرمایا اب ماں باپ کے سلوک واحسان کا حکم دیتا ہے کیونکہ انہی سے انسان کا وجود ہوتا ہے باپ خرچ کرتا ہے اور پرورش کرتا ہے۔ ماں محبت رکھتی ہے اور پالتی ہے۔ دوسری آیت میں فرمان ہے ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ﴾ الخ اللہ تعالیٰ فیصلہ کرچکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کی پوری اطاعت کرو۔ ان دونوں کا یا ان میں سے ایک کا بڑھاپے کا زمانہ آجائے تو انہیں اف بھی نہ کہنا ڈانٹ ڈپٹ تو کہاں کی؟ بلکہ ان کے ساتھ ادب سے کلام کرنا اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھکے رہنا اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا کرنا کہ اے اللہ ان پر ایسا ہی رحم کر جیسے یہ بچپن میں مجھ پر کیا کرتے تھے۔ لیکن ہاں یہ خیال رہے کہ اگر یہ شرک کی طرف بلائیں تو ان کا کہنا نہ ماننا۔ سمجھ لو کہ ایک دن تمہیں میرے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ اس وقت میں اپنی پرستش کا اور میرے فرمان کے ماتحت ماں باپ کی اطاعت کرنے کا بدلہ دوں گا اور نیک لوگوں کے ساتھ حشر کروں گا۔ اگر تم نے اپنے ماں باپ کی وہ باتیں نہیں مانیں جو میرے احکام کے خلاف نہیں تو وہ خواہ کیسے ہی ہوں میں تمہیں ان سے الگ کرلوں گا۔ کیونکہ قیامت کے دن انسان اس کے ساتھ ہوگا جسے وہ دنیا میں چاہتا تھا۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ ایمان والوں اور نیک عمل والوں کو میں اپنے صالح بندوں میں ملادوں گا۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں میرے بارے میں چار آیتیں اتریں جن میں سے ایک آیت یہ بھی ہے یہ اس لئے اتری کہ میری ماں نے مجھ سے کہا کہ اے سعد! کیا اللہ تعالیٰ کا حکم میرے ساتھ نیکی کرنے کا نہیں؟ اگر تو نے آنحضرت ﷺ کی نبوت سے انکار نہ کیا تو واللہ میں کھانا پینا چھوڑ دوں گی۔ چنانچہ اس نے یہی کیا یہاں تک کہ لوگ زبردستی اس کا منہ کھول کر غذا حلق میں پہنچا دیتے تھے پس یہ آیت اتری (ترمذی وغیرہ)

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ۭ وَلَىِٕنْ جَاۗءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۭ اَوَلَيْسَ

اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ﴿۱۱﴾

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو زبانی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن جب اللہ کی راہ میں کوئی مشکل ان پر آ پڑتی ہے تو لوگوں کی ایذادہی کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح بنا لیتے ہیں ہاں اگر اللہ کی مدد آ جائے تو پکار اٹھتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہی ہیں۔ کیا دنیا جہان کے دلوں میں جو کچھ ہے اس سے اللہ تعالیٰ دانا نہیں ہے؟ جو لوگ ایمان لائے اللہ انہیں بھی جان کر رہے گا اور منافقوں کو بھی جان کر ہی رہے گا

ایمان کا امتحان مشکل میں ہوتا ہے: ان منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے جو زبانی ایمانی دعویٰ کر لیتے ہیں لیکن جہاں مخالفین کی طرف سے کوئی دکھ پہنچا یہ اسے رب کا عذاب سمجھ کر مرتد ہو جاتے ہیں یہی معنی حضرت ابن عباسؓ وغیرہ نے کئے ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰی حَرْفٍ ﴾ الخ یعنی بعض لوگ ایک کنارے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اگر راحت ملی تو مطمئن ہو گئے اور اگر مصیبت پہنچی تو منہ پھیر لیا الخ۔ یہاں یہی بیان ہو رہا ہے کہ اگر حضور ﷺ کو کوئی غنیمت ملی کوئی فتح ملی تو اپنا دیندار ہونا ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ اَلَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُوْنَ بِکُمْ ﴾ وہ تمہیں دیکھتے رہتے ہیں اگر فتح و نصرت ہوئی تو ہانک لگانے لگتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے نہیں ہیں؟ اور اگر کافروں کی بن آئی تو ان سے اپنی سازباز جتانے لگتے ہیں کہ دیکھو ہم نے تمہارا ساتھ دیا اور تمہیں بچا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بہت ممکن ہے کہ اللہ اپنے نیک بندوں کو بالکل ہی غالب کر دے پر تو یہ اپنی اس چھپی ہوئی حرکت پر صاف نادم ہو جائیں۔ یہاں فرمایا یہ کیا بات ہے کہ انہیں اتنا بھی نہیں معلوم کہ اللہ عالم الغیب ہے جہاں زبانی بات جانتا ہے وہاں قلبی بات بھی اسے معلوم ہے۔ اللہ تعالیٰ بھلائیاں برائیاں پہنچا کر نیک و بد کو مومن و منافق کو الگ الگ کر دے گا نفس کے پرستار نفع کے خواہاں یکسو ہو جائیں گے اور نفع نقصان میں ایمان نہ چھوڑنے والے ظاہر ہو جائیں گے۔ جیسے فرمایا ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْکُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ ﴾ الخ ہم تمہیں آزماتے رہا کریں گے یہاں تک کہ تم میں سے مجاہدین کو اور صابرین کو ہم دنیا کے سامنے ظاہر کر دیں اور تمہاری خبریں دیکھ بھال لیں۔ احد کے امتحان کا ذکر کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جس حالت پر وہ تھے رکھنے والا نہ تھا جب تک کہ خبیث و طیب کی تمیز نہ کر لے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِیْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰکُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِیْنَ مِنْ خَطٰیٰهُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَکٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۫ وَلَیُسْئَلُنَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَمَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾

ع ۱۴

کافروں نے ایمانداروں سے کہا کہ تم ہماری راہ کی تابعداری کرو تمہارے گناہ ہم اٹھا لیں گے۔ حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی نہیں اٹھانے کے یہ تو محض جھوٹے ہیں البتہ یہ اپنے بوجھ ڈھولیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ ہی اور بوجھ بھی۔ اور جو کچھ افترا پردازیاں کر رہے ہیں ان سب کی بابت ان سے باز پرس کی جائے گی

اعمال اپنے اپنے ہی کام آئیں گے: کفار قریش مسلمانوں کو بہکانے کے لئے ان سے یہ بھی کہتے تھے کہ تم ہمارے مذہب

پر عمل کروا گر اس میں کوئی گناہ ہو تو وہ ہم پر۔ حالانکہ یہ اصولاً غلط ہے کہ کسی کا بوجھ کوئی اٹھائے یہ بالکل دروغ گو ہیں کوئی اپنے قرابت دار کے گناہ بھی اپنے اوپر نہیں لے سکتا۔ دوست دوست کو اس دن نہ پوچھے گا۔ ہاں یہ لوگ اپنے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں گے اور جنہیں انہوں نے گمراہ کیا ہے ان کے بوجھ بھی ان پر لادے جائیں گے مگر وہ گمراہ شدہ لوگ ہلکے نہ ہوں گے ان کا بوجھ ان پر ہے' جیسے فرمایا ہے ﴿لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ الخ﴾ یعنی یہ اپنے بوجھ اُٹھائیں گے اور جنہیں بہکایا تھا ان کے بہکانے کا گناہ بھی ان پر ہوگا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جو ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دے قیامت تک جو لوگ اس پر چلیں گے ان سب کو جتنا ثواب ہوگا اتنا ہی اس ایک کو ہوگا لیکن ان کے ثوابوں میں سے گھٹ کر نہیں۔ اسی طرح جس نے برائی پھیلائی اس پر جو بھی عمل پیرا ہوں ان سب کو جتنا گناہ ہوگا اتنا ہی اس ایک کو ہوگا لیکن ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور حدیث میں ہے کہ زمین پر جتنی خونریزیاں ہوتی ہیں حضرت آدم علیہ السلام کا وہ لڑکا جس نے اپنے بھائی کو ناحق قتل کر دیا تھا اس پر اس خون کا وبال پڑتا ہے اس لئے کہ قتل بیجا اسی سے شروع ہوا۔ ان کے تمام بہتان جھوٹ افترا کی ان سے بروز قیامت باز پرس ہوگی۔ حضرت ابو امامہؓ نے فرمایا حضور ﷺ نے اللہ کی تمام رسالت پہنچادی۔ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ظلم سے بچو کیونکہ قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا مجھے اپنی عزت کی اور اپنے جلال کی قسم آج ایک ظلم کو بھی میں نہ چھوڑوں گا۔ پھر ایک منادی ندا کرے گا کہ فلاں فلاں کہاں ہے؟ وہ آئے گا اور پہاڑ کے پہاڑ نیکیوں کے اس کے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ اہل محشر کی نگاہیں اس کی طرف اٹھنے لگیں گی وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے آ کر کھڑا ہو جائے گا پھر منادی ندا کرے گا کہ اس کی طرف کسی کا کوئی حق ہو اس نے کسی پر ظلم کیا ہو وہ آ جائے اور اپنا بدلہ لے لے۔ اب تو ادھر ادھر سے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور اسے گھیر کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے ان بندوں کو ان کے حق دلواؤ' فرشتے کہیں گے اے اللہ! اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کی نیکیاں لو اور انہیں دو۔ چنانچہ یونہی کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ایک نیکی باقی نہیں رہے گی اور ابھی تک بعض مظلوم اور حقدار باقی رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا انہیں بدلہ دو۔ فرشتے کہیں گے اب تو اس کے پاس ایک نیکی بھی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ ان کے گناہ اس پر لادو۔ پھر حضور ﷺ نے گھبرا کر اس آیت کی تلاوت فرمائی' ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا﴾ ابن ابی حاتم میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ! قیامت کے دن مومن کی تمام کوششوں سے سوال کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کے سرمے سے اور اس کے مٹی کے گوندھنے سے بھی۔ دیکھ ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن کوئی اور تیری نیکیاں لے جائے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان میں ساڑھے نو سو سال تک رہے پھر تو انہیں طوفان نے دھر پکڑا اور وہ تھے بھی ظالم پھر ہم نے اسے اور کشتی والوں کو نجات دی اور اس واقعہ کو ہم نے تمام جہاں کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا۔

اس میں آنحضرت ﷺ کی تسلی ہے آپ ﷺ کو خبر دی جاتی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اتنی لمبی مدت تک اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے رہے' دن رات پوشیدہ اور ظاہر ہر طرح آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی' لیکن وہ اپنی

سر کشی اور گمراہی میں ہی بڑھتے گئے بہت ہی کم لوگ آپ پر ایمان لائے آخر کار اللہ کا غضب ان پر بصورت طوفان آیا اور انہیں تہس نہس کر دیا تو اے پیغمبر آخر الزمان ﷺ! آپ اپنی قوم کی اس تکذیب کو نیا خیال نہ کریں آپ اپنے دل کو رنجیدہ نہ کریں۔ ہدایت وضلالت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جن لوگوں کا جہنم میں جانا طے ہو چکا ہے انہیں تو کوئی بھی ہدایت نہیں دے سکتا تمام نشانیاں گو دیکھ لیں لیکن انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ بالآخر جیسے نوح کو نجات ملی اور قوم ڈوب گئی اسی طرح آخر میں غلبہ آپ کا ہے اور آپ کے مخالفین پست ہوں گے۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نوح نبی علیہ السلام کو نبوت ملی اور نبوت کے بعد ساڑھے نو سو سال تک آپ نے اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ طوفان کی عالمگیر ی ہلاکی کے بعد بھی حضرت نوح علیہ السلام ساٹھ سال تک زندہ رہے یہاں تک کہ بنو آدم کی نسل پھیل گئی اور دنیا میں یہ بکثرت نظر آنے لگے۔ قتادہؒ فرماتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کل ساڑھے نو سو سال کی تھی تین سو سال تو آپ کے بے دعوت ان میں گزرے' تین سو سال تک اللہ کی طرف اپنی قوم کو بلاتے رہے اور ساڑھے تین سو سال بعد طوفان کے زندہ رہے۔ لیکن یہ قول غریب ہے اور آیت کے ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف بلاتے رہے۔ عون بن ابی شدادؒ کہتے ہیں کہ جب آپ علیہ السلام کی عمر ساڑھے تین سو سال کی تھی اس وقت اللہ تعالیٰ کی وحی آپ علیہ السلام کو آئی اس کے بعد ساڑھے نو سو برس تک آپ لوگوں کو کلام اللہ پہنچاتے رہے اس کے بعد پھر ساڑھے تین سو سال کی اور عمر پائی۔ لیکن یہ بھی غریب قول ہے۔ زیادہ ٹھیک حضرت ابن عباسؓ کا قول نظر آتا ہے' واللہ اعلم۔ ابن عمرؓ نے مجاہدؒ سے کہا کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں کتنی مدت تک رہے؟ انہوں نے کہا ساڑھے نو سو سال۔ آپ نے فرمایا پھر سے لوگوں کے اخلاق ان کی عمریں اور عقلیں آج تک گھٹتی ہی چلی آئیں۔ جب قوم نوح علیہ السلام پر غضب الٰہی نازل ہوا تو رب تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے نبی کو اور ایمان والوں کو جو آپ کے ساتھ آپ کے حکم سے طوفان سے پہلے کشتی میں سوار ہو چکے تھے۔ بچالیا۔ سورۂ ہود میں اس کی پوری تفصیل گزر چکی ہے اس لئے ہم یہاں دوبارہ وارد نہیں کرتے۔ ہم نے اس کشتی کو دنیا کے لیے نشان عبرت بنا دیا۔ یا تو خود اس کشتی کو جیسے کہ حضرت قتادہؒ کا قول ہے کہ اول اسلام تک وہ جودی پہاڑ پر تھی یا یہ کہ اس کشتی کو دیکھ کر پھر پانی کے سفر کے لئے جو کشتیاں لوگوں نے بنائی ان کو کہ انہیں دیکھ کر اللہ کا وہ بچانا یاد آ جاتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴾ الخ ہماری قدرت کی ایک نشانی ان کے لئے یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں بٹھالیا۔ اور ہم نے ان کے لئے اور بھی اس جیسی سواریاں بنا دیں الخ۔ سورۂ الحاقہ میں فرمایا جب پانی کا طوفان آیا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کر لیا اور اس واقعہ کو تمہارے لئے ایک یادگار بنا دیا' تاکہ جن کانوں کو اللہ تعالیٰ نے یاد رکھنے کی طاقت دی ہے وہ یاد رکھ لیں۔ یہاں شخص سے جنس کی طرف چڑھاؤ کیا ہے جیسے ﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا ﴾ والی آیت میں کہ آسمان دنیا کے ستاروں کا باعث زینت آسمان ہونا بیان فرما کر ان کی نوعیت کا شیطانوں کے لئے رجم ہونا بیان فرمایا۔ اور آیت میں انسان کا مٹی سے پیدا ہونا ذکر کر کے فرمایا پھر ہم نے اسے نطفے کی شکل میں قرار گاہ میں کر دیا۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت میں ﴿ھا﴾ کی ضمیر کا مرجع عقوبت اور سزا کو کیا جائے واللہ اعلم۔ (یہاں یہ خیال رہے کہ تفسیر ابن کثیر کے بعض نسخوں میں شروع تفسیر میں کچھ عبارت زیادہ ہے جو بعض نسخوں میں نہیں۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کا ساڑھے نو سو سال تک کا آزمایا جانا بیان کیا اور ان کی قوم کو ان کی اطاعت کے ساتھ آزمانا بتلایا کہ ان کی تکذیب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں غرق کر دیا۔ پھر اس کے بعد جلا دیا۔ پھر قوم ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش کا ذکر کیا کہ انہوں نے بھی طاعت و متابعت نہ کی پھر لوط علیہ السلام کی آزمائش کا ذکر کیا اور ان کی قوم کا حشر بیان فرمایا۔ پھر حضرت شعیب علیہ السلام کی

قوم کے واقعات سامنے رکھے۔ پھر عادیوں ثمودیوں قارونیوں فرعونیوں ہامانیوں وغیرہ کا ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لانے اور اس کی توحید کو نہ ماننے کی وجہ سے انہیں بھی طرح طرح کی سزائیں دی گئیں۔ پھر اپنے پیغمبر اعظم المرسلین ﷺ کے مشرکین اور منافقین سے تکالیف سہنے کا ذکر کیا اور آپ ﷺ کو حکم فرمایا کہ اہل کتاب سے بہترین طریق پر مناظرہ کریں۔

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿١٨﴾

ابراہیم نے بھی اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرتے رہو۔ اگر تم میں دانائی ہے تو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم تو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو اور جھوٹی باتیں دل سے گھڑ لیتے ہو۔ سنو! جن جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ تو تمہاری روزی کے مالک نہیں پس تمہیں چاہئے کہ تم اللہ تعالیٰ ہی سے روزیاں طلب کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اسی کی شکر گزاری کرتے رہو' اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کی امتوں نے بھی جھٹلایا ہے رسول کے ذمہ تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہی ہے

امام الموحدین کی دعوت توحید: امام الموحدین ابوالمرسلین خلیل اللہ علیہ وصلوٰت اللہ کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو توحید الٰہی کی دعوت دی ریا کاری سے بچنے اور دل میں پرہیز گاری قائم کرنے کا حکم دیا' اس کی نعمتوں پر شکر گزاری کرنے کو فرمایا اور اس کا نفع بھی بتلایا کہ دنیا آخرت کی برائیاں اس سے دور ہو جائیں گی اور دونوں جہان کی نعمتیں اس سے مل جائیں گی۔ ساتھ ہی انہیں بتلایا کہ جن بتوں کی تم پرستش کر رہے ہو یہ تو بے ضرر اور بے نفع ہیں تم نے آپ ہی ان کے نام اور ان کے اجسام تراش لئے ہیں وہ تو تمہاری طرح مخلوق ہیں بلکہ تم سے بھی کمزور ہیں۔ وہ تو تمہاری روزیوں کے بھی مختار نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سے روزیاں طلب کرو۔ اسی حصر کے ساتھ آیت ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ بھی ہے کہ ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ یہ حصر حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کی دعا میں ہے ﴿ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ ﴾ اے اللہ! میرے لئے اپنے پاس ہی جنت میں مکان بنا۔ چونکہ اس کے سوا کوئی رزق نہیں دے سکتا اس لئے تم اسی سے روزیاں طلب کرو اور جب اس کی روزیاں کھاؤ تو اس کے سوا دوسرے کی عبادت بھی نہ کرو۔ اس کی نعمتوں کا شکر بھی بجالاؤ۔ تم میں سے ہر ایک اسی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ وہ ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔ دیکھو مجھے جھوٹا کہہ کر خوش نہ ہو لو نظریں ڈالو کہ تم سے پہلے جنہوں نے نبیوں کو جھوٹ کی طرف منسوب کیا تھا ان کی کیسی درگت ہوئی یاد رکھو نبیوں کا کام صرف پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے۔ ہدایت عدم ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ اپنے تئیں سعادت مندوں میں بناؤ بدبختوں میں شامل نہ کرو۔ حضرت قتادہ ؒ تو فرماتے ہیں اس میں آنحضرت ﷺ کی مزید تشفی کی گئی ہے۔ اس مطلب کا تقاضہ تو یہ ہے کہ پہلا کلام تو

ختم ہوا اور یہاں سے لے کر ﴿ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ ﴾ تک یہ سب عبارت بطور جملہ معترضہ کے ہے۔ ابن جریرؒ نے تو کھلے لفظوں میں یہی کہا ہے۔ لیکن الفاظ قرآن سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کلام حضرت خلیل الرحمن علیہ السلام ہے آپ کا قیامت کے قائم ہوتے کی دلیلیں پیش کر رہے ہیں کیونکہ اس تمام کلام کے بعد آپ کی قوم کا جواب ذکر ہوا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۫ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖۤ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾

ع ۲

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ مخلوق کی ابتداء کی کیفیت اللہ نے کی پھر بھی اللہ اس کا اعادہ کرے گا یہ تو اللہ تعالیٰ پر بہت ہی آسان ہے کہہ دے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداءً پیدائش کی پھر اللہ تعالیٰ ہی دوسری نئی پیدائش کرے گا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جسے چاہے عذاب کرے جس پر چاہے رحم کرے سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے تم نہ تو زمین میں اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکتے ہو نہ آسمان میں نہ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی والی ہے نہ مددگار جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس کی ملاقات کو بھلاتے ہیں وہ میری رحمت سے ناامید ہو جائیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہیں

غور نہیں کرتے کہ جس نے عدم سے وجود بخشا وہی ہے: دیکھتے ہیں کہ وہ کچھ نہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا لیکن تاہم مر کر جینے کے قائل نہیں حالانکہ اس پر کسی دلیل کی ضرورت نہیں جو ابتداءً پیدا کر سکتا ہے اس پر دوبارہ پیدا کرنا بہت ہی آسان ہے۔ پھر انہیں ہدایت کرتے ہیں کہ تم زمین کی اور نشانیوں پر غور کرو۔ آسمانوں کو ستاروں کو زمینوں کو پہاڑوں کو درختوں کو جنگلوں کو نہروں کو دریاؤں کو سمندروں کو پھلوں کو کھیتوں کو دیکھو تو سہی کہ یہ سب کچھ نہ تھا پھر اللہ تعالیٰ نے سب کچھ کر دیا کیا تمام نشانیاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو تم پر ظاہر نہیں کرتیں؟ تم نہیں دیکھتے کہ اتنا بڑا صانع وقدیر اللہ کیا کچھ نہیں کر سکتا؟ وہ تو صرف ہو جا کے کہنے سے تمام کو رچا دیتا ہے۔ وہ خود مختار ہے اسے اسباب اور سامان کی ضرورت نہیں۔ اسی مضمون کو اور جگہ فرمایا کہ وہی نئی پیدائش میں پیدا کرتا ہے وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت آسان ہے۔ پھر فرمایا زمین میں چل پھر کر دیکھو اللہ تعالیٰ نے ابتدائی پیدائش کس طرح کی تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ قیامت کے دن کی دوسری پیدائش کی کیا کیفیت ہو گی' اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جیسے فرمایا ہم انہیں دنیا کے ہر حصے میں اور خود ان کی اپنی جانوں میں اپنی نشانیاں اس قدر دکھائیں گے کہ ان پر حق ظاہر ہو جائے۔ اور جگہ ارشاد ہے ﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ ﴾ الخ کیا وہ بغیر کسی چیز کے پیدا کیے گئے یا وہی اپنے خالق ہیں کچھ نہیں بے یقین لوگ ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ جسے چاہے عذاب کرے جس پر چاہے

رحم کرے وہ حاکم ہے قبضے والا ہے جو چاہتا ہے جو ارادہ کرتا ہے جاری کر دیتا ہے کوئی اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتا۔ کوئی اس کے ارادے کو بدل نہیں سکتا۔ کوئی اس سے چوں چرا کر نہیں سکتا اور کوئی اس سے سوال کر ہی نہیں سکتا اور وہ سب پر غالب ہے جس سے چاہے پوچھ بیٹھے سب اس کے قبضے میں ہیں اس کی ماتحتی میں ہیں خلق کا خالق امر کا مالک وہی ہے۔ اس نے جو کچھ کیا سراسر عدل ہے اس لئے کہ وہی مالک ہے وہ ظلم سے پاک ہے۔ حدیث شریف میں ہے اگر اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں والوں اور ساتوں زمین والوں کو عذاب کرے تب بھی وہ ظالم نہیں۔ عذاب ورحم سب اس کی چیزیں ہیں۔ سب کے سب قیامت کے دن اس کی طرف لوٹائے جائیں گی اسی کے سامنے حاضر ہو کر پیش ہوں گے۔ زمین والوں میں سے اور آسمان والوں میں سے کوئی اسے ہرا نہیں سکتا۔ بلکہ سب پر وہی غالب ہے۔ ہر ایک اس سے کانپ رہا ہے سب اس کے در کے فقیر ہیں اور وہ سب سے غنی ہے۔ تمہارا کوئی ولی اور مددگار اس کے سوا نہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرنے والے اس کی ملاقات کو نہ ماننے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہیں اور ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک الم افزا عذاب ہیں۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِۦٓ إِلَّآ أَن قَالُوا۟ ٱقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنجَىٰهُ ٱللَّهُ مِنَ ٱلنَّارِ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٢٤﴾ وَقَالَ إِنَّمَا ٱتَّخَذْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ أَوْثَٰنًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ ثُمَّ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا وَمَأْوَىٰكُمُ ٱلنَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّٰصِرِينَ ﴿٢٥﴾

وقف لازم

آپ کی قوم کا جواب بجز اس کے آپ کے سامنے کچھ نہ تھا کہ کہنے لگے کہ اسے مار ڈالو یا اسے جلا دو آخر ش اللہ تعالیٰ نے انہیں آگ سے بچالیا۔ اس میں ایماندار لوگوں کے لئے تو بہت سی نشانیاں ہیں (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا کہ تم نے جن بتوں کی پرستش اللہ کے سوا کی ہے انہیں تم نے اپنی آپس کی دنیوی دوستی کی بنا پر ٹھہرالیا ہے۔ تم سب قیامت کے دن ایک دوسرے سے کفر کرنے لگو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگو گے اور تمہارا سب کا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہو گا

آتش نمرود اور ابراہیم: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ عقلی اور نقلی دلائل کا وعظ بھی ان لوگوں کے دلوں پر اثر نہ کر سکا اور انہوں نے یہاں بھی اپنی اسی شقاوت کا مظاہرہ کیا۔ جواب تو ان دلیلوں کا دے نہیں سکتے تھے لہذا اپنی قوت سے حق کو دبانے لگے اور اپنی طاقت سے سچ کو روکنے لگے کہنے لگے ایک گڑھا کھودو اس میں آگ بھڑکاؤ اور اس آگ میں اسے ڈال دو کہ جل جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مکر کو انہی پر لوٹا دیا۔ مدتوں تک لکڑیاں جمع کرتے رہے اور ایک گڑھا کھود کر اس کے ارد گرد احاطے کی دیواریں کھڑی کر کے لکڑیوں میں آگ لگادی جب اس کے شعلے آسمان تک پہنچنے لگے اور اتنی زور کی آگ روشن ہو گئی کہ زمین پر کہیں اتنی آگ نہیں دیکھی گئی تو حضرت ابرہیم علیہ السلام کو کپڑا باندھ کر منجنیق میں ڈال کر جھلا کر اس آگ میں ڈال دیا' لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے خلیل پر باغ وبہار بنا دیا' آپ کئی دن کے بعد صحیح سالم اس میں سے نکل آئے۔ یہ اور اس جیسی اور قربانیاں تھیں جن کے باعث آپ کو امامت کا منصب عطا ہوا۔ اپنا نفس آپ نے رحمان کے لئے اپنا جسم آپ نے میزان کے لئے اپنی اولاد آپ نے قربانی کے لئے اپنا مال آپ نے ضیفان کے لئے کر دیا یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کل ادیان والے آپ سے محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو آپ کے لیے باغ بنا دیا اس واقعہ میں ایمانداروں کے لئے قدرت الٰہی کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ آپ نے

اپنی قوم سے فرمایا کہ جن بتوں کو تم نے معبود بنا رکھا ہے یہ تمہارا ایکہ اور اتفاق دنیا تک ہی ہے ﴿ مودۃ ﴾ زبر کے ساتھ مفعول لہ ہے۔ ایک قرات میں پیش کے ساتھ بھی ہے یعنی تمہاری یہ بت پرستی تمہارے لئے گو دنیا کی محبت حاصل کرا دے لیکن قیامت کے دن معاملہ برعکس ہو جائے گا مودت کی جگہ نفرت اور اتفاق کے بدلے اخلاف ہو جائے گا۔ ایک دوسرے سے جھگڑو گے ایک دوسرے پر الزام رکھو گے' ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے۔ ہر گروہ دوسرے گروہ پر پھٹکار برسائے گا۔ سب دوست دشمن بن جائیں گے ہاں پرہیز گار نیک کار آج بھی ایک دوسرے کے خیر خواہ اور دوست رہیں گے۔ کفار سب کے سب میدان قیامت کے دن ٹھو کریں کھا کھا کر بالآخر جہنم میں جائیں گے۔ کوئی اتنا بھی نہ ہو گا کہ ان کی کسی طرح کی مدد کر سکے۔ حدیث میں ہے کہ تمام اگلے پچھلوں کو اللہ تعالیٰ ایک میدان میں جمع کرے گا۔ کون جان سکتا ہے کہ دونوں سمت میں سے کس طرف؟ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے جو حضرت علیؓ کی ہمشیرہ ہیں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی زیادہ علم والا ہے۔ پھر ایک منادی عرش تلے سے آواز دے کہ اے موحدو! تو توحید والے اپنا سر اٹھائیں گے۔ پھر یہی آواز لگائے گا پھر سہ بار یہی پکارے گا اور کہے گا اللہ تعالیٰ نے تمہاری تمام لغزشوں سے درگزر فرمالیا۔ اب لوگ کھڑے ہوں گے اور آپس کی ناچاقیوں اور لین دین کا مطالبہ کرنے لگیں گے تو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف سے آواز دی جائے گی کہ اے اہل توحید تم آپس میں ایک دوسرے کو معاف کر دو تمہیں اللہ تعالیٰ بدلہ دے گا۔

فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

حضرت ابراہیم حضرت لوط پر ایمان لائے اور کہنے لگے کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ وہ بڑا ہی غالب اور حکیم ہے۔ ہم نے ابراہیم کو اسحٰق ویعقوب عطا فرمایا اور ہم نے نبوت اور کتاب ان کی اولاد میں ہی کر دی اور ہم نے دنیا میں بھی اسے ثواب دیا اور آخرت میں تو وہ صالح لوگوں میں سے ہے

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ : کہا جاتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے لوط بن ہارون بن آزر۔ آپ کی ساری قوم سے ایک تو حضرت لوط ایمان لائے تھے اور ایک حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جو آپ کی بیوی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ کی بیوی صاحبہ کو اس ظالم بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کے ذریعہ اپنے پاس بلوایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ دیکھو میں نے اپنا رشتہ تم سے بھائی بہن کا بتلایا ہے تم بھی یہی کہنا کیونکہ اس وقت دنیا پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔ تو ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ کوئی میاں بیوی ہمارے سوا ایماندار نہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام آپ پر ایمان تو لائے تھے مگر اسی وقت ہجرت کر کے شام چلے گئے تھے پھر اہل سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیج دیئے گئے تھے جیسا کہ بیان گزرا اور آئے گا۔ ہجرت کا ارادہ یا تو حضرت لوط علیہ السلام نے ظاہر فرمایا کیونکہ ضمیر کا مرجع اقرب تو یہی ہیں یا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جیسے کہ ابن عباسؓ اور ضحاکؒ کا بیان ہے۔ تو گویا حضرت لوط علیہ السلام کے ایمان لانے کے بعد آپ نے اپنی قوم سے دستبرداری کر لی اور اپنا ارادہ ظاہر کیا کہ اور کسی جگہ جاؤں شاید وہاں والے اللہ والے بن جائیں۔ عزت اللہ تعالیٰ کی اس کے رسول اور مومنوں کی ہے۔ حکمت والے اقوال افعال تقدیر شریعت اللہ کی ہے۔ قتادہؒ فرماتے ہیں آپ

کوفے سے ہجرت کر کے شام کے ملک کی طرف گئے۔

حدیث میں ہے کہ ہجرت کے بعد کی ہجرت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ کی طرف ہو گی۔ اس وقت زمین پر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جنہیں زمین تھوک دے گی اور اللہ تعالیٰ ان سے نفرت کرے گا اور انہیں آگ سوروں اور بندروں کے ساتھ ہنکاتی پھرے گی۔ راتوں کو دنوں کو انہی کے ساتھ رہے گی اور ان کی جھڑن کھاتی رہے گی۔ اور روایت میں ہے جو ان میں سے پیچھے رہے گا اسے یہ آگ کھا جائے گی۔ اور مشرق کی طرف سے کچھ لوگ میری امت میں ایسے نکلیں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا ان کے ایک جتھے کے خاتمے کے بعد دوسرا گروہ کھڑا ہو گا۔ یہاں تک کہ آپ نے بیس سے بھی زیادہ بار اسے دہرایا۔ یہاں تک کہ انہی کے آخری گروہ میں دجال نکلے گا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا بیان ہے کہ ایک زمانہ تو ہم پر وہ تھا کہ ہم ایک مسلمان بھائی کے لئے درہم و دینار کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے اپنی دولت اپنے بھائی کی ہی سمجھتے تھے پھر وہ زمانہ آیا کہ دولت ہمیں اپنے مسلم بھائی سے زیادہ عزیز معلوم ہونے لگی۔ میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ اگر تم بیلوں کی دموں کے پیچھے لگ جاؤ گے اور تجارت میں مشغول ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کی راہ کا جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری گردنوں میں ذلت کے پٹے ڈال دے گا جو اس وقت تک تم سے الگ نہ ہوں گے جب تک کہ تم پھر سے وہیں نہ آ جاؤ جہاں تھے اور تم توبہ نہ کر لو پھر وہی حدیث بیان کی جو اوپر گزری اور فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے اور بدعملیاں کریں گے قرآن ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان کے علم کو دیکھ کر تم اپنے علموں کو حقیر سمجھنے لگو گے۔ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے پس جب یہ لوگ ظاہر ہوں تم انہیں قتل کر دینا پھر نکلیں پھر مار ڈالنا پھر ظاہر ہوں پھر قتل کر دینا۔ وہ بھی خوش نصیب ہے جو انہیں قتل کرے اور وہ بھی خوش نصیب ہے جو ان کے ہاتھوں قتل کیا جائے جب ان کے گروہ نکلیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں برباد کر دے گا پھر نکلیں گے پھر برباد ہو جائیں گے اسی طرح حضور ﷺ نے کوئی بیس مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ بار یہی فرمایا۔ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق نامی بیٹا دیا اور اسحٰق کو یعقوب نامی جیسے فرمان ہے کہ جب خلیل الرحمٰن علیہ السلام نے اپنی قوم کو اور ان کے معبودوں کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسحاق علیہ السلام و یعقوب دیا اور ہر ایک کو نبی بنایا۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ پوتا بھی آپ کی موجودگی میں ہو جائے گا۔ اسحاق بیٹے تھے اور یعقوب زائد تھے۔ اور آیت میں ہے کہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی رضی اللہ عنہا صاحبہ کو اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی بشارت دی اور فرمایا کہ قوم کو چھوڑنے کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہارے گھر کی بستی یہ دے گا جس سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت اسحاق کے فرزند تھے۔ یہی سنت سے بھی ثابت ہے۔ قرآن کی اور آیت میں ہے کیا تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو وہ اپنے لڑکوں سے کہنے لگے تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا آپ کے اور آپ کے والد ابراہیم علیہ السلام' اسماعیل علیہ السلام' اسحاق علیہ السلام کی اللہ کی جو یکتا اور واحد ولاشریک ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہیں علیہم الصلوۃ والسلام۔

ابن عباسؓ سے جو مروی ہے کہ اسحاق علیہ السلام و یعقوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند تھے اس سے مراد فرزند کے فرزند کو فرزند کہہ دینا ہے یہ نہیں کہ صلبی فرزند دونوں تھے۔ ابن عباسؓ تو کہاں ادنیٰ آدمی بھی ایسی ٹھوکر نہیں کھا سکتا۔ ہم نے انہی کی اولاد میں کتاب و نبوت رکھ دی۔ خلیل کا خطاب انہیں ملا امام انہیں کہا گیا پھر ان کے بعد انہی کی نسل میں نبوت و حکمت رہی۔ بنی اسرائیل کے تمام انبیاء حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تو یہ سلسلہ یونہی چلا۔ بنو اسرائیل کے اس آخری پیغمبر نے اپنی امت کو صاف کہہ دیا کہ میں تمہیں نبی عربی قریشی ہاشمی خاتم

الرسل سید اولاد آدم کی بشارت دیتا ہوں۔ جنہیں اللہ تعالٰی نے چن لیا ہے آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے آپ کے سوائے اور نبی نہیں ہوا' علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم۔ ہم نے انہیں دنیا کے ثواب بھی دیئے اور آخرت کی نیکیاں بھی عطافرمائیں۔ دنیا میں رزق واسع جگہ پاک بیوی نیک ثنا جمیل اور ذکر حسن دیا ساری دنیا کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دی۔ باوجودیکہ اپنی اطاعت کی توفیق روز بروز اور زیادہ دی' کامل اطاعت گزاری کی توفیق کے ساتھ دنیا کی بھلائیاں بھی عطافرمائیں اور آخرت میں بھی صالحین میں رکھا۔ جیسے فرمان ہے ابراہیم علیہ السلام جماعت فرمانبردار تھا موحد تھا مشرکوں میں نہ تھا آخرت میں بھلے لوگوں کا ساتھی ہوا۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ڏ وَ تَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ط فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ ع

حضرت لوط علیہ السلام کا بھی ذکر کر جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم تو اس بدکاری پر اتر آئے ہو جسے تم سے پہلے دنیا بھر میں سے کسی نے نہیں کی کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو؟ اور راستے بند کرتے ہو؟ اور اپنی عام مجلسوں میں بے حیائیوں کے کام کرتے ہو؟ اس کے جواب میں آپ کی قوم نے بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا کہ بس جا اگر سچا ہے تو ہمارے پاس رب تعالٰی کا عذاب لے آ حضرت لوط علیہ السلام نے دعا کی کہ پروردگار! اس مفسد قوم پر میری مدد فرما

لوطیوں کی مشہور بدخصلتی: لوطیوں کی مشہور بدخصلتی سے حضرت لوط علیہ السلام انہیں روکتے ہیں کہ تم جیسی خباثت تم سے پہلے تو کوئی جانتا ہی نہ تھا کفر تکذیب رسول مخالفت حکم الٰہی تو خیر اور بھی کرتے رہے مگر مردوں سے حاجت روائی تو کسی نے بھی نہیں کی دوسری بدخصلت ان میں یہ تھی کہ راستے روکتے تھے' ڈاکے ڈالتے تھے' قتل وفساد کرتے تھے' مال لوٹ لیتے تھے' مجلسوں میں علی الاعلان بری باتیں اور لغو حرکتیں کرتے تھے' کوئی کسی کو نہیں روکتا تھا' یہاں تک کہ بعض کا قول ہے کہ وہ لواطت بھی علی الاعلان کرتے تھے۔

گویا سوسائٹی کا ایک مشغلہ یہ بھی تھا۔ ہوائیں نکال کر ہنستے تھے مینڈھے لڑواتے' مرغ لڑواتے اور بدترین برائیاں کرتے تھے اور علی الاعلان مزے لے لے کر گناہ کرتے تھے۔

حدیث میں ہے راہ چلتوں پر آوازہ کشی کرتے تھے اور کنکر پتھر پھینکتے رہتے تھے۔ سیٹیاں بجاتے تھے کبوتربازی کرتے تھے' ننگے ہو جاتے تھے کفر عناد سرکشی' ضد اور ہٹ دھرمی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ نبی کے سمجھانے پر کہنے لگے جا جا بس نصیحت چھوڑ جن عذابوں سے ڈرا رہا ہے انہیں لے آ تو ہم بھی تیری سچائی دیکھیں۔ عاجز آ کر لوط علیہ السلام نے بھی اللہ تعالٰی کے آگے ہاتھ پھیلا دیئے کہ اے اللہ! ان مفسدوں پر مجھے غلبہ دے میری مدد کر۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۡ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْۗءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۫ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓي اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بشارت لے کر پہنچے کہنے لگے کہ اس بستی والوں کو ہم ہلاک کرنے والے ہیں۔ یقیناً یہاں کے رہنے والے گنہگار ہیں (حضرت ابراہیم) کہنے لگے اس میں تو لوط ہیں فرشتوں نے کہا یہاں جو ہیں ہم انہیں بخوبی جانتے ہیں' لوط کو اور اس کے خاندان کو سوائے اس کی بیوی کے ہم بچالیں گے البتہ وہ عورت پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے پھر جب ہمارے قاصد لوط کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے غمگین ہوئے اور دل ہی دل میں رنج کرنے لگے قاصدوں نے کہا آپ نہ خوف کھائیے نہ آزردہ ہوئیے ہم آپ کو مع آپ کے متعلقین کے بچالیں گے مگر آپ کی بیوی کہ وہ عذاب کے لئے باقی رہ جانے والوں میں سے ہو گی ہم اس بستی والوں پر آسمانی عذاب نازل کرنے والے ہیں اس وجہ سے کہ یہ بے حکم ہو رہے ہیں البتہ ہم نے اس بستی کو صریح عبرت کی نشانی بنادیا ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں

قوم لوط کی تباہی و بربادی: حضرت لوط علیہ السلام کی جب نہ مانی گئی بلکہ سنی بھی نہ گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جس پر فرشتے بھیجے گئے۔ بشکل انسانی یہ فرشتے پہلے بطور مہمان کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر آئے۔ آپ نے ضیافت کا سامان تیار کیا اور ان کے سامنے لا رکھا۔ جب دیکھا کہ انہیں اس کی رغبت نہیں تو دل ہی دل میں خوفزدہ ہو گئے تو فرشتوں نے ان کی دلجوئی شروع کی اور خبر دی کہ ایک نیک بچہ ان کے ہاں پیدا ہو گا۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جو وہاں موجود تھیں یہ سن کر تعجب کرنے لگیں' جیسے کہ سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں مفصل تفسیر گزر چکی ہے۔ اب فرشتوں نے اپنا اصلی ارادہ ظاہر کیا جسے سن کر خلیل الرحمن علیہ السلام کو خیال آیا کہ اگر وہ لوگ کچھ اور ڈھیل دیئے جائیں تو کیا عجب کہ راہ راست پر آ جائیں اس لئے فرمانے لگے کہ وہاں تو لوط نبی (علیہ السلام) ہیں۔ فرشتوں نے جواب دیا ہم ان سے غافل نہیں ہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ انہیں اور ان کے خاندان کو بچالیں۔ ہاں ان کی بیوی تو بے شک ہلاک ہو گی۔ کیونکہ وہ اپنی قوم کے کفر میں ان کا ساتھ دیتی رہی ہے۔ یہاں سے رخصت ہو کر خوبصورت قریب البلوغ بچوں کی صورتوں میں یہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ انہیں دیکھتے ہی لوط نبی علیہ السلام شش و پنج میں پڑ گئے کہ اگر انہیں اپنے پاس ٹھہراتا ہوں تو ان کی خبر پاتے ہی کفار بھڑ بھڑا کر آ جائیں گے اور مجھے بھی تنگ کریں گے اور انہیں بھی پریشان کریں گے۔ اگر نہیں ٹھہراتے تو یہ انہیں کے ہاتھ پڑ جائیں گے قوم کی خصلت سے واقف تھے اس

لئے ناخوش اور رنجیدہ ہوگئے۔ لیکن فرشتوں نے ان کی یہ گھبراہٹ دور کردی کہ آپ گھبرائیے نہیں' رنجیدہ نہ ہوجئے ہم تو رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں انہیں غارت کرنے کے لئے آئے ہیں۔ آپ اور آپ کا خاندان بجز آپ کی اہلیہ کے توبچ جائے گا' باقی ان سب پر آسمانی عذاب آئے گا اور انہیں ان کی بدکاری کا نتیجہ دکھایا جائے گا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے انکی بستیوں کو زمین سے اٹھایا اور آسمان تک لے گئے اور وہاں سے الٹ دیں پھر ان پر ان کے نام کے نشان دار پتھر برسائے گئے اور جس عذاب الٰہی کو وہ دور سمجھ رہے تھے وہ قریب ہی نکل آیا۔ ان کی بستیوں کی جگہ ایک کڑوے گندے اور بدبودار پانی کی جھیل رہ گئی۔ جو لوگوں کے لئے عبرت حاصل کرنے کا ذریعہ بنے اور عقل مند لوگ اس ظاہری نشان کو دیکھ کر ان کی بری طرح کی ہلاکت کو یاد کرکے اللہ تعالٰی کی نافرمانیوں پر دلیری نہ کریں۔ عرب کے سفر میں رات دن یہ منظر ان کے پیش نظر تھا۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾

مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالٰی کی عبادت کرو قیامت کے دن کی توقع رکھو۔ اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو مگر انہوں نے جھٹلایا آخرش انہیں زلزلے نے پکڑ لیا اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے مردہ ہو کر رہ گئے۔

اللہ تعالٰی کے بندے اور اس کے سچے رسول حضرت شعیب علیہ السلام نے مدین میں اپنی قوم کو وعظ کیا۔ انہیں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کا حکم دیا۔ انہیں اللہ تعالٰی کے عذابوں سے اور اس کی سزاؤں سے ڈرایا۔ انہیں قیامت کے ہونے کا یقین دلا کر فرمایا کہ اس دن کے لئے کچھ تیاریاں کرلو' اس دن کا خیال رکھو لوگوں پر ظلم وزیادتی نہ کرو۔ اللہ کی زمین میں فساد نہ کرو برائیوں سے الگ رہو۔ ان میں ایک عیب یہ بھی تھا کہ ناپ تول میں کمی کرتے تھے لوگوں کے حق مارتے ڈاکے ڈالتے تھے راستے بند کر دیتے تھے۔ ساتھ ہی اللہ تعالٰی اور اس کے رسول سے کفر کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے پیغمبر کی نصیحتوں پر کان تک نہ دیا بلکہ انہیں جھوٹا کہا۔ اس بناء پر ان پر عذاب الٰہی برس پڑا' سخت بھونچال آیا اور ساتھ ہی اتنی تیز تند آواز آئی کہ دل اڑ گئے اور روحیں پرواز کر گئیں اور گھڑی کی گھڑی سب کا ڈھیر ہو گیا۔ ان کا پورا قصہ سورۂ اعراف اور سورۂ شعراء میں گزر چکا ہے۔

وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۫ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۣ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ

الصَّیْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

ہم نے عادیوں اور ثمودیوں کو بھی غارت کیا جن کے بعض مکانات تمہارے سامنے ظاہر ہیں شیطان نے انہیں ان کی بداعمالیاں آراستہ کر دکھائی تھیں اور انہیں راہ سے روک دیا تھا باوجودیکہ یہ آنکھوں والے اور ہوشیار تھے اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی' ان کے پاس حضرت موسیٰ کھلے کھلے معجزے لے کر آئے تھے پھر بھی انہوں نے زمین میں تکبر کیا لیکن ہم سے آگے بڑھنے والے نہ ہو سکے پھر تو ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے وبال میں گرفتار کر لیا ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور ان میں سے بعض کو زوردار سخت آواز نے دبوچ لیا۔ اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔ اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبو دیا' اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے ہیں۔

عادی اور ثمودی بھی فنا کے گھاٹ میں: عادی حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھے احقاف میں رہتے تھے جو یمن کے شہروں میں حضر موت کے قریب ہے۔ ثمودی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے لوگ تھے یہ حجر میں بستے تھے جو وادی القریٰ کے قریب ہے اہل عرب کے راستے میں ان کی بستی آتی تھی جسے یہ بخوبی جانتے تھے۔ قارون ایک دولت مند شخص تھا جس کے بھرپور خزانوں کی کنجیاں ایک جماعت کی جماعت اٹھاتی تھی۔ فرعون مصر کا بادشاہ تھا اور ہامان اس کا وزیر اعظم تھا۔ اسی کے زمانے میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ نبی ہو کر اس طرف گئے تھے۔ یہ دونوں قبطی کافر تھے۔ جب ان کی سرکشی حد سے گزر گئی اللہ تعالیٰ کی توحید کے منکر ہو گئے رسولوں کو ایذائیں دیں اور ان کی نہ مانی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کیا۔ عادیوں پر ہوائیں بھیجیں انہیں اپنی قوت وطاقت کا بڑا گھمنڈ تھا کسی کو اپنے مقابلہ کا نہ جانتے تھے ان پر ہوا بھیجی جو بڑی تیز و تند تھی جو ان پر زمین کے پتھر اُڑا اُڑا کر برسانے لگی بالآخر زور پکڑتے پکڑتے یہاں تک بڑھ گئی کہ انہیں اچک لے جاتی اور آسمان کے قریب لے جا کر پھر گرا دیتی۔ سر کے بل گرتے اور سر الگ ہو جاتا اور ایسے ہو جاتے جیسے کھجور کے درخت جن کے تنے الگ ہوں اور شاخیں جدا ہوں۔ ثمودیوں پر حجت الٰہی پوری ہوئی دلائل دیئے گئے ان کی طلب کے موافق پتھر میں سے ان کے دیکھتے ہوئے اونٹنی نکلی لیکن تاہم انہیں ایمان نصیب نہ ہوا بلکہ طغیانی میں بڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو دھمکانے اور ڈرانے لگے اور ایمانداروں سے بھی کہنے لگے کہ ہمارے شہر چھوڑ دو ورنہ ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ انہیں ایک چیخ سے پارہ پارہ کر دیا۔ دل دہل گئے کلیجے اڑ گئے اور سب کی روحیں نکل گئیں۔ قارون نے سرکشی اور تکبر کیا طغیانی اور بڑائی کی رب اعلیٰ کی نافرمانی کی زمین میں فساد مچا دیا اکڑا اکڑا کر چلنے لگا اپنے ڈنڑ بل دیکھنے لگا اترانے لگا اور پھولنے لگا بس اللہ تعالیٰ نے اسے مع اس کے محلات کے زمین دوز کر دیا جو آج تک دھنستا چلا جا رہا ہے۔ فرعون ہامان اور ان کے لشکروں کو صبح ہی صبح ایک ہی ساعت میں دریا برد کر دیا۔ ان میں سے ایک بھی نہ بچا جو ان کا نام تو کبھی لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جو کچھ کیا کچھ ان پر ظلم نہ تھا بلکہ ان کے ظلم کا بدلہ تھا' ان کے کرتوت کا پھل تھا' ان کی کرنی کی بھرنی تھی یہ بیان یہاں بطور لف نشر کے ہے اولاً جھٹلانے والی امتوں کا ذکر ہوا۔ پھر ان میں سے ہر ایک کو عذابوں سے ہلاک کرنے کا۔ کسی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جن پر پتھروں کا مینہ برسانے کا ذکر ہے ان سے مراد لوطی ہیں اور غرق کی جانے والی قوم قوم نوح ہے لیکن یہ قول ٹھیک نہیں ابن عباسؓ سے یہ مروی تو ہے لیکن سند میں انقطاع ہے۔ ان دونوں قوموں کی ہلاکت کا ذکر اسی صورت میں بہ تفصیل بیان ہو چکا ہے۔ پھر بہت سے فاصلے کے بعد یہ بیان ہوا

ہے۔ قتادہؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ پتھروں کا مینہ جن پر برسایا گیا ان سے مراد لوطی ہیں اور جنہیں چیخ سے ہلاک کیا گیا ان سے مراد قوم شعیب علیہ السلام ہے لیکن یہ قول بھی ان آیتوں سے دور دراز ہے' واللہ اعلم۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے۔ حالانکہ تمام گھروں سے زیادہ بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے۔ کاش کہ وہ جان لیتے اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں وہ اس کے سوا پکار رہے ہیں۔ وہ زبردست اور ذی حکمت ہے ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لئے بیان فرما رہے ہیں۔ انہیں صرف علم والے ہی جانتے ہیں

شرک پر ایک عمدہ مثال: جو لوگ اللہ رب العالمین کے سوا اوروں کی پرستش اور پوجا پاٹ کرتے ہیں ان کی کمزوری اور بے علمی کا بیان ہو رہا ہے یہ ان سے مدد کے روزی کے سختی میں کام آنے کے امیدوار رہتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی مکڑی کے جالے میں بارش اور دھوپ اور سردی سے پناہ چاہے۔ اگر ان میں علم ہوتا تو یہ خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے امیدیں وابستہ نہ کرتے۔ پس ان کا حال ایمانداروں کے حال کے بالکل برعکس ہے۔ وہ ایک مضبوط کڑے کو تھامے ہوئے ہیں اور یہ مکڑی کے جالے میں اپنا سر چھپائے ہوئے ہیں۔ اس کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف اس کا جسم اعمال صالحہ کی طرف مشغول ہے اور اس کا دل مخلوق کی طرف اور جسم اس کی پرستش کی طرف جھکا ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ مشرکوں کو ڈرا رہا ہے کہ وہ ان سے ان کے شرک سے اور ان کے جھوٹے معبودوں سے خوب آگاہ ہے۔ انہیں ان کی شرارت کا وہ مزہ چکھائے گا کہ یہ یاد کریں۔ انہیں ڈھیل دینے میں بھی اس کی مصلحت و حکمت ہے۔ نہ یہ کہ وہ علیم اللہ تعالیٰ ان سے بے خبر ہو۔ ہم نے تو مثالوں سے بھی مسائل سمجھا دیئے۔ لیکن ان کے سوچنے سمجھنے کا مادہ ان میں غور و فکر کرنے کی توفیق صرف باعمل علماء کو ہوتی ہے جو اپنے علم میں پورے ہیں اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ مثالوں کو سمجھ لینا سچے علم کی دلیل ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں میں نے ایک ہزار مثالیں رسول اللہ ﷺ سے سیکھی سمجھی ہیں (مسند احمد) اس سے آپ کی فضیلت اور آپ کی علمیت ظاہر ہے۔ حضرت عمرو بن مرہؒ فرماتے ہیں کہ کلام اللہ کی جو آیت میری تلاوت میں آئے اور اس کا تفصیلی معنی مطلب میری سمجھ میں نہ آئے تو میرا دل دکھتا ہے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے اور میں ڈرنے لگتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک میری گنتی جاہلوں میں تو نہیں ہو گئی کیونکہ فرمان الٰہی یہی ہے کہ ہم ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں لیکن سوائے عالموں کے انہیں دوسرے سمجھ نہیں سکتے۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو مصلحت اور حق کے ساتھ پیدا کیا ہے ایمان والوں کے لئے تو اس میں بڑی بھاری دلیل ہے

اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی قدرت کا بیان ہو رہا ہے کہ وہی آسمانوں کا اور زمینوں کا خالق ہے۔ اس نے انہیں کھیل تماشے کے طور پر یا لغو و بیکار نہیں بنایا بلکہ اس لئے کہ یہاں لوگوں کو بسائے پھر ان کی نیکیاں بدیاں دیکھے اور قیامت کے دن ان کے اعمال کے مطابق انہیں جزا سزا دے۔ بروں کو ان کی بداعمالیوں پر سزا اور نیکوں کو ان کی نیکیوں پر بہترین بدلہ۔

﴿الْحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ بیسواں پارہ ختم ہوا

اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾

جو کتاب تیری طرف وحی کی گئی ہے اسے پڑھتا رہ اور نماز کا پابند رہ۔ یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ بے شک ذکر رب تعالیٰ بہت بڑی چیز ہے۔ تم جو کچھ کر رہے ہو اس سے اللہ تعالیٰ خبردار ہے۔

نماز بے حیائی سے روکتی ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول اللہ ﷺ کو اور ایمانداروں کو حکم دے رہا ہے کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہیں اور اسے اوروں کو بھی سنائیں اور نمازوں کو نگہبانی اور پابندی سے پڑھتے رہا کریں۔ نماز انسان کو ناشائستہ کاموں اور نالائق حرکتوں سے باز رکھتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نمازی کی نماز نے اسے گناہوں اور سیاہ کاریوں سے باز نہ رکھا وہ اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہوجاتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا جسے اس کی نماز بے جا اور فحش کاموں سے نہ روکے تو سمجھ لو کہ اس کی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوئی۔ اور روایت میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہی ہوتا چلا جائے گا۔ ایک موقوف روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جو نمازی بھلے کاموں والا اور برے کاموں سے بچنے والا نہ ہو سمجھ لو کہ اس کی نماز اسے اللہ تعالیٰ سے اور دور کرتی جارہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو نماز کی بات نہ مانے اس کی نماز نہیں۔ نماز بے حیائی اور بدفعلیوں سے روک رہی ہے اس کی اطاعت یہ ہے کہ ان واہی کاموں سے نمازی رک جائے۔ حضرت شعیب علیہ السلام سے جب ان کی قوم نے کہا کہ اے شعیب! کیا تمہیں تمہاری نماز حکم کرتی ہے؟ تو حضرت سفیانؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم نماز حکم بھی کرتی ہے اور منع بھی کرتی ہے۔ حضرت عبداللہؓ سے کسی نے کہا فلاں شخص بڑی لمبی نماز پڑھتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نماز اسے نفع دیتی ہے جو اس کا کہا مانے۔ میری تحقیق میں اوپر جو مرفوع روایت بیان ہوئی اس کا بھی موقوف ہونا ہی زیادہ صحیح ہے، واللہ اعلم۔ بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ! فلاں شخص نماز پڑھتا ہے لیکن چوری نہیں چھوڑتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا عنقریب اس کی نماز اس کی یہ برائی چھڑا دے گی۔ چونکہ نماز ذکر اللہ کا نام ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا یاد الٰہی بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری تمام باتوں سے اور تمہارے کل کاموں سے باخبر ہے۔ حضرت ابوالعالیہؒ فرماتے ہیں نماز میں تین چیزیں ہیں اگر یہ نہ ہوں تو نماز نماز نہیں۔ ۱۔ اخلاص وخلوص ۲۔ خوف الٰہی اور ۳۔ ذکر اللہ۔ اخلاص سے تو انسان نیک ہوجاتا ہے اور خوف الٰہی سے انسان گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے اور ذکر اللہ یعنی قرآن اسے بھلائی برائی بتادیتا ہے وہ حکم بھی کرتا ہے اور منع بھی کرتا ہے۔ ابن عون انصاریؒ فرماتے ہیں جب تو نماز میں ہو تو تو نیکی میں ہے اور نماز تجھے فحش اور منکر سے بچائے ہوئے ہے اور اس میں جو کچھ تو ذکر ربانی کر رہا ہے وہ تیرے لئے بڑے ہی فائدے کی چیز ہے۔ حمادؒ کا قول ہے کہ کم سے کم حالت نماز میں تو تو برائیوں سے بچا رہے گا۔ ایک راوی سے ابن عباسؓ کا یہ قول مروی ہے کہ جو بندہ یاد الٰہی کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد کرتا ہے۔ اس نے کہا ہمارے ہاں جو صاحب ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو گے تو وہ تمہاری یاد کرے گا اور یہ بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ﴾ تم میری یاد کرو میں تمہاری یاد کروں۔ اسے سن کر آپ ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا یعنی دونوں مطلب درست ہیں یہ بھی اور وہ بھی۔ اور خود حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہ تفسیر مروی ہے۔ حضرت عبداللہ بن ربیعہؒ سے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے دریافت فرمایا کہ اس جملے کا مطلب جانتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں اس سے مراد نماز میں سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر وغیرہ کہنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے عجیب بات کہی یہ یوں نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ حکم کے اور منع کے وقت اللہ تعالیٰ کا تمہیں یاد کرنا تمہارے ذکر اللہ سے بہت بڑا اور بہت اہم ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابودرداءؓ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے اور اسی کو امام ابن جریرؒ پسند فرماتے ہیں۔

وَلَا تُجَادِلُوٓا اَهۡلَ الۡكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ وَقُوۡلُوۡٓا اٰمَنَّا بِالَّذِىۡٓ اُنۡزِلَ اِلَيۡنَا وَاُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمۡ وَاحِدٌ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۴۶﴾

اہل کتاب کے ساتھ بہت مہذب طریقے سے مناظرے کرو مگران کے ساتھ جوان میں سے بے انصاف ہیں اور صاف اعلان کر دیا کرو کہ ہمارا تو اس کتاب پر بھی ایمان ہے جو ہم پر اتاری گئی ہے اور اس پر بھی جو تم پر نازل فرمائی گئی ہے ہمارا تمہارا معبود ایک ہی ہے ہم سب اسی کے حکم بردار ہیں۔

اہل کتاب سے مناظرہ کا طریقہ: - حضرت قتادہؒ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ یہ آیت جہاد کے حکم کی آیت کے ساتھ منسوخ ہے اب تو یہی ہے کہ یا تو اسلام قبول کریں یا جزیہ ادا کریں یا لڑائی لڑیں۔ لیکن اور بزرگ مفسرین کا قول ہے کہ یہ محکم اور باقی ہے۔ جو یہودی یا نصرانی دینی امور کو سمجھنا چاہے اسے مہذب طریقے پر سلجھے ہوئے پیرائے سے سمجھا دینا چاہئے۔ کیا عجب وہ راہ راست اختیار کر لے۔ جیسے اور آیت میں عام حکم موجود ہے ﴿ اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ ﴾ الخ۔ اپنے رب تعالیٰ کی راہ کی دعوت حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ لوگوں کو دو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو جب فرعون کی طرف بھیجا جاتا ہے تو فرمان ہوتا ہے کہ ﴿قَوۡلًا لَّهٗ قَوۡلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوۡ يَخۡشٰى ﴾ یعنی اس سے نرمی سے گفتگو کرنا۔ کیا عجب کہ وہ نصیحت قبول کر لے اور اس کا دل پگھل جائے۔ یہی قول حضرت امام ابن جریرؒ کا پسندیدہ ہے اور حضرت ابن زیدؒ سے بھی یہی مروی ہے۔ ہاں ان میں سے جو ظلم پر اڑ جائیں اور ضد اور تعصب برتیں حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیں تو پھر مناظرے مباحثے بے سود ہیں۔ پھر تو جدال وقتال کا حکم ہے جیسے جناب باری عز اسمہ کا ارشاد ہے ﴿لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَيِّنٰتِ ﴾ الخ۔ ہم نے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ہمراہ کتاب ومیزان نازل فرمائی تاکہ لوگوں میں عدل وانصاف کا قیام ہو سکے۔ اور ہم نے لوہا بھی نازل فرمایا ہے جس میں سخت لڑائی ہے۔ الخ پس حکم الٰہی یہ ہے کہ بھلائی سے اور نرمی سے جو نہ مانے اس پر پھر سختی کی جائے۔ جو لڑے اس سے لڑا جائے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ ماتحتی میں رہ کر جزیہ ادا کرے۔ پھر فرماتا ہے کہ جس کے کھرے کھوٹے ہونے کا تمہیں یقینی علم نہ ہو تو اس کی تکذیب کی طرف قدم نہ بڑھاؤ اور نہ بے تامل کر دیا تصدیق کرو۔ ممکن ہے کسی امر حق کو تم جھٹلا دو اور ممکن ہے کسی باطل کی تصدیق کر بیٹھو۔ پس شرطیہ تصدیق کرو۔ یعنی کہہ دو کہ ہمارا اللہ تعالیٰ کی ہر بات پر ایمان ہے اگر تمہاری پیش کردہ چیز اللہ کی نازل کردہ ہے تو ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور اگر تم نے تبدیل وتحریف کر دی ہے تو ہم اسے نہیں مانتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھتے اور ہمارے سامنے عربی میں اس کا ترجمہ کرتے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا نہ تم انہیں سچا کہو نہ جھوٹا بلکہ تم ﴿اٰمَنَّا بِالَّذِىۡ ﴾ سے آخر آیت تک پڑھ دیا کرو۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی آیا اور کہنے لگا کیا یہ جنازے بولتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔ اس نے کہا میں جانتا ہوں یہ یقیناً بولتے ہیں۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ اہل کتاب جب تم سے کوئی بات بیان کریں تو تم نہ انہیں سچا ؤ نہ جھٹلاؤ بلکہ کہہ دو کہ ہمارا اللہ تعالیٰ پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان ہے۔ یہ اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی جھوٹ کو سچ کہہ دو یا کسی سچ کو جھوٹ بتلا دو۔ یہاں یہ بھی خیال رہے کہ ان اہل کتاب کی اکثر وبیشتر باتیں تو غلط اور جھوٹ ہی ہوتی ہیں۔ عموماً بہتان وافترا ہوتا ہے۔ ان میں تحریف وتبدیل تغیر وتاویل رواج پا چکی ہے اور صداقت ایسی رہ گئی ہے کہ گویا کچھ بھی نہیں۔ پھر ایک بات اور بھی ہے کہ بالفرض سچ بھی ہو تو ہمیں کیا فائدہ؟ ہمارے پاس تو اللہ تعالیٰ کی تازہ اور کامل کتاب موجود ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اہل کتاب سے تم کچھ بھی نہ پوچھو۔ وہ خود جب کہ گمراہ ہیں تو تمہاری رہبری کیا کریں گے؟ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی کسی سچی بات کو تم جھٹلا دو۔ یا ان کی کسی جھوٹی بات کو تم سچ کہہ دو۔ یاد رکھو ہر اہل کتاب کے دل میں اپنے دین کا ایک تعصب ہے۔ جیسے کہ مال کی

خواہش ہے (ابن جریر)۔ صحیح بخاری میں ہے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں تم اہل کتاب سے سوالات کیوں کرتے ہو؟ تم پر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی ابھی کتاب نازل ہوئی ہے جو بالکل خالص ہے جس میں باطل نہ ملا جلا نہ مل جل سکے۔ تم سے تو خود رب تعالیٰ نے فرمادیا کہ اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کے دین کو بدل ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تغیر کر دیا اور اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتابوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کہنے لگے اور دنیوی نفع حاصل کرنے لگے۔ کیوں بھلا تمہارے پاس جو علم الٰہی ہے کیا وہ تمہیں کافی نہیں؟ کہ تم ان سے دریافت کرو۔ دیکھو تو کس قدر ستم ہے کہ ان میں سے تو ایک بھی تم سے کبھی کچھ نہ پوچھے اور تم ان سے دریافت کرتے پھرو؟ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہؓ نے مدینہ منورہ میں قریش کی ایک جماعت کے سامنے فرمایا کہ دیکھو ان تمام اہل کتاب میں اور ان کی باتیں بیان کرنے والوں میں سب سے اچھے اور سچے (حضرت) کعب احبار ہیں لیکن باوجود اس کے بھی ان کی باتوں میں بھی ہم کبھی کبھی جھوٹ پاتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عمداً جھوٹ بولتے ہیں۔ بلکہ جن کتابوں پر انہیں اعتماد ہے وہ خود گیلی سوکھی سب جمع کر لیتے ہیں ان میں خود سچ جھوٹ صحیح غلط بھرا پڑا ہے۔ ان میں مضبوط ذی علم حافظوں کی جماعت تھی ہی نہیں یہ تو اسی امت مرحومہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس میں بہترین دل و دماغ والے اور اعلیٰ فہم و ذکاوالے اور عمدہ حفظ واتقان والے لوگ اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیئے۔ لیکن پھر بھی آپ دیکھئے کہ کس قدر موضوعات کا ذخیرہ جمع ہو گیا ہے؟ اور کس طرح لوگوں نے باتیں گھڑلی ہیں۔ گو محدثین نے اس باطل کو حق سے بالکل جدا کر دیا۔ فالحمدللہ۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿47﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿48﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿49﴾

ہم نے اسی طرح تیری طرف اپنی کتاب نازل فرمائی ہے۔ پس جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض اس پر ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں کا انکار صرف کافر ہی کرتے ہیں۔ اس سے پہلے تو تو کوئی کتاب پڑھتا تھا اور نہ کسی کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتا تھا کہ یہ باطل پرست لوگ شک شبہ میں پڑتے۔ بلکہ یہ قرآن تو روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ ہماری آیتوں کا منکر بجز ستم گاروں کے اور کوئی نہیں۔

کیا آپ ﷺ لکھنا پڑھنا جانتے تھے: فرمان ہے کہ جیسے ہم نے اگلے انبیاء پر اپنی کتابیں نازل فرمائی تھیں اسی طرح یہ کتاب یعنی قرآن مجید ہم نے اسے ہمارے آخری رسول ﷺ تم پر نازل فرمایا ہے۔ پس اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے ہماری کتاب کی قدر کی اور اس کی تلاوت کا حق ادا کیا وہ جہاں اپنی کتابوں پر ایمان لائے اس پاک کتاب کو بھی مانتے ہیں۔ جیسے حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور جیسے حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ اور ان لوگوں یعنی قریش وغیرہ میں سے بھی بعض لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ ہاں جو لوگ باطل سے حق کو چھپانے والے اور سورج کی روشنی سے آنکھیں بند کرنے والے ہیں وہ تو اس کے بھی منکر ہیں۔ پھر فرماتا ہے اے نبی (ﷺ)! تم ان میں مدت العمر تک رہ چکے ہو اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ ان میں گزار چکے ہو انہیں خوب معلوم ہے کہ آپ پڑھے لکھے نہیں۔ ساری

قوم اور سارا ملک بخوبی علم رکھتا ہے کہ آپ محض اُمی ہیں نہ لکھنا جانتے ہیں نہ پڑھنا۔ پھر آج جو آپ ایک انوکھی فصیح و بلیغ اور پر از حکمت کتاب پڑھتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ آپ اس حالت میں کہ ایک حرف پڑھے ہوئے نہیں خود تصنیف و تالیف کر نہیں سکتے۔ حضور اکرم ﷺ کی یہی صفت اگلی کتابوں میں تھی۔ جیسے قرآن ناقل ہے کہ ﴿الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ﴾ الخ۔ یعنی جو لوگ پیروی کرتے ہیں اس رسول و نبی امی کی جس کی صفات وہ اپنی کتاب توراۃ وانجیل میں لکھی ہوئی پاتے ہیں جو انہیں نیکیوں کا حکم کرتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معصوم نبی ﷺ ہمیشہ تک لکھنے سے دور ہی رکھے گئے۔ ایک سطر کیا معنی ایک حرف بھی لکھنا آپ ﷺ کو نہ آتا تھا۔ آپ ﷺ نے کاتب مقرر کر لئے تھے جو وحی الٰہی کو لکھ لیتے تھے اور ضرورت کے وقت شاہان دنیا سے خط و کتابت بھی وہی کرتے تھے۔ پچھلے فقہاء میں سے قاضی ابوالولید باجیؒ وغیرہ نے کہا ہے کہ حدیبیہ کے دن خود رسول کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے یہ جملہ صلحنامے میں لکھا تھا کہ ﴿هٰذَا مَاقَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ﴾ یعنی یہ وہ شرائط ہیں جن پر محمد بن عبداللہ نے فیصلہ کیا۔ لیکن یہ قول درست نہیں' یہ وہم قاضی صاحب کو بخاری کی اس روایت سے پڑا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں کہ ﴿ثُمَّ اَخَذَ فَكَتَبَ﴾ یعنی پھر حضور اکرم ﷺ نے آپ لے کر لکھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے لکھنے کا حکم دیا۔ جیسے دوسری روایت میں صاف موجود ہے کہ ﴿ثُمَّ اَمَرَ فَكُتِبَ﴾ یعنی آپ ﷺ نے پھر حکم دیا اور لکھا گیا۔ مشرق و مغرب کے تمام علماء کا یہی مذہب ہے بلکہ باجی وغیرہ پر انہوں نے اس قول کا بہت سخت رد کیا ہے اور اس سے بیزاری ظاہر کی ہے اور اس قول کی تردید اپنے اشعار اور خطبوں میں بھی کی ہے۔ لیکن یہ بھی خیال رہے کہ قاضی صاحب وغیرہ کا یہ خیال ہرگز نہیں کہ آپ ﷺ اچھی طرح لکھنا جانتے تھے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا یہ جملہ صلح نامہ پر لکھ لینا آپ ﷺ کا ایک معجزہ تھا۔ جیسے کہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے ک ف ر لکھا ہوا ہوگا جسے ہر مؤمن پڑھ لے گا یعنی اگر چہ ان پڑھ ہو تب بھی اسے پڑھ لے گا۔ یہ مؤمن کی ایک کرامت ہوگی اسی طرح یہ فقرہ لکھ لینا اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کا ایک معجزہ تھا۔ یہ مطلب اس کا ہرگز نہیں کہ آپ ﷺ لکھنا جانتے تھے یا آپ ﷺ نے سیکھا تھا۔ بعض لوگ ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں ہے کہ آنحضور ﷺ کا انتقال نہ ہوا۔ جب تک کہ آپ ﷺ نے لکھنا نہ سیکھ لیا۔ یہ روایت بالکل ضعیف ہے بلکہ محض بے اصل ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت کو دیکھئے کہ کس قدر تاکید کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے پڑھا ہوا ہونے کا انکار کرتی ہے اور کتنی سختی کے ساتھ پرزور الفاظ میں اس کا بھی انکار کرتی ہے کہ آپ ﷺ لکھنا جانتے ہوں۔ یہ جو فرمایا کہ داہنے ہاتھ سے یہ باعتبار غالب کے کہہ دیا ہے ورنہ لکھا تو داہنے ہاتھ سے ہی جاتا ہے' اسی طرح ﴿وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ﴾ میں ہے کیونکہ ہر پرندہ اپنے پروں سے ہی اڑتا ہے۔ پس حضور اکرم ﷺ کا ان پڑھ ہونا بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر آپ ﷺ پڑھے لکھے ہوتے تو تو یہ باطل پرست آپ ﷺ کی نسبت شک کرنے کی گنجائش پاتے بھی کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کی کتابوں سے پڑھ کر لکھ کر نقل کر لیتا ہے' لیکن یہاں تو ایسا نہیں تعجب ہے کہ باوجود ایسا نہ ہونے کے پھر بھی یہ لوگ ہمارے رسول اکرم ﷺ پر یہ الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں جو اس نے لکھ لی ہیں وہی اس کے سامنے صبح شام پڑھی جاتی ہیں۔ باوجودیکہ خوب جانتے ہیں کہ ہمارے رسول اکرم ﷺ پڑھے لکھے نہیں۔ ان کے اس قول کے جواب میں جناب باری تعالیٰ عز اسمہ نے فرمایا انہیں جواب دو کہ اسے اس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جو زمین و آسمان کی پوشیدگیوں کو جانتا ہے۔ یہاں فرمایا بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں جو اہل علم کے سینوں میں ہیں۔ خود آیات واضح صاف اور سلجھے ہوئے الفاظ میں ہیں' پھر علماء پر ان کا سمجھنا یاد کرنا پہنچانا سب آسان' جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ یعنی ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لئے بالکل آسان کر دیا ہے پس کیا کوئی ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر نبی کو ایسی چیز دی گئی جس کے باعث لوگ ان پر ایمان لائے مجھے ایسی چیز وحی رب تعالیٰ دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف نازل فرمائی ہے تو مجھے ذات ربانی سے امید ہے کہ تمام نبیوں کے تابعداروں سے زیادہ میرے تابعدار ہوں گے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں فرمان

باری تعالیٰ ہے کہ اے نبی (ﷺ)! میں تمہیں آزماؤں گا اور تمہاری وجہ سے لوگوں کی بھی آزمائش کرلوں گا۔ میں تم پر ایسی کتاب نازل فرماؤں گا جسے پانی دھو نہ سکے۔ تو اسے سوتے جاگتے پڑھتا رہے گا۔ مطلب یہ ہے کہ گو اس کے حروف پانی سے دھو دیئے جائیں لیکن وہ ضائع ہونے سے محفوظ ہے۔ جیسے کہ اور حدیث میں ہے کہ اگر قرآن کسی چمڑے میں ہو تو اسے آگ نہیں جلائے گی اس لئے کہ وہ سینوں میں محفوظ ہے' زبانوں پر آسان ہے۔ دلوں میں موجود ہے اور اپنے لفظ اور معنی کے اعتبار سے ایک جیتا جاگتا معجزہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگلی کتابوں میں اس امت کی ایک صفت یہ بھی مروی ہے کہ ﴿ اناجیلهم فی صدورهم ﴾ ان کی کتاب ان کے سینوں میں ہوگی۔ امام ابن جریرؒ اسے پسند فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں بلکہ علم اس کا کہ تو اس کتاب سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتا تھا یہ آیات بینات اہل کتاب کے ذی علم لوگوں کے سینوں میں موجود ہیں۔ قتادہؒ اور ابن جریجؒ سے بھی یہی منقول ہے' اور پہلا قول حسن بصریؒ کا ہے اور یہی بروایت عوفیؒ ابن عباسؓ سے منقول ہے اور یہی ضحاکؒ نے کہا ہے اور یہی زیادہ ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ ہماری آیتوں کا جھٹلانا قبول نہ کرنا یہ حد سے گزر جانے والوں اور ضدی لوگوں کا ہی کام ہے جو نہ حق کو سمجھتے ہیں اور نہ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے: جن پر تیرے رب تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے اگرچہ ان کے پاس سب نشانیاں آجائیں' یہاں تک کہ وہ المناک عذابوں کا مشاہدہ کرلیں۔

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۞ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞

کہتے ہیں کہ اس پر کچھ نشانات اس کے رب تعالیٰ کی طرف سے کیوں نہیں اتارے گئے۔ تو کہہ دے کہ نشانات تو سب اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ میری حیثیت تو صرف کھلم کھلا آگاہ کردینے والے کی ہے۔ کیا انہیں یہ کافی نہیں؟ کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمادی جو ان پر پڑھی جارہی ہے۔ اس میں رحمت بھی ہے اور نصیحت بھی ہے ان لوگوں کے لئے جو ایماندار ہیں۔ کہہ دے کہ مجھ میں اور تم میں اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا کافی ہے۔ وہ آسمان وزمین کی ہر چیز کا عالم ہے۔ جو لوگ باطل کے ماننے والے اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے والے ہیں وہ زبردست نقصان اور گھاٹے میں ہیں۔

کیا قرآن کا معجزہ کافی نہیں ہے؟: کافروں کی ضد تکبر اور ہٹ دھرمی بیان ہورہی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے ایسی ہی نشانی طلب کی جیسی کہ حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے مانگی تھی۔ پھر اپنے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ انہیں جواب دیجئے کہ آیتیں معجزے اور نشانات دکھانا میرے بس کی بات نہیں' یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ اگر اس نے تمہاری نیک نیتیں معلوم کرلیں تو وہ معجزہ دکھائے گا اور اگر تم اپنی ضد اور انکار سے بڑھ بڑھ کر باتیں ہی بنارہے ہو تو وہ اللہ تعالیٰ تم سے دبا ہوا نہیں کہ اس کی چاہت تمہاری چاہت کے تابع ہوجائے جو تم مانگو وہ خواہ مخواہ کرہی دکھائے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ آیتیں بھیجنے سے ہمیں کوئی مانع نہیں۔ بجز اس کے کہ اگلے بھی برابر انکار ہی کرتے رہے۔ ثمودیوں کو دیکھو ہماری نشانی اونٹنی جو ان کے پاس آئی انہوں نے اس پر ظلم ڈھایا۔ کہہ دو کہ میں تو صرف ایک مبلغ ہوں' پیغامبر ہوں' قاصد ہوں' میرا کام تمہارے کانوں تک آواز ربانی کو پہنچا دینا ہے میں نے تو تمہیں تمہارا برا بھلا سمجھا دیا نیک بد بجھا دیا اب تم جانو تمہارا کام۔

ہدایت ضلالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وہ اگر کسی کو گمراہ کردے تو اس کی رہبری کوئی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اور جگہ ہے تجھ پر ان کی ہدایت کا ذمہ نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اس کی چاہت پر موقوف ہے۔ بھلا اس فضول گوئی کو دیکھو کہ کتاب عزیز ان کے پاس آ چکی جس کے کسی طرف سے باطل اس کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتا اور انہیں اب تک نشان کی طلب ہے۔ حالانکہ یہ تو تمام معجزات سے بڑھ کر معجزہ ہے۔ تمام دنیا کے فصیح و بلیغ اس کے معارضہ سے اور اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز آ گئے پورے قرآن کا تو معارضہ کیا کرتے؟ دس سورتوں کا بلکہ ایک سورۃ کا معارضہ بھی باوجود چیلنج کے نہ کرسکے۔ تو کیا اتنا بڑا اور بھاری معجزہ انہیں کافی نہیں جو اور معجزہ طلب کرنے بیٹھے ہیں۔ یہ تو وہ پاک کتاب ہے جس میں گزشتہ باتوں کی خبر ہے اور ہونے والی باتوں کی پیشگوئی ہے اور جھگڑوں کا فیصلہ ہے اور یہ اس کی زبان سے پڑھی جاتی ہے جو محض امی ہے۔ جس نے کسی سے الف با بھی نہیں پڑھا جو ایک حرف لکھنا نہیں جانتا بلکہ جو اہل علم کی صحبت میں بھی کبھی نہیں بیٹھا' اور وہ کتاب پڑھتا ہے جس سے اگلی کتابوں کی بھی صحت و عدم صحت معلوم ہوتی ہے۔ جس کے الفاظ میں حلاوت جس کی نظم میں ملاحت جس کے انداز میں فصاحت جس کے بیان میں بلاغت جس کا طرز دلربا' جس کا سیاق دلچسپ جس میں دنیا بھر کی خوبیاں موجود۔ خود بنی اسرائیل کے علما بھی اس کی تصدیق پر مجبور۔ اگلی کتابیں جس پر شاہد۔ بھلے لوگ جس کے مداح اور قائل و عامل۔ اس اتنے بڑے معجزے کی موجودگی میں کسی اور معجزے کی طلب محض گریز ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اس میں ایمان والوں کے لئے رحمت و نصیحت ہے۔ یہ قرآن حق کو ظاہر کرنے والا باطل کو برباد کرنے والا اگلوں کے واقعات تمہارے سامنے رکھ کر تمہیں نصیحت و عبرت کا موقعہ دیتا ہے۔ گنہگاروں کے انجام دکھا کر تمہیں گناہوں سے روکتا ہے کہہ دو کہ مجھ میں اور تم میں اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور اس کی گواہی کافی ہے۔ وہ تمہاری تکذیب و سرکشی کو اور میری سچائی اور خیر خواہی کو بخوبی جانتا ہے۔ اگر میں اس پر جھوٹ باندھتا تو وہ ضرور مجھ سے انتقام لے لیتا' وہ ایسے لوگوں کو بے انتقام نہیں چھوڑتا۔ جیسے خود اس کا فرمان ہے کہ اگر یہ رسول مجھ پر ایک بات بھی گھڑ لیتا تو میں اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی رگ جان کاٹ دیتا اور کوئی نہ ہوتا جو اسے میرے ہاتھ سے چھڑا سکے۔ چونکہ اس پر میری سچائی روشن ہے اور میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں اور اسی کا نام لے کر اس کی کہی ہوئی تم سے کہتا ہوں اس لئے وہ میری تائید کرتا ہے اور مجھے روز بروز غلبہ دیتا جاتا ہے اور مجھ سے معجزات پر معجزات ظاہر کراتا جاتا ہے۔ وہ زمین و آسمان کے غیب کا جاننے والا ہے۔ اس پر ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔ باطل کو ماننے والے اور اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے والے ہی نقصان یافتہ اور ذلیل ہیں۔ قیامت کے دن انہیں ان کی بداعمالی کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا اور جو سرکشیاں یہاں کی ہیں سب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ بھلا اللہ تعالیٰ کو نہ ماننا اور بتوں کو ماننا اس سے بڑھ کر اور ظلم کیا ہوگا؟ وہ علیم و حکیم اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیئے بغیر ہرگز نہ رہے گا۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

یہ لوگ تجھ سے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں۔ اگر میری طرف سے مقرر کیا ہوا وقت نہ ہوتا تو ابھی تک ان کے پاس عذاب آ چکے یہ یقینی بات ہے کہ اچانک ان کی بے خبری میں ان کے پاس عذاب آ پہنچیں گے۔ یہ عذابوں کی جلدی مچا رہے ہیں۔ تسلی رکھیں جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے۔ اس دن ان کے اوپر تلے سے انہیں عذاب ڈھانپ رہے ہوں گے۔ اور کہہ رہے ہوں گے کہ اب اپنے بداعمال کا مزہ چکھو۔

جلدی نہ کرو عذاب ضرور آئے گا: مشرکوں کا اپنی جہالت سے عذاب الٰہی کا طلب کرنا بیان ہو رہا ہے۔ یہ نبی اللہ ﷺ سے بھی یہی کہتے تھے اور خود اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعائیں کرتے تھے کہ جناب باری تعالیٰ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہمیں اور کوئی دردناک عذاب دے۔ یہاں انہیں جواب ملتا ہے کہ رب العالمین یہ بات مقرر کر چکا ہے کہ ان کفار کو قیامت کے دن عذاب ہوں گے اگر یہ نہ ہوتا تو ان کے مانگتے ہی عذاب کے مہیب بادل ان پر برس پڑتے۔ اب بھی یہ یقین مانیں کہ یہ عذاب آئیں گے اور ضرور آئیں گے بلکہ ان کی بے خبری میں اچانک اور یک بہ یک آ پڑیں گے۔ یہ عذابوں کی جلدی مچا رہے ہیں اور جہنم بھی انہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ یعنی یقیناً انہیں عذاب ہوں گے۔ ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ جہنم یہی بحر اخضر ہے۔ ستارے اسی میں جھڑیں گے اور سورج چاند اسی میں بے نور کر کے ڈال دیا جائے گا اور یہ بھڑک اٹھے گا اور جہنم بن جائے گا۔ مسند احمد میں مرفوع حدیث ہے کہ سمندر ہی جہنم ہے۔ راوی حدیث حضرت یعلیٰؓ سے لوگوں نے کہا کہ کیا آپ لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ﴾ یعنی وہ آگ جسے قناتیں گھیرے ہوئے ہیں' تو فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں یعلیٰ کی جان ہے کہ میں اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش نہ کیا جاؤں اور مجھے اس کا ایک قطرہ بھی نہ پہنچے گا یہاں تک کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جاؤں۔ یہ تفسیر بھی بہت غریب ہے' اور حدیث بھی بہت ہی غریب ہے' واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے کہ اس دن انہیں نیچے اوپر سے آگ ڈھانک لے گی۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ﴾ ان کے لئے جہنم ہی اوڑھنا بچھونا ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ﴾ یعنی ان کے اوپر نیچے سے آگ ہی کا فرش اور سائبان ہوگا۔ اور مقام پر ارشاد ہے ﴿ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ ﴾ الخ۔ یعنی کاش کہ کافر اس وقت کو جان لیں جبکہ نہ یہ اپنے آگے سے آگ کو ہٹا سکیں گے نہ پیچھے سے۔ ان آیتوں سے معلوم ہو گیا کہ ہر طرف سے ان کفار کو آگ کھا رہی ہوگی۔ آگے سے پیچھے سے' اوپر سے' نیچے سے' دائیں سے' بائیں سے' تو اس پر رب عالم کی ڈانٹ ڈپٹ اور مصیبت ہوگی۔ ادھر سے ہر وقت کہا جائے گا لو اب عذاب کے مزے چکھو۔ پس ایک تو وہ ظاہری جسمانی عذاب دوسرا یہ باطنی روحانی عذاب۔ اسی کا ذکر آیت ﴿ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ ﴾ الخ۔ اور آیت ﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ ﴾ الخ۔ میں ہے یعنی جب کہ جہنم میں اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ لو اب آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ جس دن انہیں دھکے دے دے کر جہنم میں ڈالا جائے گا اور کہا جائے گا یہ وہ جہنم ہے جسے تم جھٹلاتے رہے اب بتاؤ یہ جادو ہے؟ یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اب جہنم میں چلے جاؤ اب تمہارا صبر کرنا نہ کرنا یکساں ہے۔ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ بھگتنا ضروری ہے۔

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ڰ اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ڮ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾

اے میرے ایماندار بندو! میری زمین بہت کشادہ ہے سوتم میری ہی عبادت کرتے رہو۔ ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انہیں ہم قطعاً جنت کے ان بلند بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کام کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ بہت سے جانور ہیں جو اپنی روزی اٹھائے نہیں پھرتے ان سب کو اور تمہیں بھی اللہ تعالیٰ ہی روزی دیتا ہے۔ وہ بڑا ہی سننے جاننے والا ہے۔

موت قریب ہے آخرت کی تیاری کرو: اللہ تبارک وتعالیٰ اس آیت میں ایمان والوں کو ہجرت کا حکم دیتا ہے کہ جہاں وہ دین کو قائم نہ رکھ سکتے ہوں وہاں سے اس جگہ چلے جائیں جہاں ان کے دین میں انہیں آزادی رہے۔ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت کشادہ ہے جہاں وہ فرمان الٰہی کے ماتحت اللہ تعالیٰ کی عبادت وتوحید بجالاسکیں وہاں چلے جائیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمام شہر اللہ تعالیٰ کے شہر ہیں اور کل بندے اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں جہاں تو بھلائی پاسکتا ہو وہیں قیام کر۔ چنانچہ صحابہ کرام ؓ پر جب کہ مکہ کی رہائش مشکل ہو پڑی تو وہ ہجرت کر کے حبشے چلے گئے تاکہ امن وامان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین پر قیام کرسکیں۔ وہاں کے سمجھدار دیندار بادشاہ اصحمہ نجاشی ؒ نے ان کی پوری تائید و نصرت کی اور وہاں وہ بہت عزت اور خوشی سے رہے سہے۔ پھر اس کے بعد باجازت ربانی اور صحابہ ؓ نے اور خود آنحضرت ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ زاں بعد فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک مرنے والا اور میرے سامنے حاضر ہونے والا ہے۔ تم خواہ کہیں ہو موت کے پنجے سے نجات نہیں پاسکتے۔ پس تمہیں زندگی بھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور اس کے راضی کرنے میں رہنا چاہیئے تاکہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں جاکر برائی میں نہ پھنسو۔ ایماندار نیک اعمال لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت عدن کی بلند وبالا منزلوں میں پہنچائیگا۔ جن کے نیچے نیچے قسم قسم کی نہریں بہہ رہی ہیں، کہیں صاف شفاف پانی کی کہیں شراب طہور کی کہیں شہد کی کہیں دودھ کی۔ یہ چشمے خود بخود جہاں جنتی چاہیں بہنے لگیں گے۔ یہ وہاں ہمیشہ رہیں گے نہ وہاں سے نکالے جائیں نہ ہٹائے جائیں نہ وہ نعمتیں ختم ہوں نہ ان میں گھاٹا آئے۔ مؤمنوں کے نیک اعمال پر جنتی بالا خانے انہیں مبارک ہوں۔ جنہوں نے اپنے سچے دین پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کی اس کے دشمنوں کو ترک کیا اپنے اقرباء اور اپنے گھر والوں کو راہ الٰہی میں چھوڑا اس کی نعمتوں اور اس کے انعامات کی امید پر دنیا کے عیش وعشرت پر لات ماردی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے لئے بنایا ہے جو کھانا کھلائیں، خوش کلام نرم گو ہوں روزے نماز کے پابند ہوں اور راتوں کو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں یہ نمازیں پڑھتے ہوں اور اپنے رب تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھتے ہوں اپنے کل احوال میں دینی ہوں یا دنیوی۔ پھر فرمایا کہ رزق کسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا تقسیم کیا ہوا رزق عام ہے اور ہر جگہ ہے جو جہاں ہوا سے وہیں وہ پہنچ جاتا ہے۔ مہاجرین کے رزق میں ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ برکتیں دیں کہ یہ دنیا کے کناروں کے مالک ہو گئے۔ تو فرمایا کہ بہت سے جانور ہیں جو نہ اپنے رزق کے جمع کرنے کی طاقت رکھتے ہیں نہ اسے حاصل کرنے کی نہ وہ کل کے لئے کوئی چیز اٹھا کر رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذمے ان کی روزیاں ہیں، پروردگار انہیں ان کے رزق پہنچا دیتا ہے۔ تمہارا رازق بھی وہی ہے۔ وہ کسی مخلوق کو کسی حالت میں کسی وقت نہیں بھولتا۔ چیونٹیوں کو ان کے سوراخوں میں، پرندوں کو آسمان وزمین کی خلا میں، مچھلیوں کو پانی میں وہی رزق پہنچاتا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ﴾ الخ۔ یعنی کوئی جانور روئے زمین پر ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمے نہ ہو وہی ان کے ٹھہرنے اور رہنے سہنے کی جگہ کو بخوبی جانتا ہے۔ یہ سب اس کی روشن کتاب میں موجود ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلا مدینے کے باغات میں سے ایک باغ میں آپ ﷺ گئے اور گری پڑی ردی کھجوریں کھول کھول کر صاف کر کر کے کھانے لگے؛ مجھ سے بھی کھانے کو فرمایا۔ میں نے کہا حضور اکرم ﷺ مجھ سے تو یہ ردی کھجوریں نہیں کھائی جائیں گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا لیکن مجھے تو یہ بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں اس لئے کہ چوتھے دن کی صبح ہے کہ میں نے کھانا نہیں کھایا اور نہ کھانے کی وجہ یہ کہ ملا ہی نہیں۔ سنو اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا اور اللہ تعالیٰ مجھے قیصر وکسریٰ کا مالک بنا دیتا۔ اے ابن عمر! تیرا کیا حال ہوگا جب کہ تو ایسے لوگوں میں ہوگا جو سال بھر کے غلے وغیرہ جمع کر لیا

کریں گے اور ان کا یقین اور توکل بالکل بودا ہو جائے گا۔ ہم ابھی تو وہیں اسی حالت میں تھے جو یہ آیت ﴿ وَ كَاَيِّنْ ﴾ الخ۔ نازل ہوئی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے مجھے دنیا کے خزانے جمع کرنے کا اور خواہشوں کے پیچھے لگ جانے کا حکم نہیں کیا جو شخص دنیا کے خزانے جمع کرے اور اس سے باقی والی زندگی چاہے وہ سمجھ لے کہ حیات باقی والی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ دیکھو میں تو نہ دینار درہم جمع کروں نہ کل کے لئے آج روزی کا ذخیرہ جمع کر رکھوں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کا راوی ابوالعطوف جزری ضعیف ہے۔ یہ مشہور ہے کہ کوّے کے بچے جب نکلتے ہیں تو ان کے پروبال سفید ہوتے ہیں یہ دیکھ کر کوا ان سے نفرت کر کے بھاگ جاتا ہے کچھ دنوں کے بعد ان پروں کی رنگت سیاہ پڑ جاتی ہے تب ان کے ماں باپ آتے ہیں اور انہیں دانہ وغیرہ بھراتے ہیں۔ ابتدائی ایام میں جب کہ ماں باپ ان چھوٹے بچوں سے متنفر ہو کر بھاگ جاتے ہیں اور ان کے پاس بھی نہیں آتے اس وقت اللہ تعالیٰ چھوٹے چھوٹے مچھر ان کے پاس بھیج دیتا ہے وہی ان کی غذا بن جاتے ہیں۔ عرب کے شعراء نے اسے نظم بھی کیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے سفر کرو تاکہ صحت اور روزی پاؤ۔ اور روایت میں ہے کہ سفر کرو تاکہ صحت وغنیمت ملے۔ اور حدیث میں ہے سفر کرو نفع اٹھاؤ گے روزے رکھو تندرست رہو گے جہاد کرو غنیمت ملے گی۔ اور روایت میں ہے جد والوں اور آسانی والوں کے ساتھ سفر کرو۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتیں سننے والا اور ان کی حرکات وسکنات کو جاننے والا ہے۔

وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾

اگر تو ان سے دریافت کرے کہ زمین و آسمان کا خالق اور سورج چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے؟ تو ان کا جواب یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ پھر کدھر الٹے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے فراخ روزی دیتا ہے۔ اور جسے چاہے تنگ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ اور اگر تو ان سے سوال کرے کہ آسمان سے پانی اتار کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دینے والا کون ہے؟ تو یقیناً ان کا جواب یہی ہوگا اللہ تعالیٰ اقرار کر کہ ہر تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سزاوار ہے۔ ہاں ان میں کے اکثر بے عقل ہیں۔

رزق کی فراخی تنگی اللہ کے اختیار میں ہے: اللہ تعالیٰ ثابت کرتا ہے کہ معبود برحق صرف وہی ہے۔ خود مشرکین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا' سورج چاند کو مسخر کرنے والا' دن رات کو پے در پے لانے والا' خالق رازق موت وحیات پر قادر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ غنا کے لائق کون ہے؟ اور فقر کے لائق کون ہے؟ اپنے بندوں کی مصلحتیں اس کو پوری طرح معلوم ہیں۔ پس جب کہ مشرکین خود مانتے ہیں کہ تمام چیزوں کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے سب پر قابض صرف وہی ہے پھر اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ اور اس کے سوا دوسروں پر توکل کیوں کرتے ہیں؟ جب کہ ملک کا مالک وہ تنہا ہے تو عبادتوں کے لائق بھی وہ اکیلا ہی ہے۔ توحید ربوبیت کو مان کر پھر توحید الوہیت سے انحراف عجیب چیز ہے۔ قرآن کریم میں توحید ربوبیت کے ساتھ ہی توحید الوہیت کا ذکر بکثرت ہے۔ اس لئے کہ توحید ربوبیت کے قائل مشرکین مکہ تھے تو انہیں قائل معقول کر کے پھر توحید الوہیت کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ مشرکین حج و

عمرے میں لبیک پکارتے ہوئے بھی اللہ تعالٰی سے شریک ہونے کا اقرار کرتے تھے۔ کہتے تھے ﴿ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَکَ تَمْلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ ﴾ یعنی اے اللہ ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسے شریک کہ جن کا مالک اور جن کے ملک کا مالک بھی تو ہی ہے۔

وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ڔ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

دنیا کی یہ زندگانی تو محض کھیل تماشا ہے۔ البتہ سچی زندگی تو آخرت کا گھر ہے۔ اگر یہ جانتے ہوتے۔ یہ لوگ جب کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالٰی ہی کو پکارتے ہیں اس کے لئے عبادت کو خالص کر کے۔ پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔ ہماری دی ہوئی نعمتوں سے مکرتے ہیں۔ اور برتتے رہیں ابھی ابھی پتہ چل جائے گا۔

مشرکین بوقت مصیبت اللہ تعالٰی کو پکارتے تھے: دنیا کی حقارت وذلت اس کے زوال وفنا کا ذکر ہو رہا ہے کہ اسے کوئی دوام نہیں اس کا کوئی ثبات نہیں یہ تو صرف لہو ولعب ہے۔ دار آخرت کی زندگی دوام وبقا کی زندگی ہے وہ زوال وفنا سے وہ قلت وذلت سے دور ہے۔ اگر انہیں علم ہوتا تو اس بقا والی چیز پر فانی چیز کو ترجیح نہ دیتے۔

پھر فرمایا کہ مشرکین بے کسی اور بے بسی کے وقت تو اللہ تعالٰی وحدہٗ لاشریک لہٗ کو ہی پکارنے لگتے ہیں۔ پھر مصیبت کے ہٹ جانے اور مشکل کے ٹل جانے کے بعد اس کے ساتھ دوسروں کا نام کیوں لیتے ہیں؟ جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ﴾ الخ یعنی جب سمندر میں مشکل میں پھنستے ہیں اس وقت اللہ تعالٰی کے سوا سب کو بھول جاتے ہیں اور جب وہاں سے نجات پا کر خشکی میں آجاتے ہیں تو فوراً ہی منہ پھیر لیتے ہیں۔

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو عکرمہ بن ابی جہل یہاں سے بھاگ نکلا اور حبشہ جانے کے ارادے سے کشتی میں بیٹھ گیا۔ اتفاقاً سخت طوفان آیا اور کشتی ادھر ادھر ہونے لگی۔ جتنے مشرکین کشتی میں تھے سب کہنے لگے یہ موقعہ صرف اللہ تعالٰی کو پکارنے کا ہے اٹھو اور خلوص کے ساتھ اللہ تعالٰی سے دعائیں کرو اس وقت نجات اسی کے ہاتھ ہے۔ یہ سنتے ہی عکرمہؓ نے کہا سنو اللہ تعالٰی کی قسم اگر سمندر کی اس بلا سے بجز رب کے کوئی اور نجات نہیں دے سکتا تو خشکی کی مصیبتوں کو ٹالنے والا بھی وہی ہے۔ اے اللہ تعالٰی! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر یہاں سے بچ گیا تو سیدھا جا کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دوں گا اور آپ ﷺ کا کلمہ پڑھ لوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالٰی کے رسول ﷺ میری خطاؤں سے درگزر فرمالیں گے اور مجھ پر رحم وکرم فرمائیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا بھی ﴿ لِيَكْفُرُوْا ﴾ اور ﴿ لِيَتَمَتَّعُوْا ﴾ میں لام جو ہے اسے لام عاقبت کہتے ہیں اس لئے کہ ان کا قصد دراصل یہ نہیں ہوتا اور فی الواقع ان کی طرف نظریں ڈالنے سے بات بھی یہی ہے۔ ہاں اللہ تعالٰی کی نسبت سے تو یہ لام تعلیل ہے۔ اس کی پوری تقریر ہم آیت ﴿ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ﴾ میں کر چکے ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾

کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم کو باامن بنادیا ہے حالانکہ ان کے اردگرد سے لوگ اچک لئے جاتے ہیں۔ کیا یہ باطل پر تو یقین رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر احسان نہیں مانتے؟ اس سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا کرے اور جب حق اس کے پاس آجائے وہ اسے ناحق بتلائے' کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہ ہوگا۔ اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھادیں گے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نیک کاروں کا ساتھی ہے۔

میری نعمت یاد کرو اور میرے نبی پر ایمان لاؤ: اللہ تعالیٰ قریش کو اپنا احسان جتاتا ہے کہ اس نے اپنے حرم میں انہیں جگہ دی ہے۔ جس میں جو شخص آجائے امن میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کے آس پاس جدال وقتال لوٹ مار ہوتی رہتی ہے اور یہاں والے امن وامان سے اپنے دن گزارتے ہیں جیسے سورۂ ﴿لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ﴾ الخ۔ میں بیان فرمایا۔ تو کیا اس اتنی بڑی نعمت کا شکریہ یہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کریں؟ بجائے ایمان لانے کے کفر کریں اور خود تباہ ہو کر دوسروں کو بھی اسی ہلاکت والی راہ لے چلیں۔ انہیں تو یہ چاہیئے تھا کہ رب واحد کی عبادت میں سب سے بڑھے ہوئے رہیں۔ نبی آخر الزماں ﷺ کے پورے اور سچے طرفدار رہیں۔ لیکن انہوں نے اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک وکفر کرنا اور نبی اکرم ﷺ کو جھٹلانا اور ایذا پہنچانا شروع کر رکھا ہے۔ اپنی سرکشی میں یہاں تک بڑھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کو مکہ سے نکال دیا۔

بالآخر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ان سے چھنتی شروع ہوگئیں۔ بدر کے دن ان کے بڑے بری طرح قتل ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں پر مکہ کو فتح کیا اور انہیں ذلیل وپست کیا۔ اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔ وحی آتی نہ ہو اور کہہ دے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے' اور اس سے بھی بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی سچی وحی کو اور حق کو جھٹلائے اور باوجود حق پہنچنے کے تکذیب پر کمربستہ رہے ایسے مفتری اور مکذب لوگ کافر ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ راہ رب میں مشقت کرنے والے سے مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ اور آپ ﷺ کے تابع فرمان لوگ ہیں جو قیامت تک ہوں گے فرماتا ہے کہ ہم ان کوشش اور جستجو کرنے والوں کی راہنمائی کریں گے دنیا اور دین میں انہیں راستے دکھاتے رہیں گے۔

حضرت ابو احمد عباس ہمدانیؒ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جو لوگ اپنے علم پر عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ان امور میں بھی ہدایت دیتا ہے جو ان کے علم میں نہیں ہوتے۔ ابوسلیمان دارانیؒ سے جب یہ ذکر کیا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں کوئی بات پیدا ہو گو وہ بھلی بات ہو تاہم اسے اس پر عمل نہ کرنا چاہیئے جب تک قرآن وحدیث سے وہ بات ثابت نہ ہو' جب ثابت ہو عمل کرے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرے کہ جو اس کے جی میں آیا تھا وہی قرآن وحدیث میں بھی نکلا اللہ تعالیٰ محسنین کے ساتھ ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ احسان اس کا نام ہے جو تیرے ساتھ بدسلوکی کرے تو اس کے ساتھ نیک سلوک کرے' احسان کرنے والے سے احسان کرنے کا نام احسان نہیں' واللہ اعلم۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کے لطف ورحم سے سورۂ عنکبوت کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ روم مکیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوْمُ ② فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ③ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ④ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑤ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑥ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦

رحم وکرم کرنے والے سچے معبود کے نام سے شروع۔

رومی مغلوب ہو گئے ہیں۔ نزدیک کی زمین پر اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے۔ چند سال میں ہی۔ اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی اختیار اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اس روز مسلمان شادمان ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ اصل غالب اور مہربان وہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کا خلاف نہیں کرتا' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ وہ تو صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو ہی جانتے ہیں۔ اور آخرت سے تو بالکل ہی بے خبر ہیں۔

رومی غالب آئیں گے ایک عظیم پیشین گوئی: یہ آیتیں اس وقت نازل ہوئیں جب کہ شاپور شاہ فارس بلاد شام اور جزیرہ کے آس پاس کے شہروں پر غالب آ گیا اور ملک روم ہرقل تنگ آ کر قسطنطنیہ میں محصور ہو گیا۔ مدتوں محاصرہ رہا آخر پانسہ پلٹا اور ہرقل کی فتح ہوئی۔ مفصل بیان آگے آ رہا ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ رومیوں کو شکست پر شکست ہوئی اور مشرکین نے اس پر بہت خوشیاں منائیں۔ اس لئے کہ جیسے یہ بت پرست تھے ایسے ہی اہل فارس بھی ان سے ملتے جلتے تھے اور مسلمانوں کی چاہت تھی کہ رومی غالب آئیں اس لئے کہ کم از کم وہ اہل کتاب تو تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب یہ ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا رومی عنقریب پھر غالب آ جائیں گے۔ صدیق اکبرؓ نے مشرکین کو جب یہ خبر پہنچائی تو انہوں نے کہا آؤ کچھ شرط بدلو اور مدت مقرر کر لو اگر رومی اس مدت میں غالب نہ آئیں تو تم ہمیں اتنا اتنا دینا اور تم سچے نکلے تو ہم تمہیں اتنا اتنا دیں گے۔ پانچ سال کی مدت مقرر ہوئی' وہ مدت پوری ہو گئی اور رومی غالب نہ آئے تو حضرت ابوبکرؓ نے خدمت نبوی ﷺ میں یہ خبر پہنچائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے دس سال کی مدت کیوں نہ مقرر کی۔ سعید ابن جبیرؒ کہتے ہیں کہ قرآن میں مدت کے لئے لفظ ﴿ بِضْعِ ﴾ استعمال ہوا ہے اور دس سے کم پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہی ہوا بھی کہ دس سال کے اندر اندر رومی پھر غالب آ گئے۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو غریب کہا ہے۔ حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں بدر کی لڑائی کے بعد رومی بھی فارسیوں پر غالب آ گئے۔ حضرت عبداللہؓ کا فرمان ہے کہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں دخان اور لزام اور بطشہ اور شق قمر کا معجزہ اور رومیوں کا غالب آنا۔ اور روایت میں ہے کہ

حضرت ابوبکرؓ کی شرط سات سال کی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے پوچھا کہ ﴿بِضْعِ﴾ کے کیا معنی تم میں ہوتے ہیں؟ جواب دیا کہ دس سے کم۔ فرمایا پھر جاؤ مدت دو سال بڑھا دو۔ چنانچہ اسی مدت کے اندر اندر رومیوں کے غالب آ جانے کی خبریں عرب میں پہنچ گئیں اور مسلمان خوشیاں منانے لگے۔ اسی کا بیان ان آیتوں میں ہے۔ اور روایت میں ہے کہ مشرکوں نے حضرت صدیقؓ سے یہ آیت سن کر کہا کہ کیا تم اس میں بھی اپنے نبی کو سچا جانتے ہو؟ آپؓ نے فرمایا ہاں۔ اس پر شرط ٹھیری اور مدت گزر چکی اور رومی غالب نہ آئے۔ حضور اکرم ﷺ کو جب اس شرط کا علم ہوا تو آپ ﷺ رنجیدہ ہوئے اور جناب صدیقؓ سے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ کی رسول اللہ ﷺ کی سچائی پر بھروسہ کر کے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر جاؤ اور مدت دس سال مقرر کر لو خواہ چیز بھی بڑھانی پڑے۔ آپؓ گئے مشرکین نے دوبارہ بھی مدت بڑھا کر شرط منظور کر لی۔ ابھی دس سال پورے نہیں ہوئے تھے کہ رومی فارس پر غالب آ گئے اور مدائن میں ان کے لشکر پہنچ گئے اور رومیہ کی بناء انہوں نے ڈال لی۔ حضرت صدیقؓ نے قریش سے شرط کا مال لیا اور حضرت ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے صدقہ کر دو۔ اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ ایسی شرط بدنے کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔ اس میں ہے کہ مدت چھ سال مقرر ہوئی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور رومی غالب ہوئے تو بہت سے مشرکین ایمان لے آئے (ترمذی)۔

ایک بہت ہی عجیب و غریب قصہ امام سنید بن داؤد نے اپنی تفسیر میں یہ وارد کیا ہے کہ عکرمہؒ فرماتے ہیں فارس میں ایک عورت تھی جس کے بچے زبردست پہلوان یا بادشاہ ہی ہوتے تھے۔ کسریٰ نے ایک مرتبہ اسے بلوایا اور اس سے کہا کہ میں رومیوں پر ایک لشکر بھیجنا چاہتا ہوں اور تیری اولاد میں سے کسی کو اس لشکر کا سردار بنانا چاہتا ہوں۔ اب تم مشورہ دو کہ کسے سردار بناؤ؟ اس نے کہا سنو میرا فلاں لڑکا ہرمز تو لومڑی سے زیادہ مکار اور شکرے سے زیادہ ہوشیار ہے۔ دوسرا لڑکا فرخان تیر جیسا ہے۔ تیسرا لڑکا شہر براز سب سے زیادہ حلیم الطبع ہے۔ اب تم جسے چاہو سرداری دو۔ بادشاہ نے سوچ سمجھ کر شہر براز کو سردار بنایا۔ یہ لشکروں کو لے کر چلا۔ رومیوں سے لڑا بھڑا اور ان پر غالب آیا۔ ان کے لشکر کاٹ ڈالے ان کے شہر اجاڑ دیئے ان کے باغات برباد کر دیئے۔ اس سرسبز و شاداب ملک کو ویران و غارت کر دیا۔ اذرعات اور بصریٰ میں جو عرب کی حدود سے ملتے ہیں ایک زبردست معرکہ ہوا اور وہاں فارسی رومیوں پر غالب آ گئے۔ جس سے قریش خوشیاں منانے لگے اور مسلمان ناخوش ہوئے۔ کفار قریش مسلمانوں کو طعنے دینے لگے کہ دیکھو تم اور نصرانی اہل کتاب ہو اور ہم اور فارسی ان پڑھ ہیں۔ ہمارے والے تمہارے والوں پر غالب آ گئے۔ اسی طرح ہم بھی تم پر غالب آئیں گے اور اگر لڑائی ہوئی تو ہم بتلا دیں گے کہ تم ان اہل کتاب کی طرح ہمارے ہاتھوں شکست اٹھاؤ گے۔ اس پر قرآن کی یہ آیتیں اتریں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ان آیتوں کو سن کر مشرکین کے پاس آئے اور فرمانے لگے اپنی اس فتح پر نہ اتراؤ یہ عنقریب شکست سے بدل جائے گی اور ہمارے بھائی اہل کتاب تمہارے بھائیوں پر غالب آئیں گے۔ اس بات کا یقین کر لو اس لئے کہ یہ میری بات نہیں بلکہ ہمارے نبی اکرم ﷺ کی یہ پیش گوئی ہے۔ یہ سن کر ابی بن خلف کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے ابوفضیل تم جھوٹ کہتے ہو۔ آپؓ نے فرمایا اے دشمن رب! تو جھوٹا ہے۔ اس نے کہا اچھا میں دس دس اونٹنیوں کی شرط باندھتا ہوں۔ اگر تین سال تک رومی فارسیوں پر غالب آ گئے تو میں تمہیں دس اونٹنیاں دوں گا ورنہ تم مجھے دینا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ شرط قبول کر لی۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے آ کر اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم سے تین سال کا نہیں کہا تھا ﴿بِضْعِ﴾ کا لفظ قرآن میں ہے اور وہ تین سے نو تک بولا جاتا ہے جاؤ اونٹنیاں بھی بڑھا دو اور مدت بھی بڑھا دو۔ حضرت ابوبکرؓ چلے جب ابی کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگا شاید تمہیں پچھتاوا ہوا؟ آپؓ نے فرمایا سنو میں تو پہلے سے بھی زیادہ تیار ہو کر آیا ہوں۔ آ مدت بھی بڑھا لو اور شرط کا مال بھی زیادہ کر لو۔ چنانچہ ایک سو اونٹ مقرر ہوئے اور نو سال کی مدت ٹھہر گئی۔ اسی مدت میں رومی فارس پر غالب آ گئے اور مسلمان قریش پر چھا گئے۔ رومیوں کے غلبے کا واقعہ یوں ہوا کہ جب فارسی غالب آ گئے تو شہر براز کا بھائی فرخان شراب نوشی کرتے ہوئے کہنے لگا میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں کسریٰ کے تخت پر آ گیا ہوں اور فارس کا بادشاہ بن گیا ہوں۔ یہ خبر کسریٰ کو بھی پہنچ گئی۔ کسریٰ نے شہر براز کو

لکھا کہ میرا یہ خط پاتے ہی اپنے اس بھائی کو قتل کر کے اس کا سر میرے پاس بھیج دے۔ شہر براز نے جواب لکھا کہ اے بادشاہ! تم اتنی جلدی نہ کرو۔ فرخان جیسا بہادر شیر اور جرأت کے ساتھ دشمنوں کے جمگھٹے میں گھسنے والا کسی کو تم نہ پاؤ گے۔ بادشاہ نے پھر جواب لکھا کہ اس سے بہت زیادہ بہتر اور شیر دل پہلوان میرے دربار میں ایک سے ایک بہتر موجود ہیں تم اس کا غم نہ کرو اور میرے حکم کی فوراً تعمیل کرو۔ شہر براز نے پھر اس کا جواب لکھا اور دوبارہ شاہ کسریٰ کو سمجھایا' اس پر بادشاہ آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے اعلان کر دیا کہ شہر براز سے میں نے سرداری چھین لی اور اس کی جگہ اس کے بھائی فرخان کو اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ اسی مضمون کا ایک خط لکھ کر قاصد کے ہمراہ شہر براز کو بھیج دیا کہ تم آج سے معزول ہو اور تم اپنا عہدہ فرخان کو دے دو۔ ساتھ ہی قاصد کو ایک پوشیدہ خط اور دیا کہ شہر براز جب اپنے عہدے سے اتر جائے اور فرخان اس عہدے پر آ جائے تو تم اسے میرا یہ فرمان دے دینا۔ قاصد جب وہاں پہنچا تو شہر براز نے خط پڑھتے ہی کہا کہ مجھے بادشاہ کا حکم منظور ہے۔ میں بخوشی اپنا عہدہ فرخان کو دے رہا ہوں۔ چنانچہ وہ تخت سے اتر گیا اور فرخان کو قبضہ دے دیا۔ فرخان جب تخت سلطنت پر بیٹھ گیا اور لشکر نے اس کی اطاعت قبول کر لی تو قاصد نے وہ دوسرا خط فرخان کے سامنے پیش کیا جس میں شہر براز کے قتل کا اور اس کا سر دربار شاہی میں بھیجنے کا فرمان تھا۔ فرخان نے اسے پڑھ کر شہر براز کو بلایا اور اس کی گردن مارنے کا حکم دے دیا۔ شہر براز نے کہا جلدی نہ کر مجھے وصیت تو لکھ لینے دے اس نے اسے منظور کر لیا تو شہر براز نے اپنا دفتر منگوایا اور اسی میں سے وہ کاغذات جو شاہ کسریٰ نے فرخان کے قتل کے لئے اسے لکھے تھے وہ سب نکالے اور فرخان کے سامنے پیش کئے اور کہا دیکھا اتنے سوال و جواب میرے اور بادشاہ کے درمیان تیرے بارے میں ہوئے۔ لیکن میں نے اپنی عقلمندی سے کام لیا اور عجلت نہ کی' تو ایک خط دیکھتے ہی میرے قتل پر آمادہ ہو گیا ذرا سوچ لے۔ ان خطوط کو دیکھ کر فرخان کی آنکھیں کھل گئیں وہ فوراً تخت سے نیچے اتر گیا اور اپنے بھائی شہر براز کو پھر سے مالک کل بنا دیا۔ شہر براز نے اسی وقت شاہ روم ہرقل کو خط لکھا کہ مجھے تم سے خفیہ ملاقات کرنی ہے اور ایک ضروری امر میں مشورہ کرنا ہے' اسے میں نہ تو کسی قاصد کی معرفت آپ کو کہلوا سکتا ہوں نہ خط میں لکھ سکتا ہوں' بلکہ میں آپ ہی آمنے سامنے اس کو پیش کر دوں گا۔ پچاس آدمی اپنے ساتھ لے کر خود آ جایئے اور پچاس ہی میرے ساتھ ہوں گے۔

قیصر کو جب یہ پیغام پہنچا تو وہ اس سے ملاقات کے لئے چل پڑا۔ لیکن احتیاطاً اپنے ساتھ پانچ ہزار سوار لے لئے اور آگے آگے جاسوسوں کو بھیج دیا کہ اگر کوئی ترکیب ہو یا کوئی مکر ہو تو کھل جائے۔ جاسوسوں نے آ کر خبر دی کہ کوئی بات نہیں ہے شہر براز تنہا اپنے ساتھ صرف پچاس سواروں کو لے کر آیا ہے اس کے ساتھ کوئی اور نہیں۔ چنانچہ قیصر نے بھی مطمئن ہو کر اپنے سواروں کو لوٹا دیا اور اپنے ساتھ صرف پچاس آدمی رکھ لئے۔ جو جگہ ملاقات کی مقرر ہوئی تھی وہاں پہنچ گئے۔ وہاں ایک ریشمی قبہ تھا اس میں جا کر دونوں تنہا بیٹھ گئے۔ پچاس آدمی الگ چھوڑ دیئے گئے۔ دونوں وہاں بے ہتھیار تھے صرف چھریاں پاس تھیں اور دونوں کی طرف سے ایک ترجمان ساتھ تھا۔ خیمہ میں پہنچ کر شہر براز نے کہا اے شاہ روم بات یہ ہے کہ تمہارے ملک کو ویران کرنے والے اور تمہارے لشکروں کو شکست دینے والے ہم دونوں بھائی ہیں' ہم نے اپنی چالاکیوں اور شجاعت سے یہ ملک اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ لیکن اب ہمارا بادشاہ کسریٰ ہم سے حسد کرتا ہے اور ہمارا مخالف بن بیٹھا ہے۔ مجھے اس نے میرے بھائی کو قتل کر دینے کا فرمان بھیجا میں نے فرمان کو نہ مانا تو اس نے چالاکی کر کے میرے بھائی کو میرے قتل کا حکم بھیجا۔ اس لئے ہم دونوں نے اب یہ طے کر لیا ہے کہ ہم آپ کے لشکر میں آ جائیں اور کسریٰ کے لشکروں سے آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں۔ قیصر نے یہ بات بڑی خوشی سے منظور کر لی۔ پھر ان دونوں میں آپس میں اشاروں کنایوں سے باتیں ہوئیں جن کا مطلب یہ تھا کہ یہ دونوں ترجمان قتل کر دیئے جائیں ایسا نہ ہو کہ یہ راز ان کی وجہ سے کھل جائے۔ کیونکہ جہاں دو کے سوا تیسرے کے کان میں کوئی بات پہنچی تو وہ پھیل جاتی ہے۔ دونوں اس پر اتفاق کر کے کھڑے ہو گئے اور ہر ایک نے اپنی چھری سے اپنے ترجمان کا کام تمام کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کسریٰ کو ہلاک کیا اور حدیبیہ کے دن اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ملی۔ اصحاب رسول ﷺ اس سے بہت خوش ہوئے۔ یہ سیاق عجیب ہے اور یہ خبر غریب ہے۔ اب آیت کے الفاظ کے متعلق سنئے۔ حروف مقطعہ جو سورتوں کے شروع میں ہوتے ہیں ان کی بحث تو ہم کر ہی چکے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی تفسیر کا شروع دیکھ لیجئے۔ رومی سب کے سب عیص ابن اسحٰق بن

ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ بنو اسرائیل کے یہ چچازاد بھائی ہیں۔ رومیوں کو بنو اصفر بھی کہتے ہیں۔ یہ یونانیوں کے مذہب پر تھے یونانی یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ ترکوں کے چچازاد بھائی ہوتے ہیں یہ ستارہ پرست تھے۔ ساتوں ستاروں کو مانتے اور پوجتے تھے۔ انہیں متحیرہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قطب شمال کو قبلہ مانتے تھے۔ دمشق کی بناء انہیں کے ہاتھوں پڑی ہے وہیں انہوں نے اپنی عبادت گاہ بنائی جس کے محراب شمال کی طرف ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے بعد بھی تین سو سال تک رومی اپنے پرانے خیالات پر ہی رہے۔ ان میں سے جو کوئی شام کا اور جزیرے کا بادشاہ ہو جاتا اسے قیصر کہا جاتا تھا۔ سب سے پہلے رومیوں کے بادشاہ قسطنطین ابن قسطس نے نصرانی مذہب قبول کیا۔ اس کی ماں کا نام مریم تھا۔ ہیلانیہ غندقانیہ تھی۔ حران کی رہنے والی۔ پہلے اسی نے نصرانیت قبول کی تھی پھر اس کے کہنے سننے سے اس کے بیٹے نے بھی یہی مذہب اختیار کر لیا۔ یہ بڑا فلسفی عقلمند اور مکار آدمی تھا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے دراصل دل سے اس مذہب کو نہیں مانا تھا۔ اس کے زمانے میں نصرانی یہاں جمع ہو گئے۔ ان میں آپس میں مذہبی چھیڑ چھاڑ اور اختلافات اور مناظرے چھڑ گئے۔ عبداللہ بن اریوس سے بڑے بڑے مناظرے ہوئے اور اس قدر انتشار اور تفریق ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ تین سو اٹھارہ پادریوں نے مل کر ایک کتاب لکھی جو بادشاہ کو دی گئی اور وہ شاہی عقیدہ تسلیم کی گئی۔ اسی کو امانت کبریٰ کہا جاتا ہے جو درحقیقت خیانت حقیرہ ہے۔ یہیں فقہی کتابیں اسی زمانے میں لکھی گئیں۔ ان میں حلال حرام کے مسائل بیان کئے گئے اور ان کے علماء نے دل کھول کر جو چاہا ان میں لکھا۔ جس قدر جی میں آئی کمی زیادتی اصل دین مسیح میں کی اور اصل مذہب محرف و مبدل ہو گیا۔ مشرق کی جانب نمازیں پڑھنے لگے۔ بجائے ہفتہ کے اتوار کے دن کو بڑا دن بنایا۔ صلیب کی پرستش شروع ہو گئی۔ خنزیر کو حلال کر لیا گیا اور بہت سے تہوار ایجاد کر لئے جیسے عید صلیب عید قداس عید غطاس وغیرہ وغیرہ۔ پھر ان علماء کے تسلسلے قائم کئے گئے ایک تو بڑا پادری ہوتا تھا پھر اس کے نیچے درجہ بدرجہ اور محکمے ہوتے تھے۔ رہبانیت اور ترک دنیا کی بدعت بھی ایجاد کر لی۔ کنیسے اور گرجے بہت سارے بنا لئے گئے اور شہر قسطنطنیہ کی بنیاد رکھی گئی اور اس بڑے شہر کو اسی بادشاہ کے نام پر نامزد کیا گیا۔ اس بادشاہ نے بارہ ہزار گرجے بنائے۔ تین محرابوں سے بیت لحم بنا۔ اس کی ماں نے بھی قمامہ بنایا۔ ان لوگوں کو ملکیہ کہتے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر تھے۔ ان کے بعد یعقوبیہ پھر نسطوریہ یہ نسطور کے مقلد تھے۔ پھر ان کے بہت سے گروہ تھے۔ جیسے حدیث میں ہے کہ ان کے بہتر فرقے ہو گئے۔ ان کی سلطنت برابر چلی آتی تھی ایک کے بعد ایک قیصر ہوتا آتا تھا یہاں تک کہ آخر میں قیصر ہرقل ہوا۔ یہ تمام بادشاہوں سے زیادہ عقلمند تھا بہت بڑا عالم تھا دانائی زیرکی دوراندیشی اور دوربینی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اس نے سلطنت بہت وسیع کر لی اور مملکت دور دراز تک پھیلا دی۔ اس کے مقابلے میں فارس کا بادشاہ کسریٰ کھڑا ہوا اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ اس کی سلطنت قیصر سے بھی زیادہ بڑی تھی یہ مجوسی لوگ تھے آگ کو پوجتے تھے۔ مندرجہ بالا روایت میں تو ہے کہ اس کا سپہ سالار مقابلہ پر گیا۔

لیکن مشہور بات یہ ہے کہ خود کسریٰ آپ اس کے مقابلے پر گیا۔ قیصر کو شکست ہوئی یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ میں گھر گیا۔ نصرانی اس کی بڑی عزت و تعظیم کرتے تھے گو کسریٰ لمبی مدت تک محاصرہ کئے پڑا رہا لیکن دارالسلطنت کو فتح نہ کر سکا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس شہر کا نصف حصہ سمندر کی طرف تھا اور نصف خشکی سے ملا ہوا تھا۔ تو شاہ قیصر کو کمک اور رسد تری کے راستے سے برابر پہنچتی رہی آخر میں قیصر ایک چال چلا اس نے کسریٰ کو کہلوا بھیجا کہ آپ جو چاہیں مجھ سے لے لیجئے اور جن شرائط پر چاہیں مجھ سے صلح کر لیجئے۔ کسریٰ اس پر خوش ہو گیا اور اتنا مال طلب کیا کہ وہ اور یہ مل کر بھی جمع کرنا چاہیں تو جمع ہونا ناممکن تھا۔ قیصر نے اسے بھی قبول کر لیا کیونکہ اس نے اس سے کسریٰ کی بیوقوفی کا پتہ چلا لیا کہ یہ وہ چیز مانگتا ہے جس کا جمع کرنا دنیا کے اختیار سے باہر ہے بلکہ ساری دنیا مل کر اس کا دسواں حصہ بھی جمع نہیں کر سکتی۔ قیصر نے کسریٰ سے کہلوا بھیجا کہ مجھے اجازت ملنی چاہیئے کہ میں اپنے ملک شام میں چل پھر کر یہ دولت جمع کر لوں اور آپ کو سونپ دوں۔ اس نے یہ درخواست منظور کر لی۔ اب شاہ روم نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ میں ایک ضروری اور اہم کام کے لئے اپنے مخصوص احباب کے ساتھ جا رہا ہوں اگر ایک سال کے اندر اندر آ جاؤں تو یہ ملک میرا ہے ورنہ تمہیں اختیار ہے جسے چاہو اپنا بادشاہ تسلیم کر لینا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے بادشاہ تو آپ ہی ہیں خواہ دس

سال تک بھی آپ واپس نہ لوٹیں تو کیا ہوا۔ یہ یہاں سے مختصر سی جانباز جماعت لے کر چپ چاپ چل کھڑا ہوا۔ پوشیدہ راستوں سے نہایت ہوشیاری احتیاط اور چالاکی سے بہت جلد فارس کے شہروں تک پہنچ گیا اور یکایک دھاوا بول دیا۔ چونکہ یہاں کی فوجیں تو روم پہنچ چکی تھیں عوام کہاں تک مقابلہ کرتے اس نے قتل عام شروع کر دیا جو سامنے پڑے تلوار کے کام آئے یونہی بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ مدائن پہنچ گیا جو کسریٰ کی سلطنت کی کرسی تھی وہاں کی محافظ فوج پر بھی غالب آیا انہیں بھی قتل کر دیا اور چاروں طرف سے مال جمع کیا ان کی تمام عورتوں کو قید کر لیا اور تمام لڑنے والوں کو قتل کر ڈالا۔ کسریٰ کے لڑکے کو زندہ گرفتار کیا۔ اس کی محل سرائے کی عورتوں کو زندہ گرفتار کیا اس کی دربار دار عورتیں وغیرہ بھی پکڑ لی گئیں اس کے لڑکے کا سر منڈا کر گدھے پر بٹھا کر عورتوں سمیت کسریٰ کی طرف بھیجا کہ لیجئے جو مال اور عورتیں اور غلام آپ نے مانگے تھے وہ حاضر ہیں۔ جب یہ قافلہ کسریٰ کے پاس پہنچا کسریٰ کو سخت صدمہ ہوا۔

یہ ابھی تک قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا اور قیصر کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا کہ اس کے پاس اس کا کل خاندان اور ساری حرم سرا اس ذلت کی حالت میں پہنچی۔ یہ سخت غضبناک ہوا اور بڑا سخت حملہ شہر پر کر دیا لیکن اس میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اب یہ نہر جیحون کی طرف چلا کہ قیصر کو وہاں روک لے کیونکہ فارس سے قسطنطنیہ آنے کا راستہ یہی تھا۔

قیصر نے اسے سن کر پہلے سے بھی زبردست حیلہ کیا یعنی اس نے اپنے لشکر کو تو دریا کے اس دہانے کے پاس چھوڑا اور آپ تھوڑے سے آدمی لے کر سوار ہو کر پانی کے بہاؤ کی طرف چل دیا۔ کوئی ایک دن رات کا راستہ چلنے کے بعد اپنے ساتھ جو گٹی' چارہ' لید' گوبر وغیرہ لے گیا تھا اسے پانی میں بہا دیا۔ یہ چیزیں پانی میں بہتی ہوئی کسریٰ کے لشکر کے پاس سے گزریں تو وہ سمجھ گئے کہ قیصر یہاں سے گزر گیا۔ یہ اس لشکر کے جانوروں کے آثار ہیں۔ اب قیصر واپس اپنے لشکر میں پہنچ گیا ادھر کسریٰ اس کی تلاش میں آگے کو چل دیا۔ قیصر اپنے لشکروں سمیت جیحون کا دہانہ عبور کر کے راستہ بدل کر قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ جس دن یہ اپنے دارالسلطنت میں پہنچا نصرانیوں میں بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ کسریٰ کو جب یہ اطلاع ہوئی تو اس کا عجب حال ہوا کہ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن' نہ تو روم ہی فتح ہوا اور نہ فارس ہی رہا۔ حیرت میں رہ گیا اور رومی غالب آ گئے۔ فارس کی عورتیں اور وہاں کے مال ان کے قبضے میں آئے۔ یہ کل امور نو سال میں ہوئے اور رومیوں نے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت فارسیوں سے دوبارہ لے لی اور مغلوب ہو کر غالب آ گئے۔ اذرعات اور بصریٰ کے معرکے میں اہل فارس غالب آ گئے تھے اور یہ ملک شام کا وہ حصہ تھا جو حجاز سے ملتا تھا۔ یہ بھی قول ہے کہ یہ ہزیمت جزیرہ میں ہوئی تھی جو رومیوں کی سرحد کا مقام ہے اور فارس سے ملتا ہے' واللہ اعلم۔ پھر نو سال کے اندر اندر رومی فارسیوں پر غالب آ گئے۔

قرآن کریم میں لفظ ﴿بِضْعِ﴾ کا ہے اور اس کا اطلاق بھی نو تک ہوتا ہے۔ اور یہی تفسیر اس لفظ کی ترمذی اور ابن جریر والی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ تمہیں احتیاطاً دس سال تک رکھنے چاہئے تھے کیونکہ ﴿بِضْعِ﴾ کے لفظ کا اطلاق تین سے لے کر نو تک ہوتا ہے۔ اس کے بعد ﴿قَبْلُ﴾ اور ﴿بَعْدُ﴾ پر پیش اضافت کے ہٹا دینے کی وجہ سے ہے۔ یعنی اس سے پہلے اور اس کے بعد حکم اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ اس دن جبکہ روم فارس پر غالب آ جائے گا مسلمان خوشیاں منائیں گے۔ اکثر علماءؒ کا قول ہے کہ بدر کی لڑائی کے دن رومی فارسیوں پر غالب آ گئے۔ ابن عباسؓ' سدیؒ' ثوریؒ اور ابوسعیدؓ یہی فرماتے ہیں' ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ غلبہ حدیبیہ کے سال ہوا تھا۔ عکرمہؒ' زہریؒ اور قتادہؒ وغیرہ کا یہی قول ہے۔ بعضوں نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ قیصر روم نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے فارس پر غالب کرے گا تو وہ اس کے شکریہ میں پاپیادہ بیت المقدس تک جائے گا۔ چنانچہ اس نے نذر پوری کی اور بیت المقدس پہنچا۔ یہ یہیں تھا جو اس کے پاس رسول کریم ﷺ کا نامہ مبارک پہنچا' جو آپ ﷺ نے حضرت دحیہ کلبیؓ کی معرفت بصریٰ کے گورنر کو بھیجا تھا اس نے ہرقل کو پہنچایا ہرقل نے نامۂ نبی ﷺ پاتے ہی شام میں جو حجازی عرب تھے انہیں اپنے پاس بلوایا۔ ان میں ابوسفیان صخر بن حرب اموی بھی تھا اور دوسرے بھی قریش کے ذی عزت بڑے بڑے لوگ تھے۔ اس نے ان سب کو اپنے سامنے بٹھا کر پوچھا کہ تم میں سے اس کا قریبی رشتہ دار کون

ہے؟ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ابوسفیان نے کہا میں ہوں۔ بادشاہ نے انہیں آگے بٹھالیا اور ان کے ساتھیوں کو ان کے پیچھے بٹھا دیا اور ان سے کہا کہ دیکھو میں اس شخص سے چند سوالات کروں گا اگر یہ کسی بات کا غلط جواب دے تو تم اسے جھٹلا دینا۔ ابوسفیان کا قول ہے کہ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ اگر میں جھوٹ بولوں گا تو یہ لوگ اسے ظاہر کر دیں گے اور پھر اس جھوٹ کو میری طرف نسبت کریں گے تو میں یقیناً جھوٹ بولتا۔ اب ہرقل نے بہت سے سوالات کئے۔ مثلاً حضور اکرم ﷺ کے حسب نسب کی نسبت آپ ﷺ کے اوصاف و عادات کے متعلق وغیرہ وغیرہ۔ انہی میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا وہ غداری کرتا ہے؟

ابوسفیان نے کہا کہ آج تک تو کبھی بدعہدی' وعدہ شکنی اور غداری نہیں کی۔ اس وقت ہم میں اس میں ایک معاہدہ ہے نہ جانے اس میں وہ کیا کرے؟ ابوسفیان کے اس قول سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ میں اور قریش میں یہ بات بھی ٹھہری تھی کہ دس سال تک کوئی لڑائی آپس میں نہ ہوگی۔ یہ واقعہ اس قول کی پوری دلیل بن سکتا ہے کہ رومی فارس پر حدیبیہ کے سال غالب آئے تھے۔ اس لئے کہ قیصر نے اپنی نذر حدیبیہ کے بعد پوری کی تھی' واللہ اعلم۔

لیکن اس کا جواب وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ غلبہ روم فارس پر بدر کے سال ہوا تھا یہ دے سکتے ہیں کہ چونکہ ملک کی اقتصادی اور مالی حالت بہت گر گئی تھی اس لئے چار سال تک ہرقل نے اپنی پوری توجہ ملک کی خوش حالی اور آبادی پر رکھی۔ اس کے بعد اس طرف سے اطمینان حاصل کر کے نذر کو پوری کرنے کے لئے روانہ ہوا' واللہ اعلم۔ یہ اختلاف کوئی ایسا اہم امر نہیں۔ ہاں مسلمان رومیوں کے غلبے سے خوش ہوئے اس لئے کہ گو وہ کیسے ہی ہوں تاہم تھے تو اہل کتاب۔ اور ان کے مقابل مجوسیوں کی جماعت تھی جنہیں کتاب سے دور کا تعلق بھی نہ تھا۔ تو لازمی امر تھا کہ مسلمان ان کے غلبے سے ناخوش ہوں اور رومیوں کے غلبے سے خوش ہوں۔ خود قرآن میں موجود ہے کہ ایمان والوں کے سب سے زیادہ دشمن یہود اور مشرک ہیں اور ان سے دوستیاں رکھنے میں سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں اس لئے کہ ان میں علماء اور درویش لوگ ہیں اور یہ متکبر نہیں۔

قرآن سن کر یہ رو دیتے ہیں کیونکہ حق کو جان لیتے ہیں پھر اقرار کرتے ہیں کہ اے اللہ' ہم ایمان لائے تو ہمیں بھی ماننے والوں میں کر لے۔ پس یہاں بھی فرمایا کہ مسلمان اس دن خوش ہوں گے جس دن اللہ تعالیٰ رومیوں کی مدد کرے گا۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ وہ بڑا غالب اور بہت بڑا مہربان ہے۔

حضرت زبیر کلابیؒ فرماتے ہیں میں نے فارسیوں کا رومیوں پر غالب آنا پھر رومیوں کا فارسیوں پر غالب آنا' پھر روم اور فارس دونوں پر مسلمانوں کا غالب آنا خود اپنی آنکھوں سے پندرہ سال کے اندر دیکھ لیا۔ آخر آیت میں فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں سے بدلے اور انتقام لینے پر قادر اور اپنے دوستوں کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرمانے والا ہے۔ جو خبر تمہیں دی ہے کہ رومی عنقریب فارسیوں پر غالب آ جائیں گے' یہ اللہ تعالیٰ کی خبر ہے' رب تعالیٰ کا وعدہ ہے' یہ پروردگار کا فیصلہ ہے ناممکن ہے کہ غلط نکلے' ٹل جائے یا خلاف ہو جائے۔ جو حق کے قریب ہوا سے بھی رب تعالیٰ حق سے بہت دور والوں پر غالب رکھتا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو کم علم جان نہیں سکتے۔ اکثر لوگ دنیا کا تو علم خوب رکھتے ہیں' اس کی گتھیاں منٹوں میں سلجھا دیتے ہیں' اس میں خوب دماغ دوڑاتے ہیں' اس کے برے بھلے' نفع نقصان کو پہچان لیتے ہیں' بہ یک نگاہ اس کی اونچ نیچ دیکھ لیتے ہیں' دنیا کمانے کا' پیسے جوڑنے کا خوب سلیقہ رکھتے ہیں' لیکن امور دین میں' اخروی کاموں میں محض جاہل' غبی اور کم فہم ہوتے ہیں' یہاں نہ دماغ کام کرے نہ سمجھ پہنچ سکے نہ غور و فکر کی عادت۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں بہت سے ایسے بھی ہیں کہ نماز تک تو ٹھیک پڑھ نہیں سکتے لیکن درہم چٹکی میں لیتے ہی وزن بتا دیا کرتے ہیں۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں دنیا کی آبادی اور رونق کی تو بیسیوں صورتیں ان کا ذہن گھڑ لیتا ہے لیکن دین میں محض جاہل آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْٓآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

کیاان لوگوں نے اپنے دل میں یہ غور نہیں کیا؟ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کواور زمین اوران کے درمیان جو کچھ ہے سب کو بہترین قرینے سے مقرر وقت تک کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ ہاں اکثر لوگ یقیناً اپنے رب تعالیٰ کی ملاقات کے منکر ہیں۔ کیاانہوں نے زمین میں چل پھر کر یہ نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ وہ ان سے بہت زیادہ توانا اور طاقتور تھے انہوں نے بھی زمین بوئی جوتی تھی اوران سے زیادہ آبادی کی تھی ان کے پاس ان کے رسول علیہ السلام معجزے لے کرآئے تھے یہ تو ناممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرتا بلکہ دراصل وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ پھر آخرش برا کرنے والوں کا برا ہی ہوا اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے اوران کی ہنسی اڑاتے تھے۔

اللہ کی نشانیوں میں غور وفکر کرو: چونکہ کائنات کا ذرہ ذرہ حق جل وعلا کی قدرت کا نشان ہے اوراس کی توحید اور ربوبیت پر دلالت کرنے والا ہے۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ موجودات میں غور وفکر کیا کرو اور قدرت رب تعالیٰ کی ان نشانیوں سے اس مالک کو پہنچانو اوراس کی قدر و تعظیم کرو۔ کبھی عالم علوی کو دیکھو کبھی عالم سفلی پر نظر ڈالو کبھی اور مخلوقات کی پیدائش کو سوچو اور سمجھو کہ یہ چیزیں عبث اور بیکار پیدا نہیں کی گئیں۔ بلکہ رب تعالیٰ نے انہیں کارآمد اور نشان قدرت بنائی ہیں۔ ہرایک کا ایک وقت مقرر ہے یعنی قیامت کا دن جسے اکثر لوگ مانتے ہی نہیں۔ اس کے بعد نبیوں کی صداقت کو اس طرح ظاہر فرماتا ہے کہ دیکھ لوان کے مخالفین کا کس قدر عبرت ناک انجام ہوا؟ اوران کے ماننے والوں کو کس طرح دونوں جہان کی عزت ملی؟ تم چل پھر کر اگلے واقعات معلوم کرو کہ گزشتہ امتیں جوتم سے زیادہ زور آور تھیں تم سے زیادہ مال وزر والی تھیں تم سے زیادہ کنبے قبیلے اور بیٹے پوتے والی تھیں' تم تو ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے' وہ تم سے زیادہ عمر والے تھے تم سے زیادہ آبادیاں انہوں نے کیں تم سے زیادہ کھیتیاں اور باغات ان کے تھے' باوجوداس کے جب ان کے پاس اس زمانے کے رسول آئے انہوں نے دلیلیں اور معجزے دکھائے اور پھر بھی اس زمانے کے ان بدنصیبوں نے ان کی نہ مانی اوراپنے خیالات میں مستغرق رہے اور سیاہ کاریوں میں مشغول رہے تو بالآخر عذاب رب تعالیٰ ان پر برس پڑے' اس وقت کوئی نہ تھا جوانہیں بچاسکے یا کسی عذاب کو ان پر سے ہٹا سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم کرے۔ یہ عذاب تو ان کے اپنے کرتوتوں کا وبال تھا۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو یہ جھٹلاتے تھے۔ رب تعالیٰ کی باتوں کا مذاق یہ اڑاتے تھے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ ان کی بے ایمانی کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں کو ان کی نگاہوں کو پھیر دیا اور انہیں ان کی سرکشی میں ہی حیران چھوڑ دیا ہے۔ اور آیت میں ہے کہ ان کی کجی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل بھی ٹیڑھے کردیئے۔ اور آیت میں ہے کہ اگر اب بھی منہ موڑیں تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض گناہوں پر ان کی پکڑ کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ اسی بناء پر ﴿السُّوْٓآٰى﴾ منصوب ہوگا ﴿اَسَاۗءُوا﴾ کا مفعول ہوکر۔ اور یہ بھی ایک قول ہے کہ سوای یہاں پر اس طرح واقع ہے کہ برائی ان کا انجام ہوئی۔ اس لئے کہ وہ آیات ربانی کے جھٹلانے

والے اوران کا مذاق اڑانے والے تھے۔ تو اس معنی کی رو سے یہ لفظ منصوب ہوگا ﴿ کَانَ ﴾ کی خبر ہو کر۔ امام ابن جریرؒ نے یہی توجیہ بیان کی ہے اور ابن عباسؓ اور قتادہؒ سے نقل بھی کی ہے۔ ضحاکؒ بھی یہی فرماتے ہیں اور ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ اس کے بعد ﴿ وَكَانُوْا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ ہے۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾

اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کی ابتدا کرتا ہے وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ جس دن قیامت قائم ہوگی تو گنہگاروں کی امیدیں ٹوٹ جائیں گی۔ ان کے تمام تر شریکوں میں سے ایک بھی ان کا سفارشی نہ ہوگا اور خود یہ بھی اپنے شریکوں کے منکر ہو جائیں گے۔ اور جس دن قیامت قائم ہو گی اس دن جماعتیں الگ الگ ہو جائیں گی۔ جو ایمان لا کر نیک اعمال کرتے رہے وہ تو جنت میں خوش وخرم کر دیئے جائیں گے۔ اور جنہوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھوٹا ٹھہرایا تھا وہ سب عذاب میں پکڑوا دیئے جائیں گے۔

روز قیامت اعمال کے مطابق فیصلے ہوں گے: فرمان باری تعالیٰ ہے کہ سب سے پہلے مخلوقات کو اسی اللہ تعالیٰ نے رچایا ہے اور جس طرح وہ اسکے پیدا کرنے پر اسوقت قادر تھا اب فنا کر کے پھر سے پیدا کرنے پر بھی وہ ایسا ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ قادر ہے۔ تم سب قیامت کے دن اسی کے سامنے حاضر کئے جانے والے ہو۔ وہاں وہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ قیامت کے دن گنہگار ناامید رسوا اور خاموش ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کی دنیا میں عبادت کرتے رہے ان میں سے ایک بھی ان کی سفارش کے لئے کھڑا نہ ہوگا۔ اور جب کہ یہ ان کے پوری طرح محتاج ہوں گے وہ ان سے بالکل آنکھیں پھیر لیں گے اور خود ان کے معبودان باطل بھی ان سے یکسو ہو جائیں گے اور صاف کہہ دیں گے کہ ہم میں ان میں کوئی تعلق نہیں۔ قیامت قائم ہوتے ہی اس طرح الگ الگ ہو جائیں گے جس کے بعد ملاپ ہے ہی نہیں۔ نیک لوگ تو ﴿علیین﴾ میں پہنچا دیئے جائیں گے اور بدلوگ ﴿سجین﴾ میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ وہ سب سے اعلیٰ بلندی پر ہوں گے یہ سب سے زیادہ پستی میں ہوں گے۔ پھر اس آیت کی تفصیل ہوتی ہے کہ نیک نفس تو جنتوں میں ہنسی خوشی سے ہوں گے اور کفار جہنم میں جلتے بھنتے ہوں گے۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾

پس اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھا کرو جب کہ تم شام کرو اور جب صبح کرو۔ تمام تعریفوں کے لائق آسمان وزمین میں صرف وہی ہے تیسرے پہر کو اور ظہر کے وقت بھی اس کی پاکیزگی بیان کرو۔ وہی زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہی زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے۔

ہر قدرت کا مالک اللہ ہے: اس رب تبارک وتعالیٰ کی کمال قدرت اور عظمت سلطنت پر دلالت اس کی تسبیح اور اس کی حمد سے ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہبری کرتا ہے' اور اپنا پاک ہونا اور قابل حمد ہونا بھی بیان فرما رہا ہے۔ شام کے وقت جب کہ رات اپنی اندھیروں کو لے کر آتی ہے اور صبح کے وقت جبکہ دن اپنی روشنیوں کو لے کر آتا ہے۔ اتنا بیان فرما کر اس کے بعد کا جملہ بیان فرمانے سے پہلے ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ زمین وآسمان میں قابل حمد وثنا وہی ہے ان کی پیدائش خود اس کی بزرگی پر دلیل ہے۔ پھر صبح شام کے وقتوں کی تسبیح کا بیان جو پہلے گزرا تھا اس کے ساتھ عشاء اور ظہر کا وقت ملا لیا' جو پوری اندھیری اور کامل اجالے کا وقت ہوتا ہے۔ بے شک تمام تر پاکیزگی اسی کو سزاوار ہے جو رات کے اندھیروں کو اور دن کے اجالوں کو پیدا کرنے والا ہے صبح کو ظاہر کرنے والا رات کو سکون والی بنانے والا وہی ہے۔ اس جیسی آیتیں اور بھی بہت سی ہیں ﴿وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا﴾ اور ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾ اور ﴿وَالضُّحٰى وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى﴾ وغیرہ۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا نام خلیل وفادار کیوں رکھا؟ اس لئے کہ وہ صبح شام ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے ﴿فَسُبْحَانَ اللّٰهِ﴾ سے ﴿تُظْهِرُوْنَ﴾ تک کی دونوں آیتیں تلاوت فرمائیں۔ طبرانی کی حدیث میں ان دونوں آیتوں کی نسبت ہے کہ جس نے صبح شام یہ پڑھ لیں اس نے دن رات میں جو اس سے فوت ہوا ہو اسے پا لیا۔ پھر بیان فرمایا کہ موت وزیست کا خالق مردوں سے زندوں کو اور زندوں سے مردوں کو نکالنے والا وہی ہے۔ ہر شے پر اور اس کی ضد پر وہ قادر ہے۔ دانے سے درخت' درخت سے دانے' مرغی سے انڈا' انڈے سے مرغ' نطفے سے انسان' انسان سے نطفہ' مومن سے کافر' کافر سے مومن' غرض ہر چیز اور اس کے مقابل کی چیز پر اسے قدرت حاصل ہے' خشک زمین کو وہی تر کر دیتا ہے' بنجر زمین سے وہی زراعت پیدا کر دیتا ہے' جیسے سورۂ یاسین میں فرمایا کہ خشک زمین کا تر وتازہ ہو کر طرح طرح کے اناج وپھل پیدا کرنا بھی میری قدرت کا ایک کامل نشان ہے۔ اور آیت میں ہے کہ تمہارے دیکھتے ہوئے اس زمین کو جس میں سے دھواں اٹھتا ہو دو بوند سے تر کر کے میں لہلہا دیتا ہوں اور ہر قسم کی پیداوار سے اسے سرسبز کر دیتا ہوں۔ اور بھی بہت سی آیتوں میں اس مضمون کو کہیں مفصل کہیں مجمل بیان فرمایا۔ یہاں فرمایا اسی طرح تم سب بھی مرنے کے بعد قبروں میں سے زندہ کر کے کھڑے کر دیئے جاؤ گے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک تمہاری مٹی سے پیدائش ہے۔ کہ پھر انسان بن کر چلتے پھرتے ہو۔ اور اس کی نشانیوں میں سے تمہاری ہی جنس کی بیویاں پیدا کرتا ہے تاکہ تم ان سے آرام پاؤ' اس نے تمہارے درمیان محبت اور مہربانی قائم کر دی۔ یقیناً غور وفکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

توحید پر النفسی دلائل: فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے باپ (حضرت) آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے پیدا کیا۔ تم سب کو اس نے بے وقعت پانی کے قطرے سے پیدا کیا۔ پھر تمہاری بہت اچھی صورتیں بنائیں' نطفے سے خون بستہ کی شکل میں پھر گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں کر کے پھر ہڈیاں بنائیں اور ہڈیوں کو گوشت پہنایا پھر روح پھونکی۔ آنکھ' کان' ناک پیدا کئے۔ ماں کے پیٹ سے سلامتی سے نکالا۔ پھر کمزوری کو قوت سے بدلا۔ دن بہ دن طاقتور اور مضبوط قد آور اور زور آور کیا' عمر دی۔ حرکت وسکون کی طاقت دی' اسباب اور آلات دیئے اور مخلوق کا سردار بنایا ادھر سے ادھر پہنچنے کے ذرائع دیئے' سمندروں کی زمین کی مختلف

سواریاں عطا فرمائیں' عقل' علم' سوچ' سمجھ' تدبر' غور کے لئے دل و دماغ عطا فرمائے' دنیاوی کام سمجھائے رزق' عزت حاصل کرنے کے طریقے کھول دیئے۔ ساتھ ہی آخرت کو سنوارنے کا علم اور عمل بھی سکھایا۔ پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو ہر چیز کا صحیح اندازہ کرتا ہے ہر ایک کو ایک مرتبے پر رکھتا ہے۔ شکل و صورت میں' بول چال میں' امیری فقیری میں' عقل و ہنر میں' بھلائی برائی میں' سعادت و شقاوت میں ہر ایک کو جدا گانہ کر دیا تاکہ ہر شخص رب تعالیٰ کی بہت سی نشانیاں اپنے میں اور دوسرے میں دیکھ لے۔ مسند امام احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام زمین سے ایک مٹھی مٹی کی لے کر اس سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پس زمین کے مختلف حصوں کی طرح اولاد آدم کی مختلف رنگتیں ہوئیں۔ کوئی سفید' کوئی سرخ' کوئی سیاہ' کوئی خبیث' کوئی طیب' کوئی خوش خلق' کوئی بدخلق وغیرہ۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی قدرت یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے تمہارے جوڑے بنائے کہ وہ تمہاری بیویاں بنتی ہیں اور تم ان کے خاوند ہوتے ہو یہ اس لئے کہ تمہیں ان سے سکون و راحت' آرام و آسائش حاصل ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی تاکہ وہ اس کی طرف راحت حاصل کرے۔ حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے جو سب سے زیادہ چھوٹی ہے پیدا ہوئی ہیں' پس اگر انسان کا جوڑا انسان سے نہ ملتا اور کسی اور جنس سے اس کا جوڑا بندھتا تو موجودہ الفت و رحمت اس میں نہ ہو سکتی۔ یہ پیار و اخلاص یک جنسی کی وجہ سے ہے۔ ان میں آپس میں محبت و مودت' رحمت و الفت' پیار و اخلاص' رحم اور مہربانی ڈال دی۔ پس مرد یا تو محبت کی وجہ سے عورت کی خبر گیری کرتا ہے یا رحم کھا کر اس کا خیال رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اس سے اولاد ہو چکی ہے۔ اس کی پرورش ان دونوں کے میل ملاپ پر موقوف ہے۔ الغرض بہت سی وجوہات رب العالمین نے رکھ دی ہیں جن کے باعث انسان با آرام اپنے جوڑے کے ساتھ اپنی زندگی گزارتا ہے۔ یہ بھی رب تعالیٰ کی مہربانی اور اس کی قدرت کاملہ کی ایک زبردست نشانی ہے۔ ادنیٰ سے غور سے انسان کا ذہن اس تک پہنچ جاتا ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿٢٢﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٢٣﴾

اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا اختلاف بھی ہے' دانشمندوں کے لئے اس میں یقیناً بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔ اور بھی اس کی قدرت کی نشانی تمہاری راتوں اور دن کی نیند میں ہے اور اس کے فضل یعنی روزی کو تمہارا تلاش کرنا بھی ہے۔ جو لوگ کان لگا کر سننے کے عادی ہیں ان کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

رب العالمین اپنی زبردست قدرت کی ایک نشانی اور بیان فرماتا ہے کہ اس قدر بلند کشادہ آسمان کی پیدائش' اس میں ستاروں کا جڑاؤ' ان کی چمک دمک' ان میں سے بعض کا چلتا پھرتا ہونا' بعض کا ایک جا ثابت رہنا' زمین کو ایک ٹھوس شکل میں بنانا' اسے کثیف پیدا کرنا' اس میں پہاڑ' میدان' جنگل' دریا' سمندر' ٹیلے' پتھر' درخت وغیرہ جما دینا۔ خود تمہاری زبانوں میں رنگتوں میں اختلاف رکھنا' عرب کی زبان اور تاتاریوں کی اور کردوں کی اور رومیوں کی اور فرنگیوں کی اور تکروریوں کی اور بربر کی اور حبشیوں کی اور ہندیوں کی اور ایرانیوں کی اور صقالبہ کی اور آرمینوں کی اور جزریوں کی اور رب جانے کتنی کتنی زبانیں زمین پر بنو آدم میں بولی جاتی ہیں۔ انسانی زبانوں کے اختلاف کے ساتھ ہی ان کی رنگتوں کا اختلاف بھی اللہ تعالیٰ کی شان کا مظہر ہے۔ خیال تو فرمائیے کہ لاکھوں آدمی جمع ہو جائیں ایک کنبے قبیلے کے ایک ملک ایک زبان کے ہوں لیکن ناممکن ہے کہ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی اختلاف نہ ہو۔ حالانکہ اعضائے بدن کے اعتبار سے کلی موافقت ہے۔ سب کی دو آنکھیں دو پلکیں' ایک ناک' دو کان' ایک پیشانی' ایک منہ' دو ہونٹ' دو رخسار' وغیرہ لیکن تاہم ایک سے ایک علیحدہ ہے۔ کوئی نہ کوئی ہیئت' عادت' خصلت' کلام' بات چیت' طرز ادا ایسی ضرور ہو گی کہ

جس میں ایک دوسرے کا امتیاز ہو جائے۔ گو وہ بعض مرتبہ پوشیدہ سی اور ہلکی سی چیز ہی ہو۔ گو خوبصورتی اور بدصورتی میں کئی ایک یکساں نظر آئیں لیکن جب غور کیا جائے تو ہر ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنے والا کوئی نہ کوئی وصف ضرور نظر آ جائے گا۔ ہر جاننے والا اتنی بڑی طاقتوں اور قوتوں کے مالک کو پہچان سکتا ہے اور اس صنعت سے صانع کو جان سکتا ہے۔ نیند بھی قدرت کی ایک نشانی ہے جس سے تھکان دور ہو جاتی ہے' راحت و سکون حاصل ہوتا ہے' اس کے لئے قدرت نے رات بنا دی ہے۔ کام کاج کے لئے' دنیا حاصل کرنے کے لئے' کمائی دھندے کے لئے' تلاش معاش کے لئے اس اللہ تعالٰی نے دن کو پیدا کر دیا جو رات کے بالکل خلاف ہے۔ یقیناً سننے سمجھنے والوں کے لئے یہ چیزیں نشان قدرت ہیں۔ طبرانی میں حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ راتوں کو میری نیند اچاٹ ہو جایا کرتی تھی تو میں نے آنحضرت ﷺ سے اس امر کی شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھا کرو ﴿ اللّٰهُمَّ غَارَتِ النُّجُوْمُ وَهَدَاتِ الْعُيُوْنُ وَاَنْتَ حَيٌّ قَيُّوْمٌ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ اَنِمْ عَيْنِي وَاهْدِئْ لَيْلِي ﴾ میں نے جب اس دعا کو پڑھا تو نیند نہ آنے کی بیماری بفضل اللہ تعالٰی دور ہو گئی۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝

اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امیدوار بنانے کے لئے بجلیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے بارش برساتا ہے اور اس سے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے۔ اس میں بھی عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آسمان و زمین اسی کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں آواز دے گا صرف ایک بار کی آواز کے ساتھ ہی تم سب زمین سے نکل آؤ گے۔

آسمانی بجلی کی چمک دمک: اللہ تعالٰی کی عظمت پر دلالت کرنے والی ایک اور نشانی بیان کی جا رہی ہے کہ آسمانوں پر اس کے حکم سے بجلی کوندتی ہے جسے دیکھ کر کبھی تمہیں دہشت لگنے لگتی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کڑاکا کسی کو ہلاک کر دے کہیں بجلی گرے وغیرہ۔ اور کبھی تمہیں امید بندھتی ہے کہ اچھا ہوا اب بارش برسے گی پانی کی ریل پیل ہوگی' ترسالی ہو جائے گی وغیرہ۔ وہی ہے جو آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اس زمین کو جو خشک پڑی ہوئی تھی جس پر نام نشان کو کوئی ہریاول نہ تھی مثل مردے کے بے کار تھی اس بارش سے وہ زندہ کر دیتا ہے لہلہانے لگتی ہے ہری بھری ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی پیداوار اگا دیتی ہے۔ عقلمندوں کے لئے عظمت ربانی کی یہ ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ وہ اس نشان کو دیکھ کر یقین کر لیتے ہیں کہ اس زمین کو زندہ کرنے والا اللہ تعالٰی ہماری موت کے بعد ہمیں بھی از سر نو زندہ کر دینے پر قادر ہے۔ اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ زمین و آسمان اسی کے حکم سے قائم ہیں۔ وہ آسمان کو زمین پر گرنے نہیں دیتا وہ آسمان و زمین کو تھامے ہوئے ہے اور انہیں زوال سے بچائے ہوئے ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ جب کوئی تاکیدی قسم کھانا چاہتے تو فرماتے اس اللہ تعالٰی کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان ٹھہرے ہوئے ہیں۔ پھر قیامت کے دن وہ زمین و آسمان کو بدل دے گا۔ مردے اپنی قبروں سے زندہ کر کے نکالے جائیں گے۔ خود اللہ تعالٰی انہیں آواز دے گا اور یہ صرف ایک آواز پر زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جس دن وہ تمہیں پکارے گا تم اس کی حمد کرتے ہوئے اسے جواب دو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی کم رہے۔ اور آیت میں ہے ﴿ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴾ صرف ایک ہی آواز سے ساری مخلوق میدان محشر میں جمع ہو جائے گی۔ اور آیت میں ہے ﴿ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴾ یعنی وہ تو صرف ایک آواز ہوگی جسے سنتے ہی سب کے سب ہمارے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

زمین وآسمان کی ہر ہر چیز اسی کی ملکیت ہے اور ہر ایک اس کے فرمان کے ماتحت ہے۔ وہی ہے جس نے شروع شروع میں مخلوق کو پیدا کیا وہی پھر سے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت ہی آسان ہے۔ اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے آسمانوں میں اور زمین میں بھی۔ اور وہی ذی عزت غلبے والا باحکمت حکمت والا ہے۔

دوسری مرتبہ کی پیدائش تو اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے: فرماتا ہے کہ تمام آسمانوں کی اور ساری زمینوں کی مخلوق اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ سب اس کے لونڈی غلام ہیں سب اسی کی ملکیت میں ہیں۔ ہر ایک اس کے سامنے عاجز ولاچار مجبور و بے بس ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں قنوت کا ذکر ہے وہاں مراد اطاعت وفرمانبرداری ہے۔ ابتدائی پیدائش بھی اسی نے کی اور وہی اعادہ بھی کرے گا۔ اور اعادہ بہ نسبت ابتدا کے عادتاً آسان اور ہلکا ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مجھے ابن آدم جھٹلاتا ہے اور اسے یہ چاہئے نہیں تھا۔ وہ مجھے برا کہتا ہے اور یہ بھی اسے لائق نہ تھا۔ اس کا جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے جس طرح اس نے مجھے اولاً پیدا کیا اس طرح دوبارہ پیدا کر نہیں سکتا حالانکہ دوسری مرتبہ کی پیدائش پہلی دفعہ کی پیدائش سے بالکل ہی آسان ہوا کرتی ہے۔ اس کا مجھے برا کہنا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے حالانکہ میں احد وصمد ہوں جس کی نہ اولاد نہ ماں باپ اور جسکا کوئی ہمسر نہیں۔ الغرض دونوں پیدائشیں اس مالک کی قدرت میں ہیں نہ اس پر کوئی کام بھاری نہ بوجھل۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ﴿هُوَ﴾ کی ضمیر کا مرجع ﴿خَلْقُ﴾ ہو ﴿مَثَل﴾ سے مراد یہاں اس کی توحید الوہیت اور توحید ربوبیت ہے نہ کہ مثال۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مثال سے پاک ہے۔ فرمان ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ اس کی مثال کوئی اور نہیں۔ بعض اہل ذوق نے کہا ہے کہ جب صاف شفاف پانی کا ستھرا پاک صاف حوض ٹھہرا ہوا ہو اور باد صبا کے تھپیڑے اسے ہلاتے جلاتے نہ ہوں اس وقت اس میں آسمان صاف نظر آتا ہے سورج اور چاند ستارے بالکل دکھائی دیتے ہیں اسی طرح بزرگوں کے دل ہیں جن میں وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کو ہمیشہ دیکھتے رہتے ہیں۔ وہ غالب ہے جس پر کسی کا بس نہیں نہ اس کے سامنے کسی کی کچھ چل سکے ہر چیز اس کی ماتحتی میں اور اس کے سامنے پست ولاچار عاجز و بے بس ہے۔ اس کی قدرت سطوت سلطنت ہر چیز پر محیط ہے۔ وہ حکیم ہے اپنے اقوال میں افعال میں شریعت میں تقدیر میں غرض ہر ہر امر میں۔ حضرت محمد بن منکدرؒ فرماتے ہیں ﴿مثل اعلیٰ﴾ سے مراد ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک مثال خود تمہاری ہی بیان فرمائی، جو کچھ ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کیا اس میں تمہارے غلاموں میں سے بھی کوئی تمہارا شریک ہے؟ کہ تم اور وہ اس میں برابر درجے کے ہو؟ اور تم ان کا ایسا خطرہ رکھتے ہو جیسا خود اپنوں کا، ہم عقل رکھنے والوں کیلئے اسی طرح کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ ظالم تو بے علم کے خواہش پرستی کر رہے ہیں۔ اسے کون راہ دکھائے جسے اللہ تعالیٰ راہ سے ہٹا دے؟ ان کا ایک بھی مددگار نہیں۔

تم اپنے حق میں شریک برداشت نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کیوں کرے: مشرکین مکہ اپنے بزرگوں کو شریک رب جانتے تھے لیکن ساتھ ہی یہ بھی مانتے تھے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے غلام اور اس کے ماتحت ہیں۔ چنانچہ وہ حج وعمرے کے موقعہ پر لبیک پکارتے ہیں کہتے تھے کہ ﴿لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اِلَّا شَرِیْکًا هُوَ لَکَ تَمْلِکُهٗ وَمَا مَلَکَ﴾ یعنی ہم تیرے دربار میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ کہ وہ خود اور جس چیز کا وہ مالک ہے سب تیری ملکیت میں ہے یعنی ہمارے شریکوں کا اور ان کی ملکیت کا تو ہی اصلی مالک ہے۔ پس یہاں انہیں ایک ایسی مثال سے سمجھایا جا رہا ہے جو خود یہ اپنے نفس میں ہی پائیں اور بہت اچھی طرح غور وخوض کر سکیں۔ تو فرماتا ہے کہ کیا تم میں سے کوئی بھی اس امر پر راضی رضامند ہوگا؟ کہ اس کے کل مال وغیرہ میں اس کے غلام اس کے برابر کے شریک ہوں اور ہر وقت اسے یہ دغدار رہتا ہو کہ کہیں وہ تقسیم کر کے میری جائیداد اور ملکیت آدھوں آدھ بانٹ نہ لے جائیں۔ پس جس طرح تم یہ بات اپنے لئے پسند نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے لئے بھی یہ نہ چاہو۔ جس طرح غلام آقا کی ہمسری نہیں کر سکتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہو سکتا۔ یہ عجب ناانصافی ہے کہ اپنے لئے جس بات سے چڑیں اور نفرت کریں اللہ تعالیٰ کے لئے وہی بات ثابت کرنے بیٹھ جائیں۔ خود بیٹیوں سے جلتے بھلتے تھے اتنا سنتے ہی کہ تیرے ہاں لڑکی ہوئی ہے منہ کالے پڑ جاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں کہتے تھے۔ اسی طرح خود اس بات کے کبھی روادار نہیں ہونے کے کہ اپنے غلاموں کو اپنا برابر کا شریک وسہیم سمجھیں لیکن اللہ تعالیٰ کے غلاموں کو اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھ رہے ہیں۔ کس قدر انصاف کا خون ہے؟ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مشرک جو لبیک پکارتے تھے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی لاشریکی کا اقرار کر کے پھر اس کی غلامی تلے دوسروں کو مان کر پھر انہیں اس کا شریک ٹھہراتے تھے اس پر یہ آیت اتری ہے اور اس میں بیان ہے کہ جب تم اپنے غلاموں کو اپنے برابر کا شریک ٹھہرانے سے عار رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے غلاموں کو اللہ تعالیٰ کا شریک کیوں ٹھہرا رہے ہو؟ یہ صاف بات بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ ہم اسی طرح تفصیل اور دلائل غافلوں کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے اور بتلاتا ہے کہ مشرکین کے شرک کی کوئی سند عقلی نقلی کوئی دلیل نہیں صرف کرشمہ جہالت اور پیروی خواہش۔ جب کہ راہ راست سے ہٹ گئے تو پھر انہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی راہ راست پر لا نہیں سکتا۔ یہ گو دوسروں کو اپنا کارساز اور مددگار مانتے ہوں لیکن واقعہ یہ ہے کہ دشمنان رب کا دوست کوئی نہیں۔ کون ہے جو اس کی مرضی کے خلاف لب ہلا سکے؟ کون ہے جو اس پر مہربانی کرے جس پر اللہ تعالیٰ نامہربان ہو؟ اس کا چاہا ہوا ہوتا ہے اور جسے وہ نہ چاہے ہو نہیں سکتا۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۰ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۳۱ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۳۲

پس تو یکسو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بنائے کو بدلنا نہیں' یہی راست دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس سے ڈرتے رہو اور نماز کو قائم رکھو اور مشرکین میں نہ مل جاؤ۔ جن لوگوں نے اپنے دین کو

ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے نازاں ہے۔

فطرت سے کیا مراد ہے: ملت ابراہیم حنیف پر جم جاؤ جس دین کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کر دیا ہے اور جسے اے نبی (ﷺ)! آپ کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے کمال کو پہنچایا ہے۔ رب تعالیٰ کی فطرت سلیمہ پر وہی قائم ہے جو اس دین اسلام کا پابند ہے۔ اسی پر یعنی توحید پر رب تعالیٰ نے تمام انسانوں کو بنایا ہے۔ روز ازل میں اسی کا سب سے اقرار کر لیا گیا تھا کہ کیا میں تم سب کا رب تعالیٰ نہیں ہوں؟ تو سب نے اقرار کیا کہ بے شک تو ہی ہمارا رب تعالیٰ ہے۔ وہ حدیثیں عنقریب انشاء اللہ بیان ہوں گی جن سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جملہ مخلوق کو اپنے سچے دین پر پیدا کیا ہے گو اس کے بعد لوگ یہودیت' نصرانیت وغیرہ پر چلے گئے۔ لوگو! اللہ تعالیٰ کی اس فطرت کو نہ بدلو۔ لوگوں کو اس راہ راست سے نہ ہٹاؤ۔ تو یہ خبر معنی میں امر کے ہوگی جیسے ﴿مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾ میں یہ معنی نہایت عمدہ اور صحیح ہیں۔ دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو فطرت سلیمہ پر یعنی دین اسلام پر پیدا کیا۔ رب تعالیٰ کے اس دین میں کوئی تغیر تبدل نہیں۔ امام بخاریؒ نے یہی معنی کئے ہیں کہ یہاں خلق اللہ تعالیٰ سے مراد دین اور فطرت اسلام ہے۔ بخاری میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں جیسے بکری کا صحیح سالم بچہ ہوتا ہے جس کے کان لوگ کتر دیتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی ﴿فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ مسند احمد میں ہے حضرت اسود بن سریعؓ فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا' آپ ﷺ کے ساتھ مل کر کفار سے جہاد کیا وہاں ہم بفضل اللہ تعالیٰ غالب آ گئے اس دن لوگوں نے بہت سے کفار کو قتل کیا۔ یہاں تک کہ چھوٹے بچوں پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ حضور اکرم ﷺ کو جب اس کا پتہ چلا تو آپ ﷺ بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے یہ کیا بات ہے کہ لوگ حد سے آگے نکل جاتے ہیں' آج بچوں کو بھی قتل کر دیا ہے۔ کسی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آخر وہ بھی تو مشرکین کی ہی اولاد تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں نہیں۔ یاد رکھو تم میں سے بہترین لوگ مشرکین کے بچے ہیں' خبردار بچوں کو کبھی قتل نہ کرنا' نابالغوں کے قتل سے رک جانا' ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنی زبان سے کچھ کہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہود نصرانی بنا لیتے ہیں۔ جابر بن عبداللہؓ کی روایت سے مسند میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اسے زبان آ جائے' اب یا تو شاکر بنتا ہے یا کافر۔

مسند میں بروایت حضرت ابن عباسؓ مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے مشرکوں کی اولاد کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا وہ خوب جانتا تھا کہ وہ کیا اعمال کرنے والے ہیں۔ آپ سے مروی ہے کہ ایک زمانہ میں میں کہتا تھا مسلمانوں کی اولاد مسلمانوں کے ساتھ ہے اور مشرکوں کی مشرکوں کے ساتھ ہے۔ یہاں تک کہ فلاں شخص نے فلاں سے روایت کر کے مجھے سنایا کہ جب آنحضرت ﷺ سے مشرکوں کے بچوں کے بارے میں سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ خوب عالم ہے اس چیز سے جو وہ کرتے۔

اس حدیث کو سن کر میں نے اپنا فتویٰ چھوڑ دیا۔ حضرت عیاض بن حمارؓ سے مسند امام احمدؒ وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک خطبے میں فرمایا کہ مجھے جناب باری عز وجل نے حکم دیا کہ جو اس نے آج مجھے سکھایا ہے اور اس سے تم جاہل ہو وہ میں تمہیں سکھا دوں۔ فرمایا ہے کہ جو میں نے اپنے بندوں کو دیا ہے میں نے ان کے لئے حلال کیا ہے۔ میں نے اپنے سب بندوں کو ایک طرفہ خالص دین والا بنایا ہے ان کے پاس شیطان پہنچتا ہے اور انہیں دین سے گمراہ کرتا ہے اور حلال کو ان پر حرام کرتا ہے اور انہیں میرے ساتھ شریک کرنے کو کہتا ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف نگاہ ڈالی اور عرب عجم کو سب کو ناپسند فرمایا سوائے چند اہل کتاب کے بقایا کے۔ وہ فرماتا ہے کہ میں نے تجھے صرف آزمائش کے لئے بھیجا ہے تیری اپنی بھی آزمائش ہوگی اور تیری وجہ سے اور سب کی بھی۔ میں تجھ پر وہ کتاب اتاروں گا جسے پانی دھو نہ سکے۔ تو اسے سوتے جاگتے پڑھتا رہے گا۔ پھر مجھ سے جناب باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں قریش کو ہوشیار کر دوں میں نے اپنا اندیشہ

ظاہر کیا کہ کہیں وہ میرا سر کچل کر روٹی جیسا نہ بنا دیں؟ تو فرمایا ان جیسے یہ تجھے نکالیں گے میں انہیں نکالوں گا تو ان سے جہاد کر میں تیرا ساتھ دوں گا' تو خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا۔ تو لشکر بھیج میں اس سے پانچ حصے زیادہ لشکر بھیجوں گا۔ فرمانبرداروں کو لے کر اپنے نافرمانوں پر چڑھائی کر دے۔ اہل جنت تین قسم کے ہیں۔ عادل بادشاہ توفیق خیر والا' نرم دل ہر مسلمان کے ساتھ سلوک احسان کرنے والا پاک دامن سوال سے اور حرام سے بچنے والا عیال دار آ دمی اہل جہنم پانچ قسم کے لوگ ہیں۔ وہ بے وقعت کمینے لوگ جو بے زر اور بے گھر ہیں جو تمہارے دامنوں میں لپٹے رہتے ہیں۔ وہ خائن جو حقیر حقیر چیزوں میں بھی خیانت کئے بغیر نہیں رہتا۔ وہ لوگ جو ہر وقت لوگوں کو ان کی جان مال اور اہل وعیال میں دھوکے دیتے رہتے ہیں' صبح شام چالبازیوں اور مکر وفریب میں لگے رہتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے بخیل کا یا کذاب کا ذکر کیا اور فرمایا پانچویں قسم کے لوگ بدزبان بدگو ہیں (مسلم وغیرہ)

یہی فطرت سلیمہ' یہی شریعت کو مضبوطی سے پکڑے رہنا ہی سچا اور سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ بے علم ہیں اور اپنی اسی جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ایسے پاک دین سے دور بلکہ محروم رہ جاتے ہیں' جیسے اور آیت میں ہے گو تیری حرص ہو لیکن ان میں سے اکثر لوگ بے ایمان ہی رہیں گے۔ اور آیت میں ہے کہ اگر تو اکثریت کی اطاعت کرے گا تو وہ تجھے راہ رب سے بہکا دیں گے۔ تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف راغب رہو اسی کی جانب جھکے رہو' اسی کا ڈر خوف رکھو' اسی کا لحاظ رکھو۔ نمازوں کی پابندی کرو جو سب سے بڑی عبادت اور اطاعت ہے۔ تم مشرک نہ بنو بلکہ موحد خالص بن جاؤ اس کے سوا اور سے کوئی مراد وابستہ نہ رکھو۔ حضرت معاذؓ سے حضرت عمرؓ نے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپؓ نے فرمایا یہ تین چیزیں ہیں اور یہی نجات کی جڑ ہیں' اول اخلاص جو فطرت ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ دوسرے نماز جو دراصل دین ہے' تیسرے اطاعت جو عصمت اور بچاؤ ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ نے سچ کہا ہے۔ تمہیں مشرکوں میں نہ ملنا چاہئے' تمہیں ان کا ساتھ نہ دینا چاہئے اور نہ ان جیسا فعل کرنا چاہئے جنہوں نے دین ربانی کو بدل دیا' بعض باتوں کو مان لیا' بعض سے انکار کر گئے ﴿ فَرَّقُوْا ﴾ کی دوسری قراءت ﴿فَارَقُوْا﴾ ہے یعنی انہوں نے اپنے دین کو چھوڑ دیا۔ جیسے یہود ونصاریٰ' مجوس' بت پرست اور باقی اور باطل مذہب والے۔ جیسے ارشاد ہے جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق کی اور گروہ بندی کر لی تو ان میں سے ہی نہیں ان کا آخر سپرد رب تعالیٰ ہے تم سے پہلے والے گروہ گروہ میں ہو گئے اور سب کے سب باطل پر جم گئے اور ہر فرقہ یہی دعویٰ کرتا رہا کہ وہ کچھ ہے اور دراصل حقانیت ان سب سے گم ہو گئی تھی۔ اس امت میں بھی تفرقہ پڑا لیکن ان میں ایک حق پر ہے ہاں باقی سب گمراہی پر ہیں۔ یہ حق والی جماعت اہل سنت والجماعت ہے جو کتاب اللہ کو اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مضبوط تھامنے والی ہے جس پر اگلے زمانے کے صحابہ' وتابعین' اور آئمہ مسلمین تھے گزشتہ زمانے میں بھی اور اب بھی۔ جیسے مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ان سب میں نجات پانے والا فرقہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ كَانَ عَلٰى مَآ اَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَاَصْحَابِیْ﴾ یعنی وہ لوگ جو اس پر ہوں جس پر آج میں اور میرے اصحاب ہیں (برادران! غور فرمایئے کہ وہ چیز جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے زمانے میں تھے وہ وحی الٰہی یعنی قرآن وحدیث ہی تھی؟ یا کسی امام کی تقلید؟)

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ

يَقْنَطُوْنَ ۞ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۞

لوگوں کو جب کبھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اپنے رب تعالیٰ کی طرف پوری طرح رجوع ہو کر دعائیں کرتے ہیں پھر جب وہ اپنی طرف سے رحمت کا ذائقہ چکھاتا ہے تو ان میں کی ایک جماعت اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے۔ تاکہ وہ اس چیز کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دی ہے۔ اچھا تم فائدہ اٹھالو ابھی ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل نازل کی ہے جو اسے بیان کرے جسے یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کر رہے ہیں۔ اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ خوب خوش ہو جاتے ہیں۔ اور اگر انہیں ان کے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے کوئی برائی پہنچے تو ایک دم وہ محض ناامید ہو جاتے ہیں۔ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے کشادہ روزی دیتا ہے اور تنگ بھی۔ اس میں بھی ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں نشانیاں ہیں۔

انسان کی عجیب حالت ہے: اللہ تعالیٰ لوگوں کی حالت بیان فرما رہا ہے کہ دکھ درد مصیبت و تکلیف کے وقت تو وہ اللہ ﴿وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ﴾ کو بڑی عاجزی زاری نہایت توجہ اور پوری دلسوزی کے ساتھ پکارتے ہیں اور جب اس کی نعمتیں ان پر برسنے لگتی ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں ﴿لِيَكْفُرُوْا﴾ میں لام بعض تو کہتے ہیں لام عاقبت ہے اور بعض کہتے ہیں لام تعلیل ہے۔ لیکن اس کا لام تعلیل ہونا اس وجہ سے بھلا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے یہ مقرر کیا پھر انہیں دھمکایا کہ تم ابھی معلوم کر لو گے۔ بعض بزرگوں کا فرمان ہے کہ کوتوال یا سپاہی اگر کسی کو ڈرائے دھمکائے تو وہ کانپ اٹھتا ہے۔ تعجب ہے کہ اس کے دھمکانے سے ہم دہشت میں نہ آئیں جس کے قبضے میں ہر چیز ہے اور جس کا صرف یہ کہہ دینا ہر امر کے لئے کافی ہے کہ ہو جا۔ پھر مشرکین کا محض بے دلیل ہونا بیان فرمایا جا رہا ہے کہ ہم نے ان کے شرک کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ پھر انسان کی ایک بیہودہ خصلت بطور انکار بیان ہو رہی ہے کہ سوائے چند ہستیوں کے عموماً حالت یہ ہے کہ راحتوں کے وقت پھول جاتے ہیں اور سختیوں کے وقت مایوس ہو جاتے ہیں گویا اب کوئی بہتری ملنے ہی کی نہیں۔ ہاں مومن سختیوں میں صبر اور نرمیوں میں نیکیاں کرتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مومن پر تعجب ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہر قضا بہتر ہی ہوتی ہے راحت پر شکر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے اور مصیبت پر صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کیلئے بہتر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی متصرف اور مالک ہے۔ وہ اپنی حکمت کے مطابق جہان رچائے ہوئے ہے کسی کو کم دیتا ہے کسی کو زیادہ دیتا ہے۔ کوئی تنگی ترشی میں ہے کوئی وسعت اور فراخی میں۔ اس میں مومنوں کے لئے نشان ہیں۔

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۠ فِیْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۞ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۞

قرابت دار کو مسکین کو مسافر کو ہر ایک کو اس کا حق دے۔ یہ ان کے لئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کا منہ دیکھنا چاہتے ہوں ایسے ہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔ تم جو

بیاج پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا۔ اور جو کچھ صدقہ زکوٰۃ تم اللہ تعالیٰ کے منہ کی طلب کے لئے دو تو ایسے لوگ ہی ہیں اپنا دو چند کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر روزی دی پھر مار ڈالے گا پھر زندہ کر دے گا بتاؤ تمہارے شریکوں میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو ان میں سے کچھ بھی کر سکتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی اور برتری ہے ہر اک اس شریک سے جو یہ لوگ مقرر کرتے ہیں۔

قرابت داروں سے صلہ رحمی اور حسن سلوک کا حکم: قرابتداروں کے ساتھ نیکی' سلوک اور صلہ رحمی کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ مسکین اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو یا کچھ ہو لیکن بقدر کفایت نہ ہو اس کے ساتھ بھی سلوک واحسان کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ مسافر جس کو خرچ کا توڑا ہو گیا ہو اور سفر خرچ پاس نہ رہا ہو اس کے ساتھ بھی بھلائی کرنے کا ارشاد ہوتا ہے۔ یہ ان کے لئے بہتر ہے جو چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن دیدار الٰہی کریں۔ حقیقت میں انسان کے لئے اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں۔ دنیا اور آخرت میں نجات ایسے ہی لوگوں کو ملے گی۔ اس دوسری آیت کی تفسیر تو ابن عباسؓ' مجاہدؒ' ضحاکؒ' قتادہؒ' عکرمہؒ' محمد بن کعبؒ اور شعبیؒ سے یہ مروی ہے کہ جو شخص کوئی عطیہ اس ارادے سے دے کہ لوگ اسے اس سے زیادہ دیں تو گو اس ارادے سے ہدیہ دینا ہے تو مباح' لیکن ثواب سے خالی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا بدلہ کچھ نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو اس سے بھی روک دیا۔ اس معنی میں یہ حکم آپ ﷺ کے لئے مخصوص ہوگا۔ اسی کی مشابہ آیت ﴿ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ﴾ ہے یعنی زیادتی معاوضہ کی نیت سے کسی کے ساتھ احسان نہ کیا کرو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سود یعنی نفع کی دو صورتیں ہیں ایک تو بیوپار تجارت میں بیاج یہ تو حرام محض ہے۔ دوسرا سود یعنی زیادتی جس میں کوئی حرج نہیں وہ کسی کو اس ارادہ سے ہدیہ تحفہ دینا ہے کہ یہ مجھے اس سے زیادہ دے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس تو ثواب زکوٰۃ کے ادا کرنے کا ہے۔ زکوٰۃ دینے والوں کو بہت برکتیں ہوتی ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک کھجور بھی صدقہ میں دے لیکن ہو حلال طور سے حاصل کی ہوئی تو اسے اللہ تعالیٰ رحمٰن و رحیم اپنے دائیں ہاتھ میں لیتا ہے اور اس طرح پالتا اور بڑھاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے گھوڑے یا اونٹ کے بچے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہی ایک کھجور اُحد پہاڑ سے بھی بڑی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی خالق و رازق ہے۔ انسان اپنی ماں کے پیٹ سے ننگا' بے علم' بے کان' بے آنکھ' بے طاقت نکلتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اسے سب چیزیں عطا فرماتا ہے۔ مال بھی' ملکیت بھی' کمائی بھی' تجارت بھی' غرض بے شمار نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ دو صحابیوں کا بیان ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ کسی کام میں مشغول تھے ہم نے بھی آپ ﷺ کا ہاتھ بٹایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو سر ملنے لگتے تب تک بھی روزی سے کوئی محروم نہیں رہتا۔ انسان ننگا بھوکا دنیا میں آتا ہے ایک چھلکا بھی اس کے بدن پر نہیں ہوتا' پھر رب تعالیٰ ہی اسے روزیاں دیتا ہے۔ وہ اس حیات کے بعد تمہیں مار ڈالے گا پھر قیامت کے دن زندہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تم جن جن کی عبادت کر رہے ہو ان میں سے ایک بھی ان باتوں میں سے کسی ایک پر قابو نہیں رکھتا۔ ان کاموں میں سے ایک بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی تنہا خالق رازق اور موت زندگی کا مالک ہے۔ وہی قیامت کے دن تمام مخلوق کو جلا دے گا۔ اس کی مقدس منزہ معظم اور عزت وجلال والی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو یا اس جیسا ہو یا اس کے برابر ہو یا اس کی اولاد ہو یا ماں باپ ہوں۔ وہ احد ہے صمد ہے' فرد ہے ماں باپ سے اولاد سے پاک ہے۔ اس کی کفو کا کوئی نہیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾

خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث مصیبتیں آن پڑیں اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے بہت ممکن ہے کہ وہ باز آ

جائیں۔ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ اگلوں کا انجام کیا ہوا؟ جن میں اکثر لوگ مشرک تھے۔

انسان کے گناہوں کا نتیجہ: ممکن ہے بر یعنی خشکی سے مراد میدان اور جنگل ہوں اور بحر یعنی تری سے مراد شہر اور دیہات ہوں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ بر کہتے ہیں خشکی کو اور بحر کہتے ہیں تری کو۔ خشکی کے فساد سے مراد بارش کا نہ ہونا پیداوار کا نہ ہونا قحط سالیوں کا آنا ہے۔ تری کے فساد سے مراد بارش کا رک جانا جس سے پانی کے جانور اندھے ہو جاتے ہیں۔ انسان کا قتل اور کشتیوں کا جبراً چھین جھپٹ لینا' یہ خشکی تری کا فساد ہے۔ بحر سے مراد جزیرے اور بر سے مراد شہر اور بستیاں ہیں۔ لیکن اوّل قول زیادہ ظاہر ہے اور اسی کی تائید محمد بن اسحاق کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایلہ کے بادشاہ سے صلح کی اور اس کا بحر یعنی شہر اسی کے نام کر دیا۔ پھلوں کا اناج کا نقصان دراصل انسان کے گناہوں کی وجہ سے ہے' اللہ تعالیٰ کے نافرمان زمین کے بگاڑنے والے ہیں۔ آسمان وزمین کی اصلاح اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت سے ہے۔ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ زمین پر ایک حد کا قائم ہونا زمین والوں کے حق میں چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے۔ یہ اس لئے کہ حد کے قائم ہونے سے مجرم گناہوں سے باز رہیں گے اور جب گناہ نہ ہوں گے تو آسمانی اور زمینی برکتیں لوگوں کو حاصل ہوں گی۔ چنانچہ آخر زمانہ میں جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اتریں گے اور اس پاک شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے' مثلاً خنزیر کا قتل' صلیب کی شکست' جزیے کا ترک یعنی اسلام کی قبولیت یا جنگ۔ پھر جب آپ علیہ السلام کے زمانے میں دجال اور اس کے مرید ہلاک ہو جائیں گے یاجوج ماجوج تباہ ہو جائیں گے تو زمین سے کہا جائے گا کہ اپنی برکتیں لوٹا دے اس دن ایک انار لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو کافی ہوگا' اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے چھلکے تلے یہ سب لوگ سایہ حاصل کر لیں۔ ایک اونٹنی کا دودھ ایک پورے قبیلے کو کفایت کرے گا۔ یہ ساری برکتیں صرف رسول اللہ ﷺ کی شریعت کے جاری کرنے کی وجہ سے ہوں گی' جوں جوں عدل وانصاف مطابق شرع بڑھے گا ووں ووں خیر وبرکت بڑھتی چلی جائے گی۔ اس کے برخلاف فاجر شخص کے بارے میں حدیث میں ہے کہ اس کے مرنے پر بندے اور شہر اور درخت اور جانور سب راحت پا لیتے ہیں۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ زیاد کے زمانہ میں ایک تھیلی پائی گئی جس میں کھجور کی بڑی گٹھلی جیسے گیہوں کے دانے تھے اور اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ اس زمانے میں اگتے تھے جس میں عدل وانصاف کو کام میں لایا جاتا تھا۔ زید بن اسلم سے مروی ہے کہ مراد فساد سے شرک ہے' لیکن یہ قول تامل طلب ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ مال اور پیداوار کی اور پھل اناج کی کمی بطور آزمائش کے اور بطور ان کے بعض اعمال کے بدلے کے ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴾ ہم نے انہیں بھلائیوں' برائیوں میں مبتلا کیا تاکہ وہ لوٹ جائیں۔ تم زمین میں چل پھر کر آپ ہی دیکھ لو کہ تم سے پہلے جو مشرک تھے ان کے نتیجے کیا ہوئے؟ رسولوں کی نہ ماننے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے کا کیا کچھ وبال ان پر آیا؟ یہ دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿٤٣﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿٤٤﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٥﴾

پس تو اپنا رخ اس سچے اور سیدھے دین کی طرف ہی رکھ قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے جس کی بازگشت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ہی نہیں اس دن سب متفرق ہو جائیں گے۔ کفر کرنے والوں پر ان کا کفر ہوگا۔ اور نیک کام کرنے والے اپنی ہی آرام گاہ سنوار رہے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے جزا دے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے۔ وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

قیامت اللہ تعالیٰ کے ایک حکم سے آ جائے گی: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دین پر جم جانے کی اور چستی سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور فرماتا ہے مضبوط دین کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاؤ' اس سے پہلے کہ قیامت کا دن آ جائے۔ جب اس کے آنے کا اللہ تعالیٰ کا حکم ہو چکے گا پھر اس حکم کو یا اس آنے والی ساعت کو کوئی لوٹا نہیں سکتا۔ اس دن نیک بد علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے۔ ایک جماعت جنت میں ایک جماعت بھڑکتی ہوئی آگ میں۔ کافر اپنے کفر کے بوجھ تلے دب رہے ہوں گے۔ اور نیک اعمال لوگ اپنے کئے ہوئے بہترین آرام دہ ذخیرے پر خوش و خرم ہوں گے۔ رب تعالیٰ انہیں ان کی نیکیوں کا اجر بہت کچھ بڑھا چڑھا کر کئی کئی گنا کر کے دے رہا ہوگا۔ ایک ایک نیکی دس دس بلکہ سات سات سو بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ کر کے انہیں ملے گی۔ کفار کو اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا لیکن تاہم ان پر بھی ظلم نہ ہوگا۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۭ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾

اس کی نشانیوں میں سے خوشخبریاں دینے والی ہواؤں کو چلانا بھی ہے اس لئے کہ تمہیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور اس لئے کہ اس کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اس لئے کہ اس کے فضل کو تم ڈھونڈو اور اس لئے کہ تم شکر گزاری کرو۔ ہم نے تجھ سے پہلے بھی اپنے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان کے پاس دلیلیں لائے۔ پھر ہم نے گنہگاروں سے انتقام لیا۔ ہم پر مومنوں کی مدد لازم ہے۔

یہ بھی تو اسی کی نعمتیں ہیں: بارش کے آنے سے پہلے بھینی بھینی ہواؤں کا چلنا اور لوگوں کو بارش کی امید دلانا۔ اس کے بعد مینہ برسانا تاکہ بستیاں آباد رہیں' جاندار رہیں' سمندروں میں' دریاؤں میں جہاز اور کشتیاں چلیں۔ کیونکہ کشتیوں کا چلنا بھی ہوا پر موقوف ہے۔ اب تم اپنی تجارت اور کمائی دھندے کے لئے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر جا آ سکو۔ پس تمہیں چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار ان گنت نعمتوں پر اس کا شکر یہ ادا کرو۔ پھر اپنے نبی اکرم ﷺ کو تسکین اور تسلی دینے کے لئے فرماتا ہے کہ اگر آپ ﷺ کو لوگ جھٹلاتے ہیں تو آپ ﷺ اسے کوئی انوکھی بات نہ سمجھیں۔ آپ ﷺ سے پہلے کے رسولوں کو بھی ان کی امتوں نے ایسے ہی ٹیڑھے ترچھے فقرے سنائے ہیں۔ وہ بھی صاف روشن اور واضح دلیلیں' معجزے اور احکام لائے تھے' بالآخر جھٹلانے والے عذاب کے شکنجے میں کس دیئے گئے اور مومنوں کو اس وقت ہر قسم کی برائی سے نجات ملی۔ اپنے فضل وکرم سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے نفس کریم پر یہ بات لازم کر لی ہے کہ وہ اپنے باایمان بندوں کو مدد دے گا۔ جیسے فرمان ہے ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ ابن ابی حاتم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی آبرو بچالے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اس سے جہنم کی آگ کو ہٹا لے۔ پھر آپ ﷺ نے پڑھا ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ

إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٤٨﴾ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمُبْلِسِينَ ﴿٤٩﴾ فَانْظُرْ إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتَىٰ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٥٠﴾ وَلَئِنْ أَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا لَظَلُّوا مِنْ بَعْدِهِ يَكْفُرُونَ ﴿٥١﴾

اللہ تعالیٰ ہوائیں چلاتا ہے وہ ابر کو اٹھاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ اپنی منشا کے مطابق اسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تیرے دیکھتے ہوئے اس کے اندر سے قطرے نکلتے ہیں اور جنہیں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان اپنے بندوں پر وہ پانی برساتا ہے تو وہ خوش خوش ہو جاتے ہیں۔ یقین مانا کہ بارش ان پر برسے اس سے پہلے پہلے تو ناامید ہو رہے تھے۔ پس تو رحمت الٰہی کے آثار دیکھ کہ زمین کی موت کے بعد کس طرح اللہ تعالیٰ اسے زندہ کر دیتا ہے؟ کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ اور وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اگر ہم بادتند چلا دیں اور یہ لوگ انہیں کھیتوں کو مرجھائی ہوئی زرد پڑی ہوئی دیکھ لیں تو پھر اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اور بارش: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں یا تو سمندروں پر سے یا جس طرح اور جہاں سے اللہ تعالیٰ کا حکم ہو۔ پھر رب العالمین ابر کو آسمان پر پھیلا دیتا ہے اسے بڑھا دیتا ہے تھوڑے کو زیادہ کر دیتا ہے تم نے اکثر دیکھا ہوگا کہ بالشت دو بالشت کا ابر اٹھا پھر جو وہ پھیلا تو آسمان کے کنارے ڈھانپ لئے۔ اور کبھی یہ بھی دیکھا ہوگا کہ سمندروں سے پانی کے بھرے ابر اٹھتے ہیں۔ اسی مضمون کو آیت ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیَاحَ﴾ الخ۔ میں بیان فرمایا ہے پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے اور تہ بہ تہ کر دیتا ہے۔ وہ پانی سے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ زمین کے قریب ہو جاتے ہیں۔ پھر بارش ان بادلوں کے درمیان سے برسنے لگتی ہے جہاں برسی وہیں کے لوگوں کی باچھیں کھل گئیں۔ پھر فرماتا ہے یہی لوگ بارش سے ناامید ہو چکے تھے اور پوری ناامیدی کے وقت بلکہ ناامیدی کے بعد ان پر بارشیں برسیں اور جل تھل ہو گئے۔ دو دفعہ ﴿مِنْ قَبْلِ﴾ کا لفظ لانا تاکید کے لئے ہے۔ ہ کی ضمیر کا مرجع ﴿اِنْزَال﴾ ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تاسیسی دلالت ہو یعنی بارش ہونے سے پہلے یہ اس کے محتاج تھے اور وہ حاجت پوری ہو اس سے پہلے وقت کے ختم ہو جانے کے قریب بارش نہ ہونے کی وجہ سے یہ مایوس ہو چکے تھے۔ پھر اس ناامیدی کے بعد دفعۃً ابر اٹھتا ہے اور برس جاتا ہے اور ریل پیل کر دیتا ہے اور ان کی خشک زمین تر ہو جاتی ہے قحط سالی تر سالی سے بدل جاتی ہے۔ یا تو زمین صاف چٹیل میدان تھی یا ہر طرف ہریاول دکھائی دینے لگتی ہے۔ دیکھ لو کہ پروردگار عالم بارش سے کس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے؟ یاد رکھو کہ جس رب تعالیٰ کی یہ قدرت تم دیکھ رہے ہو وہ ایک دن مردوں کو ان کی قبروں سے بھی نکالنے والا ہے جبکہ ان کے جسم گل سڑ گئے ہوں گے۔ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر ہم بادتند چلا دیں اگر آندھیاں آ جائیں اور ان کی لہلہاتی ہوئی کھیتیاں برباد ہو جائیں تو وہ پھر سے کفر کرنے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ واقعہ میں بھی یہی بیان ہوا ہے ﴿اَفَرَاَیْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ﴾ سے ﴿مَحْرُوْمُوْنَ﴾ تک۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں ہوائیں آٹھ قسم کی ہیں چار رحمت کی چار زحمت کی۔ ناشرات مبشرات مرسلات اور ذریات تو رحمت کی ہیں اور عقیم صرصر عاصف اور قاصف عذاب کی۔ ان میں سے پہلی دو خشکیوں کی ہیں اور آخری دو تری کی۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ہوائیں دوسری سے مسخر ہیں یعنی دوسری زمین سے جب۔ اللہ تعالیٰ نے عادیوں کی ہلاکت کا ارادہ کیا تو ہواؤں کے داروغہ کو یہ حکم دیا۔ اس نے دریافت کیا کہ جناب باری تعالیٰ! کیا میں ہواؤں کے خزانے میں اتنا سوراخ کر دوں جتنا بیل کا نتھنا ہوتا ہے؟ تو فرمان رب تعالیٰ ہوا کہ نہیں نہیں اگر ایسا ہوا تو کل زمین اور زمین کی کل چیزیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی اتنا نہیں بلکہ اتنا سوراخ کر دو جتنا

انگوٹھی میں ہوتا ہے۔ اب صرف اتنے سے سوراخ سے ہوا چلی جہاں پہنچی وہاں بھس اڑا دیا۔ جس چیز پر سے گزری اسے بے نشان کر دیا۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کا مرفوع ہونا منکر ہے۔ زیادہ ظاہر یہی ہے کہ یہ خود حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا قول ہے۔

فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٥٢﴾ وَمَا أَنتَ بِهَادِ الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٥٣﴾

بے شک تو مردوں کو نہیں سنا سکتا۔ اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتا ہے جب کہ پیٹھ پھیر کر مڑ گئے ہوں۔ اور نہ تو اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت کرنے والا ہے تو تو صرف ان ہی لوگوں کو سناتا ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ہیں بھی وہ اطاعت گزار۔

کیا مردے بھی سنتے ہیں؟ باری تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ جس طرح یہ تیری قدرت سے خارج ہے کہ مردوں کو جو قبروں میں ہوں تو اپنی آواز سنا سکے اور جس طرح یہ ناممکن ہے کہ بہرے شخص کو جب کہ وہ پیٹھ پھیرے منہ موڑے جا رہا ہو تو اپنی بات سنا سکے اسی طرح سے جو حق سے اندھے ہوں تو ان کی رہبری ہدایت کی طرف نہیں کر سکتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ جب چاہے مردوں کو زندوں کی آواز بھی سنا سکتا ہے۔ ہدایت ضلالت اسی کی طرف سے ہے۔ تو تو صرف انہیں سنا سکتا ہے جو باایمان ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے والے ہوں اس کے فرمانبردار ہوں یہ لوگ حق کو سنتے ہیں اور مانتے بھی ہیں۔ یہ تو ہوئی حالت مسلمان کی اور اس سے پہلے جو حالت بیان ہوئی وہ کافر کی ہے۔ جیسے اور آیت میں ﴿ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ﴾ الخ۔ تیری پکار وہی قبول کریں گے جو کان دھر کر سنیں گے مردوں کو اللہ تعالیٰ اٹھا بٹھائے گا، پھر سب اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان مشرکین سے جو جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کئے گئے تھے اور بدر کی کھائیوں میں ان کی لاشیں پھینک دی گئی تھیں ان کی موت کے تین دن بعد ان سے خطاب کر کے انہیں ڈانٹا اور غیرت دلائی۔ حضرت عمرؓ نے یہ دیکھ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ان سے خطاب کرتے ہیں جو مر کر مردہ ہو گئے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم بھی میری اس بات کو جو میں انہیں کہہ رہا ہوں اتنا نہیں سنتے جتنا یہ سن رہے ہیں۔ ہاں وہ جواب نہیں دے سکتے۔ حضرت عائشہؓ نے اس واقعہ کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زبانی سن کر فرمایا کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا ہے کہ وہ اب بخوبی جانتے ہیں کہ جو میں ان سے کہتا تھا وہ حق ہے۔ پھر آپؓ نے مردوں کے نہ سن سکنے پر اسی آیت سے استدلال کیا کہ ﴿ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ ﴾ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا تھا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی یہ بات انہوں نے سن لی تاکہ انہیں پوری ندامت اور کافی شرمساری ہو۔ لیکن علماء کے نزدیک حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت بالکل صحیح ہے کیونکہ اس کے بہت سے شاہد ہیں۔ ابن عبدالبرؒ نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً ایک روایت صحت کر کے وارد کی ہے کہ جو شخص اپنے کسی بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے یہ دنیا میں پہچانتا تھا اور سلام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روح لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ وہ جواب دے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشَيْبَةً ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ﴿٥٤﴾

اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر اس کمزوری کے بعد توانائی دی پھر اس توانائی کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کر دیا۔ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ سب سے پورا واقف اور سب پر پورا قادر ہے۔

انسان کی اصل کیا ہے: انسان کی ترقی و تنزل پر نظر ڈالو اس کی اصل تو مٹی سے ہے' پھر نطفے سے پھر خون بستہ سے پھر گوشت کے لوتھڑے سے پھر اسے ہڈیاں پہنائی جاتی ہیں پھر ہڈیوں پر گوشت پوست پہنایا جاتا ہے پھر روح پھونکی جاتی ہے پھر ماں کے پیٹ سے ضعیف و نحیف ہو کر نکلتا ہے پھر تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہے اور مضبوط ہوتا جاتا ہے پھر بچپن کے زمانے کی بہاریں دیکھتا ہے پھر جوانی کے قریب پہنچتا ہے پھر جوان ہوتا ہے۔ آخر نشو ونما موقوف ہو جاتی ہے۔ اب قویٰ پھر مضمول ہونے شروع ہوتے ہیں' طاقتیں گھٹنے لگتی ہیں۔ ادھیڑ عمر کو پہنچتا ہے پھر بڑھا ہوتا ہے پھر بڈھا پھوس ہو جاتا ہے۔ طاقت کے بعد کی یہ ناطاقتی بھی قابل عبرت ہوتی ہے کہ ہمت پست ہے' دیکھنا' سننا' چلنا' پھرنا' اٹھانا' اچکنا' پکڑنا' غرض ہر طاقت گھٹ جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ بالکل جواب دے جاتی ہے اور ساری صفتیں متغیر ہو جاتی ہیں۔ بدن پر جھریاں پڑ جاتی ہیں' رخسارے پچک جاتے ہیں' دانت ٹوٹ جاتے ہیں' بال سفید ہو جاتے ہیں۔ یہ ہے قوت کے بعد کی ضعیفی اور بڑھاپا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ بنانا بگاڑنا اس کی قدرت کے ادنیٰ کرشمے ہیں۔ ساری مخلوق اس کی غلام' وہ سب کا مالک' وہ عالم وہ قادر' نہ اس کا سا کسی کا علم نہ اس جیسی کسی کی قدرت۔

حضرت عطیہ عوفیؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس آیت کو ﴿ ضَعْفًا ﴾ تک حضرت ابن عمرؓ کے سامنے پڑھا تو آپؓ نے بھی اسے تلاوت کیا اور فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس آیت کو اتنا ہی پڑھا تھا جو آپ پڑھنے لگے' جس طرح میں نے تمہاری قرأت پر قرأت شروع کر دی (ابوداؤد' ترمذی' مسند احمد)

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۡ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝

جس دن قیامت برپا ہو جائے گی گنہگار لوگ قسمیں کھانے لگیں گے۔ کہ ایک گھڑی سے سوا نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح یہ بہکے ہوئے ہی رہے۔ اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا ہے وہ جواب دیں گے کہ تم تو جیسا کہ کتاب اللہ میں ہے۔ یوم قیامت تک ٹھہرے رہے۔ آج کا یہ دن قیامت ہی کا دن ہے لیکن تم تو یقین ہی نہیں مانتے تھے۔ آج ظالموں کو ان کی عذر معذرت کچھ کام نہ آئے گی اور نہ ان سے توبہ طلب کی جائے گی۔

دنیا میں جھوٹی قسمیں اور آخرت میں بھی: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ کفار دنیا اور آخرت کے کاموں سے بالکل جاہل ہیں۔ دنیا کی ان کی جہالت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے رہے اور آخرت میں یہ جہالت کریں گے کہ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہم دنیا میں صرف ایک ساعت ہی رہے۔

اس سے مقصود ان کا یہ ہوگا کہ اتنے تھوڑے سے وقت میں ہم پر کوئی حجت قائم نہیں ہوئی' ہمیں معذور سمجھا جائے۔ اسی لئے فرمایا کہ یہ جیسے یہاں بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں دنیا میں بھی یہ بہکے ہوئے ہی رہے۔ فرماتا ہے کہ ان کے اس کہنے پر علماء کرام جیسے دنیا میں انہیں دلائل دے کر قائل معقول کرتے رہے آخرت میں بھی ان سے کہیں گے کہ تم جھوٹی قسمیں کھا رہے ہو' تم کتاب اللہ یعنی کتاب الاعمال میں اپنی پیدائش سے لے کر جی اٹھنے تک ٹھہرے رہے لیکن تم بے علم اور نرے جاہل لوگ ہو۔ پس قیامت کے دن ظالموں کو اپنے کرتوت سے معذرت کرنا محض بے سود رہے گا اور وہ دنیا کی طرف لوٹائے نہ جائیں گے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴾ یعنی اگر وہ دنیا کی طرف لوٹنا چاہیں تو لوٹ نہیں سکتے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾

بے شک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے سامنے کل مثالیں بیان کر دی ہیں۔ تو ان کے پاس کوئی بھی نشان لا یہ کافر تو یہی کہیں گے کہ تم بے ہودہ گو جھوٹے ہو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے یوں ہی مہر کر دیتا ہے۔ تو صبر کر یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تجھے وہ لوگ خفیف نہ کریں جو یقین نہیں رکھتے۔

آپ ﷺ دل برداشتہ نہ ہوں اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے: حق کو ہم نے اس پاک کلام میں پوری طرح واضح کر دیا ہے اور مثالیں دے دے کر سمجھا دیا ہے کہ لوگوں پر حق کھل جائے اور اس کی تابعداری میں لگ جائیں۔ ان کے پاس تو کوئی بھی معجزہ آ جائے کیسا ہی نشان حق دیکھ لیں لیکن یہ تو چھوٹتے ہی بلا غور علی الفور کہہ دیں گے کہ یہ جادو ہے باطل ہے جھوٹ ہے۔ دیکھئے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔

خود قرآن کریم کی آیت ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ ﴾ الخ۔ میں ہے کہ جن پر تیرے رب تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے گو ان کے پاس تمام نشانیاں آ جائیں یہاں تک کہ وہ دردناک عذابوں کا معائنہ کر لیں۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ بے علم لوگوں کے دلوں پر اسی طرح مہر الٰہی لگ جاتی ہے۔ اے نبی اکرم (ﷺ) آپ صبر کیجئے ان کی مخالفت اور دشمنی پر سہار کئے چلے جائیے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے وہ ضرور تمہیں ایک دن ان پر غالب کرے گا اور تیری امداد فرمائے گا اور دنیا اور آخرت میں تجھے اور تیرے تابعداروں کو مخالفین پر غلبہ دے گا۔ تمہیں چاہیے کہ اپنے کام پر لگے رہو۔ حق پر جم جاؤ اس سے ایک انچ ادھر ادھر نہ ہٹو اسی میں ساری ہدایت ہے باقی سب باطل کے ڈھیر ہیں۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں حضرت علیؓ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں تھے جو ایک خارجی نے آپ کا نام لے کر زور سے اس آیت کی تلاوت کی ﴿ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ آپ نے خاموشی سے اس آیت کو سنا سمجھا اور نماز ہی میں اس کے جواب میں آیت ﴿ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴾ تلاوت فرمائی (ابن جریر، ابن حاتم)۔ (وہ حدیث جس سے اس مبارک سورۃ کی فضیلت اور اسکی قرآت کا صبح کی نماز میں مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔)

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے اسی سورت کی قرآت کی۔ اثنائے قرآت میں آپ کو وہم سا ہو گیا فارغ ہو کر فرمانے لگے تم میں بعض ایسے لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہو جاتے ہیں لیکن با قاعدہ ٹھیک ٹھاک وضو نہیں کرتے۔ تم میں سے جو بھی ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہو اسے اچھی طرح وضو کرنا چاہیے (مسند احمد)۔ اس کی اسناد حسن ہے۔ متن بھی حسن ہے۔ اور اس میں ایک عجیب بھید اور بہت بڑی خبر ہے اور وہ یہ کہ آپ کے مقتدیوں کے وضو بالکل درست نہ ہونے کا اثر آپ پر بھی پڑا۔ پس ثابت ہوا کہ مقتدیوں کی نماز معلق ہے امام کی نماز کے ساتھ۔

﴿الحمد للہ﴾ سورۂ روم کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ لقمان مکیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾ ہُدًی وَّ رَحۡمَۃً لِّلۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۳﴾ الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ ہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ہُدًی مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۵﴾

رب رحیم مہربان وکریم کے نام سے شروع۔

یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ جو نیک کاروں کے لئے رہبر اور سراسر رحمت ہے۔ جو لوگ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے رہتے ہیں اور آخرت پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو اپنے رب تعالی کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

قرآن ہدایت رحمت اور شفاء ہے: سورۂ بقرہ کی تفسیر کے اول میں ہی حروف مقطعات کے معنی اور مطلب کی توضیح کردی گئی ہے۔ یہ قرآن ہدایت' شفاء' اور رحمت ہے ان نیک کاروں کے لئے جو شریعت کے پورے پابند ہیں۔ نمازیں ادا کرتے ہیں۔ ارکان' اوقات وغیرہ کی حفاظت کے ساتھ ساتھ ہی نوافل و سنت وغیرہ بھی نہیں چھوڑتے۔ فرض' زکوۃ ادا کرتے ہیں۔ صلہ رحمی' سلوک واحسان' سخاوت اور داد و دہش کرتے رہتے ہیں۔ آخرت کی جزاء کا انہیں کامل یقین ہے اس لئے اللہ تعالی کی طرف پوری رغبت کرتے ہیں' ثواب کے کام کرتے ہیں اور رب تعالی کے اجر پر نظریں رکھتے ہیں۔ نہ ریاکاری کرتے ہیں نہ لوگوں سے داد چاہتے ہیں۔ ان اوصاف والے راہ یافتہ ہیں' راہ اللہ تعالی پر لگا دیئے گئے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو دین و دنیا میں فلاح نجات اور کامیابی حاصل کریں گے۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡتَرِیۡ لَہۡوَ الۡحَدِیۡثِ لِیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ٭ۖ وَّ یَتَّخِذَہَا ہُزُوًا ؕ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ ﴿۶﴾ وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسۡتَکۡبِرًا کَاَنۡ لَّمۡ یَسۡمَعۡہَا کَاَنَّ فِیۡۤ اُذُنَیۡہِ وَقۡرًا ۚ فَبَشِّرۡہُ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۷﴾

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو باتوں کو مول لیتے ہیں کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو راہ اللہ تعالی سے بہکائیں' اور اسے ہنسی بنائیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رسوا کرنے والے عذاب ہیں۔ جب اس کے سامنے ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا اس طرح منہ پھیر لیتا ہے کہ گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ٹینٹ ہیں تو اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دے۔

گانے میوزک موسیقی کفار کا شیوہ ہے: اوپر بیان ہوا تھا نیک بختوں کا جو کتاب اللہ سے ہدایت پاتے تھے اور اسے سن کر نفع اٹھاتے تھے۔ تو یہاں بیان ہو رہا ہے ان بدبختوں کا جو کلام اللہ تعالی کو سن کر نفع حاصل کرنے سے باز رہتے ہیں اور بجائے اس کے گانے بجانے باجے

گا جے ڈھول تاشے سنتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں قسم اللہ تعالیٰ کی اس سے مراد گانا اور راگ ہے۔ اور آیت میں ہے کہ آپ ﷺ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے تین دفعہ قسم کھا کر فرمایا کہ اس سے مقصد گانا اور راگ راگنیاں ہیں۔ یہی قول حضرت ابن عباسؓ جابرؓ ' عکرمہ' سعید بن جبیر' مجاہد' مکحول' عمرو بن شعیب' علی ابن بذیمہ رحمتہ اللہ علیہم کا ہے۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت گانے بجانے' باجوں گاجوں کے بارے میں اتری ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صرف وہی نہیں جو اس لہو ولعب میں پیسے خرچ یہاں مراد خرید سے اسے محبوب رکھنا اور پسند کرنا ہے۔ انسان کو یہی گمراہی کافی ہے کہ وہ باطل کی بات کو حق پر پسند کر لے اور نقصان کی چیز کو نفع کی بات پر مقدم کر لے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ لغو بات خریدنے سے مراد گانے والی لونڈیوں کی خریداری ہے۔ چنانچہ ابن ابی حاتم وغیرہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ گانے والیوں کی خرید وفروخت حلال نہیں اور ان کی قیمت کا کھانا حرام ہے انہیں کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ امام ترمذیؒ بھی اس حدیث کو لائے ہیں اور اسے غریب کہا ہے اور اس کے ایک راوی علی بن یزید کو ضعیف کہا ہے۔ میں کہتا ہوں خود علی' ان کے استاد اور ان کے کل شاگرد ضعیف ہیں' واللہ اعلم۔ ضحاکؒ کا قول ہے کہ مراد اس سے شرک ہے۔ امام ابن جریرؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ ہر وہ کلام جو کلام اللہ تعالیٰ اور اتباع شرع سے روکے وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ اس سے غرض اس کی اسلام اور اہل اسلام کی مخالفت ہوتی ہے۔ ایک قرات میں ﴿لِيَضِلَّ﴾ ہے تو لام لام عاقبت ہوگا یا لام تعلیل ہوگا۔ یعنی امر تقدیری ان کی اس کارگزاری سے ہو کر رہے گا۔ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ کو ہنسی بنا لیتے ہیں۔ آیات الٰہی کو بھی مذاق میں اڑاتے ہیں۔ اب ان کا انجام بھی سن لو کہ جس طرح انہوں نے راہ الٰہی کی' کتاب الٰہی کی اہانت کی قیامت کے دن ان کی اہانت ہوگی اور خطرناک عذابوں میں ذلیل ورسوا ہوں گے۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ یہ بدنصیب جو کھیل تماشوں باجوں گاجوں پر راگ راگنیوں پر رتجھا ہوا ہے۔ یہ قرآن کی آیتوں سے بھاگتا ہے' ان سے کان بہرے کر لیتا ہے یہ اسے اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ سن بھی لیتا ہے تو بے سنی کر دیتا ہے۔ بلکہ ان کا سننا اسے ناگوار گزرتا ہے کوئی مزہ نہیں آتا۔ وہ اسے فضول کام قرار دیتا ہے چونکہ اس کی کوئی اہمیت اور عزت اس کے دل میں نہیں اس لئے وہ ان سے کوئی نفع حاصل نہیں کر سکتا وہ ان سے تو محض بے پرواہ ہے۔ خیر یہاں اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے اکتاتا ہے تو قیامت کے دن عذاب بھی وہ ہوں گے کہ اکتا اکتا اٹھے۔ یہاں آیات قرآنیہ سن کر اسے دکھ ہوتا ہے وہاں دکھ دینے والے عذاب اسے بھگتنے پڑیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ﴿٨﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٩﴾

بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور کام بھی مطابق سنت کئے ان کے لئے نعمتوں والی جنتیں ہیں۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے' وہ بہت بڑی عزت والا اور کامل حکمت والا ہے۔

محسن اور منعم حقیقی اللہ ہے: نیک لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے' رسول اللہ ﷺ کو مانتے رہے' شریعت کی ماتحتی میں نیک کام کرتے رہے ان کے لئے جنتیں ہیں جن میں طرح طرح کی نعمتیں لذیذ غذائیں' بہترین پوشاکیں' عمدہ عمدہ سواریاں' پاکیزہ نورانی چہروں والی بیویاں ہیں۔ وہاں انہیں اور ان کی نعمتوں کو ہمیشگی ہے کبھی زوال نہیں۔ نہ تو یہ مریں نہ ان کی نعمتیں فنا ہوں نہ کم ہوں نہ خراب ہوں۔ یہ حتماً اور یقیناً ہونے والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے اور رب تعالیٰ کی باتیں بدلتی نہیں اس کے وعدے ٹلتے نہیں۔ وہ کریم ہے' منان ہے' محسن ہے' منعم ہے' جو چاہے کر سکتا ہے ہر چیز پر قادر ہے' عزیز ہے' سب کچھ اس کے قبضے میں ہے' حکیم ہے' کوئی کام' کوئی بات' کوئی فیصلہ خالی از حکمت نہیں۔ اس نے قرآن کریم کو مومنوں کے لئے ہادی اور شافی بنایا ہے' ہاں بے ایمانوں کے کانوں میں بوجھ ہیں اور آنکھوں میں اندھاپن

ہے۔اور آیت ہے ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ یعنی جو قرآن ہم نے نازل فرمایا ہے وہ مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالم تو نقصان میں ہی بڑھتے ہیں۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

اسی نے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کیا ہے تم انہیں دیکھ رہے ہو اور اس نے زمین میں پہاڑوں کو ڈال دیا تا کہ وہ تمہیں جنبش نہ دے سکے۔اور ہر طرح کے جاندار زمین میں پھیلا دیئے۔اور ہم نے آسمان سے پانی برسا کر زمین میں ہر قسم کے نفیس جوڑے اگا دیئے۔ یہ ہے مخلوق الٰہی اب تم مجھے اس کے سوا دوسرے کسی کی کوئی مخلوق تو دکھاؤ۔ کچھ نہیں بلکہ یہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔

زمین وآسمان کا خالق اللہ ہے: اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے کہ زمین وآسمان اور ساری مخلوق کا خالق صرف وہی ہے۔ آسمان کو اس نے بے ستون اونچا رکھا ہے۔واقع میں کوئی ستون ہے ہی نہیں۔گو مجاہدؒ کا یہ قول بھی ہے کہ ستون ہمیں نظر نہیں آتے۔اس مسئلہ کا پورا فیصلہ میں سورۂ رعد کی تفسیر میں لکھ چکا ہوں اس لئے یہاں دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ زمین کو مضبوط کرنے کے لئے اور ہلنے جلنے سے بچانے کے لئے اس نے اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں کہ وہ تمہیں زلزلے اور جنبش سے بچالے۔اس قدر قسم قسم کے بھانت بھانت کے جاندار اس خالق حقیقی نے پیدا کئے کہ آج تک ان کا کوئی حصر نہیں کر سکا۔اپنا خالق اور خلاق ہونا بیان فرما کر اب رازق اور رزاق ہونا بیان فرمارہا ہے کہ آسمان سے بارش اتار کر زمین میں سے طرح طرح کی پیداوار اگا دی جو دیکھنے میں خوش منظر' کھانے میں بے ضرر' نفع میں بہت بہتر۔شعبیؒ کا قول ہے کہ انسان بھی زمین کی پیداوار ہے۔جنتی کریم ہیں اور دوزخی لیئم ہیں۔اللہ تعالیٰ کی یہ ساری مخلوق تو تمہارے سامنے ہے اب جنہیں تم اس کے سوا پوجتے ہو ذرا بتاؤ تو ان کی مخلوق کہاں ہے؟ جب نہیں تو وہ خالق نہیں اور جب خالق نہیں تو معبود نہیں۔پھر ان کی عبادت نرا ظلم اور سخت ناانصافی ہے۔فی الواقع اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں سے زیادہ اندھا' بہرا' بے عقل' بے علم' بے سمجھ' بیوقوف اور کون ہوگا؟

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝

ہم نے یقیناً لقمان کو حکمت دی تھی کہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر کر۔ہر شکر کرنے والا اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرتا ہے جو بھی ناشکری کرے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے۔

کیا حضرت لقمان نبی تھے: اس میں سلف کا اختلاف ہے کہ حضرت لقمان نبی تھے یا نہ تھے؟ اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ آپ نبی نہ تھے پرہیزگار ولی اور اللہ تعالیٰ کے پیارے بزرگ بندے تھے۔ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ حبشی غلام تھے اور بڑھئی تھے۔حضرت جابرؓ سے جب سوال ہوا تو آپ نے فرمایا حضرت لقمان پستہ قد اونچی ناک والے موٹے ہونٹ والے نوبی تھے۔سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ آپ مصر کے

رہنے والے حبشی تھے ۔ حکمت آپ کو عطا ہوئی تھی لیکن نبوت نہیں ملی تھی ۔ آپ نے ایک مرتبہ ایک سیاہ رنگ غلام حبشی سے فرمایا اپنی رنگت کی وجہ سے اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھ تین شخص جو تمام لوگوں سے اچھے تھے تینوں سیاہ رنگ تھے حضرت بلالؓ جو حضور رسالت پناہ ﷺ کے غلام تھے حضرت مھجعؓ جو جناب فاروق اعظمؓ کے غلام تھے اور حضرت لقمان حکیم جو حبشہ کے نوبہ تھے ۔

حضرت خالد ربعیؒ کا قول ہے کہ حضرت لقمان جو حبشی غلام بڑھئی تھے ان سے ایک روز ان کے مالک نے کہا کہ بکری ذبح کرو اور اس کے دو بہترین اور نفیس ٹکڑے گوشت کے میرے پاس لاؤ ۔ وہ دل اور زبان لے گئے ۔ کچھ دنوں بعد پھر ان کے آقا نے یہی حکم دیا اور کہا کہ آج اس کے سارے گوشت میں سے جو بدترین اور خبیث ٹکڑے ہوں وہ لا دو ۔ آپ آج بھی یہی دو چیزیں لے گئے ۔ مالک نے پوچھا اس کی کیا وجہ کہ بہترین ٹکڑے تجھ سے مانگے تو تو یہی دو لایا اور بدترین ٹکڑے مانگے تو تو نے یہی لا دیئے ۔ یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا جب یہ اچھے رہیں تو ان سے بہتر جسم کا کوئی عضو نہیں اور جب یہ برے بن جائیں تو پھر سب سے بدتر بھی یہی ہیں ۔ حضرت مجاہدؒ کا قول ہے کہ حضرت لقمان نبی نہ تھے نیک بندے تھے سیاہ فام غلام تھے ۔ موٹے ہونٹوں والے اور بھرے قدموں والے ۔ اور بزرگ سے یہ بھی مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں قاضی تھے ۔ اور قول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں آپ تھے ۔ ایک مرتبہ آپ کسی مجلس میں وعظ فرما رہے تھے تو ایک چرواہے نے آپ کو دیکھ کر کہا کیا تو وہی نہیں ہے جو میرے ساتھ فلاں فلاں جگہ بکریاں چرایا کرتا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں ۔ اس نے کہا پھر تجھے یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا سچ بولنے اور بے کار کلام نہ کرنے سے ۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے اپنی بلندی کی وجہ یہ بیان کی کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور امانت کی ادائیگی اور کلام کی سچائی اور بے نفع کاموں کا چھوڑ دینا ۔ الغرض ایسے ہی آثار صاف ہیں کہ آپ نبی نہ تھے ۔ لیکن ان میں بھی آپ کا غلام ہونا بیان کیا گیا ہے جو ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ نبی نہ تھے کیونکہ غلامی نبوت کے خلاف ہے ۔ انبیا علیہم السلام عالی نسب اور عالی خاندان ہوا کرتے ہیں ۔

اسی لئے جمہور سلف کا قول ہے کہ حضرت لقمان نبی نہ تھے ۔ ہاں حضرت عکرمہؒ سے مروی ہے کہ آپ نبی تھے لیکن یہ بھی جب کہ سند ثابت ہو جائے ۔ لیکن اس کی سند میں جابر بن یزید جعفی ہیں جو ضعیف ہیں واللہ اعلم ۔ کہتے ہیں کہ حضرت لقمان حکیم سے ایک شخص نے کہا کیا تو بنی حسحاس کا غلام نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہوں ۔ اس نے کہا کیا تو بکریوں کا چرواہا نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہوں ۔ کہا کیا تو سیاہ رنگ نہیں؟ آپ نے فرمایا ظاہر ہے میں سیاہ رنگ ہوں ۔ تم یہ بتلاؤ کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا یہی کہ پھر کیا وجہ ہے کہ تیری مجلس پر رہتی ہے لوگ تیرے دروازے پر آتے رہتے ہیں اور تیری باتیں شوق سے سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا سنو بھائی جو باتیں میں تمہیں کہتا ہوں ان پر عمل کرلو تم بھی مجھ جیسے ہو جاؤ گے ۔ آنکھیں حرام چیزوں سے بند کرلو ۔ زبان بیہودہ باتوں سے روک لو ۔ مال حلال کھایا کرو ۔ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو ۔ زبان سے سچ بات بولا کرو ۔ وعدے کو پورا کیا کرو ۔ مہمان کی عزت کرو ۔ پڑوسی کا خیال رکھو ۔ بے فائدہ کاموں کو چھوڑ دو ۔ انہی عادتوں کی وجہ سے میری بزرگی ہوئی ہے ۔

ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں حضرت لقمان حکیم کسی بڑے گھرانے کے امیر اور بہت زیادہ کنبے والے نہ تھے ۔ ہاں ان میں بہت سی بھلی عادتیں تھیں ۔ وہ خوش خلق خاموش غور و فکر کرنے والے گہری نظر والے دن کو نہ سونے والے تھے ۔ لوگوں کے سامنے تھوکتے نہ تھے نہ پاخانہ پیشاب اور غسل کرتے تھے لغو کاموں سے دور رہتے تھے ہنستے نہ تھے جو کلام کرتے تھے حکمت سے خالی نہ ہوتا تھا جس وقت ان کی اولاد فوت ہوئی یہ بالکل نہ روئے ۔ وہ بادشاہوں امیروں کے پاس اس لئے جاتے تھے کہ غور و فکر اور عبرت و نصیحت حاصل کریں ۔ اسی وجہ سے انہیں بزرگی ملی ۔ حضرت قتادہؒ سے ایک عجیب اثر وارد ہے کہ حضرت لقمان کو حکمت و نبوت کے قبول کرنے میں اختیار دیا گیا تو آپ نے حکمت قبول فرمائی ۔ راتوں رات ان پر حکمت برسا دی گئی اور رگ و پے میں حکمت بھر دی گئی ۔ صبح کو ان کی باتیں اور ان کی عادتیں سب حکیمانہ ہو گئیں ۔ آپ سے سوال ہوا کہ آپ نے نبوت کے مقابلہ میں حکمت کیسے اختیار کی؟ تو جواب دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نبی بنا دیتا تو اور بات تھی ممکن تھا کہ منصب نبوت کو میں نبھا

جاتا۔ لیکن جب مجھے اختیار دیا گیا تو مجھے ڈر لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں نبوت کا بوجھ نہ سہار سکوں اس لئے میں نے حکمت ہی کو پسند کیا۔ اس روایت کے ایک راوی سعید بن بشیر ہیں جن میں ضعف ہے فاللہ اعلم' حضرت قتادہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں مراد حکمت سے اسلام کی سمجھ ہے۔ حضرت لقمان نبی نہ تھے نہ ان پر وحی آتی تھی۔ پس سمجھ علم اور عبرت مراد ہے۔ ہم نے انہیں اپنا شکر بجالانے کا حکم فرمایا تھا کہ میں نے تجھے جو علم و عقل دی ہے اور دوسروں پر جو بزرگی عطا فرمائی ہے اس پر تو میری شکر گزاری کر۔ شکر گزار کچھ مجھ پر احسان نہیں کرتا وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے۔ جیسے اور روایت میں ہے ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا نْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ﴾ نیکی والے اپنے لئے ہی بھلا بھتا تیار کرتے ہیں۔ یہاں فرمان ہے کہ اگر کوئی ناشکری کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی ناشکری ضرر نہیں پہنچاتی وہ اپنے بندوں سے بے پرواہ ہے سب اسکے محتاج ہیں وہ سب سے بے نیاز ہے۔ ساری زمین والے بھی اگر کافر ہو جائیں تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے' وہ سب سے غنی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں' ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے؟

وَإِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۗ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ﴿١٣﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿١٤﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٥﴾

جب کہ لقمان نے وعظ کہتے ہوئے اپنے لڑکے سے فرمایا کہ میرے پیارے بچے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرنا۔ بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق نصیحت کی ہے' اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے حمل میں رکھا اور اس کی دودھ چھٹائی دو برس میں ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کر۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح بسر کرنا اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔ تمہارا سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے' تم جو کچھ کرتے ہو اس سے پھر میں تمہیں خبردار کردوں گا۔

حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت: حضرت لقمانؒ نے اپنے صاحبزادے کو جو نصیحت و وصیت کی تھی اس کا بیان ہو رہا ہے۔ یہ لقمان بن عنقاء بن سدون تھے۔ ان کے بیٹے کا نام بموجب بیان سہیلی ثاران ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر اچھائی سے کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ انہیں حکمت عنایت فرمائی گئی تھی۔ انہوں نے جو بہترین وعظ اپنے لڑکے کو سنایا تھا اور مفید ضروری اور عمدہ نصیحتیں انہیں کی تھیں ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اولاد سے زیادہ پیاری چیز انسان کو اور کوئی نہیں ہوتی اور انسان اپنی بہترین اور انمول چیز اپنی اولاد کو دینا چاہتا ہے۔ تو سب سے پہلے یہ نصیحت کی کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ یاد رکھو اس سے بڑی بے حیائی اس سے زیادہ برا کام اور کوئی نہیں۔ حضرت عبداللہؓ سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ جب آیت ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ الخ۔ اتری تو اصحاب رسول اللہ ﷺ پر بڑی مشکل آ پڑی اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے وہ کون ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو؟ اور آیت میں ہے کہ ایمان کو جنہوں نے ظلم سے نہیں ملایا وہی باامن اور راہ راست والے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا ظلم سے مراد عام گناہ نہیں ہیں

بلکہ ظلم سے مراد وہ ظلم ہے جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ بچے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانا یہ بڑا بھاری ظلم ہے۔

اس پہلی وصیت کے بعد حضرت لقمانؑ دوسری وصیت کرتے ہیں اور وہ بھی درجے اور تاکید کے لحاظ سے واقعی ایسی ہی ہے کہ اس پہلی وصیت سے ملائی جائے۔ یعنی ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرنا' جیسے فرمان جناب باری تعالیٰ ہے ﴿وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا﴾ الخ۔ یعنی تیرا رب تعالیٰ یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ بجز اس کے کسی اور کی تم عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرتے رہو۔

عموماً قرآن کریم میں ان دونوں چیزوں کا بیان ایک ساتھ ہے۔ یہاں بھی اسی طرح ہے ﴿وَھْنٍ﴾ کے معنے مشقت' تکلیف' ضعف وغیرہ کے ہیں۔ ایک تکلیف تو حمل کی ہوتی ہے جسے ماں برداشت کرتی ہے۔ حالت حمل کے دکھ درد کی حالت سب کو معلوم ہے۔ پھر دو سال تک اسے دودھ پلاتی رہتی ہے اور اس کی پرورش میں لگی رہتی ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ الخ۔ یعنی جو لوگ اپنی اولاد کو پورا پورا دودھ پلانا چاہیں ان کے لئے آخری انتہائی میعاد یہ ہے کہ دو سال کامل تک ان بچوں کو ان کی مائیں اپنا دودھ پلاتی رہیں۔

چونکہ ایک اور آیت میں فرمایا گیا ہے ﴿وَحَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا﴾ یعنی مدت حمل اور دودھ چھٹائی کل تیس ماہ ہے اس لئے حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے بڑے بڑے اماموں نے استدلال کیا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینے ہے۔ ماں کی اس تکلیف کو اولاد کے سامنے اس لئے ظاہر کیا جاتا ہے کہ اولاد اپنی ماں کی ان مہربانیوں کو یاد کر کے شکر گزاری۔ اطاعت اور احسان کرے۔ اور آیت میں فرمان عالی شان ہے ﴿وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا﴾ ہم سے دعا کرو اور کہو کہ میرے سچے پروردگار! میرے ماں باپ پر اس طرح رحم و کرم فرما جس طرح میرے بچپن میں وہ مجھ پر رحم و کرم کیا کرتے تھے۔ یہاں فرمایا تاکہ تو میرا اور اپنے ماں باپ کا احسان مند ہو۔ سن لے آخری لوٹنا تو میری ہی طرف ہے اگر میری اس بات کو مان لیا تو بھرپور جزا دوں گا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب حضرت معاذؓ کو رسول اللہ ﷺ نے امیر بنا کر بھیجا آپ نے وہاں پہنچ کر سب سے پہلے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا میں تمہاری طرف رسول اللہ ﷺ کا بھیجا ہوا آیا ہوں یہ پیغام لے کر کہ تم ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو' میری باتیں مانتے رہو میں تمہاری خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ سب کو لوٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف جانا ہے۔ پھر یا تو جنت مکان بنے گی یا جہنم ٹھکانا ہوگا۔ پھر وہاں سے نہ نکال ہو نہ موت آئے۔ پھر فرماتا ہے اگر تمہارے ماں باپ تمہیں اسلام کے سوا اور دین قبول کرنے کو کہیں' گو وہ تمام تر طاقت خرچ کر ڈالیں' خبردار! تم ان کی مان کر ہرگز میرے ساتھ شریک نہ کرنا۔ لیکن اس سے یہ بھی مطلب نہیں کہ تم ان کے ساتھ سلوک و احسان کرنا بھی چھوڑ دو نہیں دنیوی حقوق جو تمہارے ذمہ ان کے ہیں ادا کرتے رہو۔ ایسی باتیں ان کی نہ مانو بلکہ ان کی تابعداری کرو جو میری طرف رجوع ہو چکے ہیں۔ سن لو تم سب لوٹ کر ایک دن میرے سامنے آنے والے ہو اس دن میں تمہیں تمہارے تمام تر اعمال کی خبر دوں گا۔

طبرانی کی کتاب العشرۃ میں ہے کہ حضرت سعد بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں اپنی ماں کی بہت خدمت کیا کرتا تھا اور ان کا پورا اطاعت گزار تھا۔ جب مجھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی طرف ہدایت کی تو میری والدہ مجھ پر بہت بگڑیں اور کہنے لگیں بچے! یہ نیا دین تو کہاں سے نکال لایا۔ سنو میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اس دین سے دستبردار ہو جاؤ ورنہ میں نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی اور یونہی بھوکی مر جاؤں گی۔ میں نے اسلام کو چھوڑا نہیں اور میری ماں نے کھانا' پینا ترک کر دیا اور چاروں طرف سے مجھ پر آوازہ کشی ہونے لگی کہ یہ اپنی ماں کا قاتل ہے۔ میں بہت ہی دل تنگ ہوا اپنی والدہ کی خدمت میں بار بار عرض کیا' خوشامدیں کیں سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی ضد سے

باز آ جاؤ یہ تو ناممکن ہے کہ میں اس سچے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی ہٹھم ہٹھا میں میری والدہ پر تین دن کا فاقہ گزر گیا اور اس کی حالت بہت ہی خراب ہو گئی تو میں اس کے پاس گیا اور میں نے کہا میری اچھی اماں جان سنو! تم مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہو لیکن میرے دین سے زیادہ عزیز نہیں ہو۔ واللہ ایک نہیں تمہاری ایک سو جانیں ہوں اور اسی بھوک پیاس میں ایک ایک کر کے سب نکل جائیں تو بھی میں آخری لمحہ تک اپنے سچے دین اسلام کو نہ چھوڑوں گا پر نہ چھوڑوں گا۔ اب میری ماں مایوس ہو گئیں اور کھانا پینا شروع کر دیا۔

یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۶﴾ یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾

پیارے بیٹے! اگر چہ کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ بھی خواہ کسی پتھر کے تلے ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں ہو اسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا۔ اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبردار ہے۔ اے میرے چھوٹے بیٹے! تو نماز قائم رکھنا اچھے کاموں کی نصیحت کرتے رہنا برے کاموں سے منع کیا کرنا اور جو مصیبت تجھ پر آ جائے اس پر صبر کرنا۔ یقین مان کہ یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ لوگوں کے سامنے اپنے رخسار نہ پھلا اور زمین میں اترا اکڑ کر نہ چل کسی تکبر کرنے والے شیخی خورے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ اپنی رفتار میں میانہ روی کر اور اپنی آواز کو پست کر۔ یقیناً سب سے بدآواز گدھوں کی آواز ہے۔

دوسری ایمان افروز نصیحت: حضرت لقمانؒ کی یہ اور وصیتیں ہیں اور چونکہ یہ سب حکمتوں سے پر ہیں۔ قرآن انہیں بیان فرما رہا ہے تاکہ لوگ ان پر عمل کریں۔ فرماتے ہیں کہ برائی، خطا، ظلم اگر چہ رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ خواہ کتنا ہی پوشیدہ اور لکا چھپا ہو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے پیش کرے گا۔ میزان میں رکھی جائیں گی اور بدلہ دیا جائے گا۔ نیک کام پر جزا بد پر سزا۔ جیسے فرمان ہے ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ ﴾ الخ۔ یعنی قیامت کے دن عدل کی ترازو رکھ کر ہر ایک کو بدلہ دیں گے، کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور آیت میں ہے ذرے برابر نیکی اور ذرے برابر برائی ہر ایک دیکھ لے گا خواہ وہ نیکی یا بدی کسی مکان میں، محل میں، قلعے میں، پتھر کے سوراخ میں، آسمانوں کے کونوں میں، زمین کی تہہ میں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں، وہ اسے لا کر پیش کرے گا وہ بڑے باریک علم والا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی اس پر ظاہر ہے، اندھیری رات میں چیونٹی جو چل رہی ہو اس کے پاؤں کی آہٹ کا بھی وہ علم رکھتا ہے۔ بعضوں نے یہ بھی جائز رکھا ہے کہ ﴿ اِنَّهَا ﴾ میں ضمیر شان کی اور قصہ کی ہے اور اس بناء پر انہوں نے ﴿ مِثْقَالُ ﴾ کی لام کا پیش پڑھنا بھی جائز رکھا ہے لیکن پہلی بات ہی زیادہ اچھی ہے۔ بعض کہتے ہیں ﴿ صخرہ ﴾ سے مراد وہ پتھر ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ اس کی بعض سندیں بھی سدیؒ نے ذکر کی ہیں اگر صحیح ثابت ہو جائیں۔ بعض صحابہؓ وغیرہ سے یہ مروی تو ہے، واللہ اعلم۔ بہت ممکن ہے کہ یہ بھی بنی اسرائیل سے منقول ہو لیکن ان کی کتابوں کی کسی بات کو ہم نہ سچی مان سکیں نہ جھٹلا سکیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بقدر رائی کے دانہ کے کوئی عمل حقیر ہو اور ایسا پوشیدہ ہو کہ کسی پتھر کے اندر ہو۔ جیسے مسند احمد کی حدیث

میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اگر تم میں سے کوئی شخص کوئی عمل کرے کسی بے سوراخ کے پتھر کے اندر جس کا نہ کوئی دروازہ ہو نہ کھڑکی ہو نہ سوراخ ہو تا ہم اللہ تعالیٰ اسے لوگوں پر ظاہر کر دے گا خواہ کچھ ہی عمل ہو نیک ہو یا بد۔ پھر فرماتے ہیں بیٹے! نماز کا خیال رکھنا۔ اس کے فرائض اس کے واجبات ارکان اوقات وغیرہ کی پوری حفاظت کرنا۔ اپنی طاقت کے مطابق پوری کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی باتوں کی تبلیغ اپنوں پرایوں میں کرتے رہنا' بھلی باتوں کے کرنے کو بری باتوں سے بچنے کو ہر ایک سے کہنا اور چونکہ نیکی کا حکم' بدی سے روک وہ چیز ہے جو عموماً لوگوں کو کڑوی لگتی ہے اور حق گو شخص سے لوگ دشمنی رکھتے ہیں' اس لئے ساتھ ہی فرمایا کہ لوگوں سے جو ایذا اور مصیبت پہنچے اس پر صبر کر در حقیقت اللہ تعالیٰ کی راہ میں ننگی شمشیر رہنا اور حق پر مصیبتیں جھیلتے ہوئے سست نہ پڑنا یہ بڑا بھاری اور جوانمردی کا کام ہے۔ پھر فرماتے ہیں اپنا منہ لوگوں سے نہ موڑ انہیں حقیر سمجھ کر یا اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر لوگوں سے تکبر نہ کر۔ بلکہ نرمی برت' خوش خلقی سے پیش آ' خندہ پیشانی سے بات کر۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ کسی مسلمان بھائی سے تو کشادہ پیشانی سے ہنس مکھ ہو کر مل لے یہ بھی تیری بڑی نیکی ہے۔ تہمد اور پاجامے کو ٹخنے سے نیچا نہ کر۔ یہ تکبر و غرور ہے اور تکبر اور غرور اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ حضرت لقمانؑ بھی اپنے بچے کو تکبر نہ کرنے کی وصیت کرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو حقیر سمجھ کر تو ان سے منہ موڑ لے اور مسکینوں سے بات کرنے میں بھی شرمائے۔ منہ موڑے ہوئے باتیں کرنا بھی غرور میں داخل ہے۔ باچھیں پھاڑ کر لہجہ بدل کر حکومت کے ساتھ گھمنڈ بھرے الفاظ سے بات چیت بھی ممنوع ہے۔ ﴿صعر﴾ ایک بیماری ہے جو اونٹوں کی گردن میں ظاہر ہوتی ہے یا سر میں اور اس سے گردن ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ پس متکبر شخص کو اسی ٹیڑھے منہ شخص سے ملا دیا گیا ہے۔ عرب عموماً تکبر کے موقعہ پر صعر کا استعمال کرتے ہیں اور یہ استعمال ان کے شعروں میں بھی موجود ہے۔ زمین پر اینٹھ اکڑ کر اترا کر غرور و تکبر سے نہ چلو یہ چال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند رکھتا ہے جو خود بین' متکبر' سرکش اور فخر و غرور کرنے والے ہوں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا﴾ یعنی اکڑ کر زمین پر نہ چلو نہ تم زمین کو ڈھا سکتے ہو نہ پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتے ہو۔ اس آیت کی تفسیر بھی اس کی جگہ گزر چکی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے سامنے ایک مرتبہ تکبر کا ذکر آ گیا تو آپ ﷺ نے اس کی بڑی مذمت فرمائی اور فرمایا کہ ایسے خود پسند مغرور لوگوں سے اللہ تعالیٰ غصے ہوتا ہے۔ اس پر ایک صحابیؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں جب کپڑے دھوتا ہوں اور خوب سفید ہو جاتے ہیں تو مجھے بہت اچھے لگتے ہیں میں ان سے خوش ہوتا ہوں۔ اسی طرح جوتے میں اچھا تسمہ بھلا لگتا ہے۔ کوڑے کا خوبصورت غلاف بھلا معلوم ہوتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ تکبر نہیں ہے۔ تکبر اس کا نام ہے کہ تو حق کو حقیر سمجھے اور لوگوں کو ذلیل خیال کرے یہ روایت اور طریق سے بہت لمبی مروی ہے اور اس میں حضرت ثابتؓ کے انتقال اور ان کی وصیت کا ذکر بھی ہے۔ اور میانہ روی کی چال چلا کر نہ بہت آہستہ خراماں خراماں نہ بہت جلدی لمبے ڈگ بھر بھر کے۔ کلام میں مبالغہ نہ کر بے فائدہ چیخ چلا نہیں۔ بدترین آواز گدھے کی ہے جو پوری طاقت لگا کر بے سود چلاتا ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی ظاہر کرتا ہے۔ پس یہ بری مثال دے کر سمجھا دیا کہ بلاوجہ چیخنا' ڈانٹ ڈپٹ کرنا حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بری مثالوں کے لائق ہم نہیں۔ اپنی دے دی ہوئی چیز کو واپس لینے والا ایسا ہے جیسے کتا جو قے کر کے چاٹ لیتا ہے۔ نسائی میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو۔ اور جب گدھے کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرو۔ اس لئے کہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔ ایک روایت میں ہے رات کو۔ واللہ اعلم۔

حضرت لقمان کے اقوال زریں: یہ وصیتیں حضرت لقمان حکیم کی نہایت ہی نفع دہ ہیں' قرآن حکیم نے اسی لئے بیان فرمائی ہیں۔ آپ سے اور بھی بہت سے حکیمانہ قول اور وعظ و نصیحت کے کلمات مروی ہیں بطور نمونہ کے اور دستور کے ہم بھی تھوڑے سے بیان کرتے ہیں۔ مسند میں بزبان مبارک رسول اللہ ﷺ حضرت لقمان حکیم کا ایک قول یہ بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جب کوئی چیز سونپ دی جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے اور حدیث میں آپ کا یہ قول بھی مروی ہے کہ تصنع سے بچ یہ رات کے وقت ڈراونی چیز ہے اور دن کو مذمت و برائی والی چیز ہے۔ آپ نے اپنے بیٹے سے یہ بھی فرمایا تھا کہ حکمت سے مسکین لوگ بادشاہ بن جاتے ہیں۔ آپ کا فرمان ہے کہ جب کسی مجلس میں پہنچو پہلے

اسلامی طریق کے مطابق سلام کرو پھر مجلس کے ایک طرف بیٹھ جاؤ۔ دوسرے نہ بولیں تو تم بھی خاموش رہو۔ اور اگر وہ لوگ ذکر اللہ تعالٰی کریں تو تم ان میں سب سے زیادہ حصہ لینے کی کوشش کرو اور اگر گپ شپ شروع کر دیں تو تم اس مجلس کو چھوڑ دو۔ مروی ہے کہ آپ اپنے بچے کو نصیحت کرنے کے لئے جب بیٹھے تو رائی کی بھری ہوئی ایک تھیلی اپنے پاس رکھ لی تھی اور ہر ہر نصیحت کے بعد ایک دانہ اس میں سے نکال لیتے یہاں تک کہ تھیلی خالی ہو گئی تو آپ نے فرمایا بچے اگر اتنی نصیحت کسی پہاڑ کو کرتا تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ چنانچہ آپ کے صاحبزادے کا بھی یہی حال ہوا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حبشیوں کو رکھا کر ان میں سے تین شخص اہل جنت کے سردار ہیں لقمان حکیم نجاشی اور بلال موذن۔ (تواضع اور فروتنی کا بیان) حضرت لقمان نے اپنے بچے کو اس کی وصیت کی تھی اور ابن ابی الدنیا نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ ہم اس میں سے اہم باتیں یہاں ذکر کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں بہت سے پراگندہ بالوں والے میلے کچیلے کپڑوں والے جو کسی بڑے گھر تک نہیں پہنچ سکتے اللہ تعالٰی کے ہاں اتنے بڑے مرتبہ والے ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالٰی پر کوئی قسم لگا بیٹھیں تو اللہ تعالٰی اسے بھی پوری فرما دے۔ اور حدیث میں ہے براء بن مالک ایسے ہی لوگوں میں سے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت معاذؓ کو قبر رسول اللہ ﷺ کے پاس روتے دیکھ کر دریافت فرمایا۔ تو جواب دیا کہ صاحب قبر ﷺ سے ایک حدیث میں نے سنی ہے جسے یاد کر کے رو رہا ہوں۔ میں نے آپ ﷺ سے سنا فرماتے تھے تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے۔ اللہ تعالٰی انہیں دوست رکھتا ہے جو متقی ہیں جو لوگوں میں چھپے چھپائے ہیں جو کسی گنتی میں نہیں آتے اگر وہ کسی مجمع میں نہ ہوں تو کوئی ان کا پرسان حال نہیں اگر آ جائیں تو کوئی آؤ بھگت نہیں لیکن ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں وہ ہر ایک غبار آلود اندھیرے سے بچ کر نور حاصل کر لیتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں یہ میلے کچیلے کپڑوں والے جو ذلیل گنے جاتے ہیں اللہ تعالٰی کے ہاں ایسے مقرب ہیں کہ اگر اللہ تعالٰی پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالٰی پوری کر دے گو انہیں اللہ تعالٰی نے دنیا نہیں دی لیکن اگر ان کی زبان سے پوری جنت کا سوال بھی نکل جائے تو اللہ تعالٰی پورا کر لیتا ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں میری امت میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر آ کر وہ لوگ ایک دینار (اشرفی) ایک درہم (روپیہ) بلکہ ایک فلوس (پیسہ) بھی مانگیں تو تم نہ دو لیکن اللہ تعالٰی کے وہ ایسے پیارے ہیں کہ اگر اللہ تعالٰی سے جنت کی جنت مانگیں تو پروردگار دے دے ہاں دنیا نہ تو انہیں دیتا ہے نہ روکتا ہے اس لئے کہ یہ کوئی قدر کے قابل چیز نہیں۔ یہ میلی کچیلی دو چادروں میں رہتے ہیں اگر کسی موقعہ پر قسم کھا بیٹھیں تو جو قسم انہوں نے کھائی ہو اللہ تعالٰی پوری اتارتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت کے بادشاہ وہ لوگ ہیں جو پراگندہ اور بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں غبار آلود اور گرد سے اٹے ہوئے وہ امیروں کے گھر جانا چاہیں تو انہیں اجازت نہیں ملتی۔ وہ اگر کسی بڑے گھرانے میں مانگا ڈالیں تو وہاں کی بیٹی انہیں نہیں ملتی۔ ان مسکینوں سے انصاف کے برتاؤ نہیں برتے جاتے۔ ان کی حاجتیں اور ان کی امنگیں اور مرادیں پوری ہونے سے پہلے وہ خود ہی فوت ہو جاتے ہیں اور آرزوئیں دل کی دل میں ہی رہ جاتی ہیں انہیں قیامت کے دن اس قدر نور ملے گا کہ اگر وہ تقسیم کیا جائے تو تمام دنیا کو کافی ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے شعروں میں ہے کہ بہت سے وہ لوگ جو دنیا میں حقیر و ذلیل سمجھے جاتے ہیں کل قیامت کے دن تخت و تاج والے ملک و منال والے عزت و جلال والے بنے ہوئے ہوں گے۔ باغات میں نہروں میں نعمتوں میں راحتوں میں مشغول ہوں گے۔ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جناب باری تعالٰی کا ارشاد ہے کہ سب سے زیادہ میرا پسندیدہ ولی وہ ہے جو مومن ہو کم مال والا کم جانوں والا نمازی عبادت و اطاعت گزار پوشیدہ و علانیہ مطیع ہو لوگوں میں اس کی عزت اور اس کا وقار نہ ہو اس کی جانب انگلیاں نہ اٹھتی ہوں اور وہ اس پر صابر ہو۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ جھاڑ کر فرمایا اس کی موت جلدی آ جاتی ہے اس کی میراث بہت کم ہوتی ہے اس کی رونے والیاں تھوڑی ہوتی ہیں۔ فرماتے ہیں اللہ تعالٰی کے سب سے زیادہ محبوب بندے غرباء ہیں جو اپنے دین کو لئے پھرتے ہیں جہاں دین کے کمزور ہونے کا خطرہ ہوتا ہے وہاں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ قیامت کے دن حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوں گے۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ کا قول ہے کہ مجھے یہ

بات پہنچی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے سے فرمائے گا کیا میں نے تجھ پر انعام واکرام نہیں فرمایا؟ کیا میں نے تجھے دیا نہیں؟ کیا میں نے تیرا جسم نہیں ڈھانپا؟ کیا میں نے یہ نہیں کیا؟ کیا یہ نہیں کیا؟ کیا لوگوں میں تجھے عزت نہیں دی تھی؟ وغیرہ تو اگر ہو سکے تو جہاں تک ان سوالوں کا موقعہ کم ملے اچھا۔ کیا فائدہ کہ لوگ خوبیاں بیان کریں؟ اور اگر وہ مذمت بھی کریں تو ہمارا کیا بگڑے گا؟ ہمارے نزدیک تو وہ شخص زیادہ اچھا جسے لوگ برا کہتے ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہو۔ ابن محیرز ؒ تو دعا کرتے تھے کہ اے اللہ میری شہرت نہ ہو۔ خلیل بن احمدؒ اپنی دعا میں کہتے تھے اے اللہ مجھے اپنی نگاہوں میں تو بلندی عطا فرما اور خود میری نظر میں مجھے بہت حقیر کردے اور لوگوں کی نگاہ میں مجھے درمیانہ درجہ کا رکھ۔ پھر ''شہرت'' کا باب باندھ کر امام صاحب ؒ اس حدیث کو لائے ہیں' انسان کو یہی برائی کافی ہے کہ لوگ اسکی دینداری یا دنیاداری کی شہرت دینے لگیں اور اس کی طرف انگلیاں اٹھنے لگیں' اشارے ہونے لگیں' بس اسی میں آکر بہت سے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں مگر جنہیں اللہ تعالیٰ بچالے۔ سنو اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ دلوں کو اور عملوں کو دیکھتا ہے۔ حضرت حسن ؒ سے بھی یہی روایت مرسلا مروی ہے جب آپ نے یہ روایت بیان کی تو کسی نے کہا آپ کی طرف بھی تو انگلیاں اٹھتی ہیں' آپ نے فرمایا تم سمجھے نہیں' مراد انگلیاں اٹھنے سے دینی بدعت یا دنیوی فسق وفجور ہے۔ حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ شہرت حاصل کرنا نہ چاہو۔ اپنے آپ کو اونچا نہ کرو کہ لوگوں میں تذکرے ہونے لگیں۔ علم حاصل کرو لیکن چھپاؤ چپ رہو تاکہ سلامت رہو' نیکوں کو خوش رکھو' بدکاروں سے نفرت رکھو' حضرت ابراہیم ادہم ؒ فرماتے ہیں شہرت کا چاہنے والا اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہوتا۔ حضرت ایوب ؒ کا فرمان ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ دوست بنالیتا ہے وہ تو لوگوں سے اپنا درجہ چھپاتا پھرتا ہے۔

محمد بن علاء ؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دوست لوگ اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا کرتے۔ سماک ابن سلمہ ؒ کا قول ہے عام لوگوں کے میل جول سے اور احباب کی زیادتی سے پرہیز کرو۔ حضرت ابان بن عثمانؓ فرماتے ہیں کہ اگر اپنے دین کو سالم رکھنا چاہتے ہو تو لوگوں سے کم جان پہچان رکھو۔ حضرت ابوالعالیہ ؒ کا قاعدہ تھا جب دیکھتے کہ ان کی مجلس میں تین سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے تو انہیں چھوڑ کر خود چل دیتے۔ حضرت طلحہؓ نے جب اپنے ساتھ بھیڑ دیکھی تو فرمانے لگے طمع کی مکھیاں اور آگ کے پروانے۔ حضرت حنظلہؓ کو لوگ گھیرے کھڑے تھے تو حضرت عمرؓ نے کوڑا اٹھانا اور فرمایا اس میں تابع کی ذلت اور متبوع کے لئے فتنہ ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ جب لوگ چلنے لگے تو آپ نے فرمایا اگر میری پوشیدگیاں تم پر کھل جائیں تو تم میں سے دو بھی شاید میرے پیچھے چلنا پسند نہ کرتے۔ حماد بن زیدؒ کہتے ہیں کہ جب ہم کسی مجلس کے پاس سے گزرتے اور ہمارے ساتھ ایوب ؒ ہوتے تو لوگ سلام کرتے اور وہ سختی سے جواب دیتے۔ پس یہ ایک نعمت تھی۔ آپ لمبی قمیص پہنتے۔ اس پر لوگوں نے کہا تو آپ نے جواب دیا کہ لمبی قمیص اگلے زمانے میں شہرت کی چیز تھی۔ لیکن اب یہ شہرت اس کے اونچا کرنے میں ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنی ٹوپیاں مسنون رنگ کی رنگوائیں کچھ دنوں پہن کر اتار دیں اور فرمایا میں نے دیکھا کہ عام لوگ انہیں نہیں پہنتے۔ حضرت ابراہیم نخعی ؒ کا قول ہے کہ نہ تو ایسا لباس پہنو کہ لوگوں کی انگلیاں اٹھیں نہ اتنا گھٹیا پہنو کہ لوگ حقارت سے دیکھیں۔ ثوری ؒ فرماتے ہیں عام سلف کا یہی معمول تھا کہ نہ بہت بڑھیا کپڑا پہنتے تھے نہ بالکل گھٹیا۔ ابوقلابہ ؒ کے پاس ایک شخص بہت ہی بہترین اور شہرت کا لباس پہنے ہوئے آیا' تو آپ نے فرمایا اس آواز دینے والے گدھے سے بچو۔ حضرت حسن ؒ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے دلوں میں تو تکبر بھر رکھا ہے اور ظاہری لباس میں تواضع کر رکھی ہے گویا چادر ایک بھاری ہتھوڑا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے کہ آپ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا میرے سامنے تو درویشوں کی پوشاک میں آئے ہو حالانکہ تمہارے دل بھیڑیوں جیسے ہیں۔ سنو لباس چاہے بادشاہوں جیسا پہنو مگر دل خوف الٰہی سے نرم رکھو۔ (اچھے اخلاق کا بیان) حضور علیہ الصلوۃ والسلام سب سے بہتر اخلاق والے تھے۔ آپ ﷺ سے سوال ہوا کہ کونسا مومن بہتر ہے؟ فرمایا سب سے اچھے اخلاق والا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ باوجود کم اعمال کے صرف اچھے اخلاق کی وجہ سے انسان بڑے بڑے درجے اور جنت کی اعلیٰ منزل حاصل کر لیتا ہے اور باوجود بہت ساری نیکیوں کے صرف اخلاق کی برائی کی وجہ سے جہنم کے نیچے کے طبقے میں چلا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں اچھے اخلاق ہی میں دنیا آخرت کی بھلائی ہے۔ فرماتے ہیں انسان اپنی خوش اخلاقی کے باعث راتوں کو قیام کرنے والے اور دنوں کو روزے رکھنے والوں کے درجوں کو

پالیتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے سوال ہوا کہ دخول جنت کا موجب عام طور سے کیا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کا ڈر اور اخلاق کی اچھائی۔ پوچھا گیا عام طور سے جہنم میں کونسی چیز لے جاتی ہے؟ فرمایا دو سوراخ دار چیزیں یعنی منہ اور شرمگاہ۔ ایک مرتبہ ایک مرتبہ چند اعراب کے اس سوال پر کہ انسان کو سب سے بہتر عطیہ کیا ملا ہے؟ فرمایا حسن خلق۔ فرماتے ہیں نیکی کی ترازو میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی چیز اور کوئی نہیں۔ فرماتے ہیں تم میں سب سے زیادہ بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہے۔ فرماتے ہیں جس طرح مجاہد کو جو راہ اللہ تعالیٰ میں جہاد کرتا ہے صبح شام اجر ملتا ہے اسی طرح اچھے اخلاق پر بھی اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرماتا ہے۔ ارشاد ہے تم میں سب سے زیادہ محبوب اور سب سے زیادہ قریب مجھ سے وہ ہے جو سب سے اچھے اخلاق والا ہو۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ بغض ونفرت کے قابل اور سب سے دور مجھ سے جنت کی منزل میں وہ ہے جو بد خلق' بدگو' بدزبان ہو۔ فرماتے ہیں کامل ایمان دار اچھے اخلاق والے ہیں جو ہر ایک سے سلوک و محبت سے ملیں جلیں۔ ارشاد ہے جس کی پیدائش اور اخلاق اچھے ہیں اسے اللہ تعالیٰ جہنم کا لقمہ نہیں بنائے گا۔ ارشاد ہے دو خصلتیں مؤمن میں جمع نہیں ہوتیں' بخل اور بد خلقی۔ فرماتے ہیں بد خلقی سے زیادہ بڑا کوئی گناہ نہیں۔ اس لئے کہ بد اخلاقی سے ایک سے ایک بڑے گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بد خلقی سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ اچھے اخلاق سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بد اخلاقیاں نیک اعمال کو غارت کر دیتی ہیں جیسے شہد کو سرکہ خراب کر دیتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں غلام خریدنے سے غلام نہیں بڑھتے لیکن خوش اخلاقی سے لوگ بہت سے گرویدہ اور فدائی ہو سکتے ہیں۔

تکبر کی مذمت کا بیان: امام محمد بن سیرینؒ کا قول ہے کہ اچھا خلق دین کی مدد ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں وہ جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں رائی کے برابر تکبر ہے وہ اوندھے منہ جہنم میں جائے گا۔ ارشاد ہے کہ انسان اپنے غرور اور خود پسندی میں بڑھتے بڑھتے اللہ تعالیٰ کے ہاں جباروں میں لکھ دیا جاتا ہے پھر سرکشیوں کے عذاب میں پھنس جاتا ہے۔ امام مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں ایک دن حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام اپنے تخت پر بیٹھے تھے۔ آپ علیہ السلام کی دربارداری میں اس وقت دو لاکھ انسان تھے اور دو لاکھ جن تھے۔ آپ علیہ السلام کو آسمان تک پہنچایا گیا یہاں تک کہ فرشتوں کی تسبیح کی آواز کان میں آنے لگی اور پھر زمین تک لایا گیا یہاں تک کہ سمندر کے پانی سے آپ علیہ السلام کے قدم بھیگ گئے۔ پھر ہاتف غیب نے ندا دی کہ اگر اس کے دل میں ایک دانے کے برابر بھی تکبر ہوتا تو جتنا اونچا گیا تھا اس سے زیادہ نیچے دھنسا دیا جاتا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خطبے میں انسان کی پیدائش کا بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ دو شخصوں کی پیشاب گاہ سے نکلتا ہے اس طرح اسے بیان فرمایا کہ سننے والے گھن کرنے لگے۔ امام شعبیؒ کا قول ہے کہ جس نے دو شخصوں کو قتل کر دیا وہ بڑا ہی سرکش اور جبار ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ﴾ کیا تو مجھے بھی قتل کرنا چاہتا ہے؟ جیسے کہ تو نے کل ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ تیرا ارادہ تو دنیا میں سرکش اور جبار بن کر رہنے کا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت حسنؒ کا مقولہ ہے وہ انسان جو ہر دن میں دو مرتبہ اپنا پاخانہ اپنے ہاتھ سے دھوتا ہے وہ کس بنا پر تکبر کرتا ہے اور اس کا وصف اپنے میں پیدا کرنا چاہتا ہے جس نے آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور اپنے قبضے میں رکھا ہے۔ ضحاکؒ بن سفیان سے دنیا کی مثال اس چیز سے بھی دی نامروی ہے جو انسان سے نکلتی ہے۔ امام محمد بن حسین بن علیؒ فرماتے ہیں جس دل میں جتنا تکبر اور گھمنڈ ہوتا ہے اتنی ہی عقل اس کی کم ہو جاتی ہے۔ یونس بن عبیدؒ فرماتے ہیں کہ سجدہ کرنے کے ساتھ تکبر اور توحید کے ساتھ نفاق نہیں ہوا کرتا۔ بنی امیہ مار مار کر اپنی اولاد کو اکڑ کر چلنا سکھاتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو آپ کی خلافت سے پہلے ایک مرتبہ اٹھلاتی ہوئی چال چلتی ہوئی دیکھ کر حضرت طاؤسؒ نے ان کے پہلو میں ایک چوکا مارا اور فرمایا یہ چال اس کی جس کے پیٹ میں پاخانہ بھرا ہوا ہے! حضرت عمرؒ بہت شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے معاف فرمائیے ہمیں مار مار کر اس چال کی عادت ڈلوائی گئی ہے

فخر و گھمنڈ کی مذمت کا بیان: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو شخص فخر و غرور سے اپنا کپڑا نیچے لٹکا کر گھسیٹے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھے گا۔ فرماتے ہیں اس کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر نہ ڈالے گا جو اپنا تہبند لٹکائے۔ ایک شخص دو عمدہ

چادریں اوڑھے دل میں غرور لئے ہوئے اکڑتا ہوا جارہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ قیامت تک وہ دھنستا ہوا چلا جائے گا۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًی وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّیْطٰنُ یَدْعُوْهُمْ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۲۱﴾

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی ہر چیز کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی وحی کی تابعداری کرو تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ ہم نے تو جس طریق پر اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اس کی تابعداری کریں گے' بھلا اگرچہ شیطان ان کے بڑوں کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنی نعمتوں کا اظہار: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی نعمتوں کا اظہار فرما رہا ہے کہ دیکھو آسمان کے ستارے تمہارے لئے کام میں مشغول ہیں چمک چمک کر تمہیں روشنی پہنچا رہے ہیں' بادل' بارش' اولے' خشکی سب تمہارے نفع کی چیزیں ہیں' خود آسمان تمہارے لئے محفوظ اور مضبوط چھت ہے۔ زمین کی نہریں' چشمے' دریا' سمندر' درخت' کھیتی' پھل' پھول' یہ سب نعمتیں بھی اسی نے دے رکھی ہیں۔ پھر ان ظاہری بے شمار نعمتوں کے علاوہ باطنی بے شمار نعمتیں بھی اس نے تمہیں دے رکھی ہیں۔ مثلاً رسولوں کو بھیجنا' کتابوں کا نازل فرمانا' شک شبہ وغیرہ دلوں سے دور کرنا وغیرہ اتنی بڑی اور اتنی ساری نعمتیں جس نے دے رکھی ہیں حق یہ تھا کہ اسکی ذات پر سب کے سب ایمان لاتے لیکن افسوس کہ بہت لوگ اب تک اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہی الجھ رہے ہیں اور محض جہالت سے ضلالت سے بغیر کسی سند اور دلیل کے اڑے ہوئے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کی اتباع کرو تو نری بے حیائی کا جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اپنے اگلوں کی تقلید کرینگے گو انکے باپ دادے محض بے عقل اور بے راہ تھے' شیطان کے پھندے میں پھنسے ہوئے تھے اور اس نے انہیں دوزخ کی راہ پر ڈال دیا تھا۔ یہ تھے ان کے سلف اور یہ ہیں انکے خلاف۔

وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَی اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی ؕ وَاِلَی اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا یَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰی عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۲۴﴾

جو شخص اپنے منہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کردے اور ہو بھی وہ نیک کار یقیناً اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔ تمام کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ کافروں کے کفر سے آپ ﷺ رنجیدہ نہ ہوں۔ آخر ان سب کا لوٹنا تو ہماری ہی جانب ہے۔ اس وقت ان کے کئے کو تک سے اللہ تعالیٰ انہیں خبردار کرے گا۔ وہ تو دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔ ہم انہیں گو کچھ یونہی سا فائدہ دے دیں لیکن بالآخر ہم انہیں نہایت بے چارگی کی حالت میں سخت عذابوں کی طرف ہنکا لے جائیں گے۔

اللہ تعالٰی کا فرمانبردار اللہ تعالٰی کی حفاظت میں ہے: فرماتا ہے کہ جو اپنے عمل میں اخلاص پیدا کرے جو اللہ تعالٰی کا سچا فرمانبردار بن جائے جو شریعت کا تابعدار ہو جائے اللہ تعالٰی کے حکموں پر عمل کرے اللہ تعالٰی کے منع کردہ کاموں سے باز آ جائے اس نے مضبوط دستاویز لے لیا گویا اللہ تعالٰی کا وعدہ لے لیا کہ عذابوں سے وہ نجات یافتہ ہے۔ کاموں کا انجام اللہ تعالٰی کے ہاتھ ہے۔ اے پیارے پیغمبر! کافروں کے کفر سے آپ غمگین نہ ہوں۔ اللہ تعالٰی کی تقدیر یونہی جاری ہو چکی ہے سب کا لوٹنا اللہ تعالٰی کی طرف ہے۔ اس وقت اعمال کے بدلے ملیں گے اس اللہ تعالٰی پر کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ دنیا میں مزے کر لیں پھر تو ان عذابوں کو بے بسی سے سہارنا پڑے گا جو بہت سخت اور نہایت گھبراہٹ والے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ﴾ اللہ تعالٰی پر جھوٹ افترا کرنے والے فلاح سے محروم رہ جاتے ہیں۔ فائدہ دنیا تو خیر الگ چیز ہے لیکن ہمارے ہاں آ چکنے کے بعد تو اپنے کفر کی سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

اگر تو ان سے دریافت کرے کہ آسمان و زمین کا خالق کون ہے؟ تو یہ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ تعالٰی۔ تو کہہ دے کہ سب تعریفوں کے لائق اللہ تعالٰی ہی ہے لیکن ان میں کے اکثر بے علم ہیں۔ آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالٰی ہی کا ہے یقیناً اللہ تعالٰی بہت بڑا غنی بے نیاز اور سزاوار حمد وثنا ہے۔

جب خالق اللہ تعالٰی ہے تو معبود کیوں نہیں: اللہ تعالٰی بیان فرماتا ہے کہ یہ مشرک اس بات کو مانتے ہوئے کہ سب کا خالق اکیلا ایک اللہ تعالٰی ہی ہے پھر بھی دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کی نسبت خود جانتے ہیں کہ یہ اللہ تعالٰی کے پیدا کئے ہوئے اور اس کے ماتحت ہیں۔ ان سے اگر پوچھا جائے کہ خالق کون ہے؟ تو ان کا جواب بالکل سچا ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰی! تو کہہ کہ اللہ تعالٰی کا شکر ہے اتنا تو تمہیں اقرار ہے۔ بات یہ ہے کہ اکثر مشرک بے علم ہوتے ہیں۔ زمین و آسمان کی ہر چھوٹی بڑی، چھپی کھلی چیز اللہ تعالٰی کی پیدا کردہ اور اسی کی ملکیت ہے۔ وہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں، وہی سزاوار حمد ہے، وہی خوبیوں والا ہے۔ پیدا کرنے میں بھی، احکام مقرر کرنے میں بھی وہ قابل تعریف ہی تعریف ہے۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝

روئے زمین کے تمام درختوں کی اگر قلمیں ہو جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی ہو اور ان کے بعد سات سمندر اور ہوں تاہم اللہ تعالٰی کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے۔ بے شک اللہ تعالٰی غالب اور باحکمت ہے۔ تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد جلانا ایسا ہی ہے جیسے ایک جی کا۔ بے شک اللہ تعالٰی سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالٰی کی تعریف سے قلم وقرطاس عاجز ہیں: اللہ رب العالمین اپنی عزت، کبریائی، بڑائی، بزرگی، جلالت اور شان بیان فرما رہا ہے۔ اپنی پاک صفتیں، اپنے بلند ترین نام اور اپنے بے شمار کلمات کا ذکر فرما رہا ہے جنہیں نہ کوئی گن سکے نہ شمار کر سکے نہ ان پر کسی کا احاطہ ہو نہ ان کی

حقیقت کو کوئی پا سکے۔ سید البشر خاتم النبیین ﷺ فرمایا کرتے تھے ﴿ لا احصی ثناء علیک کما اثنیت علی نفسک ﴾ اے اللہ! میں تیری نعمتوں کا اتنا شمار بھی نہیں کر سکتا جتنی ثناتو نے اپنی آپ بیان فرمائی ہے۔ پس یہاں جناب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر روئے زمین کے تمام تر درخت قلمیں بن جائیں اور تمام سمندروں کے پانی سیاہی بن جائیں اور ان کے ساتھ ہی سات سمندر اور بھی ملائے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وصفات' جلالت و بزرگی کے کلمات لکھنے شروع کئے جائیں تو یہ تمام قلم گھس جائیں ختم ہو جائیں' سب سیاہیاں پوری ہو جائیں ختم ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی تعریفیں ختم نہ ہوں گی۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ سات سے زیادہ سمندر ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ کے پورے کلمات لکھنے کے لئے کافی ہو جائیں۔ نہیں' یہ گنتی تو زیادتی دکھانے کے لئے ہے اور یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ سات سمندر موجود ہیں اور وہ عالم کو گھیرے ہوئے ہیں۔ البتہ بنو اسرائیل کی ان سات سمندروں کی بابت ایسی روایتیں ہیں لیکن نہ تو انہیں سچ کہا جا سکتا ہے اور نہ جھٹلایا جا سکتا ہے۔ ہاں جو ہم نے بیان کی ہے اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے ﴿ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا ﴾ الخ۔

یعنی اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور رب تعالیٰ کے کلمات کا لکھنا شروع ہو تو کلمات ربانی کے ختم ہونے سے پہلے ہی سمندر ختم ہو جائے اگرچہ ایسا ہی اور سمندر اس کی مدد میں لائیں۔ پس یہاں بھی مراد صرف اسی جیسا ایک ہی سمندر لانا نہیں بلکہ ویسا ایک پھر ایک اور بھی ویسا ہی پھر ویسا ہی پھر ویسا ہی' الغرض خواہ کتنے ہی آ جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہیں ہو سکتیں۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ لکھوانا شروع کرے کہ میرا یہ امر اور یہ امر تو تمام قلمیں ٹوٹ جائیں اور تمام سمندروں کے پانی ختم ہو جائیں۔ مشرکین کہتے تھے کہ یہ کلام اب ختم ہو جائے گا' جس کا رد اس آیت میں ہو رہا ہے کہ نہ رب تعالیٰ کے عجائبات ختم ہوں' نہ اس کی حکمت کی انتہا نہ اس کی صفت اور اس کے علم کا آخر۔ تمام بندوں کے علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں فنا نہیں ہوتیں نہ اسے کوئی ادراک کر سکتا ہے۔ ہم جو کچھ اس کی تعریفیں کریں وہ ان سے سوا ہے۔ یہود کے علماء نے مدینہ طیبہ میں رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ یہ جو آپ قرآن میں پڑھتے ہیں ﴿ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ یعنی تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے' اس سے کیا مراد ہے ہم یا آپ کی قوم؟ آپ نے فرمایا' ہاں سب۔ انہوں نے کہا پھر آپ کلام اللہ کی اس آیت کو کیا کریں گے جہاں فرمان ہے کہ توراۃ میں ہر چیز کا بیان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو وہ اور تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے کلمات کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ تمہیں جو کفایت ہو اتنا اللہ تعالیٰ نے نازل فرما دیا ہے۔ اس پر یہ آیت اتری لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت مدنی ہونی چاہئے۔ حالانکہ مشہور یہ ہے کہ آیت مکی ہے' واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے تمام اشیاء اس کے سامنے پست و عاجز ہیں کوئی اس کے ارادہ کے خلاف نہیں جا سکتا۔ وہ اپنے افعال اقوال شریعت' حکمت اور تمام صفتوں میں سب سے اعلام اور سب پر غالب وقہار ہے۔ پھر فرماتا ہے تمام لوگوں کو پیدا کرنا اور انہیں مار ڈالنے کے بعد جلا دینا مجھ پر ایسا ہی آسان ہے جیسے شخص واحد کا۔ اس کا تو کسی بات کا حکم فرما دینا کافی ہے۔ ایک آنکھ جھپکاتے جتنی دیر بھی نہیں لگتی۔ نہ دوبارہ کہنا پڑے نہ اسباب اور مادے کی ضرورت۔ ایک فرمان میں قیامت قائم ہو جائے گی' ایک ہی آواز کے ساتھ سب جی اٹھیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام باتوں کا سننے والا ہے' سب کے کاموں کا جاننے والا ہے۔ ایک شخص کی باتیں اور اس کے کام جیسے اس پر مخفی نہیں اسی طرح تمام جہان کے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِىْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾

کیا تو نہیں دیکھتا؟ کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں کھپا دیتا ہے۔ سورج چاند کو اسی نے فرمانبردار کر رکھا ہے کہ ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے'

اللہ تعالیٰ ہر چیز سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے۔ یہ سب انتظامات اس وجہ سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور اس کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں سب باطل ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بلندیوں والا بڑی شان والا ہے۔

یہ دن رات یہ موسمی تغیرات: رات کو کچھ گھٹا کر دن کو کچھ بڑھانے والا اور دن کو کچھ گھٹا کر رات کو کچھ بڑھانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جاڑوں کے دن چھوٹے اور راتیں بڑی' گرمیوں کے دن بڑے اور راتیں چھوٹی' اسی کی قدرت کا ظہور ہے۔ سورج چاند اسی کے تحت فرمان ہیں۔ جو جگہ مقرر ہے وہیں چلتے ہیں' قیامت تک برابر اسی چال چلتے رہیں گے' اپنی جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتے۔ صحیحین میں ہے حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابوذرؓ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ جا کر اللہ تعالیٰ کے عرش کے نیچے سجدے میں گر پڑتا ہے اور اپنے رب تعالیٰ سے اجازت چاہتا ہے۔ قریب ہے کہ ایک دن اس سے کہہ دیا جائے جہاں سے آیا ہے وہیں کو لوٹ جا۔ ابن عباسؓ کا قول ہے کہ سورج بمنزلہ ساقیہ کے ہے۔ دن کو اپنے دوران میں جاری رہتا ہے غروب ہو کر رات کو پھر زمین کے نیچے گردش میں رہتا ہے یہاں تک کہ اپنی مشرق سے ہی طلوع ہو۔ اسی طرح چاند بھی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے خبردار ہے۔ جیسے فرمان ہے کیا تو نہیں جانتا کہ زمین آسمان میں جو کچھ ہے سب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ سب کا خالق سب کا عالم اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسے ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا کئے اور انہیں کے مثال زمینیں بنائیں الخ۔ یہ نشانیاں پروردگار عالم اس لئے ظاہر فرماتا ہے کہ تم ان سے اللہ تعالیٰ کے حق وجود پر ایمان لاؤ اور اس کے سوا سب کو باطل مانو۔ وہ سب سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ سب کے سب اس کے محتاج اور اس کے در کے فقیر ہیں۔ سب اس کی مخلوق اور اس کے غلام ہیں' کسی کو ایک ذرے کے حرکت میں لانے کی قدرت نہیں۔ گو ساری مخلوق مل کر ارادہ کر لے کہ ایک مکھی پیدا کریں سب عاجز آ جائیں گے اور ہرگز اتنی قدرت بھی نہیں پائیں گے۔ وہ سب سے بلند ہے جس پر کوئی چیز نہیں وہ سب سے بڑا ہے جس کے سامنے کسی کو کوئی بڑائی نہیں۔ ہر چیز اس کے سامنے حقیر اور پست ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾

کیا تو اس پر غور نہیں کرتا کہ دریا میں کشتیاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے چل رہی ہیں اس لئے کہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھادے۔ یقیناً اس میں ہر ایک صبر وشکر کرنے والے کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور جب ان پر موجیں سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہیں تو وہ نہایت خلوص کے ساتھ اعتقاد کر کے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں۔ پھر جب باری تعالیٰ انہیں نجات دے کر خشکی کی طرف پہنچا تا ہے تو کچھ ان میں سے اعتدال پر رہتے ہیں۔ ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جو بدعہد اور ناشکرے ہوں۔

تلاطم خیز سمندر اور کشتیاں: اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندروں میں جہاز رانی ہو رہی ہے۔ اگر وہ پانی میں کشتی کو تھامنے کی اور کشتی میں پانی کو کاٹنے کی قوت نہ رکھتا تو پانی میں کشتیاں کیسے چلتیں؟ وہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلا رہا ہے۔ مصیبت میں صبر اور راحت میں شکر کرنے والے ان سے بہت کچھ عبرتیں حاصل کر سکتے ہیں۔ جب ان کفار کو سمندروں میں موجیں گھیر لیتی ہیں اور ان کی کشتی ڈگمگانے لگتی ہے اور موجیں پہاڑوں کی طرح ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر کشتیوں کے ساتھ اٹھکھیلیاں کرنے لگتی ہیں تو اپنا شرک کفر سب بھول جاتے ہیں اور گریہ وزاری سے ایک رب کو پکارنے لگتے ہیں' جیسے اور جگہ ہے ﴿ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ﴾ الخ۔ دریا میں جب تمہیں ضرر پہنچتا ہے تو بجز اللہ تعالیٰ

کے سب کو کھو بیٹھتے ہو۔ اور آیت میں ہے ﴿فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ﴾ الخ۔ ان کی اس وقت کی لجاجت پر اگر ہمیں رحم آ گیا اور انہیں سمندر سے پار کر دیا تو سوائے چند کے سب کافر ہو جاتے ہیں۔ مجاہدؒ نے یہی تفسیر کی ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ﴾ لفظی معنی یہ ہیں کہ ان میں سے بعض متوسط درجے کے ہوتے ہیں۔ ابن زیدؒ یہی کہتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ الخ۔ ان میں کے بعض ظالم ہیں بعض میانہ رو ہیں الخ۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی مراد ہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ جس نے ایسی حالت دیکھی ہو جو اس مصیبت سے نکلا ہوا ہے تو چاہیے کہ نیکیوں میں پوری طرح کوشش کرے لیکن تاہم یہ بیچ میں ہی رہ جاتے ہیں اور کچھ تو پھر کفر پر چلے جاتے ہیں۔ ختار کہتے ہیں غدار کو جو عہد شکن ہو۔ ختر کے معنے پوری عہد شکنی کے ہیں۔ کفور کہتے ہیں منکر کو جو نعمتوں سے نٹ جائے' منکر ہو جائے۔ شکر تو ایک طرف' بھول جائے اور ذکر بھی نہ کرے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝

لوگو! اپنے رب تعالیٰ کا لحاظ رکھو اور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنے بیٹے کو کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کا ذرا سا بھی نفع کرنے والا ہوگا۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے دیکھو تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز شیطان تمہیں دھوکے میں ڈال دے۔

قیامت کے دن نفسا نفسی کا عالم: اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرا رہا ہے اور اپنے تقویٰ کا حکم فرما رہا ہے۔ ارشاد ہے اس دن باپ اپنے بچے کو یا بچہ اپنے باپ کو کچھ کام نہ آئے گا۔ ایک دوسرے کا فدیہ نہ ہو سکے گا۔ تم دنیا پر اعتماد نہ کر لو اور آخرت کو فراموش نہ کر جاؤ۔ شیطان کے فریب میں نہ آ جاؤ' وہ تو صرف ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا جانتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے عزیر علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی تکلیف ملاحظہ کی اور غم و رنج بہت بڑھ گیا نیند اچاٹ ہو گئی تو اپنے رب تعالیٰ کی طرف جھک پڑے۔ فرماتے ہیں میں نے نہایت تضرع و زاری کی' خوب رویا گڑگڑایا' نمازیں پڑھیں روزے رکھے' دعائیں مانگیں۔ ایک مرتبہ رو رو کر تضرع کر رہا تھا کہ میرے سامنے ایک فرشتہ آ گیا' میں نے اس سے پوچھا کہ کیا نیک لوگ بروں کی شفاعت کریں گے؟ یا باپ بیٹوں کے کام آئیں گے؟ اس نے فرمایا قیامت کا دن جھگڑوں کے فیصلوں کا دن ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ خود سامنے ہوگا' کوئی بغیر اس کی اجازت کے لب نہ ہلا سکے گا' کسی کو دوسرے کے بارے میں نہ پکڑا جائے گا' نہ باپ بیٹے کے بدلے نہ بیٹا باپ کے بدلے نہ بھائی بھائی کے بدلے نہ غلام آقا کے بدلے نہ کوئی کسی کا غم و رنج کرے گا نہ کسی کو کسی سے شفقت و محبت ہوگی۔ نہ ایک دوسرے کی طرف سے پکڑا جائے گا' ہر شخص آپا دھاپی میں ہوگا' ہر ایک اپنی فکر میں ہوگا' ہر ایک کو اپنا رونا پڑا ہوگا ہر ایک اپنا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا۔ نہ کسی اور کا۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش نازل فرماتا ہے۔ اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے۔ کوئی بھی نہیں جانتا کہ کل کیا کچھ کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی پورے علم والا اور صحیح خبروں والا ہے۔

خزانہ غیب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں: یہ غیب کی وہ کنجیاں ہیں جن کا علم بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو نہیں' مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اسے معلوم کرائے۔ قیامت کے آنے کا صحیح وقت نہ تو کوئی نبی مرسل جانے نہ کوئی مقرب فرشتہ' اس کا وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اسی طرح بارش کب کہاں اور کتنی برسے گی اس کا علم بھی کسی کو نہیں۔ ہاں جب ان فرشتوں کو حکم ہوتا ہے جو اس پر مقرر ہیں تب وہ جانتے ہیں اور جسے اللہ معلوم کرائے اسی طرح حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے؟ اسے بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ہاں جب جناب باری کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوتا ہے جو اسی کام پر مقرر ہیں تب انہیں پتہ چلتا ہے کہ نر ہوگا یا مادہ' لڑکا ہوگا یا لڑکی' نیک ہوگا یا بد؟ اسی طرح کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کل وہ کیا کرے گا؟ نہ کسی کو یہ علم ہے کہ وہ کہاں مرے گا؟ اور آیت میں ہے ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ﴾ غیب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں جنہیں بجز اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور حدیث میں ہے کہ غیب کی کنجیاں یہی پانچ چیزیں ہیں جن کا بیان آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ﴾ الخ۔ میں ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ باتیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا' پھر آپؐ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ بخاری کی حدیث کے الفاظ تو یہ ہیں کہ یہ پانچ غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا الخ۔ مسند احمد میں حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے مجھے ہر چیز کی کنجیاں دی گئی ہیں مگر پانچ' پھر یہی آیت آپ ﷺ نے پڑھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ ہماری مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے۔ پوچھنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! ایمان کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو' فرشتوں کو' کتابوں کو' رسولوں کو' آخرت کو' مرنے کے بعد جی اٹھنے کو مان لینا۔ اس نے پوچھا اسلام کیا ہے؟ فرمایا ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا' نمازیں پڑھنا' زکوٰۃ دینا' رمضان کے روزے رکھنا۔ اس نے دریافت کیا احسان کیا ہے؟ فرمایا تیرا اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا حضور اکرم ﷺ قیامت کب ہے؟ فرمایا اس کا علم نہ مجھے نہ تجھے' ہاں میں اس کی نشانیاں بتلاتا ہوں۔ جب لونڈی اپنے میاں کو جنے اور جب ننگے پیروں اور ننگے بدنوں والے لوگوں کے سردار بن جائیں۔ علم قیامت ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ وہ شخص واپس چلا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اسے لوٹا لاؤ۔ لوگ دوڑ پڑے' لیکن وہ کہیں بھی نظر نہ آیا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام تھے لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے (بخاری)۔

ہم نے اس حدیث کا مطلب شرح بخاری میں خوب بیان کر دیا ہے۔ مسند میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ہتھیلیاں حضور اکرم ﷺ کے گھٹنوں پر رکھ کر یہ سوالات کئے تھے کہ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ تو اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دے اور اللہ تعالیٰ کے واحد و لاشریک ہونے کی گواہی دے اور محمد کے عبد و رسول ہونے کی۔ جب تو یہ کر لے تو تو مسلمان ہو گیا۔ پوچھا اچھا ایمان کس کا نام ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ پر' آخرت کے دن پر' فرشتوں پر' کتاب پر' نبیوں پر عقیدہ رکھنا' موت اور موت کے بعد کی زندگی کو ماننا' جنت دوزخ' حساب میزان اور تقدیر کی بھلائی برائی پر ایمان رکھنا۔ پوچھا جب میں ایسا کر لوں تو کیا میں مؤمن ہو جاؤں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں' پھر احسان کا پوچھا اور جواب پایا جو اوپر مذکور ہوا۔ پھر قیامت کا پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ! یہ ان پانچ چیزوں میں ہے جنہیں صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ پھر نشانیوں میں یہ بھی ذکر ہے کہ لوگ لمبی چوڑی عمارتیں بنانے لگیں گے۔ ایک صحیح سند کے ساتھ مسند احمد میں مروی ہے کہ بنو عامر قبیلے کا ایک شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کہنے لگا میں آؤں؟ آپ ﷺ نے اپنے خادم کو بھیجا کہ جا کر انہیں ادب سکھاؤ۔ یہ اجازت مانگنا نہیں جانتے۔ ان سے کہو کہ پہلے سلام کرو پھر دریافت کرو کہ میں آ سکتا ہوں؟ انہوں نے سن لیا اور اسی طرح سلام کیا اور اجازت چاہی۔ یہ گئے اور جا کر کہا کہ آپ ہمارے لئے کیا لے کر آئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا بھلائی ہی بھلائی۔ سنو تم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو' لات و عزیٰ کو چھوڑ دو۔ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھا کرو۔ سال بھر میں ایک مہینے کے روزے رکھو۔ اپنے مال داروں سے زکوٰۃ وصول کر کے اپنے فقیروں پر تقسیم کرو۔ انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا علم میں سے کچھ ایسا بھی

باقی ہے جسے آپ نہ جانتے ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں ایسا علم بھی ہے جسے بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھی۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ گاؤں کے رہنے والے ایک شخص نے آ کر حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا تھا کہ میری عورت حمل سے ہے بتلائیے کیا بچہ ہوگا؟ ہمارے شہر میں قحط ہے فرمائیے بارش کب ہوگی؟ یہ تو میں جانتا ہوں کہ میں کب پیدا ہوا اب یہ آپ معلوم کرا دیجئے کہ کب مروں گا؟ اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ مجھے ان چیزوں کا مطلق علم نہیں۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں یہی غیب کی کنجیاں ہیں جن کی نسبت فرمان باری تعالیٰ ہے کہ غیب کی کنجیاں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔ حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں جو تم سے کہے کہ رسول اللہ ﷺ کی کل کی بات جانتے تھے تو سمجھ لینا کہ وہ بڑا جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا؟ قتادہؒ کا قول ہے کہ بہت سی چیزیں ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں کرایا' نہ نبی اکرم ﷺ کو نہ فرشتہ کو۔ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے کوئی نہیں جانتا کہ کس سال کس مہینے کس دن یا کس رات میں وہ آئے گی۔ اسی طرح بارش کا علم بھی اس کے سوا کسی کو نہیں کہ کب آئے؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ حاملہ کے پیٹ کا بچہ نر ہوگا یا مادہ' سرخ ہوگا یا سیاہ؟ اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ نیکی کرے گا یا بدی؟ مرے گا یا جئے گا بہت ممکن ہے کل موت یا آفت آ جائے۔ نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ کس زمین میں وہ دبایا جائے گا یا سمندر میں بہایا جائے گا' یا جنگل میں مرے گا یا نرم یا سخت زمین میں جائے گا۔ حدیث مبارکہ میں ہے جب کسی کی موت دوسری زمین میں ہوتی ہے تو اس کا وہیں کا کوئی کام نکل آتا ہے اور وہیں موت آ جاتی ہے۔ اور روایت میں ہے کہ یہ فرما کر رسول کریم ﷺ نے یہی آیت پڑھی۔ اعشیٰ ہمدان کے شعر ہیں جن میں اس مضمون کو نہایت خوبصورتی سے ادا کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن زمین اللہ تعالیٰ سے کہے گی کہ یہ ہیں تیری امانتیں جو تو نے مجھے سونپ رکھی تھیں۔ طبرانی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔

سورۂ لقمان کی تفسیر ختم ہوئی۔ ﴿ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾

تفسیر سورۂ الم سجدہ مکیہ

سورت سجدہ کی فضیلت: حضرت امام بخاریؒ نے کتاب الجمعہ میں حدیث وارد کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں ﴿الٓمّٓ السَّجْدَة﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾ الخ۔ پڑھا کرتے تھے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہمیشہ سونے سے پہلے سورۂ ﴿الٓمّٓ سجدہ﴾ اور سورۂ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ پڑھ لیا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٣﴾

اللہ تعالیٰ مہربان لطف وکرم والے کے نام سے شروع۔

بلاشبہ اس کتاب کا اتارنا تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے۔ نہیں نہیں بلکہ یہ تیرے رب تعالیٰ کی طرف سے حق ہے تاکہ تو انہیں ڈراوے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا' ہو سکتا ہے کہ وہ راہ راست پر آ جائیں۔

قرآن حکیم صرف اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے: سورتوں کے شروع میں جو مقطعات حروف ہیں انکی پوری بحث ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں۔ یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ کتاب قرآن حکیم بے شک وشبہ اللہ رب العالمین کیطرف سے نازل ہوا ہے

مشرکین کا یہ قول غلط ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خود اسے گھڑ لیا ہے ۔ نہیں یہ تو یقیناً اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے ۔ اسلئے اُترا کہ حضور اکرم ﷺ اس قوم کو ڈراوے کے ساتھ آگاہ کر دیں جنکے پاس آپ ﷺ سے پہلے کوئی اور پیغمبر نہیں آیا تا کہ وہ حق کی اتباع کر کے نجات حاصل کر لیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ ﴿۴﴾ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿۵﴾ ذٰلِکَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۶﴾

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے آسمان وزمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا تمہارے لئے اس کے سوا کوئی مددگار اور سفارشی نہیں' کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ وہ آسمان سے زمین کی طرف کاموں کی تدبیر اتارتا ہے پھر ایک ہی دن میں اس کی طرف چڑھ جاتا ہے جس کا اندازہ تمہاری گنتی کے ایک ہزار سال کے برابر ہے ۔ یہی ہے چھپے کھلے کا جاننے والا زبردست غالب بہت ہی مہربان۔

زمین وآسمان کس ترتیب سے بنائے گئے: تمام چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے ۔ اس نے چھ دن میں زمین وآسمان بنائے ۔ پھر عرش پر قرار پکڑا ۔ اس کی تفسیر گزر چکی ہے ۔ مالک خالق وہی ہے ہر چیز کی نکیل اسی کے ہاتھ ہے ۔ تدبیریں سب کاموں کی وہی کرتا ہے' ہر چیز پر غلبہ اسی کا ہے ۔ اس کے سوا مخلوق کا نہ کوئی والی نہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارشی ۔ اے وہ لوگو! جو اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہو' دوسروں پر بھروسہ کرتے ہو کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ اتنی بڑی قدرتوں والا کیوں کسی کو اپنا شریک کار بنانے لگا؟ وہ برابری سے وہ وزیر و مشیر سے وہ شریک و سہیم سے پاک منزہ اور مبرا ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' نہ اس کے علاوہ کوئی پالنہار ہے ۔ نسائی میں ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میرا ہاتھ تھام کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزیں پیدا کر کے ساتویں دن عرش پر قیام کیا ۔ مٹی ہفتے کے دن بنی' پہاڑ اتوار کے دن' درخت پیر کے دن' برائیاں منگل کے دن' نور بدھ کے دن' جانور جمعرات کے دن' آدم علیہ السلام جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کی آخری گھڑی میں' اسے تمام روئے زمین کی مٹی سے پیدا کیا جس میں سرخ سیاہ' اچھی بری ہر طرح کی تھی اسی باعث اولاد آدم بھلی بری ہوئی ۔ امام بخاریؒ اسے معلل بتاتے ہیں'

فرماتے ہیں اور سند سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے اسے کعب احبار سے بیان کیا ہے اور حضرات محدثین رحمتہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے معلول بتایا ہے' واللہ اعلم۔

اس کا حکم ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اترتا ہے اور ساتوں زمینوں کے نیچے تک پہنچتا ہے ۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ﴾ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور انہی کے مثل زمینیں' اس کا حکم ان سب کے درمیان اترتا ہے ۔ اعمال اپنے دیوان کی طرف اٹھائے اور چڑھائے جاتے ہیں جو آسمان دنیا کے اوپر ہے ۔ زمین سے آسمان اول پانچ سو سال کے فاصلہ پر ہے اور اتنا ہی اس کا دل ہے ۔ اتنا اترنا چڑھنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے فرشتہ ایک آنکھ جھپکنے میں کر لیتا ہے ۔ اسی لئے فرمایا ایک دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی ہے ۔ ان امور کا مدبر اللہ تعالیٰ ہے ۔ وہ اپنے بندوں کے اعمال سے باخبر ہے ۔ سب چھوٹے بڑے عمل اس کی طرف چڑھتے ہیں ۔ وہ غالب ہے جس نے ہر چیز کو اپنا ماتحت کر رکھا ہے' کل بندے اور کل گردنیں اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے، وہ اپنے مؤمن بندوں پر بہت ہی مہربان ہے' عزیز ہے اپنی رحمت میں' اور رحیم ہے اپنی عزت میں۔

الَّذِیْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

جس نے نہایت خوب بنائی جو چیز بھی بنائی اور انسان کی بناوٹ مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل ایک بے وقعت پانی کے خلاصے سے پیدا کی۔ جسے ٹھیک ٹھاک کر کے اس میں اپنی روح پھونکی، اسی نے تمہارے کان آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت ہی تھوڑا احسان مانتے ہو۔

اس کی ہر تخلیق شاہکار ہے: فرماتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز قرینے سے بہترین طور سے بہترین ترکیب پر خوبصورت بنائی ہے۔ ہر چیز کی پیدائش کتنی عمدہ، کیسی مستحکم اور مضبوط ہے۔ آسمان وزمین کی پیدائش کے ساتھ ہی خود انسان کی پیدائش پر غور کرو۔ اس کا شروع دیکھو کہ مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے۔ پھر ان کی نسل نطفے سے جاری رکھی جو مرد کی پیٹھ اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے۔ پھر اسے یعنی آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کرنے کے بعد ٹھیک ٹھاک اور درست کیا اور اس میں اپنے پاس کی روح پھونکی۔ تمہیں کان آنکھ سمجھ عطا فرمائی۔ افسوس کہ پھر بھی تم شکر گزاری میں کثرت نہیں کرتے۔ نیک انجام اور خوش خرم وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں کو اسی کی راہ میں خرچ کرتا ہے ﴿جَلَّ شَانُهٗ وَ عَزَّ اسْمُهٗ﴾

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۬ؕ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝

کہنے لگے کیا جب ہم زمین میں کھوئے جائیں گے کیا پھر نئی پیدائش میں آجائیں گے۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنے پروردگار کی ملاقات کا یقین ہی نہیں۔ کہہ دے کہ تمہیں موت کا وہ فرشتہ فوت کرے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

موت کے فرشتے سے ملاقات ہوگی: کفار کا عقیدہ بیان ہو رہا ہے کہ وہ مرنے کے بعد جینے کے قائل نہیں اور اسے وہ محال جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہمارے ریزے ریزے جدا ہو جائیں گے اور مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے پھر بھی ہم نئے سرے سے بنائے جا سکتے ہیں؟ افسوس یہ لوگ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کو بھی قیاس کرتے ہیں اور اپنی محدود قدرت پر اللہ تعالیٰ کی نامعلوم قدرت کا اندازہ کرتے ہیں۔ مانتے ہیں جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اوّل بار پیدا کیا ہے۔ تعجب ہے کہ پھر دوبارہ پیدا کرنے پر اسے قادر کیوں نہیں مانتے؟ حالانکہ اس کا تو صرف فرمان چلتا ہے۔ جہاں کہا یوں ہو جا وہیں وہ ہو گیا۔ اسی لئے فرمایا کہ انہیں اپنے پروردگار کی ملاقات سے انکار ہے۔ اس کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ ملک الموت جو تمہاری روح کے قبض کرنے پر مقرر ہیں تمہیں فوت کر دیں گے۔ اس آیت سے بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت ایک فرشتہ کا لقب ہے۔ حضرت براءؓ کی وہ حدیث جس کا بیان سورۂ ابراہیم میں گزر چکا ہے اس سے بھی پہلی بات یہی سمجھ میں آتی ہے اور بعض آثار میں ان کا نام عزرائیل بھی ہے اور یہی مشہور ہے۔ ہاں ان کے ساتھ اور ان کے ساتھ کام کرنے والے اور فرشتے بھی ہیں جو جسم سے روح کو نکالتے ہیں اور نرخرے تک پہنچ جانے کے بعد ملک الموت اسے لے لیتے ہیں۔ ان کے لئے زمین سمیٹ دی گئی ہے اور ایسی ہے جیسے ہمارے سامنے کوئی سینی رکھی ہوئی ہو کہ جو چاہا اٹھا لیا۔ ایک مرسل حدیث بھی اس مضمون کی ہے اور ابن عباسؓ کا مقولہ بھی ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک انصاری کے سرہانے ملک الموت کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ملک الموت میرے صحابی کے ساتھ آسانی کیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اے نبی اللہ ﷺ! تسکین خاطر رکھئے اور دل خوش کیجئے واللہ میں خود با ایمان کے ساتھ نہایت ہی نرمی کرنے والا ہوں۔ سنو یا رسول اللہ ﷺ! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی تمام دنیا کے ہر کچے پکے گھر میں خواہ وہ خشکی میں ہو یا تری میں ہر دن میں میرے پانچ پھیرے ہوتے ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کو میں اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں جتنا وہ خود اپنے آپ کو جانتے ہوں۔ یا رسول اللہ ﷺ! یقین مانئے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تو ایک مچھر کی جان قبض کرنے کی بھی قدرت نہیں رکھتا جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو جائے۔ حضرت جعفرؒ کا بیان ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کا دن میں پانچ وقت ایک ایک شخص کی ڈھونڈ بھال کرنا یہی ہے کہ آپ علیہ السلام پانچوں نمازوں کے وقت دیکھ لیا کرتے ہیں اگر وہ نمازوں کی حفاظت کرنے والا ہے تو فرشتے اس کے قریب رہتے ہیں اور شیطان اس سے دور رہتا ہے اور اس کے آخری وقت فرشتہ اسے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کرتا ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں ہر دن ہر گھر پر ملک الموت دو دفعہ آتے ہیں۔ کعب احبار اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دروازے پر ٹھہر کر دن بھر میں سات مرتبہ نظر مارتے ہیں کہ اس میں کوئی وہ تو نہیں جس کی روح نکالنے کا حکم ہو چکا ہو۔ پھر قیامت کے دن سب کا لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ قبروں سے نکل کر میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر اپنی اپنی کرنی کا پھل پائیں گے۔

وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّىْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

کاش کہ تو دیکھتا جب کہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہوں گے کہیں گے کہ اے اللہ! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب تو ہمیں واپس لوٹا دے تو نیک اعمال کریں گے ہم یقین کرنے والے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت نصیب فرما دیتے لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو انسانوں اور جنوں سے پر کر دوں گا۔ اب تم اپنے اس دن کی ملاقات کے فراموش کر دینے کا مزہ چکھو ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا اپنے کئے ہوئے اعمال کی شامت سے ابدی عذاب کا لطف اٹھاؤ۔

واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہ گنہگار اپنا دوبارہ جینا خود اپنی آنکھوں دیکھ لیں گے اور نہایت ذلت وحقارت کے ساتھ نادم ہو کر گردنیں جھکائے سر ڈالے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے اس وقت کہیں گے اے اللہ! ہماری آنکھیں روشن ہو گئیں کان کھل گئے۔ اب ہم تیرے احکام کی بجا آوری کے لئے ہر طرح تیار ہیں۔ اس دن خوب سوچ سمجھ والے دانا بینا ہو جائیں گے۔ سب اندھا پا اور بہرا پن جاتا رہے گا خود اپنے آپ کو ملامت کرنے لگیں گے اور جہنم میں جاتے ہوئے کہیں گے کہ اگر کانوں اور آنکھوں سے دنیا میں کام لیتے تو آج جہنمی نہ بنتے۔ اب اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ ہمیں پھر سے دنیا میں بھیج دے تو ہم نیک اعمال کرآئیں۔ ہمیں اب یقین آ گیا کہ تیری ملاقات سچ ہے تیرا کلام حق ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ اگر دوبارہ بھی بھیجے جائیں تو یہی لچھن کریں گے پھر سے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلائیں گے دوبارہ نبیوں کو ستائیں گے۔ جیسے کہ خود قرآن کریم کی آیت ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ ﴾ میں ہے۔ اسی لئے یہاں فرماتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے جیسے فرمان ہے اگر تیرا رب تعالیٰ چاہتا تو زمین کا ایک ایک رہنے والا مومن بن

جاتا' لیکن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ انسان اور جنات سے جہنم پر ہونی ہے۔ یہ اٹل امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اور اس کے پورے پورے کلمات سے ہم اس کے تمام عذابوں سے پناہ چاہتے ہیں۔ جہنم والوں سے بطور سرزنش کے کہا جائے گا کہ اس دن کی ملاقات کی فراموشی کا مزہ چکھو اور اس کے جھٹلانے کا خمیازہ بھگتو۔ اسے محال سمجھ کر تم نے وہ معاملہ کیا کہ جو ایک بھولنے والا کیا کرتا ہے۔ اب ہم بھی تمہارے ساتھ یہی سلوک کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات حقیقی نسیان اور بھول سے پاک ہے۔ یہ تو صرف بدلے کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ اور روایت میں ہے ﴿اَلْيَوْمَ نَنْسَاكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا﴾ الخ۔ آج ہم تمہیں بھول جاتے ہیں جیسے تم اس دن کی ملاقات کو بھولے بیٹھے تھے۔ اپنے کفر و تکذیب کی وجہ سے اب دائمی عذاب کا مزہ اٹھاؤ۔ اور آیت میں ہے ﴿لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا﴾ الخ۔ وہاں ٹھنڈک اور پانی نہ رہے گا سوائے گرم پانی اور لہو پیپ کے اور کچھ نہ ہوگا۔ الخ۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾

السجدۃ ۹

ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں جنہیں جب کبھی ان سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور تکبر سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ ان کی کروٹیں اپنے بستروں سے الگ رہتی ہیں۔ اپنے رب تعالیٰ کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے رہتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے جو کچھ وہ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے۔

رضائے الٰہی کی تلاش: سچے ایمانداروں کی نشانی یہ ہے کہ وہ دل کے کانوں سے ہماری آوازوں کو سنتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ زبانی حق مانتے ہیں اور دل سے بھی برحق جانتے ہیں۔ سجدہ کرتے ہیں اور اپنے رب تعالیٰ کی تسبیح اور حمد بیان کرتے ہیں' اور اتباع حق سے جی نہیں چراتے۔ نہ اکڑتے اینٹھتے ہیں۔ یہ بدعات کافروں کی ہے۔ جیسے فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ یعنی میری عبادت سے تکبر کرنے والے ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ ان سچے ایمانداروں کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ راتوں کو نیند چھوڑ کر اپنے بستروں سے الگ ہو کر نمازیں ادا کرتے ہیں تہجد پڑھتے ہیں۔ مغرب وعشاء کے درمیان کی نماز بھی بعضوں نے مراد لی ہے۔ کوئی کہتا ہے مراد اس سے عشاء کی نماز کا انتظار ہے۔ اور قول ہے کہ عشاء کی اور صبح کی نماز باجماعت اس سے مراد ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں اس کے عذابوں سے نجات پانے کے لئے اور اس کی نعمتیں حاصل کرنے کے لئے۔ ساتھ ہی صدقہ خیرات بھی کرتے رہتے ہیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق راہ رب میں دیتے رہتے ہیں۔ وہ نیکیاں بھی کرتے ہیں جن کا تعلق انہیں کی ذات سے ہے اور وہ نیکیاں بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جن کا تعلق دوسروں سے ہے۔ ان بہترین نیکیوں میں سب سے بڑھے ہوئے وہ ہیں جو درجات میں بھی سب سے آگے ہیں۔ یعنی سید اولاد آدم فخر دو جہاں حضرت محمد مصطفی ﷺ جیسے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے شعروں میں ہے۔

﴿وَفِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ يَتْلُوْ كِتَابَهٗ اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِّنَ الصُّبْحِ سَاطِعٌ﴾

﴿ يَبِيْتُ يُجَافِى جَنْبَهُ عَنْ فِرَاشِهِ إِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِكِيْنَ الْمَضَاجِعُ ﴾

یعنی ہم میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں جو صبح ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔ راتوں کو جبکہ مشرکین گہری نیند میں سوتے ہیں حضور اکرم ﷺ کی کروٹ آپ کے بستر سے الگ ہوتی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ دو شخصوں سے بہت ہی خوش ہوتا ہے ایک تو وہ جو رات کو میٹھی نیند سویا ہوا ہے لیکن دفعتہً اپنے رب تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کی سزائیں یاد کر کے اٹھ بیٹھتا ہے اپنے نرم و گرم بستر کو چھوڑ کر میرے سامنے کھڑا ہو کر نماز شروع کر دیتا ہے۔ دوسرا وہ شخص جو ایک غزوے میں ہے کافروں سے لڑتے لڑتے مسلمانوں کا پانسہ کمزور پڑ جاتا ہے لیکن یہ شخص یہ سمجھ کر کہ بھاگنے میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے اور آگے بڑھنے میں رب تعالیٰ کی رضامندی ہے میدان کی طرف لوٹتا ہے اور کافروں سے جہاد کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا سر اس کے نام پر تصدق کر دیتا ہے' اللہ تعالیٰ فخر سے اپنے فرشتوں کو اسے دکھاتا ہے اور ان کے سامنے اس کے عمل کی تعریف کرتا ہے۔ مسند احمد میں ہے حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں میں نبی ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا' صبح کے وقت میں آپ ﷺ کے قریب ہی چل رہا تھا' میں نے پوچھا اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں پہنچا دے اور جہنم سے الگ کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے سوال تو بڑے کام کا کیا لیکن اللہ تعالیٰ جس پر آسان کر دے اس پر بہت سہل ہے۔ سن! تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہ' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر' نمازوں کی پابندی کر' رمضان کے روزے رکھ' بیت اللہ کا حج کر' زکوٰۃ ادا کرتا رہ' آ اب میں تجھے بھلائیوں کے دروازے بتلاؤں۔ روزہ ڈھال ہے صدقہ گناہوں کو معاف کرا دیتا ہے اور انسان کی آدھی رات کی نماز۔ پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿تتجافى﴾ کی ﴿ يعملون ﴾ تک تلاوت فرمائی پھر فرمایا اب میں تجھے اس امر کے سر اس کے ستون اور اس کی کوہان کی بلندی بتلاؤں۔ اس تمام کام کا سر تو اسلام ہے اس کا ستون نماز ہے۔ اس کے کوہان کی بلندی اللہ تعالیٰ کی راہ کا جہاد ہے۔ پھر فرمایا اب میں تجھے ان تمام کاموں کے سردار کی خبر دوں؟ پھر اپنی زبان پکڑ کر فرمایا اسے روک رکھ۔ میں نے کہا کیا ہم اپنی بات چیت پر بھی پکڑے جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذؓ! افسوس تجھے یہ معلوم ہی نہیں کہ انسان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالنے والی چیز تو اس کی زبان کے کنارے ہی ہیں۔ یہی حدیث کئی سندوں سے مروی ہے۔ ایک میں یہ بھی ہے کہ اس آیت ﴿ تتجافى ﴾ کو پڑھ کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس سے مراد بندے کا رات کی نماز پڑھنا ہے۔ اور روایت میں حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان مروی ہے کہ انسان کا آدھی رات کو قیام کرنا۔ پھر حضور اکرم ﷺ کا اسی آیت کو تلاوت فرمانا مروی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جبکہ اوّل وآخر سب لوگ میدان محشر میں جمع ہوں گے تو ایک منادی فرشتہ باآواز بلند ندا کرے گا جسے تمام مخلوق سنے گی' وہ کہے گا کہ آج سب کو معلوم ہو جائے گا کہ سب سے زیادہ ذی عزت اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون ہے؟ پھر لوٹ کر آواز لگائے گا کہ تہجد گزار لوگ اٹھ کھڑے ہوں اور اس آیت کی تلاوت فرمائے گا تو یہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور گنتی میں بہت کم ہوں گے۔ حضرت بلالؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت اتری ہم لوگ مجلس میں بیٹھے تھے اور بعض صحابہؓ مغرب کے بعد سے لے کر عشاء تک نماز میں مشغول رہتے تھے' پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اس حدیث کی یہی ایک سند ہے۔ پھر فرماتا ہے ان کے لئے جنت میں کیا کیا نعمتیں اور لذتیں پوشیدہ پوشیدہ بنا رکھی ہیں اس کا کسی کو علم نہیں۔ چونکہ یہ لوگ بھی پوشیدہ طور پر عبادت کرتے تھے اسی طرح ہم نے بھی پوشیدہ طور پر ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ان کے دل کا سکھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی دل پر خیال گزرا۔ بخاری کی حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ رحمتیں اور نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں جو نہ کسی آنکھ کے دیکھنے میں آئیں نہ کسی کان کے سننے میں نہ کسی کے دل کے سوچنے میں۔ اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ہریرہؓ راوی حدیث نے کہا قرآن کی اس آیت کو پڑھ لو ﴿فلا تعلم نفس ﴾ الخ۔ اس روایت میں ﴿قُرَّةِ﴾ کے بجائے ﴿قُرَّاتِ ﴾ پڑھنا بھی مروی ہے۔ اور روایت میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ جنت کی نعمتیں جسے ملیں وہ کبھی بھی بے نعمت نہیں ہونے کا۔ ان کے کپڑے پرانے نہ ہوں گے' ان کی جوانی ڈھلے گی نہیں' ان کے لئے جنت میں وہ ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی انسان کے دل پر ان کا وہم و گمان ہوا (مسلم)۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جنت کا وصف بیان کرتے ہوئے آخر میں یہی فرمایا اور پھر یہ آیت ﴿تتجافی﴾ سے ﴿یعملون﴾ تک تلاوت فرمائی۔ حدیث قدسی میں ہے میں نے اپنے بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ آنکھوں نے دیکھی ہیں نہ کانوں نے سنی ہیں بلکہ اندازے میں بھی نہیں آ سکتیں۔ صحیح مسلم میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ رب العالمین عزوجل سے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ ادنیٰ جنتی کا درجہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ ادنیٰ جنتی وہ شخص ہے جو کل جنتیوں کے جنت میں چلے جانے کے بعد آئے گا' اس سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ' وہ کہے گا اے اللہ! کہاں جاؤں؟ ہر ایک نے اپنی جگہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنی چیزیں سنبھال لی ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو اس پر خوش ہے کہ تیرے لئے اتنا ہو جتنا دنیا کے کسی بہت بڑے بادشاہ کے پاس تھا؟ وہ کہے گا پروردگار میں اس پر خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرے لئے اتنا ہے اور اتنا ہی اور' اور اتنا ہی اور' اور اتنا ہی اور' اور اتنا ہی اور' پانچ گناہ۔ یہ کہے گا بس بس اے رب تعالیٰ میں راضی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ سب ہم نے تجھے دیا اور اس کا دس گنا اور بھی دیا اور اور بھی جس چیز کو تیرا دل چاہے اور جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ یہ کہے گا میرے پروردگار! میری تو باچھیں کھل گئیں جی خوش ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر اے اللہ! اعلیٰ درجہ کے جنتی کی کیا کیفیت ہے؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کی کرامت میں نے اپنے ہاتھ سے بوئی اور اس پر اپنی مہر لگا دی پھر نہ تو وہ کسی کے دیکھنے میں آئی نہ کسی کے سننے میں' نہ کسی کے خیال میں۔ اس کا مصداق اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیت ﴿فلا تعلم﴾ الخ ہے

حضرت عامر بن عبدالواحد ؒ فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک جنتی اپنی حور کے ساتھ محبت پیار میں ستر سال تک مشغول رہے گا کسی دوسری چیز کی طرف اس کا التفات ہی نہ ہو گا' پھر جو دوسری طرف التفات ہو گا تو دیکھے گا کہ پہلی سے بہت زیادہ خوبصورت اور نورانی شکل کی ایک اور حور ہے وہ اسے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر خوش ہو کر کہے گی کہ اب میری مراد بھی پوری ہو گی۔ یہ کہے گا کہ تو کون ہے؟ وہ جواب دے گی میں مزید میں سے ہوں۔ اب یہ سراپا اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا پھر ستر سال تک دوسری طرف دیکھے گا بھی نہیں۔ اتنی مدت کے بعد پھر جو اس کا التفات اور جانب ہو گا تو دیکھے گا کہ اس سے بھی اچھی ایک اور حور ہے۔ وہ کہے گی اب وقت آ گیا کہ آپ میں میرا حصہ بھی ہو۔ یہ پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ جواب دے گی میں ان میں سے ہوں جن کی نسبت جناب باری تعالیٰ نے فرمایا ہے کوئی نہیں جانتا کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی کیا کیا ٹھنڈک چھپا رکھی ہے۔

حضرت سعید ابن جبیر ؒ فرماتے ہیں فرشتے جنتیوں کے پاس دنیا کے دن کے اندازے سے ہر دن میں تین تین بار جنت عدن کے ربانی تحفے لے کر جائیں گے جو ان کی جنت میں نہیں' اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ وہ فرشتے ان سے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہے۔ حضرت ابوالیمان ہوزنی یا کسی اور سے مروی ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں پہلا درجہ چاندی کا ہے اس کی زمین بھی چاندی کی' اس کے محلات بھی چاندی کے اس کی مٹی مشک ہے' دوسرا درجہ سونے کا ہے زمین بھی سونے کی مکانات بھی سونے کے برتن بھی سونے کے مٹی مشک ہے تیسری موتی کی زمین بھی موتی کی' گھر بھی موتی کے' برتن بھی موتی کے اور مٹی مشک کی۔ اور باقی ستانوے تو وہ ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی کان نے سنے نہ کسی انسان کے دل میں گزریں۔ پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ابن جریر میں ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت روح الامین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انسان کی نیکیاں بدیاں لائی جائیں گی' بعض بعض سے کم کی جائیں گی پھر اگر ایک نیکی بھی باقی بچ گئی تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھا دے گا اور جنت میں کشادگی عطا فرمائے گا۔

راوی نے یزداد سے پوچھا کہ نیکیاں کہاں چلی گئیں؟ تو انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی کہ ﴿اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْھُمْ اَحْسَنَ مَاعَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِھِمْ﴾ الخ۔

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے اچھے اعمال ہم نے قبول فرما لئے اور ان کی برائیوں سے ہم نے درگزر فرمایا۔ راوی نے کہا پھر اس آیت کے کیا معنی ہیں؟ ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ﴾ الخ۔ فرمایا بندہ جب کوئی نیکی لوگوں سے چھپا کر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس کے آرام

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ ﴿۱۸﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۲۲﴾

ع ۵ / ۲

کی چیزیں جو اس کے لئے پوشیدہ رکھ چھوڑی تھیں عطا فرمائے گا۔

کیا وہ جو مومن ہو مثل اس کے ہے جو فاسق ہو؟ برابر نہیں ہو سکتے۔ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور نیک اعمال بھی کئے ان کے لئے ہمیشگی والی جنتیں ہیں مہمانداری ہے ان کے اعمال کے بدلے جو وہ کرتے تھے۔ لیکن جن لوگوں نے حکم عدولی کی ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب کبھی اس سے باہر نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے۔ اور کہہ دیا جائے گا کہ اپنے جھٹلانے کے بدلے آگ کا عذاب چکھو۔ بالیقین ہم انہیں قریب کے چھوٹے سے بعض عذاب اس بڑے عذاب سے پہلے اس کے سوا بھی چکھائیں گے تاکہ وہ لوٹ آئیں۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟ جسے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے وعظ کیا گیا پھر بھی اس نے ان سے منہ پھیر لیا یقین مانو کہ ہم بھی گنہگاروں سے انتقام لینے والے ہیں۔

مومن اور فاسق برابر نہیں: اللہ تعالیٰ کے عدل و کرم کا بیان ان آیتوں میں ہے کہ اس کے نزدیک نیک کار اور بدکار برابر نہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ الخ۔ یعنی کیا ان لوگوں نے جو برائیاں کر رہے ہیں یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں مثل ایماندار اور نیک عمل والوں کے کر دیں؟ ان کی موت زیست برابر ہے؟ یہ کیسے برے منصوبے گانٹھ رہے ہیں اور آیت میں ہے ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ الخ۔ یعنی ایماندار نیک عمل لوگوں کو کیا ہم زمین کے فسادیوں کے برابر کر دیں؟ پرہیزگاروں کو گنہگاروں کے برابر کر دیں؟ اور آیت میں ہے ﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾ الخ۔ دوزخی اور جنتی برابر نہیں۔

یہاں بھی فرمایا کہ مومن اور کافر قیامت کے دن ایک مرتبہ کے نہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؓ اور عقبہ ابن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر ان دونوں قسموں کا تفصیلی بیان فرمایا کہ جس نے اپنے دل سے کلام اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی اور اس کے مطابق عمل بھی کیا تو انہیں وہ جنتیں ملیں گی جن میں مکانات ہیں بلند بالا خانے ہیں اور رہائشی آرام کے تمام سامان ہیں۔ یہ ان کی خوش عملی کے بدلے کی مہمانداری ہو گی اور جن لوگوں نے اطاعت چھوڑ دی ان کی جگہ جہنم میں ہوگی جس میں سے وہ نکل نہ سکیں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا﴾ یعنی جب کبھی وہاں کے غم سے چھٹکارا چاہیں گے دوبارہ وہیں جھونک دیئے جائیں گے۔ حضرت فضیل ابن عیاضؒ فرماتے ہیں واللہ ان کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہوں گے آگ کے شعلے انہیں اوپر نیچے لے جا رہے ہوں گے فرشتے انہیں سزائیں دے رہے ہوں گے اور جھڑک کر فرماتے ہوں گے کہ اس جہنم کے عذاب کا لطف اٹھاؤ جسے تم جھوٹا جانتے تھے۔ عذاب ادنیٰ سے مراد دنیوی مصیبتیں آفتیں دکھ درد اور بیماریاں ہیں یہ اس لئے ہوتی ہیں کہ انسان ہوشیار ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جائے اور بڑے عذابوں

سے نجات حاصل کر لے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد گناہوں کی وہ مقرر کردہ سزائیں ہیں جو دنیا میں دی جاتی ہیں جنہیں شرعی اصطلاح میں حدود کہتے ہیں۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد عذاب قبر ہے۔ نسائی میں ہے کہ اس سے مراد قحط سالیاں ہیں۔ حضرت ابیؓ فرماتے ہیں چاند کا شق ہو جانا، دھوئیں کا آنا اور پکڑ اور برباد کن عذاب، اور بدر کے دن ان کفار کا قید ہونا اور قتل کیا جانا، کیونکہ بدر کی اس شکست نے مکہ معظمہ کے گھر گھر کو ماتم کدہ بنا دیا تھا۔ ان عذابوں کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ پھر فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں سن کر اس کی وضاحت کو پا کر پھر ان سے منہ موڑے بلکہ ان کا انکار کر جائے اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا؟ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اعراض نہ کرو ایسا کرنے والے بے عزت، بے وقعت اور بڑے گنہگار ہیں۔ یہاں بھی فرمان ہوتا ہے کہ ایسے گنہگاروں سے ہم ضرور انتقام لیں گے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ تین کام جس نے کئے وہ مجرم ہو گیا (۱) جس نے بے وجہ کوئی جھنڈا باندھا (۲) جس نے ماں باپ کی نافرمانی کی (۳) جس نے ظالم کے ظلم میں اس کا ساتھ دیا۔ یہ مجرم لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہم مجرموں سے باز پرس کرینگے اور ان سے پورا بدلہ لیں گے (ابن ابی حاتم)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۫ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾

بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تجھے ہرگز اس کی ملاقات میں شک نہ کرنا چاہیے۔ اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کی ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ اور ہم نے ان میں سے چونکہ ان لوگوں نے صبر کیا تھا ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور تھے بھی وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے۔ تیرا رب تعالیٰ ان سب کے درمیان ان تمام باتوں کا فیصلہ قیامت کے دن کرے گا جن میں یہ اختلاف کر رہے ہیں۔

معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات: فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب توراۃ دی تو اس کی ملاقات کے بارے میں شک وشبہ میں نہ رہے۔ قتادہؒ فرماتے ہیں یعنی معراج والی رات میں۔ حدیث میں ہے میں نے معراج والی رات حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ گندم گوں رنگ کے لمبے قد کے گھونگریالے بالوں والے تھے ایسے جیسے قبیلہ شنوءۃ کے آدمی ہوتے ہیں۔ اسی رات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا وہ درمیانہ قد کے سرخ وسفید تھے سیدھے بال تھے میں نے اسی رات حضرت مالک علیہ السلام کو دیکھا جو جہنم کے داروغہ ہیں۔ اور دجال کو دیکھا۔ یہ سب ان نشانیوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دکھائیں۔ پس تو اس کی ملاقات میں شک وشبہ نہ کر۔ آپ ﷺ نے یقیناً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے ملے جس رات آپ ﷺ کو معراج کرائی گئی۔ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے بنی اسرائیل کا ہادی بنا دیا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کتاب کو ہم نے اسرائیلیوں کی ہدایت بنائی۔ جیسے سورۂ بنی اسرائیل میں ہے ﴿ وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ الخ۔ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور اسے بنو اسرائیل کے لئے ہادی بنایا کہ تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ سمجھو۔ پھر فرماتا ہے کہ چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور اس کی نافرمانیوں کے ترک اور اس کی باتوں کی تصدیق اور اس کے رسولوں کی اتباع پر صبر سے جمے رہے ہم نے ان میں سے ہدایت کے پیشوا بنا دیئے جو اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں کو پہنچاتے ہیں بھلائی کی طرف بلاتے ہیں برائیوں سے روکتے ہیں۔ لیکن جب ان کی حالت بدل گئی انہوں نے کلام اللہ میں تبدیل تحریف تاویل شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے یہ منصب چھین لیا ان کے دل سخت کر دیئے عمل صالح اور اعتقاد صحیح ان سے دور ہو گیا۔ پہلے تو یہ دنیا سے بچے ہوئے تھے۔ حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں یہ لوگ ایسے ہی تھے انسان کو لائق ہے کہ اس کا پیشوا ہو جس کی یہ اقتدا کر کے دنیا سے بچا ہوا رہے۔ آپ فرماتے ہیں

کہ دین کے لئے علم ضروری ہے جیسے جسم کے لئے غذا ضروری ہے۔ حضرت سفیانؒ سے حضرت علیؓ کے اس قول کے بارے میں سوال ہوا کہ صبر کا درجہ ایمان میں کیسا ہے؟ فرمایا ایسا ہے جیسا سر کا جسم میں۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو نہیں سنا ہم نے ان کے صبر کی وجہ سے ایسا پیشوا بنادیا کہ وہ ہمارے حکم کی ہدایت کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے تمام کاموں کے سر کو لے لیا اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں پیشوا بنادیا۔ چنانچہ فرمان ہے ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب' حکمت اور نبوت دی اور پاکیزہ روزیاں عنایت فرمائیں اور جہان والوں پر فضیلت دی الخ۔ یہاں بھی آیت کے آخر میں فرمایا کہ جن عقائد واعمال میں ان کا اختلاف ہے' ان کا فیصلہ قیامت کے دن خود اللہ کردے گا۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٢٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَاۗءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ۭ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٢٧﴾

کیا اس بات نے بھی انہیں ہدایت دی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا جن کے مکانوں میں یہ چل پھر رہے ہیں' اس میں تو بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔ کیا پھر بھی یہ نہیں سنتے؟ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم پانی کو بنجر غیر آباد زمین کی طرف بہا کر لے جاتے ہیں پھر اس کی وجہ سے ہم کھیتیاں نکالتے ہیں جسے ان کے چوپائے اور یہ خود کھاتے ہیں۔ کیا پھر بھی نہیں دیکھتے؟

رسولوں کی حقارت کرنے کا انجام بد: کیا یہ اس بات کے ملاحظہ کے بعد بھی راہ راست پر نہیں چلتے؟ کہ ان سے پہلے کے گمراہوں کو ہم نے تہ و بالا کر دیا ہے۔ آج ان کے کھوج مٹ گئے۔ انہوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی باتوں سے بے پرواہی کی۔ اب یہ جھٹلانے والے بھی ان ہی کے مکانوں میں رہتے سہتے ہیں۔ ان کی ویرانی ان کے اگلے مالکوں کی ہلاکت ان کے سامنے ہے۔ لیکن تاہم یہ عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اسی بات کو قرآن حکیم نے کئی جگہ بیان فرمایا ہے کہ یہ غیر آباد کھنڈر یہ اجڑے ہوئے محلات تو تمہاری آنکھوں کو اور تمہارے کانوں کو کھولنے کے لئے اپنے اندر بہت سی نشانیاں رکھتے ہیں۔ دیکھ لو اللہ تعالیٰ کی باتیں نہ ماننے کا رسولوں کی حقارت کرنے کا کتنا بد انجام ہوا۔ کیا تمہارے کان ان کی خبروں سے ناآشنا ہیں؟

یہ ندی نالے آبشار اور سمندر: پھر جناب باری تعالیٰ اپنے لطف وکرم کو احسان وانعام کو بیان فرما رہا ہے کہ آسمان سے پانی اتارتا ہے' پہاڑوں سے' اونچی جگہوں سے سمٹ کر نالوں کے' ندیوں کے' دریاؤں کے ذریعہ وہ ادھر ادھر پھیل جاتا ہے۔ بنجر غیر آباد زمین اس سے ہریاول والی ہو جاتی ہے۔ خشکی تری سے موت زیست سے بدل جاتی ہے۔ گو مفسرین کا قول یہ بھی ہے کہ ﴿ جُرُز ﴾ مصر کی زمین ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں ہے۔ ہاں مصر میں بھی ایسی زمین ہو تو ہو آیت میں مراد تمام وہ حصے ہیں جو سوکھ گئے ہوں' جو پانی کے محتاج ہوں' سخت ہو گئے ہوں' زمین یبوست کے مارے پھٹنے لگی ہو۔ بے شک مصر کی زمین بھی ایسی ہے دریائے نیل سے وہ سیراب کی جاتی ہے۔ حبش کی بارشوں کا پانی اپنے ساتھ سرخ رنگ کی مٹی کو بھی گھسیٹتا جاتا ہے اور مصر کی زمین جو شور اور ریتلی ہے وہ اس پانی اور اس مٹی سے کھیتی کے قابل بن جاتی ہے اور ہر سال ہر فصل کا غلہ تازہ پانی سے انہیں میسر آتا ہے جو ادھر ادھر کا ہوتا ہے۔ اس حکیم وکریم' منان ورحیم کی یہ سب مہربانیاں ہیں۔ اسی کی ذات قابل تعریف ہے۔

روایت ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے بونہ مہینے میں حضرت عمرو بن عاصؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہماری قدیمی عادت ہے کہ اس مہینے میں دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اگر نہ چڑھائیں تو دریا میں پانی نہیں آتا۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی بارھویں تاریخ کو ہم ایک باکرہ لڑکی کو لیتے ہیں جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہو اس کے والدین کو دے دلا کر رضامند کر لیتے ہیں اور اسے بہت عمدہ کپڑے

اور بہت قیمتی زیور پہنا کر بنا سنوار کر اس نیل میں ڈال دیتے ہیں تو اس کا بہاؤ چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا ہی نہیں ۔ سپہ سالار اسلام حضرت عمرو بن عاص فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے' اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا' اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کے لئے آیا ہے' تم ایسا نہیں کر سکتے ۔ وہ باز رہے' دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا' مہینہ پورا نکل گیا لیکن دریا خشک پڑا ہوا ہے ۔ لوگ تنگ آ کر ارادے کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں' یہاں کی بود و باش ترک کر دیں ۔ اب فاتح مصر کو خیال گزرتا ہے اور دربار خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں ۔ اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ نے جو کیا اچھا کیا اب میں اپنے اس خط میں ایک پرچہ دریائے نیل کے نام بھیج رہا ہوں تم اسے لے کر نیل کے دریا میں ڈال دو ۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس پرچے کو نکال کر پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ یہ خط ہے اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف' بعد حمد و صلوٰۃ کے مطلب یہ ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اپنی مرضی سے چل رہا ہے تو خیر نہ چل اور اگر اللہ تعالیٰ واحد و قہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں وہ تجھے رواں کر دے ۔ یہ پرچہ لے کر حضرت امیر عسکر نے دریائے نیل میں ڈال دیا ۔ ابھی ایک رات بھی گزرنے نہیں پائی تھی جو دریائے نیل میں سولہ ہاتھ گہرا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے' گرانی ارزانی سے بدل گئی ۔ خط کے ساتھ ہی خطہ کا خطہ سرسبز ہو گیا اور دریا پوری روانی سے بہتا رہا ۔ اس کے بعد سے ہر سال جو جان چڑھائی جاتی تھی وہ بچ گئی اور مصر سے اس ناپاک رسم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوا (کتاب السنہ للحافظ ابو القاسم اللالکائی) ۔ اسی آیت کے مضمون کی آیت یہ بھی ہے ﴿ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ﴾ الخ ۔ یعنی انسان اپنی غذا کو دیکھے کہ ہم نے بارش اتاری اور زمین پھاڑ کر اناج اور پھل پیدا کئے ۔ اسی طرح یہاں بھی فرمایا کیا یہ لوگ اسے نہیں دیکھتے؟ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جرز وہ زمین ہے جس پر بارش ناکافی برستی ہے پھر نالوں اور نہروں کے پانی سے وہ سیراب ہوتی ہے ۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ زمین یمن میں ہے ۔ حسنؒ فرماتے ہیں ایسی بستیاں یمن اور شام میں ہیں ۔ ابن زیدؒ وغیرہ کا قول ہے یہ وہ زمین ہے جس میں پیداوار نہ ہو اور غبار آلود ہو ۔ اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا ہے ﴿ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ﴾ الخ ۔ ان کے لئے مردہ زمین بھی ایک نشانی ہے جسے ہم زندہ کر دیتے ہیں ۔ الخ ۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ ۔ جواب دے کہ فیصلے والے دن ایمان لانا بے ایمانوں کو کچھ کام نہ آئے گا اور نہ انہیں ڈھیل دی جائے گی ۔ اب تو ان کا خیال بھی چھوڑ دے اور منتظر رہ یہ بھی منتظر ہیں ۔

قیامت کا انتظار کرو: کافر اعتراضاً کہا کرتے تھے کہ اے نبی ﷺ تم جو کہا کرتے ہو اور اپنے ساتھیوں کو بھی مطمئن کر دیا ہے کہ تم ہم پر فتح پاؤ گے اور ہم سے بدلے لو گے' وہ وقت کب آئے گا؟ ہم تو مدتوں سے تمہیں مغلوب' زیر اور بے وقعت دیکھ رہے ہیں' چھپ رہے ہو ڈر رہے ہو' اگر سچے ہو تو اپنے غلبے کا اور اپنی فتح کا وقت تو بتلاؤ ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب عذاب الٰہی آ جائے گا اور جب اس کا غصہ اور غضب اتر پڑتا ہے خواہ دنیا میں ہو خواہ آخرت میں اس وقت کا نہ ایمان نفع دیتا ہے نہ مہلت ملتی ہے ۔ جیسے فرمان ہے ﴿ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ الخ ۔ یعنی جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ دلیلیں لے کر آئے تو یہ اپنے پاس کے علم پر نازاں ہونے لگے' پوری دو آیتوں تک اس سے فتح مکہ مراد نہیں ۔ فتح مکہ کے دن تو رسول اللہ ﷺ نے کافروں کا اسلام لانا قبول فرمایا تھا اور تقریباً دو ہزار آدمی اس دن مسلمان ہوئے تھے ۔ اگر اس آیت میں فتح مکہ مراد ہوتی تو چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام ان کا اسلام قبول نہ فرماتے جیسے اس آیت میں ہے کہ اس دن کافروں کا اسلام لانا نامقبول ہوگا ۔ بلکہ یہاں مراد فتح سے فیصلہ ہے جیسے قرآن میں ہے ﴿ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا ﴾ ہمارے درمیان تو فتح کر یعنی فیصلہ کر ۔ اور جیسے اور مقام پر ہے ﴿ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں جمع کرے گا پھر ہمارے

آپس کے فیصلے فرمائے گا۔ اور آیت میں ہے ﴿وَاسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ﴾ یہ فیصلہ چاہتے ہیں سرکش ضدی تباہ ہوئے۔ اور جگہ ہے ﴿وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ اس سے پہلے وہ کافروں پر فتح چاہتے تھے۔ اور آیت میں فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ﴾ اگر تم فیصلے کے آرزومند ہو تو لو فتح آ گئی۔ پھر فرماتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے بے پرواہ ہو جائیے جو رب تعالیٰ نے اتارا ہے اسے پہنچاتے رہئے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اپنے رب تعالیٰ کی وحی کی اتباع کر و اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں الخ۔ پھر فرمایا تم اپنے رب تعالیٰ کے وعدوں کو سچا مان لو اس کی باتیں اٹل ہیں' اس کے فرمان سچے ہیں وہ عنقریب تجھے تیرے مخالفین پر غالب کرے گا وہ وعدہ خلافی سے پاک ہے۔ یہ بھی منتظر ہیں چاہتے ہیں کہ آپ پر کوئی آفت آئے لیکن ان کی یہ چاہتیں بے سود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے والوں کو بھولتا نہیں نہ انہیں چھوڑتا ہے۔ بھلا جو رب تعالیٰ کے احکام پر جمے رہیں اللہ تعالیٰ کی باتیں دوسروں کو پہنچائیں وہ تائید ایزدی سے کیسے محروم کر دیئے جائیں؟ یہ جو کچھ تم پر دیکھنا چاہتے ہیں وہ ان پر اترے گا۔ نکبت و ادبار میں ہائے وائے واویلا میں گرفتار کئے جائیں گے۔ رب تعالیٰ کے عذابوں کا شکار ہوں گے۔ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ﴾ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے سورۂ سجدہ کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ احزاب مدنیہ

حضرت زرؒ سے حضرت ابی بن کعبؓ نے پوچھا کہ سورۂ احزاب کی کتنی آیتیں شمار ہوتی ہیں؟ آپؒ نے فرمایا تہتر۔ حضرت ابیؓ نے فرمایا نہیں نہیں میں نے تو دیکھا ہے کہ یہ سورۃ سورۂ بقرہ کے قریب قریب تھی۔ اسی میں یہ آیت بھی پڑھی جاتی تھی ﴿الشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا الْبَتَّةَ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ یعنی جب بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت بدکاری کریں تو انہیں ضرور سنگسار کر دو' یہ سزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے' اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور حکمت والا ہے (مسند احمد)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورۃ کی کچھ آیتیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہٹالی گئیں۔ واللہ اعلم۔

سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾

بہت ہی رحم و کرم والے سچے معبود کے نام سے شروع

اے نبی (ﷺ)! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور منافقوں کی باتوں میں نہ آ جانا' اللہ تعالیٰ بڑے علم والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ جو کچھ تیری جانب تیرے رب تعالیٰ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اس کی تابعداری کرتا رہ۔ یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر ایک عمل سے باخبر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل رکھ' وہ کارسازی کے لئے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ پر توکل رکھو: تنبیہ کی ایک موثر صورت یہ بھی ہے کہ بڑے کو کہا جائے تاکہ چھوٹا ہوشیار ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ کو کوئی بات تاکید سے کہے تو ظاہر ہے کہ اوروں پر وہ تاکید اور بھی زیادہ ہے۔ تقویٰ اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق

ثواب کے طلب کی نیت سے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطاعت کی جائے اور فرمان باری تعالیٰ کے مطابق اس کے عذابوں سے بچنے کے لئے اس کی نافرمانیاں ترک کی جائیں ۔ کافروں اور منافقوں کی باتیں نہ ماننا ان کے مشوروں پر کاربند ہونا نہ ان کی باتیں قبولیت کے ارادے سے سننا۔ علم و حکمت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے چونکہ وہ اپنے وسیع علم سے ہر کام کا نتیجہ جانتا ہے اور اپنی بے پایاں حکمت سے اس کا کوئی فعل غیر حکیمانہ نہیں ہوتا تو تو اسی کی اطاعت کرتا رہ تا کہ بدانجام سے اور بگاڑ سے بچا رہے۔ جو قرآن وسنت تیری طرف وحی ہو رہا ہے اس کی پیروی کر اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی فعل مخفی نہیں۔ اپنے تمام امور واحوال میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی بھروسہ رکھ۔ اس پر بھروسہ کرنے والوں کو وہ کافی ہے کیونکہ تمام کارسازی پر وہ قادر ہے۔ اس کی طرف جھکنے والا کامیاب ہی کامیاب ہے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓئِ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

کسی آدمی کے سینے میں اللہ تعالیٰ نے دو دل نہیں رکھے۔ اور اپنی جن بیویوں کو تم ماں کہہ بیٹھتے ہو انہیں اللہ تعالیٰ نے تمہاری سچ مچ کی مائیں نہیں بنایا اور نہ تمہارے لے پالک لڑکوں کو تمہارے واقعی بیٹے بنائے ہیں ۔ یہ تو تمہارے اپنے منہ کی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق بات فرماتا ہے اور وہ سیدھی راہ سجھاتا ہے۔ لے پالکوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف نسبت کر کے بلاؤ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پورا انصاف یہی ہے۔ پھر اگر تمہیں ان کے حقیقی باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں ۔ تم سے بھول چوک سے جو کچھ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں البتہ گناہ وہ ہے جس کو تم قصد اور ارادہ دل سے کرو۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

لے پالک حقیقی بیٹا نہیں ہوسکتا: مقصود کو بیان کرنے سے پہلے بطور مقدمے اور ثبوت کے مثلاً ایک وہ بات بیان فرمائی جسے سب محسوس کرتے ہیں اور پھر اس کی طرف سے ذہن ہٹا کر اپنے مقصود کی طرف لے گئے۔ بیان فرمایا کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی انسان کے دل دو نہیں ہوتے۔ اسی طرح تم سمجھ لو کہ اپنی جس بیوی کو تم ماں کہہ دو وہ واقعی ماں نہیں ہو جاتی۔ ٹھیک اسی طرح دوسرے کی اولاد کو اپنا بیٹا بنا لینے سے وہ سچ مچ بیٹا ہی نہیں ہو جاتا۔ اپنی بیوی سے اگر کسی نے بحالت غضب وغصہ کہہ دیا کہ تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ تو اس کہنے سے وہ سچ مچ ماں نہیں بن جاتی۔ جیسے فرمایا ﴿مَاهُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ اِنْ اُمَّهَاتُهُمْ اِلَّا الّٰئِيْ وَلَدْنَهُمْ﴾ الخ۔ یعنی ایسا کہہ دینے سے وہ مائیں نہیں بن جاتیں۔ مائیں تو وہ ہیں جن کے بطن سے یہ پیدا ہوئے ہیں۔ ان دونوں باتوں کے بیان کے بعد اصل مقصود کو بیان فرمایا کہ تمہارے لے پالک لڑکے بھی درحقیقت تمہاری اولاد نہیں۔ یہ آیت حضرت زید بن حارثہؓ کے بارے میں اتری ہے جو حضور اکرم ﷺ کے آزاد کردہ تھے انہیں حضور اکرم ﷺ نے نبوت سے پہلے اپنا متبنیٰ بنا رکھا تھا۔ انہیں زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ اس آیت سے اس نسبت اور اس الحاق کا توڑ دینا منظور ہے جیسے کہ اسی سورۃ کے اثنا میں ہے ﴿مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ﴾ الخ۔ تم میں سے کسی مرد کے باپ محمد ﷺ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے۔ یہاں فرمایا یہ تو صرف تمہاری ایک زبانی بات ہے جو تم کسی کے لڑکے کو کسی کا لڑکا

کہواس سے حقیقت بدل نہیں سکتی۔ واقع میں اس کا باپ وہ ہے جس کی پیٹھ سے یہ نکلا۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک لڑکے کے دو باپ ہوں۔ جیسے یہ ناممکن ہے کہ ایک سینے میں دو دل ہوں۔ اللہ تعالیٰ حق فرمانے والا اور سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں یہ آیت ایک قریشی کے بارے میں اتری ہے جس نے مشہور کر رکھا تھا کہ اس کے دو دل ہیں اور دونوں عقل وفہم سے پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تردید کر دی۔ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز میں تھے آپ ﷺ کو کچھ خطرہ گزرا اس پر جو منافق نماز میں شامل تھے وہ کہنے لگے دیکھو اس کے دو دل ہیں ایک تمہارے ساتھ ایک ان کے ساتھ۔ اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔

زہریؒ فرماتے ہیں یہ تو صرف بطور مثال کے فرمایا گیا ہے یعنی جس طرح کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے اسی طرح کسی بیٹے کے دو باپ نہیں ہوتے۔ اسی کے مطابق ہم نے بھی اس آیت کی تفسیر کی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ پہلے تو رخصت تھی کہ لے پالک لڑکے کو پالنے والے کی طرف نسبت کر کے اس کا بیٹا کہہ کر پکارا جائے لیکن اب اسلام اس کو منسوخ کر رہا ہے اور فرما رہا ہے کہ ان کے اپنے حقیقی باپ جو ہیں ان کی طرف منسوب کر کے انہیں پکارو۔ عدل، نیکی، انصاف اور راستی یہی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں اس آیت کے اترنے سے پہلے ہم (حضرت) زید کو زید بن محمد کہا کرتے تھے لیکن اس کے نازل ہونے کے بعد ہم نے یہ کہنا چھوڑ دیا۔ بلکہ پہلے تو ایسے لے پالک کے وہ تمام حقوق ہوتے تھے جو سگی اور صلبی اولاد کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے اترنے کے بعد حضرت سہلہ بنت سہیلؓ حاضر خدمت نبوی ﷺ ہو کر عرض کرتی ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم نے سالم کو منہ بولا بیٹا بنا رکھا تھا اب قرآن نے ان کے بارے میں فیصلہ کر دیا۔ میں اس سے اب تک پردہ نہیں کرتی وہ آتے جاتے ہیں لیکن میرا خیال ہے میرے خاوند حضرت حذیفہؓ ان کے اس طرح آنے سے کچھ بیزار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر کیا ہے جاؤ سالم کو اپنا دودھ پلا دو اس پر حرام ہو جاؤ گی۔ الخ۔ الغرض یہ حکم منسوخ ہو گیا اب صاف لفظوں میں ایسے لڑکوں کی بیویوں کی بھی حلت انہیں لڑکا بنانے والوں کے لئے بیان فرما دی اور جب حضرت زیدؓ نے اپنی بیوی صاحبہ حضرت زینب بنت جحشؓ کو طلاق دے دی تو آپ ﷺ نے خود اپنا نکاح ان سے کر لیا، اور مسلمان اس ایک مشکل سے بھی چھوٹ گئے ﴿فَالْحَمْدُ لِلّٰہ﴾۔ اسی کا لحاظ رکھتے ہوئے جہاں حرام عورتوں کا ذکر کیا وہاں فرمایا ﴿وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ یعنی تمہاری اپنی صلب سے جو لڑکے ہوں ان کی بیویاں تم پر حرام ہیں۔ ہاں رضاعی لڑکا نسبی اور صلبی لڑکے کے حکم میں ہے جیسے کہ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ پیار سے کسی کو بیٹا کہہ دینا یہ اور چیز ہے یہ ممنوع نہیں۔

مسند احمد وغیرہ میں ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں ہم سب خاندان عبدالمطلب کے چھوٹے بچوں کو مزدلفہ سے رسول اللہ ﷺ نے رات کو ہی جمرات کی طرف رخصت کر دیا اور ہماری رانیں تھپکتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میرے بیٹو! سورج نکلنے سے پہلے جمرات پر کنکریاں نہ مارنا۔ یہ واقعہ ۱۰ ہجری ماہ ذی الحجہ کا ہے اور اس کی دلالت ظاہر ہے۔ حضرت زید بن حارثہؓ جن کے بارے میں یہ حکم اترا یہ ۸ھ ہجری میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ حضرت انسؓ کو رسول اللہ ﷺ نے اپنا بیٹا کہہ کر بلایا۔ اسے بیان فرما کر کہ لے پالک لڑکوں کو ان کے باپ کی طرف منسوب کر کے پکارا کرو، پالنے والوں کی طرف نہیں، پھر فرماتا ہے کہ اگر تمہیں ان کے باپوں کا علم ہی نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور اسلامی دوست ہیں۔ حضور اکرم ﷺ جب عمرۃ القضاء کے سال مکہ مکرمہ سے واپس لوٹے تو حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی چچا چچا کہتی ہوئی آپ ﷺ کے پیچھے دوڑیں۔ حضرت علیؓ نے انہیں لے کر حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دیا اور فرمایا یہ تمہاری چچا زاد بہن ہیں انہیں اچھی طرح رکھو۔ حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ فرمانے لگے اس بچی کے حقدار ہم ہیں ہم انہیں پالیں گے۔ حضرت علیؓ فرماتے تھے نہیں یہ میرے ہاں رہیں گی۔ حضرت علیؓ نے تو یہ دلیل دی کہ میرے چچا کی لڑکی ہیں۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں میرے بھائی کی لڑکی ہے۔ حضرت

ابی طالب کہنے لگے میرے چچا کی لڑکی ہیں اور ان کی خالہ میرے گھر میں ہیں یعنی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ آخر حضور اکرم ﷺ نے یہ فیصلہ کیا کہ صاحبزادی تو اپنی خالہ کے پاس رہیں کیونکہ خالہ ماں کے قائم مقام ہے۔ حضرت علیؓ سے فرمایا تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔ حضرت جعفرؓ سے فرمایا تو صورت سیرت میں میرے مشابہ ہے۔

حضرت زیدؓ سے فرمایا تو ہمارا بھائی اور ہمارا مولیٰ ہے۔ اس حدیث میں بہت سے احکام ہیں۔ سب سے بہتر تو یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حکم حق سنا کر اور دعویداروں کو بھی ناراض نہیں ہونے دیا اور آپ ﷺ نے اسی آیت پر عمل کرتے ہوئے حضرت زیدؓ سے فرمایا تم ہمارے بھائی اور ہمارے دوست ہو۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اسی آیت کے ماتحت میں تمہارا بھائی ہوں۔ ابیؓ فرماتے ہیں واللہ اگر یہ بھی معلوم ہوتا کہ ان کے والد کوئی ایسے ویسے ہی تھے تو بھی یہ ان کی طرف منسوب ہوتے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنی نسبت اپنے باپ کی طرف سے دوسرے کی طرف کرے اس نے کفر کیا۔ اس سے سخت وعید پائی جاتی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ صحیح نسبت سے اپنے تئیں ہٹانا بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے۔ پھر فرماتا ہے جب تم نے اپنے طور پر جتنی طاقت تم میں ہے تحقیق کر کے کسی کو کسی کی طرف نسبت کیا اور فی الحقیقت وہ نسبت غلط ہے تو اس خطا پر تمہاری پکڑ نہیں۔ چنانچہ خود پروردگار نے ہمیں دعا تعلیم کی کہ ہم اس کی جناب میں کہیں ﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ﴾ اے اللہ! ہماری بھول چوک اور غلطی نہ پکڑ۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ جب مسلمانوں نے یہ دعا پڑھی جناب باری عز اسمہ نے فرمایا میں نے یہ دعا قبول فرمائی۔ صحیح بخاری میں ہے جب حاکم اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائے اپنے اجتہاد میں صحت کو پہنچ جائے تو اسے دوہرا اجر ملتا ہے اور اگر خطا کر جائے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو ان کی خطائیں بھول چوک اور جو کام ان سے زبردستی کرائے جائیں ان سے درگزر فرمالیا ہے۔ یہاں بھی یہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ ہاں جو کام تم قصد قلب سے عمداً کرو وہ بے شک قابل گرفت ہیں۔ قسموں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔ اوپر جو حدیث بیان ہوئی کہ نسب بدلنے والا کفر کا مرتکب ہے وہاں بھی یہ لفظ ہیں کہ باوجود جاننے کے۔ آیت قرآن جواب تلاوتاً منسوخ ہے اس میں تھا ﴿فَاِنَّ كُفْرًا بِكُمْ اَنْ تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَآءِ كُمْ ﴾ یعنی تمہارا اپنے باپ کی طرف سے نسبت ہٹانا کفر ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا آپ ﷺ کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اس میں رجم کی بھی آیت تھی حضور اکرم ﷺ نے خود بھی رجم کیا۔ (یعنی شادی شدہ زانیوں کو سنگسار کیا) اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے بعد رجم کیا۔ ہم نے قرآن میں یہ آیت بھی پڑھی ہے کہ اپنے باپوں سے اپنا سلسلہ نسب نہ ہٹاؤ یہ کفر ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے مجھے تم میری تعریفوں میں اس طرح بڑھا چڑھا نہ دینا جیسے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔ میں تو صرف بندہ الٰہی ہوں تو تم مجھے بندہ الٰہی اور رسول اللہ (ﷺ) کہنا۔ ایک روایت میں صرف ابن مریم علیہ السلام ہے۔ اور حدیث میں ہے تین خصلتیں لوگوں میں ہیں جو کفر ہیں نسب میں طعنہ زنی میت پر نوحہ ستاروں سے باراں طلبی۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝

پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ اور رشتے دار کتاب اللہ کی رو سے بہ نسبت دوسرے مومنوں اور مہاجروں کے آپس میں زیادہ حقدار ہیں ہاں تمہیں اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنے کی اجازت ہے۔ یہ حکم لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

چونکہ رب العزت ﴿ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ﴾ کو علم ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی امت پر خود ان کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ مہربان ہیں اس لئے آپ ﷺ کو ان کی اپنی جانوں سے بھی ان کا زیادہ اختیار دیا۔ یہ خود اپنے لئے کوئی تجویز نہ کریں بلکہ ہر حکم رسول اللہ ﷺ کو بہ دل و جان قبول کرتے جائیں جیسے فرمایا ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ الخ۔ تیرے رب تعالیٰ کی قسم یہ مومن نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے آپس کے تمام اختلافات میں تجھے حکم نہ مان لیں۔ اور تیرے تمام تر احکام اور فیصلوں کو بہ دل و جان بکشادہ پیشانی قبول نہ کرلیں۔ صحیح حدیث مبارکہ میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی باایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے نفس سے اس کے مال سے اس کی اولاد سے اور دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے تمام جہان سے زیادہ محبوب ہیں لیکن ہاں خود میرے اپنے نفس سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں نہیں عمر! جب تک کہ میں تجھے خود تیرے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔ یہ سن کر جناب فاروق اعظمؓ فرماتے لگے قسم اللہ تعالیٰ کی یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اب مجھے ہر چیز سے یہاں تک کہ میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اب ٹھیک ہے۔ بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں تمام مومنوں کا زیادہ حقدار دنیا اور آخرت میں خود ان کی اپنی جانوں سے بھی میں ہوں۔ اگر تم چاہو تو پڑھ لو ﴿ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ﴾ سنو جو مسلمان مال چھوڑ کر مرے اس کا مال تو اس کے وارثوں کا حصہ ہے اور اگر کوئی مر جائے اور اس کے ذمہ قرض ہو یا اس کے چھوٹے چھوٹے بال بچے ہوں تو اس قرض کی ادائیگی کا میں ذمہ دار ہوں اور ان بچوں کی پرورش میرے ذمہ ہے۔ پھر فرماتا ہے حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ حرمت اور احترام میں، عزت اور اکرام میں، بزرگی اور اعظام میں تمام مسلمانوں میں ایسی ہیں جیسی خود ان کی مائیں۔ ہاں ماں کے اور احکام مثلاً خلوت یا ان کی لڑکیوں اور بہنوں سے نکاح کی حرمت یہ یہاں ثابت نہیں، گو بعض علماء نے ان کی بیٹیوں کو بھی مسلمانوں کی بہنیں لکھا ہے جیسے کہ حضرت امام شافعیؒ نے مختصر میں نصاً فرمایا ہے۔ لیکن یہ عبارت کا اطلاق ہے نہ کہ حکم کا اثبات۔

حضرت معاویہؓ وغیرہ کو جو کسی نہ کسی ام المومنینؓ کے بھائی تھے انہیں ماموں کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ نے تو کہا ہے کہ کہہ سکتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ حضور اکرم ﷺ کو ابوالمومنین کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ خیال رہے کہ ابوالمومنین کہنے میں مسلمان عورتیں بھی آجائیں گی جمع مذکر سالم میں باعتبار تغلیب کے مونث بھی شامل ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان ہے کہ نہیں کہہ سکتے۔

امام شافعیؒ کے دو قولوں میں بھی زیادہ صحیح قول یہی ہے۔ ابی بن کعب اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قرات میں ﴿اُمَّهٰتُهُمْ ﴾ کے بعد یہ لفظ ہیں، ﴿وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ ﴾ یعنی آپ ﷺ ان کے والد ہیں۔ مذہب شافعیؒ میں بھی ایک قول یہی ہے اور کچھ تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے لئے قائم مقام باپ کے ہوں، میں تمہیں تعلیم دے رہا ہوں۔ سنو تم میں سے جب کوئی پاخانے میں جائے تو نہ قبلے کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ نہ اپنے داہنے ہاتھ سے ڈھیلے لے نہ داہنے ہاتھ سے استنجا کرے۔ آپ ﷺ تین ڈھیلے لینے کا حکم دیتے تھے اور گوبر اور ہڈی سے استنجا کرنے کی ممانعت فرماتے تھے (نسائی وغیرہ) دوسرا قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو باپ نہ کہا جائے کیونکہ قرآن مجید میں ہے ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ﴾ حضور اکرم ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ بہ نسبت عام مومنوں مہاجرین اور انصار کے ورثے کے زیادہ مستحق قرابتدار ہیں۔ اس سے پہلے رسول کریم ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں جو بھائی چارہ کرایا تھا اسی کے اعتبار سے یہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے اور قسمیں کھا کر ایک دوسروں کے جو حلیف بنے ہوئے تھے یہ بھی آپس میں ورثہ بانٹ لیا کرتے تھے۔ اس کو اس آیت نے منسوخ کر دیا۔ پہلے اگر انصاری مر گیا تو اس کے وارث اس کی قرابت کے لوگ نہیں ہوتے تھے بلکہ مہاجر ہوتے تھے جن کے درمیان اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ نے بھائی چارہ کرا دیا تھا۔ حضرت زبیر بن عوامؓ کا

بیان ہے کہ یہ حکم خاص ہم انصار ومہاجرین کے بارے میں اترا ہے ہم جب مکہ چھوڑ کر مدینہ آئے تو ہمارے پاس کچھ مال نہ تھا یہاں آ کر ہم نے انصاریوں سے بھائی چارہ کیا یہ بہترین بھائی ثابت ہوئے یہاں تک کہ ان کے فوت ہونے کے بعد ان کے مال کے وارث بھی ہم ہوتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کا بھائی چارہ حضرت خارجہ بن زیدؓ کے ساتھ تھا۔ حضرت عمرؓ کا فلاں کے ساتھ۔ حضرت عثمانؓ کا ایک زرقی شخص کے ساتھ۔ خود میرا (حضرت) کعب بن مالکؓ کے ساتھ۔ یہ زخمی ہوئے اور یہ زخم بھی کاری تھے اگر اس وقت ان کا انتقال ہو جاتا تو میں بھی ان کا وارث بنتا۔ پھر یہ آیت اتری اور میراث کا عام حکم ہمارے لئے بھی ہوگیا۔ پھر فرماتا ہے ورثہ تو ان کا نہیں لیکن ویسے اگر تم اپنے ان مخلص احباب کے ساتھ سلوک کرنا چاہو تو تمہیں اختیار ہے وصیت کے طور پر کچھ دے دلا سکتے ہو۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پہلے ہی سے اس کتاب میں لکھا ہوا تھا جس میں کوئی ترمیم وتبدیلی نہیں ہوئی۔ بیچ میں جو بھائی چارے پر ورثہ بٹتا تھا یہ صرف ایک خاص مصلحت کی بناء پر خاص وقت تک کے لئے تھا اب یہ ہٹا دیا گیا اور اصلی حکم دے دیا گیا' واللہ اعلم۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ لِّيَسْــَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ۧ

جب کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا بالخصوص تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے اور عہد بھی ہم نے ان سے پکا اور پختہ لیا۔ تاکہ آخر کار اللہ تعالیٰ سچوں سے ان کی سچائی دریافت فرمائے' نہ ماننے والوں کے لئے ہم نے المناک عذاب تیار کر رکھے ہیں۔

اولوالعزم پیغمبروں اور عام نبیوں سے عہد: فرمان ہے کہ ان پانچوں اولوالعزم پیغمبروں سے اور عام نبیوں سے سب سے ہم نے عہد و وعدہ لیا ہے وہ میرے دین کی تبلیغ کریں گے' اس پر قائم رہیں گے' آپس میں ایک دوسرے کی مدد امداد اور تائید کریں گے اور اتفاق واتحاد رکھیں گے۔ اسی عہد کا ذکر اس آیت میں ہے ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ﴾ الخ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی علیہم السلام سے قول قرار لیا کہ جو کچھ کتاب وحکمت دے کر میں تمہیں بھیجوں پھر تمہارے ساتھ کی چیز کی تصدیق کرنے والا رسول آ جائے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی امداد کرنا۔ بولو تمہیں اس کا اقرار ہے؟ اور میرے سامنے اس کا پختہ وعدہ کرتے ہو؟ سب نے جواب دیا کہ ہاں ہمیں اقرار ہے۔ جناب باری تعالیٰ نے فرمایا بس اب گواہ رہنا اور میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ یہاں عام نبیوں کا ذکر کر کے پھر خاص جلیل القدر پیغمبروں کا نام بھی لے دیا۔ اسی طرح ان کے نام اس آیت میں بھی ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا﴾ الخ۔ یہاں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے جو زمین پر اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام تھے' حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر ہے جو سب سے آخری پیغمبر ﷺ تھے اور ابراہیم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام' عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ جو درمیانی پیغمبر تھے۔ ایک لطافت اس میں یہ ہے کہ پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کے بعد کے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا اور آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کے پہلے کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا اور درمیان پیغمبروں میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا۔ یہاں تو ترتیب یہ رکھی کہ فاتح اور خاتم کا ذکر کر کے بیچ کے نبیوں کا بیان کیا اور اس آیت میں سب سے پہلے خاتم النبیین ﷺ کا نام لیا اس لئے کہ سب سے اشرف وافضل آپ ﷺ ہی ہیں۔ پھر یکے بعد دیگرے جس طرح آئے ہیں اسی طرح ترتیب وار بیان کیا اللہ تعالیٰ اپنے تمام نبیوں پر اپنا درود وسلام نازل فرمائے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ پیدائش کے اعتبار سے میں سب نبیوں سے پہلے ہوں اور دنیا میں آنے کے

اعتبار سے سب آخر ہوں پس مجھی سے ابتدا کی ہے۔ یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے لیکن اس کے ایک راوی سعید بن بشیر ضعیف ہیں اور سند سے یہ مرسل مروی ہے اور یہی زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔ اور بعضوں نے اسے موقوف روایت کی ہے واللہ اعلم۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ پانچ پیغمبر ہیں نوح علیہ السلام ابراہیم موسیٰ عیسیٰ علیہم السلام اور محمد ﷺ۔ اس آیت میں ایک راوی حمزہ ضعیف ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں جس عہد و میثاق کا ذکر ہے یہ وہ ہے جو روز ازل میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے تمام انسانوں کو نکال کر لیا تھا۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو بلند کیا گیا آپ علیہ السلام نے اپنی اولاد کو دیکھا ان میں مال دار مفلس خوبصورت اور ہر طرح کے لوگ دیکھے تو کہا کہ اے اللہ! کیا اچھا ہوتا کہ تو نے ان سب کو برابر ہی رکھا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا کہ یہ اس لئے ہے کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ ان میں جو انبیاء کرام علیہم السلام تھے انہیں بھی آپ علیہ السلام نے دیکھا وہ مثل روشنی کے نمودار تھے۔ ان پر نور برس رہا تھا ان سے نبوت اور رسالت کا ایک اور خاص عہد لیا گیا تھا جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ ﴿ صَادِقُوْنَ ﴾ سے ان کے صدق کا سوال ہو یعنی ان سے جو احادیث رسول ﷺ پہنچانے والے تھے۔ ان کی امتوں میں سے جو بھی ان کو نہ مانے اسے سخت عذاب ہوگا۔ اے اللہ تعالیٰ! تو گواہ رہ ہماری گواہی ہے ہم دل سے مانتے ہیں کہ بے شک تیرے رسولوں نے تیرا پیغام تیرے بندوں کو بلا کم و کاست پہنچا دیا۔ انہوں نے پوری خیر خواہی کی اور حق کو صاف طور پر نمایاں طریقے سے واضح کر دیا۔ جس میں کوئی پوشیدگی کوئی شبہ کسی طرح کا شک نہ رہا۔ گو بدنصیب ضدی جھگڑالو لوگوں نے انہیں نہ مانا۔ ہمارا ایمان ہے کہ تیرے رسولوں کی تمام باتیں سچ اور حق ہیں اور جس نے ان کی راہ نہ پکڑی وہ گمراہ اور باطل پر ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ اِذْ جَاۗءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو احسان تم پر کیا اسے یاد کرو جبکہ تمہارے مقابلے کو فوجیں کی فوجیں آئیں پھر ہم نے ان پر تیز و تند آندھی اور لشکر بھیجے جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب کو دیکھتا ہے۔ جب کہ دشمن تمہارے پاس اوپر سے اور نیچے سے آ گئے اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم اللہ تعالیٰ کی نسبت مختلف گمان کرنے لگے۔

جنگ خندق میں جو ۵ ہجری ماہ شوال میں ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر جو اپنا فضل و احسان کیا تھا اس کا بیان ہو رہا ہے۔ جب کہ مشرکین نے پوری طاقت سے اور پورے جتھے سے مسلمانوں کو مٹا دینے کے ارادے سے زبردست لشکر لے کر حملہ کیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں جنگ خندق ۴ ہجری میں ہوئی تھی۔ اس لڑائی کا قصہ یہ ہے کہ بنو نضیر کے یہودی سرداروں نے جن میں سلام بن ابو حقیق سلام بن مشکم کنانہ بن ربیع وغیرہ تھے مکہ میں آ کر قریشیوں کو جو اول ہی سے تیار تھے حضور اکرم ﷺ سے لڑائی کرنے پر آمادہ کیا اور ان سے وعدہ کیا کہ ہم اپنے زیر اثر لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ کی جماعت میں شامل ہیں۔ انہیں آمادہ کر کے یہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس گئے ان سے بھی ساز باز کر کے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ قریشیوں نے بھی ادھر ادھر پھر کر تمام عرب میں آگ لگا کر سب گرے پڑے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ ان سب کا سردار ابوسفیان صخر بن حرب بنا اور غطفان کا سردار عیینہ بن حصن بن بدر مقرر ہوا۔ ان لوگوں نے کوشش کر کے دس ہزار کا لشکر اکٹھا کر لیا اور مدینے کی طرف چڑھ دوڑے۔ حضور اکرم ﷺ کو جب اس لشکر کشی کی خبریں پہنچیں تو آپ ﷺ نے بمشورہ حضرت سلمان فارسیؓ مدینہ منورہ کی

مشرقی سمت میں خندق یعنی کھائی کھدوائی۔ اس خندق کے کھودنے میں تمام صحابہؓ مہاجرین وانصار شامل تھے اور خود آپ بھی بہ نفس نفیس اس میں حصہ لیتے تھے کھودنے میں بھی اور مٹی ڈھونے میں بھی۔ مشرکین کا لشکر بلا مزاحمت مدینہ منورہ تک پہنچ گیا اور مدینہ کے مشرقی حصے میں احد پہاڑ کے متصل اپنا پڑاؤ جمایا۔ یہ تھا مدینہ طیبہ کا نچلا حصہ۔ اوپر کے حصے میں انہوں نے اپنی ایک بڑی بھاری جمعیت بھیج دی جس نے اعالی مدینہ میں لشکر کا پڑاؤ ڈالا اور نیچے اوپر مسلمانوں کو محصور کر لیا۔ حضور اکرم ﷺ اپنے ساتھ کے صحابہؓ کو جو تین ہزار سے نیچے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ صرف سات سو تھے لے کر ان کے مقابلہ پر آئے۔ سلع پہاڑی کو آپ ﷺ نے اپنی پشت پر کیا اور دشمنوں کی طرف متوجہ ہو کر فوج کی ترتیب دی۔ خندق جو آپ ﷺ نے کھودی اور کھدوائی تھی اس میں پانی وغیرہ نہ تھا وہ صرف ایک گڑھا تھا جو مشرکین کے ریلے کو بے روک آنے نہیں دیتا تھا۔ آپ ﷺ نے بچوں اور عورتوں کو مدینے کے ایک محلے میں کر دیا تھا۔ یہودیوں کی ایک جماعت بنو قریظہ مدینہ طیبہ میں تھی۔ مشرقی جانب ان کا محلہ تھا نبی اکرم ﷺ سے ان کا معاہدہ صلح مضبوط تھا' ان کا بھی بڑا گروہ تھا' تقریباً آٹھ سو جنگجو لڑنے کے قابل مردان میں موجود تھے۔ مشرکین اور یہود نے ان کے پاس حیی بن اخطب نضری کو بھیجا۔ اس نے انہیں بھی شیشے میں اتار کر سبز باغ دکھلا کر اپنی طرف کر لیا اور انہوں نے بھی ٹھیک موقعہ پر مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی اور علانیہ طور پر صلح توڑ دی۔ باہر سے دس ہزار کا وہ لشکر جو گھیرا ڈالے پڑا ہے' اندر سے ان یہودیوں کی بغاوت جو بغلی پھوڑے کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے۔ بتیس دانتوں میں زبان یا آٹے میں نمک کی طرح مسلمان ہو گئے۔ یہ کل سات سو آدمی کر ہی کیا سکتے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جس کا نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے کہ آنکھیں پتھرا گئیں دل الٹ گئے طرح طرح کے خیالات آنے لگے' جھنجھوڑ دیئے گئے اور سخت امتحان میں مبتلا ہو گئے۔ مہینہ بھر تک محاصرہ کی یہی تلخ صورت قائم رہی۔

گو مشرکین کی یہ جرات تو نہیں ہوئی کہ خندق سے پار ہو کر دستی لڑائی لڑتے' لیکن ہاں گھیرا ڈالے پڑے رہے اور مسلمانوں کو تنگ کر دیا۔ البتہ عمرو بن عبدود عامری جو عرب کا مشہور شجاع پہلوان اور فن سپہ سالاری میں یکتا تھا ساتھ ہی بہادر جیوٹ اور قوی تھا ایک مرتبہ ہمت کر کے اپنے ساتھ چند جاں باز پہلوانوں کو لے کر خندق سے اپنے گھوڑوں کو کدالایا۔ یہ حال دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے سواروں کی طرف اشارہ کیا' لیکن کہا جاتا ہے کہ انہیں تیار نہ پا کر آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ تم اس کے مقابلہ پر جاؤ' آپؓ گئے تھوڑی دیر تک تو دونوں بہادروں میں تلوار چلتی رہی لیکن بالآخر شیر الٰہی نے کفر کے اس دیو کو تہ تیغ کیا جس سے مسلمان بہت خوش ہوئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ فتح ہماری ہے۔ پھر پروردگار نے وہ تیز و تند آندھی بھیجی کہ مشرکین کے تمام خیمے اکھڑ گئے کوئی چیز قرینے سے نہ رہی' آگ کا جلانا مشکل ہو گیا' کوئی جائے پناہ نظر نہ آئی۔ بالآخر تنگ آ کر نامرادی سے واپس ہوئے' جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ جس ہوا کا اس آیت میں ذکر ہے بقول مجاہدؒ یہ صبا ہے اور اس کی تائید حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ میں صبا ہوا سے مدد دیا گیا ہوں اور عادی دبور ہواؤں سے ہلاک کئے گئے تھے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں جنوبی ہوا نے شمالی ہوا سے اس جنگ احزاب میں کہا کہ چل ہم تم جا کر رسول اللہ ﷺ کی مدد کریں تو شمالی ہوا نے کہا کہ گرمی رات کو نہیں چلا کرتی۔ پھر ان پر صبا ہوا بھیجی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مجھے میرے ماموں حضرت عثمان بن مظعونؓ نے خندق والی رات سخت جاڑے اور تیز ہوا میں مدینہ منورہ بھیجا کہ کھانا اور لحاف لے آؤں۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میرے جو صحابی تمہیں ملیں انہیں کہنا کہ میرے پاس چلے آئیں۔ اب میں چلا۔ ہوائیں زناٹے کی شائیں شائیں چل رہی تھیں۔ مجھے جو مسلمان ملا میں نے اسے حضور اکرم ﷺ کا پیغام پہنچا دیا اور جس نے سنا الٹے پاؤں فوراً حضور اکرم ﷺ کی طرف چل دیا یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ ہوا میری ڈھال کو دھکے دے رہی تھی اور وہ مجھے لگ رہی تھی یہاں تک کہ اس کا لوہا میرے پاؤں پر گر پڑا جسے میں نے نیچے پھینک دیا۔ اس ہوا کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھی نازل فرمائے تھے جنہوں نے مشرکین کے دل اور سینے خوف اور رعب سے بھر دیئے۔ یہاں تک کہ جتنے سرداران لشکر تھے اپنے ماتحت سپاہیوں کو اپنے پاس بلا بلا کر کہنے لگے نجات کی صورت تلاش کرو' بچاؤ کا انتظام کرو۔ یہ تھا فرشتوں کا ڈالا ہوا ڈر اور رعب اور یہی وہ لشکر ہے جس کا بیان اس آیت میں ہے

کہ اس لشکر کو تم نے نہیں دیکھا۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے ایک نوجوان شخص نے جو کوفے کے رہنے والے تھے کہا کہ اے ابوعبداللہ! تم بڑے خوش نصیب ہو کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے بتاؤ تو تم کیا کرتے تھے؟ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا واللہ ہم جاں نثاریاں کرتے تھے۔ نوجوان فرمانے لگے سنئے چچا اگر ہم حضور اکرم ﷺ کے زمانے کو پاتے تو واللہ آپ ﷺ کو قدم بھی زمین پر نہ رکھنے دیتے' اپنی گردنوں پر اٹھا کر لے جاتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بھتیجے لو ایک واقعہ سنو۔ جنگ خندق کے موقعہ پر رسول اللہ ﷺ بڑی رات تک نماز پڑھتے رہے۔ فارغ ہو کر دریافت فرمایا کہ کوئی ہے جو جا کر لشکر کفار کی خبر لا دے؟ اللہ تعالیٰ کے نبی اس سے شرط کرتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کوئی کھڑا نہ ہوا کیونکہ خوف' بھوک اور سردی کی انتہا تھی۔ پھر آپ ﷺ دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ پھر فرمایا' ہے کوئی جا کر یہ خبر لا دے کہ مخالفین نے کیا کیا؟ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اسے مطمئن کرتے ہیں کہ وہ ضرور واپس آئے گا اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں میرا رفیق کرے۔ اب کے بھی کوئی کھڑا نہ ہوا' اور کھڑا ہوتا کیسے؟ بھوک کے مارے پیٹ کمر سے لگ رہا تھا سردی کے مارے دانت سے دانت بج رہا تھا' خوف کے مارے پتے پانی ہو رہے تھے۔ بالآخر میرا نام لے کر سردار رسول اللہ ﷺ نے آواز دی' اب تو بے کھڑے ہوئے چارہ ہی نہ تھا۔ فرمانے لگے حذیفہ! تو جا اور دیکھ کہ وہ اس وقت کیا کر رہے ہیں؟ دیکھ جب تک میرے پاس واپس نہ پہنچ جاؤ کوئی نیا کام نہ کرنا۔ میں نے بہت خوب کہہ کر اپنی راہ لی اور جرات کے ساتھ مشرکوں میں گھس گیا' وہاں جا کر عجیب حال دیکھا کہ دکھائی نہ دینے والے اللہ تعالیٰ کے لشکر اپنا کام پھرتی سے کر رہے ہیں۔ چولھوں پر سے دیگیں ہوا نے الٹ دی ہیں' خیموں کی چوبیں اکھڑ گئیں' ہیں آگ جلا نہیں سکتے' کوئی چیز اپنے ٹھکانے نہیں رہی۔ اس وقت ابوسفیان کھڑا ہوا اور با آواز بلند منادی کی کہ اے قریشیو! اپنے اپنے ساتھی سے ہوشیار ہو جاؤ۔ اپنے ساتھی کو دیکھ بھال لو ایسا نہ ہو کہ کوئی غیر کھڑا ہوا ہو۔ میں نے یہ سنتے ہی میرے پاس جو ایک قریشی جوان تھا اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں۔ میں نے کہا اب ہوشیار رہنا۔

پھر ابوسفیان نے کہا قریشیو! بخدا ہم اس وقت کسی ٹھہرنے کی جگہ پر نہیں ہیں۔ ہمارے مویشی' ہمارے اونٹ ہلاک ہو رہے ہیں۔ بنو قریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی' اس نے ہمیں بڑی تکلیف پہنچائی۔ پھر اس ہوا نے تو ہمیں پریشان کر رکھا ہے' ہم پکا کھا نہیں سکتے' آگ تک جلا نہیں سکتے' خیمے ڈیرے ٹھہر نہیں سکتے۔ میں تو تنگ آ گیا ہوں اور میں نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ واپس ہو جاؤں۔ پس میں تم سب کو حکم دیتا ہوں کہ واپس چلو۔ اتنا کہتے ہی اپنے اونٹ پر جو زانو بندھا ہوا بیٹھا تھا چڑھ گیا اور اسے مارا وہ تین پاؤں سے ہی کھڑا ہو گیا۔ پھر اس کا پاؤں کھولا۔ اس وقت ایسا اچھا موقعہ تھا کہ اگر میں چاہتا تو ایک تیر ہی میں ابوسفیان کا کام تمام کر دیتا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرما دیا تھا کہ کوئی نیا کام نہ کرنا اس لئے میں نے اپنے دل کو روک لیا۔ اب میں واپس لوٹا اور اپنے لشکر میں آ گیا جب میں پہنچتا ہوں تو میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ ایک چادر کو لپیٹے ہوئے' جو آپ ﷺ کی کسی بیوی صاحبہ کی تھی نماز میں مشغول ہیں۔ آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر اپنے دونوں پیروں کے درمیان بٹھا لیا اور چادر مجھے بھی اوڑھا دی۔ پھر رکوع اور سجدہ کیا اور میں وہیں وہیں چادر اوڑھے بیٹھا رہا جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو میں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ قریشیوں کے واپس جانے کی خبر جب قبیلہ غطفان کو پہنچی تو انہوں نے بھی سامان باندھا اور واپس لوٹ گئے۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں جب میں چلا تو باوجود کڑاکے کی سخت سردی کے قسم اللہ تعالیٰ مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں کسی گرم حمام میں ہوں۔ اس وقت ابوسفیان آگ سلگائے ہوئے تاپ رہا تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر پہچان کر اپنا تیر کمان میں چڑھا لیا اور چاہتا ہی تھا کہ چلا دوں اور وہ بالکل زد میں تھا' ناممکن تھا کہ میرا نشانہ خالی جائے لیکن مجھے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرنا کہ وہ چونکنے ہو کر بھڑک جائیں۔ تو میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ جب میں واپس آیا اس وقت بھی مجھے کوئی سردی محسوس نہ ہوئی بلکہ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ گویا میں حمام میں چل رہا ہوں۔ ہاں جب حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو بڑے زور کی سردی لگنے لگی اور میں کپکپانے لگا تو حضور اکرم ﷺ نے اپنی چادر مجھ کو اوڑھا دی۔ میں جو اوڑھ کر لیٹا تو مجھے نیند آ گئی اور صبح تک پڑا سوتا رہا' صبح خود حضور اکرم ﷺ نے مجھے یہ کہہ کر جگایا کہ اے سونے

والے بیدار ہو جا اور روایت میں ہے کہ جب اس تابعیؒ نے کہا کہ کاش کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے اور آپ ﷺ کے زمانے کو پاتے' تو حذیفہؓ نے کہا کہ کاش کہ تم جیسا ایمان ہمیں نصیب ہوتا کہ باوجود نہ دیکھنے کے پورا اور پختہ عقیدہ رکھتے ہو۔ برادرزادے! جو تمنا تم کرتے ہو یہ تمنا ہی ہے نہ جانے ہوتے تو کیا کرتے؟ ہم پر تو ایسے کٹھن وقت آئے ہیں۔ یہ کہہ کر پھر آپ نے مندرجہ بالا لیلۃ الخندق کا واقعہ بیان کیا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ہوا جھڑی اور آندھی کے ساتھ بارش بھی تھی۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کے واقعات کو بیان فرما رہے تھے جو اہل مجلس نے کہا اگر ہم اس وقت موجود ہوتے تو یوں اور یوں کرتے' اس پر آپ نے یہ واقعہ بیان فرمادیا کہ باہر سے تو دس ہزار کا لشکر گھیرے ہوئے ہے' اندر سے بنوقریظہ کے آٹھ سو یہودی بگڑے ہوئے ہیں' بال بچے اور عورتیں مدینہ طیبہ میں ہیں خطرہ لگا ہوا ہے اگر بنوقریظہ نے اس طرف کا رخ کیا تو ایک ساعت میں ہی عورتوں بچوں کا فیصلہ کر دیں گے۔ واللہ اس رات جیسی خوف و ہراس کی حالت کبھی ہم پر نہیں گزری۔ پھر وہ ہوائیں چلتی ہیں' آندھیاں اٹھتی ہیں' اندھیرا چھاتا ہے' کڑک گرج اور بجلی ہوتی ہے کہ العظمۃ للہ۔ ساتھی کو دیکھا تو کہا؟ اپنی انگلیاں بھی نظر نہ آتی تھیں۔ جو منافق ہمارے ساتھ تھے وہ ایک ایک ہو کر یہ بہانا بنا کر کہ ہمارے بال بچے اور عورتیں وہاں ہیں اور گھر کا نگہبان کوئی نہیں' حضور اکرم ﷺ سے آآ کر اجازت چاہنے لگے اور آپ ﷺ نے بھی کسی ایک کو نہ روکا۔ جس نے کہا کہ میں جاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا شوق سے جاؤ۔ وہ ایک ایک ہو کر سرکنے لگے اور ہم صرف تین سو کے قریب رہ گئے۔ حضور اکرم ﷺ اب تشریف لائے ایک ایک کو دیکھا میری عجیب حالت تھی نہ میرے پاس دشمن سے بچنے کے لئے کوئی آلہ تھا نہ سردی سے محفوظ رہنے کے لئے کوئی کپڑا تھا۔ صرف میری بیوی کی ایک چھوٹی سی چادر تھی جو میرے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچتی تھی۔ جب حضور اکرم ﷺ میرے پاس پہنچے اس وقت میں اپنے گھٹنوں میں سر ڈالے ہوئے دبک کر بیٹھا ہوا کپکپا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ میں نے کہا حذیفہ۔ فرمایا'' حذیفہ سن'' واللہ مجھ پر تو زمین تنگ ہوگئی کہ کہیں حضور اکرم ﷺ مجھے کھڑا نہ کریں میری تو درگت ہو رہی ہے لیکن کرتا کیا حضور اکرم ﷺ کا فرمان تھا' میں نے کہا'' حضور اکرم ﷺ! سن رہا ہوں۔ ارشاد؟'' آپ ﷺ نے فرمایا'' دشمنوں میں ایک نئی بات ہونے والی ہے' جاؤ ان کی خبر لاؤ''۔

واللہ اس وقت مجھ سے زیادہ نہ تو کسی کو خوف تھا نہ گھبراہٹ تھی نہ سردی تھی لیکن حضور اکرم ﷺ کا حکم سنتے ہی کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا تو میں نے سنا کہ آپ ﷺ میرے لئے دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ! اس کے آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے نیچے سے اس کی حفاظت کر۔ حضور اکرم ﷺ کی اس دعا کے ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ کسی قسم کا خوف ڈر یا دہشت میرے دل میں تھی ہی نہیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے مجھے آواز دے کر فرمایا'' دیکھو حذیفہ! وہاں جا کر میرے پاس واپس آنے تک کوئی نئی بات نہ کرنا''۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ میں ابوسفیان کو اس سے پہلے نہ پہچانتا تھا۔ میں گیا تو وہاں یہی آوازیں لگ رہی تھیں کہ چلو کوچ کرو' واپس چلو۔ ایک عجیب بات میں نے یہ بھی دیکھی کہ وہ خطرناک ہوا جو دیگیں الٹ دیتی تھیں وہ صرف ان کے لشکر کے احاطہ تک ہی تھی' واللہ اس سے ایک بالشت بھر باہر نہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ پتھر اڑ اڑ کر ان پر گرتے تھے۔ جب میں واپس چلا ہوں تو میں نے دیکھا کہ تقریباً بیس سوار ہیں جو عمامے باندھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا جاؤ اور رسول اللہ ﷺ کو خبر کر دو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کفایت کر دی اور آپ ﷺ کے دشمنوں کو مات دی۔ اس میں یہ بھی بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی عادت میں داخل تھا کہ جب کبھی کوئی گھبراہٹ اور دقت کا وقت ہوتا تو آپ ﷺ نماز شروع کر دیتے۔ جب میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ خبر پہنچائی اسی وقت یہ آیت اتری۔ پس آیت میں نیچے کی طرف سے آنے والوں سے مراد بنوقریظہ ہیں شدت خوف اور سخت گھبراہٹ سے آنکھیں الٹ گئی تھیں اور دل حلقوم تک پہنچ گئے تھے اور طرح طرح کے گمان ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ بعض منافقوں نے سمجھ لیا تھا کہ اب کی لڑائی میں کافر غالب آجائیں گے۔ عام منافقوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے؟ معتب بن قشیر کہنے لگا کہ آنحضرت ﷺ تو ہمیں کہہ رہے تھے کہ ہم قیصر وکسریٰ کے خزانوں کے مالک بنیں گے اور یہاں حالت یہ ہے کہ پاخانے کو جانا بھی دوبھر ہو رہا ہے۔ یہ مختلف گمان مختلف لوگوں کے تھے' مسلمان تو یقین کرتے تھے کہ غلبہ ہمارا ہی ہے جیسا کہ فرمان ہے ﴿ وَ لَمَّا رَا الْمُؤْمِنُوْنَ ﴾ الخ۔ لیکن

منافقین کہتے تھے کہ اب کی مرتبہ سارے مسلمان مع آنحضرت ﷺ گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیئے جائیں گے۔ صحابہؓ نے عین

منافقین کا فرار: اس گھبراہٹ اور پریشانی کے وقت رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضور اکرم ﷺ! اس وقت ہمیں اس سے بچاؤ کی کوئی دعا تلقین کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا مانگو ﴿اللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِنَا وَاٰمِنْ رَوْعَاتِنَا﴾ اللہ تعالیٰ! ہماری پردہ پوشی کر اللہ تعالیٰ! ہمارے خوف ڈر کو امن وامان سے بدل دے۔ ادھر مسلمانوں کی یہ دعائیں بلند ہوئی ادھر لشکر ربانی ہواؤں کی شکل میں آیا اور کافروں کا تیا پانچا کر دیا' ﴿فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾

هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿١١﴾ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿١٢﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾

یہیں مومنوں کا امتحان کر لیا گیا اور پوری طرح وہ جھنجھوڑ دیئے گئے۔ اس وقت منافق اور کمزور دل والے کہنے لگے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ہم سے محض دھوکے فریب کے ہی وعدے کئے تھے۔ ان ہی کی ایک جماعت نے ہانک لگائی کہ اے مدینہ والو! تمہارے ٹھہرنے کا یہ مقام نہیں' چلو لوٹ چلو۔ ان کی ایک اور جماعت یہ کہہ کر نبی اکرم ﷺ سے اجازت مانگنے لگی کہ ہمارے گھر خالی اور غیر محفوظ ہیں' دراصل وہ کھلے ہوئے اور غیر محفوظ نہ تھے' لیکن ان کا تو پختہ ارادہ بھاگ کھڑے ہونے کا ہو چکا تھا۔

اس گھبراہٹ اور پریشانی کا حال بیان ہو رہا ہے جو جنگ احزاب کے موقعہ پر مسلمانوں کی تھی کہ باہر سے دشمن اپنی پوری قوت اور کافی لشکر سے گھیرا ڈالے کھڑا ہے۔ اندرون شہر میں بغاوت کی آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ یہودیوں میں دفعۃً صلح توڑ کر بے چینی پیدا کر دی ہے۔ مسلمان کھانے پینے تک سے تنگ ہو گئے ہیں۔ منافق کھلم کھلا الگ ہو گئے ہیں۔ ضعیف دل لوگ طرح طرح کی باتیں بنا رہے ہیں' کہہ رہے ہیں کہ بس اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے وعدے دیکھ لئے۔ کچھ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کے کان میں صور پھونک رہے ہیں کہ میاں پاگل ہو گئے ہو؟ دیکھ نہیں رہے؟ دو گھڑی میں نقشہ پلٹنے والا ہے' بھاگ چلو' لوٹو لوٹو واپس چلو۔ یثرب سے مراد مدینہ طیبہ ہے۔ جیسے صحیح حدیث میں ہے کہ مجھے خواب میں تمہاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے۔ جو دو سنگلاخ میدانوں کے درمیان ہے' پہلے تو میرا خیال ہوا تھا کہ یہ ہجر ہے لیکن نہیں وہ جگہ یثرب ہے۔ اور روایت میں ہے کہ وہ جگہ مدینہ طیبہ ہے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ جو مدینہ طیبہ کو یثرب کہے وہ استغفار کر لے۔ مدینہ تو طابہ ہے وہ طابہ ہے۔ یہ حدیث صرف مسند احمد میں ہے اور اس کی اسناد میں ضعف ہے۔ کہا گیا ہے کہ عمالیق میں سے جو شخص یہاں آ کر ٹھہرا تھا چونکہ اس کا نام یثرب بن عبید بن مہلا ییل بن عوص بن عملاق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح تھا' اس لئے اس شہر کو بھی اسی کے نام سے مشہور کیا گیا۔ یہ بھی قول ہے کہ توراۃ میں اس کے گیارہ نام آئے ہیں۔ مدینہ' طابہ' مسکینہ' جابرہ' محبہ' محبوبہ' قاصمہ' مجبورہ' عذرا' مرحومہ' طیبہ۔ کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ ہم توراۃ میں یہ عبارت پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ سے فرمایا اے طیبہ اور اے طابہ اور اے مسکینہ! خزانوں میں مبتلا نہ ہو تمام بستیوں پر تیرا درجہ بلند ہو گا۔ کچھ لوگ تو اس موقعہ خندق پر کہنے لگے یہاں حضور اکرم ﷺ کے پاس ٹھہرنے کی جگہ نہیں' اپنے گھروں کو لوٹ چلو۔ بنو حارثہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے گھروں میں چوری ہونے کا خطرہ ہے' وہ خالی پڑے ہیں' ہمیں واپس جانے کی اجازت ملنی چاہیئے۔ اوس بن قیظی نے بھی یہی کہا تھا کہ ہمارے گھروں میں دشمن کے گھس جانے کا اندیشہ ہے' ہمیں جانے کی اجازت دیجئے۔ اللہ

تعالیٰ نے ان کے دل کی بات بتلا دی کہ یہ تو ڈھونگ رچایا ہے حقیقت میں عذر کچھ بھی نہیں نامردی سے بھگوڑا پن دکھاتے ہیں لڑائی سے جی چرا کر سرکنا چاہتے ہیں۔

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْۗءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾

اگر مدینے کے چوطرف سے ان پر لشکر داخل کئے جائیں پھر ان سے فتنہ طلب کیا جائے تو یہ ضرور اسے برپا کر دیں گے اور کچھ ڈھیل بھی کریں گے تو یونہی سی۔ اس سے پہلے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ پیٹھ نہ پھیریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کی بازپرس ضرور ہے۔ کہہ دے کہ گو تم موت سے یا خوف قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہیں کچھ بھی کام نہ آئے گا اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ مند کئے جاؤ گے۔ پوچھ تو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی برائی پہنچانا چاہے یا تم پر کوئی فضل کرنا چاہے تو کون ہے جو تمہیں بچا سکے یا تم سے روک سکے؟ اپنے لئے بجز اللہ تعالیٰ کے نہ کوئی حمایتی پائیں گے نہ مددگار۔

جہاد سے فرار کی سزا: جو لوگ یہ عذر کر کے جہاد سے بھاگ رہے تھے کہ ہمارے گھر اکیلے پڑے ہیں جن کا بیان اوپر گزرا۔ ان کی نسبت جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ان پر دشمن مدینے کے چوطرف سے اور ہر ہر رخ سے آ جائے پھر ان سے کفر میں داخل ہونے کا سوال کیا جائے تو بے تامل کفر کو قبول کر لیں گے لیکن تھوڑے خوف اور خیالی دہشت کی بناء پر ایمان سے دست برداری کر رہے ہیں۔ یہ ان کی مذمت بیان فرمائی ہے۔ پھر فرماتا ہے یہی تو ہیں جو اس سے پہلے لمبی لمبی ڈینگیں مارتے تھے کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے ہم میدان جنگ سے پیٹھ پھیرنے والے نہیں' کیا یہ نہیں جانتے کہ یہ جو وعدے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے تھے اللہ تعالیٰ ان کی بازپرس کرے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ موت وفوت سے بھاگنا' لڑائی سے منہ چھپانا' میدان میں پیٹھ دکھانا جان نہیں بچا سکتا بلکہ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اچانک پکڑ کے جلد آ جانے کا باعث ہو جائے اور دنیا کا تھوڑا سا نفع بھی حاصل نہ ہو سکے۔ حالانکہ دنیا تو آخرت جیسی باقی چیز کے مقابلہ پر کل کی کل حقیر اور محض ناچیز ہے۔ پھر فرمایا کہ بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہ دے سکے نہ دلا سکے نہ مددگاری کر سکے نہ حمایت پر آ سکے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ارادوں کو پورا کر کے ہی رہتا ہے۔

قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَاۗىِٕلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ښ فَاِذَا جَاۗءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَ

لِسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿19﴾

اللہ تعالیٰ تم میں سے انہیں بخوبی جانتا ہے جو دوسروں کو روکتے ہیں اور اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس چلے آؤ۔ اور کبھی کبھی ہی لڑائی میں آ جاتے ہیں۔ تمہاری مدد میں پورے بخیل ہیں' پھر جب ڈر دہشت کا موقعہ آ جائے تو تو انہیں دیکھے گا کہ تیری طرف نظریں جما دیتے ہیں اور ان کی آنکھیں اس طرح گھومتی ہیں جیسے اس شخص کی جس پر موت کی غشی طاری ہو۔ پھر جب خوف جاتا رہتا ہے تو تم پر اپنی تیز زبانوں سے بڑی باتیں بناتے ہیں مال کے بڑے ہی حریص ہیں۔ یہ ایمان لائے ہی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال نابود کر دیئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر یہ بہت ہی آسان ہے۔

جہاد سے فرار یعنی ایمان سے فرار: اللہ تعالیٰ اپنے محیط علم سے انہیں خوب جانتا ہے جو دوسروں کو بھی جہاد سے روکتے ہیں۔ اپنے ہم صحبتوں سے یار دوستوں سے کنبے قبیلے والوں سے کہتے ہیں کہ آؤ تم بھی ہمارے ساتھ رہو اپنے گھروں کو اپنے آرام کو اپنی زمین کو اپنے جورو بچوں کو نہ چھوڑو۔ خود بھی جہاد میں آتے نہیں' یہ اور بات ہے کہ کسی کسی وقت منہ دکھا جائیں اور نام لکھا جائیں۔ یہ بڑے بخیل ہیں نہ ان سے تمہیں کوئی مدد پہنچے نہ ان کے دل میں تمہاری ہمدردی' نہ مال غنیمت میں تمہارے حصے پر یہ خوش۔ خوف کے وقت تو ان نامردوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے ہیں' آنکھیں چھاچھ پانی ہو جاتی ہیں۔ مایوسانہ نگاہوں سے تکنے لگتے ہیں۔ لیکن خوف دور ہوا کہ انہوں نے لمبی لمبی زبانیں نکال ڈالیں اور بڑے چڑھے دعوے کرنے لگے۔ ہمیں دو' ہمیں دو کا غل مچا دیتے ہیں۔ ہم آپ کے ساتھی ہیں' ہم نے جنگی خدمات انجام دی ہیں ہمارا حصہ ہے اور جنگ کے وقت صورتیں بھی نہیں دکھاتے' بھاگتوں کے آگے اور لڑتوں کے پیچھے رہا کرتے ہیں۔ مال کی طمع میں مکھیوں کی طرح چمٹنے لگتے ہیں۔ بھلا جھوٹ اور نامردی دونوں عیب جس میں جمع ہوں اس جیسا بے خیر انسان اور کون ہوگا؟ امن کے وقت عیاری' بدخلقی' بدزبانی اور لڑائی کے وقت نامردی' روباہ بازی اور زنانہ پن۔ لڑائی کے وقت حائضہ عورتوں کی طرح الگ اور یکسو اور مال لینے کے وقت گدھوں کی طرح ڈھیچو ڈھیچو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بات یہ ہے کہ ان کے دل شروع سے ہی ایمان سے خالی ہیں' اس لئے ان کے اعمال بھی اکارت ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔

يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَاۗىِٕكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿20﴾ ع

سمجھتے ہیں کہ اب تک لشکر چلے نہیں گئے اور اگر فوجیں آ جائیں تو تمنائیں کرتے ہیں کہ کاش کہ وہ جنگلوں میں بادیہ نشینوں کے ساتھ ہوتے کہ تمہاری خبریں دریافت کیا کرتے۔ اگر وہ تم میں موجود ہوں تو بھی کیا؟ یونہی چھدا اتارتے کو ذرا سی لڑائی کرلیں۔

ان کی بزدلی اور ڈرپوکی کا یہ عالم ہے کہ اب تک انہیں اس بات کا یقین ہی نہیں ہوا کہ لشکر کفار لوٹ گیا۔ اور خطرہ ہے کہ وہ پھر کہیں آ نہ پڑے۔ مشرکین کے لشکروں کو دیکھتے ہی چھکے چھوٹ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کاش کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ اس شہر میں ہی نہ ہوتے۔ بلکہ گنواروں کے ساتھ کسی اوجڑ گاؤں یا کسی ورے پرے کے جنگل میں ہوتے' کسی آتے جاتے سے پوچھ لیتے کہ کہو بھئی لڑائی کا کیا حشر ہوا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اگر تمہارے ساتھ بھی ہوں تو بے کار ہیں' ان کے دل مردہ ہیں' نامردی کے گھن نے انہیں کھوکھلا کر رکھا ہے یہ کیا لڑیں گے اور کونسی بہادری دکھائیں گے۔

ع ۱۸

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾

یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کے لئے اور جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔ ایمانداروں نے جب کفار کے لشکر کو دیکھا بے ساختہ کہہ اٹھے کہ انہی کا وعدہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سچے ہیں یہ تو ایمان میں اور شیوۂ فرمانبرداری میں اور بھی بڑھ گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی نمونہ ہے: یہ آیت بہت بڑی دلیل ہے اس امر پر کہ آنحضرت ﷺ کے کل اقوال' افعال' احوال اقتداء' پیروی اور تابعداری کے لائق ہیں۔ جنگ احزاب میں بھی جو صبر وتحمل اور عدیم المثال شجاعت کی مثال حضور ﷺ نے قائم کی' جیسی راہ اللہ تعالیٰ کی تیاری' شوق جہاد اور سختی کے وقت بھی رب سے آسانی کی امید اس وقت آپ نے دکھائی یقیناً یہ تمام چیزیں اس قابل ہیں کہ مسلمان انہیں اپنی زندگی کا جزوِ عظیم بنالیں اور اپنے پیارے پیغمبر حبیب الٰہی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے لئے بہترین نمونہ بنالیں اور ان اوصاف سے اپنے تئیں بھی موصوف کریں۔ اسی لئے قرآن کریم میں لوگوں کو جو اس وقت سٹ پٹا رہے تھے اور گھبراہٹ و پریشانی کا اظہار کرتے تھے فرماتا ہے کہ تم نے میرے نبی اکرم ﷺ کی تابعداری کیوں نہ کی؟ میرے رسول ﷺ تو تم میں موجود تھے ان کا نمونہ تمہارے سامنے تھے۔ تمہیں صبر واستقلال کی نہ صرف تلقین کی تھی بلکہ ثابت قدمی استقلال اور اطمینان کا پہاڑ تمہاری نگاہوں کے سامنے تھے۔ تم جب کہ اللہ تعالیٰ پر قیامت پر ایمان رکھتے ہو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ تم اپنے رسول کو اپنے لئے نموتہ اور نظیر نہ قائم کرتے؟

پھر اللہ تعالیٰ کی فوج کے سچے مؤمنوں کی حضور اکرم ﷺ کے سچے ساتھیوں کے ایمان کی پختگی بیان ہو رہی ہے کہ انہوں نے جب ٹڈی دل لشکر کفار کو دیکھا تو پہلی نگاہ میں ہی بول اٹھے کہ انہیں پر فتح پانے کی ہمیں خوشخبری دی گئی ہے' ان ہی کی شکست کا ہم سے وعدہ ہوا ہے اور وعدہ بھی کس کا اللہ تعالیٰ کا اور رسول اللہ ﷺ کا۔ اور یہ ناممکن محض ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا وعدہ غلط ہو۔ یقیناً اس جنگ کی فتح کا سہرا ہوگا ہمارے سر۔ ان کے اس کامل یقین اور سچے ایمان کو رب تعالیٰ نے بھی دیکھ لیا اور دنیا آخرت میں انجام کی بہتری انہیں عطا فرمائی۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جس وعدے کی طرف اس میں اشارہ ہے وہ آیت یہ ہو جو سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ ﴾ الخ۔ یعنی کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بغیر اس کے کہ تمہاری آزمائش ہو تم جنت میں چلے جاؤ گے؟ تم سے اگلے لوگوں کی آزمائش بھی ہوئی انہیں بھی دکھ درد لڑائی بھڑائی میں مبتلا کیا گیا یہاں تک کہ انہیں ہلایا گیا کہ ایماندار اور خود رسول اللہ ﷺ کی زبان سے نکل گیا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کو دیر کیوں لگ گئی؟ یاد رکھو رب تعالیٰ کی مدد بہت ہی قریب ہے یعنی یہ تو صرف امتحان ہے ادھر تم نے ثابت قدمی دکھائی اور ادھر رب تعالیٰ کی مدد آئی۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ سچا ہے۔ فرماتا ہے کہ ان اصحاب رسول ﷺ کا ایمان اپنے مخالفین کی اس قدر جمعیت دیکھ کر اور بڑھ گیا۔ یہ اپنے ایمان میں اپنی تسلیم میں اور بڑھ گئے۔ یقین کامل ہو گیا' فرمانبرداری اور بڑھ گئی۔ اس آیت میں دلیل ہے ایمان کی زیادتی ہونے پر اور بہ نسبت اوروں کے ان کے ایمان کے قوی ہونے پر۔ جمہور آئمہ کرام کا بھی یہی فرمان ہے کہ ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے۔ ہم نے بھی اس کی تقریر شرح بخاری کے شروع میں کر دی ہے' وللہ الحمد والمنہ۔ پس فرماتا ہے کہ اس تنگی ترشی نے' اس سختی اور تنگ حالی نے' اس حال اور اس نقشہ نے ان کا جو ایمان اللہ تعالیٰ پر تھا اسے اور بڑھا دیا اور جو تسلیم کی خو ان میں تھی کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی باتیں مانا کرتے تھے اور ان پر عامل تھے اس اطاعت میں اور بڑھ گئے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾

مومنوں میں وہ جوان مرد ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کئے تھے انہیں سچا کر دکھایا۔ بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض موقعہ کے منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔ تاکہ اللہ تعالیٰ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور اگر چاہے منافقوں کو سزا دے یا ان پر بھی مہربانی فرمائے۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا اور بہت ہی مہربانی کرنے والا ہے۔

مومنوں نے اپنے وعدے پورے کر دیئے: منافقوں کا ذکر اوپر گزر چکا کہ وقت سے پہلے تو جاں نثاری کے لمبے چوڑے دعوے کرتے تھے لیکن وقت آنے پر پورے بزدل اور نامرد ثابت ہوئے' سارے دعوے اور وعدے رکھے کے رکھے رہ گئے اور بجائے ثابت قدمی کے پیٹھ موڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہاں مومنوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے اپنے وعدے پورے کر دکھائے۔ بعض نے تو جام شہادت نوش فرما لیا اور بعض اس کے انتظار میں بے چین ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے حضرت ثابتؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے قرآن لکھنا شروع کیا تو ایک آیت مجھے نہیں ملتی تھی حالانکہ سورۂ احزاب میں وہ آیت میں نے خود رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنی تھی۔ آخر (حضرت) خزیمہ ابن ثابت انصاریؓ کے پاس یہ آیت ملی۔ یہ وہ صحابی ہیں جن کی اکیلے کی گواہی کو رسول کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم نے دو گواہوں کے برابر کر دیا تھا۔ وہ آیت ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ﴾ الخ ہے۔

یہ آیت (حضرت) انس بن نضرؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے جس کا انہیں سخت افسوس تھا کہ سب سے پہلی جنگ میں جس میں خود رسول اللہ ﷺ بہ نفس نفیس شریک تھے میں شامل نہ ہو سکا اب جو جہاد کا موقعہ آئے گا میں اللہ تعالیٰ کو اپنی سچائی دکھا دوں گا' اور یہ بھی کہ میں کیا کرتا ہوں؟ اس سے زیادہ کہتے ہوئے خوف کھایا۔ اب جنگ احد کا موقعہ جب آیا تو انہوں نے دیکھا کہ سامنے سے حضرت سعد بن معاذؓ واپس آ رہے ہیں انہیں دیکھ کر تعجب سے فرمایا کہ ابوعمرو کہاں جا رہے ہو؟ واللہ مجھے احد پہاڑ کے اس طرف سے جنت کی خوشبوئیں آ رہی ہیں۔ یہ کہتے ہی آپ آگے بڑھے اور مشرکین میں خوب تلوار چلائی۔ چونکہ مسلمان لوٹ گئے تھے یہ تنہا تھے ان کے بے پناہ حملوں نے کفار کے دانت کھٹے کر دیئے اور بھڑ بھڑا کر آ گئے اور چوطرف سے گھیر لیا اور شہید کر دیا۔ آپ کو اسی سے اوپر زخم آئے تھے' کوئی نیزے کا کوئی تلوار کا کوئی تیر کا۔ شہادت کے بعد کوئی آپ کو پہچان نہ سکا یہاں تک کہ آپ کی ہمشیرہ نے آپ کو پہچانا اور وہ بھی ہاتھوں کی انگلیوں کی پوریاں دیکھ کر۔ انہیں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور یہی ایسے تھے جنہوں نے جو کہا تھا کر دکھایا' رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور روایت میں ہے کہ جب مسلمان بھاگے تو آپ نے فرمایا الٰہی انہوں نے جو کیا میں اس سے اپنی معذوری ظاہر کرتا ہوں اور مشرکوں نے جو کیا اس سے بے زار ہوں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت سعدؓ نے ان سے فرمایا میں آپ کے ساتھ ہوں۔ ساتھ چلے بھی لیکن فرماتے ہیں جو وہ کر رہے تھے وہ میری طاقت سے باہر تھا۔ حضرت طلحہؓ کا بیان ابن ابی حاتم میں ہے کہ جنگ احد سے جب رسول اللہ ﷺ واپس مدینہ آئے تو منبر پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور مسلمانوں سے ہمدردی ظاہر کی۔ جو جو شہید ہو گئے تھے ان کے درجوں کی خبر دی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ ایک مسلمان نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جن لوگوں کا اس آیت میں ذکر ہے وہ کون ہیں؟ اس وقت میں سامنے سے آ رہا تھا اور حضرمی سبز رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ آپ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا اے پوچھنے والے یہ بھی ان ہی میں سے ہیں۔ ان کے صاحبزادے حضرت موسیٰ بن طلحہؓ حضرت معاویہؓ کے دربار میں گئے' جب وہاں سے واپس آنے لگے دروازے سے باہر نکلے ہی تھے

جو جناب معاویہؓ نے واپس بلایا اور فرمایا آؤ مجھ سے ایک حدیث سنتے جاؤ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تمہارے والد طلحہؓ ان میں سے ہیں جن کا بیان اس آیت میں ہے کہ انہوں نے اپنا عہد اور نذر پوری کر دی۔

رب العالمین ان کا بیان فرما کر فرماتا ہے کہ بعض اس دن کے منتظر ہیں کہ پھر لڑائی ہو اور وہ اپنی کارگزاری اللہ تعالیٰ کو دکھائیں اور جام شہادت نوش فرمائیں۔ پس بعضوں نے تو سچائی اور وفاداری ثابت کر دی اور بعض موقعہ کے منتظر ہیں انہوں نے نہ عہد بدلا، نہ نذر کو پوری نہ کرنے کا کبھی انہیں خیال گزرا بلکہ وہ اپنے وعدے پر قائم ہیں۔ وہ منافقوں کی طرح وقت پر بہانے بنانے والے نہیں۔ یہ خوف اور یہ زلزلہ محض اس واسطے تھا کہ خبیث وطیب کی تمیز ہو جائے اور برے بھلے کا حال ہر ایک پر کھل جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے اس کے نزدیک تو چھپا کھلا برابر ہے جو نہیں ہوا اسے بھی وہ تو اسی طرح جانتا ہے جس طرح اسے جو ہو چکا۔ لیکن اس کی عادت ہے کہ جب تک مخلوق عمل نہ کر لے انہیں صرف اپنے علم کی بناء پر جزا سزا نہیں دیتا۔ جیسے اس کا فرمان ہے ﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ ﴾ الخ ہم تمہیں خوب پرکھ کر مجاہدین صابرین کو تم میں سے ممتاز کر دیں گے الخ پس وجود سے پہلے کا علم پھر وجود کے بعد کا علم دونوں اللہ تعالیٰ کو ہیں اور اس کے بعد جزا سزا۔ جیسے فرمایا ﴿ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ ﴾ الخ یعنی اللہ تعالیٰ جس حال پر تم ہو اسی پر مومنوں کو چھوڑ دے ایسا نہیں جب تک وہ بھلے برے کی تمیز نہ کرے۔ نہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ تمہیں غیب پر مطلع کر دے۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ یہ اس لئے کہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور عہد شکن منافقوں کو سزا دے یا انہیں توفیق توبہ دے کہ یہ اپنی روش بدل دیں اور سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جائیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان پر مہربان ہو جائے اور ان کی خطائیں معاف فرما دے۔ اس لئے کہ وہ اپنی مخلوق کی خطائیں معاف کرنے والا اور ان پر مہربانیاں کرنے والا ہے۔ اس کی رافت اور رحمت غضب و غصے سے بڑھی ہوئی ہے۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿٢٥﴾

اللہ تعالیٰ نے کافروں کو غصے میں بھرے ہوئے ہی نامراد لوٹا دیا کہ ان کی کوئی مراد پوری نہ ہوا اور اس جنگ میں اللہ تعالیٰ خود ہی مومنوں کو کافی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ بڑی قوتوں والا اور غالب ہے۔

طوفان نے جنگ کا رُخ بدل دیا: اللہ اپنا احسان بیان فرما رہا ہے کہ اس نے طوفان یا دو باراں بھیج کر اور اپنے نہ نظر آنے والے لشکر اتار کر کافروں کا دھڑ توڑ دیا اور انہیں سخت مایوسی اور نامرادی کے ساتھ محاصرہ ہٹانا پڑا۔ بلکہ اگر رحمۃ اللعالمین کی امت میں یہ نہ ہوتے تو یہ ہوائیں ان کے ساتھ وہی کرتیں جو عادیوں کے ساتھ اس بے برکت ہوا نے کیا تھا۔ چونکہ رب العالمین کا فرمان ہے کہ تو جب تک ان میں ہے اللہ تعالیٰ انہیں عام عذاب نہیں کرے گا لہذا انہیں صرف ان کی شرارت کا مزہ چکھا دیا۔ ان کے مجمع کو منتشر کر کے ان پر سے اپنا عذاب ہٹا لیا چونکہ ان کا یہ اجتماع محض ہوائے نفسانی تھا اس لئے ہوا نے ہی انہیں پراگندہ کر دیا جو سوچ سمجھ کر آئے تھے سب خاک میں مل گیا۔ کہاں کی غنیمت؟ کہاں کی فتح؟ جان کے لالے پڑ گئے۔ اور ہاتھ ملتے، دانت پیستے پیچ و تاب کھاتے، ذلت و رسوائی کے ساتھ نامرادی اور ناکامیابی سے واپس ہوئے۔ دنیا کا خسارہ الگ ہوا آخرت کا وبال الگ ہے۔ کیونکہ جو شخص کسی کام کا قصد کرے اور اپنے قصد کو عملی صورت بھی دیدے تو پھر اس میں کامیاب ہو یا نہ ہو گنہگار تو ہو ہی گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ کے قتل اور آپ ﷺ کے دین کو فنا کرنے کی آرزو پھر اہتمام پھر اقدام سب کچھ انہوں نے کر لیا لیکن قدرت نے دونوں جہان کا بار ان پر لاد کر انہیں جلے دل واپس کیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی مومنوں کی طرف سے ان کا مقابلہ کیا نہ مسلمان ان سے لڑے نہ انہیں ہٹایا بلکہ مسلمان اپنی جگہ رہے اور وہ بھاگتے بنے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکر کی لاج رکھ لی اور اپنے بندے کی مدد کی اور خود ہی کافی ہو گیا۔ اسی لئے حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس نے اپنے وعدے کو سچا کیا اپنے

بندے کی مدد کی اپنے لشکر کی عزت کی' تمام دشمنوں سے آپ ہی نمٹ لیا اور سب کو شکست دیدی۔ اس کے بعد اور کوئی بھی نہیں (بخاری ومسلم) حضور ﷺ نے جنگ احزاب کے موقعہ پر جناب باری تعالیٰ سے جو دعا کی تھی وہ بھی بخاری ومسلم میں مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اهْزِمِ الْاَحْزَابَ وَزَلْزِلْهُمْ ﴾ اے اللہ تعالیٰ! اے کتاب کے اتارنے والے! جلد حساب لینے والے! ان لشکروں کو شکست دے اور انہیں ہلا ڈال۔ اس فرمان ﴿ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی کفایت جنگ سے کردی۔ اس میں ایک نہایت لطیف بات یہ ہے کہ نہ صرف اس جنگ سے ہی مسلمان چھوٹ گئے نہیں بلکہ آئندہ ہمیشہ ہی صحابہؓ اس سے بچ گئے کہ مشرکین ان پر چڑھ دوڑیں چنانچہ آپ تاریخ دیکھ جائیے جنگ خندق کے بعد کافروں کی ہمت پڑی ہی نہیں کہ وہ مدینہ طیبہ پر یا حضور ﷺ پر کسی جگہ خود چڑھائی کرتے۔ ان کے منحوس قدموں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے مسکن وآرام گاہ کو محفوظ کرلیا' فالحمد للہ۔ بلکہ برخلاف اس کے مسلمان ان پر چڑھ گئے یہاں تک کہ عرب کی سرزمین سے اللہ تعالیٰ نے شرک وکفر کو کھو دیا۔ جب اس جنگ سے کافر لوٹے اسی وقت رسول اکرم ﷺ نے بطور پیشینگوئی فرمادیا تھا کہ اس سال کے بعد قریش تم سے جنگ نہیں کریں گے بلکہ تم ان سے جنگ کرو گے چنانچہ یہی ہوا۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ فتح ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کی قوت کا مقابلہ بندے کے بس کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی مغلوب نہیں کرسکتا۔ اسی نے اپنی مدد وقوت سے ان بپھرے ہوئے اور بکھرے ہوئے لشکروں کو پسپا کیا۔ انہیں برائے نام بھی کوئی نفع نہ پہنچا۔ اس نے اسلام اور اہل اسلام کو غالب کیا اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے عبد ورسول ﷺ کی مدد فرمائی ﴿ فَلَهُ الْحَمْدُ ﴾

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾

ع ۳/۱۹

جن اہل کتاب نے ان سے ساز باز کرلی تھی انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے قلعوں سے نکال دیا۔ اور ان کے دلوں میں بھی رعب بھر دیا کہ تم ان کی ایک جماعت کو قتل کررہے ہو اور ایک جماعت کو قیدی بنا رہے ہو۔ اس نے تمہیں ان کی زمینوں کا ان کے گھر بار کا ان کے مال کا وارث کردیا اور اس زمین کا بھی جس پر تمہارے قدم ہی نہیں گئے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکنے پر قادر ہے۔

بنو قریظہ کا محاصرہ: اتنا ہم پہلے لکھ چکے ہیں جب مشرکین ویہود کے لشکر مدینہ طیبہ پر آئے اور انہوں نے گھیرا ڈالا تو بنو قریظہ کے یہودی جو مدینہ طیبہ میں تھے اور جن سے حضور ﷺ کا عہد وپیمان ہو چکا تھا انہوں نے بھی عین موقعہ پر بے وفائی کی عہد توڑ کر آنکھیں دکھانے لگے۔ ان کا سردار کعب بن اسد باتوں میں آگیا اور حیی ابن اخطب خبیث نے اسے بدعہدی پر آمادہ کردیا پہلے تو یہ نہ مانا اور اپنے عہد پر قائم رہا۔ حیی نے کہا کہ دیکھ تو سہی میں تجھے عزت کا تاج پہنانے آیا ہوں۔ قریش اور ان کے ساتھی غطفان اور ان کے ساتھی اور ہم سب ایک ساتھ ہیں۔ ہم نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک ایک ایک مسلمان کا قیمہ نہ کرلیں یہاں سے نہیں ہٹنے کے کعب چونکہ جہاں دیدہ شخص تھا اس نے جواب دیا کہ یہ محض غلط ہے۔ یہ تمہارے بس کے نہیں۔ تو ہمیں ذلت کا طوق پہنانے آیا ہے۔ تو بڑا منحوس شخص ہے میرے سامنے سے ہٹ جا اور مجھے اپنی مکاری کا شکار نہ بنا۔ لیکن حیی پھر بھی نہ ٹلا اور اسے سمجھاتا بجھاتا رہا۔ آخر میں کہا سن! اگر بالفرض قریش اور غطفان بھاگ بھی جائیں تو میں مع اپنی جماعت کے تیری گڑھی میں آجاؤں گا اور جو کچھ تیرا اور تیری قوم کا حال ہوگا وہی میرا اور میری قوم کا حال ہوگا۔ بالآخر کعب پر حیی کا جادو چل گیا اور بنو قریظہ نے صلح توڑ دی جس سے حضور ﷺ کو اور صحابہؓ کو سخت صدمہ ہوا اور بہت ہی بھاری پڑا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے غلاموں کی مدد

کی اور حضور ﷺ مع اصحابؓ کے مظفر و منصور مدینہ منورہ کو واپس آئے صحابہ نے ہتھیار کھول دیئے اور حضور ﷺ بھی ہتھیار اتار کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں گرد و غبار سے پاک صاف ہونے کے لئے غسل کرنے کو بیٹھے ہی تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوئے' آپ ﷺ کے سر پر ریشمی عمامہ تھا خچر پر سوار تھے جس پر ریشمی گدی تھی فرمانے لگے کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نے کمر کھول لی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا لیکن فرشتوں نے اب تک اپنے ہتھیار الگ نہیں کئے۔ میں کافروں کے تعاقب سے ابھی ابھی آ رہا ہوں۔ سنئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بنو قریظہ کی طرف چلیئے اور ان کی پوری گوشمالی کیجئے۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ کا حکم مل چکا ہے کہ میں انہیں تھرا دوں۔ حضور ﷺ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے تیار ہو کر صحابہؓ کو کوچ کا حکم کیا اور فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک عصر کی نماز بنو قریظہ ہی میں پڑھے۔ ظہر کے بعد یہ حکم ملا تھا۔ بنو قریظہ کا قلعہ یہاں سے کئی میل پر تھا۔ نماز کا وقت صحابہؓ کو راستہ ہی میں آ گیا تو بعضوں نے تو نماز ادا کر لی اور فرمایا حضور ﷺ کے اس فرمان کا مطلب یہی تھا کہ ہم بہت تیز چال چلیں۔ اور بعضوں نے کہا کہ ہم تو وہاں پہنچے بغیر نماز نہیں پڑھیں گے۔ جب آپ ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے دونوں میں سے کسی کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی۔ آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ پر حضرت ابن ام مکتومؓ کو خلیفہ بنایا۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ میں لشکر کا جھنڈا دیا اور آپ ﷺ بھی صحابہؓ کے پیچھے ہی پیچھے بنو قریظہ کی طرف چلے اور جا کر ان کے قلعہ کو گھیر لیا یہ محاصرہ پچیس روز تک رہا۔ جب یہودیوں کا ناک میں دم آ گیا اور تنگ حال ہو گئے تو انہوں نے اپنا حکم حضرت سعد بن معاذؓ کو بنایا جو قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ بنو قریظہ میں اور اوس میں زمانہ جاہلیت میں اتفاق و یگانگت تھی' ایک دوسرے کے حلیف تھے اس لئے ان یہودیوں کو خیال رہا کہ حضرت سعدؓ ہمارا لحاظ اور پاس کریں گے جیسے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول نے بنو قینقاع کو چھڑوا یا تھا۔ ادھر حضرت سعدؓ کی یہ حالت تھی کہ جنگ خندق میں انہیں اکحل کی رگ میں ایک تیر لگا تھا جس سے خون جاری تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے زخم پر داگ لگوایا تھا اور مسجد کے خیمے میں ہی انہیں رکھا تھا کہ پاس ہی پاس عیادت اور بیمار پرسی کر لیا کریں۔ حضرت سعدؓ نے جو دعائیں کیں ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی کہ اے پروردگار! اگر اب بھی کوئی ایسی لڑائی باقی ہے جس میں کفار قریش تیرے نبی پر چڑھ آئیں تو تو مجھے زندہ رکھ کہ میں اس میں شرکت کر سکوں اور اگر تو نے کوئی ایک ایسی لڑائی ابھی باقی نہیں رکھی تو خیر میرا زخم خون بہا تا رہے' لیکن اے میرے رب تعالیٰ! جب تک بنو قریظہ کی سرکشی کی سزا سے میں اپنی آنکھیں ٹھنڈی نہ کر لوں تو میری موت کو موخر کرنا۔ حضرت سعدؓ جیسے مستجاب الدعوات کی دعا کی قبولیت کی شان دیکھئے کہ آپ یہ دعا کرتے ہیں ادھر یہودان بنو قریظہ آپ کے فیصلے پر اظہار رضامندی کر کے قلعے کو مسلمانوں کے سپرد کرتے ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ آدمی بھیج کر آپ کو مدینہ طیبہ سے بلواتے ہیں کہ آپ آ کر ان کے بارے میں اپنا فیصلہ سنا دیں۔ یہ گدھے پر سوار کرا لئے گئے اور سارا قبیلہ اوس لپٹ گیا کہ دیکھئے حضرت خیال رکھئے گا' بنو قریظہ آپ کے آدمی ہیں' انہوں نے آپ پر بھروسہ کیا ہے وہ آپ کے حلیف ہیں آپ کی قوم کے دکھ سکھ کے ساتھی ہیں' آپ ان پر رحم فرمائیے گا ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئیے گا۔ دیکھئے اس وقت ان کا کوئی نہیں وہ آپ کے بس میں ہیں' وغیرہ۔ لیکن حضرت سعدؓ محض خاموش تھے' کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔ ان لوگوں نے مجبور کیا کہ جواب دیں پیچھا ہی نہ چھوڑا۔ آخر آپ نے فرمایا وقت آ گیا ہے کہ سعدؓ اس بات کا ثبوت دے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں۔ یہ سنتے ہی ان لوگوں کے تو دل ڈوب گئے اور سمجھ لیا کہ بنو قریظہ کی خیر نہیں۔

جب حضرت سعدؓ کی سواری اس خیمے کے قریب پہنچ گئی جس میں جناب رسول اللہ ﷺ تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا لوگو! اپنے سردار کے استقبال کے لئے اٹھو' چنانچہ مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو باعزت و اکرام وقعت و احترام سے سواری سے اتارا' یہ اس لئے تھا کہ اس وقت آپ حکم کی حیثیت میں تھے ان کے فیصلے پورے ناطق و نافذ سمجھے جائیں۔ آپ کے بیٹھتے ہی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ آپ کے فیصلے پر رضامند ہو کر قلعے سے نکل آئے ہیں اب آپ ان کے بارے میں جو چاہیں حکم کیجئے۔ آپ نے کہا کیا جو میں ان پر حکم کروں وہ پورا ہو

گا؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں' کیوں نہیں۔ کہا اور اس خیمے والوں پر بھی اس کی تعمیل ضروری ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا یقیناً پوچھا اور اس طرف والوں پر بھی؟ اور اشارہ اس طرف کیا جس طرف خود رسول اکرم ﷺ تھے۔ لیکن آپ کی طرف نہیں دیکھا آپ کی بزرگی اور عزت و عظمت کی وجہ سے۔ حضور اکرم ﷺ نے جواب دیا ہاں اس طرف والوں پر بھی۔ آپ نے فرمایا اب میرا فیصلہ سنئے۔ میں کہتا ہوں بنوقریظہ میں جتنے لوگ لڑنے والے ہیں انہیں قتل کر دیا جائے' ان کی اولاد کو قید کر لیا جائے ان کے مال قبضے میں لائے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے سعدؓ! تم نے ان کے بارے میں وہی حکم کیا جو اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر حکم کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے سچے مالک اللہ تعالیٰ کا جو حکم تھا وہی سنایا ہے۔

پھر حضور اکرم ﷺ کے حکم سے خندقیں' کھائی کھدوا کر انہیں بندھا ہوا بلوا کر ان کی گردنیں ماری گئیں یہ گنتی میں سات' آٹھ سو تھے۔ ان کی عورتیں نابالغ بچے اور مال لے لئے گئے۔ ہم نے یہ کل واقعات اپنی کتاب السیر میں بسط وتفصیل سے لکھ دیئے ہیں' ﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾

پس فرماتا ہے کہ جن اہل کتاب یعنی یہودیوں نے کافروں کے لشکروں کی ہمت افزائی کی تھی اور ان کا ساتھ دیا تھا ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے قلعے خالی کرا دیئے۔ اس قوم قریظہ کے بڑے سردار جن سے ان کی نسل جاری ہوئی تھی اگلے زمانے میں آ کر حجاز میں اسی طمع میں بسے تھے کہ جس نبی آخر الزماں ﷺ کی پیشگوئی ہماری کتابوں میں ہے وہ چونکہ یہیں ہونے والے ہیں تو ہم سب سے پہلے آپ ﷺ کی اتباع کی سعادت سے مسعود ہوں گے۔ لیکن ان ناخلفوں نے جب اللہ تعالیٰ کے وہ نبی اکرم ﷺ آئے تکذیب کی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی لعنت ان پر نازل ہوئی۔ ﴿صَيَاصِي﴾ سے مراد قلعے ہیں۔ اسی معنی کے لحاظ سے سینگوں کو بھی صیاصی کہتے ہیں اس لئے کہ جانور کے سارے جسم کے اوپر اور سب سے بلند یہی ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رعب ڈال دیا انہوں نے ہی مشرکین کو بھڑکا کر رسول اللہ ﷺ پر چڑھائی کرائی تھی۔ عالم جاہل برابر نہیں ہوتے۔ یہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کو جڑوں سے اکھیڑ دینا چاہا تھا' لیکن معاملہ برعکس ہو گیا پانسہ پلٹ گیا' قوت کمزوری سے اور مراد نامرادی سے بدل گئی۔ نقشہ بگڑ گیا حمایتی بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ بے دست و پا رہ گئے۔ عزت کی خواہش نے ذلت دکھائی' مسلمانوں کے برباد کرنے اور پیس ڈالنے کی خوشی نے اپنے آپ کو پسوا دیا اور ابھی آخرت کی بدنصیبی باقی ہے' کچھ قتل کر دیئے گئے۔ عطیہ قرظی کا بیان ہے کہ میں جب حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو میرے بارے میں حضور اکرم ﷺ کو کچھ تردد ہوا' فرمایا اسے الگ لے جاؤ دیکھو اگر اس کے ناف کے نیچے بال ہوں تو قتل کر دو ورنہ قیدیوں میں بٹھا دو' دیکھا تو میں بچہ ہی تھا زندہ چھوڑ دیا گیا۔ ان کی زمین کے' ان کے گھر کے' ان کے مال کے مالک مسلمان ہو گئے بلکہ اس زمین کے بھی جواب تک پڑی تھی اور جہاں مسلمانوں کے نشان قدم بھی نہ ہوئے تھے یعنی خیبر کی زمین یا مکہ مکرمہ کی زمین یا فارس کی یا روم کی زمین اور ممکن ہے کہ یہ کل خطے مراد ہوں۔ اللہ تعالیٰ بڑی قدرتوں والا ہے۔

مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ خندق والے دن میں نکلی کہ لشکر کا کچھ حال معلوم کروں کہ مجھے اپنے پیچھے سے کسی کے بڑے زور سے آنے کی آہٹ اور اس کے ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دی' میں راستے سے ہٹ کر ایک جگہ بیٹھ گئی دیکھا کہ حضرت سعد بن معاذؓ لشکر کو جا رہے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے بھائی حارث بن اوس تھے جن کے ہاتھ میں ان کی ڈھال تھی۔ حضرت سعدؓ لوہے کی زرہ پہنے ہوئے تھے لیکن بڑے لمبے چوڑے تھے' زرہ پورے بدن پر نہیں آئی تھی' ہاتھ کھلے تھے' اشعار رجز پڑھتے ہوئے جھومتے جھامتے چلے جا رہے تھے۔ میں یہاں سے اور آگے بڑھی اور ایک باغیچے میں چلی گئی وہاں کچھ مسلمان موجود تھے جن میں حضرت عمرؓ بن خطاب بھی تھے اور ایک صاحب جو خود اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے مجھے دیکھ لیا۔ پھر کیا تھا؟ بڑے ہی بگڑے اور فرمانے لگے یہ دلیری! تم نہیں جانتیں لڑائی ہو رہی ہے؟ اللہ تعالیٰ جانے کیا نتیجہ ہو؟ تم کیسے یہاں چلی آئیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ غرض مجھے اس قدر ملامت کی کہ زمین پھٹ جاتی تو میں اس میں سما جاتی۔ جو صاحب مغفر (خود) سے اپنے منہ چھپائے ہوئے تھے انہوں نے عمر فاروقؓ کی یہ باتیں سن کر اپنے سر سے لوہے کا ٹوپ اتارا' دیکھا' اب میں پہچان گئی کہ وہ حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ تھے' انہوں نے حضرت عمرؓ کو خاموش کیا کہ کیا ملامت شروع کر رکھی ہے' نتیجے کا کیا ڈر ہے؟ کیوں تمہیں اتنی

گھبراہٹ ہے؟ کوئی بھاگ کے جائے گا کہاں سب کچھ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ حضرت سعدؓ کو ایک قریشی نے تاک کر تیر لگایا اور کہا لے میں ابن عرقہ ہوں۔ حضرت سعدؓ کی رگ اکحل پر وہ تیر پڑا اور پیوست ہو گیا۔ خون کے فوارے چھوٹ گئے۔ اسی وقت آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! مجھے موت نہ دینا جب تک کہ بنوقریظہ کی تباہی اپنی آنکھوں نہ دیکھ لوں۔ اللہ تعالیٰ کی شان سے اسی وقت خون تھم گیا۔ مشرکین کو ہواؤں نے بھگا دیا اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی کفایت کر دی۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھی تو بھاگ کر تہامہ میں چلے گئے۔ عیینہ بن بدر اور اسکے ساتھی نجد میں چلے گئے۔ بنوقریظہ اپنے قلعے میں جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ میدان خالی دیکھ کر رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ حضرت سعدؓ کے لئے مسجد میں ہی چمڑے کا ایک خیمہ نصب کیا گیا۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے آپ کا چہرہ گرد آلود تھا' فرمانے لگے آپ نے ہتھیار کھول دیئے حالانکہ فرشتے اب تک ہتھیار بند ہیں۔ اٹھئے بنوقریظہ سے بھی فیصلہ کر لیجئے ان پر چڑھائی کیجئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فوراً ہتھیار لگائے اور صحابہؓ میں بھی کوچ کی منادی کرا دی۔ بنوتمیم کے مکانات مسجد نبوی ﷺ سے متصل ہی تھے راہ میں آپ نے ان سے پوچھا کیوں بھئی؟ کسی کو جاتے ہوئے دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ابھی ابھی حضرت دحیہ کلبیؓ گئے ہیں۔ حالانکہ تھے تو وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام لیکن آپ علیہ السلام کی داڑھی چہرہ بالکل حضرت دحیہؓ سے ملتا جلتا تھا۔

اب آپ ﷺ نے جا کر بنوقریظہ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ پچیس روز تک یہ محاصرہ رہا۔ جب وہ گھبرائے اور تنگ آ گئے تو ان سے کہا گیا کہ قلعہ ہمیں سونپ دو اور تم بھی ہمارے ہاتھوں میں آ جاؤ رسول اللہ ﷺ تمہارے بارے میں جو چاہیں گے فیصلہ فرما دیں گے۔ انہوں نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذرؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے اشارہ کیا کہ اس صورت میں اپنی جان سے ہاتھ دھو لینا۔ انہوں نے یہ معلوم کر کے اسے نامنظور کر دیا اور کہنے لگے ہم قلعہ خالی کر دیتے ہیں آپ کی فوج کو قبضہ دے دیتے ہیں ہمارے بارے میں فیصلہ ہم حضرت سعد بن معاذؓ کو دیتے ہیں۔ آپ نے اسے بھی منظور فرما لیا۔ حضرت سعدؓ کو بلوایا۔ آپ تشریف لے آئے گدھے پر سوار تھے جس پر کھجور کے درخت کی چھال کی گدی تھی۔ آپ اس پر بمشکل سوار کر دیئے گئے تھے۔ آپ کی قوم آپ کو گھیرے ہوئے تھی اور سمجھا رہی تھی کہ دیکھو بنوقریظہ ہمارے حلیف ہیں ہمارے دوست ہیں۔ ہماری موت و زیست کے شریک ہیں اور ان کے تعلقات جو ہم سے ہیں وہ آپ پر پوشیدہ نہیں۔ آپ خاموشی سے سب کی باتیں سنتے جاتے تھے جب ان کے محلے میں پہنچے تو ان کی طرف نظر ڈالی اور کہا وقت آ گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی مطلقاً پرواہ نہ کروں۔

جب حضور اکرم ﷺ کے خیمے کے پاس ان کی سواری پہنچی تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے سید کی طرف اٹھو اور انہیں اتارو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمارا سید تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اتارو۔ لوگوں نے مل جل کر انہیں سواری سے اتارا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سعدؓ! ان کے بارے میں جو حکم کرنا چاہو کر دو۔ آپ نے فرمایا ان کے بڑے قتل کر دیئے جائیں ان کے چھوٹے غلام بنائے جائیں' ان کا مال تقسیم کر لیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سعدؓ! تم نے اس حکم میں اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کی پوری موافقت کی۔ پھر حضرت سعدؓ نے دعا مانگی کہ اے اللہ! اگر تیرے نبی پر قریش کی کوئی اور چڑھائی بھی باقی ہو تو تو مجھے اس کی شمولیت کے لئے زندہ رکھ ورنہ اپنی طرف بلا لے۔ اسی وقت زخم سے خون بہنے لگا حالانکہ وہ پورا بھر چکا تھا۔ یونہیں سا باقی تھا۔ چنانچہ انہیں پھر واپس اسی خیمے میں پہنچا دیا گیا اور آپ وہیں شہید ہو گئے' خود حضور اکرم ﷺ اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ وغیرہ بھی آئے سب رو رہے تھے اور میں ابوبکرؓ کی آواز اور عمرؓ کی آواز میں تمیز بھی کر رہی تھی میں اس وقت اپنے حجرے میں تھی۔ فی الواقع اصحاب رسول ﷺ ایسے ہی تھے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ آپس میں ایک دوسرے کی پوری محبت اور ایک دوسرے سے الفت رکھنے والے تھے۔ حضرت علقمہؒ نے پوچھا ام المومنین! یہ تو فرمایئے کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح رویا کرتے تھے؟ فرمایا آپ کی آنکھیں کسی پر آنسو نہیں بہاتی تھیں ہاں غم و رنج کے موقعہ پر آپ اپنی داڑھی مبارک اپنی مٹھی میں لے لیتے تھے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿٢٨﴾ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلدَّارَ ٱلْـَٔاخِرَةَ فَإِنَّ ٱللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَٰتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾

اے نبی (ﷺ)! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمہاری مراد زندگانی دنیا اور زینت دنیا ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا دوں اور تمہیں اچھائی کے ساتھ چھوڑ دوں۔ اور اگر تمہاری مراد اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور آخرۃ کا گھر ہے تو یقین مانو کہ تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت زبردست اجر رکھ چھوڑے ہیں۔

اُمہات المومنین کے فضائل: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ اپنی بیویوں کو دو باتوں میں سے ایک کی قبولیت کا اختیار دیں۔ اگر تم دنیا اور اس کی رونق پر ریجھی ہوئی ہو تو آؤ میں تمہیں اپنے نکاح سے الگ کر دیتا ہوں۔ اور اگر تم تنگی ترشی پر یہاں صبر کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشی رسول اللہ ﷺ کی رضامندی چاہتی ہو اور آخرت کی رونق پسند ہے تو صبر و سہار سے میرے ساتھ زندگی گزارو اللہ تعالیٰ تمہیں وہاں کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی تمام بیویوں سے جو ہماری مائیں ہیں خوش رہے سب نے اللہ تعالیٰ کو اس کے رسول اللہ ﷺ کو اور دار آخرت کو ہی پسند فرمایا جس پر رب تعالیٰ راضی ہوا اور پھر آخرت کے ساتھ ہی دنیا کی مسرتیں بھی عطا فرمائیں۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ اس آیت کے اترتے ہی اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ میں ایک بات کا تم سے ذکر کرنے والا ہوں تم جواب میں جلدی نہ کرنا اپنے ماں باپ سے مشورہ کر کے جواب دینا۔ یہ تو آپ جانتے ہی تھے کہ ناممکن ہے کہ میرے والدین مجھے آپ سے جدائی کرنے کا مشورہ دیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ میں نے فوراً جواب دیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اس میں ماں باپ سے مشورہ کرنے کی کونسی بات ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ پسند ہے اس کے رسول اللہ ﷺ پسند ہیں اور آخرت کا گھر پسند ہے۔ آپ ﷺ کی اور تمام بیویوں نے بھی وہی کیا جو میں نے کیا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ تین دفعہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ دیکھو بغیر اپنے ماں باپ سے مشورہ کئے کوئی فیصلہ نہ کر لینا۔

پھر جب حضور اکرم ﷺ نے میرا جواب سنا تو آپ خوش ہو گئے اور ہنس دیئے۔ پھر آپ دوسری ازواج مطہراتؓ کے حجروں میں تشریف لے گئے۔ ان سے پہلے ہی فرما دیتے تھے کہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے تو یہ جواب دیا ہے۔ وہ کہتی تھیں یہی جواب ہمارا بھی ہے۔ فرماتی ہیں کہ اس اختیار کے بعد جب ہم نے آپ کو اختیار کیا تو یہ اختیار طلاق میں شمار نہیں ہوا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا۔ لوگ آپ ﷺ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ اندر تشریف فرما تھا اجازت ملی نہیں۔ اتنے میں حضرت عمرؓ بھی آ گئے اجازت چاہی لیکن انہیں اجازت نہ ملی۔ تھوڑی دیر میں دونوں کو یاد فرمایا گیا۔ گئے دیکھا کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ آپ ﷺ کے پاس بیٹھی ہیں اور آپ ﷺ خاموش ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا دیکھو میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کو ہنسا دیتا ہوں۔ پھر کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ! کاش کہ آپ دیکھتے میری بیوی نے آج مجھ سے روپیہ پیسہ مانگا میرے پاس تھا نہیں جب زیادہ ضد کرنے لگیں تو میں نے اٹھ کر گردن ناپی۔ یہ سنتے ہی حضور اکرم ﷺ ہنس پڑے اور فرمانے لگے یہاں بھی یہی قصہ ہے۔ دیکھو یہ سب بیٹھی ہوئی مجھ سے مال طلب کر رہی ہیں۔ ابوبکرؓ حضرت عائشہؓ کی طرف لپکے اور عمرؓ حضرت حفصہؓ کی طرف اور فرمانے لگے افسوس تم رسول اللہ ﷺ سے وہ مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں۔ وہ تو کہئے خیر گزری جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں روک لیا ورنہ عجب نہیں دونوں بزرگ اپنی اپنی صاحبزادیوں کو مارتے۔ اب تو سب بیویاں کہنے لگیں کہ اچھا قصور ہوا اب سے ہم حضور اکرم ﷺ کو ہرگز اس طرح تنگ نہ کریں گی۔ اب یہ

آیتیں اتریں اور دنیا اور آخرت کی پسندیدگی میں اختیار دیا گیا۔ سب سے پہلے آپ ﷺ حضرت صدیقہؓ کے پاس گئے انہوں نے آخرت کو پسند کیا' جیسے کہ تفصیل وار بیان گزر چکا۔ ساتھ ہی یہ درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ اپنی کسی بیوی سے یہ نہ فرمایئے گا کہ میں نے آپ کو اختیار کیا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چھپانے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ میں سکھانے والا' آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مجھ سے تو جو دریافت کرے گی میں صاف صاف بتادوں گا۔ حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ طلاق کا اختیار نہیں دیا گیا تھا بلکہ دنیا یا آخرت کی ترجیح کا اختیار دیا تھا لیکن اس کی سند میں بھی انقطاع ہے اور یہ آیت کے ظاہری لفظوں کے بھی خلاف ہے کیونکہ پہلی آیت کے آخر میں صاف موجود ہے کہ آؤ میں تمہارے حقوق ادا کردوں اور تمہیں رہائی دے دوں۔ اس میں علماء کرام کا گو اختلاف ہے کہ اگر آپ ﷺ طلاق دے دیں تو پھر کسی کو ان سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے تاکہ اس طلاق سے وہ نتیجہ ملے یعنی دنیا طلبی اور دنیا کی زینت و رونق انہیں حاصل ہو سکے' واللہ اعلم۔ جب یہ آیت اتری اور جب اس کا حکم حضور اکرم ﷺ نے ازواج مطہراتؓ امہات المومنین رضوان اللہ علیہن کو سنایا' اس وقت آپ ﷺ کی نو بیویاں تھیں۔ پانچ تو قریشیہ۔ عائشہ' حفصہ' ام حبیبہ' سودہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہن' اور صفیہ بنت حیی جو قبیلہ نضیر کی تھیں اور میمونہ بنت حارث جو ہلالیہ تھیں اور زینب بنت جحش جو اسدیہ تھیں اور جویریہ بنت حارث جو مصطلقیہ تھیں' رضی اللہ عنہن وارضاہن اجمعین۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۗ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی بداخلاقی کرے گی اسے دوہرا دوہرا عذاب کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت ہی سہل سی بات ہے۔

اُمہات المومنین سے بداخلاقی ناممکن ہے: حضور اکرم ﷺ کی بیویوں نے یعنی مومنوں کی ماؤں نے جب اللہ تعالیٰ کو اس کے رسول اللہ ﷺ کو اور آخرت کے بھلے گھر کو پسند کر لیا اور حضور اکرم ﷺ کے گھر میں وہ ہمیشہ کے لئے مقرر ہو چکیں تو اب جناب باری عزاسمہ اس آیت میں انہیں وعظ فرما رہا ہے اور بتلا رہا ہے کہ تمہارا معاملہ عام عورتوں جیسا نہیں ہے۔ اگر بالفرض تم نے نبی اکرم ﷺ کی فرمانبرداری سے سرتابی کی اور اگر بالفرض تم سے کوئی بدخلقی سرزد ہوئی تو تمہیں دنیا اور آخرت میں عتاب ہوگا۔ چونکہ تمہارے بڑے رتبے ہیں تمہیں گناہوں سے بالکل دور رہنا چاہیے ورنہ رتبے کے مطابق مشکل بھی بڑھ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ پر سب باتیں سہل اور آسان ہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ فرمان بطور شرط کے ہے اور شرط کا واقع ہونا ضروری نہیں ہوتا جیسے فرمان ہے ﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ الخ' اے نبی (ﷺ)! اگر تم شرک کرو گے تو تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے الخ۔ نبیوں کا ذکر کر کے فرمایا ﴿لَئِنْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ اگر یہ شرک کریں تو ان کی نیکیاں بیکار ہو جائیں۔ اور آیت میں ہے ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾ اگر رحمان کے اولاد ہوتو میں تو سب سے پہلے عابد ہوں۔ اور آیت میں ارشاد ہو رہا ہے ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ﴾ الخ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو اولاد منظور ہوتی تو وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا پسند فرما لیتا وہ پاک ہے وہ یکتا اور ایک ہے وہ غالب اور سب پر حکمران ہے۔ پس ان پانچوں آیتوں میں شرط کے ساتھ بیان ہے لیکن ایسا ہوا نہیں' نہ نبیوں سے شرک ہوتا ممکن نہ رسولوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے یہ ممکن' نہ اللہ تعالیٰ کی اولاد اسی طرح امہات المومنینؓ کی نسبت بھی جو فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی کھلی لغو حرکت کرے تو اسے دگنی سزا ہوگی' اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ واقعی ان میں سے کسی نے کوئی ایسی نافرمانی اور بدخلقی کی ہو نعوذ باللہ۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ اکیسویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

تم میں سے جو کوئی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک کام کرے گی ہم اسے دوہرا اجر دیں گے۔ اور اس کے لئے ہم نے بہترین روزی تیار کر رکھی ہے۔

فرمانبرداروں کیلئے دوہرا اجر: اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے عدل اور فضل کا بیان فرما رہا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات ؓ سے خطاب کر کے فرما رہے ہیں کہ تمہاری اطاعت گزاری اور نیک کاری پر تمہیں دگنا اجر ہے اور تمہارے لئے جنت میں باعزت روزی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کیساتھ آپکی منزل میں ہونگی اور حضور اکرم ﷺ کی منزل اعلیٰ علیین میں ہے جو تمام لوگوں سے بالاتر ہے اسی کا نام وسیلہ ہے یہ جنت کی سب سے اعلیٰ اور سب سے اونچی منزل ہے جس کی چھت عرش الٰہی ہے۔

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

اے نبی کی بیویو! اگر تم پرہیز گاری کرو تو تم مثل معمولی عورتوں کے نہیں ہو تم نرم لہجے سے بات نہ کیا کرو کہ جس کے دل میں روگ ہے وہ کوئی خیال کریں گے ہاں قاعدے کے مطابق کام کیا کرو۔ اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کیا کرو نماز ادا کرتی رہو زکوۃ دیتی رہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو تم سے وہ ہر قسم کی لغوبات کو دور کر دے اور تمہیں خوب صاف کر دے۔ تمہارے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی جو آیتیں اور رسول کی جو احادیث پڑھی جاتی ہیں یاد رکھو یقیناً اللہ تعالیٰ لطف کرنے والا خبردار ہے۔

نبی کی بیویوں کیلئے آداب: اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ کی بیویوں کو آداب سکھاتا ہے اور چونکہ تمام عورتیں انہی کے ماتحت ہیں اس لئے یہ احکام سب مسلمان عورتوں کے لئے ہیں۔ پس فرمایا کہ تم میں سے جو پرہیز گاری کریں وہ بہت بڑی فضیلت اور مرتبے والی ہیں۔ مردوں سے جب تمہیں کوئی بات کرنی پڑے تو آواز بنا کر بات نہ کرو کہ جن کے دلوں میں روگ ہے انہیں طمع پیدا ہو بلکہ بات اچھی اور مطابق دستور کرو۔ پس عورتوں کو غیر مردوں سے نزاکت کے ساتھ خوش آواز کے ساتھ باتیں کرنی منع ہیں۔ گھل مل کر وہ صرف اپنے خاوندوں سے ہی کلام کر سکتی ہیں پھر فرمایا بغیر کسی ضروری کام کے گھر سے باہر نہ نکلو۔ مسجد میں

نماز کے لئے آنا بھی شرعی ضرورت ہے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے' اللہ کی لونڈیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ لیکن انہیں چاہیئے کہ سادی سودی جس طرح گھروں میں رہتی ہیں اسی طرح آئیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے لئے ان کے گھر بہتر ہیں۔ بزار میں ہے کہ عورتوں نے حاضر ہو کر رسول اللہ سے کہا کہ جہاد وغیرہ کی کل فضلیتیں مرد ہی لے گئے' اب آپ ہمیں کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے ہم مجاہدین کی فضیلت کو پاسکیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو اپنے گھر میں پردے اور عصمت کے ساتھ بیٹھی رہے وہ جہاد کی فضیلت پالے گی۔ ترمذی وغیرہ میں حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں' عورت سر تا پا پردے کی چیز ہے۔ یہ جب گھر سے باہر قدم نکالتی ہے تو شیطان جھانکنے لگتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب اس وقت ہوتی ہے۔ جب کہ یہ اپنے گھر کے اندرونی حجرے میں ہو۔

ابوداؤد وغیرہ میں ہے عورت کی اپنے گھر کی اندرونی کوٹھری کی نماز' گھر کی نماز سے افضل ہے اور گھر کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے۔ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرا کرتی تھیں۔ اب اسلام بے پردگی کو حرام قرار دیتا ہے۔ ناز سے اٹھلا کر چلنا ممنوع ہے۔ دوپٹہ گلے میں ڈال لیا لیکن اسے لپیٹا نہیں' جس سے گردن اور کانوں کے زیورات دوسروں کی نظر میں آئیں' یہ جاہلیت کا بناؤ تھا جس سے اس آیت میں روکا گیا ہے۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سال کا زمانہ تھا۔ اس درمیان میں حضرت آدم علیہ السلام کی دو نسلیں آباد تھیں ایک تو پہاڑی پر دوسری نرم زمین پر۔ پہاڑیوں کے مرد خوش شکل تھے عورتیں سیاہ فام تھیں اور زمین والوں کی عورتیں خوبصورت تھیں اور مردوں کے رنگ سانولے تھے۔ ابلیس انسانی صورت اختیار کر کے انہیں بہکانے کے لئے نرم زمین والوں کے پاس آیا اور ایک شخص کا غلام بن کر رہنے لگا پھر اس نے بانسری کی طرح کی ایک چیز بنائی اور اسے بجانے لگا۔ اس کی آواز پر لوگ لٹو ہو گئے اور بھیڑ لگنے لگی۔ اور ایک دن میلے کا مقرر ہو گیا جس میں ہزارہا مرد عورت جمع ہونے لگے۔ اتفاقاً ایک دن ایک پہاڑی آدمی بھی آ گیا اور ان کی عورتوں کو دیکھ کر واپس جا کر اپنے لوگوں میں ان کے حسن کا چرچا کرنے لگا اب وہ لوگ بہ کثرت آنے لگے اور شدہ شدہ ان عورتوں اور مردوں میں اختلاط بڑھ گیا اور بدکاری اور زناکاری کا عام رواج ہو گیا۔

یہی جاہلیت کا بناؤ ہے جس سے یہ آیت روک رہی ہے ان کاموں سے روکنے کے بعد اب کچھ احکام بیان ہو رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے اس کی پابندی کرو اور بہت اچھی طرح اسے ادا کرتی رہو اسی طرح مخلوق کے ساتھ بھی نیک سلوک کرو یعنی زکوٰۃ نکالتی رہو اس خاص احکام کی بجاآوری کا حکم دے کر پھر عام طور پر اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا' اس اہل بیت سے ہر قسم کے میل کچیل کے دور کرنے کا ارادہ ہو چکا ہے وہ تمہیں بالکل پاک صاف کر دے گا۔ یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ان آیتوں میں اہل بیت میں داخل ہیں اس لئے کہ یہ آیت انہی کے بارے میں اتری ہے۔ آیت کا شان نزول تو آیت کے حکم میں داخل ہو تا ہی ہے گو بعض کہتے ہیں کہ صرف وہی داخل ہو تا ہے اور بعض کہتے ہیں وہ بھی اور اس کے سوا بھی' اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔ حضرت عکرمہؒ تو بازاروں میں منادی کرتے پھرتے تھے کہ یہ آیت نبی اکرم ﷺ کی بیویوں ہی کے بارے میں خاصتہً نازل ہوئی ہے۔

(ابن جریر) ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی یہی مروی ہے اور حضرت عکرمہؒ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو چاہے مجھ سے مباہلہ کر لے یہ آیت حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اس قول سے اگر یہ مطلب ہے کہ شان نزول یہی ہے اور نہیں' تو یہ ٹھیک ہے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اہل بیت میں اور کوئی ان کے سوا

داخل ہی نہیں تو اس میں نظر ہے۔ اس لئے کہ احادیث سے اہل بیت میں ازواج مطہرات کے سوا اوروں کا داخل ہونا بھی پایا جاتا ہے۔

مسند احمد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے لئے جب نکلتے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر پہنچ کر فرماتے اے اہل بیت نماز کا وقت آ گیا۔ پھر اسی آیت تطہیر کی تلاوت کرتے۔ امام ترمذیؒ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔ ابن جریر کی ایک اسی حدیث میں سات مہینے کا بیان ہے۔ اس میں ایک راوی ابوداؤد اعمٰی نفیع بن حارث کذاب ہے۔ یہ روایت ٹھیک نہیں۔

اہل بیت کی شان: مسند میں ہے شداد بن عمار کہتے ہیں میں ایک دفعہ حضرت واثلہ بن اسقعؓ کے پاس گیا۔ اس وقت وہاں کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت علیؓ کا ذکر ہو رہا تھا وہ آپ کو برا بھلا کہہ رہے تھے میں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو مجھ سے حضرت واثلہؓ نے فرمایا' تو نے بھی حضرت علی کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے؟ میں نے کہا ہاں۔ میں نے بھی سب کی زبان میں زبان ملائی۔ تو فرمایا سن میں نے جو دیکھا ہے تجھے سناتا ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ آپ حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں گئے ہوئے ہیں۔ میں ان کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ آ رہے ہیں اور آپ کے ساتھ حضرت علیؓ اور حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ بھی ہیں۔ دونوں بچے آپ کی انگلی تھامے ہوئے تھے آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو تو اپنے سامنے بٹھالیا اور دونوں نواسوں کو اپنے گھٹنوں پر بٹھالیا اور ایک کپڑے سے ڈھک لیا پھر اسی آیت کی تلاوت کر کے فرمایا اے اللہ! یہ ہیں میرے اہل بیت اور میرے اہل بیت زیادہ حق دار ہیں۔ دوسری روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ حضرت واثلہؓ فرماتے ہیں میں نے یہ دیکھ کر کہا' یارسول اللہ ﷺ میں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں تو بھی میرے اہل بیت میں سے ہے حضرت واثلہؓ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان میرے لئے بہت ہی بڑی امید کا ہے اور روایت میں ہے حضرت واثلہؓ فرماتے ہیں میں حضور اکرم ﷺ کے پاس تھا جو حضرت علیؓ حضرت فاطمہ حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ عنہم آئے۔ آپ نے اپنی چادر ان پر ڈال کر فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل و عیال ہیں یا اللہ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں پاک کر دے۔ میں نے کہا میں بھی۔ آپ نے فرمایا ہاں تو بھی۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ میرا مضبوط عمل یہی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حضور اکرم ﷺ میرے گھر میں تھے کہ حضرت فاطمہؓ حریرے کی ایک پتیلی بھری ہوئی لائیں۔ آپ نے فرمایا اپنے میاں کو اور اپنے دونوں بچوں کو بھی بلا لو چنانچہ وہ بھی آ گئے اور کھانا شروع ہوا۔ آپ اپنے بستر پر تھے خیبر کی ایک چادر آپ کے نیچے بچھی ہوئی تھی میں حجرے میں نماز ادا کر رہی تھی کہ یہ آیت اتری۔ پس حضور اکرم ﷺ نے انہیں چادر اڑھادی اور چادر میں سے ایک ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف اٹھا کر یہ دعا کی کہ الٰہی یہ میرے اہل بیت اور حمایتی ہیں تو ان سے ناپاکی دور کر اور انہیں طاہر کر۔ میں نے اپنا سر گھر میں سے نکال کر کہا' یا رسول اللہ! میں بھی آپ سب کے ساتھ ہوں۔ آپ نے فرمایا یقیناً تو بہتری کی طرف ہے فی الواقع تو خیر کی طرف ہے۔ اس روایت کے راویوں میں عطاء کے استاد کا نام نہیں جو معلوم ہو سکے کہ وہ کیسے راوی ہیں باقی راوی ثقہ ہیں۔ دوسری سند سے انہی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ان کے سامنے حضرت علیؓ کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا آیت تطہیر تو میرے گھر میں اتری ہے آپ میرے ہاں آئے اور فرمایا کسی اور کو آنے کی اجازت نہ دینا تھوڑی دیر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آئیں۔ اب بھلا میں بیٹی کو باپ سے کیسے روکتی پھر حضرت حسنؓ آئے' نواسے کو نانا سے کون روکے؟ پھر حضرت حسینؓ آئے

میں نے انہیں بھی نہ روکا۔ پھر حضرت علیؓ آئے۔ میں انہیں بھی نہ روک سکی۔ جب یہ سب جمع ہو گئے تو جو چادر حضرت اوڑھے ہوئے تھے اسی میں ان سب کو لے لیا اور کہا الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں' ان سے پلیدی دور کر دے اور انہیں خوب پاک کر دے۔ پس یہ آیت اس وقت اتری جب یہ چادر پر جمع ہو چکے تھے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں بھی لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے آپ اس پر خوش نہ ہوئے اور فرمایا تو خیر کی طرف ہے۔

مسند کی اور روایت میں ہے کہ میرے گھر میں حضرت ﷺ تھے کہ خادم نے آ کر خبر دی کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علیؓ آ گئے ہیں۔ تو آپ نے مجھ سے فرمایا ایک طرف ہو جاؤ میرے اہل بیت آ گئے۔ میں گھر کے ایک کونے میں بیٹھ گئی۔ جو دونوں ننھے بچے اور یہ دونوں صاحب تشریف لائے' آپ نے دونوں بچوں کو گودی میں لے لیا پیار کیا ایک ہاتھ حضرت علیؓ کی گردن میں دوسرا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گردن میں ڈال کر ان دونوں کو بھی پیار کیا اور ایک سیاہ چادر سب پر ڈال کر فرمایا' یا اللہ! تیری طرف نہ کہ آگ کی طرف میں اور میری اہل بیت۔ میں نے کہا میں بھی؟ فرمایا' ہاں تو بھی۔ اور روایت میں ہے کہ میں اس وقت گھر کے دروازے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اور میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں اہل بیت میں سے نہیں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو بھلائی کی طرف ہے اور نبی کی بیویوں میں سے ہے۔ اور روایت میں ہے میں نے کہا مجھے بھی ان کے ساتھ شامل کر لیجئے' تو فرمایا تو میری اہل ہے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ سیاہ چادر اوڑھے ہوئے ایک دن صبح ہی صبح نکلے اور ان چاروں کو اپنی چادر تلے لے کر یہ آیت پڑھی (مسلم وغیرہ) حضرت عائشہؓ سے ایک مرتبہ کسی نے حضرت علیؓ کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ نے فرمایا وہ سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب تھے ان کے گھر میں آپ کی صاحبزادی تھیں جو سب سے زیادہ آپ کی محبوب تھیں۔ پھر چادر کا واقعہ بیان فرما کر فرمایا' میں نے قریب جا کر کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ! میں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہوں۔ فرمایا دور رہو' تم یقیناً خیر پر ہو۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میرے اور ان چاروں کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ اور سند سے یہ ابو سعیدؓ کا اپنا قول ہونا مروی ہے' واللہ اعلم۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں جب حضور اکرم ﷺ پر وحی اتری تو آپ نے ان چاروں کو اپنے کپڑے تلے لے کر فرمایا' یا رب! یہ میرے اہل ہیں اور میرے اہل بیت ہیں (ابن جریر)

صحیح مسلم شریف میں ہے حضرت یزید بن حبانؒ فرماتے ہیں میں اور حصین ابن سبرہ اور عمر بن مسلمہ مل کر حضرت زید بن ارقمؓ کے پاس گئے۔ حصین کہنے لگے' اے زید! آپ کو تو بہت سی بھلائیاں مل گئیں آپ نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی' آپ کی احادیث سنیں' آپ کے ساتھ جہاد کئے آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ غرض آپ نے بہت خیر و برکت پالی۔ اچھا ہمیں کوئی حدیث تو سناؤ! آپ نے فرمایا بھتیجے اب میری عمر بڑی ہو گئی۔ حضور اکرم ﷺ کا زمانہ دور ہو گیا۔ بعض باتیں ذہن سے جاتی رہیں۔ اب تو ایسا کرو جو باتیں میں از خود بیان کروں انہیں قبول کر لو ورنہ مجھے تکلیف نہ دو۔ سنو مکے اور مدینہ کے درمیان کی ایک پانی کی جگہ پر جسے خم کہا جاتا ہے حضور اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر ہمیں ایک خطبہ سنایا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور وعظ و پند کے بعد فرمایا' میں ایک انسان ہوں' بہت ممکن ہے کہ میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے اور میں اس کی مان لوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ پہلی تو کتاب اللہ جس میں ہدایت و نور ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو پھر تو آپ نے کتاب اللہ کی بڑی رغبت دلائی اور اس کی طرف ہمیں خوب متوجہ فرمایا۔ پھر فرمایا اور میرے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں۔ تین مرتبہ یہی کلمہ فرمایا۔ تو حصین نے حضرت زید سے پوچھا' آپ ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت نہیں ہیں؟ فرمایا آپ کی بیویاں تو آپ کی اہل بیت ہیں ہی' لیکن آپ کی اہل بیت وہ ہیں' جن پر آپ

کے بعد صدقہ کھانا حرام ہے۔ پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا آل علی' آل عقیل' آل جعفر' آل عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ پوچھا کیا ان سب پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ کہا ہاں۔ دوسری سند سے یہ بھی مروی ہے کہ میں نے پوچھا' کیا آپ کی بیویاں بھی اہل بیت میں داخل ہیں؟ کہا نہیں' قسم ہے اللہ تعالیٰ کی بیوی کا تو یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے پاس گو عرصہ دراز سے ہو' لیکن پھر اگر وہ طلاق دے دے تو اپنے میکے میں اور اپنی قوم میں چلی جاتی ہے۔ آپ کے اہل بیت آپ کے اصل اور عصبہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔ اس روایت میں یہی ہے لیکن پہلی روایت ہی اولیٰ ہے اور اسی کو لینا ٹھیک ہے اور اس دوسری میں جو ہے اس سے مراد صرف حدیث میں ہے جن اہل میں بیت کا ذکر ہے وہ ہے۔ کیونکہ وہاں وہ آل مراد ہے جن پر صدقہ خوری حرام ہے۔ یا یہ کہ مراد صرف بیویاں ہی نہیں بلکہ وہ مع آپ کے اور آل کے ہیں۔ یہی بات زیادہ راجح ہے اور اس سے اس روایت اور اس سے پہلے کی روایت میں جمع بھی ہو جاتی ہے اور قرآن اور پہلی احادیثوں میں بھی جمع ہو جاتی ہے لیکن یہ اس صورت میں کہ ان احادیث کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے کیونکہ ان کی بعض اسنادوں میں نظر ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔ جس شخص کو نور معرفت حاصل ہو اور قرآن میں تدبر کرنے کی عادت ہو وہ یقیناً بیک نگاہ جان لے گا کہ اس آیت میں حضور اکرم ﷺ کی بیویاں بلاشک و شبہ داخل ہیں اس لئے کہ اوپر سے کلام ہی ان کے ساتھ اور انہی کے بارے میں چل رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور رسول کی باتیں جن کا درس تمہارے گھروں میں ہو رہا ہے انہیں یاد رکھو اور ان پر عمل کرو۔

پس آیات اللہ اور حکمت سے مراد بہ قول حضرت قتادہؒ وغیرہ کتاب و سنت ہے پس یہ خاص خصوصیت ہے جو ان کے سوا کسی اور کو نہیں ملی کہ ان کے گھروں میں اللہ تعالیٰ کی وحی اور رحمت الٰہی نازل ہوا کرتی ہے اور ان میں بھی یہ شرف حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہ طور اولیٰ اور سب سے زیادہ حاصل ہے کیونکہ حدیث شریف میں صاف وارد ہے کہ کسی عورت کے بستر پر حضور اکرم ﷺ کی طرف وحی نہیں آئی بجز آپ کے بستر کے یہ اس لئے بھی کہ حضور اکرم ﷺ نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ سے نکاح نہیں کیا تھا ان کا بستر بجز رسول اللہ ﷺ کے اور کسی کے لئے نہ تھا۔ پس اس زیادتی درجہ اور بلند مرتبہ کی وہ صحیح طور پر مستحق تھیں'

ہاں جب کہ آپ کی بیویاں آپ کی اہل بیت ہوئی تو آپ کے قریبی رشتہ دار بہ طور اولیٰ آپ کی اہل بیت ہیں جیسے حدیث میں گزر چکا کہ میرے اہل بیت زیادہ حقدار ہیں۔ اس کی مثال میں یہ آیت ٹھیک طور پر پیش ہو سکتی ہے ﴿ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ ﴾ الخ کہ یہ اتری تو ہے مسجد قبا کے بارے میں جیسے کہ صاف صاف احادیث میں موجود ہے لیکن صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ سے سوال ہوا کہ اس مسجد سے کونسی مسجد مراد ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ میری ہی مسجد ہے یعنی مسجد نبوی۔ پس جو صفت مسجد قبا میں تھی وہی صفت چونکہ مسجد نبوی میں بھی ہے اس لئے اس مسجد کو بھی اسی نام سے اس آیت کے تحت داخل کر دیا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ کو خلیفہ بنایا گیا۔ آپ ایک مرتبہ نماز پڑھا رہے تھے کہ بنو اسد کا ایک شخص کود کر آیا اور سجدے کی حالت میں آپ کے جسم میں خنجر گھونپ دیا۔ جو آپ کے نرم گوشت میں لگا جس سے آپ کئی مہینے بیمار رہے جب اچھے ہو گئے تو مسجد میں آئے۔ منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا جس میں فرمایا اے عراقیو! ہمارے بارے میں خوف الٰہی کرو۔ ہم تمہارے حاکم ہیں' تمہارے مہمان ہیں' ہم اہل بیت ہیں جن کے بارے میں آیت ﴿ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ ﴾ الخ اتری ہے اس پر آپ نے خوب زور دیا اور اس مضمون کو بار بار ادا کیا جس سے مسجد والے رونے لگے۔ ایک مرتبہ علی بن حسینؒ نے ایک شامی سے فرمایا تھا کیا تو نے سورۂ احزاب کی آیت تطہیر نہیں پڑھی؟ اس نے کہا ہاں کیا اس سے مراد تم ہو؟ فرمایا ہاں اللہ

تعالیٰ بڑے لطف و کرم والا بڑے علم اور پوری خبر والا ہے اس نے جان لیا کہ تم اس کے لطف کے اہل ہو اس لئے اس نے تمہیں یہ نعمتیں عطا فرمائیں اور یہ فضیلتیں تمہیں دیں۔ پس آیت کے معنی مطابق تفسیر ابن جریر کے ہوئے کہ اے نبی کی بیویو! اللہ تعالیٰ کی نعمت تم پر ہے اسے تم یاد کرو کہ اس نے تمہیں ان گھروں میں آباد کیا جہاں آیات اللہ اور حکمت پڑھی جاتی ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر اس کا شکر کرنا چاہیے اور اس کی حمد پڑھنی چاہئے کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم ہے کہ اس نے تمہیں ان گھروں میں آباد کیا۔ حکمت سے مراد سنت و حدیث ہے اللہ تعالیٰ انجام تک سے خبردار ہے اس لئے اپنے پورے اور صحیح علم سے جانچ کر تمہیں اپنے نبی اکرم ﷺ کی بیویاں بننے کے لئے منتخب کیا پس دراصل یہ بھی اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے جو لطیف و خبیر ہے ہر چیز کے جزو کل سے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَٰتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَٰتِ وَالْقَٰنِتِينَ وَالْقَٰنِتَٰتِ وَالصَّٰدِقِينَ وَالصَّٰدِقَٰتِ وَالصَّٰبِرِينَ وَالصَّٰبِرَٰتِ وَالْخَٰشِعِينَ وَالْخَٰشِعَٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَٰتِ وَالصَّٰٓئِمِينَ وَالصَّٰٓئِمَٰتِ وَالْحَٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَٰفِظَٰتِ وَالذَّٰكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۳۵﴾

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں فرماں برداری کرنے والے مرد اور فرماں بردار عورتیں راست باز مرد اور راست باز عورتیں صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اپنے نفس کی نگہبانی کرنے والے مرد اور نگہبانی کرنے والیاں بہ کثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے وسیع مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

مومنوں کی علامات اور فضائل: ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ مردوں کا ذکر قرآن میں آتا رہتا ہے لیکن ہم عورتوں کا تو ذکر ہی نہیں کیا جاتا۔ ایک دن میں اپنے گھر میں بیٹھی اپنا سر سلجھا رہی تھی کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کی آواز منبر پر سنی۔ میں نے بالوں کو تو یونہی لپیٹ لیا اور حجرے میں آ کر آپ کی بات سننے لگی تو آپ ﷺ اس وقت یہی آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ نسائی وغیرہ میں اور بہت سی روایتیں آپ سے مختصر امروی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ چند عورتوں نے حضور اکرم ﷺ سے یہ کہا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ عورتوں نے ازواج مطہرات سے یہ کہا تھا۔ اسلام اور ایمان کو الگ الگ بیان کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ ایمان اسلام کا غیر ہے اور ایمان اسلام سے مخصوص و ممتاز ہے ﴿ قالت الاعراب امنا ﴾ والی آیت اور بخاری مسلم کی حدیث کہ زانی زنا کے وقت مومن نہیں ہوتا' پھر اس امر پر اجماع کہ زنا سے کفر لازم نہیں آتا۔ یہ اس پر دلیل ہے اور ہم شرح بخاری کی ابتدا میں اسے ثابت کر چکے ہیں (یہ یاد رہے کہ اس میں فرق اس وقت ہے جب اسلام حقیقی نہ ہو۔ جیسے کہ امام المحدثین حضرت امام بخاری نے صحیح بخاری '' کتاب الایمان '' میں بہ دلائل کثیر ثابت کیا ہے واللہ اعلم (مترجم)

قنوت سے مراد سکون کے ساتھ اطاعت گزاری ہے جیسے ﴿ امن ھو قانت ﴾ میں ہے۔ اور فرمان ہے ﴿ ولہ من فی

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴾ یعنی آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار ہے۔ اور فرماتا ہے ﴿ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ ﴾ الخ اور فرماتا ہے ﴿ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے باادب فرماں برداری کی صورت میں کھڑے ہوا کرو۔ پس اسلام کے اوپر کا مرتبہ ایمان ہے اور ان کے اجتماع سے انسان میں حکم برداری اور اطاعت گزاری پیدا ہو جاتی ہے۔ باتوں کی سچائی اللہ تعالیٰ کو بہت ہی محبوب ہے اور یہ عادت ہر طرح محمود ہے۔ صحابہ کبار میں تو وہ بزرگ بھی تھے جنہوں نے جاہلیت کے زمانے میں بھی کوئی جھوٹ نہ بولا تھا۔ سچائی ایمان کی نشانی ہے اور جھوٹ نفاق کی علامت ہے۔ سچا نجات پاتا ہے۔ سچ ہی بولا کرو۔ سچائی نیکی کی طرف رہبری کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف جھوٹ سے بچو جھوٹ بدکاری کی طرف رہبری کرتا ہے اور فسق و فجور انسان کو جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ انسان سچ بولتے بولتے اور سچائی کا قصد کرتے کرتے اللہ تعالیٰ کے ہاں صدیق لکھ لیا جاتا ہے اور جھوٹ بولتے ہوئے اور جھوٹ کا قصد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا لکھ لیا جاتا ہے۔ اور بھی اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں۔ صبر ثابت قدمی کا نتیجہ ہے مصیبتوں پر صبر ہوتا ہے۔ اس علم پر کسی تقدیر کا لکھا کٹتا نہیں۔ سب سے زیادہ سخت صبر صدمے کے ابتدائی وقت پر ہے اور اسی کا اجر زیادہ ہے۔ پھر تو جوں جوں زمانہ گزرتا ہے خواہ مخواہ ہی صبر آ جاتا ہے۔ خشوع سے مراد تسکین و جمعی تواضع فروتنی اور عاجزی ہے یہ انسان میں اس وقت آتی ہے جب کہ دل میں خوف الٰہی ہو اور رب کو ہر وقت حاضر و ناظر جانتا ہو اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہو جیسے وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور یہ نہیں تو کم از کم اس درجہ پر تو ضرور ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے صدقے سے مراد محتاج ضعیفوں کو جن کی کوئی کمائی نہ ہو نہ جن کا کوئی کمانے والا ہو انہیں اپنا فالتو مال دینا اس نیت سے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو اور اس کی مخلوق کا کام بنے۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سائے میں جگہ دے گا۔ جس دن اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا۔ اس میں ایک وہ بھی ہے جو صدقہ دیتا ہے لیکن اس طرح پوشیدہ طور پر کہ داہنے ہاتھ کے خرچ کی بائیں ہاتھ کو خبر نہیں لگتی۔ اور حدیث میں ہے صدقہ خطاؤں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اور بھی اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں جو اپنی اپنی جگہ موجود ہیں۔ روزے کی بابت حدیث میں ہے کہ یہ بدن کی زکوۃ ہے یعنی اسے پاک صاف کر دیتا ہے اور طبعاً بھی ردی اخلاط کو مٹا دیتا ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں' رمضان کے روزے رکھ کر جس نے ہر مہینے میں تین روزے رکھ لئے وہ ﴿ وَالصّٰٓئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ ﴾ میں داخل ہو گیا۔ روزہ شہوت کو بھی جھکا دینے والا ہے۔ حدیث میں ہے اے نوجوانو! تم میں سے جسے طاقت ہو وہ تو اپنا نکاح کر لے تا کہ اس سے نگاہیں نیچی رہیں اور پاکدامنی حاصل ہو جائے اور جسے نکاح کی طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے یہی اس کے لئے گویا خصی ہونا ہے۔ اسی لئے روزوں کے ذکر کے بعد ہی بدکاری سے بچنے کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ مسلمان مرد و عورت حرام سے اور گناہ کے کاموں سے بچے رہتے ہیں۔ اپنی اس خاص قوت کو جائز جگہ صرف کرتے ہیں جیسے اور آیت میں ہے کہ یہ لوگ اپنے بدن کو روکے رہتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے اور لونڈیوں سے ان پر کوئی ملامت نہیں۔ ہاں اس کے سوا جو اور کچھ طلب کرے وہ حد سے گزر جانے والا ہے۔ ذکر اللہ کی نسبت ایک حدیث میں ہے کہ جب میاں اپنی بیوی کو رات کے وقت جگا کر دو رکعت نماز دونوں پڑھ لیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں میں لکھ لئے جاتے ہیں (ملاحظہ ہو ابوداؤد وغیرہ)۔

حضرت ابو سعید خدریؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! سب سے بڑے درجے والا بندہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ کثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا۔ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ کی راہ کے مجاہد سے بھی؟ آپ نے فرمایا اگرچہ وہ کافروں پر تلوار چلائے یہاں تک کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون میں رنگ جائے' جب بھی یہ

اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرنے والا اس سے افضل ہی رہے گا (مسند احمد)

مسند احمد ہی میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ مکے کے راستے میں جا رہے تھے جمدان پر پہنچ کر فرمایا یہ جمدان ہے چلے چلو مفرد سبقت کر گئے۔ لوگوں نے پوچھا مفرد سے کیا مراد ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے۔ پھر فرمایا' اے اللہ! حج و عمرے میں اپنا سر منڈوانے والوں پر رحم فرما۔ لوگوں نے کہا بال کتروانے والوں کے لئے بھی دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا اللہ سر منڈوانے والوں کو بخش۔ لوگوں نے پھر کتروانے والوں کے لئے درخواست کی' تو آپ نے فرمایا کتروانے والے بھی۔ آپ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے نجات دینے والا کوئی عمل ذکر اللہ سے بڑا نہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا میں تمہیں سب سے بہتر سب سے پاک اور سب سے بلند درجہ کا عمل بتاؤں؟ جو تمہارے حق میں سونا چاندی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لٹانے سے بھی بہتر ہو' اور اس سے بھی افضل ہو کہ کل تم اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرو' تم ان کی گردنیں مارو' اور وہ تمہاری گردنیں ماریں۔ لوگوں نے کہا حضور اکرم ﷺ ضرور بتلایئے۔ فرمایا اللہ عزوجل کا ذکر۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کونسا مجاہد افضل ہے؟ آپ نے فرمایا سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا۔ اس نے پھر روزہ دار کی نسبت پوچھا یہی جواب ملا۔ پھر نماز' زکوۃ' حج' صدقہ سب کی بابت پوچھا اور حضور اکرم ﷺ نے سب کا یہی جواب دیا۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے کہا' پھر تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے بہت ہی بڑھ گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہاں کثرت ذکر اللہ تعالیٰ کی فضیلت میں اور بھی بہت سی احادیث آئی ہیں۔ اسی سورت کی آیت ﴿ یایھا الذین امنوا اذکرو اللہ ﴾ الخ کی تفسیر میں ہم ان احادیث کو بیان کریں گے' انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر فرمایا یہ نیک صفتیں جن میں ہوں ہم نے ان کے لئے مغفرت تیار کر رکھی ہے اور اجر عظیم یعنی جنت۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝

کسی مسلمان مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا یاد رکھو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔

پیغمبر کے حکم کے آگے کسی کو کچھ اختیار نہیں: رسول اللہ ﷺ حضرت زید بن حارثہؓ کا پیغام لے کر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا' میں ان سے نکاح نہیں کروں گی۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو اور ان سے نکاح کر لو۔ حضرت زینبؓ نے جواب دیا کہ اچھا پھر کچھ مہلت دیجئے میں کچھ سوچ لوں۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ وحی نازل ہوئی اور یہ آیت اتری۔ اسے سن کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا' یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ اس نکاح سے رضامند ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ بس پھر مجھے کوئی انکار نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی نافرمانی نہیں کرنے کی میں نے اپنا نفس ان کے نکاح میں دے دیا اور روایت میں ہے کہ وجہ یہ تھی کہ نسب کے اعتبار سے یہ بہ نسبت حضرت زیدؓ کے زیادہ شریف تھیں۔ حضرت زیدؓ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عقبہ بن ابو معیط کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد سب سے پہلی مہاجر عورت یہی تھیں' انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضور

اکرم ﷺ! میں اپنا نفس آپ کو ہبہ کرتی ہوں۔آپ نے فرمایا مجھے قبول ہے۔ پھر حضرت زید بن حارثہؓ سے ان کا نکاح کرادیا۔ غالباً یہ نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی علیحدگی کے بعد ہوا ہوگا۔اس سے حضرت ام کلثوم ناراض ہوئیں اور ان کے بھائی بھی بگڑ بیٹھے کہ ہمارا اپنا ارادہ خود حضور اکرم ﷺ سے نکاح کا تھا نہ کہ آپ کے غلام سے نکاح کرنے کا۔ اس پر یہ آیت اتری بلکہ اس سے بھی زیادہ معاملہ صاف کر دیا گیا اور فرمادیا گیا کہ ﴿ **النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم** ﴾ نبی ﷺ مومنوں کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ اولیٰ ہیں۔ پس آیت ﴿ **ماکان لمومن** ﴾ خاص ہے اور اس سے بھی جامع آیت یہ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک انصاری کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم اپنی لڑکی کا نکاح جلدی سے کر دو۔انہوں نے جواب دیا کہ اچھی بات ہے میں اس کی ماں سے بھی مشورہ کرلوں۔ جا کر ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا ہم نے فلاں فلاں ان سے بڑے بڑے آدمیوں کے مانگے تو واپس کر دیئے اور اب جلیبیبؓ سے نکاح کر دیں۔ انصاریؓ اپنی بیوی کا یہ جواب سن کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جانا چاہتے ہی تھے کہ لڑکی جو پردے کے پیچھے سے یہ تمام گفتگو سن رہی تھی' بول پڑی کہ تم رسول اللہ ﷺ کی بات رد کرتے ہو؟ جب آپ اس سے خوش ہیں تو تمہیں انکار کرنا چاہئے۔اب دونوں نے کہا کہ بچی ٹھیک کہہ رہی ہے۔ بیچ میں رسول اللہ ﷺ ہیں اس نکاح سے انکار کرنا گویا حضور اکرم ﷺ کے مانگے کو اور آپ کی خواہش کو رد کرنا ہے یہ ٹھیک نہیں چنانچہ انصاری سیدھا حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا آپ اس بات سے خوش ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں تو اس سے رضامند ہوں' کہا پھر آپ کو اختیار ہے آپ نکاح کر دیجئے۔ چنانچہ نکاح ہو گیا ایک مرتبہ اہل اسلام مدینے والے دشمنوں کے مقابلے کے لئے نکلے لڑائی ہوئی جس میں حضرت جلیبیبؓ شہید ہو گئے۔انہوں نے بہت سے کافروں کو قتل کیا تھا جن کی لاشیں ان کے آس پاس پڑی ہوئی تھیں۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں نے خود دیکھا' ان کا گھر بڑا آسودہ حال تھا تمام مدینہ میں ان سے زیادہ خرچیلا کوئی نہ تھا اور روایت میں حضرت ابوبرزہ اسلمیؓ کا بیان ہے کہ حضرت جلیبیبؓ کی طبیعت میں مذاق تھا اس لئے میں نے اپنے گھر میں کہہ دیا تھا کہ یہ تمہارے پاس نہ آئیں۔انصاریوں کی عادت تھی کہ وہ کسی عورت کا نکاح نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ یہ معلوم کرلیں کہ حضور اکرم ﷺ ان کی بابت کچھ نہیں فرماتے' پھر وہ واقعہ بیان فرمایا جو اوپر مذکور ہوا۔

اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت جلیبیبؓ نے سات کافروں کو اس غزوے میں قتل کیا تھا۔ پھر کافروں نے بھیڑ کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ ان کی تلاش کرتے ہوئے جب ان کی نعش کے پاس آئے تو فرمایا سات کو مار کر پھر شہید ہوئے ہیں یہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا۔ پھر قبر کھدوا کر اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر قبر میں اتارا' رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک ہی ان کا جنازہ تھا اور کوئی چارپائی وغیرہ نہ تھی۔ یہ بھی مذکور نہیں کہ انہیں غسل دیا گیا ہو۔ اس نیک بخت انصاریہ عورت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کی بات کی عزت رکھ کر اپنے ماں باپ کو سمجھایا تھا کہ انکار نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ اس پر اپنی رحمتوں کی بارش برسا اور اسے زندگی کے پورے لطف عطا فرمایا۔ تمام انصار میں ان سے زیادہ خرچ کرنے والی کوئی عورت نہ تھی۔انہوں نے جب پردے کے پیچھے سے اپنے والدین سے کہا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی بات رد نہ کرو' اس وقت یہ آیت ﴿ **ماکان لمومن** ﴾ الخ نازل ہوئی تھی۔

حضرت ابن عباسؓ سے حضرت طاؤسؒ پوچھتے ہیں کہ عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھ سکتے ہیں؟ تو آپ نے منع فرمایا اور اس آیت کی تلاوت کی۔ پس یہ آیت گو شان نزول کے اعتبار سے مخصوص ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول ﷺ کے فرمان کے ہوتے ہوئے نہ تو کوئی مخالفت کر سکتا ہے نہ اسے ماننے نہ ماننے کا اختیار کسی کو باقی رہتا ہے نہ رائے قیاس کرنے کا حق نہ کسی اور بات کا جیسے فرمایا ﴿فلا وربک لا یومنون﴾ یعنی قسم ہے تیرے رب کی لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک کہ وہ اپنے آپس کے تمام اختلافات میں تجھے حاکم نہ مان لیں۔ پھر تیرے فرمان سے دل میں کسی قسم کی تنگی نہ رکھیں بلکہ دل کھول کر تسلیم کرلیا کریں۔ صحیح حدیث میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی خواہش اس چیز کی تابعدار نہ بن جائے جسے میں لایا ہوں۔ اسی لئے یہاں بھی اس کے خلاف کی برائی بیان فرمادی کہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والا کھلم کھلا گمراہ ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان تصیبھم فتنۃ او یصیبھم عذاب الیم﴾ یعنی جو لوگ ارشاد نبی ﷺ کے خلاف کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ ایسا نہ ہو ان پر کوئی فتنہ آپڑے یا انہیں کوئی دردناک عذاب ہو۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾

جب کہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے بھی انعام کیا اور تو نے بھی کہ تو اپنی بیوی کو آباد رکھ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھا جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے خوف کھاتا تھا اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار تھا کہ اس سے ڈرے۔ پس جب کہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کرلی ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دی۔ تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں کسی طرح کی تنگی نہ رہے۔ جب کہ وہ اپنا جی ان سے بھر لیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا۔

حضرت زیدؓ کا واقعہ: اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کے نبی ﷺ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ کو ہر طرح سمجھایا ان پر اللہ تعالیٰ کا انعام تھا کہ اسلام اور متابعت رسول ﷺ کی توفیق دی اور حضور اکرم ﷺ کا بھی ان پر احسان تھا کہ انہیں غلامی سے آزاد کردیا۔ یہ بڑی شان والے تھے اور حضور اکرم ﷺ کو بہت ہی پیارے تھے یہاں تک کہ انہیں سب مسلمان ﴿حب الرسول﴾ کہتے تھے۔ ان کے صاحبزادے حضرت اسامہؓ کو بھی ''حب بن حب'' کہتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد ہے کہ جس لشکر میں حضور اکرم ﷺ انہیں بھیجتے تھے اس لشکر کا سردار ان ہی کو بناتے تھے۔ اگر یہ زندہ رہتے تو رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ بن جاتے (احمد) بزار میں ہے حضرت اسامہؓ فرماتے ہیں میں مسجد میں تھا میرے پاس حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ آئے اور مجھ سے کہا جاؤ حضور اکرم ﷺ سے ہمارے لئے اجازت طلب کرو۔ میں نے آپ کو خبر کی۔ آپ نے فرمایا جانتے ہو وہ کیوں آئے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں' جاؤ بلا لو۔ یہ آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! ذرا فرمایئے تو آپ کو اپنے اہل میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میری بیٹی فاطمہ۔ انہوں نے کہا ہم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں نہیں پوچھتے۔ آپ نے فرمایا پھر اسامہ بن زید بن حارثہ جن پر اللہ تعالیٰ

نے انعام کیا اور میں نے بھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی لڑکی زینبؓ بنت جحش اسدیہ سے کر دیا تھا۔ دس دینار اور سات درہم مہر دیا تھا ایک دوپٹہ ایک چادر ایک کرتا۔ پچاس مد اناج اور دس مد کھجوریں دی تھیں۔ ایک سال اور کچھ اوپر تک تو یہ گھر بسا لیکن پھر ناچاقی شروع ہو گئی حضرت زیدؓ نے حضور اکرم ﷺ کے پاس آ کر شکایت کی تو آپ انہیں سمجھانے لگے کہ گھر نہ توڑو اللہ تعالیٰ سے ڈرو' ابن ابی حاتم۔ اور ابن جریر نے اس جگہ بہت سے غیر صحیح آثار نقل کئے ہیں جن کا نقل کرنا بھی ہم نامناسب جان کر ترک کرتے ہیں کیونکہ ان میں سے ایک بھی ثابت اور صحیح نہیں۔ مسند احمد میں بھی ایک روایت حضرت انسؓ سے ہے' لیکن اس میں بھی بڑی غرابت ہے۔ اس لئے ہم نے اسے بھی وارد نہیں کیا۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ یہ آیت حضرت زینب بنت جحش اور حضرت زید بن حارثہ کے بارے میں اتری ہے ابن ابی حاتم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے اپنے نبی اکرم ﷺ کو خبر دے دی تھی۔ کہ حضرت زینب آپ کے نکاح میں آئیں گی یہی بات تھی جسے آپ نے ظاہر نہ کیا اور حضرت زیدؓ کو سمجھایا کہ وہ اپنی بیوی کو الگ نہ کریں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں' حضور اکرم ﷺ اگر اللہ تعالیٰ کی وحی کتاب اللہ میں سے ایک آیت بھی چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپا لیتے ﴿وطرا﴾ کے معنی حاجت کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب زیدؓ ان سے سیر ہو گئے اور باوجود سمجھانے بجھانے کے میل ملاپ قائم نہ رہ سکا بلکہ طلاق ہو گئی' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زینب کو اپنے نبی اکرم ﷺ کے نکاح میں دے دیا۔ اس لئے ولی کی ایجاب و قبول کی مہر اور گواہوں کی ضرورت نہ رہی۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت زینبؓ کی عدت پوری ہو چکی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہؓ سے کہا تم جاؤ اور انہیں مجھ سے نکاح کرنے کا پیغام پہنچاؤ۔ حضرت زیدؓ گئے اس وقت آپ آٹا گوندہ رہی تھیں۔ حضرت زیدؓ پر ان کی عظمت اس قدر چھائی کہ سامنے پڑ کر بات نہ کر سکے منہ پھیر کر بیٹھ گئے اور ذکر کیا۔ مائی صاحبہ نے فرمایا ٹھہرو میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر لوں یہ تو کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگیں۔ ادھر رسول اللہ ﷺ پر وحی اتری جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ان کا نکاح تجھ سے کر دیا چنانچہ اسی وقت حضور اکرم ﷺ بے اطلاع چلے آئے۔ پھر ولیمہ کی دعوت میں آپ نے ہم سب کو گوشت روٹی کھلائی۔ لوگ کھا پی کر چلے گئے۔ مگر چند آدمی وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ آپ باہر نکل کر اپنی بیویوں کے پاس گئے آپ انہیں سلام علیک کرتے تھے اور وہ آپ سے دریافت کرتی تھیں کہ فرمائیے بیوی صاحبہ سے خوش تو ہیں؟ مجھے یہ یاد نہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو خبر دی آپ خبر دیئے گئے کہ لوگ وہاں سے چلے گئے اس کے بعد آپ اس گھر کی طرف تشریف لے گئے میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ میں نے آپ کے ساتھ ہی جانے کا ارادہ کیا لیکن آپ نے پردہ کرا دیا اور میرے اور آپ کے درمیان حجاب ہو گیا اور پردہ کی آیتیں اتریں اور صحابہ کو نصیحت کی گئی اور فرما دیا گیا کہ نبی اکرم ﷺ کے گھروں میں بے اجازت نہ جاؤ۔

مسلم وغیرہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت زینبؓ اور ازواج مطہرات سے فخراً کہا کرتی تھیں کہ تم سب کے نکاح تمہارے ولی وارثوں نے کئے اور میرا نکاح خود اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر کرا دیا۔ سورۂ نور کی تفسیر میں ہم یہ روایت بیان کر چکے ہیں کہ حضرت زینبؓ نے کہا' میرا نکاح آسمان سے اترا اور ان کے مقابلے پر حضرت عائشہ نے فرمایا میری برات کی آیتیں آسمان سے اتریں جس کا حضرت زینب نے اقرار کیا۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت زینب نے رسول اللہ ﷺ سے ایک مرتبہ کہا مجھ میں اللہ تعالیٰ نے تین خصوصیتیں رکھی ہیں جو آپ کی اور بیویوں میں نہیں۔ ایک تو یہ کہ میرا اور آپ کا دادا ایک ہے دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مجھے آپ کے نکاح میں دیا تیسرے یہ کہ ہمارے درمیان سفیر حضرت جبرائیل تھے۔ پھر فرماتا ہے ہم نے ان سے نکاح کرنا تیرے ساتھ جائز کر دیا تاکہ مسلمانوں پر ان کے لے پالک لڑکوں کی بیویوں کے بارے میں جب انہیں

طلاق دے دی جائے کوئی حرج نہ رہے۔ یعنی وہ اگر چاہیں تو ان سے نکاح کر سکیں۔ حضور اکرم ﷺ نے نبوت سے پہلے حضرت زیدؓ کو اپنا متبنیٰ بنا رکھا تھا۔ عام طور پر انہیں زید بن محمد کہا جاتا تھا۔ قرآن نے اس نسبت سے بھی ممانعت کر دی اور حکم دیا کہ انہیں اپنے حقیقی باپ کی طرف نسبت کر کے پکارا کرو۔ پھر حضرت زیدؓ نے جب حضرت زینب کو طلاق دے دی تو اللہ پاک نے انہیں اپنے نبی کے نکاح میں دے کر یہ بات بھی ہٹا دی۔ جس آیت میں حرام عورتوں کا ذکر آیا ہے وہاں بھی یہی فرمایا کہ تمہارے اپنے صلبی لڑکوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں تاکہ لے پالک لڑکوں کی بیویاں اس حکم سے خارج رہیں کیونکہ ایسے لڑکے عرب میں بہت تھے یہ امر اللہ کے نزدیک مقرر ہو چکا تھا اس کا ہونا حتمی یقینی اور ضروری تھا اور حضرت زینبؓ کو یہ شرف ملنا پہلے ہی سے لکھا جا چکا تھا کہ وہ ازواج مطہرات امہات المومنین میں داخل ہوں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ۭ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾

جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے حلال کی ہیں ان میں نبی پر کوئی حرج نہیں۔ یہی دستور الٰہی ان میں بھی رہا جو پہلے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے کام اندازے پر مقرر کئے ہوئے ہیں۔

فرماتا ہے کہ جب اللہ کے نزدیک اپنے لے پالک متبنیٰ کی بیوی سے اس کی طلاق کے بعد نکاح کرنا حلال ہے پھر اس میں نبی پر کیا حرج ہے اگلے نبیوں پر جو حکم الٰہی نازل ہوتے تھے ان پر عمل کرنے میں ان پر کوئی حرج نہ تھا۔ اس سے غرض منافقوں کے اس قول کا رد کرنا ہے کہ دیکھو اپنے آزاد کردہ غلام اور لے پالک لڑکے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امور ہو کر ہی رہتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔

الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

یہ سب ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد ﷺ نہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے۔

اللہ والے: ان کی تعریف ہو رہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور امانت الٰہی کی ادائیگی کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور بجز اللہ کے کسی کا خوف نہیں کرتے۔ کسی سطوت و شان سے مرعوب ہو کر پیغام الٰہی کے پہنچانے میں خوف نہیں کھاتے اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد کافی ہے۔ اس منصب کی ادائیگی میں سب کے پیشوا بلکہ ایک امر میں سب کے سردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ خیال فرمایئے کہ مشرق و مغرب ایک بنی آدم کو حضور اکرم ﷺ نے اللہ

تعالیٰ کے دین کی تبلیغ کی اور جب تک اللہ تعالیٰ کا دین چار دانگ عالم میں پھیل نہ گیا۔ آپ برابر مشقت سے اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت میں مصروف رہے۔ آپ سے پہلے کے تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم ہی کی طرف آتے رہے لیکن حضور اکرم ﷺ ساری دنیا کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول بن کر آئے تھے۔ قرآن میں فرمان الٰہی ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں' سلام علیہ۔ پھر آپ کے بعد منصب تبلیغ آپ کی امت کو ملا۔ ان میں سب کے سردار آپ کے صحابہ ہیں' رضوان اللہ علیہم۔ جو کچھ انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے سیکھا تھا سب کچھ بعد والوں کو سکھا دیا۔ تمام اقوال و افعال و احوال دن اور رات کے سفر اور حضر کے ظاہر اور پوشیدہ دنیا کے سامنے رکھ دیئے' اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رضامندی نازل فرمائے پھر ان کے بعد والے ان کے وارث ہوئے اور اسی طرح ہر بعد والے اپنے سے پہلے والوں کے وارث بنے اور اللہ تعالیٰ کا دین ان سے پھیلتا رہا اور قرآن و حدیث لوگوں کے کانوں میں پڑتا رہا۔ ہدایت والے ان کی اقتدا سے منور ہوتے رہے اور توفیق خیر والے ان کے مسلک پر چلتے رہے اللہ کریم سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی ان میں سے کر دے آمین۔

آنحضرت کی اولاد: مسند احمد میں ہے تم میں سے کوئی اپنے تئیں ذلیل نہ کرے لوگوں نے کہا' حضور یہ کیسے؟ فرمایا خلاف شرع کام دیکھ کر لوگوں کے خوف کے مارے خاموش رہے' قیامت کے دن اس سے باز پرس ہو گی کہ تو کیوں خاموش رہا؟ یہ کہے گا کہ لوگوں کے ڈر سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا سب سے زیادہ خوف رکھنے کے قابل تو میری ذات تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے کہ کسی کو حضور اکرم ﷺ کا صاحبزادہ نہ کہا جائے۔ لوگ جو زید بن محمد کہتے تھے جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ زید کے والد نہیں۔ یہی ہوا بھی کہ حضور اکرم ﷺ کی کوئی نرینہ اولاد بلوغت کو پہنچی ہی نہیں۔ قاسم' طیب اور طاہر تین بچے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے حضور اکرم ﷺ کے ہاں ہوئے لیکن تینوں بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ پھر حضرت ماریہ قبطیہؓ سے ایک بچہ ہوا جس کا نام حضرت ابراہیم تھا لیکن یہ بھی دودھ پلائی کے زمانے میں ہی انتقال کر گئے۔ آپ کی لڑکیاں حضرت خدیجہ سے چار تھیں۔ زینب' رقیہ' ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن اجمعین' ان میں تین تو آپ کی زندگی ہی میں رحلت فرما گئیں صرف حضرت فاطمہ کا انتقال آپ کے چھ ماہ بعد ہوا۔

آنحضرت آخری نبی ہیں: پھر فرماتا ہے بلکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔ جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھتا ہے۔ یہ آیت نص ہے اس امر پر کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور جب نبی ہی نہیں تو رسول کہاں؟ کوئی نبی رسول آپ کے بعد نہیں آنے کا۔ رسالت تو نبوت سے بھی خاص چیز ہے ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں۔ متواتر احادیث سے بھی حضور اکرم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ثابت ہے۔ بہت سے صحابہؓ سے یہ احادیث روایت کی گئی ہیں۔ مسند احمد میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں میری مثال نبیوں میں ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک بہت اچھا اور پورا مکان بنایا لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو جہاں کچھ نہ رکھا لوگ اسے چاروں طرف دیکھتے بھالتے اور اس کی بناوٹ سے خوش ہوتے لیکن کہتے کیا اچھا ہوتا کہ اس اینٹ کی جگہ بھی پر کر لی جاتی۔ پس میں نبیوں میں اسی اینٹ کی جگہ ہوں۔ امام ترمذی بھی اس حدیث کو لائے ہیں اور اسے حسن صحیح کہا ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں رسالت اور نبوت ختم ہو گئی میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر یہ بات گراں گزری تو آپ نے فرمایا۔ لیکن خوشخبریاں دینے والے۔ صحابہ نے پوچھا خوشخبریاں دینے والے کیا ہیں؟ فرمایا مسلمانوں کے خواب جو نبوت کیا اجزاء میں سے ایک جز ہیں۔ یہ حدیث بھی ترمذی شریف میں ہے اور امام ترمذیؒ اسے صحیح غریب کہتے ہیں۔

محل کی مثال والی حدیث ابوداؤد طیالسی میں بھی ہے اس کے آخر میں یہ ہے کہ میں اس اینٹ کی جگہ ہوں۔ مجھ سے انبیاء

(علیہم الصلوۃ والسلام) ختم کئے گئے۔ اسے بخاری و مسلم اور ترمذی بھی لائے ہیں۔ مسند کی اس حدیث کی سند میں ہے کہ میں آیا اور اس خالی اینٹ کی جگہ پر کر دی۔ مسند میں ہے میرے بعد نبوت نہیں مگر خوش خبری والے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا نیک خواب۔ عبدالرزاق وغیرہ میں محل کی اینٹ کی مثال والی حدیث میں ہے کہ لوگ اسے دیکھ کر محل والے سے کہتے ہیں کہ تو نے اس اینٹ کی جگہ کیوں چھوڑ دی۔ پس میں وہ اینٹ ہوں۔ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' مجھے تمام انبیاء پر چھ فضیلتیں دی گئی ہیں مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے ہیں۔ صرف رعب سے میری مدد کی گئی۔ میرے لیے غنیموں کے مال حلال کئے گئے ہیں۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو بنائی گئی ہے۔ میں ساری مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور میرے ساتھ نبیوں کو ختم کیا گیا ہے یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ صحیح مسلم وغیرہ میں بھی محل کی مثال والی روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ میں آیا اور میں نے اس اینٹ کی جگہ کو پورا کر دیا۔ مسند احمد میں ہے میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبیوں کا ختم کرنے والا تھا اس وقت جب کہ آدم علیہ السلام ابھی پورے طور پر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے

آنحضرت کے چند نام: اور حدیث میں ہے کہ میرے کئی نام ہیں' میں محمد ہوں' میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری وجہ سے کفر کو مٹا دے گا اور میں حاشر ہوں تمام لوگوں کا حشر میرے قدموں تلے ہو گا۔ اور میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری و مسلم)۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس آئے گویا کہ آپ رخصت کر رہے ہیں اور تین مرتبہ فرمایا میں امی نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں فاتح کلمات دیا گیا ہوں اور نہایت جامع' اور پورے طور پر میں جانتا ہوں کہ جہنم کے داروغے کتنے ہیں اور عرش کے اٹھانے والے کتنے ہیں۔ میرا اپنی امت سے تعارف کرایا گیا ہے جب تک میں تم میں ہوں میری سنتے رہو اور مانتے چلے جاؤ۔ جب میں رخصت ہو جاؤں تو کتاب اللہ کو تھام لو اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھو۔ (مسند امام احمدؒ)۔

آپؐ کے بعد جو دعویٰ نبوت کرے وہ جھوٹا ہے: اس بارے میں اور بھی بہت سی احادیث ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس وسیع رحمت پر اس کا شکر کرنا چاہیئے کہ اس نے اپنے رحم و کرم سے ایسے بڑے رسول ﷺ کو ہماری طرف بھیجا اور انہیں ختم المرسلین اور خاتم النبیین بنایا اور یکسوئی والا آسان سچا اور سہل دین آپ کے ہاتھوں کمال کو پہنچایا۔ رب العالمین نے اپنی کتاب میں اور رحمتہ للعالمین نے اپنی متواتر احادیث میں یہ خبر دے دی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ پس جو شخص بھی آپ کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا مفتری دجال گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے گو وہ شعبدے دکھائے اور جادوگری کرے اور بڑے کمالات اور عقل کو حیران کر دینے والی چیزیں پیش کرے اور طرح طرح کی نیرنگیاں دکھائے لیکن عقل مند جانتے ہیں کہ یہ سب فریب دھوکہ اور مکاری ہے۔ یمن کے مدعی نبوت عنسی کو اور یمامہ کے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کو دیکھ لو کہ دنیا نے انہیں جیسے یہ تھے سمجھ لیا اور ان کی اصلیت سب پر ظاہر ہو گئی۔ یہی حال ہو گا ہر اس شخص کا جو قیامت تک اس دعوے سے مخلوق کے سامنے آئے گا کہ اس کا جھوٹ اور اس کی گمراہی سب پر کھل جائے گی یہاں تک کہ سب سے آخری دجال مسیح دجال آئے گا۔ اس کی علامتوں میں سے بھی ہر عالم اور ہر مومن اس کا کذاب ہونا جان لے گا۔ پس یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے کہ ایسے جھوٹے دعویداروں کو یہ نصیب ہی نہیں ہوتا کہ وہ نیکی کے احکام دیں اور برائی سے روکیں۔ ہاں جن احکام میں ان کا اپنا مقصد ہوتا ہے ان پر بہت زور دیتے ہیں ان کے اقوال وافعال افترا اور فجور والے ہوتے ہیں جیسے فرمان باری ہے ﴿ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴾ یعنی کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کن کے پاس آتے ہیں؟ ہر ایک بہتان باز

گنہگار کے پاس سچے نبیوں کا حال اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے وہ نہایت نیکی والے بہت سچے ہدایت والے استقامت والے قول و فعل کے اچھے نیکیوں کا حکم دینے والے برائیوں سے روکنے والے ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تائید ہوتی ہے معجزوں اور خارق عادت چیزوں سے ان کی سچائی اور زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور اس قدر ظاہر واضح اور صاف دلیلیں ان کی نبوت پر ہوتی ہیں کہ قلب سلیم ان کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے سب سچے نبیوں پر قیامت تک اپنے درود و سلام نازل فرماتا رہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾

مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ ذکر کرتے رہا کرو۔ اور صبح شام اس کی پاکیزگی بیان کرو وہ تم پر اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اس کے فرشتے تمہارے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں وہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بہت ہی مہربان ہے۔ جس دن یہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریں گے ان کا تحفہ سلام ہوگا ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

ذکر الٰہی کے فضائل و مسائل: بہت سی نعمتوں کے انعام کرنے والے اللہ تعالیٰ کا حکم ہو رہا ہے کہ ہمیں اس کا بہ کثرت ذکر کرنا چاہیے اور اس پر بھی ہمیں نعمتوں اور بڑے اجر و ثواب کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہارے بہتر عمل اور بہت ہی پاکیزہ کام اور سب سے بڑے درجے کی نیکی اور سونے چاندی کو راہ اللہ خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور جہاد سے بھی افضل کام نہ بتاؤں؟ لوگوں نے پوچھا حضور وہ کیا ہے؟ فرمایا اللہ عزوجل کا ذکر (ترمذی ابن ماجہ وغیرہ) یہ حدیث پہلے ﴿وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ﴾ کی تفسیر میں بھی گزر چکی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ دعا سنی ہے جسے میں کسی وقت ترک نہیں کرتا۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اُعَظِّمُ شُكْرَكَ وَاَتَّبِعُ نَصِيْحَتَكَ وَ اُكْثِرُ ذِكْرَكَ وَاحْفَظُ وَصِيَّتَكَ﴾ یعنی اے اللہ! تو مجھے اپنا بہت بڑا شکر گزار فرماں بردار بہ کثرت ذکر کرنے والا اور تیرے احکام کی حفاظت کرنے والا بنا دے (ترمذی وغیرہ) دو اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ ایک نے پوچھا سب سے اچھا شخص کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو بھی عمر پائے اور نیک اعمال کرے۔ دوسرے نے پوچھا حضور اکرم ﷺ! احکام اسلام تو بہت سارے ہیں مجھے کوئی چوٹی کا حکم بتا دیجئے کہ اس سے چمٹ جاؤں۔ آپ نے فرمایا ذکر اللہ میں ہر وقت اپنی زبان کو تر رکھ (ترمذی) فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہو، یہاں تک کہ لوگ تمہیں مجنون کہنے لگیں (مسند احمد) فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرو یہاں تک کہ منافق تمہیں ریاکار کہنے لگیں (طبرانی)

فرماتے ہیں جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں وہ مجلس قیامت کے دن ان پر حسرت و افسوس کا باعث بنے گی (مسند)۔ فرماتے ہیں جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کریں وہ مجلس قیامت کے دن ان پر حسرت و افسوس کا باعث بنے گی (مسند) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں ہر فرض کام کی کوئی حد ہے، پھر عذر کی حالت میں وہ معاف بھی ہے لیکن ذکر اللہ کی کوئی حد نہیں، نہ وہ کسی وقت ٹلتا ہے ہاں کوئی دیوانہ ہو تو اور بات ہے۔ کھڑے بیٹھے رات کو دن کو خشکی میں، تری میں، سفر میں، حضر میں، غنا میں، فقر میں، صحت میں، بیماری میں، پوشیدگی میں، ظاہر میں،

غرض ہر حال میں ذکر الٰہی کرنا چاہیے۔ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنی چاہیے۔ تم جب یہ کرلوگے تو اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا اور فرشتے تمہارے لئے ہر وقت دعا گو رہیں گے۔ اس بارے میں اور بھی بہت سے احادیث وآثار ہیں۔ اس آیت میں بھی یہ کثرت ذکر اللہ کرنے کی ہدایت ہو رہی ہے بزرگوں نے ذکر اللہ اور وظائف کی بہت سی مستقل کتابیں لکھی ہیں جیسے امام نسائیؒ امام معمریؒ وغیرہ۔

ان سب میں بہترین کتاب اس موضوع پر حضرت امام نوویؒ کی ہے۔ صبح شام اس کی تسبیح بیان کرتے رہو' جیسے فرمایا ﴿فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ﴾ الخ اللہ تعالیٰ کے لئے پاکی ہے جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو اسی کے لئے حمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور بعد از زوال اور ظہر کے وقت۔ پھر اس کی فضیلت بیان کرنے اور اس کی طرف رغبت دلانے کے لئے فرماتا ہے وہ خود تم پر رحمت بھیج رہا ہے یعنی جب وہ تمہیں یاد رکھتا ہے تو کیا وجہ کہ تم اس کے ذکر سے غفلت کرو؟ جیسے فرمایا ﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ﴾ الخ جس طرح ہم نے تم میں خود تمہیں میں سے رسول بھیجا جو تم پر ہماری کتاب پڑھتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ سکھاتا ہے جسے تم جانتے ہی نہ تھے۔ پس تم میرا ذکر کرو' میں تمہاری یاد کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور جو مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہوں میں اسے جماعت میں یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے۔

صلوٰۃ کے معانی: ﴿صلوة﴾ جب اللہ تعالیٰ کی طرف مضاف ہو تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی اپنے فرشتوں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ اور قول میں ہے مراد اس سے رحمت ہے اور دونوں قولوں کا انجام ایک ہی ہے۔ فرشتوں کی ﴿صلوة﴾ ان کی دعا اور استغفار ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ﴾ الخ عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس والے اپنے رب کی حمد و تسبیح بیان کرتے ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومن بندوں کے لئے استغفار کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے ہر چیز کو رحمت و علم سے گھیر لیا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ! تو انہیں بخش جو توبہ کرتے ہیں اور تیری راہ پر چلتے ہیں انہیں عذاب جہنم سے بھی نجات دے' انہیں ان جنتوں میں لے جا جن کا تو ان سے وعدہ کر چکا ہے اور انہیں بھی ان کے ساتھ پہنچا دے جو ان کے باپ داداؤں' بیویوں اور اولادوں میں سے نیک ہوں انہیں برائیوں سے بچالے' الخ۔ وہ اپنی رحمت کو تم پر نازل فرما کر اپنے فرشتوں کی دعا کو تمہارے حق میں قبول فرما کر تمہیں جہالت و ضلالت کی اندھیروں سے نکال کر ہدایت و یقین کے نور کی طرف لے جاتا ہے وہ دنیا اور آخرت میں مومنوں پر رحیم و کریم ہے دنیا میں حق کی طرف ان کی رہبری کرتا ہے اور روزیاں عطا فرماتا ہے اور آخرت میں گھبراہٹ اور ڈر خوف سے بچالے گا۔ فرشتے آ آ کر انہیں بشارت دیں گے کہ تم جہنم سے آزاد ہو اور جنتی ہو۔ کیونکہ فرشتوں کے دل مومنوں کی محبت و الفت سے پر ہیں۔ حضور اکرم ﷺ ایک مرتبہ اپنے اصحاب کے ساتھ راستے سے گزر رہے تھے ایک چھوٹا بچہ راستے میں تھا اس کی ماں نے جب ایک جماعت کو آتے ہوئے دیکھا تو میرا بچہ میرا بچہ کہتی ہوئی دوڑی اور بچہ کو گود میں لے کر ایک طرف ہٹ گئی۔ ماں کی اس محبت کو دیکھ کر صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! خیال تو فرمایئے کیا یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی؟ حضور اکرم ﷺ ان کے مطلب کو سمجھ کر فرمانے لگے' قسم اللہ کی اللہ تعالیٰ بھی اپنے دوستوں کو آگ میں نہیں ڈالے گا (مسند احمد)۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک قیدی عورت کو دیکھا کہ اس نے اپنے بچے کو دیکھتے ہی اٹھا لیا۔ اور اپنے کلیجے سے لگا کر اسے دودھ پلانے لگی۔ آپ نے فرمایا بتلاؤ تو اگر اس کے اختیار میں ہو تو کیا یہ اپنی خوشی سے اپنے بچے کو

آگ میں ڈال دے گی؟ صحابہؓ نے کہا ہر گز نہیں۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا تحفہ جس دن یہ اس سے ملیں گے سلام ہو گا۔ جیسے فرمایا۔ ﴿ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴾ قتادہؒ فرماتے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرے گا۔ اس کی تائید بھی آیت ﴿ دَعْوٰهُمْ فِيْهَا ﴾ الخ سے ہوتی ہے اللہ نے ان کے لئے اجر عظیم یعنی جنت مع اس کی تمام نعمتوں کے تیار کر رکھی ہے جس میں سے ہر نعمت کھانا پینا پہننا اوڑھنا عورتیں لذتیں منظر وغیرہ ایسی ہیں کہ آج تو کسی کے خواب وخیال میں بھی نہیں آ سکتیں چہ جائیکہ دیکھنے میں یا سننے میں آئیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

اے نبی! یقیناً ہم نے ہی تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے گواہیاں دینے والا خوشخبریاں سنانے والا آگاہ کرنے والا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ تو مومنوں کو خوشخبری سنادیں کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔ کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانئے اور جو ایذا ان کی طرف سے پہنچے اس کا خیال بھی نہ کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کئے رہ کافی ہے اللہ تعالیٰ کام بنانے والا۔

نبی علیہ اسلام کی صفات: عطاء بن یسارؒ فرماتے ہیں' میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کی صفتیں تورات میں کیا ہیں؟ فرمایا جو صفتیں آپ کی قرآن میں ہیں انہیں میں سے بعض اوصاف آپ کے تورات میں بھی ہیں۔ تورات میں ہے اے نبی ہم نے تجھے گواہ خوشی سنانے والا۔ ڈرانے اور امیوں کو بچانے والا بنا کر بھیجا ہے تو میرا بندہ اور رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے تو بد گو اور فحش کلام نہیں ہے نہ بازاروں میں شور مچانے والا۔ وہ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتا بلکہ درگزر کرتا ہے اور معاف فرماتا ہے اسے اللہ تعالیٰ قبض نہیں کرے گا جب تک لوگوں کے ٹیڑھا کردئے ہوئے دین کو اس کی ذات سے بالکل سیدھا کردے اور وہ ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ کے قائل نہ ہو جائیں جس سے اندھی آنکھیں روشن ہو جائیں اور بہرے کان سننے والے بن جائیں اور پردوں والے دلوں کے زنگ چھوٹ جائیں (بخاری)

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت وہب ابن منبہؒ فرماتے ہیں بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت شعیا علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ میں تمہاری زبان سے اپنی باتیں کہلواؤں گا میں امیوں میں سے ایک نبی امی کو بھیجنے والا ہوں نہ بد خلق ہے نہ بد گو۔ بازاروں میں شور وغل کرنے والا' اس قدر سکون والا ہے کہ اگر چراغ کے پاس سے بھی گزر جائے تو وہ نہ بجھے اور اگر بانسوں پر چلے تو پاؤں کی چاپ نہ معلوم ہو۔ میں اسے خوش خبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجوں گا جو حق گو ہو گا۔ میں اس کی وجہ سے اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا اور بہرے کانوں کو سننے والا کردوں گا اور زنگ آلود دلوں کو صاف کردوں گا۔ ہر بھلائی کی طرف اسکی رہبری کروں گا ہر نیک خصلت اس میں موجود رکھوں گا۔ دلجمعی اس کا لباس ہو گی نیکی اس کو وطیرہ ہو گا۔ تقویٰ اس کا ضمیر ہو گا۔ حکمت اس کی گویائی ہو گی۔ صدق ووفا اس کی عادت ہو گی عفو و درگزر اس کا خلق ہو گا حق اس کی شریعت ہو گی عدل اس کی سیرت ہو گی ہدایت اس کی امام ہو گی' اسلام اس کا دین ہو گا' احمد ﷺ اس کا نام ہو گا' گمراہوں کو میں اس کی وجہ سے ہدایت دوں گا' جاہلوں کو اس کی بدولت علماء بنادوں گا' تنزل والوں

کو ترقی پر پہنچادوں گا' انجانوں کو مشہور و معروف کردوں گا' قلت کو اس کی وجہ سے کثرت سے' فقیری کو امیری سے فرقت کو الفت سے' اختلاف کو اتفاق میں بدل دوں گا۔ مختلف اور متضاد دلوں کو متفق اور متحد کردوں گا' جداگانہ خواہشوں کو یکسو کردوں گا' دنیا کو اس کی وجہ سے ہلاکت سے بچالوں گا' تمام امتوں سے اس کی امت کو اعلیٰ وافضل بنادوں گا۔ وہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے دنیا میں پیدا کئے جائیں گے' ہر ایک کو نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے' وہ موحد ہوں گے' مومن ہوں گے' اخلاص والے ہوں گے۔ رسولوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے سب کو سچ ماننے والے ہوں گے۔ وہ اپنی مسجدوں مجلسوں اور بستروں پر چلتے پھرتے بیٹھتے اٹھتے میری تسبیح حمد و ثنا بزرگی اور برائی بیان کرتے رہیں گے۔ کھڑے اور بیٹھے نمازیں ادا کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے صفیں باندھ کر حملے کر کے جہاد کریں گے۔ ان میں سے ہزار ہا لوگ میری رضامندی کی جستجو میں اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوں گے۔ منہ ہاتھ وضو میں دھویا کریں گے۔ تہبند آدھی پنڈلی تک کا باندھیں گے۔ میری راہ میں قربانیاں دیں گے' میری کتاب ان کے سینوں میں ہوگی' راتوں کو عابد اور دنوں کو مجاہد ہوں گے۔ میں اس نبی کے اہل بیت اور اولاد میں سبقت کرنے والے صدیق' شہید اور صالح لوگ پیدا کروں گا۔ اس کی امت اس کے بعد دنیا کو حق کی ہدایت کرے گی اور حق کے ساتھ عدل وانصاف کرے گی' ان کی امداد کرنے والوں کو میں عزت والا کروں گا اور ان کو ملانے والوں کی میں مدد کروں گا۔ ان کے مخالفین اور ان کے باغی اور ان کے بدخواہوں پر میں برے دن لاؤں گا۔ میں انہیں ان کے نبی کا وارث کردوں گا جو اپنے رب کی طرف لوگوں کو دعوت دیں گے' نیکیوں کی باتیں بتلائیں گے برائیوں سے روکیں گے' نماز ادا کریں گے زکوٰۃ دیں گے وعدے پورے کریں گے۔ اس خیر کو میں ان کے ہاتھوں پورا کروں گا جو ان سے شروع ہوا تھا۔ یہ ہے میرا فضل جسے چاہوں دوں اور میں بہت بڑے فضل و کرم کا مالک ہوں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپ ﷺ حضرت علیؓ اور حضرت معاذؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے جو یہ آیت اتری۔ تو آپ نے ان سے فرمایا جاؤ خوشخبریاں سنانا نفرت نہ دلانا' آسانی کرنا سختی نہ کرنا' دیکھو مجھ پر یہ آیت اتری ہے۔ الخ۔

طبرانی میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا مجھ پر یہ اترا ہے کہ اے نبی! ہم نے تجھے تیری امت پر گواہ بنا کر جنت کی خوشخبری دینے والا بنا کر اور جہنم سے ڈرانے والا بنا کر اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی توحید کی شہادت کی طرف لوگوں کو بلانے والا بنا کر اور روشن چراغ قرآن کے ساتھ بنا کر بھیجا ہے۔ پس آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں' گواہ ہیں۔ اور قیامت کے دن آپ لوگوں کے اعمال پر گواہ ہوں گے۔ جیسے ارشاد ہے ﴿ وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ یعنی ہم تجھے ان پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ اور آیت میں ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور تم پر یہ رسول گواہ ہیں۔ آپ مومنوں کو بہترین اجر کی بشارت سنانے والے اور کافروں کو بدترین عذاب کا ڈر سنانے والے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس کی بجاآوری کے ماتحت آپ مخلوق کو خالق کی عبادت کی طرف بلانے والے ہیں۔ آپ کی سچائی اس طرح ظاہر ہے جیسے سورج کی روشنی۔ ہاں کوئی ضدی اڑ جائے تو اور بات ہے۔ اے نبی کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو نہ ان کی طرف کان لگاؤ اور ان سے درگزر کرو یہ جو ایذائیں پہنچاتے ہیں انہیں خیال میں بھی نہ لاؤ اور اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ کرو۔ وہ کافی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾

اے مسلمانو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو۔ پھر ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں جسے تم شمار کرو۔ تمہیں کچھ نہ کچھ انہیں دے دینا چاہیے اور بھلے طریق پر انہیں رخصت کر دینا چاہیے۔

اگر جماع سے پہلے طلاق دے: اس آیت میں بہت سے احکام ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عقد پر بھی نکاح کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے ثبوت میں اس سے زیادہ صراحت والی آیت اور نہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ لفظ نکاح حقیقت میں صرف ایجاب و قبول کیلئے ہے؟ یا صرف جماع کے لئے ہے؟ یا ان دونوں کے مجموعے کے لئے؟ قرآن کریم میں اطلاق عقد و وطی دونوں پر ہی ہوا ہے۔ لیکن اس آیت میں صرف عقد پر ہی اطلاق ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دخول سے پہلے بھی خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ مومنات کا ذکر یہاں پر بوجہ غلبہ کے ہے' ورنہ حکم کتابیہ عورت کا بھی یہی ہے۔ سلف کی ایک بڑی جماعت نے آیت سے استدلال کر کے کہا ہے کہ طلاق اسی وقت واقع ہوتی ہے جب اس سے پہلے نکاح ہو گیا ہو۔ اس آیت میں نکاح کے بعد طلاق کو فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ نکاح سے پہلے نہ طلاق صحیح ہے نہ وہ واقع ہوتی ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور بہت بڑی جماعت سلف و خلف کا یہی مذہب ہے مالکؒ اور ابو حنیفہؒ کا خیال ہے کہ نکاح سے پہلے بھی طلاق درست ہو جاتی ہے۔ مثلاً کسی نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے تو اب جب بھی اس سے نکاح کرے گا طلاق پڑ جائے گی۔ پھر مالکؒ اور ابو حنیفہؒ کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو کہے کہ جس عورت سے میں نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو امام ابو حنیفہؒ تو کہتے ہیں جس سے وہ نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جائے گی اور امام مالکؒ کا قول ہے کہ نہیں پڑے گی' کیونکہ کسی خاص عورت کو مقرر کر کے اس نے یہ نہیں کہا۔ جمہور جو اس کے خلاف ہیں ان کی دلیل یہ آیت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص نے نکاح سے پہلے یہ کہا ہو کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا' اس صورت میں طلاق نہیں ہو گی۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے طلاق کو نکاح کے بعد فرمایا ہے پس نکاح سے پہلے کی طلاق کوئی چیز نہیں۔

مسند احمد' ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ ابن آدم جس کا مالک نہ ہو اس میں طلاق نہیں' اور حدیث میں ہے جو طلاق نکاح سے پہلے کی ہو وہ کسی شمار میں نہیں۔ (ابن ماجہ) پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم عورتوں کو نکاح کے بعد ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر کوئی عدت نہیں بلکہ وہ جس سے چاہیں اسی وقت نکاح کر سکتی ہیں۔ ہاں اگر ایسی حالت میں اس کا خاوند فوت ہو گیا ہو تو یہ حکم نہیں' اسے چار ماہ دس دن کی عدت گزارنی پڑے گی۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ پس نکاح کے بعد ہی میاں نے بیوی کو چھونے سے پہلے ہی اگر طلاق دے دی ہے تو اگر مہر مقرر ہو چکا ہے تو اس کا آدھا دینا پڑے گا ورنہ تھوڑا بہت دے دینا۔ کافی ہے۔ اور آیت میں ہے۔ ﴿ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَافَرَضْتُمْ ﴾ یعنی اگر مہر مقرر ہو چکا ہے اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی تو آدھے مہر کی وہ مستحق ہے۔ اور آیت میں ارشاد ہے ﴿ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَالَمْ تَمَسُّوْهُنَّ ﴾ الخ یعنی اگر تم اپنی بیویوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو یہ کچھ گناہ کی بات نہیں اگر ان کا مہر مقرر نہ ہوا ہو تو تم انہیں کچھ نہ کچھ دے دو اپنی اپنی طاقت کے مطابق امیر و غریب دستور کے مطابق ان سے سلوک کرے بھلے لوگوں پر یہ ضروری ہے چنانچہ ایسا ایک واقعہ خود حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بھی گزرا کہ آپ نے امیمہ بنت شرجیل سے نکاح کیا یہ رخصت ہو کر آ گئیں۔ آپ گئے ہاتھ بڑھایا تو گویا اس نے اسے پسند نہ کیا۔ آپ نے حضرت ابو اسیدؓ کو حکم دیا کہ ان کا سامان تیار کر دیں اور دو کپڑے ارزقیہ کے انہیں دے دیں۔ پس سراح جمیل یعنی اچھائی سے رخصت کر دینا یہی ہے کہ اس صورت میں اگر مہر مقرر ہے تو آدھا دے دے اور اگر مقرر نہیں تو اپنی طاقت کے

مطابق اس کے ساتھ سلوک کر دے۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۗ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

اے نبی! ہم نے تیرے لئے تیری وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جنہیں تو ان کے مہر دے چکا ہے اور وہ لونڈیاں بھی جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں تجھے دی ہیں۔ اور تیرے چچا کی لڑکیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے اور وہ باایمان عورت جو اپنا نفس نبی کو ہبہ کر دے یہ اس صورت میں کہ خود نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہے یہ خاص طور پر صرف تیرے لئے ہی ہے اور مومنوں کے لئے نہیں۔ ہم اسے بخوبی جانتے ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں احکام مقرر کر رکھے ہیں یہ اس لئے کہ تجھ پر حرج واقع نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ بہت بخشش اور بڑے رحم والا ہے۔

پیغمبر کو کثرت ازواج کی اجازت: اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ سے فرما رہا ہے کہ آپ نے اپنی جن بیویوں کو مہر دیئے ہیں وہ سب آپ پر حلال ہیں۔ آپ کی تمام ازواج مطہرات کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا جس کے پانچ سو درہم ہوتے ہیں۔ ہاں ام المومنین حضرت حبیبہ بنت ابوسفیانؓ کا مہر حضرت نجاشیؒ نے اپنے پاس سے چار سو دینار دیا تھا اور اسی طرح ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی کا مہر صرف ان کی آزادی تھی خیبر کے قیدیوں میں آپ بھی تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا اور اسی آزادگی کو مہر قرار دیا اور نکاح کر لیا۔ اور حضرت جویریہ بنت حارثہ مصطلقہ نے جتنی رقم پر مکاتبہ کیا تھا وہ پوری رقم آپ نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس کو ادا کر کے ان سے عقد باندھا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام ازواج مطہرات پر اپنی رضامندی نازل فرمائے۔ اسی طرح جو لونڈیاں غنیمت میں آپ کے قبضے میں آئیں' وہ بھی آپ پر حلال ہیں۔ صفیہؓ اور جویریہؓ کے مالک آپ ہو گئے تھے۔ پھر آپ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ ریحانہ بنت شمعون نصریہ اور ماریہ قبطیہ بھی آپ کی ملکیت میں آئی تھیں۔ حضرت ماریہ سے آپ کا فرزند بھی ہوا جن کا نام حضرت ابراہیمؑ تھا۔ چونکہ نکاح کے بارے میں نصرانیوں نے افراط اور یہودیوں نے تفریط سے کام لیا تھا۔ اس لئے اس عدل و انصاف والی سہل اور صاف شریعت نے درمیانہ راہ حق کو ظاہر کر دیا۔ نصرانی تو سات پشتوں تک جس عورت مرد کا نسب نہ ملتا ہو' ان کا نکاح جائز جانتے تھے اور یہودی بہن اور بھائی کی لڑکی سے بھی نکاح کر لیتے تھے پس اسلام نے بھانجی بھتیجی سے نکاح کرنے کو روکا اور چچا کی لڑکی پھوپھی کی لڑکی ماموں کی لڑکی اور خالہ کی لڑکی سے نکاح کو مباح قرار دیا۔ اس آیت کے الفاظ کی خوبی پر نظر ڈالئے کہ عم اور خال' چچا اور ماموں کے لفظ کو تو واحد لائے اور عمات اور خالات یعنی پھوپھی اور خالہ کے لفظ کو جمع لائے۔ جس میں مردوں کی ایک قسم کی فضیلت عورتوں پر ثابت ہو رہی ہے جیسے ﴿يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾ اور جیسے ﴿وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ﴾ یہاں بھی چونکہ ظلمات اور نور یعنی اندھیرے اور اجالے کا ذکر تھا

اور اجالے کو اندھیرے پر فضیلت ہے اس لئے لفظ ظلمات جمع لائے اور لفظ نور مفرد لائے اس کی اور بھی بہت سی نظیریں دی جا سکتی ہیں۔ پھر فرمایا جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی ہے۔ حضرت ام ہانی فرماتی ہیں میرے پاس حضور اکرم ﷺ کا مانگا آیا تو میں نے اپنی معذوری ظاہر کی، جسے آپ نے تسلیم کر لیا اور یہ آیت اتری۔ میں ہجرت کرنے والیوں میں نہ تھی بلکہ فتح مکے کے بعد ایمان لانے والیوں میں تھی۔ مفسرین نے بھی یہی کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جنہوں نے مدینے کی طرف آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو۔ قتادہؒ سے ایک روایت میں اس سے مراد اسلام لانا بھی مروی ہے۔ ابن مسعودؓ کی قرات میں ﴿ وَاللَّاتِیْ هَاجَرْنَ مَعَکَ ﴾ ہے۔ پھر فرمایا اور وہ مومنہ عورت جو اپنا نفس اپنے نبی کے لئے ہبہ کر دے اور نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو بے مہر دیئے اسے نکاح میں لا سکتے ہیں۔ پس یہ حکم دو شرطوں کے ساتھ ہے۔ جیسے آیت ﴿ وَلَا یَنْفَعُکُمْ نُصْحِیْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَکُمْ اِنْ کَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَکُمْ ﴾ میں یعنی حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں اگر میں تمہیں نصیحت کرنا چاہوں اور اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اس نصیحت سے مستفید کرنا نہ چاہے تو میری نصیحت تمہیں کوئی نفع نہیں دے سکتی۔ اور جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس فرمان میں ﴿ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَیْهِ تَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ﴾ یعنی اے میری قوم اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو اور اگر مسلمان ہو گئے ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ پس جیسے ان دونوں آیتوں میں دو دو شرطیں ہیں اسی طرح اس آیت میں بھی دو شرطیں ہیں۔ ایک تو اس کا اپنا نفس ہبہ کرنا دوسرے آپ کا بھی اسے اپنے نکاح میں لانے کا ارادہ کرنا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا میں اپنا نفس آپ کے لئے ہبہ کرتی ہوں۔ پھر وہ دیر تک کھڑی رہی تو ایک صحابیؓ نے کھڑے ہو کر کہا، یارسول اللہ ﷺ اگر آپ ان سے نکاح کا ارادہ نہ رکھتے ہوں تو میرے نکاح میں دے دیجئے۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے بھی؟ جو انہیں مہر میں دیں۔ جواب دیا کہ اس تہبند کے سوا اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ اگر تم انہیں دے دو گے تو خود بغیر تہبند کے رہ جاؤ گے کچھ اور تلاش کرو۔ اس نے کہا میں اور کچھ نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا تلاش تو کرو گو لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔ انہوں نے ہر چند دیکھ بھال کی لیکن کچھ بھی نہ پایا۔ آپ نے فرمایا قرآن کی کچھ سورتیں بھی تمہیں یاد ہیں؟ اس نے کہا ہاں فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ آپ نے فرمایا بس تو انہی سورتوں پر میں نے انہیں تمہارے نکاح میں دے دیا۔

یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے حضرت انسؓ جب یہ واقعہ بیان کرنے لگے تو ان کی صاحبزادی بھی سن رہی تھیں۔ کہنے لگیں اس عورت میں بہت ہی کم حیا تھی۔ تو آپ نے فرمایا تم سے وہ بہتر تھیں کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت کی رغبت کر رہی تھیں اور آپ پر اپنا نفس پیش کر رہی تھیں۔ (بخاری)

مسند احمد میں ہے کہ ایک عورت حضور اکرم ﷺ کے پاس آئیں اور اپنی بیٹی کی بہت سی تعریفیں کر کے کہنے لگیں کہ حضور! میری مراد یہ ہے کہ آپ اس سے نکاح کر لیں۔ آپ نے قبول فرما لیا۔ وہ پھر بھی تعریف کرتی رہیں یہاں تک کہ کہا حضور اکرم ﷺ! وہ کبھی بیمار پڑی ہیں نہ سر میں درد ہوا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا پھر مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی بیوی صاحبہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ اور روایت میں ہے یہ قبیلہ بنو سلیم میں سے تھیں۔ اور روایت میں ہے یہ بڑی نیک بخت عورت تھیں، ممکن ہے ام سلیم ہی حضرت خولہ ہوں رضی اللہ عنہا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دوسری کوئی عورت ہوں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے تیرہ عورتوں سے نکاح کیا جن میں سے چھ تو قرشیہ تھیں، خدیجہ، عائشہ، حفصہ، ام حبیبہ، سودہ اور ام سلمہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور تین بنو عامر بن صعصعہ کے قبیلے میں سے تھیں اور دو عورتیں قبیلہ بنو ہلال بن عامر میں سے تھیں۔ حضرت میمونہ بنت حارث، یہی وہ ہیں

جنہوں نے اپنا نفس رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کیا تھا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کی کنیت ام المساکین تھی اور ایک عورت بنوابی بکر بن کلاب سے یہ وہی ہے جس نے دنیا کو اختیار کیا تھا اور بنو جون میں سے ایک عورت جس نے پناہ طلب کی تھی۔ اور ایک اسدیہ جن کا نام زینب بنت جحش ہے رضی اللہ عنہا۔ دو کنیزیں تھیں۔ صفیہ بنت حیی بن اخطب اور جویریہ بنت حارث بن عمرو بن مصطلق خزاعیہ۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی عورت حضرت میمونہ بنت حارث تھیں۔ لیکن اس میں انقطاع ہے اور یہ روایت مرسل ہے۔ یہ مشہور بات ہے کہ حضرت زینب جن کی کنیت ام المساکین تھی' یہ زینب بنت خزیمہ تھیں۔ قبیلہ انصار میں سے تھیں اور حضور اکرم ﷺ کی حیات میں ہی انتقال کر گئیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا' واللہ اعلم۔

مقصد یہ ہے کہ وہ عورتیں جنہوں نے اپنے نفس کا اختیار آپ کو دیا تھا وہ بہت سی ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں ان عورتوں پر غیرت کیا کرتی تھی۔ جو اپنا نفس حضور اکرم ﷺ کو ہبہ کر دیتی تھیں اور مجھے بڑا تعجب معلوم ہوتا تھا کہ عورتیں اپنا نفس ہبہ کرتی ہیں۔ جب یہ آیت اتری کہ ﴿تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِیْ اِلَیْکَ مَنْ تَشَآءُ﴾ الخ تو ان میں سے جسے چاہ اس سے نہ کر اور جسے چاہ اپنے پاس جگہ دے اور جن سے تو نے یکسوئی کر لی ہے انہیں بھی اگر تم لے آؤ تو تم پر کوئی حرج نہیں۔ تو میں نے کہا بس تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر خوب وسعت و کشادگی کر دی۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کوئی ایسی عورت حضور اکرم ﷺ کے پاس نہ تھی جس نے اپنا نفس آپ کو ہبہ کر دیا ہو۔ حضرت یونس بن بکیرؒ فرماتے ہیں گو آپ کے لئے یہ مباح تھا کہ جو عورت اپنے تئیں آپ کو سونپ دے آپ اسے اپنے گھر میں رکھ لیں' لیکن آپ نے ایسا کیا نہیں کیونکہ یہ امر آپ کی مرضی پر رکھا گیا تھا۔ یہ بات کسی اور کے لئے جائز نہیں ہاں مہر ادا کر دے تو بے شک جائز ہے۔ چنانچہ حضرت بروع بنت واشقؓ کے بارے میں جنہوں نے اپنا نفس سونپ دیا تھا' جب اس کے شوہر انتقال کر گئے تو رسول اللہ ﷺ نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ ان کے خاندان کی اور عورتوں کے مثل انہیں مہر دیا جائے جس طرح موت مہر کو مقرر کر دیتی ہے اسی طرح صرف دخول سے بھی مہر واجب ہو جاتا ہے۔ ہاں حضور اکرم ﷺ اس حکم سے ﴿مستثنی﴾ تھے' ایسی عورتوں کو کچھ دینا آپ پر واجب نہ تھا۔ گو اسے شرف بھی حاصل ہو چکا ہو اس لئے کہ آپ کو بغیر مہر کے اور بغیر ولی کے اور بغیر گواہوں کے نکاح کر لینے کا اختیار تھا جیسے کہ حضرت زینب بنت جحش کے قصے میں ہے۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کسی عورت کو یہ جائز نہیں کہ اپنے تئیں بغیر ولی اور بغیر مہر کے کسی کے نکاح میں دے دے ہاں صرف رسول اللہ ﷺ کے لئے یہ تھا اور مومنوں پر جو ہم نے مقرر کر دیا ہے اسے ہم خوب جانتے ہیں یعنی وہ چار سے زیادہ بیویاں ایک ساتھ نہیں رکھ سکتے۔ ہاں ان کے علاوہ لونڈیاں رکھ سکتے ہیں اور ان کی کوئی تعداد مقرر نہیں۔ اسی طرح ولی کی' مہر کی' گواہوں کی بھی شرط ہے۔ پس امت کے لئے تو یہ حکم ہے اور آپ پر اس کی پابندیاں نہیں تاکہ آپ پر کوئی حرج نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ بڑا غفور و رحیم ہے۔

تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُــٔـْوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ بِمَآ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ﴿۵۱﴾

ان میں سے جسے تو چاہے موقوف رکھ دے اور جسے چاہے اپنے پاس رکھ لے اور اگر تو ان میں سے بھی کسی کو اپنے پاس بلا لے جنہیں تو نے

موقوف کر رکھا تھا تو تجھ پر کوئی گناہ نہیں۔ اس میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ ان عورتوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور جو کچھ بھی تو انہیں دے دے اس پر سب کی سب راضی رہیں تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم اور حلم والا ہے۔

پیغمبرؐ کو بیویوں میں اختیار ہے: بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں ان عورتوں پر عار رکھا کرتی تھی جو اپنا نفس حضور اکرم ﷺ کو ہبہ کریں اور کہتی تھی کہ عورتیں بغیر مہر کے اپنے آپ کو حضور اکرم ﷺ کے حوالے کرنے میں شرماتی نہیں ہیں؟ یہاں تک کہ یہ آیت اتری تو میں نے کہا کہ آپ کا رب آپ کے لئے کشادگی کرتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آیت سے مراد یہی عورتیں ہیں۔ ان کے بارے میں نبی اللہ کو اختیار ہے کہ جسے چاہیں قبول کریں اور جسے چاہیں قبول نہ فرمائیں۔ پھر اس کے بعد یہ بھی آپ کے اختیار میں ہے کہ جنہیں قبول نہ فرمائیں انہیں جب چاہیں نواز دیں۔ عامر شعبیؒ سے مروی ہے کہ جنہیں موخر کر رکھا تھا ان میں حضرت ام شریک تھیں۔ ایک مطلب اس جملہ کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اپنی بیویوں کے بارے میں آپ کو اختیار تھا کہ اگر چاہیں تقسیم کریں چاہیں نہ کریں' جسے چاہیں مقدم کریں جسے چاہیں موخر کریں' اسی طرح خاص بات چیت میں بھی۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنی پوری عمر برابر اپنی ازواج مطہرات میں عدل کے ساتھ برابری کی تقسیم کرتے رہے۔ بعض فقہاء شافعیہ کا قول ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر تقسیم واجب تھی۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ ہم سے اجازت لیا کرتے تھے۔ مجھ سے تو جب دریافت فرماتے میں کہتی اگر میرے بس میں ہو تو میں کسی اور کے پاس ہرگز نہ جانے دوں۔ پس صحیح بات جو بہت اچھی ہے اور جس سے ان اقوال میں مطابقت بھی ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آیت عام ہے اپنے نفس سونپنے والیوں اور آپ کی بیویوں کو سب کو شامل ہے ہبہ کرنے والیوں کے بارے میں نکاح کرنے نہ کرنے کا اور نکاح والیوں میں تقسیم کرنے نہ کرنے کا آپ کو اختیار تھا۔ پھر فرماتا ہے کہ یہی حکم بالکل مناسب ہے اور ازواج رسول اللہ ﷺ کے لئے سہولت والا ہے۔ جب وہ جان لیں گی کہ آپ باریوں کے مکلف نہیں ہیں پھر بھی مساوات قائم رکھتے ہیں تو انہیں بہت خوشی ہو گی اور ممنون و شکر گزار ہوں گی اور آپ کے انصاف کی داد دیں گی۔ اللہ تعالیٰ دلوں کی حالتوں سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ کسے کس طرف زیادہ رغبت ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ اپنے طور پر صحیح تقسیم اور پورے عدل کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کرتے تھے کہ الہ العالمین جہاں تک میرے بس میں تھا میں نے انصاف کر دیا اب جو میرے بس میں نہیں اس پر تو مجھے ملامت نہ کرنا۔ یعنی دل کے رجوع کرنے کا اختیار مجھے نہیں۔ اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کا عالم ہے لیکن حلم و کرم والا ہے چشم پوشی کرتا ہے معاف فرماتا ہے۔

لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾

ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں اور نہ یہ درست ہے کہ انہیں چھوڑ کر اور عورتوں سے نکاح کریں اگرچہ ان کی صورت

اچھی بھی لگتی ہو مگر جو تیری مملوکہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پورا نگہبان ہے۔

پہلی آیتوں میں گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو حضور اکرم کی زوجیت میں رہیں اور اگر چاہیں تو آپ سے علیحدہ ہو جائیں۔ لیکن امہات المومنین نے دامن رسول کو چھوڑنا پسند نہ فرمایا۔ اس پر انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیوی بدلہ میں ایک یہ بھی ملا کہ حضور اکرم ﷺ کو اس آیت میں حکم ہوا کہ اب ان کے سوا کسی اور عورت سے آپ نکاح نہیں کر سکتے نہ آپ ان میں سے کسی کو چھوڑ کر اس کے بدلے دوسری لاسکتے ہیں گو وہ کتنی ہی خوش شکل کیوں نہ ہو؟ ہاں لونڈیوں اور کنیزوں کی اور بات ہے۔ اس کے بعد ربّ العالمین نے یہ تنگی آپ پر سے اٹھالی اور نکاح کی اجازت دے دی لیکن خود حضور اکرم ﷺ نے پھر اور کوئی نکاح کیا ہی نہیں۔ اس حرج کے اٹھانے اور پھر عمل کے نہ ہونے میں بہت بڑی مصلحت یہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ احسان اپنی بیویوں پر رہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہے آپ کی وفات سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور عورتیں بھی حلال کر دیں تھیں (ترمذی' نسائی وغیرہ) حضرت ام سلمہؓ سے بھی یہ مروی ہے کہ حلال کرنے والی آیت ﴿تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ﴾ ہے یعنی جو اس آیت سے پہلے گزر چکی ہے بیان میں وہ پہلے ہے اور اترنے میں وہ پیچھے ہے۔ سورۂ بقرہ میں بھی اسی طرح عدت وفات کی پچھلی آیت منسوخ ہے اور پہلی آیت اس کی ناسخ ہے (واللہ اعلم)

اس آیت کے ایک اور معنی بھی بہت سے حضرات سے مروی ہیں۔ وہ کہتے ہیں مطلب اس سے یہ ہے کہ جن عورتوں کا ذکر اس سے پہلے ہے ان کے سوا اور حلال نہیں۔ ابی بن کعبؓ سے سوال ہوا کہ کیا حضور اکرم ﷺ کی جو بیویاں تھیں اگر وہ آپ کی موجودگی میں انتقال کر جاتیں تو آپ اور عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے تھے؟ آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ تو سائل نے ﴿لَا يَحِلُّ﴾ والی آیت پڑھی۔ یہ سن کر حضرت ابیؓ نے فرمایا' اس کا مطلب تو یہ ہے کہ عورتوں کی جو قسمیں اس سے پہلے بیان ہوئی ہیں یعنی نکاحتا بیویاں' لونڈیاں' چچا کی پھوپھیوں کی ماموں کی خالاؤں کی بیٹیاں' ہبہ کرنے والی عورتیں' ان کے سوا جو اور قسم کی ہوں' جن میں یہ اوصاف نہ ہوں وہ آپ پر حلال نہیں ہیں۔ (ابن جریر) ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سوائے ان مہاجرات مومنات کے اور عورتوں سے نکاح کرنے کی آپ کو ممانعت کر دی گئی غیر مسلم عورتوں سے نکاح حرام کر دیا گیا۔ قرآن میں ہے ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُه﴾ یعنی ایمان کے بعد کفر کرنے والے کے اعمال غارت ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿اِنَّآ اَحْلَلْنَا﴾ الخ میں عورتوں کی جن قسموں کا ذکر کیا وہ تو حلال ہیں ان کے علاوہ اور حرام ہیں۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں ان کے سوا ہر قسم کی عورتیں خواہ وہ مسلمان ہوں خواہ یہودیہ ہوں خواہ نصرانیہ سب حرام ہیں۔ ابو صالح فرماتے ہیں کہ اعرابیہ اور انجان عورتوں کے نکاح سے روک دیئے گئے لیکن جو عورتیں حلال تھیں ان میں سے اگر چاہیں سینکڑوں کر لیں حلال ہیں۔ الغرض آیت عام ہے ان عورتوں کو جو آپ کے گھر میں تھیں اور ان عورتوں کو جن کے اقسام بیان ہوئے سب کو شامل ہے اور جن لوگوں سے اس کے خلاف مروی ہے ان سے اس کے مطابق بھی مروی ہے لہذا کوئی منفی نہیں۔ ہاں اس پر ایک بات باقی رہ جاتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ حضرت حفصہؓ کو طلاق دے دی تھی پھر ان سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت سودہؓ کے فراق کا بھی ارادہ کیا تھا جس پر انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہؓ کو دے دیا۔ اس کا جواب امام ابن جریرؒ نے یہ دیا ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ بات یہی ہے لیکن ہم کہتے ہیں اس جواب کی بھی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ آیت میں ان کے سوا دوسریوں سے نکاح کرنے اور انہیں نکال کر اوروں کو لانے کی ممانعت ہے نہ کہ طلاق دینے کی' واللہ اعلم۔ حضرت سودہؓ والے واقعہ میں آیت ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ﴾ الخ اتری ہے اور حضرت حفصہؓ والا واقعہ ابوداؤد وغیرہ میں مروی ہے۔

ابو یعلیٰ میں ہے کہ حضرت عمرؓ اپنی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کے پاس ایک دن آئے دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ پوچھا کہ شاید تمہیں حضور اکرم ﷺ نے طلاق دے دی۔ سنو اگر رجوع ہو گیا اور پھر یہی موقعہ پیش آیا تو قسم اللہ تعالیٰ کی میں مرتے دم تک تم سے کلام نہ کروں گا۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو زیادت کرنے سے اور کسی کو نکال کر اس کے بدلے دوسری کو لانے سے منع کیا ہے مگر لونڈیاں حلال رکھی گئی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں ایک خبیث رواج یہ بھی تھا کہ لوگ آپس میں بیویوں کا تبادلہ کرلیا کرتے تھے۔ یہ اپنی اسے دے دیتا تھا اور وہ اپنی اسے دے دیتا تھا۔ اسلام نے اس گندے طریقے سے مسلمانوں کو روک دیا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ عیینہ بن حصن فزاری حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے۔ اور اپنی جاہلیت کی عادت کے مطابق بغیر اجازت لئے چلے آئے۔ اس وقت آپ کے پاس حضرت عائشہؓ بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ نے فرمایا تم بے اجازت کیوں چلے آئے؟ اس نے کہا واہ! میں نے تو آج تک قبیلہ مضر کے خاندان کے کسی شخص سے اجازت مانگی ہی نہیں' پھر کہنے لگا یہ آپ کے پاس کونسی عورت بیٹھی ہوئی تھیں؟ آپ نے فرمایا یہ (ام المومنین حضرت) عائشہ تھیں۔ تو کہنے لگا حضور! انہیں چھوڑ دیں' میں ان کے بدلے اپنی بیوی آپ کو دیتا ہوں جو خوبصورتی میں بے مثل ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایسا حرام کر دیا ہے۔ جب وہ چلے گئے تو مائی صاحبہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ کون تھا؟ آپ نے فرمایا ایک احمق سردار تھا' تم نے ان کی باتیں سنیں؟ اس پر بھی یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ اس روایت کا ایک راوی اسحٰق بن عبداللہ بالکل گرے ہوئے درجے کا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾

مسلمانو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو کھانے کے لئے بھی اجازت کے بعد جاؤ یہ نہیں کہ پہلے سے جا کر بیٹھ گئے اور کھانے کے پکنے کا انتظار کرتے رہے بلکہ جب بلایا جائے جاؤ اور جب کھا چکو نکل کھڑے ہو جایا کرو پھر وہیں باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو نبی کو تمہاری یہ حرکت ناگوار گزرتی ہے لیکن وہ لحاظ کر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بیان حق میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے پیچھے سے طلب کیا کرو تمہارے اور ان کے دلوں کی کامل پاکیزگی یہی ہے۔ نہ تمہیں یہ جائز ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کو تکلیف دو اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا مخفی رکھو اللہ تعالیٰ تو ہر ہر چیز کا بخوبی علم رکھنے والا ہے۔

پیغمبر اور ان کے گھر کا احترام: اس آیت میں پردے کا حکم ہے اور شرعی آداب و احکام کا بیان ہے۔ حضرت عمرؓ کے قول کے مطابق جو آیتیں اتری ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ بخاری و مسلم میں آپ سے مروی ہے کہ تین باتیں میں نے کہیں جن کے مطابق ہی رب العالمین کے احکام نازل ہوئے میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ مقام ابراہیم کو قبلہ بنائیں تو بہتر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی حکم اترا کہ ﴿وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے تو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ گھر میں ہر کہہ ومہ آ جائے' آپ اپنی بیویوں کو پردے کا حکم دیں تو اچھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردے کا حکم نازل ہوا۔ جب حضور اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات غیرت کی وجہ سے کچھ کہنے سننے لگیں تو میں نے کہا کسی غرور میں نہ رہنا' اگر حضور اکرم ﷺ تمہیں چھوڑ دیں تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں آپ کو دلوائے گا۔ چنانچہ یہی آیت قرآن میں نازل ہوئی۔ صحیح مسلم میں ایک چوتھی موافقت بھی مذکور ہے' وہ بدر کے قیدیوں کا فیصلہ ہے اور روایت میں ہے۔ ۵ ھ ماہ ذی قعدہ میں جب کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا جو نکاح خود اللہ تعالیٰ نے کرایا تھا' اسی صبح کو پردے کی آیت نازل ہوئی ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں یہ واقعہ ۳ ہجری کا ہے' واللہ اعلم۔

شان نزول: صحیح بخاری شریف میں ہے' حضور اکرم ﷺ نے جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تو لوگوں کی دعوت کی وہ کھا پی کر باتوں میں بیٹھے رہے۔ آپ نے اٹھنے کی تیاری بھی کی پھر بھی وہ نہ اٹھے یہ دیکھ کر آپ کھڑے ہو گئے۔ آپ کے ساتھ ہی کچھ لوگ تو اٹھ کر چل دیئے۔ لیکن پھر بھی تین شخص وہیں بیٹھے رہ گئے اور باتیں کرتے رہے۔ حضور اکرم ﷺ پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ وہ ابھی تک باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ پھر لوٹ گئے۔ جب یہ لوگ چلے گئے تو حضرت انسؓ نے حضور اکرم ﷺ کو خبر دی۔ اب آپ گھر میں تشریف لے گئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں' میں نے بھی جانا چاہا تو آپ نے اپنے اور میرے درمیان پردہ کر دیا اور یہ آیت اتری۔ اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس موقعہ پر گوشت روٹی کھلائی تھی اور حضرت انسؓ کو بھیجا تھا کہ لوگوں کو بلا لائیں۔ لوگ آتے تھے کھاتے تھے اور واپس جاتے تھے۔ جب ایک بھی ایسا نہ بچا کہ جسے حضرت انسؓ بلاتے' تو آپ کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا اب دستر خوان بڑھا دو۔ لوگ سب چلے گئے مگر تین شخص باتوں میں لگے رہے۔ حضور اکرم ﷺ یہاں سے نکل کر حضرت عائشہ کے پاس گئے اور فرمایا السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مائی صاحبہ نے جواب دیا وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ ' فرمایئے حضور! بیوی صاحبہ سے خوش تو ہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ اسی طرح آپ اپنی تمام ازواج مطہرات کے پاس گئے اور سب جگہ یہی باتیں ہوئیں۔ اب لوٹ کر جو آئے تو دیکھا کہ وہ تینوں صاحب اب تک گئے نہیں۔ چونکہ آپ میں شرم و حیا لحاظ و مروت بے حد تھا اس لئے آپ کچھ فرما نہ سکے اور پھر سے حضرت عائشہ کے حجرے کی طرف چلے' اب نہ جانے میں نے خبر دی یا آپ کو خود خبر دار کر دیا گیا کہ وہ تینوں بھی چلے گئے تو آپ پھر آئے اور چوکھٹ میں ایک قدم رکھتے ہی آپ نے پردہ ڈال دیا اور پردہ کی آیت نازل ہوئی۔ ایک روایت میں بجائے تین شخصوں کے دو کا ذکر ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپ کے کئی نئے نکاحوں پر حضرت ام سلیم نے مالیدہ بنا کر ایک لگن میں رکھ کر حضرت انسؓ سے کہا اسے اللہ تعالیٰ کے رسول کو پہنچاؤ اور کہہ دینا یہ تھوڑا سا تحفہ ہماری طرف سے قبول فرمایئے اور میرا اسلام بھی کہہ دینا۔ اس وقت لوگ تھے بھی تنگی میں۔ میں نے جا کر حضور اکرم ﷺ کو سلام کیا' مائی صاحبہ کا سلام پہنچایا اور پیغام بھی۔ آپ نے اسے دیکھا اور فرمایا اچھا اسے رکھ دو! میں نے گھر کے ایک کونے میں رکھ دیا۔ پھر فرمایا جاؤ فلاں اور فلاں کو بلا لاؤ۔ بہت سے لوگوں کے نام لئے اور فرمایا ان کے علاوہ جو مسلمان مل جائے۔ میں نے یہی کیا۔ جو ملا اسے حضور اکرم ﷺ کے یہاں کھانے کے لئے بھیجتا رہا۔ واپس لوٹا تو دیکھا کہ گھر اور انگنائی اور بیٹھک سب لوگوں سے پر ہے۔ تقریباً تین سو آدمی جمع ہو گئے

تھے۔اب مجھ سے آپ نے فرمایا' جاؤ وہ پیالہ اٹھالاؤ! میں لایا تو آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر دعا کی اور جو اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ نے زبان سے کہا' پھر فرمایا چلو دس دس آدمی حلقہ کر کے بیٹھ جاؤ اور بسم اللہ کہہ کہہ کر اپنے اپنے آگے سے کھانا شروع کرو۔ اسی طرح کھانا شروع ہوا۔ اور سب کے سب کھا چکے تو آپ نے فرمایا' پیالہ اٹھالو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں نے پیالہ اٹھا کر دیکھا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ جس وقت رکھا تھا اس وقت اس میں زیادہ کھانا تھا یا اب؟ چند لوگ آپ کے گھر میں ٹھہر گئے ان میں باتیں ہو رہی تھیں اور ام المومنین دیوار کی طرف منہ پھیرے بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کا اتنی دیر تک نہ ہٹنا حضور اکرم ﷺ پر شاق گزر رہا تھا۔ لیکن شرم ولحاظ کی وجہ سے کچھ فرماتے نہ تھے اگر انہیں اس بات کا علم ہو جاتا تو وہ نکل جاتے لیکن وہ بے فکری سے بیٹھے ہی رہے۔ آپ گھر سے نکل کر اور ازواج مطہرات کے حجروں کے پاس چلے گئے۔ پھر واپس آئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اب تو یہ بھی سمجھ گئے بڑے نادم ہوئے اور جھٹ سے نکل چلے۔ آپ اندر بڑھے اور پردہ لٹکا دیا۔ میں بھی حجرے ہی میں تھا جو یہ آیت اتری اور آپ اس کی تلاوت کرتے ہوئے باہر آئے۔ سب سے پہلے اس آیت کو عورتوں نے سنا اور میں تو سب سے اول ان کا سننے والا ہوں۔ پہلے حضرت زینب کے پاس آپ کا مانگا لے جانے کی روایت آیت ﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ﴾ الخ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ اس کے آخر میں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ پھر لوگوں کو نصیحت کی گئی۔ اور ہاشم کی اس حدیث میں اس آیت کا بیان بھی ہے۔

ابن جریرؒ میں ہے کہ رات کے وقت ازواج مطہرات قضائے حاجت کے لئے جنگل کو جایا کرتی تھیں۔ حضرت عمرؓ کو یہ پسند نہ تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ انہیں اس طرح نہ جانے دیجئے۔ حضور اکرم ﷺ اس پر توجہ نہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نکلیں تو چونکہ فاروق اعظمؓ کی منشا یہ تھی کہ کسی طرح ازواج مطہرات کا یہ نکلنا بند ہو' اس لئے انہیں ان کے قد و قامت کی وجہ سے پہچان کر بہ آواز بلند کہا کہ ہم نے تمہیں اے سودہ! پہچان لیا۔ اس کے بعد پردے کی آیتیں اتریں۔ اس روایت میں یونہی ہے۔ لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔

چنانچہ مسند احمد میں حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ حجاب کے حکم کے بعد حضرت سودہؓ نکلیں الخ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ اسی وقت واپس آ گئیں۔ آنحضرت ﷺ شام کا کھانا تناول فرما رہے تھے ایک ہڈی ہاتھ میں تھی۔ آ کر واقعہ بیان کیا اسی وقت وحی نازل ہوئی جب ختم ہوئی اس وقت بھی وہ ہڈی ہاتھ میں ہی تھی' ابھی چھوڑی ہی نہ تھی۔ تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ضرورتوں کی بنا پر باہر نکلنے کی اجازت دیتا ہے۔ آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس عادت سے روکتا ہے جو جاہلیت میں اور ابتداء اسلام میں ان میں تھیں کہ بے اجازت دوسرے کے گھر میں چلے جانا۔ پس اللہ تعالیٰ اس امت کا اکرام کرتے ہوئے اسے یہ ادب سکھاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون ہے کہ خبردار عورتوں کے پاس نہ جاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں مستثنیٰ کر لیا جنہیں اجازت دے دی جائے' تو فرمایا مگر یہ کہ تمہیں اجازت دی جائے کھانے کی طرف ایسے طور پر کہ تم اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو۔ مجاہد اور قتادہؒ فرماتے ہیں کہ کھانے کے پکنے اور اس کے تیار ہونے کے وقت ہی نہ پہنچو۔ جب سمجھا کہ کھانا تیار ہو گا' جا گھسے۔ یہ خصلت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ یہ دلیل ہے طفیلی بننے کی حرمت پر۔ امام خطیب بغدادیؒ نے اس کی مذمت میں پوری ایک کتاب لکھی ہے۔ پھر فرمایا جب بلائے جاؤ تو جاؤ اور جب کھا چکو تو نکل جاؤ۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ تم میں سے کسی کو جب اس کا بھائی بلائے تو اسے دعوت قبول کرنی چاہئے خواہ نکاح کی ہو یا کوئی اور۔ اور حدیث میں ہے اگر مجھے ایک کھر کی دعوت دی جائے تو بھی میں اسے قبول کروں گا۔ دستور دعوت میں یہ بھی بیان فرمایا۔ کہ جب کھا چکو تو پھر میزبان کے ہاں چوکڑی مار کر نہ بیٹھ جاؤ' بلکہ وہاں سے چلے جاؤ۔ باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو' جیسے ان تین شخصوں نے کیا تھا جس سے حضور اکرم ﷺ کو تکلیف ہوئی لیکن شرم اور لحاظ سے کچھ نہ بولے۔ اسی طرح یہ مطلب بھی ہے۔ کہ تمہارا بے اجازت

آنحضرت ﷺ کے گھروں میں چلے جانا آپ پر شاق گزرتا ہے لیکن آپ بوجہ شرم وحیا کے تم سے کہہ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف بیان فرمارہا ہے کہ اب سے ایسا نہ کرنا۔ وہ حق تعالیٰ حکم دینے سے حیا نہیں کرتا۔ تمہیں جس طرح بے اجازت آپ کی بیویوں کے پاس جانا منع ہے۔ اسی طرح ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی حرام ہے اگر تمہیں ان سے کوئی ضروری چیز لینی دینی بھی ہو تو پس پردہ لین دین ہو۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک مرتبہ مالیدہ کھا رہے تھے حضرت عمرؓ کو بھی بلالیا۔ آپ بھی کھانے بیٹھ گئے۔ حضرت صدیقہ پہلے ہی سے کھانے میں شریک تھیں۔ حضرت عمرؓ ازواج مطہرات کے پردے کی تمنا میں تھے کھاتے ہوئے انگلیوں سے انگلیاں لگ گئیں تو بے ساختہ فرمانے لگے' کاش کہ میری مان لی جاتی اور پردہ کرایا جاتا تو کسی کی نگاہ بھی نہ پڑتی۔ اس وقت پردے کا حکم اترا۔ پھر پردے کی تعریف فرمارہا ہے کہ مردوں عورتوں کے دلوں کی پاکیزگی کا یہ ذریعہ ہے۔ کسی شخص نے آپ کی کسی بیوی سے آپ کے بعد نکاح کرنے کا ارادہ کیا ہوگا اس آیت میں یہ حرام قرار دیا گیا کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی بیویاں زندگی میں اور جنت میں بھی آپ کی بیویاں ہیں اور جملہ مسلمانوں کی وہ مائیں ہیں اس لئے مسلمانوں پر ان سے نکاح کرنا محض حرام ہے یہ حکم ان بیویوں کے لئے جو آپ کے گھر میں آپ کے انتقال کے وقت تھیں' سب کے نزدیک اجماعاً ہے لیکن جس بیوی کو آپ نے اپنی زندگی میں طلاق دے دی اور اس سے میل ہو چکا ہو تو اس سے کوئی اور نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں دو مذہب ہیں اور جس سے دخول نہ کیا ہو اور طلاق دے دی ہو اس سے دوسرے نکاح کر سکتے ہیں۔ قیلہ بنت اشعث بن قیس حضور اکرم ﷺ کی ملکیت میں آ گئی تھی آپ کے انتقال کے بعد اس نے عکرمہؓ بن ابوجہل سے نکاح کر لیا۔

حضرت ابو بکرؓ پر یہ گراں گزرا لیکن حضرت عمرؓ نے سمجھایا کہ اے خلیفہ رسول یہ حضور اکرم ﷺ کی بیوی نہ تھی نہ اسے حضور اکرم ﷺ نے اختیار دیا نہ اسے پردے کا حکم دیا اور اس کی قوم کی ردت کے ساتھ کی اس کی ردت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے حضور اکرم ﷺ سے بری کر دیا یہ سن کر حضرت صدیقؓ کا اطمینان ہو گیا۔ پس ان دونوں باتوں کی برائی بیان فرماتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینا ان کی بیویوں سے ان کے بعد نکاح کر لینا یہ دونوں گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑے ہیں۔ تمہاری پوشیدہ اور علانیہ باتیں سب اللہ تعالیٰ پر ظاہر ہیں اس پر کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔ آنکھوں کی خیانت کو سینے میں چھپی ہوئی باتوں اور دل کے ارادوں کو وہ جانتا ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝۵۵

عورتوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور عورتوں اور ملکیت کے ماتحتوں کے سامنے ہوں عورتو اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر شاہد ہے۔

جن سے پردہ نہ کرنے کی اجازت ہے: چونکہ اوپر کی آیتوں میں اجنبیوں سے پردے کا حکم ہوا تھا اس لئے جن قریبی رشتہ داروں سے پردہ نہ تھا ان کا بیان اس آیت میں کر دیا۔ سورۂ نور میں بھی اسی طرح فرمایا کہ عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ

کریں مگر اپنے خاوندوں، باپوں، سسروں، لڑکوں، خاوند کے لڑکوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، عورتوں اور ملکیت جن کی ان کے ہاتھوں میں ہو، ان کے سامنے یہ کام کرنے والے غیر خواہشمند مردوں یا بچوں کے سامنے اس کی پوری تفسیر اسی آیت کے تحت میں گزر چکی ہے۔ چچا اور ماموں کا ذکر یہاں اس لئے نہیں کیا گیا کہ ممکن ہے وہ اپنے لڑکوں کے سامنے ان کے اوصاف بیان کریں۔ حضرت شعبیؒ اور حضرت عکرمہؒ تو ان دونوں کے سامنے عورت کا دوپٹہ اتارنا مکروہ جانتے تھے ﴿نسآئیھن﴾ سے مراد مومن عورتیں ہیں۔ ماتحت سے مراد لونڈی غلام ہیں، جیسے کہ پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے اور حدیث بھی ہم وہیں وارد کر چکے ہیں۔ سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں اس سے مراد صرف لونڈیاں ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے۔ چھپا کھلا سب اسے معلوم ہے۔ اس موجود اور حاضر کا خوف رکھو اور اس کا لحاظ کرتی رہو۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور اچھی طرح سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔

آیت درود اور صلوٰۃ کا معنی: صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو العالیہؒ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی پر درود بھیجنا اپنے فرشتوں کے سامنے آپ کی ثنا وصفت کا بیان کرنا ہے اور فرشتوں کا درود آپ کے لئے دعا کرنا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یعنی برکت کی دعا۔ اکثر اہل علم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا درود رحمت ہے فرشتوں کا درود استغفار ہے۔ عطاؒ فرماتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ﴿صلوٰة سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ سَبَقَتْ رَحْمَتِي غَضَبِي﴾ ہے۔ مقصود اس آیت شریفہ سے یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی قدر ومنزلت، عزت اور مرتبت لوگوں کی نگاہوں میں بچ جائے وہ جان لیں کہ خود اللہ تعالیٰ آپ کا ثناخواں ہے اور اس کے فرشتے آپ پر درود بھیجتے رہتے ہیں ملاء اعلیٰ کی یہ خبر دے کر اب زمین والوں کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجا کرو تا کہ عالم علوی اور عالم سفلی کے لوگوں کا اس پر اجماع ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے پوچھا تھا کہ کیا اللہ تعالیٰ تم پر صلوۃ بھیجتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ ان سے کہہ دو کہ ہاں اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں اور رسولوں پر رحمت بھیجتا رہتا ہے۔ اسی کی طرح اس آیت میں بھی اشارہ ہے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہی رحمت اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر بھی نازل فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓىِٕكَتُهٗ﴾ الخ یعنی اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرتے رہا کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کیا کرو۔ وہ خود تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔ اور آیت میں ہے۔ ﴿وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ﴾ الخ صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے جنہیں جب کبھی کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ ﴿اِنَّا لِلّٰهِ﴾ الخ پڑھتے ہیں۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے درود نازل ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے صفوں کے داہنی طرف والوں پر صلوۃ بھیجے رہتے ہیں۔

درود کے الفاظ: دوسری حدیث میں حضور اکرم ﷺ کی ایک شخص کے لئے یہ دعا مروی ہے کہ " اے اللہ! آل ابی اوفی پر اپنی رحمت نازل فرما"۔ حضرت جابرؓ کی بیوی صاحبہ نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ میرے لئے اور میرے خاوند کے لئے صلوۃ بھیجئے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ پر اور تیرے خاوند پر درود نازل فرمائے۔ درود شریف کے بیان کی بہت سی احادیث ہیں جن میں سے تھوڑی ہم یہاں وارد کرتے ہیں۔ ﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ﴾ بخاری شریف میں ہے آپ سے کہا گیا یا رسول اللہ

ﷺ ہم آپ کو سلام کرنا تو جانتے ہیں صلوۃ کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے ﴿التَّحِيَّاتُ﴾ کے بعد دونوں درود بتلائے لیکن دونوں میں ﴿وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ﴾ کا لفظ نہیں ہے۔ ایک اور روایت میں ﴿عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ﴾ کا لفظ نہیں۔ اور روایت میں پہلا درود تو پورے لفظوں کے ساتھ ہے اور دوسرا کچھ تغیر کے ساتھ۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ آخر میں ﴿وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ﴾ بھی کہتے تھے۔ (ترمذی)۔

سلام کے الفاظ: جس سلام کا یہاں ذکر ہے وہ التحیات میں ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ﴾ ہے یہ التحیات آپ مثل قرآن کی سورت کے سکھایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ﴾ بھی ہے اور پچھلے درود میں قدرے تغیر ہے۔ ایک روایت میں درود کے الفاظ یہ ہیں ﴿اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِهٖ وَ ذُرِّيَّتِهٖ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ بعض روایتوں میں ﴿عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ﴾ کے بعد ﴿فِي الْعَالَمِيْنَ﴾ کا لفظ بھی ہے۔ ایک روایت میں سوال میں یہ لفظ بھی ہیں کہ درود نماز میں ہم کس طرح پڑھیں الخ۔ امام شافعی کا مذہب ہے کہ نماز کے آخری تشہد میں اگر کسی نے درود نہیں پڑھا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی درود کا پڑھنا اس جگہ واجب ہے۔ بعض متاخرین نے اس مسئلہ میں امام صاحب کا رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صرف انہی کا قول ہے اور اس کے خلاف اجماع ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے صحابہؓ کی ایک اور جماعت نے یہی کہا ہے۔ مثلاً حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابو مسعودؓ بدری حضرت جابر بن عبداللہؓ۔ تابعین میں بھی اس مذہب کے لوگ گزرے ہیں جیسے شعبی ابو جعفر باقر مقاتل بن حیان وغیرہ اور شافعیہ کا تو سب کا یہی مذہب ہے امام احمد کا بھی آخری قول یہی ہے جیسے کہ ابوزرعہ دمشقی کا بیان ہے۔ اسحٰق بن راہویہ امام محمد بن ابراہیم فقیہ بھی یہی کہتے ہیں بلکہ بعض حنبلی ائمہ نے بھی کہا ہے کہ کم از کم ﴿صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾ کا نماز میں کہنا واجب ہے جیسے کہ صحابہ کے سوال پر آپ نے تعلیم دی اور ہمارے بعض ساتھیوں نے آپ کی آل پر درود بھیجنا بھی واجب کہا ہے۔ الغرض درود کا نماز میں واجب ہونے کا قول بہت ظاہر ہے اور حدیث میں اس کی دلیل بھی موجود ہے اور سلف و خلف میں امام شافعیؒ کے علاوہ اور ائمہ بھی اس کے قائل رہے ہیں۔ پس یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں کہ امام صاحب ہی کا یہ قول ہے اور یہ خلاف اجماع ہے اس کی تائید اس صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے جو مسند احمد' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن خزیمہ' ابن عباس وغیرہ میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سن رہے تھے ایک شخص نے بغیر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کئے اور بغیر حضور اکرم ﷺ پر درود پڑھے اپنی نماز میں دعا کی تو آپ نے فرمایا اس نے بہت جلدی کی۔ پھر سے بلا کر فرمایا یا کسی اور کو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریفیں بیان کرے پھر درود پڑھے پھر جو چاہے دعا مانگے۔ ابن ماجہ میں ہے جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں' جو وضو میں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ نہ کہے اس کا وضو نہیں' جو نبی اکرم ﷺ پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں' جو انصار سے محبت نہ رکھے اس کی نماز نہیں۔ لیکن اس کی سند میں عبدالمہیمن نامی راوی متروک ہے۔ طبرانی میں یہ روایت ان کے بھائی سے مروی ہے لیکن اس میں بھی نظر ہے اور معروف روایت پہلی ہی ہے' واللہ اعلم۔ مسند میں ہے کہ ہم نے کہا حضور اکرم ﷺ ہم آپ پر سلام کہنا تو جانتے ہیں درود سکھا دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا یوں کہو ﴿اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ اس کا ایک راوی ابوداؤد اعمٰی جس کا نام نفیع بن حارث ہے وہ متروک ہے۔ حضرت علیؓ سے لوگوں کو اس دعا کا سکھانا بھی مروی ہے۔

﴿اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ وَ بَارِيَ الْمَسْمُوْكَاتِ وَ جَبَّارَ الْقُلُوْبِ عَلٰى فِطْرَتِهَا شَقِيِّهَا وَسَعِيْدِهَا اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوٰتِكَ وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ وَفَضَائِلَ اٰلَائِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ رَسُوْلِكَ الْفَاتِحِ لِمَا اُغْلِقَ وَالْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ

وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ وَالدَّامِغِ لِجَيْشَاتِ الْاَبَاطِيْلِ كَمَا حُمِلَ فَاضْطَلَعَ بِاَمْرِكَ بِطَاعَتِكَ مُسْتَوْفِزًا فِيْ مَرْضَاتِكَ غَيْرَ نَكِلٍ فِيْ قَدَمٍ وَّلَا وَهْنٍ فِيْ عَزْمٍ وَاعِيًا لِوَحْيِكَ حَافِظًا لِعَهْدِكَ مَاضِيًا عَلٰى نَفَاذِ اَمْرِكَ حَتّٰى اَوْرٰى قَبَسًا لِقَابِسٍ اٰلَاءَ اللّٰهِ تَصِلُ بِاَهْلِهٖ اَسْبَابُهٗ بِهٖ هُدِيَتِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ وَالْاِثْمِ وَاَبْهَجَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَنَائِرَاتِ الْاَحْكَامِ وَمُنِيْرَاتِ الْاِسْلَامِ فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَاْمُوْنُ خَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ وَشَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ وَ بَعِيْثُكَ نِعْمَةً وَّرَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً اَللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهٗ فِيْ عَدْنِكَ وَاجْزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ لَهٗ مُهَنَّاتٍ غَيْرَ مُكَدَّرَاتٍ مِّنْ فَوْزِ ثَوَابِكَ الْمَعْلُوْلِ وَجَزِيْلِ عَطَائِكَ الْمَحْلُوْلِ اَللّٰهُمَّ اَعْلِ عَلٰى بِنَاءِ النَّاسِ بِنَاءَهٗ وَاَكْرِمْ مَثْوَاهُ لَدَيْكَ وَنُزُلَهٗ وَاَتْمِمْ لَهٗ نُوْرَهٗ وَاجْزِهٖ مِنِ ابْتِعَاثِكَ لَهٗ مَقْبُوْلَ الشَّهَادَةِ مَرْضِيَّ الْمَقَالَةِ ذَا مَنْطِقٍ عَدْلٍ وَّخُطَّةٍ فَصْلٍ وَّحُجَّةٍ وَبُرْهَانٍ عَظِيْمٍ ﴾

مگر اس کی سند ٹھیک نہیں۔ اس کا راوی سلامہ کندی نہ تو معروف ہے نہ اس کی ملاقات حضرت علیؓ سے ثابت ہے۔

ابن ماجہ میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جب تم حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجو تو بہت اچھا درود پڑھا کرو بہت ممکن ہے کہ تمہارا یہ درود حضور اکرم ﷺ پر پیش کیا جائے۔ لوگوں نے کہا پھر آپ ہی ہمیں کوئی ایسا درود سکھایئے۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے یہ پڑھو۔ ﴿ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَ رَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَّغْبِطُهٗ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ ﴾۔ اس کے بعد التحیات کے بعد کے دونوں درود ہیں۔ یہ روایت بھی موقوف ہے۔ ابن جریر کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت یونس بن حباب نے اپنے فارس کے ایک خطبے میں اس آیت کی تلاوت کی پھر لوگوں کے درود کے طریقے کے سوال کو بیان فرما کر حضور اکرم ﷺ کے جواب میں ﴿ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا رَحِمْتَ اٰلَ اِبْرَاهِيْمَ ﴾ کو بھی بیان فرمایا ہے اس سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ آپ کے لئے رحم کی دعا بھی ہے۔ جمہور کا یہی مذہب ہے۔ اس کی مزید تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ ایک اعرابی نے اپنی دعا میں کہا تھا اے اللہ مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر تو آپ نے اس سے فرمایا تو نے بہت ہی زیادہ کشادہ چیز کو تنگ کر دیا۔ قاضی عیاضؒ نے جمہور مالکیہ سے اس کا عدم جواز نقل کیا ہے۔ ابو محمد ابن ابو زید بھی اس کے جواز کی طرف گئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تک کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے تب تک فرشتے بھی اس کے لئے دعائے رحم کرتے رہتے ہیں۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ کمی کرو یا زیادتی کرو (ابن ماجہ)۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں سب سے اولیٰ روز قیامت مجھ سے وہ ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھا کرتا تھا (ترمذی)۔

فرمان ہے جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں بھیجتا ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا پھر میں اپنی دعا کا آدھا وقت درود میں ہی خرچ کروں گا۔ فرمایا جیسی تری مرضی۔ اس نے کہا پھر میں دو تہائیاں کر لوں؟ آپ نے فرمایا اگر چاہے۔ اس نے کہا پھر تو میں اپنا سارا ہی وقت اس کے لئے ہی کر دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس وقت اللہ تعالیٰ تجھے دین و دنیا کے غم سے نجات دے دے گا (ترمذی)۔ ابی بن کعبؓ کا بیان ہے کہ آدھی رات کو حضور اکرم ﷺ باہر نکلتے اور فرماتے' ہلا دینے والی آ رہی ہے اور اس کے پیچھے ہی پیچھے لگنے والی بھی ہے۔ حضرت ابیؓ نے ایک مرتبہ کہا' حضور اکرم! میں رات کو کچھ نماز پڑھا کرتا ہوں تو اس کا تہائی حصہ آپ پر درود پڑھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا آدھا حصہ۔ انہوں نے کہا آدھا کر لوں؟ فرمایا دو تہائی۔ کہا اچھا میں پورا وقت اسی میں گزاروں گا۔ آپ نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ تیرے تمام گناہ معاف فرما دے گا (ترمذی)۔

اسی روایت کی ایک اور سند میں ہے دو تہائی رات گزرنے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ لوگوں اللہ تعالیٰ کو یاد

کرو' اولو گوذ کر اللہ کرو۔ دیکھو کپکپادینے والی آرہی ہے موت اپنے ساتھ کی کل مصیبتوں اور آفتوں کو لئے ہوئے چلی آرہی ہے۔ موت اپنے ساتھ کی کل چیزوں کو لئے ہوئے آرہی ہے۔ حضرت ابیؓ نے کہا۔ یارسول اللہ ﷺ! میں آپ پر بہ کثرت درود پڑھتا ہوں پس کتنا وقت اس میں گزاروں؟ آپ نے فرمایا جتنا تو چاہے۔ کہا چوتھائی؟ فرمایا جتنا چاہو اور زیادہ کرلو تو اور اچھا ہے۔ کہا آدھا؟ تو یہی جواب دیا۔ پوچھا دو تہائی؟ تو یہی جواب ملا۔ کہا بس تو میں سارا ہی وقت اس میں گزاروں گا۔ فرمایا پھر اللہ تعالیٰ تجھے تیرے تمام ہم وغم سے بچالے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا (ترمذی)۔

ایک شخص نے آپ سے کہا' حضور اکرم ﷺ! اگر میں اپنی تمام تر صلوات آپ ہی پر کردوں تو؟ آپ نے فرمایا دنیا اور آخرت کے تمام مقاصد پورے ہو جائیں گے (مسند احمد)۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوفؓ فرماتے ہیں۔ آپ ایک مرتبہ گھر سے نکلے میں ساتھ ہولیا آپ کھجوروں کے ایک باغ میں گئے وہاں جا کر سجدے میں گر گئے اور اتنا لمبا سجدہ کیا اس قدر دیر لگائی کہ مجھے تو یہ کھٹکا گزرا کہ کہیں آپ کی روح پرواز نہ کر گئی ہو۔ قریب جا کر آپ کو دیکھنے لگا۔ اتنے میں آپ نے سر اٹھایا۔ مجھ سے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے اپنی حالت ظاہر کی۔ فرمایا بات یہ تھی کہ جبرئیل (علیہ السلام) میرے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا میں تمہیں بشارت سناتا ہوں کہ جناب باری عزاسمہ فرماتا ہے جو تجھ پر درود بھیجے گا میں بھی اس پر درود بھیجوں گا اور جو تجھ پر سلام بھیجے گا میں بھی اس پر سلام بھیجوں گا (مسند امام احمد بن حنبل)۔

اور روایت میں ہے کہ یہ سجدہ اس امر پر اللہ تعالیٰ کے شکریے کا تھا۔ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ اپنے کسی کام کے لئے نکلے' کوئی نہ تھا جو آپ کے ساتھ جاتا تو حضرت عمرؓ جلدی سے پیچھے پیچھے گئے۔ دیکھا کہ آپ سجدے میں ہیں۔ دور ہٹ کر کھڑے ہو گئے آپ نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھ کر فرمایا تم نے یہ بہت اچھا کیا کہ مجھے سجدے میں دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ سنو میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا آپ کی امت میں سے جو ایک مرتبہ آپ پر درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں اتارے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا (طبرانی)۔

ایک مرتبہ آپ اپنے صحابہؓ کے پاس آئے۔ چہرے سے خوشی ظاہر ہو رہی تھی۔ صحابہؓ نے سبب دریافت کیا تو فرمایا۔ ایک فرشتے نے آکر مجھے یہ بشارت دی کہ میرا امتی جب مجھ پر درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر اتریں گی۔ اسی طرح ایک سلام کے بدلے دس سلام (نسائی)۔ اور روایت میں ہے کہ ایک درود کے بدلے دس نیکیاں ملیں' دس گناہ معاف ہوں گے دس درجے بڑھیں گے اور اسی کے مثل اس پر لوٹایا جائے گا۔ (مسند)۔ جو شخص مجھ پر ایک درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا (مسلم وغیرہ)۔ فرماتے ہیں مجھ پر درود بھیجا کرو' وہ تمہارے لئے زکوٰۃ ہے اور میرے لئے وسیلہ طلب کیا کرو وہ جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے جو ایک شخص کو ہی ملے گا کیا عجب کہ وہ میں ہی ہوں۔ (احمد) حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا قول ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر جو درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ستر درود بھیجتے ہیں۔ اب جو چاہے کم کرے اور جو چاہے زیادتی کرے۔ سنو! ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس آئے ایسے کہ گویا کسی کو رخصت کر رہا ہو۔ تین بار فرمایا کہ میں امی نبی محمد (ﷺ) ہوں' میرے بعد کوئی نبی نہیں' مجھے نہایت کھلا بہت جامع اور ختم کر دینے والا کلام دیا گیا ہے۔ مجھے جہنم کے داروغوں کی' عرش کے اٹھانے والوں کی گنتی بتلادی گئی ہے مجھ پر خاص عنایت کی گئی ہے اور مجھے اور میری امت کو عافیت عطا فرمائی گئی ہے۔ جب تک میں تم میں موجود ہوں سنتے اور مانتے رہو جب مجھے میرا رب لے جائے تو تم کتاب اللہ کو مضبوط تھامے رہنا۔ اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھنا (مسند امام احمدؒ)۔ فرماتے ہیں کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اسے چاہئے کہ مجھ پر درود بھیجے۔ ایک مرتبہ کے درود بھیجنے سے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے (ابوداؤد طیالسی)۔

ایک درود دس رحمتیں دلواتا ہے اور دس گناہ معاف کراتا ہے (مسند)۔ بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا (ترمذی) اور روایت میں ہے۔ ایسا شخص سب سے بڑا بخیل ہے۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ انسان کو یہ بخل کافی ہے کہ میرا نام سن کر درود نہ پڑھے۔ فرماتے ہیں وہ شخص برباد ہوا جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔ وہ بھی برباد ہوا جس کی زندگی میں رمضان آیا اور ختم ہو جانے تک اس کے گناہ معاف نہ ہوئے۔ وہ بھی برباد ہوا جس نے اپنے ماں باپ کے بڑھاپے کے زمانے کو پالیا پھر بھی انہوں نے اسے جنت میں نہ پہنچایا (ترمذی)۔

یہ احادیث دلیل ہیں اس امر پر کہ حضور اکرم ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے۔ علماء کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے جیسے طحاوی، حلیمی وغیرہ۔ ابن ماجہ میں ہے جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا اس نے جنت کی راہ سے خطا کی۔ یہ حدیث مرسل ہے لیکن پہلی احادیث سے اس کی پوری تقویت ہو جاتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں مجلس میں ایک دفعہ تو واجب ہے پھر مستحب ہے۔ چنانچہ ترمذی کی ایک حدیث میں ہے۔ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور درود پڑھے بغیر اٹھ کھڑے ہوں وہ مجلس قیامت کے دن ان پر وبال ہو جائے گی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں عذاب کرے چاہے معاف کر دے۔ اور روایت میں ذکر اللہ کا ذکر نہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ گو وہ جنت میں جائیں، لیکن محرومی ثواب کے باعث انہیں سخت افسوس رہے گا۔ بعض کا قول ہے کہ عمر بھر میں ایک مرتبہ آپ پر درود واجب ہے پھر مستحب ہے تاکہ آیت کی تعمیل ہو جائے۔ قاضی عیاضؒ نے حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کے وجوب کو بیان فرما کر اسی قول کی تائید کی ہے۔ لیکن طبریؒ فرماتے ہیں کہ آیت سے تو استحباب ہی ثابت ہوتا ہے اور اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ان کا مطلب بھی یہی ہو کہ ایک مرتبہ واجب پھر مستحب جیسے آپ کی نبوت کی گواہی۔ لیکن میں کہتا ہوں بہت سے ایسے اوقات ہیں جن میں حضور اکرم ﷺ پر درود پڑھنے کا ہمیں حکم ملا ہے۔ لیکن بعض وقت واجب ہے اور بعض جگہ واجب نہیں۔ چنانچہ (۱) اذان سن کر دیکھئے مسند کی حدیث میں ہے جب تم اذان سنو تو جو موذن کہہ رہا ہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود بھیجو، ایک کے بدلے دس درود اللہ تم پر بھیجے گا پھر میرے لئے وسیلہ مانگو جو جنت کی ایک منزل ہے اور ایک ہی بندہ اس کا مستحق ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں۔ سنو جو میرے لئے وسیلہ کی دعا کرتا ہے اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جاتی ہے۔ پہلے درود کی زکوۃ ہونے کی حدیث میں بھی اس کا بیان گزر چکا ہے۔ فرمان ہے کہ جو شخص درود بھیجے اور کہے ﴿ اللّٰهُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ اس کے لئے میری شفاعت قیامت کے دن واجب ہو جائے گی (مسند)۔

ابن عباسؓ سے دعا منقول ہے۔ ﴿ اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدِ الْكُبْرٰى وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا وَاَعْطِهٖ سُؤْلَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى كَمَا اٰتَيْتَ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى عَلَيْهِمُ السَّلَامُ ﴾

(۲) مسجد میں جانے مسجد سے نکلنے کے وقت۔ چنانچہ مسند میں ہے حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں جب آنحضرت ﷺ مسجد میں جاتے تو درود و سلام پڑھ کر ﴿ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ ﴾۔ اور جب مسجد سے نکلتے تو درود و سلام کے بعد ﴿ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِيْ وَافْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ ﴾ پڑھتے۔ حضرت علیؓ کا فرمان ہے۔ جب مسجد میں جاؤ تو نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھا کرو۔

(۳) نماز کے آخری قعدہ میں التحیات کا درود۔ اس کی بحث پہلے گزر چکی ہے۔ ہاں اول تشہد میں اسے کسی نے واجب نہیں کہا۔ البتہ مستحب ہونے کا ایک قول شافعیؒ کا ہے گو دوسرا قول اس کے خلاف بھی انہیں سے مروی ہے۔

(۴) جنازے کی نماز میں آپ پر درود پڑھنا۔ چنانچہ سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں سورۂ فاتحہ پڑھے دوسری میں

درود پڑھے تیسری میں میت کے لئے دعا کرے چوتھی میں ﴿اللّٰهُمَّ لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده﴾ الخ پڑھے۔ ایک صحابی کا قول ہے مسنون نماز جنازہ یوں ہے کہ امام تکبیر کہہ کر آہستہ سے الحمد پڑھے پھر حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجے اور جنازے کے لئے مخلصانہ دعا کرے اور تکبیروں میں کچھ نہ پڑھے۔ پھر آہستہ سلام پھیر دے (نسائی)

(۵) عید کی نماز میں۔ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت حذیفہؓ کے پاس آ کر ولید بن عقبہؓ نے کہا عید کا دن ہے۔ بتاؤ تکبیروں کی کیا کیفیت ہے؟ عبداللہ نے فرمایا تکبیر تحریمہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کر' اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیج پھر دعا مانگ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر پھر تکبیر کہہ کر یہی کر پھر تکبیر کہہ کر یہی کر پھر تکبیر کہہ کر۔ پھر قرات کر پھر تکبیر کہہ کر رکوع کر۔ پھر کھڑا ہو کر پڑھ اور اپنے رب کی حمد بیان کر اور حضور اکرم ﷺ صلوۃ پڑھ اور دعا کر اور تکبیر کہہ اور اسی طرح کر پھر رکوع میں جا۔ حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو موسیٰ نے بھی اس کی تصدیق کی۔

(٦) دعا کے خاتمے پر۔ ترمذی میں حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ دعا آسمان و زمین میں معلق رہتی ہے۔ یہاں تک کہ تو درود پڑھے تب چڑھتی ہے۔ ایک روایت مرفوع بھی اسی طرح کی آئی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دعا کے اول میں درمیان میں اور آخر میں درود پڑھ لیا کرو۔ ایک غریب اور ضعیف حدیث میں ہے کہ مجھے سوار کے پیالے کی طرح نہ کرلو کہ جب وہ اپنی تمام ضروری چیزیں لے لیتا ہے تو پانی کا کٹورہ بھی بھر لیتا ہے اگر وضو کی ضرورت پڑی تو وضو کیا پیاس لگی تو پی لیا ورنہ پانی بہا دیا۔ دعا کی ابتدا میں دعا کے درمیان میں اور دعا کے آخر میں مجھ پر درود پڑھا کرو۔ خصوصاً دعائے قنوت میں درود کی زیادہ تاکید ہے۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں مجھے حضور اکرم ﷺ نے یہ کلمات سکھائے جنہیں وتروں میں پڑھا کرتا ہوں۔ ﴿اللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَ بَارِکْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ وَ قِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلا یُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّهُ لا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلا یَعِزُّمَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ﴾ (اهل السنن) نسائی کی روایت میں آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ ﴿وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ﴾ ۔

(۷) جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں۔

مسند احمد میں ہے سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی میں قبض کئے گئے۔ اسی میں نفخہ ہے اسی میں بے ہوشی ہے۔ پس تم اس دن مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو۔ تمہارے درود مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا آپ تو زمین میں دفنا دیئے گئے ہوں گے۔ پھر ہمارے درود آپ پر کیسے پیش کئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسموں کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے۔ ابوداؤد' نسائی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ابن ماجہ میں ہے جمعہ کے دن بہ کثرت درود پڑھو۔ اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جب کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے جب تک وہ فارغ ہو۔ پوچھا گیا۔ موت کے بعد بھی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کو گلانا سڑانا حرام کر دیا ہے نبی اللہ زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس میں انقطاع ہے۔ عبادہ بن نسی نے حضرت ابوالدرداءؓ کو پایا نہیں' واللہ اعلم۔ بیہقی میں بھی حدیث ہے کہ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر بہ کثرت درود بھیجو۔ لیکن وہ بھی ضعیف ہے۔ ایک روایت میں ہے اس کا جسم زمین نہیں کھاتی۔ جس سے روح القدس نے کلام کیا ہو۔ لیکن یہ حدیث مرسل ہے۔ ایک اور مرسل حدیث میں بھی جمعہ کے دن اور رات میں درود کی کثرت کا حکم ہے۔ (۸) اسی طرح خطیب پر بھی دونوں خطبوں میں درود واجب ہے اس کے بغیر خطبے صحیح نہ ہوں گے۔ اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور اس میں ذکر اللہ واجب ہے پس ذکر رسول بھی واجب ہو گا۔ جیسے اذان و نماز۔ شافعی اور احمد کا یہی مذہب ہے (آپ کی قبر شریف کی زیارت کے وقت)

ابو داؤد میں ہے جو مسلمان مجھ پر سلام پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔ ابو داؤد میں ہے اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ میری قبر پر عرس میلہ نہ لگاؤں ہاں مجھ پر درود پڑھو گو تم کہیں بھی ہو لیکن تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ قاضی اسمعیل بن اسحاق اپنی کتاب فضل الصلوۃ میں ایک روایت لائے ہیں کہ ایک شخص ہر صبح روضہ رسول پر آتا تھا اور درود و سلام پڑھتا تھا۔ ایک دن اس سے حضرت علی بن حسین بن علیؓ نے کہا' تم روز ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ حضور اکرم ﷺ پر سلام کرنا مجھے بہت مرغوب ہے۔ آپ نے فرمایا۔ سنو! میں تمہیں ایک حدیث سناؤں۔ میں نے اپنے باپ سے انہوں نے میرے دادا سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میری قبر کو عید نہ مناؤ' نہ اپنے گھروں کو قبریں بناؤ۔ جہاں کہیں تم ہو وہیں سے مجھ پر درود و سلام بھیجو وہ مجھے پہنچ جاتے ہیں۔ اس کی اسناد میں ایک راوی مبہم ہے جس کا نام مذکور نہیں۔ اور سند سے یہ روایت مرسل مروی ہے حسن بن حسن بن علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ کی قبر کے پاس کچھ لوگوں کو دیکھ کر انہیں یہ حدیث سنائی کہ آپ کی قبر پر میلہ لگانے سے آپ نے روک دیا ہے۔ ممکن ہے ان کی کسی بے ادبی کی وجہ سے یہ حدیث آپ کو سنانے کی ضرورت پڑی ہو۔ مثلاً وہ بلند آواز سے بول رہے ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حضور اکرم ﷺ کے روضے پر پے درپے آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ تو اور جو شخص اندلس میں ہو' حضور اکرم ﷺ پر سلام بھیجنے کے اعتبار سے بالکل یکساں ہیں۔

طبرانی میں ہے جہاں کہیں تم ہو وہیں سلام بھیجو۔ تمہارے سلام مجھے پہنچا دیئے جاتے ہیں۔ طبرانی میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ خاص راز ہے۔ اگر تم مجھ سے نہ پوچھتے تو میں بھی نہ بتاتا۔ سنو میرے ساتھ فرشتے مقرر ہیں۔ جب میرا ذکر کسی مسلمان کے سامنے کیا جاتا ہے اور وہ مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ فرشتے کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھے بخشے اور خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہیں جو زمین پر آمین کہتے ہیں۔ یہ حدیث بہت غریب ہے اور اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے۔

مسند احمد میں ہے اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے رہتے ہیں میری امت کے سلام مجھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ نسائی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو میری قبر کے پاس سے مجھ پر سلام پڑھتا ہے اسے میں سنتا ہوں اور جو دور سے سلام بھیجتا ہے اسے میں پہنچایا جاتا ہوں۔ یہ حدیث سنداً صحیح نہیں۔ محمد بن مروان سدی صغیر متروک ہے۔

(۱۰) ہمارے ساتھیوں کا قول ہے کہ احرام والا جب لبیک پکار لے تو اسے بھی درود پڑھنا چاہیئے۔ دار قطنی وغیرہ میں قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق کا فرمان مروی ہے کہ لوگوں کو اس بات کا حکم کیا جاتا تھا۔ صحیح سند سے حضرت فاروق اعظم کا قول مروی ہے کہ جب تم مکہ پہنچو تو سات مرتبہ طواف کرو۔ مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کرو پھر صفا پر چڑھو اتنا کہ وہاں سے بیت اللہ نظر آئے۔ وہاں کھڑے رہ کر سات تکبیریں کہو ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو۔ اور درود پڑھو اور اپنے لئے دعا کرو۔ پھر مروہ پر بھی اسی طرح کرو۔

(۱۱) ہمارے ساتھیوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ذبح کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ درود پڑھنا چاہیئے۔ آیت ﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ سے انہوں نے تائید چاہی ہے کیونکہ اس کی تفسیر میں ہے۔ کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے' وہیں آپ کا نام بھی لیا جائے گا جمہور اس کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہاں صرف ذکر اللہ کافی ہے۔ جیسے کھانے کے وقت اور جماع کے وقت وغیرہ وغیرہ۔ کہ ان اوقات میں درود کا پڑھنا سنت سے ثابت نہیں ہوا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء اور رسولوں پر بھی صلوۃ و سلام بھیجو وہ بھی میری طرح اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ لیکن اس کی سند میں دو ضعیف راوی ہیں۔

عمر بن ہارون اور ان کے استاد

(۱۳) کان کی سنسناہٹ کے وقت بھی درود پڑھنا ایک حدیث میں ہے اگر اس کی اسناد صحیح ثابت ہو جائیں تو صحیح ابن خزیمہ میں ہے جب تم میں سے کسی کے کان میں سرسراہٹ ہو تو مجھے ذکر کر کے درود پڑھے اور کہے کہ جس نے مجھے بھلائی سے یاد کیا اسے اللہ تعالیٰ بھی یاد کرے۔ اس کی سند غریب ہے اور اس کے ثبوت میں نظر ہے۔ مسئلہ۔ کاتب اس بات کو مستحب جانتے ہیں کہ کاتب جب حضور اکرم ﷺ کا نام لکھے ﷺ ساتھ لکھے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کتاب میں مجھ پر درود لکھے اس کے درود کا ثواب اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک وہ کتاب رہے لیکن کئی وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں۔ بلکہ امام ذہبیؒ کے استاد تو اسے موضوع کہتے ہیں۔ حدیث بہت سے طریق سے مروی ہے۔ لیکن اس کی ایک سند بھی صحیح نہیں۔ خطیب بغدادیؒ اپنی کتاب آداب الراوی والسامع میں لکھتے ہیں۔ میں نے امام احمدؒ کی دستی لکھی ہوئی کتاب میں بہت جگہ رسول اللہ ﷺ کا نام دیکھا جہاں درود لکھا ہوا نہ تھا۔ آپ زبانی درود پڑھ لیا کرتے تھے۔ فصل نبیوں کے سوا غیر نبیوں پر صلوۃ بھیجنا اگر تبعا ہو تو بے شک جائز ہے جیسے حدیث میں ہے۔ ﴿اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ﴾ ہاں صرف غیر نبیوں پر صلوۃ بھیجنے میں اختلاف ہے بعض تو اسے جائز بتلاتے ہیں اور دلیل میں آیت ﴿هُوَالَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ﴾ الخ اور ﴿اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ﴾ اور ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ پیش کرتے ہیں اور حدیث بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی قوم کا صدقہ آتا تو آپ ﷺ فرماتے ﴿صل علیھم﴾ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں جب میرے والد آپ کے پاس اپنا صدقہ کا مال لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى اٰلِ اَبِيْ اَوْفٰى﴾ (بخاری و مسلم)۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر اور میرے خاوند پر صلوۃ بھیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ﴿صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَعَلٰى زَوْجِكِ﴾۔ لیکن جمہور علماء اس کے خلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء کے سوا اوروں پر خاصتہ صلوۃ بھیجنا ممنوع ہے۔ اس لئے اس لفظ کا استعمال انبیاء علیہم السلام کے لئے اس قدر بہ کثرت ہو گیا ہے کہ سنتے ہی ذہن میں یہی خیال جاتا ہے کہ یہ نام کسی نبی ﷺ کا ہے تو احتیاط اسی میں ہے کہ غیر نبی کے لئے یہ الفاظ نہ کہے جائیں۔ مثلاً ابو بکر ﷺ یا علی ﷺ نہ کہا جائے گو معنی اس میں کوئی قباحت نہیں جیسے محمد عز و جل نہیں کہا جاتا۔ حالانکہ ذی عزت اور ذی مرتبہ آپ بھی ہیں۔ اس لئے کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مشہور ہو چکے ہیں اور کتاب و سنت میں صلوۃ کا استعمال غیر انبیاء کے لئے ہوا ہے۔ وہ بہ طور دعا کے ہے۔ اسی وجہ سے آل ابی اوفی کو اس کے بعد کسی نے ان الفاظ سے یاد نہیں کیا۔ نہ حضرت جابرؓ اور ان کی بیوی کو یہی مسلک ہمیں بھی اچھا لگتا ہے۔ واللہ اعلم بعض ایک اور وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ یعنی یہ کہ غیر انبیاء علیہم السلام کے لئے یہ الفاظ صلوۃ استعمال کرنا بددینوں کا شیوا ہو گیا ہے وہ اپنے بزرگوں کے حق میں یہی الفاظ استعمال کرتے ہیں پس ان کی اقتداء ہمیں نہ کرنی چاہئے۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ یہ مخالفت کس درجہ کی ہے حرمت کے طور پر یا کراہیت کے طور پر یا خلاف اولیٰ ۔ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اس لئے کہ بدعتیوں کا طریقہ ہے جس پر کاربند ہونا ہمیں ٹھیک نہیں اور مکروہ وہی ہوتا ہے جس میں نہی مقصود ہو۔ زیادہ تر اعتبار اس میں اسی پر ہے کہ صلوۃ کا لفظ سلف میں نبیوں پر ہی بولا جاتا رہا جیسے کہ عز و جل کا لفظ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بولا جاتا رہا۔ اب رہا سلام سو اس کے بارے میں شیخ ابو محمد جوینی فرماتے ہیں کہ یہ بھی صلوۃ کے معنی میں ہے۔ پس غائب پر اس کا استعمال نہ کیا جائے اور جو نبی نہ ہو اس کے لئے خاصتہ اسے بھی نہ بولا جائے۔ پس علی علیہ السلام نہ کہا جائے۔ زندوں اور مردوں کا یہی حکم ہے ہاں جو سامنے موجود ہو اس سے خطاب کر کے ﴿سَلَامٌ عَلَيْكَ یا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ﴾ یا ﴿السلام علیک یا علیکم﴾ کہنا جائز ہے اور اس پر اجماع ہے۔ یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ عموماً مصنفین کے قلم سے علی علیہ السلام نکلتا ہے یا علی کرم اللہ وجہہ نکلتا ہے گو معنی اسمیں کوئی حرج نہ ہو لیکن اس سے اور

صحابہ کی جناب میں ایک طرح کی سوء ادبی پائی جاتی ہے۔ ہمیں سب صحابہ کے ساتھ حسن عقیدت رکھنی چاہیئے۔ یہ الفاظ تعظیم و تکریم کے ہیں اس لئے حضرت علیؓ سے زیادہ مستحق ان کے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ اور عثمانؓ ہیں ﴿رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ﴾۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سوا کسی اور پر صلوۃ نہ بھیجنی چاہیئے۔ ہاں مسلمان مردوں عورتوں کے لئے دعائے مغفرت کرنی چاہیئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے ایک خط میں لکھا کہ بعض لوگ آخرت کے اعمال سے دنیا کے جمع کرنے کی فکر میں ہیں اور بعض مولوی وعظ میں اپنے خلیفوں اور امیروں کے لئے صلوۃ کے وہی الفاظ بولتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے لئے تھے۔ جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو ان سے کہہ دینا کہ صلوۃ صرف نبیوں کے لئے ہے اور عام مسلمانوں کے لئے اس کے سوا جو چاہیں دعا کریں۔

حضرت کعبؒ کہتے ہیں ہر صبح ستر ہزار فرشتے اتر کر قبر رسول اللہ ﷺ کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے پر سمیٹ کر حضور اکرم ﷺ کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اور ستر ہزار رات کو آتے ہیں۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن جب آپ کی قبر مبارک شق ہو گی تو آپ ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔ (فرع) امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پر صلوۃ والسلام ایک ساتھ بھیجنے چاہئیں صرف صلی اللہ علیہ یا صرف علیہ السلام نہ کہے۔ اس آیت میں بھی دونوں ہی کا حکم ہے۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جائے۔ ﴿**صلی الله علیه وسلم تسلیما**.﴾

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۵۷﴾ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۵۸﴾

ع ۷

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے نہایت ذلیل عذاب ہیں۔ جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیں بغیر کسی جرم کے جو ان سے سرزد ہوا ہو' وہ بڑے ہی بہتان باز اور کھلم کھلا گنہگار ہیں۔

اللہ رسول اور مومنوں کو ایذاء دینا گناہ ہے: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کر کے اس کے روکے ہوئے کاموں سے نہ رک کر اس کی نافرمانیوں پر جم کر اسے ناراض کر رہے ہیں اور اس کے رسول کے ذمہ طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں وہ ملعون اور معذب ہیں۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں اس سے مراد تصویریں بنانے والے ہیں۔ بخاری و مسلم میں فرمان رسول ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھے ابن آدم ایذا دیتا ہے' وہ زمانے کو گالیاں دیتا ہے اور زمانہ میں ہوں۔ میں ہی دن رات کا ہیر پھیر کر رہا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ جاہلیت والے کہا کرتے تھے۔ ہائے زمانے کو ہلا کی اس نے ہمارے ساتھ یہ کیا اور یوں کیا۔ پس اللہ تعالیٰ کے افعال کو زمانے کی طرف منسوب کر کے پھر زمانے کو برا کہتے تھے۔ تو گویا افعال کے فاعل یعنی خود اللہ کو برا کہتے تھے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب حضور اکرم ﷺ نے نکاح کیا تو اس پر بھی بعض لوگوں نے باتیں بنانی شروع کی تھیں۔ بقول ابن عباسؓ یہ آیت اس بارے میں اتری۔ آیت عام ہے کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو تکلیف دے وہ اس آیت کے ماتحت ملعون اور معذب ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینی گویا اللہ تعالیٰ کو ایذا دینی ہے۔ جس طرح آپ کی اطاعت عین اطاعت الٰہی ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں' میں تمہیں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں۔ دیکھو اللہ

تعالیٰ کو بیچ میں رکھ کر میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے اصحاب کو میرے بعد نشانہ نہ بنا لینا۔ میری محبت کی وجہ سے ان سے بھی محبت رکھنا ان سے بغض و بیر رکھنے والا مجھ سے دشمنی کرنے والا ہے انہیں جس نے ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی یقین مان کہ اللہ تعالیٰ اس کی بھوسی اڑا دے گا یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے۔ جو لوگ ایمان داروں کی طرف ان برائیوں کو منسوب کرتے ہیں۔ جن سے وہ بری ہیں وہ بڑے بہتان باز ہیں اور زبردست گنہگار ہیں۔ اس وعید میں سب سے پہلے تو کفار داخل ہیں۔

پھر رافضی شیعہ جو صحابہ پر عیب گیری کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن کی تعریفیں کی ہیں یہ انہیں برا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ وہ انصار و مہاجرین سے خوش ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ ان کی مدح و ستائش موجود ہے لیکن یہ بے خبر کند ذہن انہیں برا کہتے ہیں ان کی مذمت کرتے ہیں اور ان میں وہ باتیں بتاتے ہیں جن سے وہ بالکل الگ ہیں۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے دل اندھے ہو گئے ہیں اس لئے ان کی زبانیں بھی الٹی چلتی ہیں۔ قابل مدح لوگوں کی مذمت کرتے ہیں اور مذمت والوں کی تعریفیں کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ غیبت کسے کہتے ہیں؟ آپ فرماتے ہیں تیرا اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جسے اگر وہ سنے تو اسے برا معلوم ہو۔ آپ سے سوال ہوا کہ اگر وہ بات اس میں ہو تب؟ آپ نے فرمایا جبھی تو غیبت ہے ورنہ بہتان ہے ترمذی وغیرہ۔ ایک مرتبہ آپ نے اصحاب سے سوال کیا کہ سب سے بڑی سود خواری کیا ہے انہوں نے کہا اللہ جانے اور اللہ کا رسول جانے۔ آپ نے فرمایا سب سے بڑا سود اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی مسلمان کی آبرو ریزی کرنا ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

يَآيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾

اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔ اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشش بار مہربان ہے۔ اگر اب بھی یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ کے وہ لوگ جو غلط افواہیں اڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم تجھے ان کی تباہی پر مسلط کر دیں گے پھر تو وہ چند دن ہی تیرے ساتھ اس شہر میں رہ سکیں گے۔ ان پر پھٹکار برسائی گئی۔ جہاں بھی مل جائیں پکڑے جائیں اور خوب مار پیٹ کی جائے۔ ان سے اگلوں میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہی دستور جاری رہا تو اللہ تعالیٰ کے دستور میں کبھی رد و بدل نہ پائے گا۔

مومنہ عورتوں کو پردے کا حکم: اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم ﷺ تسلیما کو فرماتا ہے کہ آپ مومن عورتوں سے فرما دیں بالخصوص اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں سے کیوں کہ وہ تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر و افضل ہیں کہ وہ اپنی چادریں قدرے لٹکالیا کریں تا کہ جاہلیت کی عورتوں سے ممتاز ہو جائیں۔ اسی طرح لونڈیوں سے بھی آزاد عورتوں کی پہچان ہو جائے۔ جلباب اس چادر کو کہتے ہیں جو عورتیں اپنے دوپٹہ کے اوپر ڈال لیتی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ جب وہ اپنے کسی کام کے لئے باہر نکلیں تو جو چادر وہ اوڑھتی ہیں اسے سر پر سے جھکا کر منہ ڈھک لیا کریں۔ صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔ امام محمد بن سیرینؒ کے سوال پر حضرت عبیدہ سلمانیؒ نے اپنا چہرہ اور سر ڈھانک کر اور بائیں آنکھ کھلی رکھ کر بتلا دیا کہ یہ مطلب اس آیت کا ہے۔ حضرت عکرمہؒ کا قول ہے کہ اپنی چادر سے اپنا گلا ڈھانپ لے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ اس آیت کے اترنے کے بعد انصار کی عورتیں جب نکلتی تھیں تو اس طرح لگی چھپی چلتی تھیں کہ گویا ان کے سروں پر پرند ہیں۔ سیاہ چادریں اپنے اوپر ڈال لیا کرتی تھیں۔ جب زہریؒ سے سوال ہوا کہ کیا لونڈیاں بھی چادر اوڑھیں! خواہ خاوندوں والی ہوں یا بے خاوندوں کی ہوں۔ فرمایا دوپٹہ تو ضروری اوڑھیں اگر وہ خاوندوں والیاں ہوں اور چادر نہ اوڑھیں تا کہ ان میں اور آزاد عورتوں میں فرق رہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ سے منقول ہے کہ ذمی کافروں کی عورتوں کی زینت کا دیکھنا صرف خوف زنا کی وجہ سے ممنوع ہے نہ کہ ان کی حرمت و عزت کی وجہ سے کیونکہ آیت میں مومنوں کی عورتوں کا ذکر ہے چادر کا لٹکانا چونکہ علامت ہے آزاد پاکدامن عورتوں کی اس لئے یہ چادر کے لٹکانے سے پہچان لی جائیں گی کہ یہ نہ واہی عورتیں ہیں نہ لونڈیاں ہیں۔ سدیؒ کا قول ہے کہ فاسق لوگ اندھیری راتوں میں راستے سے گزرنے والی عورتوں پر آوازے کستے تھے اس لئے یہ نشان ہو گیا کہ گھر گرہست عورتوں اور لونڈیوں باندیوں وغیرہ میں تمیز ہو جائے اور ان پاکدامن عورتوں پر کوئی لب نہ ہلا سکے۔ پھر فرمایا کہ جاہلیت کے زمانے میں جو بے پردگی کی رسم تھی' جب تم اللہ کے اس حکم کے عامل بن جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمام اگلی خطاؤں سے درگزر فرمالے گا اور تم پر رحم و کرم کرے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر منافق لوگ اور بدکار لوگ اور جھوٹی افواہیں دشمنوں کی چڑھائی وغیرہ کی اڑانے والے اب بھی باز نہ آئے اور حق کے طرفدار نہ ہوئے تو ہم اے نبی تجھے ان پر غالب اور مسلط کر دیں گے پھر تو وہ مدینہ میں ٹھہر ہی نہیں سکیں گے بہت جلد تباہ کر دیئے جائیں گے اور جو کچھ دن ان کے مدینے کی اقامت کے گزریں گے وہ بھی لعنت و پھٹکار میں گزریں گے۔ ہر طرف سے دھتکارے جائیں گے راندہ درگاہ ہو جائیں گے جہاں پائے جائیں گے گرفتار کئے جائیں گے اور بری طرح قتل کئے جائیں گے ایسے کفار و منافقین پر جب کہ وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں مسلمانوں کو غلبہ دینا یہ ہماری قدیمی سنت ہے جس میں نہ کبھی تغیر و تبدل ہوا نہ ہو گا۔

يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۖ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿٦٤﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا

سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا۞ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا۞

ع ۵

لوگ تجھ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تو کہہ دے کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے تجھے کیا خبر بہت ممکن ہے قیامت بالکل ہی قریب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے کوئی حامی اور مددگار نہ پائیں گے۔ اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے۔ حسرت و افسوس سے کہیں گے کہ کاش کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتے۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بزرگوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا۔ پروردگار تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت بڑی لعنت نازل فرما۔

قیامت کب آئے گی: لوگ یہ سمجھ کر کہ قیامت کب آئے گی' اس کا علم حضور اکرم ﷺ کو ہے آپ سے سوال کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے سب کو اپنے نبی کی زبانی معلوم کرا دیا کہ اس کا نبی کو مطلق علم نہیں یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ سورۂ اعراف میں بھی یہ بیان ہے اور اس سورت میں بھی۔ پہلی سورت مکے میں اتری تھی یہ سورۃ مدینے میں نازل ہوئی جس سے ظاہر کرا دیا کہ ابتداء سے انتہا تک قیامت کے صحیح وقت کی تعین آپ کو معلوم نہ تھی۔ ہاں اتنا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو معلوم کرا دیا تھا کہ قیامت کا وقت ہے قریب جیسے اور آیت میں ہے ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ اور آیت میں ہے ﴿اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ﴾ اور ﴿اَتٰى اَمْرُ اللّٰهِ﴾ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے ان پر اپنی ابدی لعنت نازل فرمائی ہے۔ دار آخرت میں ان کے لئے جہنم تیار ہے جو بڑی بھڑکنے والی چیز ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ کبھی نکل سکیں نہ چھوٹ سکیں گے اور وہاں نہ کوئی اپنا فریاد رس پائیں گے۔ نہ کوئی دوست و مددگار جو انہیں چھڑا لے یا بچا سکے۔ یہ جہنم میں منہ کے بل ڈالے جائیں گے۔ اس وقت تمنا کریں گے کہ کاش ہم اللہ و رسول کے تابعدار ہوتے۔ میدان قیامت میں بھی ان کی یہی تمنائیں رہیں گی۔ ہاتھوں کو چباتے ہوئے کہیں گے کہ کاش ہم قرآن کے عامل ہوتے۔ کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے تو مجھے قرآن و حدیث سے بہکا دیا۔ فی الواقع شیطان انسان کو ذلیل کرنے والا ہے

اور آیت میں ہے ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ عنقریب کفار آرزو کریں گے کہ کاش! وہ مسلمان ہوتے۔ اس وقت کہیں گے کہ اے اللہ ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے علماء کی پیروی کی' امراء اور مشائخین کے پیچھے لگے رسول کا خلاف کیا اور یہ سمجھا کہ ہمارے بڑے راہ راست پر ہیں ان کے پاس حق ہے۔ آج ثابت ہوا کہ درحقیقت وہ کچھ نہ تھے انہوں نے تو ہمیں بہکا دیا۔ پروردگار تو انہیں دوہرا عذاب کر ایک تو ان کے اپنے کفر کا ایک ہمیں برباد کرنے کا۔ اور ان پر بدترین لعنت نازل کر۔ ایک قرات میں ﴿كَبِيْرًا﴾ کے بدلے ﴿كَثِيْرًا﴾ ہے مطلب دونوں کا یکساں ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کسی ایسی دعا کی درخواست کی جسے وہ نماز میں پڑھیں تو آپ نے یہ دعا تعلیم فرمائی ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ یعنی اے اللہ میں نے بہت سے گناہ کئے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی انہیں معاف نہیں کر سکتا۔ پس تو اپنے پاس کی بخشش سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر' تو بڑا ہی بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ اس حدیث میں بھی ﴿ظُلْمًا كَثِيْرًا﴾ اور ﴿كَبِيْرًا﴾ دونوں ہی مروی ہیں بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دعا میں کثیرا کبیرا

دونوں لفظ ملائے' لیکن یہ ٹھیک نہیں بلکہ ٹھیک یہ ہے کبھی ﴿كَثِيْرًا﴾ کہے کبھی ﴿كَبِيْرًا﴾ دونوں لفظوں میں سے جسے چاہے کہے اختیار ہے جیسے کہ آیت میں دونوں قراءتوں میں سے جسے چاہے پڑھ سکتا ہے۔ لیکن دونوں کو جمع نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم۔ حضرت علیؓ کا ایک ساتھی آپ کے مخالفین سے کہہ رہا تھا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے ہاں جا کر یہ کہو گے کہ ﴿رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا﴾ الخ۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴿۶۹﴾

ایمان والو! ان لوگوں جیسے نہ بن جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی جو داغ وہ لگاتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے بری کر دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذی عزت تھے۔

حضرت موسیٰ کا ایک واقعہ: صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت ہی شرمیلے اور بڑے لحاظ دار تھے۔ یہی مطلب ہے قرآن کی اس آیت کا۔ کتاب التفسیر میں تو امام صاحب اس حدیث کو اتنی ہی مختصر لائے ہیں۔ لیکن احادیث انبیاء کے بیان میں اسے مطول لائے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ وہ بوجہ سخت حیاوشرم کے اپنا بدن کسی کے سامنے ننگا نہیں کرتے تھے۔ بنو اسرائیل آپ کو ایذا دینے کے درپے ہو گئے۔ اور یہ اڑا دیا کہ چونکہ ان کے جسم پر برص کے داغ ہیں یا ان کے بیضے بڑھ گئے ہیں یا کوئی اور آفت ہے اس وجہ سے یہ اس قدر پردے داری کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ یہ بدگمانی آپ سے دور کر دے۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہائی میں ننگے نہا رہے تھے۔ ایک پتھر پر آپ نے کپڑے رکھ دیئے تھے۔ جب غسل سے فارغ ہو کر آئے۔ کپڑے لینے چاہے تو پتھر آگے کو سرک گیا آپ اپنی لکڑی لئے اس کے پیچھے گئے۔ وہ دوڑنے لگا۔ آپ بھی اے پتھر! میرے کپڑے' میرے کپڑے' کہتے ہوئے اس کے پیچھے دوڑے' بنی اسرائیل کی جماعت ایک جگہ بیٹھی ہوئی تھی۔ جب آپ وہاں تک پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پتھر ٹھہر گیا۔ آپ نے اپنے کپڑے پہن لئے بنو اسرائیل نے آپ کے تمام جسم کو دیکھ لیا اور جو نکمی باتیں ان کے کانوں میں پڑی تھیں ان سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بری کر دیا۔ غصے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تین یا چار یا پانچ لکڑیاں پتھر پر ماری تھیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ واللہ ان لکڑیوں کے نشان اس پتھر پر پڑ گئے۔ اسی برات وغیرہ کا ذکر اس آیت میں ہے۔

یہ حدیث مسلم میں نہیں یہ روایت بہت سی سندوں سے بہت سی کتابوں میں ہے۔ بعض روایتیں موقوف بھی ہیں۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پہاڑ پر گئے تھے۔ جہاں حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بدگمانی کی اور آپ کو ستانا شروع کیا پروردگار عالم نے فرشتوں کو حکم دیا اور وہ اسے اٹھا لائے اور بنو اسرائیل کی مجلس کے پاس سے گزرے اللہ تعالیٰ نے اسے زبان دی اور قدرتی موت کا اظہار کیا۔ ان کی قبر کا صحیح نشان نامعلوم ہے صرف اس ٹیلے کا لوگوں کو علم ہے اور وہی ان کی قبر کی جگہ جانتا ہے لیکن بے زبان تو ہے ہو سکتا ہے کہ ایذا یہی ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ ایذا ہو جس کا بیان پہلے گزرا لیکن میں کہتا ہوں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اور وہ دونوں ہوں بلکہ ان کے سوا اور بھی ایذائیں ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ لوگوں میں کچھ تقسیم کیا۔ اس پر ایک شخص نے کہا اس تقسیم سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں۔ میں نے جب یہ سنا تو میں نے کہا۔ اے اللہ تعالیٰ کے دشمن میں تیری اس بات کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ضرور پہنچاؤں گا۔ چنانچہ میں نے جا کر حضور

اکرم ﷺ سے خبر کر دی۔ آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو (حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر وہ اس سے بہت زیادہ ایذا دیئے گئے' لیکن صبر کیا (بخاری و مسلم)

اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا عام ارشاد تھا کہ کوئی بھی میرے پاس کسی کی طرف سے کوئی بات نہ پہنچائے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں تم میں آ کر بیٹھوں تو میرے دل میں کسی کی طرف سے کوئی بات چبھتی نہ ہو۔ ایک مرتبہ کچھ مال آپ کے پاس آیا' آپ نے اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ دو شخص اس کے بعد آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان کے پاس سے گزرے' ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ واللہ اس تقسیم سے نہ تو حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی خوشی کا ارادہ کیا نہ آخرت کے گھر کا۔ میں ٹھہر گیا اور دونوں کی باتیں سنیں۔ پھر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ نے تو یہ فرمایا ہے کہ کسی کی کوئی بات میرے سامنے نہ لایا کرو۔ ابھی کا واقعہ ہے کہ میں جا رہا تھا جو فلاں اور فلاں سے میں نے یہ باتیں سنیں۔ اسے سن کر حضور اکرم ﷺ کا چہرہ غصے کے مارے سرخ ہو گیا اور آپ پر یہ بات بہت ہی بھاری پڑی۔ پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ عبداللہ جانے دو۔ دیکھو موسیٰ اس سے بھی زیادہ ستائے گئے لیکن انہوں نے صبر کیا۔ قرآن فرماتا ہے موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبے والے تھے مستجاب الدعوت تھے۔ جو دعا کرتے تھے قبول ہوتی تھی۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ ہوا اس لئے کہ یہ طاقت انسانی سے خارج تھا۔ سب سے بڑھ کر ان کی وجاہت کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے لئے نبوت مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے وہ بھی عطا فرمائی۔ فرماتا ہے۔ ﴿ وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴾ ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر دیا۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی سچی باتیں کیا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرما دے۔ جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے' اس نے بڑی مراد پالی۔

مؤمن کو بات سیدھی کرنی چاہئے: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنے تقوے کی ہدایت کرتا ہے ان سے فرماتا ہے کہ اسطرح وہ اس کی عبادت کریں کہ گویا اسے اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہیں اور بات بالکل صاف سیدھی ایچ پیچ کیلئے بغیر سچی اور بھلی بولا کریں۔ جب وہ دل میں تقویٰ زبان پر سچائی اختیار کر لیں گے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ انہیں اعمال صالحہ کی توفیق دے گا اور ان کے تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ بلکہ آئندہ کے لئے بھی استغفار کی توفیق دے گا۔ تا کہ گناہ باقی نہ رہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کے فرماں بردار سچے کامیاب ہیں جہنم سے دور اور جنت سے سرفراز ہیں۔ ایک دن ظہر کی نماز کے بعد مردوں کی طرف متوجہ ہو کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے اور سیدھی بات بولنے کا حکم دوں۔ پھر عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر بھی یہی فرمایا۔ (ابن ابی حاتم)۔

ابن ابی الدنیا کی کتاب التقویٰ ہے کہ حضور اکرم ﷺ ہمیشہ منبر پر ہر خطبے میں یہ آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اس کی سند غریب ہے۔ ابن عباسؓ کا قول ہے جسے یہ بات پسند ہو کہ لوگ اس کی عزت کریں اسے اللہ تعالیٰ ڈرتے رہنا چاہئے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں۔ قول سدید ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ ہے۔ خبابؒ فرماتے ہیں سچی بات قول سدید ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں سیدھی

بات قول سدید ہے۔ یہ سب قول سدید میں داخل ہے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ﴿۷۲﴾ لِّیُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِیْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَیَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۷۳﴾

ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں پر زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا لیکن سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھالیا' وہ بڑا ہی ظالم جاہل ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں عورتوں کو اور مشرک مردوں عورتوں کو سزا دے اور مومن مردوں عورتوں کی توبہ قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اللہ کی امانت اور وہ کیا ہے: حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ '' امانت '' سے مراد یہاں اطاعت ہے اسے حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کرنے سے پہلے زمین و آسمان اور پہاڑوں پر پیش کی۔ لیکن وہ بار امانت نہ اٹھا سکے اور اپنی مجبوری اور معذروی کا اظہار کیا۔ جناب باری عزاسمہ نے اسے اب حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام پر پیش کی کہ یہ سب تو انکاری ہیں تم کہو۔ آپ نے پوچھا اے اللہ اس میں بات کیا ہے؟ فرمایا اگر بجالاؤ گے تو ثواب پاؤ گے اور برائی کی سزا پاؤ گے۔ آپ نے فرمایا میں تیار ہوں۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ امانت سے مراد فرائض ہیں۔ دوسروں پر جو پیش کیا تھا یہ بطور حکم کے نہ تھا بلکہ جواب طلب کیا تھا تو ان کا انکار اور اظہار مجبوری گناہ نہ تھی۔ بلکہ اس میں ایک قسم کی تعظیم تھی کہ باوجود پوری طاقت کے اللہ تعالیٰ کے خوف سے تھرا اٹھے کہ کہیں پوری ادائیگی نہ ہو سکے اور مارے نہ جائیں لیکن انسان جو کہ بھولا تھا اس نے اس بار امانت کو خوشی خوشی اٹھالیا۔ آپ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ عصر کے قریب یہ امانت اٹھائی تھی اور مغرب سے پہلے ہی خطا سرزد ہو گئی۔ حضرت ابیؓ کا بیان ہے کہ عورت کی پاکدامنی بھی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ قتادہؒ کا قول ہے دین' فرائض' حدود سب اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ جنابت کا غسل بھی بقول بعض امانت ہے۔ زید بن اسلمؒ فرماتے ہیں تین چیزیں اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں' غسل جنابت اور روزہ اور نماز۔ مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں سب کی سب امانت الٰہی میں داخل ہیں۔ کل احکام کو بجالانے' کل ممنوعات سے پرہیز کرنے کا انسان مکلف ہے جو بجالائے گا ثواب پائے گا جہاں گناہ کرے گا سزا پائے گا۔

امانت کی تفصیل: امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں خیال کرو آسمان باوجود اس پختگی اور زینت اور نیک فرشتوں کا مسکن ہونے کے اللہ تعالیٰ کی امانت برداشت نہ کر سکا جب اس نے یہ معلوم کر لیا کہ بجاآوری اگر نہ ہوئی تو عذاب ہو گا۔ زمین باوجود صلابت اور سختی کے لمبائی اور چوڑائی کے ڈر گئی اور اپنی عاجزی ظاہر کرنے لگی۔ پہاڑ باوجود اپنی بلندی اور طاقت اور سختی کے اس سے کانپ گئے اور اپنی لاچاری ظاہر کرنے لگے۔ مقاتلؒ فرماتے ہیں پہلے آسمانوں نے جواب دیا اور کہا' یوں تو ہم مطیع ہیں لیکن ہاں ہمارے بس کی یہ بات نہیں' کیونکہ عدم بجاآوری کی صورت میں خطرہ بہت بڑا ہے۔ پھر زمین سے کہا گیا کہ اگر پوری اتری تو فضل و کرم سے نوازوں گا۔ لیکن اس نے کہا یوں تو ہر طرح تابع فرمان ہوں جو فرمایا جائے عمل کروں میری وسعت سے تو یہ باہر ہے۔ پھر پہاڑوں سے کہا گیا۔ انہوں نے بھی جواب دیا کہ نافرمانی تو ہم کرنے کے نہیں' امانت ڈال دی جائے تو اٹھالیں گے

لیکن یہ بس کی بات نہیں۔ ہمیں معاف فرمایا جائے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا۔ انہوں نے کہا اے اللہ تعالیٰ اگر پورا اتروں تو کیا ملے گا؟ فرمایا بڑی بزرگی وجنت ملے گی' رحم و کرم ہو گا اور اگر اطاعت نہ کی تو نافرمانی کی پھر سخت سزا ہو گی اور آگ میں ڈال دیئے جاؤ گے۔ انہوں نے کہا اے اللہ منظور ہے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں آسمان نے کہا میں نے ستاروں کو جگہ دی فرشتوں کو اٹھالیا لیکن یہ نہیں اٹھا سکوں گا۔ یہ تو فرائض کا تحمل ہے جس کی مجھ میں طاقت نہیں۔ زمین نے کہا مجھ میں تو نے درخت بوئے دریا جاری کئے' لوگوں کو بسائے گا' لیکن یہ امانت میرے بس کی نہیں' میں فرض کی پابند ہو کر ثواب کی امید پر عذاب کے احتمال کو نہیں اٹھا سکتی۔ پہاڑوں نے بھی یہی کہا۔ لیکن انسان نے اسے لپک کر اٹھالیا۔ بعض روایات میں ہے کہ تین دن تک وہ گریہ وزاری کرتے رہے اور اپنی بے بسی بتلاتے رہے لیکن انسان نے اسے اپنے سر چڑھالی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا۔ اب سن اگر تو نیک نیت رہا تو میری اعانت ہمیشہ تیرے شامل حال رہے گی۔ تیری آنکھوں پر میں دو پلکیں کر دیتا ہوں۔ کہ میری ناراضگی کی چیزوں سے تو انہیں بند کر لے' میں تیری زبان پر دو ہونٹ بنا دیتا ہوں کہ جب وہ میری مرضی کے خلاف بولنا چاہے تو تو اسے بند کر لے تیری شرمگاہ کی حفاظت کے لئے میں لباس اتارتا ہوں کہ میری مرضی کے خلاف تو اسے نہ کھولے۔ زمین و آسمان نے ثواب عذاب سے انکار کر دیا اور فرماں برداری میں مسخر رہے۔ لیکن انسان نے اسے اٹھالیا۔

ایک بالکل غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ امانت اور وفا انسان پر نبیوں کی معرفت نازل ہوئیں اللہ تعالیٰ کا کلام ان کی زبانوں میں اترا نبیوں کی سنتوں سے انہوں نے ہر بھلائی اور برائی معلوم کر لی۔ ہر شخص کی نیکی بدی کو جان گیا۔ یاد رکھو! سب سے پہلے لوگوں میں امانت داری تھی' پھر وفا اور عہد کی نگہبانی اور ذمہ داری کو پورا کرنا تھا۔ امانت داری کے دھندلے سے نشان لوگوں کے دلوں پر رہ گئے۔ کتابیں ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ عالم عمل کرتے ہیں جاہل جانتے ہیں' لیکن انجان بن رہے ہیں۔ اب یہ امانت و وفا مجھ تک اور میری امت تک پہنچی یاد رکھو اللہ تعالیٰ اسی کو ہلاک کرتا ہے جو اپنے تئیں آپ ہلاک کر لے' اسے چھوڑ کر غفلت میں پڑ جائے۔ لوگو ہوشیار رہو دیکھتے بھالتے رہو شیطانی وسوسوں سے بچو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں آزما رہا ہے کہ تم میں سے اچھے عمل کرنے والا کون ہے؟ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں جو شخص ایمان کے ساتھ ان چیزوں کو لائے گا' جنت میں جائے گا پانچوں اوقات میں نماز کی حفاظت کرتا ہو' وضو' رکوع' سجدہ اور وقت سمیت زکوۃ کو ادا کرتا ہو دل کی خوشی کے ساتھ زکوۃ کی رقم نکالتا ہو۔ سنو واللہ یہ بغیر ایمان کے ہو ہی نہیں سکتا۔ اور امانت کو ادا کرے۔ حضرت ابوالدرداءؓ سے سوال ہوا کہ امانت کی ادائیگی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا جنابت کا غسل۔ پس اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اپنے دین میں سے کسی چیز کی اس کے سوا امانت نہیں دی۔ تفسیر ابن جریر میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ کا قتل تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے مگر امانت کی خیانت کو نہیں مٹاتا۔ ان خائنوں سے قیامت کے دن کہا جائے گا جاؤ ان کی امانتیں ادا کرو۔ یہ جواب دیں گے اے اللہ تعالیٰ کہاں سے ادا کریں؟ دنیا تو جاتی رہی۔ تین مرتبہ یہی سوال و جواب ہو گا۔ پھر حکم ہو گا کہ انہیں ان کی ماں ہاویہ میں لے جاؤ! فرشتے دھکے دیتے ہوئے گرا دیں گے' تلے تک پہنچ جائیں گے تو انہیں اسی امانت کی ہم شکل جہنم کی آگ کی چیز نظر پڑے گی یہ اسے لے کر اوپر کو چڑھیں گے جب کنارے تک پہنچیں گے تو پاؤں پھسل جائے گا۔ پھر گر پڑیں گے اور جہنم کے نیچے تک گرتے چلے جائیں گے۔ پھر لائیں پھر گریں گے۔ ہمیشہ اسی عذاب میں رہیں گے۔ امانت وضو میں بھی ہے نماز میں بھی ہے۔ امانت بات چیت میں بھی ہے اور ان سب سے زیادہ امانت ان چیزوں میں ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائیں۔

حضرت براءؓ سے سوال ہوتا ہے کہ آپ کے بھائی عبداللہ بن مسعودؓ یہ کیا حدیث بیان فرما رہے ہیں تو آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ ہاں ٹھیک ہے۔ حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے دو احادیث سنیں۔ ایک کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور دوسری کے ظہور کا انتظار ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ نے فرمایا۔ امانت لوگوں کی جبلت میں

اتاری گئی' پھر قرآن اترا' احادیث بیان ہوئیں پھر آپ نے امانت کے اٹھ جانے کی بابت فرمایا۔ انسان سوئے گا جو اس کے دل سے امانت اٹھ جائے گی اور ایسا نشان رہ جائے گا جیسے کسی کے پیر پر کوئی انگارہ لڑھک کر آ گیا ہو اور چھپولا پڑ گیا ہو کہ ابھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اندر کچھ بھی نہیں۔ پھر آپ نے ایک کنکر لے کر اسے اپنے پیر پر لڑھکا کر دکھا دیا کہ اس طرح لوگ لین دین خرید و فروخت کیا کریں گے۔ لیکن تقریباً ایک بھی ایماندار نہ ہو گا یہاں تک کہ مشہور ہو جائے گا کہ فلاں قبیلے میں کوئی امانت دار ہے اور یہاں تک کہ کہا جائے گا یہ شخص کیسا عقلمند کس قدر زیرک دانا اور فراست والا ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہ ہو گا۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں دیکھو اس سے پہلے تو میں ہر ایک سے ادھار سدھار کر لیا کرتا تھا کیونکہ اگر مسلمان ہے تو خود وہ میرا حق مجھے دے جائے گا اور اگر یہودی نصرانی ہے تو حکومت اسلام مجھے اس سے دلوا دے گی۔ لیکن اب تو صرف فلاں فلاں کو ہی ادھار دیتا ہوں باقی بند کر دیا (مسلم وغیرہ)

مسند احمد میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ چار باتیں جب تجھ میں ہوں پھر اگر ساری دنیا بھی فوت ہو جائے تو تجھے نقصان نہیں' امانت کی حفاظت' بات چیت کی صداقت' حسن اخلاق اور وجہ حلال کی روزی۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی کتاب الزہد میں ہے کہ جب ابن حکیم حضرت زیاد کے ساتھ تھے اتفاق سے ان کے منہ سے باتوں ہی باتوں میں نکل گیا قسم ہے امانت کی' اس پر حضرت زیاد رونے لگے اور بہت روئے۔ میں ڈر گیا کہ مجھ سے کوئی سخت گناہ سرزد ہوا۔ میں نے کہا کیا وہ اسے مکروہ جانتے تھے؟ فرمایا ہاں' حضرت عمر بن خطابؓ اسے بہت مکروہ جانتے تھے اور اس سے منع فرماتے تھے۔ ابوداؤد میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں جو امانت کی قسم کھائے۔ امانت داری جو حضرت آدم علیہ السلام نے کی اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ نافق مرد و عورت اور مشرک مرد و عورت' یعنی وہ جو ظاہر میں مسلمان اور باطن میں کافر تھے اور وہ جو اندر باہر یکساں کافر تھے انہیں تو سخت سزا ملے اور مومن مرد و عورت پر رحمت الٰہی نازل ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کو اس کے فرشتوں کو اور اس کے رسول ﷺ کو مانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سچے فرماں بردار رہے۔ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم۔

الحمد للہ سورۂ احزاب کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ سبا مکیہ

سُوْرَةُ سَبَاٍ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ②

سچے معبود مہربان کرم فرما کے نام سے شروع کیا۔

تمام تعریفیں اس معبود برحق کے لئے سزاوار ہیں جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے آخرت میں بھی قابل تعریف وہی ہے۔ وہ بڑی حکمتوں والا اور پورا خبردار ہے جو زمین میں جائے اور جو اس سے نکلے جو آسمان سے اترے اور جو چڑھ کر اس میں جائے وہ سب سے باخبر ہے۔ اور وہ مہربان نہایت بخشش والا ہے۔

سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں: چونکہ دنیا اور آخرت کی سب نعمتیں رحمتیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں ساری حکومتوں کا حاکم وہی ایک ہے اس لئے ہر قسم کی ہر ایک تعریف و ثنا کا مستحق بھی وہی ہے۔ وہی معبود ہے جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اسی کیلئے دنیا اور آخرت کی حمد و ثنا سزاوار ہے اسی کی حکومت ہے اور اسی کی طرف سب لوٹائے جاتے ہیں۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اس کی ماتحت میں ہے' جتنے بھی ہیں سب اس کے غلام ہیں اس کے قبضے میں ہیں' سب پر تصرف اسی کا ہے۔ جیسے اور آیت ہے ﴿وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى﴾ آخرت میں اسی کی تعریفیں ہوں گی۔ وہ اپنے اقوال و افعال اور تقدیر سب میں حکمتوں والا ہے اور ایسا خبردار ہے جس پر کوئی چیز مخفی نہیں جس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں' جو اپنے احکام میں حکیم جو اپنی مخلوق سے باخبر۔ جتنے قطرے بارش کے زمین میں جاتے ہیں جتنے دانے اس میں بوئے جاتے ہیں' اس کے علم سے باہر نہیں۔ جو زمین سے نکلتا ہے اگتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے۔ اس کے محیط اور وسیع اور بے پایاں علم سے کوئی چیز دور نہیں۔ ہر چیز کی گنتی کیفیت اور صفت اسے معلوم ہے۔ آسمان سے جو بارش برستی ہے اس کے قطروں کی گنتی بھی اس کے علم میں محفوظ ہے جو رزق وہاں سے اترتا ہے۔ اس کے علم سے نیک اعمال وغیرہ جو آسمان پر چڑھتے ہیں وہ بھی اس کے علم میں ہیں وہ اپنے بندوں پر خود اس سے بھی زیادہ مہربان ہے اسی وجہ سے ان کے گناہوں پر اطلاع رکھتے ہوئے انہیں جلدی سے سزا نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے کہ وہ توبہ کرلیں اور برائیاں چھوڑ دیں' رب کی طرف رجوع کریں۔ پھر غفور ہے ادھر بندہ جھکا رو یا پیٹا' ادھر اس نے بخش دیا معاف فرما دیا درگزر کرلیا۔ توبہ کرنے والا دھتکارا نہیں جاتا۔ توکل کرنے والا نقصان نہیں اٹھاتا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۳ۙ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۴ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝۵ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۶

کفار کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت قائم ہونے ہی کی نہیں۔ تو کہہ دے کہ مجھے میرے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے کہ وہ یقیناً تم پر آئے گی اللہ تعالیٰ سے ایک ذرے کے برابر کی چیز بھی پوشیدہ نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں بلکہ اس سے بھی چھوٹی اور بڑی ہر چیز کھلی کتاب میں موجود ہے۔ تاکہ وہ ایمان والوں اور نیک کاروں کو بھلا بدلہ عطا فرمائے یہی لوگ ہیں جن کے لئے مغفرت اور باکرامت روزی ہے ہماری

آیتوں کے مقابلے میں جنہوں نے کوشش کی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے المناک سزاؤں کا عذاب ہے۔ جنہیں علم ہے کہ وہ دیکھ لیں گے کہ جو کچھ تیری جانب تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ سراسر حق ہے اور اللہ تعالیٰ غالب خوبیوں والے کی راہ کی رہبری کرتا ہے۔

قیامت برحق ہے: پورے قرآن میں تین آیتیں ہیں جہاں قیامت کے آنے پر قسم کھا کر بیان فرمایا گیا ہے۔ ایک تو سورۂ یونس میں ﴿ وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ﴾ لوگ تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا قیامت کا آنا حق ہی ہے؟ تو کہہ دے کہ ہاں ہاں میرے رب کی قسم وہ یقیناً حق ہی ہے اور تم اللہ تعالیٰ کو مغلوب نہیں کر سکتے۔ دوسری آیت یہی۔ تیسری آیت سورۂ تغابن میں ﴿ زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَن لَّن يُبْعَثُوا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ﴾ یعنی کفار کا خیال ہے کہ وہ قیامت کے دن اٹھائے نہ جائیں گے تو کہہ دے کہ ہاں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ پھر اپنے اعمال کی خبر دیئے جاؤ گے اور یہ تو اللہ تعالیٰ پر بالکل ہی آسان ہے۔ پس یہاں بھی کافروں کا انکار قیامت ذکر کر کے اپنے نبی ﷺ کو ان کا جواب قسمیہ بتلا کر پھر اس کی مزید تاکید کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے جس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں سب اس کے علم میں ہے۔ گو ہڈیاں سڑ گل جائیں' ان کے ریزے متفرق ہو جائیں۔ لیکن وہ کہاں ہیں؟ کتنے ہیں؟ سب وہ جانتا ہے۔ وہ ان سب کے جمع کرنے پر بھی قادر ہے جیسے کہ پہلے انہیں پیدا کیا۔ وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے اور تمام چیزیں اس کے پاس اس کی کتاب میں بھی لکھی ہوئی ہیں۔ پھر قیامت کے آنے کی حکمت بیان فرمائی کہ ایمان والوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ ملے' وہ مغفرت اور رزق کریم سے نوازے جائیں اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی باتوں سے ضد کی رسولوں کی نہ مانی انہیں بدترین اور سخت سزائیں ہوں۔ نیک کار مومن جزا اور بدکار کفار سزا پائیں۔ جیسے فرمایا جہنمی اور جنتی برابر نہیں۔ جنتی کامیاب اور مقصد ور ہیں۔

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حق ہے: اور آیت میں ہے ﴿ أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا ﴾ الخ یعنی مومن اور مفسد' متقی اور فاجر برابر نہیں۔ پھر قیامت کی ایک اور حکمت بیان فرمائی کہ ایمان دار بھی قیامت کے دن نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو وہ علم الیقین سے عین الیقین حاصل کر لیں گے اور اس وقت کہہ اٹھیں گے کہ ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے اور اس وقت کہا جائے گا کہ یہ ہے جس کا وعدہ رحمان نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تو لکھ دیا تھا کہ تم قیامت تک رہو گے تو اب قیامت کا دن آ چکا وہ اللہ تعالیٰ عزیز ہے یعنی بلند جناب والا' بڑی سرکار والا ہے' بہت عزت والا ہے پورے غلبے والا ہے نہ اس پر کسی کا بس نہ کسی کا زور' ہر چیز اسکے سامنے پست اور عاجز۔ قابل تعریف ہے اپنے اقوال و افعال شرع و فعل میں ان تمام میں اس کی ساری مخلوق اس کی ثناخواں ہے۔ ﴿ جلّ و علا ﴾

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿٧﴾ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَم بِهِ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ﴿٨﴾ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُم مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ إِن نَّشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ

عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ⑨

کافروں نے کہا آؤ ہم تمہیں ایک ایسا شخص بتلائیں جو تمہیں یہ خبر پہنچا رہا ہے کہ جب تم بالکل ہی ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم پھر سے ایک نئی پیدائش میں آؤ گے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ خود اس نے ہی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ لیا ہے یا اسے دیوانگی ہے حقیقت یہ ہے کہ آخرت پر یقین نہ رکھنے والے ہی عذاب میں اور دور کی گمراہی میں ہیں۔ کیا وہ اپنے آگے پیچھے آسمان و زمین کو دیکھ نہیں رہے۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔ یقیناً اس میں پوری دلیل ہے ہر اس بندے کے لئے جو دل سے متوجہ ہو۔

کافر اور ملحد جو قیامت کے آنے کو محال جانتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کے نبی کا مذاق اڑاتے تھے ان کے کفریہ کلمات کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آپس میں کہتے تھے لو اور سنو! ہم میں ایک صاحب ہیں جو فرماتے ہیں کہ جب مر کر مٹی میں مل جائیں گے اور چورا چورا اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اس کے بعد بھی ہم زندہ کئے جائیں گے اس شخص کی نسبت دو ہی خیال ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ کہ ہوش و حواس کی درستی میں وہ عمداً اللہ تعالیٰ کے ذمے ایک جھوٹ بول رہا ہے اور جو اس نے نہیں فرمایا وہ اس کی طرف نسبت کر کے یہ کہہ رہا ہے اور اگر یہ نہیں تو اس کا دماغ خراب ہے' مجنون ہے' بے سوچے سمجھے جو جی میں آیا زبان پر چڑھا کہہ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتا ہے کہ یہ دونوں باتیں نہیں۔ آنحضرت ﷺ سچے ہیں نیک ہیں راہ یافتہ ہیں دانا ہیں باطنی اور ظاہری بصیرت والے ہیں۔ لیکن اسے کیا کیا جائے کہ منکر لوگ جہالت اور بے سمجھی سے کام لے رہے ہیں اور غور و فکر سے بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش ہی نہیں کرتے ایک انکار سیکھ لیا ہے جسے جا بجا اور بے جا استعمال کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے حق بات اور سیدھی راہ ان سے چھوٹ جاتی ہے اور بہت دور نکل کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا اس کی قدرت میں تم کوئی کمی دیکھ رہے ہو۔ جس نے محیط آسمان اور بسیط زمین پیدا کر دی۔ جہاں جاؤں نہ آسمان کا سایہ چھوٹے نہ زمین کا فرش

جیسے فرمان ہے ﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ﴾ ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم کشادگی والے ہیں۔ زمین کو ہم نے ہی بچھایا اور ہم بہت اچھے بچھانے والے ہیں۔

یہاں بھی فرمایا کہ آگے دیکھو تو اور پیچھے دیکھو تو اسی طرح دائیں نظر ڈالو تو اور بائیں طرف التفات کرو تو وسیع آسمان اور بسیط زمین نظر آئے گی۔ اتنی بڑی مخلوق کا خالق اتنی زبردست قدرتوں پر قادر' کیا تم جیسی چھوٹی سی مخلوق کو فنا کر کے پھر پیدا کرنے پر قدرت کھو بیٹھا؟ وہ تو قادر ہے کہ اگر چاہے تمہیں زمین میں دھنسا دے یا آسمان تم پر توڑ دے۔ یقیناً تمہارے ظلم اور گناہ اسی قابل ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا حلم اور عفو ہے کہ وہ تمہیں مہلت دیئے ہوئے ہے۔ جس میں عقل ہو جس میں دوربینی کا مادہ ہو' جس میں غور و فکر کی عادت ہو۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والی طبیعت ہو' جس کے سینے میں دل دل میں حکمت اور حکمت میں نور ہو' وہ تو ان زبردست نشانات کو دیکھنے کے بعد اس قادر و خالق اللہ تعالیٰ کی اس قدرت میں شک کر ہی نہیں سکتا کہ مرنے کے بعد پھر جینا ہے۔ آسمانوں جیسے شامیانے اور زمینوں جیسے فرش جس نے پیدا کر دیئے اس پر انسان کی پیدائش کیا مشکل ہے؟ جس نے ہڈیوں گوشت اور کھال کو ابتداً پیدا کیا۔ اسے ان کے سڑ گل جانے اور ریزہ ریزہ ہو کر جھڑ جانے کے بعد اکٹھا کر کے اٹھانا بٹھانا کیا بھاری ہے؟

اسی کو اور آیت میں فرمایا ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ﴾ الخ یعنی جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک قادر ہے اور آیت میں ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ یعنی انسانوں کی پیدائش سے بہت زیادہ مشکل تو آسمان و زمین کی پیدائش ہے لیکن اکثر لوگ بے علمی برتتے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۗ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿١٠﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١﴾

ہم نے داؤد پر اپنا فضل کیا۔ اے پہاڑو اس کے ساتھ رغبت سے تسبیح پڑھا کرو۔ اور پرندوں کو بھی اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کر دیا کہ تو پوری پوری زرہیں بنا اور جوڑوں میں اندازہ رکھ تم سب نیک کام کیا کرو۔ یقین مانو کہ میں تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہوں۔

حضرت داؤد کی شان: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول حضرت داؤد علیہ السلام پر دینوی اور اخروی رحمت نازل فرمائی نبوت بھی دی بادشاہت بھی لاؤ لشکر بھی دیئے' طاقت و قوت بھی دی پھر ایک پاکیزہ معجزہ یہ عطا فرمایا کہ ادھر نغمہ داؤدی ہوا میں گونجا' ادھر پہاڑوں کو اور پرندوں کو بھی وجد آ گیا۔ پہاڑوں نے آواز میں آواز ملا کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا شروع کی۔ پرندوں نے پر ہلانے چھوڑ دیئے اور اپنی قسم قسم کی پیاری پیاری بولیوں میں رب کی وحدانیت کے گیت گانے لگے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رات کو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ ٹھہر گئے۔ دیر تک سنتے رہے پھر فرمانے لگے' انہیں نغمہ داؤدی کا کچھ حصہ مل گیا۔ ابو عثمان نہدیؒ کا بیان ہے کہ واللہ ہم نے حضرت ابو موسیٰؓ سے زیادہ پیاری آواز کسی باجے کی بھی نہیں سنی۔ اَوِّبِی کے معنی حبشی زبان میں یہ ہیں کہ تسبیح بیان کرو۔ لیکن ہمارے نزدیک اس میں مزید غور کی ضرورت ہے۔ لغت عرب میں یہ لفظ ترجیع کے معنی میں موجود ہے۔ پس پہاڑوں کو اور پرندوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز کے ساتھ اپنی آواز بھی ملالیا کریں۔ ﴿تاویب﴾ کے معنی دن کو چلنے کے بھی آتے ہیں۔

جیسے ﴿سَرِی﴾ کے معنی رات کو چلنے کے ہیں لیکن یہ معنی بھی یہاں کچھ زیادہ مناسبت نہیں رکھتے۔ یہاں تو یہی مطلب ہے کہ داؤد کی تسبیح کی آواز میں تم بھی آواز ملا کر خوش آوازی سے رب کی حمد بیان کرو۔ اور فضل ان پر یہ ہوا کہ ان کے لئے لوہا نرم کر دیا گیا۔ نہ انہیں لوہے کو بھٹی میں ڈالنے کی ضرورت نہ ہتھوڑے مارنے کی حاجت۔ ہاتھ میں آتے ہی ایسا ہو جاتا تھا جیسے دھاگے۔ اب اس لوہے سے بہ فرمان الٰہی آپ زرہیں بناتے تھے۔ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے زرہ آپ ہی نے ایجاد کی ہے۔ ہر روز ایک زرہ صرف بناتے چھ ہزار درہم میں بک جاتی دو ہزار گھر بار کے خرچ کے لئے رکھ چھوڑتے چار ہزار لوگوں کے کھلانے پلانے میں صرف کر دیتے۔ زرہ بنانے کی ترکیب خود اللہ تعالیٰ کی سکھائی ہوئی تھی کہ کڑیاں ٹھیک ٹھیک رکھیں حلقے چھوٹے نہ ہوں کہ ٹھیک نہ بیٹھیں' بہت بڑے نہ ہوں کہ ڈھیلا پن رہ جائے۔ بلکہ ناپ تول اور صحیح انداز سے حلقے اور کڑیاں ہوں۔

ابن عساکر میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بھیس بدل کر نکلا کرتے اور رعایا کے لوگوں سے مل کر ان سے اور باہر کے آنے جانے والوں سے دریافت فرماتے کہ داؤد کیسا آدمی ہے؟ لیکن ہر شخص کو تعریفیں کرتا ہوا ہی پاتے۔ کسی سے کوئی بات اپنی نسبت قابل اصلاح نہ سنتے۔

ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو انسانی صورت میں نازل فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ان سے بھی ملاقات ہوئی تو جیسے اوروں سے پوچھتے تھے ان سے بھی سوال کیا۔ انہوں نے کہا داؤد ہے تو اچھا آدمی لیکن اگر ایک کمی اس میں نہ ہوتی تو کامل بن جاتا۔ آپ نے بڑی رغبت سے پوچھا کہ وہ کیا؟ فرمایا یہ کہ وہ اپنا بوجھ مسلمانوں کے بیت المال پر ڈالے ہوئے ہے۔ خود بھی

اسی میں سے لیتا ہے۔ اور اپنی اہل و عیال کو بھی اسی میں سے کھلاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے دل میں بات گڑ گئی کہ یہ شخص ٹھیک کہتا ہے۔ اسی وقت جناب باری کی طرف جھک پڑے اور گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرنے لگے کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے کوئی کام کاج ایسا سکھا دے جس سے میرا پیٹ بھر جایا کرے کوئی صنعت اور کاریگری مجھے بتا دے جس سے میں اتنا حاصل کر لیا کروں کہ وہ مجھے اور میرے بال بچوں کو کافی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زرہیں بنانی سکھائیں اور پھر اپنی رحمت سے لوہے کو ان کے لئے بالکل نرم کر دیا۔ سب سے پہلے زرہیں آپ نے ہی بنائی ہیں۔ ایک زرہ بنا کر فروخت فرماتے اور اس کی قیمت کے تین حصے کر لیتے۔ ایک اپنے کھانے پینے کے لئے ایک صدقہ کے لئے ایک رکھ چھوڑنے کیلئے تاکہ دوسری زرہ بنانے تک اللہ تعالیٰ کے بندوں کو دیتے رہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو نغمہ دیا گیا تھا۔ وہ محض بے نظیر تھا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھنے کو بیٹھتے آواز نکلتے ہی چرند پرند وحوش طیور پہاڑ کنکر سب وجد میں آجاتے اور ہر چیز صبر و سکون کے ساتھ محویت کے عالم میں آپ کی آواز سے متاثر ہو کر کتاب اللہ میں مشغول ہو جاتی۔ سارے باجے شیاطین نے نغمہ داؤدی سے نکالے ہیں۔ آپ کی بے مثل خوش آوازی کی یہ چڑاؤنی نقلیں ہیں۔ اپنی ان نعمتوں کو بیان فرما کر حکم دیتا ہے کہ اب تمہیں بھی چاہیئے کہ نیک اعمال کرتے رہو۔ میرے فرمان کا خلاف نہ کرو یہ بہت بری بات ہے کہ جس کے اتنے بڑے اور بے پایاں احسان ہوں اس کی فرماں برداری ترک کر دی جائے۔ میں تمہارے اعمال کا نگراں ہوں تمہارا کوئی عمل چھوٹا بڑا نیک بد مجھ سے پوشیدہ نہیں۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾

ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ صبح کی منزل اس کی مہینہ بھر کی ہوتی تھیں اور شام کی منزل بھی۔ اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا۔ اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے۔ اور ان میں سے جو کبھی ہمارے حکم سے سرتابی کرے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ جو کچھ سلیمان چاہتے وہ جنات تیار کر دیتے مثلاً قلعے اور مجسمے اور حوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں' اے آل داؤد اس کے شکریہ میں نیک عمل کرو میرے بندوں میں سے شکر گزار بندے کم ہی ہوتے ہیں۔

حضرت سلیمان پر اللہ کے انعامات: حضرت داؤد علیہ السلام پر جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کا بیان کر کے پھر آپ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام پر جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ ان کے لئے ہوا کو تابع فرمان بنا دیا۔ مہینے بھر کی راہ صبح ہی صبح طے ہو جاتی اور اتنی ہی مسافت کا سفر شام کو ہو جاتا۔ مثلاً دمشق سے تخت معہ فوج واسباب کے اڑایا اور تھوڑی دیر میں اصطخر پہنچا دیا جو تیز سوار کے لئے بھی مہینے بھر کا سفر تھا۔ اسی طرح شام کو وہاں سے تخت اڑا شام ہی کو کابل پہنچ گیا۔ تانبے کو بطور پانی کر کے اللہ تعالیٰ نے اس کے چشمے بہا دیئے تھے کہ جس کام میں جس طرح جس وقت لانا چاہیں بلا دقت لے لیا کریں۔ یہ تانبا انہیں کے وقت سے کام میں آ رہا ہے۔ سدی کا قول ہے کہ تین دن تک یہ بہتا رہا۔ جنات کو ان کی ماتحتی میں کر

دیا۔ جو وہ چاہتے اپنے سامنے ان سے کام لیتے ان میں سے جو جن احکام سلیمانی کی تعمیل سے جی چراتا فوراً آگ سے جلا دیا جاتا۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ جنات کی تین قسمیں ہیں ایک تو پردار ہے۔ دوسری قسم سانپ اور کتے ہیں تیسری قسم وہ ہے جو سواریوں پر سوار ہوتے ہیں۔ اترتے ہیں وغیرہ۔ یہ حدیث بہت غریب ہے۔ ابن انعم سے روایت ہے کہ جنات کی تین قسمیں ہیں' ایک کے لئے تو عذاب ثواب ہے۔ ایک آسمان وزمین میں اڑتے رہتے ہیں' ایک سانپ کتے ہیں۔ انسانوں کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سایہ دے گا۔ جس دن بجز اس کے سائے کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا اور ایک قسم مثل چوپایوں کے ہے بلکہ ان سے بھی بدتر اور تیسری قسم انسانی صورتوں میں شیطانی دل رکھنے والے۔

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ جن ابلیس کی اولاد میں سے ہیں اور انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ دونوں میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی' عذاب ثواب میں دونوں شریک ہیں دونوں کے ایمان دار ولی اللہ ہیں۔ اور دونوں کے بے ایمان شیطان ہیں۔ ﴿مَحَارِيْبَ﴾ کہتے ہیں بہترین عمارتوں کو' گھر کے بہترین حصے کو مجلس کی صدارت کی جگہ کو' بقول مجاہدؒ ان عمارتوں کو جو محلات سے کم درجہ کی ہوں۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں مسجدوں کو۔ قتادہؒ کہتے ہیں بڑے بڑے محل اور مسجدوں کو۔ ابن زید کہتے ہیں گھروں کو ﴿تَمَاثِيْلَ﴾ کہتے ہیں تصویروں کو' یہ تانبے کی تھیں۔ بقول قتادہؒ وہ مٹی اور شیشے کی تھیں۔ ﴿جواب﴾ جمع ہے ﴿جَابِيَةٌ﴾ کی جابیہ اس حوض کو کہتے ہیں جس میں پانی آتا رہتا ہے یہ مثل تالاب کے تھیں۔ بہت بڑے بڑے لگن تھے تاکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بہت بڑی فوج کے لئے کھانا بیک وقت بہت سا تیار ہو سکے اور ان کے سامنے لایا جا سکے۔ اور جمی ہوئی دیگیں جو بوجہ اپنی بڑائی کے اور بھاری اپنے کے ادھر ادھر نہیں کی جا سکتی تھیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا تھا کہ دین و دنیا کی جو نعمتیں میں نے تمہیں دے رکھی ہیں ان پر میرا شکر کرو۔ شکر مصدر ہے بغیر فعل کے یا مفعول لہ ہے۔ اور دونوں تقدیروں پر اس میں دلالت ہے کہ شکر جس طرح قول اور ارادے سے ہوتا ہے فعل سے بھی ہوتا ہے۔ جیسے شاعر کا قول ہے

﴿ افادتكُمُ النَّعماءُ مِنّى ثلاثةً يدىْ ولسانىْ والضَّمِيْرُ الْمُحجبا﴾

اس میں بھی شاعر نعمتوں کا شکر تینوں طرح مانتا ہے۔ فعل سے زبان سے اور دل سے۔ حضرت عبدالرحمن سلمیؒ سے مروی ہے کہ نماز بھی شکر ہے اور روزہ بھی شکر ہے اور بھلا عمل جسے تو اللہ تعالیٰ کے لئے کرے' شکر ہے اور سب سے افضل شکر حمد ہے۔

محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں شکر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور نیک عمل ہے۔ آل داؤد دونوں طرح کا شکر ادا کرتی تھی۔ قولاً بھی اور فعلاً بھی۔ ثابت بنانیؒ فرماتے ہیں' حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی اہل و عیال اولاد اور عورتوں پر اس طرح اوقات کی پابندی کے ساتھ نفل نماز تقسیم کی تھی کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی نماز میں مشغول نظر آتا۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے' اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز تھی۔ آپ آدھی رات سوتے تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ سو رہتے۔ اسی طرح سب روزوں سے زیادہ محبوب روزے بھی اللہ تعالیٰ کو آپ ہی کے تھے۔ آپ ایک دن روزے سے رہتے اور ایک دن بے روزہ۔ ایک خوبی آپ میں یہ تھی کہ دشمن سے جہاد کے وقت منہ نہ پھیرتے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے آپ سے فرمایا کہ پیارے بچے رات کو بہت نہ سویا کرو۔ رات کی زیادہ نیند انسان کو قیامت کے دن فقیر بنا دیتی ہے۔

ابن ابی حاتم میں اس موقعہ پر حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک مطول حدیث مروی ہے۔ اسی کتاب میں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الہ العالمین تیرا شکر کیسے ادا ہو گا شکر گزاری خود تیری ایک نعمت ہے۔ جواب ملا' داؤد اب تو نے میری شکر گزاری ادا کر لی جب کہ تو نے اسے جان لیا کہ کل نعمتیں میری ہی طرف سے ہیں۔ پھر

ایک واقعہ کی خبر دی جاتی ہے کہ بندوں میں سے شکر گزار بندے بہت ہی کم ہیں۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ ۖ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَن لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿١٤﴾

پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم بھیج دیا تو ان کی موت کی خبر جنات کو کسی نے نہ دی بجز گھن کے کیڑے کے جو ان کی لکڑی کو کھا رہا تھا۔ پس جب سلیمان گر پڑے اس وقت جنوں نے جان لیا کہ اگر وہ غیب داں ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں مبتلا نہ رہتے۔

حضرت سلیمانؑ کی موت: حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کی کیفیت بیان ہو رہی ہے اور یہ بھی کہ جو جنات ان کے فرماں کے ماتحت کام کاج میں مصروف تھے ان پر ان کی موت کیسے نامعلوم رہی' وہ انتقال کے بعد بھی لکڑی کو ٹیکے کھڑے ہی رہے اور یہ انہیں زندہ سمجھتے ہوئے سر جھکائے اپنے سخت سخت کاموں میں مشغول رہے۔ مجاہدؒ وغیرہ فرماتے ہیں' تقریباً سال بھر اسی طرح گزرا۔ جس لکڑی کے سہارے آپ کھڑے تھے۔ جب اسے دیمک چاٹ گئی اور وہ کھوکھلی ہو گئی تو آپ گر پڑے۔ اب جنات اور انسانوں کو آپ کی موت کا پتہ چلا۔ تب تو نہ صرف انسانوں کو بلکہ خود جنات کو بھی یقین ہو گیا کہ ان میں سے کوئی بھی غیب داں نہیں۔

ایک مرفوع منکر اور غریب حدیث میں ہے لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس کا مرفوع ہونا ٹھیک نہیں' فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب نماز پڑھتے تو ایک درخت اپنے سامنے دیکھتے' اس سے پوچھتے کہ تو کیسا درخت ہے تیرا کیا نام ہے؟ وہ بتا دیتا۔ آپ اسے اسی استعمال میں لاتے۔ ایک مرتبہ جب نماز کو کھڑے ہوئے اور اسی طرح ایک درخت دیکھا تو پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا خروب۔ پوچھا کس لئے ہے؟ کہا اس گھر کو اوجڑ کرنے کے لئے۔ تب آپ نے دعا مانگی کہ اے اللہ میری موت کی خبر جنات پر ظاہر نہ ہونے دے تاکہ انسانوں کو یقین ہو جائے کہ جن غیب نہیں جانتے۔ اب آپ ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور جنات کو مشکل مشکل کام سونپ دیئے۔ آپ کا انتقال ہو گیا لیکن لکڑی کے سہارے آپ ویسے ہی کھڑے رہے۔ جنات دیکھتے رہے اور سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں۔ اپنے اپنے کام میں مشغول رہے۔ ایک سال کامل ہو گیا چونکہ دیمک آپ کی لکڑی کو چاٹ رہی تھی۔ سال بھر گزرنے پر وہ اسے کھا گئی اور اب حضرت سلیمان علیہ السلام گر پڑے اور انسانوں نے جان لیا کہ جنات غیب نہیں جانتے۔ ورنہ سال بھر تک اس مصیبت میں نہ رہتے۔ لیکن اس کا راوی عطا بن مسلم خراسانی کی بعض احادیث میں نکارت ہوتی تھی۔

بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عادت تھی آپ سال سال دو دو سال یا کم و بیش مدت کے لئے مسجد قدس میں اعتکاف میں بیٹھ جاتے' آخری مرتبہ انتقال کے وقت بھی آپ مسجد بیت المقدس میں تھے۔ ہر صبح ایک درخت آپ کے سامنے نمودار ہوتا' آپ اس سے نام پوچھتے فائدہ پوچھتے' وہ بتاتا۔ آپ اسی کام میں لیتے۔ بالآخر ایک درخت ظاہر ہوا جس نے اپنا نام خروبہ بتایا۔ کہا تو کس مطلب کا ہے؟ کہا اس مسجد کے اجاڑنے کے لئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے۔ فرمانے لگے میری زندگی میں تو یہ مسجد ویران ہو گی نہیں۔ البتہ تو میری موت اور ویرانی کے لئے ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے اپنے باغ میں لگا

دیا۔ مسجد کی بیچ کی جگہ میں کھڑے ہو کر ایک لکڑی کے سہارے نماز شروع کر دی۔ وہیں انتقال ہو گیا۔ لیکن کسی کو اس کا علم نہ ہوا۔ شیاطین سب کے سب اپنی نوکری بجالاتے رہے کہ ایسا نہ ہو ہم سستی کریں اور اللہ تعالیٰ کے رسول آ جائیں تو ہمیں سزا دیں' یہ محراب کے آگے پیچھے آئے۔ ان میں جو ایک بہت بڑا پاجی شیطان تھا۔ اس نے کہا دیکھو جی اس میں آگے اور پیچھے سوراخ ہیں اگر میں یہاں سے جا کر وہاں سے نکل آؤں تو میری طاقت مانو گے یا نہیں؟ چنانچہ وہ گیا اور نکل آیا۔ لیکن اسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی آواز نہ آئی۔ دیکھ تو سکتے نہ تھے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف نگاہ بھر کر دیکھتے ہی وہ مر جاتے تھے۔ لیکن اس کے دل میں کچھ خیال سا گزرا۔ اس نے پھر اور جرات کی اور مسجد میں چلا گیا۔ دیکھا کہ وہاں جانے کے بعد بھی وہ نہ جلا تو اس کی ہمت اور بڑھ گئی۔ اور اس نے نگاہ بھر کر آپ کو دیکھا تو دیکھا کہ وہ گر پڑے ہیں اور انتقال فرما چکے ہیں۔ اب آ کر سب کو خبر کی' لوگ آئے' محراب کو کھولا تو واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول کو زندہ نہ پایا۔ آپ کو مسجد سے نکال لائے۔ مدت انتقال کا علم حاصل کرنے کے لئے انہوں نے اسی لکڑی کو دیمک کے سامنے ڈال دیا۔ ایک دن رات تک جس قدر دیمک نے اسے کھایا' اسے دیکھ کر اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کے انتقال کو پورا سال گزر چکا ہے۔ تمام لوگوں کو اس وقت کامل یقین ہو گیا کہ جنات جو بنتے تھے کہ ہم غیب کی خبریں جانتے ہیں یہ محض ڈھونگ تھا۔ ورنہ سال بھر تک کیوں مصیبت پیٹتے رہتے۔ اس وقت سے جنات گھن کے کیڑے کو مٹی اور پانی لا دیا کرتے ہیں۔ گویا اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہا یہ بھی تھا کہ اگر تو کچھ کھاتا پیتا ہوتا تو ہم بہتر سے بہتر غذا تجھے پہنچاتے۔ لیکن ہیں یہ سب باتیں بنی اسرائیل کے علماء کی' ان میں سے جو مطابق حق ہوں قبول' خلاف حق ہوں مردود' دونوں سے الگ ہوں وہ نہ تصدیق کے قابل نہ تکذیب کے واللہ اعلم۔

حضرت زید بن اسلمؓ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک الموت سے کہہ رکھا تھا کہ میری موت کا مجھے کچھ پہلے بتا دینا۔ حضرت ملک الموت نے یہی کیا تو آپ نے جنات کو بغیر دروازے کے ایک شیشے کا مکان بنانے کا حکم دیا اور اس میں ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر نماز شروع کی یہ موت کے ڈر کی وجہ سے نہ تھا۔ حضرت ملک الموت اپنے وقت پر آئے اور روح قبض کر گئے۔ پھر لکڑی کے سہارے آپ سال بھر تک اسی طرح کھڑے رہے۔ جنات ادھر ادھر سے دیکھ کر آپ کو زندہ سمجھ کر اپنے کاموں میں آپ کی ہیبت کی وجہ سے مشغول رہے۔ لیکن جو کیڑا آپ کی لکڑی کو کھا رہا تھا جب وہ آدھی کھا چکا تو اب لکڑی بوجھ نہ سہار سکی اور آپ گر پڑے' جنات کو آپ کی موت کا یقین ہو گیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور بھی بہت سے سلف سے یہ مروی ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾

قوم سبا کے لئے اپنی بستیوں میں قدرت الٰہی کی نشانی تھی۔ ان کے دائیں بائیں دو باغ تھے۔ اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو' عمدہ شہر اور بخشنے والا رب۔ لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر زور کی رو کا پانی کا نالہ بھیج دیا اور ہم نے ان کے ہرے

پھر ے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیئے جو بدمزہ میووں والے اور بکثرت جھاؤ اور کچھ بیری کے درختوں والے تھے ہم نے ان کی ناشکری کا یہ بدلہ انہیں دیا۔ ہم ایسی سخت سزا بڑے بڑے ناشکروں ہی کو دیتے ہیں۔

قوم سباء کی تفصیلات: قوم سبا یمن میں رہتی تھی۔ تبع بھی ان میں سے ہی تھے۔ بلقیس بھی ان ہی میں سے تھیں۔ یہ بڑی نعمتوں اور راحتوں میں تھے۔ چین آرام سے زندگی گزار رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ان کے پاس آئے انہوں نے شکر کرنے کی تلقین کی۔ رب کی وحدانیت کی طرف بلایا' اس کی عبادتیں سمجھائیں تو کچھ زمانے تک یونہی رہے لیکن پھر جب کہ انہوں نے سرتابی اور روگردانی کی' احکام الٰہی بے پرواہی سے ٹال دیئے تو ان پر زور کا سیلاب آیا اور تمام ملک اور باغات اور کھیتیاں وغیرہ تاخت وتاراج ہو گئیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے سوال ہوا کہ سبا کسی عورت کا نام ہے یا مرد کا یا جگہ کا؟ تو آپ نے فرمایا یہ ایک مرد تھا جس کے دس لڑکے تھے جن میں سے چھ تو یمن میں جا بسے تھے اور چار شام میں۔ مذحج' کندہ' ازد۔ اشعری' انمار۔ حمیر یہ چھ قبیلے یمن میں۔ لخم' جذام' عاملہ' اور غسان یہ چار قبیلے شامی ہیں (مسند احمد)۔ فروہ بن مسیک فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کیا میں اپنی قوم میں سے ماننے والوں اور آگے بڑھنے والوں کو لے کر نہ ماننے اور پیچھے ہٹنے والوں سے لڑوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ جب میں جانے لگا تو آپ ﷺ نے مجھے بلا کر فرمایا دیکھو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا نہ مانیں تب جہاد کی تیاری کرنا۔ میں نے کہا حضور اکرم ﷺ! یہ سبا کس کا نام ہے؟ آپ ﷺ کا جواب تقریباً وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ قبیلہ انمار میں سے بجیلہ اور خثعم بھی ہیں۔ ایک اور مطول روایت میں اس آیت کے شان نزول کے متعلق اسی کے ساتھ ہے کہ حضرت فروہؓ نے آنحضرت ﷺ سے کہا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جاہلیت کے زمانے میں قوم سبا کی عزت تھی مجھے اب ان کے ارتداد کا خوف ہے تو اگر آپ اجازت دیں تو میں ان سے جہاد کروں۔ آپ نے فرمایا ان کے بارے میں حکم نہیں دیا گیا۔ پس یہ آیت اتری الخ۔ لیکن اس میں غرابت ہے۔ اس سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ آیت مدنی ہے حالانکہ سورت مکیہ ہے۔

محمد بن اسحاق سبا کا نسب نامہ اس طرح بیان کرتے ہیں' عبد شمس بن شجب بن یعرب بن قحطان' اسے سبا اس لئے کہتے ہیں کہ اسی نے سب سے پہلے عرب میں دشمن کے قید کرنے کا رواج نکالا اور اسی نے سب سے پہلے مال غنیمت کو فوجیوں میں تقسیم کرنے کا رواج ڈالا۔ اس وجہ سے اسے رائش بھی کہتے ہیں۔ مال کو ریش اور ریاش بھی عربی میں کہتے ہیں۔ یہ بھی مذکور ہے کہ اس بادشاہ نے آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے ہی آپ کی پیش گوئی کی تھی کہ ملک کا مالک ہمارے بعد ایک نبی ہوگا جو حرم کی عزت کرے گا۔ اس کے بعد اس کے خلیفے ہوں گے' جن کے سامنے دنیا کے بادشاہ سرنگوں ہو جائیں گے۔ پھر ہم میں بھی بادشاہت آئے گی اور بنو قحطان کے نیک بادشاہ بھی ہوں گے۔ اس نبی کا نام احمد ہوگا (ﷺ) ۔ کاش! میں بھی ان کی نبوت کے زمانے کو پالیتا تو ہر طرح کی خدمت کو غنیمت سمجھتا۔ لوگوں جب بھی وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ظاہر ہوں تو تم پر فرض ہے کہ ان کا ساتھ دو اور ان کے مددگار بن جاؤ اور جو بھی آپ سے ملے اس پر میری جانب سے فرض ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچا دے اکلیل ہمو قحطان کے بارے میں تین قول ہیں۔ ایک یہ کہ وہ ارم بن سام بن نوح کی نسل میں سے ہے دوسرا یہ کہ وہ عابر یعنی حضرت ہود علیہ السلام کی نسل سے ہے۔

تیسرا یہ کہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم کی نسل سے ہے۔ ان سب کو تفصیل کے ساتھ حافظ ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب ﴿الْاَنْبَاهُ﴾ میں ذکر کیا ہے۔ بعض روایتوں میں جو آیا ہے کہ سبا عرب میں سے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے جن کی نسل سے عرب ہوئے۔ ان کا نسل ابراہیمی میں سے ہونا مشہور نہیں۔ واللہ اعلم۔

صحیح بخاری میں ہے قبیلہ اسلم جب تیروں سے نشانہ بازی کر رہے تھے اور حضور اکرم ﷺ ان کے پاس سے نکلے تو آپ نے فرمایا۔ اے اولاد اسمعیل تیر اندازی کئے جاؤ تمہارے والد بھی پورے تیر انداز تھے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سبا کا سلسلہ نسبت خلیل الرحمٰن علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ اسلم انصار کا ایک قبیلہ تھا اور انصار سارے کے سارے غسان میں سے ہیں اور یہ سب یمنی تھے سبا کی اولاد ہیں۔ یہ لوگ مدینے میں اس وقت آئے تھے جب سیلاب سے ان کا وطن تباہ ہو گیا۔ ایک جماعت یہاں آ کر بسی تھی دوسری شام چلی گئی۔ انہیں غسانی اس لئے کہتے ہیں کہ اسی نام کی پانی والی ایک جگہ پر یہ ٹھہرے تھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مشلل کے قریب ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے شعر سے بھی اس کا ثبوت ہوتا ہے کہ ایک پانی والی جگہ یا اس کنویں کا نام غسان تھا۔ یہ جو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کی دس اولادیں تھیں۔ اس سے مراد صلبی اولادیں نہیں۔ کیونکہ بعض بعض دو دو تین تین نسلوں بعد کے بھی ہیں جیسے کہ کتب انساب میں موجود ہے۔ یہ جو شام اور یمن میں جا کر آباد ہوئے یہ بھی سیلاب کے آنے کے بعد کاذکر ہے بعض وہیں رہے بعض ادھر ادھر چلے گئے۔ دیوار کا قصہ یہ ہے کہ ان کے دونوں جانب پہاڑ تھے جہاں سے نہریں اور چشمے بہہ بہہ کر ان کے شہروں میں آتے تھے اسی طرح نالے بھی اور دریا بھی ادھر ادھر سے آتے تھے۔ ان کے قدیمی بادشاہوں میں سے کسی نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط پشتہ بنوادیا تھا۔ جس دیوار کی وجہ سے پانی ادھر ادھر ہو گیا تھا۔ خوبصورت دریا جاری رہا کرتا تھا۔ جس کے دونوں جانب باغات اور کھیتیاں لگادی تھیں۔ پانی کی کثرت اور زمین کی عمدگی کی وجہ سے یہ خطہ بہت ہی زرخیز اور ہرا بھرا رہا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت قتادہؒ کا بیان ہے کہ کوئی عورت اپنے سر پر جھلی رکھ کر چلتی تھی۔ کچھ دور جانے تک وہ جھلی پھلوں سے بالکل بھر جاتی تھی۔ درختوں سے جو پھل خود بخود جھڑتے تھے وہ اس قدر کثرت سے ہوتے تھے کہ ہاتھ سے توڑنے کی حاجت نہیں پڑتی تھی۔ یہ دیوار مارب میں تھی جو صنعاء سے تین منزل پر تھی اور سد مارب کے نام سے مشہور تھی۔ آب وہوا کی عمدگی صحت مزاج اور اعتدال عنایت الٰہی سے اس طرح تھا کہ ان کے ہاں مکھی مچھر اور زہریلے جانور بھی نہ ہوتے تھے۔ یہ اس لئے تھا کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانیں اور بہ دل و جان اس کی خلوص کے ساتھ عبادت کریں۔ یہ تھی وہ نشانی قدرت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان آباد بستی اور بستی کے دونوں طرف ہرے بھرے پھلدار باغات اور سرسبز کھیتیاں۔ ان سے جناب باری نے فرمادیا تھا کہ اپنے رب کی دی ہوئی روزیاں کھاؤ پیو اور اس کے شکر میں لگے رہو۔ لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کو اور اس کی نعمتوں کے شکر کو بھلادیا اور سورج کی پرستش کرنے لگے۔ جیسے کہ ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ ﴿ جِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ﴾ الخ یعنی میں تمہارے پاس سبا کی ایک پختہ خبر لایا ہوں' ایک عورت ان کی بادشاہت کر رہی ہے جس کے پاس تمام چیزیں موجود' عظیم الشان تخت سلطنت پر وہ متمکن ہے۔ رانی اور رعایا سب سورج پرست ہیں۔ شیطان نے ان کی راہ مار رکھی ہے۔ بے راہ ہو رہے ہیں۔ مروی ہے کہ بارہ یا تیرہ پیغمبر ان کے پاس آئے تھے۔ بالآخر شامت اعمال رنگ لائی۔ جو دیوار انہوں نے بنار کھی تھی اسے چوہوں نے اندر سے کھوکھلی کر دی اور بارش کے زمانے میں وہ ٹوٹ گئی پانی کی ریل پیل ہو گئی۔ ان دریاؤں کے چشموں کے بارش کے نالوں کے سب پانی آ گئے۔ ان کی بستیاں ان کے محلات ان کے باغات اور ان کی کھیتیاں سب تباہ و برباد ہو گئیں۔ ہاتھ ملتے رہ گئے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ پھر تو وہ تباہی آئی کہ اس زمین پر کوئی پھلدار درخت جمتا ہی نہ تھا۔ پیلو کے جھاؤ کے کیکر کے ببول کے اور ایسے ہی بے میوہ بدمزہ بے کار درخت اگتے تھے۔ ہاں البتہ کچھ بیریوں کے درخت اگ آئے تھے جو نسبتاً اور درختوں سے کارآمد تھے۔ لیکن وہ بھی بہت زیادہ خاردار اور بہت کم پھلدار تھے۔ یہ تھا ان کے کفر و شرک' سرکشی اور تکبر کا بدلہ کہ نعمتیں کھو بیٹھے اور زحمتوں میں مبتلا ہو گئے۔ کافروں کو یہی اور اس جیسی ہی سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔ حضرت ابن خیرہؒ فرماتے ہیں گناہوں کا

بدلہ یہی ہوتا ہے کہ عبادتوں میں سستی آ جائے روزگار میں تنگی واقع ہو لذتوں میں تخی آ جائے۔ یعنی جہاں کسی راحت کا منہ دیکھا کہ کوئی زحمت آ پڑی مزہ مٹی ہو گیا۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿١٨﴾ فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿١٩﴾

ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی چند بستیاں اور رکھی تھیں جو برسر راہ ظاہر تھیں اور ان میں چلنے کی منزلیں ہم نے مقرر کر دی تھیں ان میں راتوں اور دنوں کو بہ امن وامان چلتے پھرتے رہو۔ لیکن انہوں نے پھر درخواست کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفر دور دراز کے کر دے چونکہ خود انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنا برا کیا اس لئے ہم نے انہیں گزشتہ فسانوں کی صورت میں کر دیا اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے ہر ایک صبر وشکر کرنے والے کے لئے اس ماجرے میں بہت سی عبرتیں ہیں۔

ان پر جو اور نعمتیں تھیں' ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ قریب قریب آبادیاں تھیں۔ کسی مسافر کو اپنے سفر میں توشہ یا پانی ساتھ لے جانے کی ضرورت نہ تھی۔ ہر ہر منزل پر پختہ مزیدار تازے میوے خوشگوار میٹھا پانی موجود۔ ہر رات کو کسی بستی میں گزار لیں اور راحت وآرام امن وامان سے جائیں آئیں۔ کہتے ہیں کہ بستیاں صنعاء کے قرب وجوار میں تھیں۔ بَاعِدْ کی دوسری قرات بَعِّدْ ہے اس راحت وآرام سے پھول گئے اور جس طرح بنواسرائیل نے من وسلویٰ کے بدلے لہسن پیاز وغیرہ طلب کیا تھا' انہوں نے بھی دور دراز کے سفر طے کرنے کی چاہت کی تاکہ درمیان میں جنگل بھی آئیں غیر آباد جگہیں بھی آئیں' توشے بھتے کا لطف بھی آئے۔ قوم موسیٰ کی اس طلب نے ان پر ذلت ومسکنت ڈالی۔ اسی طرح انہیں بھی فراخی روزی کے بعد ہلاکت ملی۔ بھوک اور خوف میں پڑے۔ اطمینان اور امن غارت ہوا انہوں نے کفر کر کے خود اپنا ہی بگاڑا' اب ان کی کہانیاں رہ گئیں۔ لوگوں میں ان کے افسانے رہ گئے۔ تتر بتر ہو گئے یہاں تک کہ جو قوم تین تیرہ ہو جائے تو عرب میں انہیں سبائیوں کی مثل سناتے ہیں۔

عکرمہؒ ان کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں ایک کاہنہ اور ایک کاہن تھا جن کے پاس جنات ادھر ادھر کی خبریں لایا کرتے تھے۔ اس کاہن کو کہیں پتہ چل گیا کہ اس بستی کی ویرانی کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور یہاں کے لوگ ہلاک ہونے والے ہیں۔ تھا یہ بڑا مالدار خصوصاً جائیداد بہت ساری تھی اس نے سوچا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے اور ان حویلیوں مکانات اور باغات کی نسبت کیا انتظام کرنا چاہیئے۔ آخر ایک بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ اس کے سرالی لوگ بہت سارے تھے اور وہ قبیلہ بھی علاوہ جری ہونے کے مالدار تھا۔ اس نے اپنے لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا سنو کل لوگ میرے پاس جمع ہو جائیں گے۔ میں تجھے کسی کام کو کہوں گا تو انکار کر دینا میں تجھے برا بھلا کہوں گا تو مجھے بھی میری گالیوں کا جواب دینا میں اٹھ کر تجھے تھپڑ ماروں گا تو بھی اس کے جواب میں مجھے تھپڑ مارنا۔ اس نے کہا ابا جی مجھ سے یہ کیسے ہو سکے گا؟ کاہن نے کہا تم نہیں سمجھتے ایک ایسا ہی اہم معاملہ درپیش ہے اور تمہیں میرا حکم مان لینا چاہیئے۔ اس نے اقرار کیا دوسرے دن جب کہ اس کے پاس اس کے ملنے جلنے والے سب جمع ہو

گئے اس نے اپنے اس لڑکے سے کسی کام کو کہا۔ اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس نے اسے گالیاں دیں' تو اس نے بھی سامنے گالیاں دیں' یہ غصے میں اٹھا اور اسے مارا۔ لڑکے نے بھی پلٹ کر اسے پیٹا اور یہ غضبناک ہوا اور کہنے لگا۔ چھری لاؤ میں تو اسے ذبح کروں گا۔ تمام لوگ گھبرا گئے ہر چند سمجھایا۔ لیکن یہ یہی کہتا رہا کہ میں تو اسے ذبح کروں گا۔ لوگ دوڑے بھاگے گئے اور لڑکے کے ننھیال والوں کو خبر کی' کہ سب آ گئے۔ اول تو منت سماجت کی منوانا چاہا۔ لیکن یہ کب مانتا تھا۔ انہوں نے کہا آپ اسے کوئی اور سزا دیجئے۔ اس کے بدلے ہمیں جو جی چاہے سزا دیجئے۔ اس نے کہا میں تو اسے لٹا کر باقاعدہ ذبح کروں گا۔ انہوں نے کہا آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ اس سے پہلے ہم آپ کو مار ڈالیں گے۔ اس نے کہا اچھا جب یہاں تک بات پہنچ گئی ہے تو میں ایسے شہر میں نہیں رہنا چاہتا جہاں میرے اور میری اولاد کے درمیان اور لوگ پڑیں۔ مجھ سے میرے مکانات جائیداد اور زمینیں خرید لو میں یہاں سے کہیں اور چلا جاتا ہوں۔ چنانچہ اس نے سب کچھ بیچ ڈالا اور قیمت نقد وصول کر لی۔ جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنی قوم کو خبر دی کہ سنو عذاب الٰہی آ رہا ہے زوال کا وقت قریب پہنچ چکا ہے۔ اب تم میں سے جو محنت کر کے لمبا سفر کر کے نئے گھروں کا آرزومند ہو۔ تو وہ عمان چلا جائے اور جو کھانے پینے کا شوقین ہو وہ بصرے چلا جائے اور جو مزیدار کھجوریں باغات میں بیٹھ کر آزادی سے کھانا چاہتا ہو وہ مدینے چلا جائے۔ قوم کو اس کی باتوں کا یقین تھا۔ جسے جو جگہ اور جو چیز پسند آئی اور اسی طرف منہ اٹھائے بھاگا۔ بعض عمان کی طرف بعض بصرے کی طرف بعض مدینے کی طرف۔ اس طرف تین قبیلے چلے تھے اوس' خزرج' اور بنو عثمان۔ جب یہ لوگ بطن مر میں پہنچے تو بنو عثمان نے کہا ہمیں تو یہ جگہ بہت پسند ہے۔ اب ہم آگے نہیں جائیں گے چنانچہ یہ یہیں بس گئے اور اسی وجہ سے انہیں خزاعہ کہا گیا کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے۔ اوس و خزرج برابر مدینے پہنچے اور یہاں آ کر قیام کیا۔

یہ اثر بھی عجیب و غریب ہے۔ جس کاہن کا اس میں ذکر ہے اس کا نام عمرو بن عامر ہے یہ یمن کا سردار تھا اور سبا کے بڑے لوگوں میں سے تھا اور ان کا کاہن تھا۔ سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ سب سے پہلے یہی یمن سے نکلا تھا اس لئے کہ سد مارب کو کھوکھلا کرتے ہوئے اس نے چوہوں کو دیکھ لیا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ اب یمن کی خیر نہیں یہ دیوار گری اور سیلاب سب تہ و بالا کر دے گا تو اس نے اپنے سب سے چھوٹے لڑکے کو وہ مکر سکھایا جس کا ذکر اوپر گزرا۔ اس وقت اس نے غصے میں کہا کہ میں ایسے شہر میں رہنا پسند نہیں کرتا۔ میں اپنی جائیدادیں اور زمینیں اسی وقت بیچتا ہوں۔ لوگوں نے کہا عمرو کے اس غصے کو غنیمت جانو۔ چنانچہ سستا مہنگا سب کچھ بیچ ڈالا اور فارغ ہو کر چل پڑا۔ قبیلہ اسد بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ راستے میں عکہ ان سے لڑے۔ برابر برابر کی لڑائی رہی جس کا ذکر عباس بن مرداس سلمی کی شعروں میں بھی ہے۔ پھر یہ یہاں سے چل کر مختلف شہروں میں پہنچ گئے۔ آل جفنہ بن عمرو بن عامر شام میں گئے اوس و خزرج مدینے میں۔ خزاعہ مر میں' ازد سراۃ سراۃ میں۔ ازد عمان عمان میں۔ یہاں سیل آئی (یعنی سیلاب آیا) نے مارب کے بند کو توڑ دیا۔ سدی نے اس قصے میں بیان کیا ہے کہ اس نے اپنے مقابلے کے لئے اپنے بیٹے کو نہیں بلکہ بھتیجے کو کہا تھا۔ بعض اہل علم کا بیان ہے کہ اس کی عورت نے جس کا نام طریفہ تھا۔ اپنی کہانت سے یہ بات معلوم کر کے سب کو بتلائی تھی۔

اور روایت میں ہے کہ عمان میں غسانی اور ازد بھی ہلاک کر دیئے گئے۔ باوجود میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی ریل پیل' پھلوں اور کھیتوں کے بے شمار روزی کے سیل عرم سے یہ حالت ہو گئی کہ ایک ایک لقمے کو اور ایک ایک بوند پانی کو ترس گئے۔ یہ پکڑ اور عذاب یہ تنگی اور سزا جو انہیں پہنچی اس سے ہر صابر و شاکر عبرت حاصل کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کس طرح انسان کو گھیر لیتی ہیں' عافیت کو ہٹا کر آفت کو لے آتی ہیں۔ مصیبتوں پر صبر نعمتوں پر شکر کرنے والے اس میں دلائل قدرت

پائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مومن کے لئے تعجب ناک فیصلہ کیا ہے اگر راحت ملے اور یہ شکر کرے تو اجر پائے اور اگر اسے مصیبت پہنچے اور صبر کرے تو اجر پائے غرض مومن کو ہر حالت پر اجر و ثواب ملتا ہے۔ اس کا ہر کام نیک ہے یہاں تک کہ محبت کے ساتھ جو لقمہ اٹھا کر یہ اپنی بیوی کے منہ میں دے اس پر بھی اسے ثواب ملتا ہے (مسند احمد)

بخاری و مسلم میں ہے آپ فرماتے ہیں تعجب ہے کہ مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہر قضا بھلائی کے لئے ہی ہوتی ہے اگر اسے راحت اور خوشی پہنچتی ہے تو شکر کر کے بھلائی حاصل کرتا ہے اور اگر برائی اور غم پہنچتا ہے تو یہ صبر کرتا ہے اور بدلہ حاصل کرتا ہے۔ یہ نعمت تو صرف مومن کو ہی حاصل ہے کہ جس کی ہر حالت بہتری اور بھلائی ہے۔ حضرت مطرفؒ فرماتے ہیں' صبر و شکر کرنے والا بندہ کتنا اچھا ہے کہ جب اسے نعمت ملے تو شکر کرے اور جب زحمت پہنچے تو صبر کرے۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ ۗ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٢١﴾

شیطان نے ان کے بارے میں جو سوچ رکھا تھا اسے سچا کر دکھایا یہ لوگ سب کے سب اس کے تابعدار بن گئے سوائے مومنوں کی جماعت کے۔ شیطان کا ان پر کوئی زور اور دباؤ نہ تھا مگر تاکہ ہم ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں میں ممتاز طور پر ظاہر کر دیں۔ جو آپ سے شک میں ہیں تیرا رب ہر ہر چیز پر نگہبان ہے۔

شیطان بہکاتا ہے: سبا کے قصے کے بیان کے بعد شیطان کے اور مریدوں کا عام طور پر ذکر فرماتا ہے کہ وہ ہدایت کے بدلے ضلالت بھلائی کے بدلے برائی لے لیتے ہیں۔ ابلیس نے راندۂ درگاہ ہو کر جو کہا تھا کہ میں آدم علیہ السلام کی اولاد کو ہر طرح برباد کرنے کی کوشش کروں گا' اور بجز تھوڑی سی جماعت کے باقی کے سب لوگوں کو تیری سیدھی راہ سے بھٹکادوں گا۔ اس نے یہ کر دکھایا اور اولاد آدم کو اپنے پنجے میں پھانس لیا۔ جب حضرت آدم و حوا علیہم السلام اپنی خطا کی وجہ سے جنت سے اتار دیئے گئے اور ابلیس لعین بھی ان کے ساتھ اترا' اس وقت وہ بہت خوش تھا اور جی میں اٹھلا رہا تھا کہ انہیں میں نے بہکالیا تو ان کی اولاد کو تباہ کر دینا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اس خبیث کا قول تھا کہ میں ابن آدم کو سبز باغ دکھاتا رہوں گا۔ غفلت میں رکھوں گا۔ طرح طرح سے دھوکے دوں گا اور اپنے جال میں پھنسائے رکھوں گا۔ جس کے جواب میں جناب باری جل جلالہ نے فرمایا تھا۔ مجھے بھی اپنی عزت کی قسم موت کے غرغرے سے پہلے جب کبھی وہ توبہ کرے گا میں فوراً قبول کرلوں گا۔ وہ مجھے جب پکارے گا میں اس کی طرف متوجہ ہو جاؤں گا۔ مجھ سے جب کبھی وہ توبہ کرے گا میں فوراً قبول کرلوں گا۔ وہ مجھے جب پکارے گا میں اس کی طرف متوجہ ہو جاؤں گا۔ مجھ سے جب کبھی جو کچھ مانگے گا میں اسے دوں گا۔ مجھ سے جب وہ بخشش طلب کرے گا میں اسے بخش دونگا (ابن ابی حاتم)

اس کا کوئی غلبہ حجت زبردستی' مار پیٹ انسان پر نہ تھی۔ صرف دھوکہ فریب اور مکربازی تھی جس میں یہ سب پھنس گئے۔ اس میں حکمت الٰہی یہ تھی کہ مومن و کافر ظاہر ہو جائیں حجت الٰہی ختم ہو جائے۔ آخرت کو ماننے والے شیطان کی نہیں مانیں گے۔ اس کے منکر رحمان کی اتباع نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ مومنوں کی جماعت اس کی حفاظت کا سہارا لیتی

ہے۔ اس لئے ابلیس ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا اور کافروں کی جماعت خود اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیتی ہے۔ اس لئے ان پر سے اللہ تعالیٰ کی نگہبانی ہٹ جاتی ہے اور وہ شیطان کے ہر فریب کا شکار بن جاتے ہیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ ۖ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ۚ حَتَّىٰ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقَّ ۖ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٢٣﴾

کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکار لو۔ نہ تو ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے۔ نہ ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے۔ درخواست شفاعت بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی۔ بجز ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جائے گی تو پوچھتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔

جہان میں سب اختیارات اللہ کے ہیں: بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہے واحد ہے احد ہے فرد ہے صمد ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بے نظیر بے شریک اور بے مثل ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، ساتھی نہیں، مشیر نہیں، وزیر نہیں، مددگار و پشتی بان نہیں۔ پھر ضد کرنے والا اور خلاف کہنے والا تو کہاں؟ جن جن کو پکارا کرتے ہو پکار کر دیکھ لو معلوم ہو جائے گا کہ ایک ذرے کے بھی مختار نہیں۔ محض بے بس اور بالکل محتاج و عاجز ہیں۔ نہ زمینوں میں ان کی کچھ چلے، نہ آسمانوں میں جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ﴾ کہ وہ ایک کھجور کے چھلکے کے بھی مالک نہیں اور یہی نہیں کہ انہیں خود اختیاری حکومت نہ ہو نہ سہی شرکت کے طور پر بھی نہیں۔ نہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے کسی کام میں مدد لیتا ہے۔ بلکہ یہ سب کے سب فقیر محتاج ہیں۔ اس کے در کے غلام اور اس کے بندے ہیں۔ اس کی عظمت و کبریائی عزت و بڑائی ایسی ہے کہ بغیر اس کی اجازت کے کسی کی جرات نہیں کہ اس کے سامنے کسی کی سفارش کے لئے بھی لب ہلا سکے۔ جیسے فرمان ہے ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ کون ہے؟ جو اس کے سامنے کسی کی شفاعت بغیر اس کی رضامندی کے کر سکے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ الخ یعنی آسمانوں کے کل فرشتے بھی اس کے سامنے کسی کی سفارش کے لئے لب ہلا نہیں سکتے مگر جس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی رضامندی سے اجازت دے دے۔ اور جگہ فرمان ہے۔ ﴿لَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى﴾ الخ۔ وہ لوگ صرف ان کی شفاعت کر سکتے ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہو۔ وہ تو خود ہی اس کے خوف سے تھرا رہے ہیں۔ تمام اولاد آدم کے سردار سب سے بڑے شفیع اور سفارشی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی جب قیامت کے دن مقام محمود میں شفاعت کے لئے تشریف لے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ آئے اور مخلوق کے فیصلے کرے، اس وقت کی نسبت آپ فرماتے ہیں، میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کب تک سجدے میں پڑا رہوں گا۔ اس سجدے میں اس قدر اپنے رب کی تعریفیں بیان کروں گا کہ اس وقت تو وہ الفاظ بھی مجھے معلوم نہیں۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا۔ اے محمد! (ﷺ) اپنا سر اٹھائیے آپ بات کیجئے آپ کی بات سنی جائے گی، آپ مانگئے آپ کو دیا جائے گا۔ آپ شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی۔ الخ۔

رب کی عظمت کا ایک اور مقام بیان ہو رہا ہے کہ جب وہ اپنی وحی میں کلام کرتا ہے اور آسمانوں کے مقرب فرشتے اسے سنتے ہیں تو ہیبت سے کانپ اٹھتے ہیں اور غشی والے کی طرح ہو جاتے ہیں۔ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ ہٹ جاتی ہے۔ ﴿فزع﴾ کی دوسری قرات ﴿فزع﴾ بھی آئی ہے۔ مطلب دونوں کا ایک ہے تو اب آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں کہ اس وقت رب کا کیا حکم نازل ہوا؟ پس اہل عرش اپنے پاس والوں کو وہ اپنے پاس والوں کو یونہی درجہ بدرجہ حکم الٰہی پہنچا دیتے ہیں۔ بلا کم و کاست ٹھیک ٹھیک اسی طرح پہنچا دیتے ہیں۔ ایک مطلب اس آیت کا یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب سکرات کا وقت آتا ہے اس وقت مشرک یہ کہتے ہیں اور اسی طرح قیامت کے دن بھی جب اپنی غفلت سے چونکیں گے اور ہوش و حواس قائم ہو جائیں گے اس وقت یہ کہیں گے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ جواب ملے گا حق فرمایا حق فرمایا اور جس چیز سے دنیا میں بے فکر تھے آج ان کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔ تو دلوں سے گھبراہٹ دور کئے جانے کے یہ معنی ہوئے کہ جب آنکھوں پر سے پردہ اٹھا دیا جائے گا اس وقت سب شک و تکذیب الگ ہو جائے گی۔ شیطانی وسواس دور ہو جائیں گے' اس وقت رب کی مدتوں کی حقانیت تسلیم کریں گے اور اس کی بلندی اور بڑائی کے قائل ہوں گے۔ پس نہ تو موت کے وقت کا اقرار نفع دے نہ قیامت کے میدان کا اقرار فائدہ پہنچائے۔ لیکن امام ابن جریرؒ کے نزدیک پہلی تفسیر ہی راجح ہے یعنی مراد اس سے فرشتے ہیں۔ اور یہی ٹھیک بھی ہے اور اسی کی تائید احادیث و آثار سے بھی ہوتی ہے۔

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی امر کا فیصلہ آسمان میں کرتا ہے تو عاجزی کے ساتھ اپنے پر جھکا لیتے ہیں اور رب کا کلام ایسا واقع ہوتا ہے۔ جیسے اس زنجیر کی آواز جو پتھر پر بجائی جاتی ہو۔ جب ہیبت کم ہو جاتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے اس وقت کیا فرمایا؟ جواب ملتا ہے کہ جو فرمایا حق ہے اور وہ علی و کبیر ہے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جو جنات فرشتوں کی باتیں سننے کی غرض سے گئے ہوئے ہیں اور جو تہہ بہ تہہ ایک دوسرے کے اوپر ہیں وہ کوئی کلمہ سن لیتے ہیں۔ اوپر والا نیچے والے کو وہ اپنے سے نیچے والے کو سنا دیتا ہے اور وہ کاہنوں کے کانوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ ان کے پیچھے فوراً ان کے جلانے کو آگ کا شعلہ لپکتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی تو وہ آئے اس سے پہلے ہی ایک دوسرے کو پہنچا دیتا ہے۔ اور کبھی پہنچائے اس سے پہلے ہی جلا دیا جاتا ہے۔ کاہن اس ایک کلمے کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر لوگوں میں پھیلاتا ہے۔ وہ ایک بات سچی نکلتی ہے لوگ اس کے مرید بن جاتے ہیں کہ دیکھو یہ بات اس کے کہنے کے مطابق ہی ہوئی۔

مسند احمد میں ہے حضور اکرم ﷺ ایک مرتبہ صحابہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو ایک ستارہ جھڑا اور زبردست روشنی ہو گئی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ جاہلیت میں تمہارا خیال ان ستاروں کے جھڑنے کی نسبت کیا تھا؟ انہوں نے کہا ہم اس موقع پر سمجھتے تھے کہ یا تو کوئی بہت بڑا آدمی پیدا ہوا یا مرا۔ زہریؒ سے سوال ہوا کہ کیا جاہلیت کے زمانے میں بھی ستارے جھڑتے تھے۔ کہا ہاں لیکن کم آپ کی بعثت کے زمانے سے ان میں بہت زیادتی ہو گئی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سنو انہیں کسی کی موت و حیات سے کوئی واسطہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ جب ہمارا رب تبارک و تعالیٰ کسی امر کا آسمانوں میں فیصلہ کرتا ہے تو حاملان عرش اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں پھر ساتویں آسمان والے پھر چھٹے آسمان والے یہاں تک کہ یہ تسبیح آسمان دنیا تک پہنچتی ہے۔ پھر عرش کے آس پاس کے فرشتے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ وہ انہیں بتلاتے ہیں۔ پھر ہر نیچے والا اوپر والے سے دریافت کرتا ہے اور وہ اسے بتلاتا ہے یہاں تک کہ آسمان اول والوں کو خبر پہنچتی ہے۔ کبھی اچک لے جانے والے جنات اسے سن لیتے ہیں تو ان پر یہ ستارے جھڑتے ہیں۔ تاہم جو بات اللہ تعالیٰ کو پہنچانی منظور ہوتی ہے اسے وہ لے اڑتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ بہت کچھ باطل اور جھوٹ ملا کر لوگوں میں شہرت دیتے ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے' اللہ تعالیٰ جب اپنے امر کی وحی کرتا ہے تو آسمان مارے خوف کے کپکپا اٹھتے ہیں اور فرشتے ہیبت زدہ ہو کر سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا فرمان سنتے ہیں۔ پھر ان کی زبانی اور فرشتے سنتے ہیں اور وہ کہتے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حق فرمایا وہ بلندی اور بڑائی والا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کا امین فرشتہ جس کی طرف ہو' اسے پہنچا دیتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور قتادہؒ سے مروی ہے کہ یہ اس وحی کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبیوں کے نہ ہونے کے زمانے میں بند رہ کر پھر ابتداءً ختم المرسلین ﷺ پر نازل ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ابتدائی کے بھی اس آیت کے تحت میں داخل ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن آیت شامل ہے اسے اور اس کو سب کو۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

پوچھ کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی کون پہنچاتا ہے؟ خود جواب دے کہ اللہ تعالیٰ ۔ سنو ہم یا تم یا تو یقیناً ہدایت پر یا کھلی گمراہی میں ہیں کہہ کہ ہمارے کئے ہوئے گناہوں کی بابت تم سے کوئی سوال نہ کیا جائے گا نہ تمہارے اعمال کی باز پرس ہم سے کی جائے گی۔ انہیں خبر دے دے کہ ہم سب کو ہمارا رب جمع کر کے پھر ہم میں سچے فیصلے کر دے گا۔ وہ فیصلے چکانے والا ہے اور دانا۔ کہہ کہ اچھا مجھے بھی تو انہیں دکھا دو جنہیں تم شریک الٰہی ٹھہرا کر اس کے ساتھ ملا رہے ہو' ایسا ہرگز نہیں' بلکہ وہی اللہ ہے غالب با حکمت۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ صرف وہی خالق و رازق ہے اور صرف وہی الوہیت والا ہے۔ جیسے ان لوگوں کو اس کا اقرار ہے کہ آسمان سے بارشیں برسانے والا اور زمینوں سے اناج اگانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ایسے ہی انہیں یہ بھی مان لینا چاہیئے کہ عبادت کے لائق بھی فقط وہی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ جب ہم تم میں اتنا بڑا اختلاف ہے تو لامحالہ ایک ہدایت پر اور دوسرا ضلالت پر ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں فریق ہدایت پر ہوں یا دونوں ضلالت پر ہوں۔ ہم موحد ہیں اور توحید کے دلائل کھلے کھلے اور بہت واضح ہم بیان کر چکے ہیں اور تم شرک پر ہو جس کی کوئی دلیل تمہارے ہاتھوں میں نہیں۔ پس یقیناً ہم ہدایت پر اور یقیناً تم ضلالت پر ہو۔ اصحاب رسول نے مشرکوں سے یہی کہا تھا کہ ہم فریقین میں سے ایک ضرور سچا ہے کیونکہ اس قدر تضاد و تباین کے بعد دونوں کا سچ ہونا تو عقلاً محال ہے۔ اس آیت کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ ہم ہی ہدایت پر اور تم ضلالت پر ہو۔ ہمارا تمہارا بالکل کوئی تعلق نہیں۔ ہم تم سے اور تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہیں۔ ہاں جس راہ پر ہم چل رہے ہیں' اسی راہ پر تم بھی آ جاؤ تو بے شک تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں ورنہ ہم تم میں کوئی لگاؤ نہیں۔ اور آیت میں بھی ہے کہ اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے کہ میرا عمل میرے ساتھ ہے اور تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے۔ تم میرے اعمال سے چڑتے ہو اور میں تمہارے کرتوں سے بے زار ہوں۔

سورۂ ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ الخ میں بھی اسی بے تعلقی اور برائت کا ذکر ہے۔ رب العالمین تمام عالم کو میدان قیامت میں اکٹھے کر کے سچے فیصلے کر دے گا۔ نیکوں کو ان کی جزا اور بدوں کو ان کی سزا دے گا۔ اس دن تمہیں ہماری حقانیت و

صداقت معلوم ہو جائے گی۔ جیسے ارشاد ہے ﴿وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَئِذٍ یَّتَفَرَّقُوْنَ﴾ الخ۔ قیامت کے دن سب جدا جدا ہو جائیں گے۔ ایماندار جنت کے پاک باغیچوں میں خوش وقت وفرحاں ہوں گے۔ اور ہماری آیتوں اور آخرت کے دن کو جھٹلانے والے کفر کرنے والے دوزخ کے گڑھوں میں حیران و پریشان ہوں گے۔ وہ حاکم و عادل ہے۔ حقیقت حال کا پورا عالم ہے تم اپنے ان معبودوں کو ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ لیکن کہاں سے ثبوت دے سکو گے۔ جب کہ میرا رب لانظیر بے شریک اور عدیم المثل ہے۔ وہ اکیلا ہے وہ ذی عزت ہے جس نے سب کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔ اور ہر ایک پر غالب آ گیا ہے۔ حکیم ہے اپنے اقوال وافعال میں اسی طرح شریعت اور تقدیر میں بھی برکتوں والا پاک منزہ اور مشرکوں کی تمام تہمتوں سے الگ ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾

ہم نے تجھے تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور دھمکا دینے والا بنا کر بھیجا ہاں یہ صحیح ہے کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے۔ پوچھتے ہیں کہ وہ وعدہ ہے کب؟ سچے ہو تو بتا دو۔ جواب دے کہ وعدے کا دن ٹھیک معین ہے۔ جس میں ایک ساعت نہ تم پیچھے ہٹ سکتے ہو نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔

پیغمبر نذیر و بشیر ہے: اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور اپنے رسول حضرت محمد ﷺ سے فرما رہا ہے کہ ہم نے تجھے تمام کائنات کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا﴾ یعنی اعلان کر دو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اور آیت میں ہے ﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا﴾ بابرکت ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہان کو ہوشیار کر دے۔ یہاں بھی فرمایا کہ اطاعت گزاروں کو بشارت جنت دے اور نافرمانوں کو جہنم۔ لیکن اکثر لوگ اپنی جہالت سے نبی کی نبوت کو نہیں مانتے۔ جیسے فرمایا ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ﴾ گو تو ہر چند چاہے تاہم اکثر لوگ بے ایمان رہیں گے۔ اور جگہ ارشاد ہوا اگر بڑی جماعت کی مانے گا تو وہ خود تجھے بھی راہ راست سے ہٹا دیں گے پس حضور اکرم ﷺ کی رسالت عام لوگوں کی طرف تھی۔ عرب و عجم سب کی طرف۔ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو سب سے زیادہ اس کا تابع فرمان ہو۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو آسمان والوں پر اور نبیوں پر سب پر فضیلت دی ہے۔ لوگوں نے اس کی دلیل دریافت کی تو آپ نے فرمایا دیکھو قرآن فرماتا ہے کہ ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس میں کھلم کھلا تبلیغ کر دے اور آنحضرت کی نسبت فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے عام لوگوں کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ بخاری و مسلم میں فرمان رسالتماب ہے کہ مجھے پانچ صفتیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ مہینہ بھر کی راہ تک میری مدد صرف رعب سے کی گئی ہے۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاک بنائی گئی ہے' میری امت میں سے جس کسی کو جس جگہ نماز کا وقت آ جائے وہ اسی جگہ نماز پڑھ لے۔ مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے غنیموں کا مال حلال نہیں کیا گیا تھا میرے لئے غنیمتیں حلال کر دی گئیں۔ مجھے شفاعت دی گئی' ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں تمام لوگوں کی

طرف بھیجا گیا ہوں یعنی جن وانس عرب و عجم کی طرف۔ پھر کافروں کا قیامت کو محال ماننا بیان ہو رہا ہے کہ پوچھتے ہیں قیامت کب آئے گی؟ جیسے اور جگہ ہے بے ایمان تو اس کی جلدی مچارہے ہیں اور باایمان اس سے کپکپارہے ہیں اور اسے حق جانتے ہیں الخ۔ جواب دیتا ہے کہ تمہارے لئے وعدہ کا دن مقرر ہو چکا ہے۔ جس میں تقدیم تاخیر کی زیادتی ناممکن ہے۔ جیسے ﴿اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ﴾۔ اور فرمایا ﴿وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ﴾ الخ۔ یعنی وہ مقررہ وقت پیچھے ہٹنے کا نہیں۔ تمہیں اس وقت مقررہ تک ڈھیل ہے جب وہ دن آ گیا پھر کوئی لب بھی نہ ہلا سکے گا۔ اس دن بعض نیک بخت ہوں گے اور بعض بد بخت۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِۨ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝۳۱ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ۝۳۲ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۳۳

کافروں نے کہا کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانیں نہ اس سے پہلے کی کتابوں کو اے دیکھنے والے کاش کے تو ان ظالموں کو اس وقت دیکھتا جب کہ یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہوں گے۔ ادنیٰ درجے کے لوگ بڑے درجے کے لوگوں سے کہیں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم تو مسلمان ہوتے۔ یہ بڑے ان چھوٹوں کو جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس ہدایت آ چکنے کے بعد ہم نے تمہیں اس سے روکا تھا؟ نہیں بلکہ تم خود ہی گنہگار تھے۔ اس کے جواب میں یہ ادنیٰ لوگ ان متکبروں سے کہیں گے' نہیں نہیں بلکہ تمہارا دن رات مکر و فریب سے ہمیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے اور اس کے شریک مقرر کرنے کا حکم دینا باعث ہوا ہماری بے ایمانی کا۔ عذاب کو دیکھتے ہی سب کے سب دل ہی دل میں پشیمان ہو رہے ہوں گے۔ کافروں کی گردنوں میں ہم طوق ڈال دیں گے۔ انہیں صرف ان کے کئے کرائے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

کافروں کی سرکشی اور باطل کی ضد کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ گو قرآن کی حقانیت کی ہزار ہا دلیلیں دیکھ لیں' لیکن مان کر نہیں دیں گے۔ بلکہ اس سے اگلی کتاب پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ انہیں اپنے قول کا مزہ اس وقت آئے گا جب اللہ تعالیٰ کے سامنے جہنم کے کنارے کھڑے کھڑے چھوٹے بڑوں کو بڑے چھوٹوں کو الزام دیں گے ہر ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہرائے گا تابعدار اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ اگر تم ہمیں نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان لائے ہوئے ہوتے۔ ان کے بزرگ انہیں جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں روکا تھا؟ ہم نے ایک بات کہی تم جانتے تھے کہ یہ بے دلیل ہے۔

دوسری جانب سے دلیلوں کی برستی ہوئی بارش تمہاری آنکھوں کے سامنے تھی۔ پھر تم نے اس کی پیروی چھوڑ کر ہماری کیوں مان لی؟ یہ تو تمہاری اپنی بے عقلی تھی، تم خود شہوت پرست تھے۔ تمہارے اپنے دل اللہ تعالیٰ کی باتوں سے بھاگتے تھے۔ رسولوں کی تابعداری خود تمہاری طبیعتوں پر شاق گزرتی تھی۔ سارا قصور تمہارا اپنا ہے ہمیں کیا الزام دے رہے ہو؟ یہ بے دلیل اپنے بزرگوں کی مان لینے والے انہیں پھر جواب دیں گے کہ دن رات کی تمہاری دھوکے بازیاں جعل سازیاں فریب کاریاں ہمیں اطمینان دلانا کہ ہمارے افعال اور عقائد ٹھیک ہیں۔ ہم سے بار بار کفر اور شرک کے نہ چھوڑتے کو پرانے دین کے نہ بدلنے کو باپ دادوں کی روش پر قائم رہنے کو کہنا، ہماری کمر تھپکنا، یہی سبب ہوا ہمارے ایمان سے رک جانے کا۔ تم ہی آآ کر ہمیں عقلی سنا کر اسلام سے پھیرتے تھے۔ دونوں الزام بھی دیں گے برات بھی کریں گے لیکن دل میں اپنے کئے پر پچھتا رہے ہوں گے ان سب کے ہاتھوں کو گردن سے ملا کر طوق و زنجیر سے جکڑ دیئے جائیں گے۔ اب ہر ایک کو ان کے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا۔ گمراہ کرنے والوں کو بھی اور گمراہ ہونے والوں کو بھی۔ ہر ایک کو پورا پورا عذاب ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جہنمی جب ہنکا کر جہنم کے پاس پہنچائے جائیں گے تو جہنم کے ایک ہی شعلے کی لپٹ سے سارے جسم کا گوشت جھلس کر پیروں پر آپڑے گا

ابن ابی حاتم حسن بن یحییٰ خشنیؒ فرماتے ہیں کہ جہنم کے ہر قید خانے ہر غار ہر زنجیر ہر قید پر جہنمی کا نام لکھا ہوا ہے۔ جب حضرت سلیمان دارانی کے سامنے یہ بیان ہوا تو آپ بہت روئے اور فرمانے لگے ہائے ہائے پھر کیا حال ہو گا اس کا جس پر یہ سب عذاب جمع ہو جائیں۔ پیروں میں بیڑیاں ہوں، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں گردن میں طوق ہوں، پھر جہنم کے غار میں دھکیل دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ تو بچانا پروردگار تو ہمیں سلامت رکھنا۔ ﴿اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ﴾۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾

ہم نے تو جس بستی میں جو بھی آگاہ کرنے والا بھیجا وہاں کے سرکشوں نے یہی کہا کہ جس چیز کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے ساتھ کافر ہیں۔ کہنے لگے ہم مال و اولاد میں بہت بڑھے ہوئے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم عذاب کئے جائیں۔ کہہ دے کہ میرا رب جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے۔ اور تنگ بھی کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ تمہارے مال اور اولاد ایسے نہیں کہ تمہیں ہمارے پاس مرتبوں سے قریب کر دیں ہاں جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان کے لئے ان کے اعمال کا دوہرا اجر ہے اور وہ نڈر و بے خوف ہو کر بالا

خانوں میں براج رہے ہوں گے۔ جو لوگ ہماری آیتوں کے مقابلہ کی تگ ودو میں لگے رہتے ہیں یہی ہیں جو عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔ اعلان کر دے کہ میرا رب اپنے بندوں میں جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کرتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ تم جو کچھ بھی راہ میں خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کو تسلی دیتا ہے اور اگلے پیغمبروں کی سی سیرت رکھنے کو فرماتا ہے۔ فرماتا ہے کہ جس بستی میں جو رسول گیا اس کا مقابلہ ہوا۔ بڑے لوگوں نے کفر کیا۔ ہاں غرباء نے تابعداری کی۔ جیسے کہ قوم نوح نے اپنے نبی سے کہا تھا۔ ﴿اَنُؤْمِنُ لَکَ وَ اتَّبَعَکَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾ ہم تجھ پر کیسے ایمان لائیں۔ تیرے ماننے والے تو سب نیچے درجہ کے لوگ ہیں۔ یہی مضمون دوسری آیت ﴿وَمَا نَرٰکَ اتَّبَعَکَ﴾ الخ میں ہے۔ قوم صالح کے متکبر لوگ ضعیفوں سے کہتے ہیں ﴿اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّہٖ﴾ الخ کیا تمہیں (حضرت) صالح علیہ السلام کے نبی ہونے کا یقین ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہم تو مومن ہیں۔ تو متکبرین نے صاف کہا کہ ہم نہیں جانتے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَکَذٰلِکَ فَتَنَّا﴾ الخ یعنی اس طرح ہم نے ایک کو دوسرے سے فتنے میں ڈالا تاکہ وہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے ہم سب میں سے احسان کیا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو جاننے والا نہیں۔ اور فرمان ہے ہر بستی میں وہاں کے بڑے بڑے لوگ مجرم اور مکار ہوتے ہیں اور فرمان ہے ﴿وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِکَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا﴾ الخ جب کسی بستی کی ہلاکت کا ہم ارادہ کرتے ہیں تو اس کے سرکش لوگوں کو کچھ احکام دیتے ہیں۔ وہ نہیں مانتے پھر ہم انہیں ہلاک کر دیتے ہیں۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ ہم نے جس بستی میں کوئی نبی و رسول بھیجا وہاں کے جاہ و حشمت شان و شوکت والے رئیسوں اور امیروں نے سرداروں اور بڑے لوگوں نے جھٹ سے اپنے کفر کا اعلان کر دیا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابورزینؒ فرماتے ہیں کہ دو شخص آپس میں شریک تھے۔ ایک سمندر پار چلا گیا ایک وہیں رہا۔ جب آنحضرت علیہ السلام مبعوث ہوئے تو اس نے اپنے ساتھی سے لکھ کر دریافت کیا کہ حضور اکرم علیہ السلام کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب میں لکھا کہ گرے پڑے لوگوں نے اس کی بات مانی ہے۔ شریف قریشیوں نے اس کی اطاعت نہیں کی۔ اس خط کو پڑھ کر وہ اپنی تجارت چھوڑ چھاڑ کر سفر کر کے اپنے شریک کے پاس پہنچا تھا یہ پڑھا لکھا۔ آسمانی کتابوں کا علم اسے حاصل تھا۔ اس سے پوچھا کہ بتاؤ حضور کہاں ہیں؟ معلوم کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کو کس چیز کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ نے اسلام کے ارکان اس کے سامنے بیان فرمائے وہ انہیں سنتے ہیں ایمان لے آیا۔ آپ نے فرمایا تمہیں اس کی تصدیق کیونکر ہو گئی؟ اس نے کہا اس بات سے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے ابتداً ماننے والے ہمیشہ ضعیف مسکین لوگ ہی ہوتے ہیں۔ اس پر یہ آیتیں اتریں اور حضور اکرم علیہ السلام نے آدمی بھیج کر ان سے کہلوایا کہ تمہاری بات کی سچائی اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ اسی طرح ہرقل نے کہا تھا جب کہ اس نے ابوسفیان سے ان کی جاہلیت کی حالت میں آنحضرت علیہ السلام کی نسبت دریافت کیا تھا کہ کیا شریف لوگوں نے ان کی تابعداری کی ہے یا ضعیفوں نے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ ضعیفوں نے۔ اس پر ہرقل نے کہا تھا کہ ہر رسول کی اولاً تابعداری کرنے والے یہی ضعیف لوگ ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا یہ خوش حال لوگ مال و اولاد کی کثرت پر ہی فخر کرتے ہیں اور اسے دلیل بناتے ہیں اس بات کی کہ وہ رب کے پسندیدہ ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت و مہربانی اس پر نہ ہوتی تو انہیں یہ نعمتیں نہ دیتا اور جب یہاں رب مہربان ہے تو آخرت میں بھی وہ مہربان ہی رہے گا۔ قرآن نے ہر جگہ اس کا رد کیا ہے۔

ایک جگہ فرمایا ﴿اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ﴾ الخ کیا ان کا خیال ہے کہ مال و اولاد کی زیادتی ان کے لئے بہتری ہے؟ نہیں بلکہ برائی ہے لیکن یہ بے شعور ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُهُمْ﴾ الخ ان کا مال اور اولاد تجھے دھوکے میں نہ

ڈالے۔ اس سے انہیں دنیا میں بھی سزا ہوگی اور مرتے دم تک یہ کفر پر ہی رہیں گے۔ اور آیات میں ہے ﴿ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ﴾ الخ یعنی مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دے جسے میں نے ممتاز کر دیا ہے اور بہ کثرت مال دے رکھا ہے اور حاضر باش فرزند دے رکھے ہیں اور ہر طرح کا عیش اس کے لئے مہیا کر دیا ہے تاہم اسے طمع ہے کہ میں اور زیادہ دوں۔ ایسا نہیں یہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے کچھ ہی زمانہ جاتا ہے کہ اسے میں دوزخ کے پہاڑوں پر چڑھاؤں گا اس شخص کا واقعہ بھی مذکور ہوا ہے جس کے دو باغ تھے مال والا' پھلوں والا' اولاد والا تھا لیکن کسی چیز نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ عذاب الٰہی سے سب سب چیزیں دنیا میں ہی تباہ اور خاک سیاہ ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ جس کی روزی کشادہ کرنی چاہے کشادہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس کی تنگ روزی کرنا چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ دنیا تو وہ اپنے دوستوں دشمنوں سب کو دیتا ہے۔ غنی یا فقیر ہونا اس کی رضامندی اور ناراضگی کی دلیل نہیں' بلکہ اس میں اور ہی حکمتیں ہوتی ہیں جنہیں اکثر لوگ جان نہیں سکتے۔ مال و اولاد کو ہماری عنایت کی دلیل بنانا غلطی ہے یہ کوئی ہمارے پاس مرتبہ بڑھانے والی چیز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)۔

ہاں اس کے پاس درجات دلانے والی چیز ایمان اور نیک اعمال ہیں۔ ان کی نیکیوں کے بدلے انہیں بہت بڑھا چڑھا کر دیئے جائیں گے۔ ایک ایک نیکی دس دس گنا بلکہ سات سات سو گنا کر کے دی جائے گی جنت کی بلند ترین منزلوں میں ہر ڈر خوف سے ہر کھٹکے اور غم سے پر امن ہوں گے نہ کوئی دکھ درد ہو گا۔ نہ ایذا اور صدمہ۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے نظر آتا ہے۔ ایک اعرابی نے کہا یہ بالا خانے کس کے لئے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو نرم کلامی کرے اور کھانا کھلائے اور بکثرت روزے رکھے' اور لوگوں کی نیند کے وقت تہجد پڑھے (ابن ابی حاتم)۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے اوروں کو روکتے ہیں۔ رسولوں کی تابعداری سے لوگوں کو باز رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی تصدیق نہیں کرنے دیتے وہ جہنم کی سزاؤں میں حاضر کئے جائیں گے اور برابر بدلہ پائیں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ کے مطابق جسے چاہے بہت ساری دنیا دیتا ہے اور جسے چاہے بہت کم دیتا ہے۔ یہ سکھ چین کر رہا ہے وہ دکھ درد میں مبتلا ہے۔ رب کی حکمتوں کو کوئی نہیں جان سکتا اس کی مصلحتیں وہی خوب جانتا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴾ تو دیکھ لے کہ ہم نے کس طرح ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے اور البتہ آخرت درجوں میں اور فضیلتوں میں بہت بڑی ہے۔ یعنی جس طرح فقر و غنا کے ساتھ درجوں کی اونچ نیچ یہاں ہے' اسی طرح آخرت میں بھی اعمال کے مطابق درجات و درکات ہوں گے۔ نیک لوگ تو جنتوں کے بلند و بالا بالا خانوں میں' اور بدلوگ جہنم کے نیچے کے طبقے کے جیل خانوں میں۔ دنیا میں سب سے بہتر شخص بہ فرمان رسول اللہ ﷺ وہ ہے جو سچا مسلمان ہو اور بقدر کفایت روزی پاتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قناعت بھی دیا گیا ہو (مسلم)

اللہ تعالیٰ کے حکم یا اس کی قیامت کے ماتحت تم جو کچھ خرچ کرو گے اس کا بدلہ وہ تمہیں دونوں جہان میں دے گا۔ صحیح حدیث میں ہے تو خرچ کر تو تجھ پر بھی خرچ کیا جائے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ ہر صبح ایک فرشتہ دعا کرتا ہے' اے اللہ بخیل کے مال کو تلف اور برباد کر' دوسرا دعا کرتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والے کو نیک بدلہ دے۔ حضرت بلالؓ سے ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اے بلال! خرچ کر اور عرش والے کی طرف سے تنگی کا خیال بھی نہ کر۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تمہارے اس زمانے کے بعد ایسا زمانہ آ رہا ہے جو کاٹ کھانے والا ہو گا۔ مال ہو گا لیکن مالدار گویا اپنے مال پر دانت گڑوئے ہوئے ہوں گے کہ کہیں خرچ نہ ہو جائے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے اسی آیت ﴿ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ ﴾ الخ کی تلاوت فرمائی۔

اور حدیث میں ہے بدترین لوگ وہ ہیں جو بے بس اور مضطر لوگوں کی چیزیں کم داموں خرید تے پھریں' یاد رکھو ایسی بیع حرام ہے۔ مضطر کی بیع حرام ہے۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے' نہ اس پر ظلم کرے نہ اسے رسوا کرے۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو دوسروں کے ساتھ سلوک اور بھلائی کر ورنہ اس کی ہلاکت کو تو نہ بڑھا (ابویعلی موصلی)۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور ضعیف بھی ہے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہیں اس آیت کا غلط مطلب نہ لے لینا اپنے مال کو خرچ کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا۔ روزیاں بٹ چکی ہیں رزق مقسوم ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٤٠﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿٤٢﴾

ان سب کو اللہ تعالیٰ اس دن جمع کر کے فرشتوں سے دریافت فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے ہمارا ولی تو تو ہے نہ کہ یہ۔ یہ لوگ جنہوں کی عبادت کرتے تھے ان میں کے اکثر کو انہی پر ایمان تھا۔ پس آج تم میں سے کوئی بھی کسی کے لئے بھی کسی قسم کے نفع و نقصان کا مالک نہ ہو گا۔ ہم ظالموں سے کہہ دیں گے کہ اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے رہے۔

فرشتوں سے سوال: مشرکین کو شرمندہ لاجواب اور بے عذر کرنے کے لئے ان کے سامنے فرشتوں سے سوال ہو گا جن کی مصنوعی شکلیں بنا کر یہ مشرک دنیا میں پوجتے رہے کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ سے ملا دیں۔ سوال ہو گا کہ کیا تم نے انہیں اپنی عبادت کرنے کو کہا تھا؟

جیسے سورۂ فرقان میں ہے۔ ﴿ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ﴾ یعنی کیا تم نے انہیں گمراہ کیا تھا؟ یا یہ خود ہی بہکے ہوئے تھے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہو گا کیا تم لوگوں سے کہہ آئے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میری اور میری ماں کی عبادت کرنا۔ آپ جواب دیں گے کہ اے اللہ تیری ذات پاک ہے مجھے جو کہنا سزاوار نہ تھا اسے میں کیسے کہہ دیتا۔ اسی طرح فرشتے بھی اپنی برات ظاہر کریں گے اور کہیں گے تو اس سے بہت بلند اور پاک ہے کہ تیرا کوئی شریک ہو' ہم تو خود تیرے بندے ہیں ہم ان سے بیزار رہے اور اب بھی ان سے الگ ہیں۔ یہ شیاطین کی پرستش کرتے تھے۔ شیطانوں نے ہی ان کے لئے بتوں کی پوجا کو مزین کر رکھا تھا اور انہیں گمراہ کر دیا تھا۔ ان میں کے اکثر کا اعتقاد شیطان ہی پر تھا۔

جیسے فرمان باری ہے۔ ﴿اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا لَّعَنَهُ اللّٰهُ﴾ یعنی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عورتوں کی پرستش کرتے ہیں اور سرکش شیطان کی عبادت کرتے ہیں' جس پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے۔ پس جن جن سے تم اے مشرکو! لو لگائے ہوئے تھے ان میں سے ایک بھی تمہیں کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا۔ اس شدت و کرب کے وقت یہ سارے جھوٹے معبود تم سے یکسو ہو جائیں گے۔ کیونکہ انہیں کسی کے کسی طرح کے نفع و ضرر کا اختیار تھا ہی نہیں۔ آج ہم خود مشرکوں سے فرما دیں گے کہ لو جس عذاب جہنم کو جھٹلا رہے تھے آج اس کا مزہ چکھو۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیْدُ اَنْ یَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًی ؕ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ یَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِیْرٍ ؕ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَیْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِیْ ۫ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ﴿۴۵﴾

جب ان کے سامنے ہماری صاف صاف آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ شخص تو تمہیں تمہارے باپ داداؤں کے معبود سے روک دینا چاہتا ہے اس کے سوا کوئی بات نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تو تراشا ہوا بہتان ہے۔ حق ان کے پاس آ چکا لیکن پھر بھی کافر یہی کہتے رہے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ ان مکے والوں کو نہ تو ہم نے کتابیں دے رکھی ہیں جنہیں یہ پڑھتے ہوں نہ ان کے پاس تجھ سے پہلے کوئی آگاہ کرنے والا آیا ہے۔ ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی ہماری باتوں کو جھوٹا جانا تھا انہیں ہم نے جو دے رکھا تھا یہ تو اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے انہوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا پھر دیکھ کہ میرے عذابوں کی کیا کیفیت ہوئی۔

کتاب حق: کافروں کی وہ شرارت بیان ہو رہی ہے۔ جس کے باعث وہ ربانی عذابوں کے مستحق ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام تازہ بہ تازہ اس کے افضل رسول علیہ السلام کی زبان سے سنتے ہیں۔ قبول کرنا ماننا' اس کے مطابق عمل کرنا تو ایک طرف اور کہتے ہیں کہ دیکھو یہ شخص تمہیں تمہارے پرانے اور سچے دین سے روک رہا ہے اور اپنے باطل خیالات کی طرف تمہیں بلا رہا ہے یہ قرآن تو اس کا خود تراشیدہ ہے آپ ہی گھڑ لیتا ہے اور یہ تو جادو ہے اور اس کا جادو ہونا کچھ ڈھکا چھپا نہیں' بالکل ظاہر ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان عرب کی طرف نہ تو اس سے پہلے کوئی کتاب بھیجی گئی ہے نہ آپ سے پہلے ان میں کوئی رسول آیا ہے اس لئے انہیں مدتوں سے تمنا تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ کا رسول ہم میں آتا اگر کتاب اللہ ہم میں اترتی تو ہم سب سے زیادہ مطیع اور پابند ہو جاتے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دیرینہ آرزو پوری کی تو لگے جھٹلانے اور انکار کرنے۔ اس سے اگلی امتوں کے نتیجے ان کے سامنے ہیں۔ وہ قوت وطاقت مال ومتاع اسباب دنیوی ان سے بہت زیادہ رکھتے تھے یہ تو ابھی ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے لیکن میرے عذابوں کے اترنے کے بعد نہ مال کام آئے نہ اولادیں اور کنبے قبیلے کام آئے نہ قوت وطاقت نے کوئی فائدہ دیا' برباد کر دیئے گئے۔

جیسے فرمایا ﴿وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِیْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِیْهِ﴾ الخ یعنی ہم نے انہیں قوت وطاقت دے رکھی تھی آنکھیں اور کان بھی رکھتے تھے دل بھی تھے لیکن میری آیتوں کے انکار پر جو عذاب آئے' اس وقت کسی چیز نے کچھ فائدہ نہ دیا اور جس کے ساتھ مذاق اڑاتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔ کیا یہ لوگ زمین پر چل پھر کر اپنے سے اگلے لوگوں کا انجام دیکھتے نہیں جو ان سے تعداد میں زیادہ طاقت میں بڑھے ہوئے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ رسولوں کے جھٹلانے کے باعث پیس دیئے گئے جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے۔ تم دیکھ لو غور کر لو کہ میں نے کس طرح اپنے رسولوں کی نصرت کی اور کس طرح جھٹلانے والوں پر اپنا عذاب اتارا؟

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾

کہہ دے کہ میں تمہیں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم خلوص کے ساتھ ضد چھوڑ کر دو دو مل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہو کر سوچو تو سہی۔ تمہارے اس رفیق کو کوئی جنون نہیں وہ تو تمہیں ایک بری سخت آفت کے آنے سے پہلے ہوشیار کرنے والا ہے۔

پیغمبر مجنون نہیں: حکم ہوتا ہے کہ یہ کافر جو تجھے مجنون بتا رہے ہیں ان سے کہہ کہ ایک کام تو کرو خلوص کے ساتھ تعصب اور ضد کو چھوڑ کر ذرا سی دیر سوچو تو آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرو کہ کیا محمد مجنون ہے؟ اور ایمان داری سے ایک دوسرے کو جواب دے۔ ہر شخص تنہا تنہا بھی غور کرے اور دوسرے سے بھی پوچھے۔ لیکن یہ شرط ہے کہ ضد اور ہٹ کو بات کی پیچ کو دماغ سے نکال کر تعصب اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر۔ تمہیں خود معلوم ہو جائے گا تمہارے دل سے آواز اٹھے گی کہ حقیقت میں حضور اکرم ﷺ کو جنون نہیں' بلکہ آپ تم سب کے خیر خواہ ہیں دردمند ہیں۔ ایک آنے والے خطرے سے جس سے تم بے خبر ہو وہ تمہیں آگاہ کر رہے ہیں۔

بعض لوگوں نے اس آیت سے تنہا اور جماعت سے نماز پڑھنے کا مطلب سمجھا ہے اور اس کے ثبوت میں ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔ لیکن وہ حدیث ضعیف ہے۔ اس میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ میں تین چیزیں دیا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کوئی نہیں دیا گیا۔ یہ میں فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں۔ میرے لئے مال غنیمت حلال کئے گئے مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہیں کئے گئے تھے۔ وہ مال غنیمت کو جمع کر کے جلا دیتے تھے۔ اور میں ہر سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ ہر نبی صرف اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو کی چیز بنا دی گئی ہے کہ میں اس کی مٹی سے تیمم کر لوں اور جہاں بھی ہوؤں اور نماز کا وقت آ جائے۔ نماز ادا کر لوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے باادب کھڑے ہو جایا کرو۔ دو دو اور ایک ایک۔ اور ایک مہینے کی راہ تک میری مدد صرف رعب سے کی گئی ہے۔ یہ حدیث سنداً ضعیف ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس میں آیت کا ذکر اور اسے جماعت سے یا الگ نماز پڑھ لینے کے معنی میں لے لینا۔ یہ راوی کا اپنا قول ہو اور اس طرح بیان کر دیا گیا ہو کہ بہ ظاہر وہ الفاظ حدیث کے معلوم ہوتے ہیں کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی خصوصیات کی احادیث بہ سند صحیح بہت سی مروی ہیں اور کسی میں بھی یہ الفاظ نہیں' واللہ اعلم۔

آپ لوگوں کو اس عذاب سے ڈرانے والے ہیں جو ان کے آگے ہے اور جس سے یہ بالکل بے خبر بے فکری سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور عرب کے دستور کے مطابق ﴿ یا صَبَاحَاہ ﴾ کہہ کر آواز بلند کی جو علامت تھی کہ کوئی شخص کسی اہم بات کے لئے بلا رہا ہے۔ عادت کے مطابق اسے سنتے ہی لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا سنو اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن تمہاری طرف چڑھائی کرنے چلا آ رہا ہے اور عجب نہیں کہ صبح و شام ہی تم پر حملہ کر دے۔ تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے بہ یک زبان جواب دیا ہاں بے شک ہم آپ کو سچا جانیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ سنو میں تمہیں اس عذاب سے ڈرا رہا ہوں جو تمہارے آگے ہے۔ یہ سن کر ابولہب ملعون نے کہا' تیرے ہاتھ ٹوٹیں کیا اسی لئے تو نے ہم سب کو جمع کیا تھا۔ اس پر سورۃ ﴿ تَبَّتْ يَدَآ ﴾ الخ اتری یہ احادیث ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ کی تفسیر میں گزر چکی ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نکلے اور ہمارے پاس آ کر تین مرتبہ آواز دی۔ فرمایا لوگو! میری اور اپنی مثال

جانتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول ﷺ کو پورا علم ہے۔ آپ نے فرمایا میری اور تمہاری مثال اس قوم جیسی ہے جن پر دشمن حملہ کرنے والا تھا۔ انہوں نے اپنا آدمی بھیجا کہ جا کر دیکھے اور دشمن کے نقل و حرکت سے انہیں مطلع کرے اس نے جب دیکھا کہ دشمن ان کی طرف چلا آ رہا ہے اور قریب پہنچ چکا ہے تو وہ لپکا ہوا قوم کی طرف بڑھا کہ کہیں ایسا نہ ہو میں انہیں اطلاع پہنچاؤں' اس سے پہلے ہی دشمن کا حملہ نہ ہو جائے اس لئے اس نے راستے میں ہی۔ اپنا کپڑا ہلانا شروع کیا کہ ہوشیار ہو جاؤ دشمن آ پہنچا۔ تین مرتبہ یہی کہا۔ اور حدیث میں ہے میں اور قیامت ایک ساتھ ہی بھیجے گئے۔ قریب تھا کہ قیامت مجھ سے پہلے آ جاتی۔

قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰي نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿۵۰﴾

کہہ دے کہ جو بدلہ میں تم سے مانگوں وہ تمہیں ہی دیا۔ میرا بدلہ تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے وہ ہر چیز پر حاضر اور مطلع ہے۔ کہہ دے کہ میرا رب حق سچی وحی نازل فرماتا ہے وہ ہر غیب کا جاننے والا ہے۔ کہہ دے کہ حق آ چکا باطل نہ تو پہلی بار ابھرا نہ دوبارہ ابھر سکے گا۔ کہہ دے کہ اگر میں بہک جاؤں تو میرے بہکنے کا وبال مجھ ہی پر ہے اور اگر میں راہ ہدایت پر ہوں تو بہ سبب اس وحی کے جو میرے پروردگار نے مجھے کی ہے وہ بڑا ہی سننے والا اور بہت ہی قریب ہے۔

پیغمبر خیر خواہ ہے: حکم ہو رہا ہے کہ مشرکوں سے فرما دیجئے کہ میں جو تمہاری خیر خواہی کر تا ہوں۔ تمہیں احکام دینی پہنچا رہا ہوں' وعظ و نصیحت کرتا ہوں اس پر میں تم سے کسی بدلے کا طالب نہیں۔ بدلہ تو اللہ تعالیٰ ہی دے گا جو تمام چیز وں کی حقیقت سے مطلع ہے۔ میری تمہاری حالت اس پر خوب روشن ہے۔ پھر جو فرمایا اسی طرح کی آیت ﴿یُلْقِی الرُّوْحَ﴾ الخ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فرمان سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جس پر چاہتا ہے اپنی وحی کے ساتھ بھیجتا ہے۔ وہ حق کے ساتھ فرشتہ اتارتا ہے وہ علام الغیوب ہے اس پر آسمان و زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق اور مبارک شریعت آ چکی۔ باطل پراگندہ اور بود اہو کر برباد ہو گیا۔ جیسے فرمان ہے ﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾۔ ہم باطل پر حق کو نازل فرما کر باطل کے ٹکڑے اڑا دیتے ہیں اور اس کی بھوسی اڑ جاتی ہے۔ آں حضرت ﷺ فتح مکہ والے دن جب بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں کے بتوں کو اپنی کمان کی لکڑی سے گراتے جاتے تھے اور زبان سے فرماتے جاتے تھے۔ ﴿وَقُلْ جَاۗءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ حق آ گیا باطل مٹ گیا' وہ تھا ہی مٹنے والا (بخاری و مسلم)۔

باطل کا اور ناحق کا دباؤ سب دب گیا۔ بعض مفسرین سے مروی ہے کہ مراد یہاں باطل سے ابلیس ہے۔ یعنی نہ اس نے کسی کو پہلے پیدا کیا نہ آئندہ کر سکے نہ مردے کو جلا سکے نہ اسے کوئی اور ایسی قدرت۔ بات تو یہ بھی سچی ہے لیکن یہ مراد یہاں نہیں۔ واللہ اعلم۔ پھر جو فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ خیر سب کی سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی

وحی میں ہے وہی سراسر حق ہے اور ہدایت وبیان ورشد ہے۔ گمراہ ہونے والے آپ ہی بگڑ رہے اور اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جب کہ مفوضہ کا مسئلہ دریافت کیا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا۔ اسے میں اپنی رائے سے بیان کرتا ہوں۔ اگر صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس سے بری ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتوں کا سننے والا ہے اور قریب ہے پکارنے والے کی ہر پکار کو ہر وقت سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ صحیح کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے اصحابؓ سے فرمایا۔ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے' جسے تم پکار رہے ہو' وہ سمیع' قریب ومجیب ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٥١﴾ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٥٢﴾ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِن قَبْلُ ۖ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٥٣﴾ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِم مِّن قَبْلُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ﴿٥٤﴾

اور اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں جب کہ یہ کفار گھبرائے پھریں گے پھر نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہو گی اور قریب ہی کی جگہ سے گرفتار کر لئے جائیں گے۔ اس وقت کہیں گے کہ ہم اس قرآن پر ایمان لائے لیکن اس قدر دور جگہ سے کیسے ہاتھ پہنچ سکتا ہے۔ اس سے پہلے تو انہوں نے اس سے کفر کیا تھا۔ اور دور دراز سے بن دیکھے ہی پھینکتے رہے۔ ان کی چاہتوں اور ان کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا جیسے کہ اس سے پہلے بھی ان جیسوں کے ساتھ کیا گیا۔ یہ تھے ہی شک وتردد میں۔

روز قیامت ایمان قبول کرنا نفع نہ دے گا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرمارہا ہے کہ اے نبی! کاش کہ آپ ان کافروں کی قیامت کے دن کی گھبراہٹ دیکھتے کہ ہر چند عذابوں سے چھٹکارا چاہیں گے لیکن بچاؤ کی کوئی صورت نہیں پائیں گے۔ نہ بھاگ کر نہ چھپ کر نہ کسی کی حمایت نہ کسی کی پناہ سے بلکہ فوراً ہی پاس سے ہی پکڑ لے جائیں گے۔ ادھر قبروں سے نکلے ادھر پھانس لئے گئے۔ ادھر کھڑے ہوئے ادھر گرفتار کر لئے گئے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ دنیا میں عذابوں میں ہی پھنس گئے چنانچہ بدر وغیرہ کے میدانوں میں قتل واسیر ہوئے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ مراد قیامت کے دن کے عذاب ہیں۔ بعض کہتے ہیں بنو عباس کی خلافت کے زمانے میں مکے مدینے کے درمیان ان کے لشکروں کا زمین میں دھنسایا جانا مراد ہے۔ ابن جریرؒ نے اسے بیان کر کے اس کی دلیل میں ایک حدیث وارد کی ہے جو بالکل ہی موضوع اور گھڑی ہوئی ہے لیکن تعجب پر تعجب ہے کہ امام صاحبؒ نے اس کا موضوع ہونا بیان نہیں کیا۔ قیامت کے دن کہیں گے کہ ہم ایمان قبول کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے رسولوں پر ایمان لائے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ تَرىٰ اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُؤُسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ الخ کاش کہ تو دیکھتا جب کہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں کھڑے ہوں گے اور شرمندگی سے کہہ رہے ہوں گے کہ اے اللہ ہم نے دیکھ سن لیا۔ ہمیں یقین آ گیا۔ اب تو ہمیں پھر سے دنیا میں بھیج دے تو ہم دل سے مانیں گے۔ لیکن کوئی شخص جس طرح بہت دور کی چیز کو لینے کے لئے دور سے ہی ہاتھ بڑھائے اور وہ اس کے ہاتھ نہیں آ سکتی۔ اسی طرح یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ آخرت میں وہ کام کرتے ہیں جو دنیا میں کرنا چاہئے تھا تو آخرت میں وہ ایمان لانا بے سود ہے۔ اب نہ دنیا

میں لوٹائے جائیں نہ اس وقت کی گریہ وزاری، توبہ وفریاد، ایمان واسلام کچھ کام آئے۔ اس سے پہلے دنیا میں تو منکر ہے نہ اللہ تعالیٰ کو مانا نہ رسول پر ایمان لائے نہ قیامت کے قائل ہوئے یونہی جیسے کوئی بن دیکھے اندازے سے ہی نشانے پر تیر بازی کر رہا ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی باتوں کو اپنے گمان سے ہی رد کرتے رہے۔ نبی کو کبھی کاہن کہہ دیا کبھی شاعر بتلا دیا کبھی جادوگر کہا اور کبھی مجنون۔ صرف انکل پچو قیامت کو جھٹلاتے رہے اور بے دلیل آوروں کی عبادت کرتے رہے جنت دوزخ کا مذاق اڑاتے رہے۔ اب ایمان میں اور ان میں حجاب آ گیا۔ توبہ میں اور ان میں پردہ پڑ گیا۔ دنیا ان سے چھوٹ گئی یہ دنیا سے الگ ہو گئے۔ ابن ابی حاتم نے یہاں پر عجیب وغریب اثر نقل کیا ہے جسے ہم پورا ہی نقل کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بنو اسرائیل میں ایک فاتح شخص تھا جس کے پاس مال بہت تھا جب وہ مر گیا اور اس کا لڑکا اس کا وارث ہوا تو بری طرح نافرمانیوں میں مال لٹانے لگا۔ اس کے چچاؤں نے اسے ملامت کی اور سمجھایا اس نے غصے میں آ کر سب چیزیں بیچ کر روپے لے کر عین شجاجہ کے پاس آ کر ایک محل تعمیر کرا کر یہاں رہنے لگا۔ ایک روز زور کی آندھی اٹھی۔ جس میں ایک بہت خوبصورت خوش رو بو عورت اس کے پاس آ پڑی۔ اس نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا بنی اسرائیل شخص ہوں۔ کہا یہ محل اور مال آپ ہی کا ہے؟ اس نے کہا ہاں پوچھا۔ آپ کی بیوی بھی ہے؟ کہا' نہیں۔ کہا پھر تم اپنی زندگی کا لطف کیا اٹھاتے ہو؟ اب اس نے پوچھا کہ کیا تمہارا خاوند ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ کہا پھر مجھے قبول کرو۔ اس نے جواب دیا میں یہاں سے میل بھر دور رہتی ہوں کل تم یہاں سے اپنے ساتھ دن بھر کا کھانا پینا لے کر چلو اور میرے ہاں آؤ راستے میں کچھ عجائبات دیکھو تو گھبرانا نہیں۔ اس نے قبول کیا اور دوسرے دن توشہ لے کر چلا۔ میل بھر دور جا کر ایک نہایت عالی شان محل دیکھا۔ دستک دینے سے ایک خوبصورت نوجوان شخص آیا۔ پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب دیا بنو اسرائیلی ہوں۔ کہا کیسے آئے ہیں؟ کہا اس مکان کی مالکہ نے بلوایا ہے۔ پوچھا راستے میں کچھ ہولناک چیزیں بھی دیکھیں؟ جواب دیا ہاں اور اگر مجھے یہ کہا ہوا نہ ہوتا کہ گھبرانا مت' تو میں ہول و دہشت سے ہلاک ہو گیا ہوتا۔ میں چلا' ایک چوڑے راستے پر پہنچا تو دیکھا ایک کتیا منہ پھاڑے بیٹھی ہوئی ہے۔ میں گھبرا کر دوڑا تو دیکھا کہ مجھ سے آگے آگے وہ ہے اور اس کے پلے (بچے) اس کے پیٹ میں ہیں اور بھونک رہے ہیں۔ اس نوجوان نے کہا' تو اسے نہیں پائے گا۔ یہ تو آخر زمانے ہونے والی ایک بات کی مثال تجھے دکھائی گئی ہے کہ ایک نوجوان بوڑھے بڑوں کی مجلس میں بیٹھے گا اور ان سے اپنے راز کی پوشیدہ باتیں کرے گا۔ میں اور آگے بڑھا تو دیکھا۔ ایک سو بکریاں ہیں جن کے تھن دودھ سے پر ہیں۔ ایک بچہ ہے جو دودھ پی رہا ہے جب وہ دودھ ختم ہو جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ اور کچھ باقی نہیں رہا تو وہ منہ کھول دیتا ہے گویا اور مانگ رہا ہے۔ اس نوجوان دربان نے کہا۔ تو اسے بھی نہیں پائے گا۔ یہ مثال تجھے بتلائی گئی ہے ان بادشاہوں کی جو آخر زمانے میں آئیں گے۔ لوگوں سے سونا چاندی گھسیٹیں گے یہاں تک کہ سمجھ لیں گے کہ اب کسی کے پاس کچھ نہیں بچا تو بھی وہ ظلم و زیادتی کر کے منہ پھیلائے رہیں گے۔ اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک درخت ہے نہایت تر و تازہ' خوش رنگ اور خوش وضع' میں نے اس کی ایک ٹہنی توڑنی چاہی تو دوسرے درخت سے آواز آئی' کہ اے اللہ کے بندے میری ڈالی توڑ جا۔ پھر تو ہر ایک درخت سے یہی آواز آنے لگی۔ دربان نے کہا۔ تو اسے بھی نہ پائے گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آخر زمانے میں مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ جب ایک مرد کی طرف سے عورت کو پیغام جائے گا تو دس بیس عورتیں اسے اپنی طرف بلانے لگیں گی۔ اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک دریا کے کنارے ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور لوگوں کو پانی بھر بھر کر دے رہا ہے پھر اپنی مشک میں ڈالتا ہے لیکن اس میں ایک قطرہ بھی نہیں ٹھہرتا۔ دربان نے کہا تو اسے بھی نہیں پائے گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آخر زمانے میں ایسے علماء اور واعظین ہوں گے جو لوگوں کو علم سکھائیں گے بھلی باتیں بتلائیں گے۔ لیکن خود عامل نہیں ہوں گے بلکہ خود گناہوں میں مبتلا رہیں گے۔ پھر جو میں آگے بڑھا تو میں

نے دیکھا کہ ایک بکری ہے۔ بعض لوگوں نے تو اس کے پاؤں پکڑ رکھے ہیں بعضوں نے دم تھام رکھی ہے۔ بعضوں نے سینگ پکڑ رکھے ہیں۔ بعض اس پر سوار ہیں اور بعض اس کا دودھ دوہ رہے ہیں۔ اس نے کہا یہ مثال ہے دنیا کی' جو اس کے پیر تھامے ہوئے ہیں یہ تو وہ ہیں جو دنیا سے گر گئے جنہیں یہ نہ ملی۔ جس نے سینگ تھام رکھے ہیں یہ وہ ہے جو اپنا گزارہ کر لیتا ہے لیکن تنگی ترشی سے' دم پکڑنے والے وہ ہیں جن سے دنیا بھاگ چھوٹی ہے۔ سوار وہ ہیں جو از خود تارک دنیا ہو گئے ہیں۔ ہاں دنیا سے صحیح فائدہ اٹھانے والے ہیں۔ جنہیں تم نے اس بکری کا دودھ نکالتے ہوئے دیکھا۔ انہیں خوشی ہو' یہ مستحق مبارکباد ہیں۔ اس نے کہا میں اور آگے چلا تو دیکھا کہ ایک شخص ایک کنویں میں سے پانی کھینچ رہا ہے اور ایک حوض میں ڈال رہا ہے۔ جس حوض میں سے پانی پھر کنویں میں چلا جاتا ہے۔ اس نے کہا یہ وہ شخص ہے جو نیک عمل کرتا ہے لیکن قبول نہیں ہوتے۔ اس نے کہا پھر میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص نے دانے زمین میں بوئے اسی وقت کھیتی تیار ہو گئی اور بہت اچھے نفیس گیہوں نکل آئے۔ کہا یہ وہ شخص ہے جس کی نیکیاں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو دیکھا کہ شخص چت لیٹا پڑا ہے۔ مجھ سے کہنے لگا بھائی میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دو۔ واللہ جب سے میں پیدا ہوا ہوں بیٹھا ہی نہیں۔ میرے ہاتھ پکڑتے ہی وہ کھڑا ہو کر تیز دوڑا یہاں تک کہ میری نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔ اس دربان نے کہا یہ تیری عمر تھی جو جا چکی اور ختم ہو گئی۔ میں ملک الموت ہوں اور جس عورت سے تو ملنے آیا ہے اس کی صورت میں بھی میں ہی تھا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تیرے پاس آیا تھا کہ تیری روح اس جگہ قبض کروں' پھر تجھے جہنم رسید کروں۔ اس کے بارے میں یہ آیت ﴿وَحِيلَ بَيْنَهُمْ﴾ الخ نازل ہوئی۔ یہ اثر غریب ہے اور اس کی صحت میں بھی نظر ہے۔ آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ کافروں کی جب موت آتی ہے ان کی روح حیات دنیا کی لذتوں میں اٹکی رہتی ہے۔ لیکن موت مہلت نہیں دیتی اور ان کی خواہش کے اور ان کے درمیان وہ حائل ہو جاتی ہے۔ جیسے اس شخص مغرور و مفتون کا حال ہوا کہ گیا تو عورت ڈھونڈھنے کو اور ملاقات ہوئی ملک الموت سے امید پوری ہو اس سے پہلے روح پرواز کر گئی۔ پھر فرماتا ہے ان سے پہلے کی امتوں کے ساتھ بھی یہی کیا گیا وہ بھی موت کے وقت زندگی اور ایمان کی آرزو کرتے رہے جو محض بے سود تھی۔ جیسے فرمان عالی شان ہے ﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا﴾ الخ جب انہوں نے ہمارے عذاب دیکھ لئے تو کہنے لگے۔ ہم اللہ تعالیٰ واحد پر ایمان لائے اور جس جس کو ہم شریک الٰہی بناتے تھے ان سب سے ہم انکار کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت کے ان کے ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔ ان سے پہلوں میں بھی یہی طریقہ الٰہی جاری رہا۔ کفار نفع سے محروم ہی ہیں۔ یہاں فرمایا کہ دنیا میں تو زندگی بھر شک و شبہ میں اور تردد میں ہی رہے۔ اسی وجہ سے عذاب کے معائنے کے بعد کا ایمان بے کار رہا۔ حضرت قتادہؒ کا آب زر سے لکھنے کے لائق یہ قول ہے جو آپ فرماتے کہ شبہات سے اور مشکوک سے بچو' اس پر جس کی موت آئی وہ قیامت کے دن بھی اسی پر اٹھایا جائے گا۔ اور جو یقین پر مرا اسے یقین پر ہی اٹھایا جائے گا۔ ﴿وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَاب﴾ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے سورۂ سبا کی تفسیر ختم ہوئی ﴿تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَقَضَى اللّٰهُ حَاجَاتِنَا﴾

تفسیر سورۂ فاطر مکیہ

سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ خَمْسٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى

وَّثُلٰثَ وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِى الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ①

ساتھ نام اللہ تعالیٰ بخشش ومہربانی والے کے۔

اس معبود برحق کے لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں جو ابتداءً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور دو دو تین تین چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغام پہنچانے والا۔ بنانے والا ہے مخلوق میں جو چاہے زیادتی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تعریف: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ﴿فاطر﴾ کے بالکل ٹھیک معنی میں نے سب سے پہلے ایک اعرابی کی زبانی سن کر معلوم کئے۔ وہ اپنے ایک ساتھی اعرابی سے جھگڑتا ہوا آیا۔ ایک کنویں کے بارے میں ان کا اختلاف تھا۔ تو اعرابی نے کہا ﴿انا فطرتُها﴾ یعنی پہلے پہل میں نے ہی اسے بنایا ہے۔ پس معنی یہ ہوئے کہ ابتداءً بے نمونہ صرف اپنی قدرت کاملہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا۔ ضحاکؒ سے مروی ہے کہ فاطر کے معنی خالق کے ہیں۔ اپنے اور اپنے نبیوں کے درمیان قاصد اس نے اپنے فرشتوں کو بنایا ہے جو پروں والے ہیں' اڑتے ہیں تاکہ جلدی سے اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے رسولوں تک پہنچائیں۔ ان میں سے بعض دو پروں والے ہیں' بعض کے تین تین پر ہیں' بعض کے چار چار پر ہیں' بعض کے ان سے بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ المعراج میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے اور ہر دو پر کے درمیان مشرق ومغرب جتنا فاصلہ تھا۔ یہاں بھی فرماتا ہے۔ رب جو چاہے اپنی مخلوق میں زیادتی کرے۔ جس کے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ پر کر دیتا ہے اور کائنات میں جو چاہے رچاتا ہے۔ اس سے مراد اچھی آواز بھی لی گئی ہے۔ چنانچہ ایک شاذ قرات ﴿فی الحلق﴾ "ح" کے ساتھ بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ②

اللہ تعالیٰ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں۔ اور جس کو بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں۔ اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

اللہ ہر چیز پر غالب ہے: اللہ تعالیٰ جو چاہا ہوا سب کچھ ہو کر رہتا ہے بے اس کے چاہت کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جو وہ دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ نماز فرض کے سلام کے بعد اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ ﷺ ہمیشہ یہی کلمات پڑھتے۔ ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَ لَا مُعْطِىَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ﴾۔ اور حضور اکرم ﷺ فضول گوئی اور کثرت سوال اور مال کی بربادی سے منع فرماتے تھے اور آپ لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے اور ماؤں کی نافرمانیاں کرنے اور خود لینے اور دوسروں کو نہ دینے سے بھی روکتے تھے (بخاری مسلم وغیرہ)۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے ﴿سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ﴾ کہہ کر فرماتے۔ ﴿ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْاَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمِلْاَ مَاشِئْتَ مِنْ شَيْئٍ بَعْدُ اَللّٰهُمَّ اَهْلُ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَ كُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِىَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ ﴾ اسی آیت جیسی آیت۔ ﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ ﴾ الخ اور بھی اس کی نظیر کی

آیتیں بہت سی ہیں۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے کہ بارش برستی تو حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں ہم پر فتح کے تارے سے بارش برسائی گئی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے (ابن ابی حاتم۔)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾

لو گو! تم پر جو انعام اللہ تعالیٰ نے کئے ہیں انہیں یاد رکھو۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی بھی خالق ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے روزی پہنچائے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں الٹے جاتے ہو؟

اس بات کی دلیل بیان ہو رہی ہے کہ عبادتوں کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے کیوں کہ خالق و رازق صرف وہی ہے پھر اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرنا فاش غلطی ہے۔ در اصل اس کے سوا لائق عبادت اور کوئی نہیں۔ پھر تم اس واضح دلیل اور ظاہر برہان کے بعد کیسے بہک رہے ہو؟ اور دوسروں کی عبادت کی طرف جھکے جاتے ہو؟ واللہ اعلم۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۵﴾ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ ﴿۶﴾

اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تجھ سے پہلے کے تمام رسول بھی جھٹلائے جا چکے ہیں تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ لوگو! اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تمہیں زندگانی دنیا دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز شیطان تمہیں غفلت میں ڈالے۔ یاد رکھو شیطان تمہارا دشمن ہے تم اسے دشمن جانو۔ وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے ہی بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہو جائیں۔

شیطان لوگوں کا دشمن ہے: اے نبی کریم ﷺ اگر آپ کے زمانے کے کفار آپ کا خلاف کریں اور آپ کی بتلائی ہوئی توحید اور خود آپ کی سچی رسالت کو جھٹلائیں تو آپ شکستہ دل نہ ہو جایا کریں۔ اگلے نبیوں کے ساتھ بھی یہی ہوتا رہا۔ سب کاموں کا مرجع اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ وہ سب کو ان کے تمام کاموں کا بدلے دے، گا اور سزا جزا سب کچھ ہو گی۔ لوگوں قیامت کا دن حق ہے وہ یقیناً آنے والا ہے۔ وہ وعدہ اٹل ہے۔ وہاں نعمتوں کے بدلے یہاں کے فانی عیش پر الجھ نہ جاؤ۔ دنیا کی ظاہری تری وہاں کی حقیقی خوشی سے کہیں تمہیں محروم نہ کردے' اسی طرح شیطان مکار سے بھی ہوشیار رہنا۔ اس کے چلتے پھرتے جادو میں نہ پھنس جانا۔ اس کی جھوٹی اور چکنی چپڑی باتوں میں آکر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے حق کلام کو نہ چھوڑ بیٹھنا۔ سورۂ لقمان کے آخر میں بھی یہی فرمایا ہے۔ پس غرور یعنی دھوکے باز یہاں شیطان کو کہا گیا ہے۔ جب مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان قیامت کے دن دیوار کھڑی کر دی جائے گی۔ جس میں دروازہ ہو گا جس کے اندرونی حصے میں رحمت ہو گی اور ظاہری حصے میں عذاب ہو گا اس وقت منافقین مومنین سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھی نہ تھے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں ساتھی تو تھے لیکن

تم نے تو اپنے تئیں فتنے میں ڈال دیا تھا اور سوچتے ہی رہے شک و شبہ دور ہی نہ کیا۔ خواہشوں کو پورا کرنے میں ڈوبے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ پہنچا اور دھوکے باز شیطان نے تمہیں بہلاوے میں ہی رکھا۔ اس آیت میں بھی شیطان کو غرور کہا گیا ہے۔ پھر شیطانی دشمنی کو بیان کیا کہ وہ تو تمہیں مطلع کر کے تمہاری دشمنی اور بربادی کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے۔ پھر تم کیوں اس کی باتوں میں آ جاتے ہو اور اس کے دھوکے میں پھنس جاتے ہو؟ اس کی اور اس کی فوج کی تو عین تمنا ہے کہ وہ تمہیں بھی اپنے ساتھ گھسیٹ کر جہنم میں جائے اللہ تعالیٰ قوی وعزیز سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں شیطان کا دشمن ہی رکھے اور اس کے مکر سے ہمیں محفوظ رکھے اور اپنی کتاب اور اپنے نبی کی سنتوں کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے وہ ہر چیز پر قادر ہے اور دعاؤں کا قبول فرمانے والا ہے۔ جس طرح اس آیت میں شیطان کی دشمنی کا بیان کیا گیا ہے اسی طرح سورۂ کہف کی آیت ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ﴾ الخ بھی اس کی دشمنی کا ذکر ہے۔

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۥ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۭ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ڮ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

جو لوگ کافر ہوئے ان کے لئے سخت سزا ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان کے لئے بخشش ہے اور بہت بڑا اجر ہے۔ کیا پس وہ شخص جس کے لئے اس کے برے اعمال زینت دیئے گئے ہیں اور وہ انہیں اچھے اعمال سمجھتا ہے یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہ راست دکھاتا ہے۔ پس تجھے ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالنی چاہیے۔ یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے یقیناً اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے۔

اوپر بیان گزرا تھا کہ شیطانوں کے تابعداروں کی جگہ جہنم ہے اس لئے یہاں بیان ہو رہا ہے کہ کفار کے لئے سخت تر عذاب ہیں۔ اس لئے کہ یہ شیطان کے تابع اور رحمان کے نافرمان ہیں۔ مومنوں سے جو گناہ ہو بھی جائیں بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دے اور جو نیکیاں ان کی ہیں ان پر انہیں بڑا بھاری اجر و ثواب ملے گا۔ کافر اور بدکار لوگ اپنی بداعمالیوں کو نیکیاں سمجھ بیٹھے ہیں۔ تو ایسے گمراہ لوگوں پر تیرا کیا بس ہے؟ ہدایت و گمراہی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ پس تجھے ان پر غمگین نہ ہونا چاہیے۔ مقدارات الٰہی جاری ہو چکے ہیں۔ مصلحت مالک الملوک کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہدایت و ضلالت میں بھی اس کی حکمت ہے کوئی کام اس سچے حکیم کا حکمت سے خالی نہیں۔ لوگوں کے تمام افعال اس پر واضع ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا۔ پھر ان پر اپنا نور ڈالا۔ پس جس پر وہ نور پڑ گیا وہ دنیا میں آ کر سیدھی راہ چلا اور جسے اس دن وہ نور نہ ملا وہ دنیا میں آ کر بھی ہدایت سے بہرہ ور نہ ہو سکا۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے علم کے مطابق قلم چل کر خشک ہو گیا (ابن ابی حاتم)

اور روایت میں ہے کہ ہمارے پاس حضور اکرم ﷺ آئے اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے سب تعریف ہے جو گمراہی سے ہدایت پر لاتا ہے اور جس پر چاہتا ہے گمراہی خلط ملط کر دیتا ہے۔ یہ حدیث بھی بہت ہی غریب ہے۔

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

اللہ ہی ہوائیں چلاتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم بادلوں کو خشک زمین کی طرف لے جاتے ہیں اور اس سے اس زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں اسی طرح دوبارہ جی اٹھنا بھی ہے۔ جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ ہی کی ساری عزت ہے تمام تر ستھرے کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل بھی جسے وہ بلند کرتا ہے۔ جو لوگ برائیوں کے داؤں گھات میں لگے رہتے ہیں ان کے لئے سخت تر عذاب ہے اور ان کا یہ مکر برباد ہو جائے گا۔ لو گو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا ہے پھر تمہیں مرد عورت بنا دیا ہے۔ عورتوں کا حاملہ ہونا اور بچوں کا تولد ہونا سب اس کے علم سے ہی ہے اور جو بڑی عمر والا عمر دیا جائے اور جس کسی کی عمر گھٹے وہ سب کتاب میں لکھا ہوا ہے اللہ تعالیٰ پر یہ سب بالکل آسان ہے۔

اللہ کی قدرتیں: موت کے بعد زندگی پر قرآن کریم میں عموماً خشک زمین کے ہرا ہونے سے استدلال کیا گیا ہے۔ جیسے سورۂ حج وغیرہ میں ہے بندوں کے لئے اس میں پوری عبرت اور مردوں کے زندہ ہونے کی پوری دلیل اس میں موجود ہے کہ زمین بالکل سوکھی پڑی ہے' کوئی تر و تازگی اس میں نظر نہیں آتی' لیکن بادل اٹھتے ہیں پانی برستا ہے کہ اس کی خشکی تازگی اور اس کی موت زندگی سے بدل جاتی ہے۔ یا تو ایک تنکا بھی نظر نہ آتا تھا یا کوسوں تک ہریالی ہی ہریالی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بنو آدم کے اجزاء قبروں وغیرہ میں بکھرے پڑے ہوں گے ایک سے ایک الگ ہوگا۔ لیکن عرش کے نیچے سے پانی برستے ہی تمام جسم قبروں میں سے اگنے لگیں گے۔ جیسے زمین سے دانے اگ آتے ہیں۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے ابن آدم تمام کا تمام گل سڑ جاتا ہے۔ لیکن ریڑھ کی ہڈی نہیں سڑتی۔ اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسی سے ترکیب دیا جائے گا۔ یہاں بھی نشان بتا کر فرمایا۔ اسی طرح موت کے بعد کی زیست ہے۔ سورۂ حج کی تفسیر میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ ابو رزینؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ! اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا' اے ابو رزین! کیا تم اپنی بستی کے آس پاس کی زمین کے پاس سے اس حالت میں نہیں گزرے کہ وہ خشک بنجر پڑی ہوتی ہے۔ پھر جو تم گزرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ وہ سبزہ زار بنی ہوئی ہے اور تازگی کے ساتھ لہلہا رہی ہے۔ حضرت ابو رزینؓ نے جواب دیا ہاں حضور اکرم ﷺ! یہ تو اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ آپ نے فرمایا بس اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا۔ جو شخص دنیا اور آخرت میں باعزت رہنا چاہتا ہو۔ اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کرنی چاہئے وہی اس مقصد کا پورا کرنے والا ہے۔ دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے۔ ساری عزتیں اس کی ملکیت میں ہیں۔

چنانچہ اور آیت میں ہے کہ جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستیاں کرتے ہیں کہ ان کے پاس ہماری عزت ہو وہ عزت سے ہاتھ دھو رکھیں۔ عزتیں تو اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ اور جگہ فرمان عالی شان ہے۔ تجھے ان کی باتیں غمنا ک نہ کریں۔ تمام تر عزتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ اور آیت میں اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے ﴿ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ یعنی عزتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور اس کے رسول کے لئے اور ایمان والوں کے لئے" لیکن منافق بے علم ہیں۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں بتوں کی پرستش میں عزت نہیں۔ عزتوں والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے پس بقول قتادہؒ آیت کا مطلب یہ ہے کہ طالب عزت کو احکام الٰہی کی تعمیل میں مشغول رہنا چاہیے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو یہ جاننا چاہتا ہو کہ کس کے لئے عزت ہے وہ جان لے کہ ساری عزتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ ذکر تلاوت دعا وغیرہ پاک کلمے اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ ہم جتنی احادیث تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ سب کی تصدیق کتاب اللہ سے پیش کر سکتے ہیں۔ سنو! مسلمان بندہ جب ﴿ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ ﴾ پڑھتا ہے تو ان کلمات کو فرشتہ اپنے پر تلے لے کر آسمان پر چڑھ جاتا ہے۔ فرشتوں کے جس مجمع کے پاس سے گزرتا ہے وہ مجمع ان کلمات کے کہنے والے کے لئے استغفار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ رب العالمین عزوجل کے سامنے یہ کلمات پیش کئے جاتے ہیں۔ پھر آپ نے ﴿ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ﴾ کی تلاوت کی (ابن جریر)

حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں ﴿ سُبْحَانَ اللّٰهِ ﴾ اور ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ اور ﴿ اللّٰهُ اَكْبَرُ ﴾ عرش کے اردگرد آہستہ آہستہ آواز نکالتے ہیں جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ اپنے کہنے والے کا ذکر اللہ تعالیٰ کے سامنے کرتے رہتے ہیں اور نیک اعمال خزانوں میں محفوظ رہتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو لوگ اللہ تعالیٰ کا جلال اس کی تسبیح اس کی حمد اس کی بڑائی اس کی وحدانیت کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے ان کے یہ کلمات عرش کے آس پاس اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ کوئی نہ کوئی تمہارا ذکر تمہارے رب کے سامنے کرتا رہے۔ ابن عباسؓ کا فرمان ہے کہ پاک کلموں سے مراد ذکر اللہ ہے اور عمل صالح سے مراد فرائض کی ادائیگی ہے۔ پس جو شخص ذکر اللہ اور ادائے فریضہ کرے اس کا عمل اس کے ذکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھاتا ہے اور جو ذکر کرے لیکن فریضہ ادا نہ کرے اس کا کلام اس کے عمل پر لوٹا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیب کو عمل صالح لے جاتا ہے۔ اور بزرگوں سے بھی یہی منقول ہے۔

بلکہ ایاس بن معاویہ قاضیؒ فرماتے ہیں اگر عمل صالح نہ ہو تو کلمہ طیبہ اوپر کو نہیں اٹھتا حسن اور قتادہؒ فرماتے ہیں قول بغیر عمل کے مردود ہے۔ برائیوں کے گھات میں لگنے والے وہ لوگ ہیں جو مکاری اور ریاکاری سے اعمال کرتے ہوں۔ لوگوں پر گویہ ظاہر ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں لیکن دراصل اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ سب سے زیادہ برے ہیں۔ جو نیکیاں وہ کرتے ہیں وہ صرف دکھاوے کی ہیں۔ یہ ذکر اللہ بہت ہی کم کرتے ہیں۔ عبدالرحمن فرماتے ہیں' اس سے مراد مشرک ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے مشرک اس میں بہ طریق اولیٰ داخل ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں اور ان کا مکر فاسد و باطل ہے ان کا جھوٹ آج نہیں تو کل کھل جائے گا۔ عقلمند ان کے مکر سے واقف ہو جائیں گے۔ جو شخص جو کچھ کرے اس کا اثر اس کے چہرے سے ظاہر ہو جاتا ہے اس کی زبان اسی رنگ سے رنگ دی جاتی ہے۔ جیسا باطن ہوتا ہے اسی کا عکس ظاہر پر بھی پڑتا ہے۔ ریاکار کی بے ایمانی لمبی مدت تک پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ ہاں کوئی بے وقوف اس کے دام میں پھنس جائے تو اور بات ہے۔ مومن پورے عقلمند اور کامل دانا ہوتے ہیں وہ ان دھوکے بازوں سے بخوبی آگاہ ہو جاتے ہیں اور اس عالم الغیب اللہ تعالیٰ پر تو کوئی

بات بھی چھپ نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور ان کی نسل کو ایک ذلیل پانی سے جاری رکھا پھر تمہیں جوڑ جوڑ بنایا۔ یعنی مرد و عورت یہ بھی اس کا لطف و کرم و انعام و احسان ہے کہ مردوں کے لئے بیویاں بنائیں جو ان کے سکون و راحت کا سبب ہیں۔ ہر حاملہ کے حمل کی اور ہر بچے کے تولد ہونے کی اسے خبر ہے۔ بلکہ ہر پتے کے جھڑنے سے اور اندھیرے میں پڑے ہوئے دانے سے اور ہر تر و خشک چیز سے وہ باعلم ہے بلکہ اس کی کتاب میں وہ لکھا ہوا ہے۔ اسی آیت جیسی ﴿اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى﴾ الخ والی آیت بھی ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی گزر چکی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ عالم الغیب کو یہ بھی علم ہے کہ کس نطفے کو لمبی عمر ملنے والی ہے۔ یہ بھی اس کے پاس لکھا ہوا ہے۔ ﴿ وَمَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖ ﴾ میں کی ضمیر کا مرجع جنس ہے۔ عین ہی نہیں' اس لئے کہ طول عمر کتاب میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کی عمر سے کمی نہیں ہوتی۔ جنس کی طرف بھی ضمیر لوٹتی ہے۔ جیسے عرب میں کہا جاتا ہے۔ ﴿ عِنْدِىْ ثَوْبٌ وَ نِصْفُهٗ ﴾ یعنی میرے پاس ایک کپڑا ہے اور دوسرے کپڑے کا آدھا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس شخص کے لئے میں نے طول امر مقدر کی ہے وہ اسے پوری کر کے ہی رہے گا۔ لیکن وہ لمبی عمر میری کتاب میں لکھی ہوئی ہے وہیں تک پہنچے گی اور جس کے لئے میں نے کم عمر مقرر کی ہے اس کی حیات اسی عمر تک پہنچے گی۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی پہلی کتاب میں لکھی ہوئی موجود ہے اور رب پر یہ سب کچھ آسان ہے۔ عمر کے ناقص ہونے کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو نطفہ تمام ہونے سے پہلے ہی گر جاتا ہے۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ بعض انسان سو سو سال کی عمر پاتے ہیں اور بعض پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں۔ ساٹھ سال سے کم عمر میں مرنے والا بھی ناقص عمر والا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ماں کے پیٹ میں عمر کی لمبائی یا کمی لکھ لی جاتی ہے۔ ساری مخلوق کی یکساں عمر نہیں ہوتی' کوئی لمبی عمر والا کوئی کم عمر والا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا ہوا ہے اور اسی کے مطابق ظہور میں آ رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو اجل لکھی گئی ہے اور اس میں سے جو گزر رہی ہے سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔ جو چاہے کہ اس کی روزی اور عمر بڑھے وہ صلہ رحمی کیا کرے۔

ابن ابی حاتم میں ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں' کسی کی اجل آ جانے کے بعد اسے مہلت نہیں ملتی۔ زیادتی عمر سے مراد نیک اولاد کا ہوتا ہے۔ جس کی دعائیں اسے مرنے کے بعد اس کی قبر میں پہنچتی رہتی ہیں۔ یہی زیادتی عمر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ اس کا علم اس کے پاس ہے۔ اس کا علم تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہ ہر ہر چیز کو جانتا ہے۔ اس پر کچھ مخفی نہیں۔

وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۖ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور برابر نہیں دو دریا یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا پینے میں رچتا پچتا اور یہ دوسرا کھاری ہے کڑوا۔ تم ان دونوں میں سے تازہ گوشت کھاتے ہو اور وہ زیورات نکالتے ہو جنہیں تم پہنتے ہو۔ اور تو دیکھتا ہے کہ بڑی بڑی کشتیاں پانی کو چیرتے پھاڑنے والی ان دریاؤں میں ہیں تاکہ تم اس کا فضل ڈھونڈو اور کیا عجب کہ تم اس کا شکر بھی کرو۔

دو دریا: مختلف قسم کی چیزوں کی پیدائش کو بیان فرما کر اپنی زبردست قدرت کو ثابت کر رہا ہے۔ دو قسم کے دریا پیدا کر دیئے ایک کا تو صاف ستھرا میٹھا اور عمدہ پانی جو آبادیوں میں جنگلوں میں برابر بہہ رہا ہے اور دوسرے ساکن دریا جن کا پانی کھاری اور کڑوا ہے جس میں بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز چل رہے ہیں۔ اور دونوں قسم کے دریا میں سے قسم قسم کی مچھلیاں تم نکالتے ہو اور تر و تازہ گوشت کھاتے رہتے ہو۔ پھر ان میں سے زیور نکالتے ہو۔ یعنی لولو اور مرجان۔ یہ کشتیاں برابر پانی کو کاٹتی رہتی ہیں۔ ہواؤں کا مقابلہ کر کے چلتی رہتی ہیں تا کہ تم اس کا فضل تلاش کر لو۔ تجارتی سفر ان پر طے کرو۔ ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ سکو۔ اور تا کہ تم اپنے رب کا شکر کرو کہ اس نے یہ سب چیزیں تمہاری تابع فرمان بنا دیں۔ تم سمندروں' دریاؤں سے کشتیوں سے نفع حاصل کرتے ہو۔ جہاں جانا چاہو پہنچ جاتے ہو۔ اس قدرت والے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے یہ صرف اس کا فضل و کرم ہے۔

يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِي لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ﴿۱۳﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾

رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے آفتاب و ماہتاب کو اسی نے کام میں لگا دیا ہے ہر ایک میعاد معین پر چل رہا ہے۔ یہی ہے اللہ تعالیٰ تم سب کا پالنے والا اسی کی سلطنت ہے۔ جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔ اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں۔ اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو قبول نہیں کر سکتے ہیں۔ بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے۔ تجھے کوئی بھی حق تعالیٰ جیسی خبردار خبریں نہ دے گا۔

دن اور رات: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرما رہا ہے کہ اس نے رات کو اندھیرے والی اور دن کو روشنی والا بنایا ہے۔ کبھی کی راتیں بڑی کبھی کے دن بڑے' کبھی دونوں یکساں۔ کبھی جاڑے ہیں کبھی گرمیاں۔ اسی نے سورج اور چاند کو اور ٹھہرے ہوئے اور چلتے پھرتے ستاروں کو مطیع کر رکھا ہے۔ مقدار معین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ چال پر چلتے رہتے ہیں۔ پوری قدرتوں والے اور کامل علم والے اللہ تعالیٰ نے یہ نظام قائم کر رکھا ہے جو برابر چل رہا ہے اور وقت مقررہ یعنی قیامت تک یونہی جاری رہے گا۔ جس اللہ تعالیٰ نے یہ سب کیا ہے وہی دراصل لائق عبادت ہے اور وہی سب کا پالنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ جن بتوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں خواہ وہ فرشتے ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن سب کے سب اس کے سامنے محض مجبور اور بالکل بے بس ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کے باریک چھلکے جیسی چیز کا بھی انہیں اختیار نہیں' آسمان و زمین کی حقیر سے حقیر چیز کے بھی وہ مالک نہیں۔ جن جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری آواز سنتے ہی نہیں۔ تمہارے یہ بت وغیرہ بے جان چیزیں کان والی نہیں جو سن سکیں۔ بے جان چیزیں بھی کہیں کسی کی سن سکتی ہیں۔ اور بالفرض تمہاری پکار سن بھی لیں تو چونکہ ان کے قبضے میں کوئی چیز نہیں اس لئے وہ تمہاری حاجت پوری کر نہیں سکتے۔ قیامت کے دن تمہارے اس شرک سے وہ انکاری ہو جائیں گے۔ تم سے بے زار نظر آئیں گے۔

جیسے فرمایا ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ یعنی اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک ان کی پکار کو نہ قبول کر سکیں۔ بلکہ ان کی دعا سے وہ محض بے خبر اور غافل ہیں اور میدان محشر میں وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے۔ اور ان کی عبادتوں سے منکر ہو جائیں گے۔ اور آیت میں ہے۔ ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴾ الخ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں تاکہ وہ ان کے لئے باعث عزت بنیں۔ لیکن ایسا ہونے کا نہیں بلکہ وہ ان کی عبادتوں سے بھی انکاری ہو جائیں گے۔ اور ان کے مخالف اور دشمن بن جائیں گے۔ بھلا بتاؤ اللہ تعالیٰ جیسی سچی خبریں اور کون دے سکتا ہے؟ جو اس نے فرمایا وہ یقیناً ہو کر ہی رہے گا۔ جو کچھ ہونے والا ہے اس سے اللہ تعالیٰ پورا خبردار ہے۔ اس جیسی خبر کوئی اور نہیں دے سکتا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ ۚ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کو کچھ مشکل نہیں۔ کوئی بھی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اگر کوئی گراں بار دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے گا تو وہ اس میں سے کچھ بھی نہ اٹھائے گا گو قرابت داری ہو۔ تو صرف انہیں کو آگاہ کر سکتا ہے جو غائبانہ طور پر اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ جو بھی پاک ہو جائے وہ اپنے ہی نفع کے لئے پاک ہو گا۔ لوٹنا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

اللہ سب کو فنا کرنے پر بھی قادر ہے: اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے بے نیاز ہے اور تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔ وہ غنی ہے اور سب فقیر ہیں۔ وہ بے پرواہ ہے اور سب اس کے حاجت مند ہیں۔ اس کے سامنے ہر کوئی ذلیل ہے اور وہ عزیز ہے۔ کسی قسم کی حرکت و سکون پر کوئی قادر نہیں۔ سانس تک لینا کسی کے بس میں نہیں۔ مخلوق بالکل ہی بے بس ہے۔ غنی بے پرواہ اور بے نیاز صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تمام باتوں پر قادر وہی ہے۔ وہ جو کرتا ہے اس میں قابل تعریف ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت و تعریف سے خالی نہیں۔ اپنے قول میں اپنے فعل میں اپنی شرع اور تقدیروں کے مقرر کرنے میں۔ غرض ہر طرح وہ بزرگ اور لائق حمد و ثنا ہے لوگوں اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو غارت و برباد کر دے اور تمہارے عوض دوسرے لوگوں کو لائے۔ رب پر یہ کام کچھ مشکل نہیں۔ قیامت کے دن کوئی دوسرے پر لادنا چاہے تو یہ چاہت بھی اس کی پوری نہ ہو گی۔ کوئی نہ ملے گا کہ اس کا بوجھ بٹائے۔ عزیز و اقارب بھی منہ موڑ لیں گے اور پیٹھ پھیر لیں گے، گو ماں باپ اور اولاد ہو۔ ہر شخص اپنے حال میں مشغول ہو گا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہو گی۔ حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں۔ پڑوسی پڑوسی کے پیچھے پڑ جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا کہ اس سے پوچھ تو سہی کہ اس نے مجھ سے اپنا دروازہ کیوں بند کر دیا تھا۔ کافر مومن کے پیچھے لگ جائے گا اور جو احسان اس نے دنیا میں کئے تھے وہ یاد دلا کر کہے گا کہ آج میں تیرا محتاج ہوں۔ مومن بھی اس کی سفارش کرے گا اور ہو سکتا ہے کہ اس کا عذاب قدرے کم ہو جائے گو جہنم سے چھٹکارا محال ہے۔ باپ بیٹے کو اپنے احسان جتائے گا اور کہے گا کہ رائی کے دانے برابر مجھے آج اپنی نیکیوں میں سے دے دے۔ وہ کہے گا۔ ابا آپ چیز تو تھوڑی سی طلب فرما رہے ہیں لیکن آج تو جو کھٹکا آپ کو ہے وہی مجھے بھی ہے میں تو کچھ بھی نہیں دے سکتا۔ پھر بیوی کے پاس جائے گا اس سے کہے گا۔ میں نے تیرے ساتھ دنیا میں کیسے سلوک کئے ہیں؟ وہ کہے گی بہت ہی اچھے۔ یہ کہے گا آج میں تیرا محتاج ہوں' مجھے ایک نیکی دے دے تاکہ عذابوں سے چھوٹ جاؤں۔ جواب ملے گا کہ سوال تو بہت ہلکا ہے لیکن جس خوف میں تم ہو وہی ڈر مجھے بھی لگا ہوا ہے۔ میں تو کچھ بھی سلوک آج نہیں کر سکتی۔ قرآن کریم کی اور آیت میں ہے۔ ﴿ لا یجزیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِہٖ ولا مَوْلُوْدٌ ھُوَ جازٍ عَنْ وَّالِدِہٖ شَیْئًا ﴾۔ یعنی آج نہ باپ بیٹے کے کام آئے نہ بیٹا آپ کے کام آئے۔ اور فرمان ہے۔ ﴿ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ ﴾ آج انسان اپنے بھائی سے ماں سے باپ سے بیوی سے اور اولاد سے بھاگتا پھرے گا۔ ہر شخص اپنے حال میں مست و بے خود ہو گا۔ ہر ایک دوسرے سے غافل ہو گا۔ تیرے وعظ و نصیحت سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو عقل مند اور صاحب فراست ہوں جو اپنے رب سے قدم قدم پر خوف کرنے والے اور اطاعت الٰہی کرتے ہوئے نمازوں کو باپابندی سے ادا کرنے والے ہوں۔ نیک اعمالیاں خود تم ہی کو نفع دیں گی۔ جو پاکیزگیاں تم کرو ان کا نفع تم ہی کو پہنچے گا۔ آخر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے اس کے سامنے پیش ہونا ہے۔ حساب کتاب اس کے سامنے ہونا ہے۔ اعمال کا بدلہ وہ خود دینے والا ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاۗءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾

اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں۔ اور نہ تاریکی اور روشنی اور نہ چھاؤں اور نہ دھوپ اور زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ ہم ہی نے آپ کو حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔ اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی جھٹلایا تھا ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔ پھر میں نے ان کافروں کو پکڑ لیا سو میرا عذاب کیسا ہوا۔

زندہ اور مردہ برابر نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ مومن اور کافر برابر نہیں جس طرح اندھا اور دیکھتا اندھیرا اور روشنی' سایہ اور دھوپ' زندہ اور مردہ برابر نہیں۔ جس طرح ان چیزوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اسی طرح ایماندار اور بے ایمان میں بھی

بے انتہا فرق ہے۔ مومن مثل آنکھوں والے کے اور اجالے کے اور سایے کے اور زندے کے ہے۔ برخلاف کافر مثل ایک اندھے کے اور اندھیرے کے اور لو والی گرمی کے ہے۔ جیسے فرمایا۔ ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ﴾ الخ۔ یعنی جو مردہ تھا پھر اسے ہم نے زندہ کر دیا اور اسے تورویا جسے لئے ہوئے لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ ایسا شخص اور وہ شخص جو اندھیروں میں گھرا ہوا ہے۔ جن سے نکل ہی نہیں سکتا۔ یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اور آیت میں ہے۔ ﴿مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ﴾ الخ۔ یعنی ان دونوں جماعتوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھتے۔ سنتے کی سی ہے۔ الخ۔

مومن تو آنکھوں اور کانوں والا اجالے اور نور والا ہے۔ پھر راہ مستقیم پر ہے جو صحیح طور پر سایوں اور نہروں والی جنت میں پہنچے گا اور اس کے برعکس کافر اندھا بہرا اور اندھیروں میں پھنسا ہوا ہے جن سے نکل ہی نہیں سکتا۔ اور ٹھیک جہنم میں پہنچے گا جو حرارت' تندی' تیزی اور گرمی والی آگ کا مخزن ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے سنا دے یعنی اس طرح سننے کی توفیق دے کہ سن کر قبول بھی کرتا جائے۔ تو قبر والوں کو نہیں سنا سکتا۔ یعنی جس طرح کوئی مرنے کے بعد قبر میں دفنا دیا جائے۔ تو اسے پکارنا بے سود ہے اسی طرح کفار ہیں کہ ہدایت و دعوت ان کے لئے بے کار ہے۔ اسی طرح ان مشرکوں پر انہیں کی بدبختی چھا گئی ہے اور ان کی ہدایت کی کوئی صورت باقی نہیں رہی تو ان کو کسی ہدایت پر نہیں لا سکتا۔ تو صرف آگاہ کر دینے والا ہے۔ تیرے ذمہ صرف تبلیغ ہے ہدایت و ضلالت من جانب اللہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر امت میں رسول آتا رہا۔ تاکہ ان کا عذر باقی نہ رہ جائے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ اور جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا﴾ الخ وغیرہ۔ ان کا تجھے جھٹلانا کوئی نئی بات نہیں۔ ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا۔ جو بڑے بڑے معجزات کھلی کھلی دلیلیں صاف صاف آیتیں لے کر آئے تھے اور نورانی صحیفے ان کے ہاتھوں میں تھے۔ آخر انکے جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے انہیں عذاب و سزا میں گرفتار کر لیا۔ دیکھ لے کہ پھر میرے انکار کا نتیجہ کیا ہوا؟ کس طرح تباہ و برباد ہوئے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ۭ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝۲۷ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ۭ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝۲۸

کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے مختلف رنگتوں کے پھل نکالے پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں سفید اور سرخ کہ ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں اور بہت گہرے سیاہ اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعض ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں اللہ تعالیٰ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔

مختلف رنگ بھی اللہ کی قدرت ہیں رب کی قدرتوں کے کمالات دیکھو کہ ایک ہی قسم کی چیزوں میں گونا گوں نمونے نظر آتے ہیں۔ ایک پانی آسمان سے اترتا ہے اور اسی سے مختلف قسم کے رنگ برنگ کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔ سرخ' سبز' سفید وغیرہ۔ اسی طرح ہر ایک کی خوشبو الگ الگ ہر ایک کا ذائقہ جدا گانہ۔ جیسے اور آیت میں فرمایا ہے ﴿وَفِي

الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ ﴾ یعنی کہیں انگور ہے کہیں کھجور ہے کہیں کھیتی ہے وغیرہ اسی طرح پہاڑوں کی پیدائش بھی قسم قسم کی ہے کوئی سفید ہے کوئی سرخ ہے کوئی کالا ہے۔ کسی میں راستے اور گھاٹیاں ہیں کوئی لمبا ہے کوئی ناہموار ہے۔ ان بے جان چیزوں کے بعد جاندار چیزوں پر نظر ڈالو۔ انسانوں کو جانوروں کو چوپایوں کو دیکھو۔ ان میں بھی قدرت کی وضع وضع کی گل کاریاں پاؤ گے۔ بربر حبشی طماطم بالکل سیاہ فام ہوتے ہیں۔ صقالیہ رومی بالکل سفید رنگ' عرب درمیانہ' ہندی ان کے قریب قریب۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ﴾ تمہاری بول چال کا اختلاف' تمہارے رنگوں کا اختلاف بھی ایک عالم کے لئے تو قدرت کی کامل نشانی ہے۔ اسی طرح چوپائے اور دیگر حیوانات کے رنگ روپ بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ بلکہ ایک ہی قسم کے جانوروں میں ان کی رنگتیں بھی مختلف ہیں۔ بلکہ ایک ہی جانور کے جسم پر کئی کئی قسم کے رنگ ہوتے ہیں۔

سبحان اللہ۔ سب سے اچھا خالق اللہ تعالیٰ کیسی کچھ برکتوں والا ہے۔ مسند بزار میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ رنگ آمیزی بھی کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں' ایسا رنگ رنگتا ہے جو کبھی ہلکا نہ پڑے سرخ زرد اور سفید۔ یہ حدیث مرسل اور موقوف بھی مروی ہے۔ اس کے بعد ہی فرمایا کہ جتنا کچھ خوف الٰہی کرنا چاہئے اتنا خوف تو اس سے صرف علماء ہی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ جاننے بوجھنے والے ہوتے ہیں۔ حقیقتاً جو شخص جس قدر ذات الٰہی کی نسبت معلومات زیادہ رکھے گا۔ اسی قدر اس عظیم قدیر علیم الٰہی کی عظمت و ہیبت اس کے دل میں بڑھے گی اور اس قدر اس کی خشیت اس کے دل میں زیادہ ہوگی' جو جانے گا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ قدم قدم پر اس سے ڈرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا علم اسے حاصل ہے جو اس کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال اور اس کے حرام بتائے کاموں کو حرام جانے' اس کے فرمان پر یقین کرے' اس کی وصیت کی نگہبانی کرے۔ اس کی ملاقات کو برحق جانے اپنے اعمال کے حساب کو سچ سمجھے۔ خشیت ایک قوت ہوتی ہے جو بندے کے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے درمیان حائل ہو جاتی ہے عالم کہتے ہی اسے ہیں جو در پردہ بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی رغبت کرے اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے نفرت رکھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' باتوں کی زیادتی کا نام علم نہیں' علم نام ہے بہ کثرت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا۔ حضرت امام مالکؒ کا قول ہے کہ کثرت روایات کا نام علم نہیں' علم تو ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ حضرت احمد بن صالح مصریؒ فرماتے ہیں' علم کثرت روایات کا نام نہیں' بلکہ علم نام ہے اس کا جس کی تابعداری اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے یعنی کتاب و سنت اور جو صحابہ اور ائمہ سے پہنچا ہو۔ وہ روایت سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ نور جو بندے کے آگے آگے ہوتا ہے۔ وہ علم کو اور اس کے مطلب کو سمجھ لیتا ہے۔ مروی ہے کہ علماء کی تین قسمیں ہیں۔ عالم باللہ' عالم بامر اللہ' اور عالم باللہ و بامر اللہ۔ عالم باللہ عالم بامر اللہ نہیں اور عالم بامر اللہ عالم باللہ نہیں۔ ہاں عالم باللہ و بامر اللہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور حدود و فرائض کو جانتا ہو۔ عالم باللہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو لیکن حدود و فرائض کو نہ جانتا ہو۔ عالم بامر اللہ وہ ہے جو حدود و فرائض کو تو جانتا ہو لیکن دل اس کا خشیت الٰہی سے خالی ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾

جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ماند نہ ہو گی۔ تا کہ ان کو ان کی اجرتیں پوری دیں اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیں بے شک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے۔

مؤمنوں کی صفات: مومن بندوں کی نیک صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت میں مشغول رہا کرتے ہیں۔ ایمان کے ساتھ بڑھتے رہتے ہیں۔ عمل بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ نماز کے پابند زکوۃ خیرات کے عادی' پوشیدہ علانیہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ سلوک کرنے والے ہوتے ہیں اور اپنے مال کے ثواب کے امیدوار اللہ سے ہوتے ہیں۔ جس کا ملنا یقینی ہے جیسے کہ اس تفسیر کے شروع میں فضائل قرآن کے ذکر میں ہم نے بیان کیا ہے کہ کلام اللہ شریف اپنے ساتھی سے کہے گا کہ ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہے اور تو تو سب کی سب تجارتوں کے پیچھے ہے۔ انہیں ان کے پورے ثواب ملیں گے۔ بلکہ بہت بڑھا چڑھا کر ملیں گے جس کا خیال بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ گناہوں کا بخشنے والا اور چھوٹے اور تھوڑے عمل کا بھی قدر دان ہے۔ حضرت مطرف ؒ تو اس آیت کو قاریوں کی آیت کہتے ہیں۔ مسند کی ایک حدیث میں ہے' اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو اس پر بھلائیوں کی ثنا کرتا ہے' جو اس نے کی نہ ہو۔ اور جب کسی سے ناراض ہوتا ہے تو اسی طرح برائیوں کی۔ لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔

وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝۳۱

اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے طور پر بھیجی ہے یہ بالکل ٹھیک ہے جو کہ اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پوری خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

قرآن اللہ تعالیٰ کا حق کلام ہے:- اور جس طرح اگلی کتابیں اس کی خبر دیتی رہیں یہ بھی ان اگلی سچی کتابوں کی سچائی ثابت کر رہا ہے۔ رب خبیر و بصیر ہے۔ ہر مستحق فضیلت کو بخوبی جانتا ہے انبیاء کو اور انسانوں پر اس نے اپنے وسیع علم سے فضیلت دی ہے پھر انبیاء میں بھی آپس میں مرتبے مقرر کر دیئے ہیں۔ اور علی الاطلاق حضرت محمد ﷺ کا درجہ سب سے بڑا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام انبیاء پر درود و سلام بھیجے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝۳۲

پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر بعضے تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعضے ان میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں یہ بڑا فضل ہے۔

قرآن کو اٹھانے والے: جس کتاب کا اوپر ذکر ہوا تھا اس بزرگ کتاب یعنی قرآن کریم کو ہم نے اپنے چیدہ بندوں کے

ہاتھوں میں دیا یعنی اس امت کے ۔ پھر ان میں تین قسم کے لوگ ہو گئے ۔ بعض تو ذرا کچھ آگے پیچھے ہو گئے وہ ظالم نفس کہلائے ان سے کچھ حرمت والے کام بھی سرزد ہو گئے ۔ بعض درمیانہ درجے کے رہے جنہوں نے محرمات سے اجتناب کیا واجبات بجالاتے رہے ۔ لیکن کبھی کبھی کوئی مستحب کام ان سے چھوٹ بھی گیا اور کبھی کوئی ہلکی سی نافرمانی بھی سرزد ہو گئی ۔ بعض درجوں میں بہت ہی آگے نکل گئے ۔ واجبات چھوڑ کر مستحبات کو بھی انہوں نے نہ چھوڑا اور محرمات چھوڑ مکروہات سے بھی یکسر الگ رہے بلکہ بعض مرتبہ مباح چیزوں کو بھی ڈر کر چھوڑ دیا ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پسندیدہ بندوں سے مراد امت محمد ﷺ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہر کتاب کی وارث بنائی گئی ہے ۔ ان میں جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں انہیں بخشا جائے گا اور ان میں جو درمیانہ لوگ ہیں ان سے آسانی سے حساب لیا جائے گا ۔ اور ان میں جو نیکیوں میں بڑھ جانے والے ہیں انہیں بے حساب جنت میں پہنچایا جائے گا ۔ طبرانی میں ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ۔ میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ۔ سابق لوگ تو بغیر حساب کتاب کے داخل جنت ہوں گے اور اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے اور اصحاب اعراف محمد ﷺ کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے ۔ الغرض اس امت کے ہلکے پھلکے گنہگار بھی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں میں داخل ہیں ۔ فالحمد للہ ۔

گو اکثر سلف کا قول یہی ہے لیکن بعض سلف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ لوگ نہ تو اس امت میں داخل ہیں اور نہ چیدہ اور پسندیدہ ہیں ۔ نہ وارثین کتاب ہیں' بلکہ مراد اس سے کافر منافق اور بائیں ہاتھ سے نامہ اعمال دیئے جانے والے لوگ ہیں ۔ پس یہ تین قسمیں وہی ہیں جن کا بیان سورۂ واقعہ کے اول و آخر میں ہے ۔ یعنی یہ جو تین اقسام گنائی گئی ہیں' یہ برگزیدہ بندوں کی نہیں بلکہ بندوں کی ہیں یعنی ﴿عِبَادِنَا﴾ کی کہ وہ کن کن قسموں کے ہوتے ہیں ۔ لیکن صحیح قول یہی ہے کہ یہ اسی امت میں ہیں ۔ امام ابن جریرؒ بھی اسی قول کو پسند کرتے ہیں ۔ اور آیت کے ظاہری الفاظ بھی یہی ہیں ۔ احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے ۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ یہ تینوں گویا ایک ہیں اور تینوں ہی جنتی ہیں (مسند احمد) ۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کے راویوں میں ایک راوی ہیں جن کا نام مذکور نہیں ۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس امت میں ہونے کے اعتبار سے اور اس اعتبار سے کہ وہ جنتی ہیں گویا ایک ہی ہیں ۔ ہاں مرتبوں میں فرق ہونا لازمی ہے ۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا ۔ سابقین تو بے حساب جنت میں جائیں گے اور درمیانے لوگوں سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا ۔ اور اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے طول محشر میں روکے جائیں گے ۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تلافی ہو جائے گی اور یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہم سے غم و رنج دور کر دیا ۔ ہمارا رب بڑا ہی غفور و شکور ہے جس نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے رہائش کی ایسی جگہ عطا فرمائی جہاں ہمیں کوئی درد دکھ نہیں (مسند احمد) ۔

ابن ابی حاتم کی اس روایت میں الفاظ کی کچھ کمی بیشی ہے ۔ ابن جریر نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اس میں ہے کہ حضرت ابو ثابتؓ مسجد میں آتے ہیں اور حضرت ابو درداءؓ کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ میری وحشت کا سامان میرے لئے مہیا کر دے اور میری غربت پر رحم کر اور مجھے کوئی اچھا رفیق عطا فرما ۔ یہ سن کر صحابی ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں تیرا ساتھی ہوں ۔ سن میں تجھے آج وہ حدیث رسول سناتا ہوں جسے میں نے آج تک کسی کو نہیں سنایا ۔ پھر اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ۔ سابقٌ بالْخَیرات ﴿ تو جنت میں بے حساب جائیں گے اور ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ لوگوں سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ﴾ کو اس مکان میں غم و رنج پہنچے گا' جس سے نجات پا کر کہیں گے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے' جس نے ہم سے غم و رنج دور کر دیا ۔ تیسری حدیث میں ہے حضور اکرم ﷺ نے ان تینوں کی نسبت فرمایا کہ یہ سب اسی امت سے ہیں ۔ چوتھی حدیث میں ہے میری امت کے تین حصے ہیں ۔ ایک بے حساب و بے عذاب جنت میں جانے والا دوسرا

آسانی سے حساب لیا جانے والا اور پھر بہشت نشین ہونے والا۔ تیسری وہ جماعت ہو گی جن سے باز پرس تو ضرور ہو گی۔ لیکن پھر فرشتے حاضر ہو کر کہیں گے کہ ہم نے انہیں ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ وحدہ کہتے ہوئے پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ سچ ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں' اچھا انہیں میں نے ان کے اس قول کی وجہ سے چھوڑا جاؤ انہیں جنت میں لے جاؤ اور ان کی خطائیں جہنمیوں پر لاد دو۔ اسی کا ذکر آیت ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ مَّعَ اَثْقَالِهِمْ﴾ میں ہے یعنی وہ ان کے بوجھ اپنے بوجھ کے ساتھ اٹھائیں گے۔ اس کی تصدیق اس میں ہے جس میں فرشتوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جنہیں وارثین کتاب بنایا ہے ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تین قسمیں بتائی ہیں۔ پس ان میں سے جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں ان کی باز پرس کی جائے گی (ابن ابی حاتم)۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس امت کی قیامت کے دن تین جماعتیں ہوں گی۔ ایک بے حساب جنت میں جانے والی۔ ایک آسانی سے حساب لئے جانے والی' ایک گنہگار جس کی نسبت اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا۔ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ کون ہیں؟ فرشتے کہیں گے اے اللہ ان کے پاس بڑے بڑے گناہ ہیں۔ لیکن انہوں نے کبھی بھی تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔ رب عزوجل فرمائے گا انہیں میری رحمت میں داخل کر دو۔ پھر حضرت عبداللہ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی (ابن جریر)۔ دوسرا اثر' حضرت عائشہ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ فرماتی ہیں بیٹا! یہ سب جنتی لوگ ہیں۔ ﴿سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ﴾ تو وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں تھے۔ جنہیں خود آپ نے جنت کی بشارت دی۔ ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ وہ ہیں جنہوں نے آپ کے نقش قدم کی پیروی کی' یہاں تک کہ ان سے مل گئے اور ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ مجھ تجھ جیسے ہیں (ابوداؤد طیالسی)۔ خیال فرمایئے کہ صدیقہؓ باوجودیکہ ﴿سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ﴾ میں سے بلکہ ان میں سے بھی بہترین درجے والوں میں سے ہیں' لیکن کس طرح اپنے آپ کو متواضع بناتی ہیں۔ حالانکہ حدیث میں آ چکا ہے کہ تمام عورتوں پر ام المومنین حضرت عائشہؓ کو وہی فضیلت ہے جو فضیلت ثرید کو ہر قسم کے طعام پر ہے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ تو ہمارے بددی لوگ ہیں اور ﴿مُقْتَصِدٌ﴾ ہمارے شہری لوگ ہیں۔ اور سابق ہمارے مجاہد ہیں (ابن ابی حاتم)

حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ یہ تینوں قسم کے لوگ اسی امت میں سے ہیں اور سب جنتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں قسم کے لوگوں کے ذکر کے بعد جنت کا ذکر کر کے پھر فرمایا ہے ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ﴾ پس یہ لوگ دوزخی ہیں (ابن جریر) حضرت ابن عباسؓ نے حضرت کعبؒ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا۔ کعب کے رب کی قسم یہ سب ایک ہی زمرے میں ہیں ہاں اعمال کے مطابق ان کے درجات کم و بیش ہیں۔ ابو اسحٰق سبیعیؒ بھی اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ تینوں جماعتیں ناجی ہیں۔

محمد بن حنفیہؒ فرماتے ہیں یہ امت مرحومہ ہے۔ ان کے گنہگاروں کو بخش دیا جائے گا اور ان کے مقتصد اللہ کے پاس جنت میں ہوں گے اور ان کے سابق بلند درجوں میں ہوں گے۔ محمد بن علی باقرؒ فرماتے ہیں کہ یہاں جن لوگوں کو ﴿ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ﴾ کہا گیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گناہ بھی کئے تھے اور نیکیاں بھی۔ ان احادیث اور آثار کو سامنے رکھ کر یہ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں عموم ہے اور اس امت کے ان تینوں قسموں کو یہ شامل ہے۔ پس علماء کرام اس نعمت کے ساتھ سب سے زیادہ رشک کے قابل ہیں اور اس رحمت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

جیسے کہ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص مدینے سے دمشق میں حضرت ابودرداءؓ کے پاس جاتا ہے اور آپ سے ملاقات کرتا ہے تو آپ دریافت فرماتے ہیں کہ پیارے بھائی یہاں کیسے آنا ہوا؟ وہ کہتے ہیں' اس حدیث کو سننے کے لئے آیا ہوں'

جو آپ بیان کیا کرتے ہیں۔ پوچھا' کیا کسی تجارت کی غرض سے نہیں آئے؟ جواب دیا نہیں۔ پوچھا' پھر کوئی اور مطلب بھی ہو گا؟ فرمایا کوئی مقصد نہیں' پوچھا پھر کیا حدیث کی طلب کے لئے یہ سفر کیا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ فرمایا سنو! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستے کو طے کرے اللہ تعالیٰ اسے جنت کے باغوں میں چلائے گا' اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے طالب علموں کے لئے پر بچھا دیتے ہیں کیونکہ وہ ان سے بہت ہی خوش ہیں اور ان کی خوشی کے خواہاں ہیں۔ عالم کے لئے آسمان و زمین کی ہر چیز استغفار کرتی ہے۔ یہاں تک کہ پانی کے اندر کی مچھلیاں بھی۔ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے۔ جیسے چاند کی فضیلت تاروں پر۔ علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنے ورثے میں درہم و دینار نہیں چھوڑے ان کا ورثہ علم دین ہے جس نے اسے لیا اس نے بڑی دولت حاصل کر لی (ابوداؤد۔ ترمذی وغیرہ)۔ اس حدیث کے تمام طریق اور الفاظ اور شرح میں نے صحیح بخاری کتاب العلم کی شرح میں مفصل بیان کر دی ہے۔ فالحمد للہ ۔ سورۂ طٰہٰ کے شروع میں وہ حدیث گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علماء سے فرمائے گا' میں نے اپنا علم و حکمت تمہیں اس لئے ہی دیا تھا کہ میں بخش دوں گو تم کیسے ہی ہو مجھے اس کی کچھ پرواہی نہیں۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٣٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿٣٥﴾

وہ باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جاویں گے۔ اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہو گی۔ اور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے غم دور کیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے۔ جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا۔ جہاں نہ ہم کو کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی تنگی پہنچے گی۔

اہل جنت پر انعامات: فرماتا ہے جن برگزیدہ لوگوں کو ہم نے وارث کتاب اللہ کیا ہے انہیں قیامت کے دن ہیشگی اور دائمی اور ابدی نعمتوں والی جنتوں میں پہنچائیں گے۔ جہاں انہیں سونے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ حدیث میں ہے مومن کا زیور وہاں تک ہو گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ اس کا لباس وہاں خالص ریشمی ہو گا جس سے دنیا میں وہ ممانعت کر دیئے گئے تھے۔ حدیث میں ہے جو شخص یہاں دنیا میں حریر و ریشم پہنے گا۔ وہ اسے آخرت میں نہیں پہنایا جائے گا۔ اور حدیث میں ہے یہ ریشم کافروں کے لئے دنیا میں ہے اور تم مومنوں کے لئے آخرت میں ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اہل جنت کے زیوروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا انہیں سونے چاندی کے زیور پہنائے جائیں گے جو موتیوں سے جڑاؤ کئے ہوئے ہوں گے۔ ان پر در و یاقوت کے تاج ہوں گے بالکل شاہانہ ہوں گے' وہ نوجوان ہوں گے بغیر بالوں کے سرمئی آنکھوں والے۔ وہ جناب باری عزوجل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس نے ہم سے خوف ڈر زائل کر دیا اور دنیا اور آخرت کی پریشانیوں اور پشیمانیوں سے ہمیں نجات دے دی۔ حدیث شریف میں ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر قبروں میں میدان محشر میں کوئی دہشت و وحشت نہیں۔ میں تو گویا انہیں اب دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے سروں پر سے مٹی جھاڑتے ہوئے کہہ رہے ہیں' اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم و رنج دور کر دیا۔ (ابن ابی حاتم)

طبرانی میں ہے موت کے وقت بھی انہیں کوئی گھبراہٹ نہیں ہو گی۔ حضرت ابن عباسؓ کا فرمان ہے ان کی بڑی بڑی اور بہت سی خطائیں معاف کر دی گئیں اور چھوٹی چھوٹی اور کم مقدار نیکیاں قدر دانی کے ساتھ قبول فرمائی گئیں۔ یہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے فضل و کرم لطف و رحم سے یہ پاکیزہ بلند ترین مقامات عطا فرمائے۔ ہمارے اعمال تو اس قابل تھے ہی نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ تم میں سے کسی کو اس کے اعمال جنت میں نہیں لے جاسکتے۔ لوگوں نے پوچھا' آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا نہ مجھے' مگر اسی صورت میں کہ اللہ تعالیٰ رحمت میرا ساتھ دے۔ وہ کہیں گے یہاں تو ہمیں نہ کسی طرح کی مشقت و محنت ہی تھکان اور تکلیف ہے۔ روح الگ خوش ہے۔ جسم الگ راضی ہے۔ بدلہ ہے اس کا جو دنیا میں راہ الٰہی کی تکلیفیں انہیں اٹھنی پڑتی تھیں آج راحت ہی راحت ہے ان سے کہہ دیا گیا ہے کہ سہتا پچتا کھاتے پیتے رہو۔ اس کے بدلے جو دنیا میں تم نے میری فرماں برداریاں کیں۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۗ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٣٧﴾

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے۔ نہ تو ان کی قضا ہی آئے گی کہ مر ہی جاویں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جاوے گا۔ ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ اور وہ لوگ اس میں چلا دیں گے' کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو نکال لیجئے ہم اچھے کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے۔ کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی۔ کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا سو مزہ چکھو کہ ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

اہل جہنم کی سزا: نیک لوگوں کا حال بیان فرما کر اب برے لوگوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ یہ دوزخ کی آگ میں جلتے جھلتے رہیں گے۔ انہیں وہاں موت بھی نہیں آئے گی جو مر جائیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾ نہ وہاں انہیں موت آئے گی نہ کوئی اچھی زندگی ہو گی۔ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ جو ابدی جہنمی ہیں انہیں وہاں موت نہیں آئے گی اور نہ اچھی زندگی ملے گی۔ وہ تو کہیں گے اے داروغہ جہنم تم ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں موت دے دے۔ لیکن جواب ملے گا کہ تم تو یہیں پڑے رہو گے۔ پس وہ تو موت کو اپنے لئے راحت سمجھیں گے۔ لیکن وہ آئے گی ہی نہیں' نہ مریں نہ عذابوں میں کمی دیکھیں۔ جیسے اور آیت میں ہے۔ ﴿اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ﴾ یعنی کفار دائماً عذاب جہنم میں رہیں گے جو عذاب کبھی بھی نہ ہٹیں گے نہ کم ہوں گے۔ یہ تمام بھلائی سے محض مایوس ہوں گے اور جگہ فرمان ہے ﴿كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا﴾ آگ جہنم ہمیشہ تیز ہی ہوتی رہے گی۔ فرماتا ہے ﴿فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا﴾ لو اب مزے چکھو عذاب ہی عذاب تمہارے لئے بڑھتے رہیں گے کافروں کا یہی بدلہ ہے۔ وہ چیخ پکار کریں گے۔ ہائے وائے کریں گے دنیا کی طرف لوٹنا چاہیں گے۔ اقرار کریں گے کہ اب ہم گناہ نہیں کریں گے' نیکیاں کریں گے۔ لیکن رب العالمین خوب جانتا ہے کہ اگر یہ واپس بھی جائیں تو وہی سرکشی کریں گے۔ اسی لئے ان

کا یہ ارمان پورا نہ ہو گا۔ جیسے اور جگہ فرمایا کہ انہیں ان کے اس سوال پر جواب ملے گا۔ کہ تم وہی ہو جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان ہوتا تھا تو تم کفر کرنے لگتے تھے وہاں اس کے ساتھ شرک کرنے میں تمہیں مزہ آتا تھا۔ پس اب بھی اگر تمہیں لوٹا دیا گیا تو وہی کرو گے جس سے منع کئے جاتے ہو۔ پس فرمایا دنیا میں تم بہت جئے۔ تم اس لمبی مدت میں بہت کچھ کر سکتے تھے۔ مثلاً ستر سال جئے۔

لمبی عمر: حضرت قتادہؒ کا قول ہے کہ لمبی عمر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت پوری کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنی چاہیے کہ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ہی انسان برائیوں میں بڑھتا چلا جائے۔ دیکھو تو یہ آیت جب اتری ہے اس وقت بعض لوگ صرف اٹھارہ سال کی عمر کے ہی تھے۔ وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں۔ مراد بیس سال کی عمر ہے۔ حسنؒ فرماتے ہیں چالیس سال کی عمر میں انسان کو ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اس عمر تک پہنچنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذر بندی ہو جاتا ہے۔ آپ ہی سے ساٹھ سال بھی مروی ہیں اور یہی زائد صحیح بھی ہے۔ جیسے ایک حدیث میں بھی ہے۔

گو امام ابن جریرؒ اس کی سند میں کلام کرتے ہیں لیکن وہ کلام ٹھیک نہیں۔ حضرت علیؓ سے بھی ساٹھ سال ہی مروی ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔ قیامت کے دن ایک منادی یہ بھی ہو گی کہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ جانے والے کہاں ہیں؟ لیکن اس کی سند ٹھیک نہیں۔ مسند میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں' جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے سات ستر سال کی عمر کو پہنچا دیا اس کا کوئی عذر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں چلنے کا۔ صحیح بخاری کتاب الرقاق میں ہے۔ اس شخص کا عذر اللہ تعالیٰ نے کاٹ دیا جسے ساٹھ سال تک دنیا میں رکھا۔ اس حدیث کی اور سندیں بھی ہیں لیکن اگر نہ بھی ہوتیں تو بھی صرف حضرت امام بخاریؒ کا اسے اپنی صحیح میں وارد کرنا اس کی صحت کا کافی ثبوت تھا۔ ابن جریرؒ کا یہ کہنا کہ اس کی سند کی جانچ کی ضرورت ہے۔ امام بخاری کے صحیح کہنے کے مقابلہ میں ایک جو کی بھی قیمت نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم۔ بعض لوگ کہتے ہیں اطبا کے نزدیک طبعی عمر ایک سو بیس برس کی ہے۔ ساٹھ سال تک تو انسان بڑھوتری میں رہتا ہے۔ پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ پس آیت میں بھی اسی عمر کو مراد لینا اچھا ہے' اور یہی اس امت کی غالب عمر ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے۔ میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال تک ہیں۔ اور اس سے تجاوز کرنے والے کم ہیں (ترمذی وغیرہ)۔

امام ترمذیؒ تو اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں اس کی اور کوئی سند نہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ امام صاحبؒ نے یہ کیسے فرما دیا۔ اس کی ایک دوسری سند ابن ابی الدنیا میں موجود ہے۔ خود ترمذی میں بھی یہ حدیث دوسری سند سے کتاب والزہد میں مروی ہے۔ ایک اور ضعیف حدیث میں ہے۔ میری امت میں ستر سال کی عمر والے بھی کم ہوں گے۔ اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے آپ کی امت کی عمر کی بابت سوال ہوا۔ تو آپ نے فرمایا پچاس ساٹھ سال تک کی عمر ہے۔ پوچھا گیا ستر سال کی عمر والے؟ فرمایا بہت کم اللہ تعالیٰ ان پر اور اسی سال والوں پر اپنا رحم فرمائے (بزار)۔

اس حدیث کا ایک راوی عثمان بن مطر قوی نہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی عمر تریسٹھ سال کی تھی۔ ایک قول ہے کہ ساٹھ سال کی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ پینسٹھ برس کی تھی۔ واللہ اعلم۔ (تطبیق یہ ہے کہ ساٹھ سال کہنے والے راوی دہائیوں کو لگاتے ہیں اکائیوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ پینسٹھ سال والے سال تولد اور سال وفات کو بھی گنتے ہیں اور تریسٹھ والے ان دونوں برسوں کو نہیں لگاتے پس کوئی اختلاف نہیں' فالحمد للہ۔ مترجم۔)

اور تمہارے پاس ڈرانے والے آ گئے۔ یعنی سفید بال یا خود رسول اللہ ﷺ زیادہ صحیح قول دوسرا ہی ہے۔ جیسے فرمان ہے ۞ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۞ یہ پیغمبر نذیر ہیں۔ پس عمر دے کر رسول بھیج کر اپنی حجت پوری کر دی۔ چنانچہ قیامت کے

دن بھی جب دوزخی تمنائے موت کریں گے تو یہی جواب ملے گا کہ تمہارے پاس حق آ چکا تھا۔ یعنی رسول کی زبانی ہم پیغام حق تمہیں پہنچا چکے تھے۔ لیکن تم نہ مانے اور آیت میں ہے۔۔ ﴿مَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾۔ ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے۔ سورۂ تبارک میں فرمان ہے جب جہنمی جہنم میں ڈالے جائیں گے تو وہاں کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں آئے تھے۔ یہ جواب دیں گے کہ ہاں آئے تھے۔ لیکن ہم نے انہیں نہ مانا۔ انہیں جھوٹا جانا اور کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو کوئی کتاب وغیرہ نازل نہیں فرمائی۔ تم یونہی بک رہے ہو۔ پس آج قیامت کے دن ان سے کہہ دیا جائے گا کہ نبیوں کی مخالفت کا مزہ چکھو مدت العمر انہیں جھٹلاتے رہے' اب آج بدلے اٹھاؤ۔ سن لو کوئی نہ کھڑا ہوگا جو تمہارے کام آ سکے تمہاری کچھ مدد کر سکے۔ اور عذابوں سے بچا سکے یا چھڑا سکے۔

إِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٣٨﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا ۖ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾

بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا۔ بے شک وہی جاننے والا ہے دل کی باتوں کا۔ وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا۔ سو جو شخص کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا اور کافروں کے لئے ان کا کفران کے پروردگار کے نزدیک ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے۔ اور کافروں کے لئے ان کا کفر خسارہ ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے وسیع اور بے پایاں علم کا بیان فرما رہا ہے کہ وہ تو آسمان وزمین کی ہر چیز کا عالم ہے۔ دلوں کے بھید سینوں کی باتیں اس پر عیاں ہیں۔ ہر عامل کو اس کے عمل کا وہ بدلہ دے گا۔ اس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا ہے۔ کافروں کے کفر کا وبال خود ان پر ہے۔ وہ جوں اپنے اپنے کفر میں بڑھتے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ان پر بڑھتی ہے اور ان کا نقصان اور زیادہ ہوا جاتا ہے۔ برخلاف مومن کے کہ اس کی عمر جس قدر بڑھتی ہے نیکیاں بڑھتی ہیں اور درجے پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوتا جاتا ہے۔

قُلْ أَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ أَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ أَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ إِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا غُرُوْرًا ﴿٤٠﴾ إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿٤١﴾

آپ کہیئے کہ تم اپنے قرار داد شریکوں کا حال تو بتلاؤ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کرتے ہو۔ یعنی مجھ کو یہ بتلاؤ کہ انہوں نے زمین کا کونسا جزو بنایا ہے یا ان کا آسمان میں کچھ ساجھا ہے۔ یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی دلیل پر قائم ہوں۔ بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے

سے نرے دھوکے کی باتوں کا وعدہ کرتے آتے ہیں۔ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہیں کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ نہ دیں اور اگر وہ موجودہ حالت کو چھوڑ بھی دیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا۔ وہ حلیم غفور ہے۔

اللہ کے سوا معبودوں نے کچھ نہیں بنایا: اللہ تعالیٰ اپنے رسول اللہ ﷺ سے فرما رہا ہے کہ آپ مشرکوں سے فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو تم پکارا کرتے ہو۔ تم مجھے بھی تو ذرا دکھاؤ کہ انہوں نے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ یا یہی ثابت کر دو کہ آسمانوں میں ان کا کونسا ساجھا ہے؟ جب کہ نہ وہ خالق نہ ساجھی' پھر تم مجھے چھوڑ کر انہیں کیوں پکارو۔ وہ تو ایک ذرے کے بھی مالک نہیں۔ اچھا یہ بھی نہیں تو کم از کم اپنے اس کفر و شرک کی کوئی کتابی دلیل ہی پیش کر دو لیکن تم یہ بھی نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم صرف اپنی نفسانی خواہشوں اور اپنی رائے کے پیچھے لگ گئے ہو' دلیل کچھ بھی نہیں' باطل' جھوٹ اور دھوکے بازی میں مبتلا ہو' ایک دوسرے کو فریب دے رہے ہو۔ اپنے ان جھوٹے معبودوں کی کمزوری اپنے سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کی جو سچا معبود ہے قدرت و طاقت دیکھو کہ آسمان و زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ رکا ہوا اور تھما ہوا ہے۔ ادھر ادھر جنبش بھی تو نہیں کر سکتا۔ آسمان کو زمین پر گر پڑنے سے اللہ تعالیٰ روکے ہوئے ہے۔ یہ دونوں اس کے فرمان سے ٹھہرے ہوئے ہیں' اس کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھام سکے روک سکے۔ نظام پر قائم رکھ سکے۔ اس حلیم و غفور اللہ تعالیٰ کو دیکھو کہ مخلوق و مملوک کی نافرمان' سرکشی کفر و شرک دیکھتے ہوئے بھی بردباری اور بخشش سے کام لے رہا ہے۔ ڈھیل اور مہلت دیئے ہوئے۔ گناہوں کو معاف فرماتا جاتا ہے۔

ابن ابی حاتم میں اس آیت کی تفسیر میں ایک غریب بلکہ منکر حدیث ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ منبر پر بیان فرمایا کہ آپ کے دل میں خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ کبھی سوتا بھی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ان کے پاس بھیج دیا جس نے انہیں تین دن تک سونے نہ دیا۔ پھر ان کے ایک ایک ہاتھ میں ایک ایک بوتل دی اور حکم دیا کہ ان کی حفاظت کرو یہ گرے نہیں ٹوٹے نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں ہاتھوں میں لے کر حفاظت کرنے لگے۔ لیکن نیند کا غلبہ تھا اونگھ آنے لگی کچھ جھونکے تو ایسے آئے کہ آپ ہوشیار ہو گئے اور بوتل گرتے نہ دی۔ لکن آخر نیند غالب آ گئی۔ اور بوتلیں ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئیں اور چورا چورا ہو گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ سونے والا دو بوتلیں بھی تھام نہیں سکتا۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ سوتا تو زمین آسمان کی حفاظت اس سے کیسے ہوتی۔ لیکن یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان نہیں' بلکہ بنی اسرائیل کی گھڑت ہے۔

بھلا حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا جلیل والقدر پیغمبر یہ تصور بھی کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سو جاتا ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں فرما چکا ہے کہ اسے اونگھ آئے نہ نیند۔ زمین و آسمان کی کل چیزوں کا مالک صرف وہی ہے۔ بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے نہ سونا اس کی شایان شان ہے۔ وہ ترازو کو اونچا نیچا کرتا رہتا ہے۔ دن کے عمل رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے اس کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ اس کا حجاب نور ہے یا آگ ہے۔ اگر اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی تجلیاں جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے سب مخلوق کو جلا دیں۔ ابن جریری میں ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا شام سے۔ پوچھا وہاں کس سے ملے؟ کہا کعب سے۔ پوچھا کعب نے کیا بات بیان کی؟ کہا آسمان ایک فرشتے کے کندھے تک گھوم رہے ہیں۔ پوچھا تم نے اسے سچ جانا یا جھٹلا دیا؟ جواب دیا کچھ بھی نہیں کیا۔ کہا سنو! کعب نے غلط کہا۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

اس کی اسناد صحیح ہیں۔ دوسری سند میں آنے والے کا نام ہے کہ وہ حضرت جندب بجلیؓ تھے۔ حضرت امام مالکؒ بھی اس

کی تردید کرتے تھے کہ آسمان گردش میں ہیں اور اسی آیت سے دلیل لیتے تھے اور اس حدیث سے بھی۔ جس میں ہے مغرب میں ایک دروازہ ہے جو توبہ کا دروازہ ہے وہ بند نہ ہو گا جب تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہو۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے' ﴿ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم﴾

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ﴿۴۲﴾ اِۨسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۭ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۭ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ڬ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾

اور ان کفار نے بڑی زور دار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے تو وہ ہر ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں پھر جب ان کے پاس ایک پیغمبر آ پہنچے تو بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی۔ دنیا میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور ان کی بری تدبیروں کی وجہ سے اور بری تدبیروں کا وبال ان تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے۔ سو کیا یہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ سو آپ اللہ تعالیٰ کے دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کے دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پاویں گے۔

ہدایت کو قبول کرنے کی قسمیں کھانا: قریش نے اور عرب نے حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے بڑی قسمیں کھا رکھی تھیں کہ اگر اللہ کا کوئی رسول ہم میں آئے تو ہم تمام دنیا سے زیادہ اس کی تابعداری کریں گے۔ جیسے اور جگہ فرمان ہے ﴿اِنْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ﴾ الخ یعنی اس لئے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہم سے پہلے کی جماعتوں پر تو البتہ کتابیں اتریں لیکن ہم تو ان سے بے خبر ہی رہے۔ اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم ان سے بہت زیادہ راہ یافتہ ہو جاتے۔ تو لو اب تو خود تمہارے پاس تمہارے رب کی بھیجی ہوئی دلیل آ پہنچی۔ ہدایت و رحمت خود تمہارے ہاتھوں میں دی جا چکی۔ اب بتلاؤ کہ رب کی آیتوں کی تکذیب کرنے والوں اور ان سے منہ موڑنے والوں سے زیادہ ظالم کون ہے؟ اور آیتوں میں ہے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے اپنے پاس اگلے لوگوں کے عبرتناک واقعات ہوتے تو ہم تو اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے بن جاتے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے اس کے ان کے پاس آ چکنے کے بعد کفر کیا۔ اب انہیں عنقریب اس کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر اور رب کی آخری اور افضل تر کتاب آ چکی۔ لیکن یہ کفر میں اور بڑھ گئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی باتیں ماننے سے تکبر کیا۔ خود نہ مان کر پھر اپنی مکاریوں سے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا۔ لیکن انہیں باور کر لینا چاہیے کہ اس کا وبال خود ان پر پڑے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نہیں البتہ اپنا بگاڑ رہے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں مکاریوں سے پرہیز کرو' مکر کا بوجھ مکار پر ہی پڑتا ہے اور اس کی جواب دہی اللہ کے ہاں ہو گی۔ حضرت محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں۔ تین کاموں کا کرنے والا نجات نہیں پا سکتا۔ ان کاموں کا وبال اس پر یقیناً آ پڑتا ہے۔ مکر اور بغاوت اور وعدوں کو توڑ دینا۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ انہیں صرف اسی کا انتظار ہے جو ان جیسے ان سے اگلوں کا حال ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب اور فرمان رسول کی مخالفت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دائمی عذاب ان پر آ گئے پس یہ تو اللہ تعالیٰ کی عادت ہی ہے۔ اور تو غور کر لے رب کی عادت بدلتی نہیں نہ پلٹی ہے۔ جس قوم پر عذاب کا ارادۂ الٰہی ہو چکا پھر اس

ارادے کے بدلنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا نہ عذاب ان پر سے ہٹیں نہ وہ ان سے بچیں نہ کوئی انہیں بچا سکے' واللہ اعلم۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝

ع ۵ ۱۷

اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا حالانکہ وہ قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز اس کو ہرا دے نہ آسمان میں اور نہ زمین میں۔ وہ بڑے علم والا بڑی قدرت والا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب دارو گیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک متنفس کو نہ چھوڑتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین تک مہلت دے رہا ہے سو جب ان کی وہ میعاد آپہنچے گی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آپ دیکھ لے گا۔

حکم ہوتا ہے کہ ان منکروں سے فرما دیجئے کہ زمین میں چل پھر کر دیکھیں تو سہی کہ ان جیسے ان سے اگلے لوگوں کے کیسے عبرتناک انجام ہوئے۔ ان کی نعمتیں چھن گئیں' ان کے محلات اجاڑ دیئے گئے ان کی طاقت ختم ہو گئی۔ ان کے مال تباہ کر دیئے گئے۔ ان کی اولادیں ہلاک کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب ان پر سے کسی طرح نہ ٹلے۔ آئی ہوئی مصیبت کو وہ نہ ہٹا سکے نوچ لئے گئے تباہ و برباد ہو گئے۔ کچھ کام نہ آیا۔ کوئی فائدہ کسی سے نہ پہنچا۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی ہرا نہیں سکتا۔ اسے کوئی امر عاجز نہیں کر سکتا۔ اس کا کوئی ارادہ مراد سے جدا نہیں۔ اس کا کوئی حکم کسی سے ٹل نہیں سکتا۔ وہ تمام کائنات کا عالم ہے۔ وہ تمام کاموں پر قادر ہے۔ اگر وہ اپنے بندوں کے تمام گناہوں پر پکڑ کرتا تو تمام آسمانوں والے اور زمینوں والے ہلاک ہو جاتے۔ جانور اور رزق تک برباد ہو جاتے۔ جانوروں کو ان کے گھونسلوں اور بھٹوں میں بھی عذاب پہنچ جاتا۔ زمین پر کوئی جانور باقی نہ بچتا۔ لیکن اب ڈھیل دیئے ہوئے ہے عذابوں کو موخر کئے ہوئے ہے وقت آ رہا ہے کہ قیامت قائم ہو جائے اور حساب کتاب شروع ہو جائے۔ طاعت کا بدلہ ثواب ملے' نافرمانی کا عذاب اور اس پر سزا ہو۔ اجل آنے کے بعد پھر تاخیر نہیں ملنے کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ بخوبی دیکھنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے سورۂ فاطر کی تفسیر ختم ہوئی' ﴿فالحمد للّٰہ﴾

تفسیر سورۂ یٰسین مکیہ

سورہ یٰسین کی فضیلت: ترمذی شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن شریف کا دل سورۂ یٰسین ہے۔ سورۂ یٰسین کے پڑھنے والے کو دس قرآن ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کا ایک راوی مجہول ہے۔ اس باب میں اور روایتیں بھی ہیں۔ لیکن سنداً وہ بھی کچھ ایسی بہت اچھی نہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ جو شخص رات کو سورہ یسین پڑھے اسے بخش دیا جاتا ہے اور جو وہ سورۂ دخان پڑھے اسے بھی بخش دیا جاتا ہے۔ اس کی اسناد بہت عمدہ ہیں۔ مسند کی

حدیث میں ہے' سورۂ بقرہ قرآن کی کوہان ہے اور اس کی بلندی ہے۔ اس کی ایک ایک آیت کے ساتھ اسی اسی فرشتے اترتے ہیں۔ اس کی ایک آیت یعنی آیۃ الکرسی عرش کے نیچے سے لائی گئی ہے۔ اور اس کے ساتھ ملائی گئی ہے۔ سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے' اسے جو شخص نیک نیتی سے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے پڑھے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اسے ان لوگوں کے سامنے پڑھو جو سکرات کی حالت میں ہوں۔ بعض علمائے کرام رحمتہ اللہ علیہم کا قول ہے کہ جس کام کے وقت سورۂ یٰسین پڑھی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اسے آسان کر دیتا ہے۔ مرنے والے کے سامنے جب اس کی تلاوت ہوتی ہے تو رحمت و برکت نازل ہوتی ہے اور روح آسانی سے نکلتی ہے' واللہ تعالیٰ اعلم۔ مشائخ نے بھی فرمایا ہے کہ ایسے وقت سورۂ یٰسین پڑھنے سے اللہ تعالیٰ تخفیف کر دیتا ہے اور آسانی ہو جاتی ہے۔ بزار میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ میری چاہت ہے کہ میری امت کا ہر ہر فرد اس کو یہ سورت یاد ہو۔

سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰسٓ ﴿١﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٥﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٦﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٧﴾

رحمٰن و رحیم اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع

یٰسین۔ قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بے شک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں سیدھے رستے پر ہیں۔ یہ قرآن اللہ تعالیٰ زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے تھے سو اسی سے یہ بے خبر ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے۔ سو یہ لوگ ایمان نہ لاویں گے۔

حروف مقطعات جو سورتوں کے شروع میں ہوتے ہیں۔ جیسے یہاں یٰسین ہے' ان کا پورا بیان ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر چکے ہیں۔ لہذا اب یہاں اسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ '' یسین '' سے مراد '' اے انسان '' ہے۔ بعض کہتے ہیں حبشی زبان میں اے انسان کے معنی میں یہ لفظ ہے۔ کوئی کہتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ پھر فرماتا ہے قسم ہے محکم اور مضبوط قرآن کی جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا کہ بالیقین اے محمد ﷺ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ سچے' اچھے' مضبوط اور عمدہ سیدھے اور صاف دین پر آپ ہیں۔ یہ صراط مستقیم رب رحمان و رحیم کی ہے' یہ دین اسی کا اتارا ہوا ہے جو عزت والا اور مومنوں پر خاص مہربانی کرنے والا ہے۔

جیسے فرمان ہے۔ ﴿وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ الخ تو یقیناً راہ راست کی رہبری کرتا ہے جو اس اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ ہے جو آسمان و زمین کا مالک ہے اور جس کی طرف تمام امور کا انجام ہے تاکہ تو عربوں کو ڈرائے جن کے بزرگ بھی ہوشیار نہیں کئے گئے جو محض غافل ہیں۔ ان کا تنہا ذکر کرنا اس لئے نہیں کہ دوسرے اس تنبیہ سے الگ ہیں' جیسے کہ بعض

افراد کے ذکر سے عام کی نفی نہیں ہوتی۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت عام تھی ساری دنیا کی طرف۔ اس کے دلائل بسط و تفصیل سے آیت ﴿ قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ﴾ کی تفسیر میں بیان ہو چکے ہیں۔ اکثر لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے عذابوں کا قول ثابت ہو چکا ہے۔ انہیں تو ایمان نصیب نہیں ہونے کا وہ تو تجھے جھٹلاتے ہی رہیں گے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِىَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِىَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْىِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَىْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾

ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک ہیں جس سے ان کے سر اوپر کو الٹ گئے۔ اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کر دی اور ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی جس سے ہم نے ان کو گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھ سکتے۔ اور ان کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ بس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور اللہ تعالیٰ اسے بے دیکھے ڈرے۔ سو آپ اس کو مغفرت اور عمدہ عوض کی خوشخبریاں سنا دیجئے۔ بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے جاتے ہیں اور وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے جاتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر دیا تھا۔

اللہ کو ہر چیز کا علم ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان بدنصیبوں کو ہدایت تک پہنچنا بہت مشکل بلکہ محال ہے۔ یہ تو ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے ہاتھ گردن پر باندھ دیئے جائیں اور ان کا سر اونچا جا رہا ہو۔ گردن کے ذکر کے بعد ہاتھ کا ذکر چھوڑ دیا۔ لیکن مراد یہی ہے کہ گردن ملا کر ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں اور سر اونچے ہیں' اور ایسا ہوتا ہے کہ بولنے میں ایک چیز کا ذکر کر کے دوسری چیز کو جو اسی سے سمجھ لی جاتی ہے اس کا ذکر چھوڑ دیتے ہیں۔ عرب شاعروں کے شعر میں بھی یہ بات موجود ہے۔ '' غسل '' کہتے ہی ہیں دونوں ہاتھوں کو گردن تک پہنچا کر گردن کے ساتھ جکڑ بند کر دینے کو۔ اسی لئے گردن کا ذکر کیا اور ہاتھوں کا ذکر چھوڑ دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے باندھ دیئے ہیں۔ اس لئے وہ کسی کار خیر کی طرف ہاتھ بڑھا نہیں سکتے۔ ان کے سر اونچے ہیں۔ ان کے ہاتھ ان کے منہ پر ہیں۔ وہ ہر بھلائی سے بے بس ہیں۔ گردنوں کے اس طوق کے ساتھ ہی ان کے آگے دیوار ہے' یعنی حق سے روک ہے۔ پیچھے بھی دیوار ہے یعنی حق سے روک ہے۔ اس وجہ سے تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔ حق کے پاس آ نہیں سکتے۔ ضلالتوں میں گھرے ہوئے ہیں آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ حق کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ نہ حق کی طرف راہ پائیں نہ حق سے فائدہ اٹھائیں۔ ابن عباسؓ کی قراءت میں ﴿ فَاَعْشَيْنٰهُمْ ﴾ عین سے ہے' یہ ایک قسم کی آنکھ کی بیماری ہے جو انسان کو نابینا کر دیتی ہے۔ پس اسلام و ایمان کے اور ان کے درمیان چوطرفہ روک ہے

جیسے اور آیت میں ہے کہ جن پر تیرے رب کا کلمہ حق ہو چکا ہے وہ تو ایمان لانے کے ہی نہیں۔ گو تو انہیں سب آیتیں بتا دے یہاں تک کہ وہ دردناک عذابوں کو خود دیکھ لیں۔ • جسے اللہ روک دے وہ کہاں سے روک ہٹا سکے۔ ایک مرتبہ ابو جہل ملعون نے کہا کہ اگر میں محمد ﷺ کو دیکھ لوں گا تو یوں کروں گا اور ووں کروں گا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ لوگ اس سے کہتے تھے یہ ہیں محمد ﷺ لیکن اسے آپ دکھائی نہیں دیتے تھے اور پوچھتا تھا کہاں ہیں کہاں ہیں؟ ایک مرتبہ اسی ملعون نے ایک مجمع میں کہا تھا کہ دیکھو یہ کہتا ہے کہ اگر تم اس کی تابعداری کرو گے تو تم بادشاہ بن جاؤ گے۔ اور مرنے کے بعد خلد نشیں ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم اس کا خلاف کرو گے تو یہاں ذلت کی موت مارے جاؤ گے اور وہاں عذابوں میں گرفتار ہوؤ گے۔ آج آنے تو دو۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ کی مٹھی میں خاک تھی۔

آپ ابتداء سورۂ یٰسین سے ﴿ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴾ تک پڑھتے ہوئے آ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو اندھا کر دیا اور آپ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے تشریف لے گئے۔ ان بدبختوں کا گروہ کا گروہ آپ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھا۔ اس کے بہت بعد ایک صاحب گھر سے نکلے۔ ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے گھیرا ڈالے کھڑے ہو؟ انہوں نے کہا محمد (ﷺ) کے انتظار میں ہیں' آج اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس نے کہا واہ واہ وہ تو گئے بھی اور تم سب کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے نکل گئے۔ یقین نہ ہو تو اپنے سر جھاڑو۔ اب جو سر جھاڑے تو واقعی خاک نکلی۔ حضور اکرم ﷺ کے سامنے جب ابو جہل کی یہ بات دہرائی گئی تو آپ نے فرمایا اس نے ٹھیک کہا۔ فی الواقع میری تابعداری ان کے لئے دونوں جہان کی عزت کا باعث ہے اور میری نافرمانی ان کے لئے ذلت کا موجب ہے اور یہی ہو گا۔ ان پر مہر الٰہی لگ چکی ہے۔ یہ نیک بات کا اثر نہیں لیتے۔ سورۂ بقرہ میں بھی اس مضمون کی ایک آیت گزر چکی ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ ﴾ الخ یعنی جن پر کلمہ عذاب ثابت ہو گیا ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے کا گو تو انہیں تمام نشانیاں دکھا دے یہاں تک کہ وہ خود عذاب الٰہی اپنی آنکھوں دیکھ لیں۔ ہاں تیری نصیحت ان پر اثر کر سکتی ہے جو بھلی بات کی تابعداری کرنے والے ہیں' قرآن کو ماننے والے ہیں' بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں اور ایسی جگہ بھی خوف الٰہی رکھتے ہیں جہاں کوئی اور دیکھنے والا نہ ہو۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر مطلع ہے اور ہمارے افعال کو دیکھ رہا ہے ایسے لوگوں کو تو گناہوں کی معافی کی' اجر عظیم و جمیل کی خوشخبری پہنچا دیجئے جیسے اور آیت میں ہے کہ جو لوگ پوشیدگی میں بھی خوف الٰہی رکھتے۔ ان کے لئے مغفرت اور ثواب کبیر ہے۔ ہمیں ہیں جو مردوں کو جلا دیتے ہیں۔ ہم قیامت کے دن انہیں نئی زندگی میں پیدا کرنے پر قادر ہیں۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ مردہ دلوں کے زندہ کرنے پر بھی اس اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے۔ وہ گمراہوں کو بھی راہ راست پر ڈال دیتا ہے جیسے اور مقام پر مردہ دلوں کا ذکر کر کے قرآن حکیم نے فرمایا ﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ ﴾ الخ جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ ہم نے تمہاری سمجھ بوجھ کے لئے بہت کچھ بیان فرما دیا اور ہم ان کے پہلے بھیجے ہوئے اعمال لکھ لیتے ہیں اور ان کے آثار بھی۔ یعنی جو یہ اپنے بعد باقی چھوڑ آئے۔ اگر خیر باقی چھوڑ آئے ہیں تو جزا اور نہ سزا پائیں گے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے جو شخص اسلام میں نیک طریقہ جاری کرے اس کا اور اسے جو کریں ان سب کا بدلہ ملتا ہے۔ لیکن ان کے بدلے کم ہو کر نہیں۔ اور جو شخص کسی برے طریقے کو جاری کرے اس کا بوجھ اس پر ہے اور ان کا بھی جو اس پر اس کے بعد کاربند ہوں۔ لیکن ان کا بوجھ گھٹ کر نہیں (مسلم)۔

ایک لمبی حدیث میں اس کے ساتھ ہی قبیلہ مضر کے چادر پوش لوگوں کا واقعہ بھی ہے۔ اور آخر میں ﴿وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا﴾ پڑھنے کا ذکر بھی ہے۔ صحیح مسلم شریف کی ایک اور حدیث میں ہے' جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے تمام عمل کٹ جاتے ہیں' مگر تین عمل' علم جس سے ذکر نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے اور وہ صدقہ جاریہ جو اس

کے بعد بھی باقی رہے۔ مجاہدؒ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ گمراہ لوگ جو گمراہی باقی چھوڑ جائیں۔ سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ ہر وہ نیکی اور بدی جسے اس نے جاری کیا اور اپنے بعد چھوڑ گیا۔ بغوی بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ اس جملہ کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ مراد آثار سے نشان قدم ہیں' جو اطاعت یا معصیت کی طرف اٹھیں۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں۔ اے ابن آدم اگر اللہ تعالٰی تیرے کسی فعل سے غافل ہوتا تو تیرے نشان قدم سے غافل ہوتا جنہیں ہوا مٹادیتی ہے لیکن اللہ تبارک وتعالٰی اس سے اور تیرے کسی عمل سے غافل نہیں۔ تیرے جتنے قدم اس کی اطاعت میں اٹھتے ہیں سب اس کے ہاں لکھے ہوئے ہیں۔ تم میں سے جس سے ہوسکے وہ اللہ تعالٰی کی فرماں برداری کی طرف قدم بڑھالے۔ اسی معنی کی بہت سی احادیث بھی ہیں۔ پہلی حدیث مسند احمد میں ہے۔ حضرت جابر ابن عبداللہؓ فرماتے ہیں مسجد نبوی کے آس پاس کچھ مکانات خالی ہوئے تو قبیلہ بنو سلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے محلے سے اٹھ کر یہیں قرب مسجد کے مکانات میں آبسیں۔ جب اس کی خبر رسول اللہ ﷺ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ کیا یہ ٹھیک ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ آپ نے دومرتبہ فرمایا'' اے بنو سلمہ! اپنے مکانات میں ہی رہو تمہارے قدم اللہ تعالٰی کے ہاں لکھے جاتے ہیں'' ۔

دوسری حدیث:۔ ابن ابی حاتم کی اسی روایت میں ہے کہ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور اس قبیلے نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ بزار کی اسی روایت میں ہے کہ بنو سلمہ نے مسجد سے اپنے گھر دور ہونے کی شکایت حضور اکرم ﷺ سے کی۔ اس پر یہ آیت اتری اور پھر وہ وہیں رہتے رہے۔ لیکن اس میں غرابت ہے۔ کیونکہ اس میں اس آیت کا اس بارے میں نازل ہونا بیان ہوا ہے اور یہ پوری سورت مکی ہے' واللہ اعلم۔

تیسری حدیث ابن جریر میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جن بعض انصار کے گھر سے مسجد نبوی دور تھی' انہوں نے مسجد کے قریب کے گھروں میں آنا چاہا۔ اس پر یہ آیت اتری تو انہوں نے کہا' اب ہم ان گھروں کو نہیں چھوڑیں گے۔ یہ حدیث موقوف ہے۔ چوتھی حدیث۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک مدنی صحابی کا مدینہ شریف میں انتقال ہوا تو آپ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھا کر فرمایا کاش کہ یہ اپنے وطن کے سوا کسی اور جگہ فوت ہوتے۔ کسی نے کہا یہ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ جب کوئی مسلمان غیر وطن میں فوت ہوتا ہے تو اس کے وطن سے لے کر وہاں تک کی زمین کا ناپ کرکے اسے جنت میں جگہ ملتی ہے۔

ابن جریرؒ میں حضرت ثابتؒ سے روایت ہے کہ میں حضرت انسؓ کے ساتھ نماز کے لئے مسجد کی طرف چلا۔ میں جلدی جلدی بڑے قدموں میں چلنے لگا تو آپ نے میرا ہاتھ تھام لیا اور اپنے ساتھ آہستہ آہستہ ہلکے ہلکے قدموں سے لے جانے لگے۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا' میں حضرت زید بن ثابتؓ کے ساتھ مسجد کو جارہا تھا اور تیز قدم چل رہا تھا تو آپ نے مجھ سے فرمایا اے انس! کیا تمہیں معلوم نہیں؟ کہ یہ نشانات قدم لکھے جاتے ہیں۔ اس قول سے پہلے قول کی مزید تائید ہوتی ہے کیونکہ جب نشان قدم تک لکھے جاتے ہیں تو پھیلائی ہوئی برائی بھلائی کیوں نہ لکھی جاتی ہوگی؟ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا کل کائنات' جمیع موجودات' مضبوط کتاب لوح محفوظ میں درج ہے جو ام الکتاب ہے۔ یہی تفسیر بزرگوں سے آیت ﴿يَوْمَ نَدْعُوْا﴾ کی تفسیر میں بھی مروی ہے کہ ان کا نامہ اعمال جس میں خیر وشر درج ہے۔ جیسے آیت قرآن ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ﴾ اور آیت ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيْءَ بِالنَّبِيِّيْنَ﴾ الخ میں ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿١٣﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿١٤﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا

وقف لازم

بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾

اور آپ ان کے سامنے ایک قصہ یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت کا بیان کیجئے جب کہ اس بستی میں کئی رسول آئے۔ یعنی جب کہ ہم نے ان کے پاس دو کو بھیجا سو ان لوگوں نے اول دونوں کو جھوٹا بتلایا پھر تیسرے سے تائید کی۔ سو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم تو ہماری طرح معمولی آدمی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم نرا جھوٹ بولتے ہو۔ ان رسولوں نے کہا ہمارا پروردگار علیم ہے کہ بے شک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔ اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا تھا۔

ایک بستی والوں کا واقعہ: اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم فرما رہا ہے کہ آپ اپنی قوم کے سامنے ان اگلے لوگوں کا قصہ بیان فرمائیے جنہوں نے ان سے پہلے اپنے رسولوں کو ان کی طرح جھٹلایا تھا۔ یہ واقعہ شہر انطاکیہ کا ہے وہاں کے بادشاہ کا نام انطیخش تھا۔ اس کے باپ اور دادا کا بھی یہی نام تھا یہ سب راجہ پرجا بت پرست تھے۔ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے تین پیغمبر آئے۔ صادق' صدوق اور شلوم' اللہ تعالیٰ کے درود و سلام ان پر نازل ہوں۔ لیکن ان بدنصیبوں نے سب کو جھٹلا دیا۔ عنقریب یہ بیان بھی آ رہا ہے کہ بعض بزرگوں نے اسے نہیں مانا کہ یہ واقعہ انطاکیہ کا ہو۔ پہلے تو ان کے پاس دو پیغمبر آئے انہوں نے انہیں نہ مانا۔ ان دو کی تائید میں پھر تیسرے نبی آئے۔ پہلے دو رسولوں کا نام شمعون علیہ السلام اور یوحنا علیہ السلام تھا اور تیسرے رسول کا نام بولص علیہ السلام تھا۔ ان سب نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔ اس نے ہماری معرفت تمہیں حکم بھیجا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ حضرت قتادہؒ بن دعامہ کا خیال ہے کہ یہ تینوں بزرگ جناب مسیح علیہ السلام کے بھیجے ہوئے تھے۔ بستی کے ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم تو ہم جیسے ہی انسان ہو' پھر کیا وجہ کہ تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کی وحی آئے اور ہماری طرح نہ آئے۔ ہاں اگر تم رسول ہوتے تو چاہئے تھا کہ تم فرشتے ہوتے۔ اکثر کفار نے یہی شبہ اپنے اپنے زمانے کے پیغمبروں کے سامنے پیش کیا تھا۔ جیسے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ یعنی لوگوں کے پاس رسول آئے اور انہوں نے جواب دیا کہ انسان ہمارے ہادی بن کر آئے۔ اور آیت میں ہے ﴿قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ یعنی تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو۔ تمہاری چاہت صرف یہ ہے کہ ہمیں اپنے باپ داداؤں کے معبودوں سے روک دو' جاؤ کوئی کھلا غلبہ لے آؤ۔

اور جگہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ﴾ یعنی کافروں نے کہا کہ اگر تم نے اپنے جیسے انسانوں کی تابعداری کی تو تم یقیناً بڑے ہی ٹوٹے میں پڑ گئے۔ اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ آیت ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا﴾ الخ میں اس کا بیان ہے۔ یہی ان لوگوں نے بھی ان تینوں نبیوں سے کہا کہ تم تو ہم جیسے انسان ہی ہو اور حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے تو کچھ بھی نازل نہیں فرمایا۔ تم یونہی غلط سلط کہہ رہے ہو۔ پیغمبروں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم اس کے سچے رسول ہیں اگر ہم جھوٹے ہوتے تو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی سزا ہمیں اللہ تعالیٰ دے دیتا۔ لیکن تم دیکھو گے کہ وہ ہماری مدد کرے گا اور ہمیں عزت عطا فرمائے گا اس وقت تمہیں خود روشن ہو جائے گا کہ کون شخص باعتبار انجام کے اچھا رہا۔ جیسے اور جگہ ارشاد ہے ﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا﴾ میرے تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے وہ تو آسمان و زمین کے غیب جانتا ہے۔ باطل پر ایمان رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے والے ہی نقصان

یافتہ ہیں۔ سنو ہمارے ذمہ تو صرف تبلیغ ہے۔ مانو گے تمہارا بھلا ہے' نہ مانو گے خود پچھتاؤ گے۔ ہمارا کچھ نہیں بگاڑو گے۔ کل اپنے کئے کا خمیازہ بھگتو گے۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٨﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿١٩﴾

وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی۔ ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے کیا اس کو نحوست سمجھتی ہو کہ تم کو نصیحت کی جاوے۔ بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔

نحوست اور بدشگونی: ان کافروں نے رسولوں سے کہا کہ تمہارے آنے سے ہمیں کوئی برکت وخیرت تو ملی نہیں بلکہ اور برائی اور بدی پہنچی۔ تم ہو ہی بدشگون لوگ۔ جہاں جاؤ گے بلائیں برسیں گی۔ سنو اگر تم اپنے اس طریقے سے باز نہ آئے اور یہی کہتے رہے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے اور سخت المناک سزائیں دیں گے۔ رسولوں نے جواب دیا کہ تم خود شریر ہو' تمہارے اعمال ہی برے ہیں اور یہی وجہ تم پر مصیبتیں آنے کی ہے' جیسا کرو گے ویسا بھرو گے یہی بات فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے مومنوں سے کہی تھی۔ جب انہیں کوئی راحت ملتی تو کہتے ہم تو اس کے مستحق ہی تھے اور اگر کوئی رنج پہنچتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مومنوں کی بدشگونی پر اسے محمول کرتے۔ جس کے جواب میں جناب باری تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَاللّٰهِ﴾ یعنی ان کی مصیبتوں کی وجہ ان کے اعمال بد ہیں جن کا وبال ہماری جانب سے انہیں پہنچ رہا ہے۔ قوم صالح نے بھی اپنے نبی سے یہی کہا تھا اور یہی جواب پایا تھا۔ خود جناب پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ سے بھی یہی کہا گیا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا ارشاد ہے۔ ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ﴾ الخ۔

یعنی اگر ان کافروں کو کوئی نقصان ہوتا ہے تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے۔ تو کہہ دے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان سے بات بھی نہیں سمجھی جاتی۔ پھر فرماتا ہے کہ صرف اس وجہ سے کہ ہم نے تمہیں نصیحت کی تمہاری خیر خواہی کی تمہیں بھلی راہ سمجھائی۔ تمہاری اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف رہنمائی کی۔ تمہیں اخلاص وعبادت کے طریقے سکھائے۔ تم ہمیں منحوس سمجھنے لگے اور ہمیں اس طرح ڈرانے' دھمکانے لگے اور خوف زدہ کرنے لگے اور مقابلے پر اتر آئے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم مسرف لوگ ہو' حدود الٰہی سے تجاوز کر جاتے ہو ہمیں دیکھو کہ ہم تمہاری بھلائی چاہیں۔ تمہیں دیکھو کہ تم ہم سے برائی سمجھو۔ بتلاؤ تو بھلا یہ کوئی انصاف کی بات ہے۔ افسوس تم انصاف کے دائرے سے نکل گئے۔

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٢٠﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢١﴾

اور ایک شخص اس شہر کے کسی اور مقام سے دوڑتا ہوا آیا۔ کہنے لگا کہ اے میری قوم ان رسولوں کی راہ پر چلو ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر بھی ہیں۔

حضرت حبیب کاذکر: مروی ہے کہ اس بستی کے لوگ یہاں تک سرکش ہو گئے کہ انہوں نے پوشیدہ طور پر نبیوں کے قتل کا ارادہ کرلیا۔ ایک مسلمان شخصہ جو اس بستی کے آخری حصے میں رہتا تھا۔ جس کا نام حبیب تھا اور رسی کا کام کرتا تھا۔ تھا بھی بیمار جذام کی بیماری تھی' بہت سخی آدمی تھا جو کماتا تھا اس کا آدھا حصہ راہ للہ خیرات کردیا کرتا تھا دل کا نرم اور فطرت کا اچھا تھا لوگوں سے الگ تھلگ ایک غار میں بیٹھ کر عبادت الٰہی کیا کرتا تھا۔ اس نے جب اپنی قوم کے اس بد ارادے کو کسی طرح معلوم کرلیا تو اس سے صبر نہ ہوسکا دوڑتا بھاگتا آیا۔ بعض کہتے ہیں یہ بڑھئی تھے ایک قول ہے کہ یہ دھوبی تھے۔ عمر بن حکم فرماتے ہیں کہ یہ جوتی گانٹھنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے' انہوں نے آکر اپنی قوم کو سمجھانا شروع کیا کہ تم ان رسولوں کی تابعداری کرو' ان کا کہا مانو' ان کی راہ چلو' دیکھو تو یہ اپنا کوئی فائدہ نہیں کر رہے۔ یہ تم سے تبلیغ رسالت کا کوئی بدلہ نہیں مانگتے۔ اپنی خیر خواہی کی کوئی اجرت تم سے طلب نہیں کر رہے' دردِ دل سے تمہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دے رہے ہیں اور سیدھے اور سچے راستے کی رہنمائی کر رہے ہیں خود بھی اسی راہ پر چل رہے ہیں۔ تمہیں ضرور ان کی دعوت پر لبیک کہنا چاہئے اور ان کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ لیکن قوم نے ان کی ایک نہ سنی بلکہ انہیں شہید کردیا ﴿رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ﴾

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہ﴾ تفسیر ابن کثیر کا بائیسواں پارہ ختم ہوا۔

وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾

مجھے کیا ہو گیا ہے جو میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ کیا میں اسے چھوڑ کر ایسوں کو معبود بناؤں اگر رب رحمان مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں۔ پھر تو میں یقیناً کھلی گمراہی میں ہوں۔ میری سنو! میں تو سچے دل سے تم سب کے رب تعالیٰ پر ایمان لا چکا۔

عبادت صرف اللہ کا حق ہے: وہ نیک بخت شخص جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب و تردید اور توہین ہوتی دیکھ کر دوڑا ہوا آیا تھا اور جس نے اپنی قوم کو نبیوں کی تابعداری کی رغبت دلائی تھی' وہ اب اپنے عمل اور عقیدے کو ان کے سامنے پیش کر رہا ہے اور انہیں حقیقت سے آگاہ کر کے ایمان کی دعوت دے رہا ہے تو کہتا ہے کہ میں تو صرف اپنے خالق و مالک اللہ ﴿وحدہٗ لا شریک لہٗ﴾ کی ہی عبادت کرتا ہوں۔ جب کہ صرف اسی نے مجھے پیدا کیا ہے' تو میں اس کی عبادت کیوں نہ کروں؟ پھر یہ نہیں کہ اب ہم اس کی قدرت سے نکل گئے ہیں' اب اس سے ہمیں کوئی تعلق نہ رہا ہو۔ نہیں بلکہ سب کے سب لوٹ کر پھر اس کے سامنے جمع ہونے والے ہیں۔ اس وقت وہ ہر بھلائی برائی کا بدلہ دیگا۔ یہ کیسی شرم کی بات ہے کہ میں اس خالق و قادر کو چھوڑ کر اوروں کو پوجوں' جو نہ تو یہ طاقت رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی کسی مصیبت کو مجھ پر سے ٹال دیں نہ یہ کہ ان کے کہنے سننے کی وجہ سے مجھے کوئی برائی ہی نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اگر مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو اس کو دفع نہیں کر سکتے' روک نہیں سکتے' نہ مجھے اس سے بچا سکتے ہیں۔ اگر میں ایسے کمزوروں کی عبادت کرنے لگوں تو مجھ سے بڑھ کر گمراہ اور بہکا ہوا اور کون ہوگا؟ پھر تو نہ صرف مجھے بلکہ دنیا کے ہر بھلے انسان پر میری گمراہی کھل جائیگی۔ میری قوم کے لوگو! اپنے جس حقیقی معبود اور پروردگار سے تم منکر ہوئے ہو' سنو! میں اسکی ذات پر ایمان رکھتا ہوں۔

اور یہ معنی بھی اس آیت کے ہو سکتے ہیں کہ اس اللہ والے مرد صالح نے اپنی قوم سے روگردانی کر کے اللہ تعالیٰ کے ان رسولوں سے یہ کہا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبرو! تم میرے ایمان کے گواہ رہنا' میں ذات باری تعالیٰ پر ایمان لایا' جس نے تمہیں برحق رسول بنا کر بھیجا۔ پس گویا یہ اپنے ایمان پر اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو گواہ بنا رہا ہے۔ یہ قول بہ نسبت اگلے قول کے بھی زیادہ واضح ہے۔ واللہ اعلم'

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ اتنا ہی کہنے پائے تھے جو تمام کفار ٹوٹ پڑے اور زدوکوب کرنے لگے۔ کون تھا جو انہیں بچاتا؟ پھر پتھر مارتے مارتے انہیں اسی وقت فی الفور شہید کر دیا ﴿رضی اللہ تعالیٰ عنہ و ارضاہ﴾۔ یہ اللہ کے بندے اور یہ سچے ولی اللہ پتھر کھا رہے تھے لیکن زبان سے یہی کہے جا رہے تھے کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت کر یہ جانتے نہیں۔

قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾

اس سے کہا گیا کہ جنت میں چلا جا' کہنے لگا کاش کہ میری قوم کو بھی علم ہو جاتا۔ کہ مجھے میرے رب تعالیٰ نے بخش دیا اور مجھے عزت والے لوگوں میں سے کر دیا۔ اسکے بعد ہم نے اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ اتارا اور نہ اس طرح ہم اتارا کرتے ہیں۔ وہ تو صرف ایک زور کی چیخ تھی کہ یکا یک وہ سب کے سب بجھ بجھا گئے۔

مؤمن کیلئے جنت کی خوشخبری: حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ان کفار نے اس مومن کامل کو بری طرح مارا پیٹا اس کو گرا گرا اس کے پیٹ پر چڑھ بیٹھے اور پیروں سے اسے روندنے لگے یہاں تک کہ اس کی آنتیں اس کے پیچھے کے راستے سے باہر نکل آئیں۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی۔ اسے اللہ نے دنیا کے رنج و غم سے آزاد کر دیا اور امن وچین کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا۔ ان کی شہادت سے اللہ تعالیٰ خوش ہوا۔ جنت ان کے لئے کھول دی گئی اور داخلہ کی اجازت مل گئی۔ اپنے ثواب واجر کو عزت واکرام کو دیکھ کر پھر اس کی زبان سے نکل گیا کاش کہ میری قوم یہ جان لیتی کہ مجھے میرے رب تعالیٰ نے بخش دیا اور میرا بڑا ہی اکرام کیا۔ فی الواقع مومن سب کے خیر خواہ ہوتے ہیں وہ دھوکے باز اور بدخواہ نہیں ہوتے۔ اس اللہ والے شخص نے زندگی میں بھی قوم کی خیر خواہی کی اور مرنے کے بعد بھی ان کا خیر خواہ رہا۔ یہ بھی مطلب ہے کہ وہ کہتا ہے کہ کاش کہ میری قوم یہ جان لیتی کہ مجھے کس باعث میرے رب نے بخشا اور کیوں میری عزت کی تو لامحالہ وہ بھی اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی۔ اللہ پر ایمان لاتی اور رسولوں کی پیروی کرتی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے اور ان سے خوش رہے۔ دیکھو تو قوم کی ہدایت کے کس قدر خواہشمند تھے۔

حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ نے جناب رسول اللہ تعالیٰ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور اگر اجازت دیں تو میں اپنی قوم میں تبلیغ دین کے لئے جاؤں اور انہیں دعوت اسلام دوں؟ آپ نے فرمایا ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں قتل کر دیں'' جواب دیا کہ حضور! اس بات کا تو احتمال ہی نہیں کیونکہ انہیں مجھ سے اس قدر الفت وعقیدت ہے کہ اگر میں سویا ہوا ہوں تو وہ مجھے جگائیں گے بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا پھر جائیے۔ یہ چلے۔ جب لات وعزیٰ بتوں کے پاس سے ان کا گزر ہوا تو کہنے لگے اب تمہاری شامت آ گئی۔ اس بات پر پورا قبیلہ ثقیف بگڑ بیٹھا۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ'' اے میری قوم کے لوگو! تم ان بتوں کو ترک کرو۔ یہ لات وعزیٰ دراصل کوئی چیز نہیں۔ اسلام قبول کرو تو سلامتی حاصل ہوگی' اے میرے بھائی بندو! یقین مانو کہ یہ بت کچھ حقیقت نہیں رکھتے' ساری بھلائی اسلام میں ہے'' ۔ وغیرہ۔ ابھی تو تین ہی مرتبہ صرف اس کلمہ کو دہرایا تھا کہ ایک بدنصیب جلے تن نے دور سے ہی ایک تیر چلایا۔ جو رگ اکحل پر لگا اور آپ اسی وقت شہید ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایسا ہی تھا جیسے سورہ یٰس والا جس نے کہا تھا'' کاش میری قوم میری مغفرت اور عزت کو جان لیتی۔

حضرت کعب احبارؒ کے پاس جب حبیب بن زید بن عاصمؓ کا ذکر کیا گیا جو قبیلہ بنو مازن بن نجار سے تھے جن کو جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب ملعون نے شہید کر دیا تھا' تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم یہ حبیبؓ بھی اسی حبیب کی طرح تھے جن کا ذکر سورہ یٰس میں ہے۔ ان سے اس کذاب نے حضور ﷺ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا'' بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں'' ۔ اس نے کہا میری نسبت بھی تو گواہی دیتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں؟ تو حضرت حبیبؓ نے فرمایا'' میں نہیں سنتا؟ اس نے کہا محمد (ﷺ) کی نسبت تو کیا کہتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں ان کی سچی رسالت کو مانتا ہوں۔ اس نے پھر پوچھا'' میری رسالت کی نسبت کیا کہتا ہے؟'' ۔ جواب دیا کہ میں نہیں سنتا۔ اس ملعون نے کہا'' انکی نسبت تو سن لیتا ہے اور میری نسبت بہرا بن جاتا ہے'' چنانچہ اس کے بعد ایک مرتبہ پوچھتا اور ان کے اس جواب پر ایک عضو بدن کٹوا دیتا۔ پھر پوچھتا پھر یہی جواب پاتا' پھر ایک عضو بدن کٹواتا۔ اسی طرح جسم کا ایک ایک جوڑ کٹوا دیا اور وہ اپنے سچے اسلام پر آخری دم تک قائم رہے اور جو جواب پہلے تھا وہی آخر تک رہا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے ﴿رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَ اَرْضَاهُ﴾۔

اس کے بعد ان لوگوں پر جو غضب الٰہی نازل ہوا اور جس عذاب سے وہ غارت کر دیئے گئے اس کا ذکر ہو رہا ہے۔ چونکہ انہوں نے

اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا' اللہ تعالیٰ کے ولی کو قتل کیا۔ اس لئے ان پر عذاب اترا اور ہلاک کر دیئے گئے۔ لیکن انہیں برباد کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نہ تو کوئی لشکر آسمان سے بھیجا نہ کوئی خاص اہتمام کرنا پڑا' نہ کسی بڑے سے بڑے کام کے لئے اسے اس کی ضرورت' اس کا تو صرف حکم کر دینا کافی ہے' نہ انہیں اس کے بعد کوئی تنبیہ کی گئی' نہ ان پر فرشتے اتارے گئے' بلکہ بلا مہلت عذاب میں پکڑ لئے گئے اور بغیر اس کے کہ کوئی نام لیوا پانی دینے والا ہو' اول سے آخر تک ایک ایک کر کے سب فنا کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور ان کے شہر انطاکیہ کے دروازے کی چوکھٹ تھام کر اس زور سے آواز لگائی کہ کلیجے پاش پاش ہو گئے اور دل دہل گئے اور روحیں پرواز کر گئیں۔

حضرت قتادہ ؒ سے مروی ہے کہ ان لوگوں کے پاس جو تینوں رسول آئے تھے یہ حضرت عیسیٰ ؑ کے بھیجے ہوئے قاصد تھے' لیکن اس میں قدرے کلام ہے۔ اولاً تو یہ کہ قصے کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستقل رسول تھے۔ فرمان ہے ﴿اِذْ اَرْسَلْنَآ﴾۔ جب کہ ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے' جب انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کی مدد کے لئے تیسرا رسول بھیجا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے یہ رسول اہل انطاکیہ سے کہتے ہیں۔ ﴿اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ﴾۔ یعنی ہم تمہاری طرف رسول ہیں الخ۔

پس اگر یہ تینوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے حضرت عیسیٰ ؑ کے بھیجے ہوئے ہوتے تو انہیں یہ کہنا مناسب نہ تھا بلکہ وہ کوئی ایسا جملہ کہتے جس سے معلوم ہو جاتا کہ یہ حضرت عیسیٰ ؑ کے قاصد ہیں' واللہ اعلم۔

پھر یہ بھی ایک قرینہ ہے کہ کفار انطاکیہ ان کے جواب میں کہتے ہیں ﴿ان انتم الا بشر مثلنا﴾ تم تو ہم ہی جیسے انسان ہو۔ دیکھ لو یہ کلمہ کفار ہمیشہ رسولوں کو ہی کہتے رہے۔ اگر وہ حواریوں میں سے ہوتے تب تو ان کا مستقل دعویٰ رسالت کا تھا ہی نہیں۔ پھر انہیں یہ لوگ یہ الزام ہی کیوں دیتے؟

ثانیاً اہل انطاکیہ کی طرف حضرت مسیح کے قاصد گئے تھے' اور اس وقت اس بستی کے لوگ ان پر ایمان لائے تھے بلکہ یہی وہ پہلی بستی ہے جو ساری کی ساری جناب مسیح پر ایمان لائی۔ اسی لئے نصرانیوں کے وہ چار شہر جو مقدس سمجھے جاتے ہیں' ان میں ایک یہ بھی ہے۔ بیت المقدس کی بزرگی کے وہ قائل اس لئے ہیں کہ وہ حضرت مسیح کا شہر ہے۔ اور انطاکیہ کو حرمت والا شہر اس لئے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہیں کے لوگ حضرت مسیح پر ایمان لائے اور اسکندریہ کی عظمت کی وجہ یہ ہے کہ یہاں انہوں نے اپنے مذہبی عہدے داروں کی تقرری پر اجماع کیا۔ اور رومیہ کی حرمت کے قائل اس وجہ سے ہیں کہ شاہ قسطنطین کا شہر یہی ہے اور اسی بادشاہ نے ان کے دین کی امداد کی تھی اور یہیں ان کے تبرکات تھے۔ پھر جب اس نے قسطنطنیہ شہر بسایا تو ان تبرکات کو رومیہ سے یہاں لا رکھا۔

سعد بن بطریق وغیرہ نصرانی مورخین کی تاریخوں میں یہ سب واقعات مذکور ہیں۔ مسلمان مورخین نے بھی یہی لکھا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انطاکیہ والوں نے حضرت عیسیٰ ؑ کے قاصدوں کی تو مان لی تھی اور یہاں بیان ہے کہ انہوں نے نہ مانی اور ان پر عذاب الٰہی آیا اور تہس نہس کر دیئے گئے۔ تو ثابت ہوا کہ یہ واقعہ اور ہے' یہ رسول مستقل رسالت پر مامور تھے اور انہوں نے نہ مانا جس پر انہیں سزا ہوئی اور وہ بے نشان کر دیئے گئے اور چراغ سحری کی طرح بجھا دیئے گئے' واللہ اعلم۔

ثالثاً انطاکیہ والوں کا قصہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے ساتھ وقوع میں آیا' وہ قطعاً توراۃ کے اترنے کے بعد کا ہے اور حضرت ابو سعید خدری ؓ اور سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ توراۃ کے نزول کے بعد کسی بستی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آسمانی عذاب سے بالکل برباد نہیں کیا بلکہ مومنوں کو کافروں سے جہاد کرنے کا حکم دے کر کفار کو نیچا دکھایا ہے جیسا کہ آیت ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا﴾ کی تفسیر میں ہے۔ اور اس بستی کی آسمانی ہلاکت پر آیات قرآنی شاہد ہیں' جن سے عدل واضح ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ انطاکیہ کا نہیں جیسے کہ بعض سلف کے اقوال بھی اسے مطلق اور تعیین مقام سے آزاد کرتے ہیں' ان کا قول ہے کہ اس سے مراد یہ مشہور شہر انطاکیہ نہیں' ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انطاکیہ نامی کوئی شہر اور بھی ہو اور یہ واقعہ وہاں کا ہو' اس لئے جو انطاکیہ مشہور ہے اس کا عذاب

اللہ تعالیٰ سے نیست ونابود ہونا مشہور نہیں ہوا نہ تو نصرانیت کے زمانہ میں اور نہ اس سے پہلے واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ۔ یہ بھی یاد رہے کہ طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ دنیا میں تین ہی شخص سبقت کرنے میں سب سے آگے نکل گئے ہیں ۔ حضرت موسیٰ کی طرف سبقت کرنے والے تو حضرت یوشع بن نون تھے اور حضرت عیسیٰ کی طرف سبقت کرنے والے وہ تھے جن کا ذکر ﴿سُوْرَةُ یٰسٓ﴾ میں ہے اور محمد ﷺ کی خدمت میں آگے بڑھنے والے حضرت علی بن ابی طالب تھے ۔ یہ حدیث بالکل منکر ہے صرف حسین اشقر اسے روایت کرتا ہے اور وہ شیعہ ہے اور متروک ہے واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾

بندوں پر افسوس! کبھی بھی کوئی رسول ان کے پاس نہیں آیا جس کی ہنسی انہوں نے نہ اڑائی ہو ۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ان کے پہلے بہت سی بستیاں ہم نے غارت کر دی ہیں جو ان کی طرف واپس نہیں لوٹتے ۔ اور نہیں ہے کوئی جماعت مگر یہ کہ وہ جمع ہو کر ہمارے سامنے حاضر کی جائے گی ۔

بندوں پر حسرت وافسوس ہے ۔ بندے کل اپنے اوپر کیسے نادم ہونگے وہ بار بار کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم نے تو خود اپنا برا کیا ۔ بعض قرائتوں میں ﴿ یٰحَسْرَةَ الْعِبَادِ عَلٰی اَنْفُسِهَا﴾ بھی ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن عذابوں کو دیکھ کر ہاتھ ملیں گے کہ انھوں نے کیوں رسولوں کو جھٹلایا اور کیوں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے خلاف کیا ۔

دنیا میں تو ان کا یہ حال تھا کہ جب کبھی جو رسول آیا انھوں نے بلا تامل جھٹلایا اور دل کھول کر ان کی بے ادبی اور توہین کی ۔ وہ اگر یہاں تامل کرتے تو سمجھ لیتے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے پیغمبروں کی نہ مانی تھی وہ غارت و برباد کر دیئے گئے ان کی بھوسی اُڑا دی گئی ایک بھی تو ان میں سے نہ بچ سکا نہ اس دار آخرت سے کوئی واپس پلٹا ۔ اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو دہریہ تھے جن کا خیال تھا کہ یونہی دنیا میں مرتے جیتے چلے جائیں گے لوٹ لوٹ کر اس دنیا میں آئیں گے تمام گزرے ہوئے موجود اور آنے والے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب و کتاب کے لئے حاضر کئے جائیں گے اور وہاں ہر ہر بھلائی اور برائی کا بدلہ پائیں گے جیسے اور آیت میں فرمایا ﴿ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ﴾ یعنی ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ تیرا رب عطا فرمائے گا ۔ ایک قرات میں ﴿ لَمَا ﴾ ہے تو ان اثبات کے لئے ہوگا ۔ اور ﴿ لَمَّا ﴾ پڑھنے کے وقت ان نافیہ ہوگا اور ﴿ لَمَّا ﴾ معنی میں ﴿ اِلَّا ﴾ کے ہوگا ۔ تو مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ نہیں ہیں سب مگر یہ کہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر شدہ ہیں ۔ دوسری قرات پر بھی مطلب یہی رہیگا واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾

ان کیلئے ایک نشانی خشک مردہ زمین ہے' جس کو ہم زندہ کر دیتے ہیں جس سے اناج نکالتے ہیں جس میں سے وہ کھاتے ہیں' اور ہم اس میں کھجوروں کے اور انگوروں کے باغات پیدا کر دیتے ہیں جن میں ہم چشمے بھی جاری کر دیتے ہیں۔ تاکہ لوگ اس کے پھل کھائیں' انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اسے نہیں بنایا۔ پھر کیوں شکر گزاری نہیں کرتے۔ وہ پاک ذات ہے جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے اور خواہ وہ زمین کی اگائی ہوئی چیزیں ہوں' خواہ خود ان کے نفوس ہوں خواہ وہ چیزیں ہوں جنہیں یہ جانتے بھی نہیں۔

وجود باری تعالیٰ کی ایک نشانی: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے وجود پر اور میری زبردست قدرت پر اور مردوں کو زندگی دینے پر ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مردہ زمین جو بنجر خشک پڑی ہوتی ہے۔ جس میں کوئی روئیدگی' تازگی' ہریاول اور گھاس وغیرہ نہیں ہوتی' میں اس پر آسمان سے پانی برساتا ہوں اور وہ مردہ زمین جی اٹھتی ہے' لہلہانے لگتی ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ اُگ جاتا ہے اور قسم قسم کے پھل پھول وغیرہ نظر آنے لگتے ہیں۔ تو فرماتا ہے کہ ہم اس مردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اور اس میں قسم قسم کے اناج پیدا کرتے ہیں۔ بعض کو تم کھاتے ہو اور بعض تمہارے جانور کھاتے ہیں۔ ہم اس میں کھجوروں کے انگوروں کے باغات وغیرہ تیار کر دیتے ہیں' نہریں جاری کر دیتے ہیں جو باغوں اور کھیتوں کو سیراب سرسبز وشاداب کرتی رہتی ہیں۔ یہ سب اس لئے کہ ان درختوں کے میوے دنیا کھائے' کھیتوں اور باغات سے نفع حاصل کرے اور حاجتیں پوری کرے' یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی قدرت سے پیدا ہو رہے ہیں۔ کسی کے بس اور اختیار میں نہیں۔ تمہارے ہاتھوں کی پیدا کردہ چیزیں نہیں نہ تم میں ان کو اگانے کی طاقت' نہ تم میں ان کو بچانے کی قدرت' نہ ان کو پکانے اور تیار کرنے کا تمہیں اختیار۔ صرف اللہ تعالیٰ کے یہ کام ہیں اور اسی کی یہ مہربانی ہے اور اس کے احسان کے ساتھ ہی ساتھ یہ اس کی قدرت کے نمونے ہیں۔ پھر لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو شکر گزاری نہیں کرتے؟ اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہا ان گنت نعمتیں اپنے پاس ہوتے ہوئے اس کا احسان نہیں مانتے۔

ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ باغات کے پھل یہ کھاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کا بویا ہوا یہ پاتے ہیں چنانچہ ابن مسعودؓ کی قرائت میں ﴿ مِمَّا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ﴾ ہے۔ پاک اور برتر اور تمام نقصانات سے بری وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے زمین کی پیداوار کو اور خود تم کو جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے اور مختلف قسم کی مخلوق کے جوڑے بنائے ہیں جنہیں تم جانتے بھی نہیں ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾

اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے جس سے ہم دن کو الگ کر دیتے ہیں تو وہ یکا یک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اور سورج کے لئے جو مقررہ راہ ہے وہ اسی پر چلتا رہتا ہے۔ یہ ہے اندازہ غالب باعلم اللہ تعالیٰ کا۔ اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ پھر کر پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانیوالی ہے۔ اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔

ایک اور نشانی: اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی ایک نشانی بیان ہو رہی ہے اور وہ دن رات ہیں جو اجالے اور اندھیرے والے ہیں اور برابر

ایک دوسرے کے پیچھے آ جا رہے ہیں' جیسے اور فرمایا ﴿یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا﴾ رات کو دن سے چھپا تا ہے' رات دن کو جلدی جلدی ڈھونڈتی آتی ہے۔ یہاں بھی فرمایا رات میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں' دن تو ختم ہوا اور رات آ گئی اور چاروں طرف سے اندھیرا چھا گیا۔ حدیث میں ہے کہ جب ادھر سے رات آ جائے اور دن ادھر سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزے دار افطار کر لے۔ ظاہر آیت تو یہی ہے لیکن حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب مثل آیت ﴿یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَ یُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ﴾ کے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے۔

امام ابن جریرؒ اس قول کو ضعیف بتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں اس آیت میں جو لفظ ''ایلاج'' ہے اس کے معنے ایک کی کمی کر کے دوسری میں زیادتی کرنے کے ہیں اور یہ مراد اس آیت میں نہیں۔ امام صاحبؒ کا یہ قول حق ہے ﴿مُسْتَقَرٍّ﴾ سے مراد یا تو مستقر مکانی یعنی جائے قرار ہے اور وہ عرش تلے کی وہ ہی سمت ہے۔ پس ایک سورج ہی نہیں بلکہ کل مخلوق عرش کے نیچے ہی ہے اس لئے کہ عرش ساری مخلوق کے اوپر ہے اور سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہ ﴿کُرَہ﴾ نہیں ہے جیسے کہ ہئیت داں کہتے ہیں' بلکہ وہ مثل قبے کے ہے جس کے پائے ہیں اور جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں' انسانوں کے سروں کے اوپر' اوپر والے عالم میں ہے' پس جب کہ سورج فلکی قبے میں ٹھیک ظہر کے وقت ہوتا ہے اس وقت وہ عرش سے بہت قریب ہوتا ہے پھر جب وہ گھوم کر چوتھے فلک میں اسی مقام کے بالمقابل آ جاتا ہے' یہ آدھی رات کا وقت ہوتا ہے' جب کہ وہ عرش سے بہت دور ہو جاتا ہے پس وہ سجدہ کرتا ہے اور طلوع کی اجازت چاہتا ہے' جیسے کہ احادیث میں ہے۔

صحیح بخاری میں ہے' حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں سورج کے غروب ہونے کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس مسجد میں تھا' آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا جانتے ہو یہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ عرش تلے جا کر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿وَالشَّمْسُ﴾ تلاوت کی۔

اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ سے حضرت ابوذرؓ نے اس آیت کا مطلب پوچھا' تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کی قرارگاہ عرش کے نیچے ہے۔ مسند احمد میں اس سے پہلے کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے واپس ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے' گویا اس سے کہا جاتا ہے کہ جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ جا' تو وہ اپنے طلوع ہونے کی جگہ سے نکلتا ہے اور یہی اس کا مستقر ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اس آیت کے ابتدائی فقرے کو پڑھا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے لیکن قبول نہ کیا جائے اور اجازت مانگے لیکن اجازت نہ دی جائے بلکہ کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا پس وہ مغرب سے ہی طلوع کرے۔ یہی اس آیت کریمہ کے معنے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ سورج طلوع ہوتا ہے اسے انسانوں کے گناہ لوٹا دیتے ہیں' وہ غروب ہو کر سجدہ میں گر پڑتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے' اجازت مل جاتی ہے' ایک دن یہ غروب ہو کر بہ عاجزی سجدہ کرے گا اور اجازت مانگے گا لیکن اجازت نہ دی جائے گی۔ وہ کہے گا کہ راہ دور ہے اور اجازت ملی نہیں اس لئے پہنچ نہیں سکوں گا۔ پھر کچھ دیر روک رکھنے کے بعد اس سے کہا جائیگا کہ جہاں سے غروب ہوا تھا وہیں سے طلوع ہو جا! یہی قیامت کا دن ہوگا جس دن ایمان لانا محض بے سود ہوگا اور نیکیاں کرنی بھی ان کے لئے جو اس سے پہلے ایماندار اور نیکوکار نہ تھے بے کار ہوں گی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مستقر سے مراد اس کے چلنے کی انتہا ہے' پوری بلندی جو گرمیوں میں ہوتی ہے اور پوری پستی جو جاڑوں میں ہوتی ہے پس یہ ایک قول ہوا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے اس لفظ مستقر سے مراد اس کی چال کا خاتمہ ہے' قیامت کے دن اس کی حرکت باطل ہو جائے گی' یہ بے نور ہو جائے گا' اور یہ عالم کل کا کل ختم ہو جائے گا۔ یہ مستقر زمانی ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے مستقر پر چلتا ہے یعنی اپنے وقت اور میعاد پر جس سے تجاوز نہیں کر سکتا' جو اس کے راستے جاڑوں کے اور گرمیوں کے مقرر ہیں ان ہی راستوں سے آتا جاتا ہے۔ ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کی قرات ﴿لَا مُسْتَقَرَّ لَھَا﴾ ہے یعنی اس کے لئے سکون و قرار نہیں بلکہ دن رات بحکم اللہ تعالیٰ گردش کرتا رہتا ہے نہ رکے نہ تھکے جیسے

فرمایا ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَائِبَيْنِ﴾ یعنی اس نے تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر کیا ہے جو نہ تھکیں نہ ٹھہریں' قیامت تک چلتے پھرتے ہی رہیں گے۔ یہ اندازہ اس اللہ تعالیٰ کا ہے جو غالب ہے جس کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا' جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ وہ علیم ہے ہر ہر حرکت و سکون کو جانتا ہے' اس نے اپنی حکمت کاملہ سے اس کی رفتار مقرر کی ہے جس میں نہ اختلاف واقع ہو سکے نہ اس کے برعکس ہو سکے' جیسے فرمایا ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ﴾ صبح کا نکالنے والا جس نے رات کو راحت کا وقت بنایا اور سورج چاند کو حساب سے مقرر کیا۔ یہ ہے اندازہ غالب ذی علم کا۔ حم سجدہ کی آیت کو بھی اسی طرح ختم کیا' پھر فرماتا ہے کہ چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں وہ ایک جداگانہ چال چلتا ہے جس سے مہینے معلوم ہو جائیں' جیسے سورج کی چال سے رات دن معلوم ہو جاتے تھے' جیسے فرمان ہے کہ لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں' تو جواب دے کہ وقتوں اور حج کے موسم کو بتلانے کے لئے ہے۔ اور اس آیت میں فرمایا اس نے سورج کو ضیاء اور چاند کو نور دیا ہے اور اس کی منزلیں ٹھہرا دی ہیں تاکہ تم برسوں کو اور حساب کو معلوم کر لو الخ۔

ایک آیت میں ہے کہ ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنا دی ہیں' رات کی نشانی کو ہم نے دھندلا کر دیا ہے اور دن کی نشانی کو روشن کیا ہے تاکہ تم اس میں اپنے رب کی نازل کردہ روزی کو تلاش کر سکو اور برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو۔ ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل سے بیان کر دیا ہے' پس سورج کی چمک دمک اس کے ساتھ مخصوص ہے اور چاند کی روشنی اسی میں ہے اس کی رفتار بھی مختلف ہے' سورج ہر دن طلوع و غروب ہوتا ہے اسی جوت کے ساتھ ہوتا ہے ہاں اسکے طلوع و غروب کی جگہیں جاڑے میں اور گرمی میں الگ الگ ہوتی ہیں۔ اسی سبب سے دن رات کی طولانی میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ سورج دن کا ستارہ ہے اور چاند رات کا ستارہ ہے' اس کی منزلیں مقرر ہیں'

مہینے کی پہلی رات طلوع ہوتا ہے بہت چھوٹا ہوتا ہے' روشنی کم ہوتی ہے دوسری شب روشنی اس سے بڑھ جاتی ہے اور منزل بھی ترقی کرتی جاتی ہے۔ پھر جوں جوں بلند ہوتا جاتا ہے روشنی بڑھتی جاتی ہے گو اس کی نورانیت سورج سے ملی ہوئی ہوتی ہے' آخر چودھویں رات کو چاند کامل ہو جاتا ہے اور اس کی چاندنی بھی کمال کی ہو جاتی ہے۔ پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور اسی طرح درجہ بدرجہ بتدریج گھٹتا ہوا مثل کھجور کے خوشے کی ٹہنی کے ہو جاتا ہے' جس پر تر کھجوریں لٹکتی ہوں اور وہ خشک ہو کر بل کھا گئی ہو۔ پھر اسے نئے سرے سے اللہ تعالیٰ دوسرے مہینے کی ابتدا میں ظاہر کرتا ہے۔ عرب میں چاند کی روشنی کے اعتبار سے مہینے کی راتوں کے نام رکھ لئے گئے ہیں' مثلاً پہلی تین راتوں کا نام'' غرر'' ہے اس کے بعد کی تین راتوں کا نام'' نفل'' ہے اور اس کے بعد کی تین راتوں کا نام'' تسع'' ہے۔ اس لئے کہ ان کی آخری رات نویں ہوتی ہے اس کے بعد کی تین راتوں کا نام'' عشر'' ہے اس لئے کہ ان کا شروع دسویں سے ہے۔ ان کے بعد کی تین راتوں کا نام'' بیض'' ہے اس لئے کہ ان راتوں میں چاند کی روشنی آخر تک رہا کرتی ہے۔ اس کے بعد کی تین راتوں کا نام ان کے ہاں'' درع'' ہے۔ یہ لفظ درعاء کی جمع ہے ان کا یہ نام اس لئے رکھا ہے کہ سولہویں کو چاند ذرا دیر سے طلوع ہوتا ہے تو تھوڑی دیر تک اندھیرا یعنی سیاہی رہتی ہے اور عرب میں اس بکری کو جس کا سر سیاہ ہو'' شاۃ درعاء'' کہتے ہیں۔

اس کے بعد کی تین راتوں کو'' ظلم'' کہتے ہیں' پھر تین کو'' حنادس'' پھر تین کو'' دراری'' پھر تین کو'' محاق'' اس لئے کہ اس میں چاند ختم ہو جاتا ہے اور مہینہ بھی ختم ہوتا ہے۔ ابوعبیدہؒ ان میں سے تسع اور عشر کو قبول نہیں کرتے' ملاحظہ ہو کتاب'' غریب المصنف'' سورج اور چاند کی حدیں اس نے مقرر کی ہیں ناممکن ہے کہ کوئی اپنی حد سے ادھر یا ادھر ہو جائے یا آگے پیچھے ہو جائے۔ اس کی باری کے وقت وہ گم ہے' اس کی باری کے وقت یہ خاموش ہے۔ حسنؒ کہتے ہیں کہ یہ چاند رات کو ہے۔ ابن مبارکؒ کا قول ہے کہ ہوا کے پر ہیں اور چاند پانی کے غلاف تلے جگہ کرتا ہے۔ ابوصالحؒ فرماتے ہیں کہ اس کی روشنی اس کی روشنی کو پکڑ نہیں سکتی۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں رات کو سورج طلوع نہیں ہو سکتا نہ رات دن سے سبقت کر سکتی ہے یعنی رات کے بعد ہی رات نہیں آ سکتی بلکہ درمیان میں دن آ جائے گا۔ پس سورج کی سلطنت دن کو ہے اور چاند کی بادشاہت رات کو ہے' رات ادھر سے جاتی ہے ادھر سے دن آتا ہے ایک دوسرے کے تعاقب میں ہیں لیکن نہ تصادم کا ڈر ہے نہ بے نظمی کا خطرہ

ہے۔ نہ یہ کہ دن ہی چلا جائے رات نہ آئے' نہ اس کے خلاف ایک جاتا ہے دوسرا آتا ہے ہر ایک اپنے اپنے وقت پر غائب وحاضر ہوتا رہتا ہے۔ سب کے سب یعنی سورج' چاند' دن' رات فلک آسمان میں تیر رہے ہیں اور گھومتے پھرتے ہیں۔ زید بن عاصم کا قول ہے کہ آسمان وزمین کے درمیان فلک میں یہ سب آ جا رہے ہیں۔ لیکن یہ بہت ہی غریب بلکہ منکر قول ہے بعض لوگ کہتے ہیں وہ فلک مثل چرخے کے تکلے کے ہے' بعض کہتے ہیں کہ مثل چکی کے پاٹ کے لوہے کے۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

ان کے لئے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ان کے لئے اسی جیسی اور چیزیں پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔ اگر ہم چاہتے تو انہیں ڈبو دیتے پھر نہ تو کوئی ان کا مددگار ہوتا نہ وہ رہا کئے جاتے۔ لیکن ہم اپنی طرف سے رحمت کرتے ہیں اور ایک مدت تک کے لئے انہیں فائدہ دے رہے ہیں۔

کشتی قدرت الٰہی کی نشانی: اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بتا رہا ہے کہ اس نے سمندر کو مسخر کر دیا ہے جس میں کشتیاں برابر آمد ورفت کر رہی ہیں۔ سب سے پہلی کشتی حضرت نوح کی تھی جس پر سوار ہو کر وہ خود اور ان کے ساتھ ایماندار بندے نجات پا گئے تھے' باقی روئے زمین پر ایک انسان بھی نہ بچا تھا۔ ہم نے اس زمانے کے لوگوں کے آباء واجداد کو کشتی میں بٹھا لیا تھا اور جو بالکل بھرپور تھی کیونکہ اس میں ضرورت کا کل اسباب بھی تھا اور ساتھ ہی حیوانات بھی تھے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس میں بٹھا لئے تھے' ہر قسم کے جانور کا ایک ایک جوڑا تھا' بڑا باوقار مضبوط اور بوجھل وہ جہاز تھا۔ یہ صفت بھی صحیح طور پر حضرت نوح کی کشتی پر صادق آتی ہے اسی طرح کی خشکی کی سواریاں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پیدا کر دی ہیں۔ مثلاً اونٹ جو خشکی میں وہی کام دیتا ہے جو تری میں کشتی کام دیتی ہے' اسی طرح دیگر چوپائے جانور بھی' اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کشتی نوح نمونہ بنی اور پھر اس نمونے پر اور کشتیاں اور جہاز بنتے چلے گئے' اس مطلب کی تائید آیت ﴿لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً﴾ سے بھی ہوتی ہے' یعنی جب پانی نے طغیانی کی ہم نے تمہیں کشتی پر سوار کر لیا تاکہ اسے تمہارے لئے ایک یادگار بنا دیں' اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔ ہمارے اس احسان کو فراموش نہ کرو کہ سمندر سے ہم نے تمہیں پار کر دیا۔ اگر ہم چاہتے تو اسی میں تمہیں ڈبو دیتے' کشتی کی کشتی بیٹھ جاتی' کوئی نہ ہوتا جو اس وقت تمہاری فریاد رسی کرے نہ کوئی ایسا تمہیں ملتا جو تمہیں بچا سکے' لیکن یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ خشکی اور تری کے لمبے چوڑے سفر تم با آرام وراحت طے کر رہے ہو' اور ہم تمہیں اپنے ٹھہرائے ہوئے وقت تک ہر طرح سلامت رکھتے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾

ان سے جب کبھی کہا جاتا ہے کہ اگلے پچھلے گناہوں سے بچو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ ان کے پاس تو ان کے رب تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں

آتی جس سے یہ بے رخی نہ برتتے ہوں۔ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے کچھ دو! تو یہ کفار ایمان والوں کو جواب دیتے ہیں کہ ہم انہیں کیوں کھلائیں؟ جنہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا پلا دیتا تم تو ہو ہی کھلی غلطی میں۔

منکر اللہ کی ہر بات سے منہ پھیرتا ہے: کافروں کی سرکشی، نادانی اور عناد وتکبر بیان ہو رہا ہے کہ جب ان سے گناہوں سے بچنے کو کہا جاتا ہے کہ جو کچھ کر چکے ان پر نادم ہو جاؤ اور ان سے توبہ کرلو اور آئندہ کے لئے ان سے احتیاط کرو، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا اور تمہیں اپنے عذابوں سے بچالے گا۔ تو وہ اس پر کاربند ہونا تو ایک طرف، اور منہ پھلا لیتے ہیں۔ قرآن نے اس جملہ کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ آگے جو آیت ہے وہ اس پر صاف طور سے دلالت کرتی ہے۔ اس میں ہے کہ یہی ایک بات کیا، ان کی تو عادت ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات سے منہ پھیر لیں۔ نہ اس کی توحید کو مانتے ہیں اور نہ رسولوں کو سچا جانتے ہیں، نہ ان میں غور وخوض کی عادت نہ ان میں قبولیت کا مادہ نہ نفع کو حاصل کرنے کا ملکہ۔

ان کو جب کبھی راہ اللہ تعالیٰ میں خیرات کرنے کو کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں دیا ہے اس میں فقراء، مساکین اور محتاجوں کا حصہ بھی ہے۔ تو یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا تو ان غریبوں کو خود ہی دیتا۔ جب اللہ تعالیٰ ہی کا ارادہ انہیں دینے کا نہیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے ارادے کے خلاف کیوں کریں؟ تم جو ہمیں خیرات کی نصیحت کر رہے ہو اس میں بالکل غلطی پر ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ پچھلا جملہ کفار کی تردید میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کفار سے فرما رہا ہے کہ تم کھلی گمراہی میں ہو، لیکن اس سے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کفار کے جواب کا حصہ ہے، واللہ اعلم۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿٥٠﴾

کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب آئے گا سچے ہو تو بتلا دو۔ انہیں صرف ایک سخت چیخ کا انتظار ہے جو انہیں آ پکڑے گی اور یہ باہم لڑائی جھگڑے میں ہی ہوں گے۔ اس وقت نہ تو یہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے والوں کی طرف لوٹ سکیں گے۔

منکرین قیامت: کافر چونکہ قیامت کے آنے کے قائل نہ تھے اس لئے وہ نبیوں سے اور مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ پھر قیامت کو لاتے کیوں نہیں؟ اچھا یہ تو بتاؤ کہ کب آئے گی؟ اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتا ہے کہ اس کے آنے کے لئے ہمیں کچھ سامان نہیں کرنے پڑیں گے، صرف ایک مرتبہ صور پھونک دیا جائے گا۔

دنیا کے لوگ روزمرہ کی طرح اپنے اپنے کام کاج میں مشغول ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل ؑ کو صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ وہیں لوگ ادھر ادھر گرنے پڑنے شروع ہو جائیں گے۔ اس آسمانی تیز وتند آواز سے سب کے سب محشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جمع کر دیئے جائیں گے۔ اس چیخ کے بعد کسی کو اتنی بھی مہلت نہیں ملے گی کہ کسی سے کچھ کہہ سن سکے، کوئی وصیت اور نصیحت کر سکے، اور نہ پھر انہیں اپنے گھر والوں کی طرف واپس جانے کی طاقت رہے گی۔

اس آیت کے متعلق بہت سے آثار اور حدیثیں مذکور ہیں جن کو ہم دوسری جگہ وارد کر چکے ہیں۔ اس پہلے نفخہ کے بعد دوسرا نفخہ ہوگا، جس سے سب کے سب مر جائیں گے، کل جہان فنا ہو جائے گا بجز اس ہمیشگی والے اللہ تعالیٰ کے جس کو فنا نہیں۔ اس کے بعد پھر جی اٹھنے کا نفخہ ہوگا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ (۵۱) قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (۵۲) اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (۵۳) فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۵۴)

صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف تیز تیز چلنے لگیں گے۔ کہیں گے ہائے ہائے ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے اٹھا دیا۔ یہی ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا۔ یہ نہیں ہے مگر ایک تند آواز کہ یکا یک سارے کے سارے جمع ہو کر ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے۔ پس آج کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا تمہیں نہیں بدلہ دیا جائے گا مگر صرف انہی کاموں کا جو تم کیا کرتے تھے۔

دوسرا صور پھونکنے کا وقت: ان آیتوں میں دوسرے نفخہ کا ذکر ہو رہا ہے جس سے مردے جی اٹھیں گے۔ ﴿ يَنْسِلُوْنَ ﴾ کا مصدر ﴿ نَسَلَان ﴾ ہے اور اس کے معنے تیز چلنے کے ہیں' جیسے اور آیت میں ہے ﴿ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا ﴾ الخ جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس تیزی سے چلیں گے کہ گویا وہ کسی نشان کی طرف لپکے جا رہے ہیں۔ چونکہ دنیا میں انہیں قبروں سے جی اٹھنے کا ہمیشہ انکار رہا تھا اس لئے آج یہ حالت دیکھ کر کہیں گے کہ ہائے افسوس ہمارے سونے کی جگہ سے ہمیں کس نے اٹھا دیا۔ اس سے قبر کے عذاب کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا' اس لئے کہ جس ہول و شدت کو جس تکلیف اور مصیبت کو یہ اب دیکھیں گے اس کی بہ نسبت تو قبر کے عذاب بے حد خفیف ہی تھے' گویا کہ وہ وہاں آرام میں تھے۔ بعض بزرگوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس سے پہلے ذرا سی دیر کیلئے فی الواقع انہیں نیند آ جائے گی۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ پہلے نفخے اور اس دوسرے نفخے کے درمیان یہ سو جائیں گے اس لئے اب اٹھ کر یوں کہیں گے۔ اس کا جواب ایماندار لوگ دیں گے کہ اسی اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا اور یہی اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرشتے یہ جواب دیں گے۔ دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ مومن بھی کہیں اور فرشتے بھی کہیں' واللہ اعلم۔

عبدالرحمٰن بن زیدؒ کہتے ہیں کہ یہ کل قول کافروں کا ہی ہے' لیکن صحیح بات وہ ہے جسے ہم نے پہلے نقل کیا۔ جیسے کہ سورۂ صافات میں ہے کہ یہ کہیں گے ہائے افسوس ہم پر' یہ جزا کا دن ہے۔ یہی فیصلے کا دن ہے جسے ہم جھٹلاتے تھے۔ اور آیت میں ہے ﴿ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ﴾ الخ

جس دن قیامت برپا ہوگی گنہگار قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ وہ صرف ایک ساعت ہی رہے ہیں اسی طرح وہ ہمیشہ حق سے پھرے رہے' اس وقت باایمان اور علما فرمائیں گے تم اللہ تعالیٰ کے لکھے ہوئے کے مطابق قیامت کے دن تک رہے۔ یہی قیامت کا دن ہے لیکن تم محض بے علم ہو' تم تو اسے ان ہونی مانتے تھے حالانکہ وہ ہم پر بالکل سہل ہے' ایک آواز کی دیر ہے کہ ساری مخلوق ہمارے سامنے موجود ہو جائے گی۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ ڈانٹ کے ساتھ ہی سب میدان میں جمع ہو جائیں گے۔

اور آیت میں فرمایا امر قیامت تو مثل آنکھ جھپکانے کے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اور جیسے فرمایا۔ ﴿ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ ﴾ جس دن وہ تمہیں بلائے گا اور تم اس کی تعریف کرتے ہوئے اسے جواب دو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی کم مدت رہے۔ الغرض حکم کے ساتھ ہی سب حاضر سامنے موجود' اس دن کسی کا کوئی عمل مارا نہ جائے گا۔ ہر ایک کو اس کے کئے ہوئے اعمال کا ہی بدلہ دیا جائے گا۔

إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدَّعُونَ ﴿٥٧﴾ سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبٍّ رَحِيمٍ ﴿٥٨﴾

جنتی لوگ آج کے دن اپنے دلچسپ مشغلوں میں ہشاش بشاش ہیں۔ وہ اوران کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے لئے جنت میں ہرقسم کے میوے ہوں گے اور بھی جو کچھ وہ طلب کریں۔ مہربان پروردگار کی طرف سے انہیں سلام کہا جائے گا۔

اہل جنت پر انعامات: جنتی لوگ میدان قیامت سے فارغ ہو کر جنتوں میں بصد اکرام و بہ ہزار تعظیم پہنچائے جائیں گے اور وہاں کی گوناگوں نعمتوں اور راحتوں میں اس طرح مشغول ہوں گے کہ کسی دوسری جانب نہ التفات ہوگا نہ کسی اور طرف کا خیال۔ یہ جہنم سے اور جہنم والوں سے بےفکر ہوں گے۔ اپنی لذتوں اور مزے داریوں میں اس قدر مسرور ہوں گے کہ اور ہر ایک چیز سے بےخبر ہو جائیں گے۔ نہایت ہشاش بشاش ہوں گے' کنواری حوریں انہیں ملی ہوئی ہوں گی' جن سے وہ لطف اندوز ہو رہے ہوں گے' طرح طرح کی راگ راگنیاں اور خوش آوازیاں دل فریبی سے ان کے دلوں کو لبھا رہی ہوں گی' ان کے ساتھ ہی اس لطف و سرور میں ان کی بیویاں اور ان کی حوریں بھی شامل ہوں گی' جنتی میوے دار درختوں کے ٹھنڈے اور گھنے سایوں میں با آرام تختوں پر تکیوں سے لگے بےغمی اور بےفکری کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مہمانداری سے مزے اڑا رہے ہوں گے' ہرقسم کے میوے بکثرت ان کے پاس موجود ہوں گے اور بھی جس چیز کو جی چاہے جو خواہش ہو پوری کی جائے گی۔

سنن ابن ماجہ کی کتاب الزہد میں اور ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس جنت میں جانے کا خواہشمند اور اس کے لئے تیاریاں کرنیوالا اور مستعدی ظاہر کرنے والا ہے؟ جس میں کوئی خوف وخطر نہیں۔ رب کعبہ کی قسم وہ سراسر نور ہی نور ہے' اس کی تازگیاں بےحد ہیں' اس کا سبزہ لہلہا رہا ہے' اسکے بالا خانے مضبوط بلند اور پختہ ہیں' اس کی نہریں پر ہیں' اور رواں ہیں' اسکے پھل ذائقے دار اور پکے ہوئے اور بکثرت ہیں' اس میں خوبصورت نوجوان حوریں ہیں' ان کے لباس ریشمی اور بیش قیمت ہیں' اس کی نعمتیں ابدی اور لازوال ہیں' وہ سلامتی کا گھر ہے' وہ سبز اور تازے پھلوں کا باغ ہے' اس کی نعمتیں بکثرت اور عمدہ ہیں' اور اس کے محلات بلند و بالا اور مزین ہیں۔ یہ سن کر جتنے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تھے سب نے کہا حضور! ہم اس کے لئے تیاریاں کرنے اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں' آپ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ کہو۔ چنانچہ انہوں نے کہا ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سلام ہی سلام ہے۔ خود اللہ تعالیٰ اہل جنت کے لئے سلام ہے' جیسے فرمایا ﴿ **تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ** ﴾ ان کا تحفہ جس روز وہ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے سلام ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنتی اپنی نعمتوں میں مشغول ہوں گے کہ اوپر کی جانب سے ایک نور چمکے گا۔ یہ اپنا سر اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے۔ اور رب فرمائے گا ﴿ **السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ** ﴾ یہی معنی ہیں اس آیت ﴿ **سَلَامٌ قَوْلًا** ﴾ الخ کے جنتی خاص طور سے اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو دیکھے گا۔ کسی نعمت کی طرف وہ اس وقت آنکھ بھی نہ اٹھائیں گے یہاں تک کہ حجاب حائل ہو جائے گا' اور نور و برکت ان کے پاس باقی رہ جائے گا۔ یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے لیکن سند کمزور ہے۔ ابن ماجہ میں بھی کتاب السنہ میں یہ روایت موجود ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ جب دوزخیوں اور جنتیوں سے فارغ ہوگا تو ابر کے سایے میں متوجہ ہوگا۔ فرشتے اس کے ساتھ ہوں گے' جنتیوں کو سلام کرے گا اور جنتی جواب دیں گے' قرظی فرماتے ہیں یہ اللہ کے فرمان ﴿ **سَلَامٌ قَوْلًا** ﴾ میں موجود ہے۔ اس وقت اللہ فرمائے گا مجھ سے جو چاہو مانگو۔ یہ کہیں گے پروردگار! سب کچھ تو موجود ہے کیا مانگیں؟ اللہ فرمائے گا ہاں ٹھیک ہے' پھر بھی جو جی میں آئے طلب کرو۔ یہ کہیں گے بس تیری رضامندی مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ تو میں تمہیں دے چکا اور اسی کی بنا پر تم میرے اس مہمان خانے میں آئے اور میں نے تمہیں اس کا مالک کر دیا۔ جنتی کہیں گے پھر اے اللہ ہم تجھ سے کیا مانگیں؟ تو نے ہمیں اتنا دے رکھا ہے کہ اگر تو حکم دے تو ہم میں سے ایک شخص کل انسانوں اور جنوں کی دعوت کر سکتا

ہے اور انہیں پیٹ بھر کر کھلا پلا اور پہنا اڑھا سکتا ہے بلکہ ان سب کی ضروریات پوری کر سکتا ہے اور پھر بھی اس کی ملکیت میں کوئی کمی نہیں آ سکتی۔ اللہ فرمائے گا ابھی میرے پاس اور زیادتی ہے چنانچہ فرشتے ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئے نئے تحفے لائیں گے۔ امام ابن جریر اس روایت کو بہت سی سندوں سے لائے ہیں' لیکن یہ روایت ہے غریب' واللہ اعلم۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝

وقف غفران ۱۳

اے گنہگارو! آج تم یکسو ہٹ جاؤ الگ ہو جاؤ۔ اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے یہ قول و قرار نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی تابعداری نہ کرنا۔ وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور میری ہی عبادت کرتے رہنا۔ سیدھی راہ یہی ہے۔ شیطان نے تو تم میں سے بہت ساری مخلوق کو بہکا دیا۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے؟

فرماتا ہے کہ نیک کاروں سے بدکاروں کو چھانٹ دیا جائے گا۔ کافروں سے کہہ دیا جائے گا کہ مومنوں سے دور ہو جاؤ' پھر ہم ان میں امتیاز کر دیں گے' انہیں الگ الگ کر دیں گے۔

اسی طرح سورہ روم میں ہے۔ ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ﴾ جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز سب کے سب جدا جدا ہو جائیں گے۔ یعنی ان کے دو گروہ بن جائیں گے۔

سورۂ الصافات میں فرمان ہے کہ ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ الخ یعنی ظالموں کو اور ان جیسوں کو اور ان کے جھوٹے معبودوں کو جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پوجتے تھے جمع کرو' اور انہیں جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ جنتیوں پر جس طرح طرح طرح کی نوازشیں ہو رہی ہوں گی اسی طرح جہنم والوں پر طرح طرح کی سختیاں ہو رہی ہوں گی۔ ان کو بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا وہ تمہارا دشمن ہے۔

لیکن اس کے باوجود تم نے مجھ رحمٰن کی نافرمانی کی اور اس شیطان کی فرمانبرداری کی۔ خالق' مالک' رازق میں' اور فرماں برداری کی جائے میرے راندہ درگاہ کی' میں تو کہہ چکا تھا کہ ایک میری ہی ماننا اور صرف مجھ ہی کو پوجنا' اور مجھ تک پہنچنے کا سیدھا قریب کا اور صحیح راستہ یہی ہے۔ لیکن تم الٹے چلے' یہاں بھی الٹے ہی جاؤ' ان نیک بختوں کی اور تمہاری راہ الگ الگ ہے' یہ جنتی ہیں تم دوزخی ہو۔

﴿جبلاً﴾ سے مراد خلق کثیر' بہت سی مخلوق ہے' لغت میں ﴿جُبلٌ﴾ بھی کہا جاتا ہے اور جبل بھی کہا جاتا ہے۔ شیطان نے تم میں سے بکثرت لوگوں کو بہکایا اور صحیح راہ سے ہٹا دیا تم میں اتنی بھی عقل نہ تھی کہ تم اس کا فیصلہ کر سکتے کہ رحمٰن کی مانیں یا شیطان کی؟ اللہ تعالیٰ کو پوجیں یا مخلوق کو!

ابن جریر میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے حکم سے جہنم اپنی گردن نکالے گی جس میں سخت اندھیرا ہوگا اور بالکل ظاہر ہوگی۔ وہ کہے گی کہ اے انسانو! کیا اللہ نے تم سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا؟ وہ تمہارا ظاہر دشمن ہے اور میری عبادت کرنا یہ سیدھی راہ ہے۔

اس نے تم میں سے اکثروں کو گمراہ کر دیا۔ کیا تم سمجھتے نہ تھے؟ اے گنہگاروں! آج تم جدا ہو جاؤ۔ اس وقت نیک و بد الگ الگ ہو جائیں گے' ہر ایک گھٹنوں کے بل گر پڑے گا۔ ہر ایک کو اس کے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ آج وہی بدلے پاؤ گے جو کر کے آئے ہو۔

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى یُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾

یہی وہ دوزخ ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ اپنے کفر کا بدلہ پانے کے لئے آج اس میں داخل ہو جاؤ۔ ہم آج کے دن ان کے منہ پر مہریں کر دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں گواہیاں دیں گے ان کاموں کی جنہیں وہ کرتے تھے۔ اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں بے نور کر دیتے پھر یہ رستے کی طرف دوڑتے پھرتے لیکن انہیں کیسے دکھائی دیتا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان کی جگہ ہی پر ان کی صورتیں مسخ کر دیتے پھر نہ وہ چل پھر سکتے اور نہ لوٹ سکتے۔

مجرموں کے منہ بند کردیئے جائیں گے: جہنم بھڑکتی ہوئی اور شعلے مارتی ہوئی چیختی ہوئی اور چلاتی ہوئی سامنے ہوگی اور کفار سے کہا جائے گا کہ یہی وہ جہنم ہے جس کا ذکر میرے رسول کیا کرتے تھے جس سے وہ ڈرایا کرتے تھے اور تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ لو اب اپنے کفر کا مزہ چکھو اٹھو اس میں کود پڑو۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿یَوْمَ یُدَعُّوْنَ﴾ الخ جس دن یہ جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے اور کہا جائے گا یہی وہ دوزخ ہے جس کا تم انکار کرتے رہے بتلاؤ یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو گئے ہو؟

قیامت کے روز جب یہ کفار اور منافقین اپنے گناہوں کا انکار کریں گے اور اس پر قسمیں کھا لیں گے تو اللہ ان کی زبانوں کو بند کر دے گا اور ان کے بدن کے اعضاء سچی سچی گواہی دینا شروع کر دیں گے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے پاس تھے جو آپ یکایک ہنسے اور اس قدر کہ مسوڑھے کھل گئے پھر ہم سے دریافت کرنے لگے کہ جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں۔ فرمایا جو بندہ اپنے رب سے قیامت کے دن جھگڑا کرے گا اس پر کہے گا کہ باری تعالیٰ کیا تو نے مجھے ظلم سے بچایا نہ تھا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں۔ تو یہ کہے گا بس پھر میں کسی گواہ کی گواہی اپنے خلاف منظور نہیں کروں گا۔ بس میرا اپنا بدن تو میرا ہے باقی سب میرے دشمن ہیں۔ اللہ فرمائیگا اچھا یونہی سہی تو ہی اپنا گواہ سہی اور میرے بزرگ فرشتے گواہ نہ سہی۔ چنانچہ اسی وقت زبان پر مہر لگا دی جائے گی اور اعضاء بدن سے فرمایا جائے گا بولو! تم خود ہی گواہی دو کہ تم سے اس نے کیا کیا کام لئے؟ وہ صاف صاف کھول کھول کر سچ سچ ایک ایک بات بتلا دیں گے۔ پھر اس کی زبان کھول دی جائے گی تو یہ اپنے جسم کے جوڑوں اعضاء سے کہے گا تمہارا ستیاناس ہو جائے تم ہی میرے دشمن بن بیٹھے میں تو تمہارے ہی بچاؤ کی کوشش کر رہا تھا اور تمہارے ہی فائدہ کی خاطر حجت بازی کر رہا تھا (نسائی وغیرہ)

نسائی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے بلایا جائے گا۔ جب کہ زبان بند ہوگی۔ سب سے پہلے رانوں اور ہتھیلیوں سے سوال ہوگا۔ قیامت کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ پھر تیسرے موقع پر اس سے کہا جائیگا کہ تو کیا ہے؟ یہ کہے گا کہ تیرا بندہ ہوں تجھ پر تیرے نبی ﷺ پر تیری کتاب پر ایمان لایا تھا روزے نماز زکوۃ وغیرہ کا پابند تھا۔ اور بھی بہت سی اپنی نیکیاں بیان کر جائے گا۔ اس وقت اس سے کہا جائے گا اچھا ٹھہر جا ہم گواہ لاتے ہیں۔ یہ سوچتا ہی ہوگا کہ کسے گواہی میں پیش کیا جائے گا۔ یکایک اس کی زبان بند کر دی جائے گی اور اس کی ران سے کہا جائے گا کہ تو گواہی دے! اب ران اور ہڈیاں اور گوشت بول اٹھے گا اور اس منافق کے سارے نفاق کو اور تمام

پوشیدگیوں کو کھول کر رکھ دے گا۔ یہ سب اس لئے ہوگا کہ پھر اس کی حجت باقی نہ رہے اور اس کا عذر ٹوٹ جائے۔ چونکہ رب تعالیٰ اس پر ناراض تھا' اس لئے اس سختی سے باز پرس ہوئی (ابوداؤد)۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ منہ پر مہر لگنے کے بعد سب سے پہلے انسان کی بائیں ران بولے گی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مومن کو بلا کر اس کے گناہ اس کے سامنے پیش کر کے فرمائے گا' کہو یہ ٹھیک ہے؟ یہ کہے گا ہاں اے اللہ سب درست ہے بیشک مجھ سے یہ خطائیں سرزد ہوئیں ہیں۔ اللہ فرمائیگا اچھا ہم نے سب بخش دیں۔ لیکن یہ گفتگو اس طرح ہوگی کہ کسی ایک کو بھی اس کا مطلق علم نہ ہوگا' اس کا ایک گناہ بھی مخلوق میں سے کسی پر ظاہر نہ ہوگا۔ اب اس کی نیکیاں لائی جائیں گی اور انہیں کھول کھول کر ساری مخلوق کے سامنے جتا جتا کر رکھی جائیں گی۔

(اے ستار العیوب! اے غفار الذنوب! تو ہم گنہگاروں کی پردہ پوشی کر اور ہم مجرموں سے درگزر فرما' اے اللہ اس دن ہمیں رسوا اور ذلیل نہ کر' اپنے دامن رحمت میں ہمیں ڈھانپ لے۔ اے ذرہ نواز اللہ تعالیٰ اپنی بے پایاں بخشش کی موسلا دھار بارش کا ایک قطرہ ادھر بھی برسا دے اور ہمارے تمام گناہوں کو دھو ڈال' پروردگار ایک نظر رحمت ادھر بھی' مالک الملک ہم بھی تیری چشم رحمت کے منتظر ہیں۔ اے غفور و رحیم اللہ تعالیٰ! کیا تیرے در سے بھی کوئی سوالی خالی جھولی لے کر نا امید ہو کر آج تک لوٹا ہے۔ رحم کر رحم کر' اے مالک، خالق رحم کر' اپنے انتقام سے بچا' اپنے غصے سے نجات دے' اپنی رحمتوں سے نواز دے' اپنے عذابوں سے چھٹکارا دے' اپنی جنت میں پہنچا دے' اپنے دیدار سے مشرف فرما' آمین آمین آمین)

اور کافر و منافق کو بلایا جائے گا' اس کے اعمال بد اس کے سامنے رکھے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا' کہو یہ ٹھیک ہے؟ یہ صاف انکار کر جائیگا اور گڑ گڑاتی ہوئی قسمیں کھانے لگے گا کہ اے اللہ' تیرے ان فرشتوں نے جھوٹی تحریر لکھی ہے میں نے ہرگز یہ گناہ نہیں کئے۔ فرشتہ کہے گا' بائیں بائیں یہ کیا کہہ رہا ہے؟ کیا فلاں دن فلاں جگہ تو نے فلاں کام نہیں کیا؟ یہ کہے گا اے اللہ! تیری عزت کی قسم یہ محض جھوٹ ہے میں نے ہرگز نہیں کیا۔ اب اللہ اس کی زبان بند کر دے گا۔ غالباً سب سے پہلے اس کی داہنی ران اسکے خلاف شہادت دے گی۔ یہی مضمون اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو انہیں گمراہ کر دیتے اور پھر یہ بھی ہدایت حاصل نہ کر سکتے۔ اگر ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں اندھی کر دیتے تو یہ یونہی بھٹکتے پھرتے۔ ادھر ادھر راستے ٹٹولتے حق کو نہ دیکھ سکتے نہ صحیح راستے پر پہنچ سکتے اور اگر ہم چاہتے تو انہیں ان کے مکانوں میں ہی مسخ کر دیتے' ان کی صورتیں بدل دیتے' انہیں ہلاک کر دیتے' انہیں پتھر کے بنا دیتے' ان کی ٹانگیں توڑ دیتے' پھر نہ وہ چل سکتے' یعنی آگے کو نہ وہ لوٹ سکتے' یعنی پیچھے کو' بلکہ بت کی طرح ایک ہی جگہ بیٹھے رہتے' آگے پیچھے نہ ہو سکتے۔

وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

جسے ہم بوڑھا کرتے ہیں اسے پیدائشی حالت کی طرف پھر لوٹا دیتے ہیں۔ کیا پھر بھی وہ نہیں سمجھتے۔ نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے اور نہ یہ اس کے لائق ہے۔ وہ تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے۔ تاکہ وہ ہر اس شخص کو آگاہ کر دے جو زندہ ہے اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔

جوانی اور بڑھاپا: انسان کی جوانی جوں جوں ڈھلتی جاتی ہے' پیری' ضعیفی' کمزوری اور ناتوانی آتی جاتی ہے۔ جیسے سورۂ روم کی آیت میں ہے ۞ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ۞ الخ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں ناتوانی کی حالت میں پیدا کیا' پھر ناتوانی کے بعد طاقت دی

فرمائی' پھر طاقت وقوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا کر دیا' وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ خوب جاننے والا پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

اور آیت میں ہے تم میں سے بعض بہت بڑی عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ علم کے بعد وہ بے علم ہو جائیں۔ پس مطلب آیت سے یہ ہے کہ دنیا زوال اور انتقال کی جگہ ہے یہ پائیدار اور قرارگاہ نہیں۔ پھر بھی کیا یہ لوگ عقل نہیں رکھتے کہ اپنے بچپن پر پھر جوانی پر پھر بڑھاپے پر غور کریں اور اس سے نتیجہ نکال لیں کہ اس دنیا کے بعد آخرت آنے والی ہے اور اس زندگی کے بعد نئی زندگی میں دوبارہ پیدا ہونا ہے۔ پھر فرمایا نہ تو ہم نے اپنے پیغمبر (ﷺ) کو شاعری سکھائی' نہ شاعری اس کے شایان شان' نہ اسے شعر گوئی سے محبت نہ شعر اشعار کی طرف اس کی طبیعت کا میلان' اسی کا ثبوت آپ ﷺ کی زندگی میں نمایاں طور پر ملتا ہے کہ کسی کا شعر پڑھتے تھے تو بھی صحیح طور پر ادا نہیں ہوتا تھا یا پورا یاد نہیں ہوتا تھا۔ حضرت شعبی فرماتے ہیں اولاد عبدالمطلب کا ہر مرد وعورت شعر کہنا جانتا تھا مگر رسول اللہ ﷺ اس سے کوسوں دور تھے (ابن عساکر)

ایک بار اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ نے یہ بیت پڑھی ٭ **كَفٰى بِالْاِسْلَامِ وَ الشَّيْبُ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا** ٭ اس پر حضرت ابوبکر صدیق نے کہا' حضور! یہ اس طرح نہیں بلکہ یوں ہے ٭ **كَفٰى الشَّيْبُ وَ الْاِسْلَامُ لِلْمَرْءِ نَاهِيًا** ٭ پھر حضرت ابوبکر نے ہی یا حضرت عمر نے فرمایا' سچ مچ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ٭ **وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ** ٭ (ابن ابی حاتم)

دلائل النبوۃ بیہقی میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ عباس ابن مرداس سلمی سے فرمایا تو نے ہی تو یہ شعر کہا ہے ٭ **اَتَجْعَلُ نَهْبِيْ وَ نَهْبَ الْعُبَيْدِ بَيْنَ الْاَقْرَعِ وَ عُيَيْنَةَ** ٭ انہوں نے کہا حضور! دراصل یوں ہے ٭ **بَيْنَ عُيَيْنَةَ وَالْاَقْرَعِ** ٭ آپ نے فرمایا چلو سب برابر ہے مطلب تو فوت نہیں ہوتا؟ ٭ **صَلَوَاتُ** ٭ ٭ **اللّٰهِ وَ سَلَامُهٗ عَلَيْهِ** ٭ سہیلی نے روض الانف میں اس تقدیم تاخیر کی ایک عجیب توجیہ کی ہے' وہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے اقرع کو پہلے اور ٭ **عيينه** ٭ کو بعد میں اس لئے ذکر کیا کہ ٭ **عيينه** ٭ خلافت صدیقی میں مرتد ہو گیا تھا۔ بخلاف اقرع کے کہ وہ ثابت قدم رہا تھا' واللہ اعلم۔

مغازی اموی میں ہے کہ بدر کے مقتول کافروں کے درمیان گشت لگاتے ہوئے حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ٭ **نُفَلِّقُ هَامًا** ٭ (آگے کچھ نہ فرما سکے) اس پر جناب ابوبکر صدیق نے پورا شعر کر دیا۔

٭ **مِنْ رِّجَالٍ اَعِزَّةٍ عَلَيْنَا وَهُمْ كَانُوْا اَعَقَّ وَ اَظْلَمَا** ٭

یہ کسی عرب شاعر کا شعر ہے جو حماسہ میں موجود ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ کبھی کبھی رسول اللہ ﷺ طرفہ کا یہ بیت پڑھتے تھے۔ ٭ **وَيَاْتِيْكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَّمْ تُزَوِّدِ** ٭ اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے ٭ **سَتُبْدِيْ لَكَ الْاَيَّامُ مَا كُنْتَ جَاهِلًا** ٭ یعنی زمانہ تجھ پر وہ امور ظاہر کر دے گا جن سے تو بے خبر ہے اور تیرے پاس ایسا شخص خبریں لائے گا جسے تو نے توشہ نہیں دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال ہوا کہ کیا حضور ﷺ شعر پڑھتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ سب سے زیادہ بغض آپ کو شعروں سے تھا۔ ہاں کبھی کبھی بنو قیس والے کا کوئی شعر پڑھتے لیکن اس میں بھی غلطی کرتے تقدیم تاخیر کر دیا کرتے۔ حضرت ابوبکر فرماتے' حضور! یوں نہیں بلکہ یوں ہے۔ تو آپ ﷺ فرماتے نہ میں شاعر ہوں نہ شعر گوئی میرے شایان شان (ابن ابی حاتم)۔

دوسری روایت میں شعر اور آگے پیچھے کا ذکر بھی ہے یعنی۔ ٭ **وَيَاْتِيْكَ بِالْاَخْبَارِ مَالَمْ تُزَوِّدِ** ٭ آپ نے ٭ **مَنْ لَّمْ تُزَوِّدْ بِالْاَخْبَارِ** ٭ پڑھا تھا۔ بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ پورا شعر آپ ﷺ نے کبھی نہیں پڑھا' زیادہ سے زیادہ ایک مصرعہ پڑھ لیتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے خندق کھودتے ہوئے حضرت عبداللہ بن رواحہ کے اشعار پڑھے تھے۔ سو یاد رہے کہ آپ کا یہ پڑھنا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ تھا۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

٭ **لَا هُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا** ٭

٭ **فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَّاقَيْنَا** ٭

﴿ اِنَّ الْاُولٰی قَدْ بَغَوْا عَلَیْنَا　اِذَا اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبَیْنَا ﴾

حضور ﷺ لفظ ابینا کو کھینچ کر پڑھتے اور ساتھ ہی بلند آواز سے پڑھتے۔

ترجمہ ان اشعار کا یہ ہے کہ

کوئی غم نہیں اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے نہ صدقہ دیتے اور نہ نمازیں پڑھتے۔ اب تو ہم پر تسکین نازل فرما۔ اور جب دشمنوں سے لڑائی چھڑ جائے تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرمایا۔ یہی لوگ ہم پر سرکشی کرتے ہیں۔ ہاں یہ جب بھی فتنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم انکار کرتے ہیں۔ اسی طرح ثابت ہے کہ حنین کے دن آپ ﷺ نے اپنے خچر کو دشمنوں کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا۔

﴿اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ　اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ ﴾

اس کے بارے میں یہ یاد رہے کہ اتفاقیہ ایک کلام آپ ﷺ کی زبان سے نکل گیا جو وزن شعر پر پورا اترا' نہ کہ قصداً آپ ﷺ نے شعر کہا ہو۔

حضرت جندب بن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کے ساتھ ایک غار میں تھے کہ آپ ﷺ کی انگلی زخمی ہوگئی تھی۔ تو آپ نے فرمایا

﴿هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِیْتِ　وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَا لَقِیْتِ ﴾

یعنی تو ایک انگلی ہی تو ہے اور تو راہ اللہ میں خون آلود ہوئی ہے۔ یہ بھی اتفاقیہ ہے قصداً نہیں۔ اسی طرح ایک حدیث ﴿اِلَّا اللَّمَمَ ﴾ کی تفسیر میں آئے گی کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

﴿اِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا　وَ اَیُّ عَبْدٍ لَّکَ مَا اَلَمَّا ﴾

یعنی اے اللہ تو جب بخشے تو ہمارے تمام گناہ بخش دے' ورنہ یوں تو تیرا کوئی بندہ نہیں جو چھوٹی چھوٹی لغزشوں سے بھی پاک ہو۔ پس یہ سب کے سب اس آیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم آپ ﷺ کو شعر گوئی کی نہ تھی بلکہ رب العالمین نے تو آپ ﷺ کو قرآن عظیم کی تعلیم کی تھی جس کے پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا۔ قرآن حکیم کی یہ پاک نظم شاعری سے منزلوں دور تھی' اسی طرح کہانت سے اور گھڑ لینے سے اور جادو کے کلمات سے جیسے کہ کفار کے مختلف گروہ مختلف بولیاں بولتے تھے۔ آپ کی تو طبیعت ان صناعتوں سے معصوم تھی' ﷺ ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میرے نزدیک یہ تینوں باتیں برابر ہیں تریاق کا پینا' گنڈے کا لٹکانا' اور شعر بنانا' حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ شعر گوئی سے آپ کو طبعاً نفرت تھی۔ دعا میں آپ کو جامع کلمات پسند آتے تھے اور اس کے سوا چھوڑ دیتے تھے (احمد)

ابوداؤد میں ہے کہ کسی کا پیٹ پیپ سے بھر جانا اس کے لئے شعروں سے بھر لینے سے بہتر ہے (ابوداؤد)۔ مسند احمد کی ایک حدیث غریب میں ہے'' جس نے عشاء کی نماز کے بعد کسی شعر کا ایک مصرعہ بھی باندھا تو اس کی اس رات کی نماز نامقبول ہے'' ۔ یاد رہے کہ شعر گوئی کی کئی قسمیں ہیں مشرکوں کی ہجو میں شعر کہنے مشروع ہیں۔ حسان بن ثابت' حضرت کعب بن مالک' حضرت عبداللہ بن رواحہ وغیرہ جیسے اکابرین صحابہ نے کفار کی ہجو میں اشعار کہے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بعض اشعار نصیحت' ادب اور حکمت کے لئے ہوتے ہیں' جیسے کہ جاہلیت کے زمانہ کے شعراء کے کلام میں ایسے اشعار پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ امیہ بن صلت کے اشعار کی بابت فرمان رسول ﷺ ہے کہ اس کے اشعار تو ایمان لا چکے ہیں لیکن اس کا دل کافر ہی رہا۔ ایک صحابی ؓ نے آپ ﷺ کو امیہ کے ایک سو بیت سنائے۔ ہر بیت کے بعد آپ ﷺ فرماتے تھے اور کہو۔ ابوداؤد میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ بعض بیان مثل جادو کے ہے اور بعض شعر سراسر حکمت والے ہیں۔ پس فرمان ہے کہ جو کچھ ہم نے انہیں سکھایا ہے وہ سراسر ذکر و نصیحت اور واضح صاف اور روشن قرآن ہے۔ جو شخص ذرا سا بھی غور کرے اس پر یہ کھل جاتا ہے تا کہ روئے زمین پر جتنے لوگ موجود ہیں یہ ان سب کو آگاہ کر دے اور ڈرا

دے۔ جیسے فرمایا ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ تاکہ میں تمہیں اس کے ساتھ ڈرا دوں اور جسے بھی یہ پہنچ جائے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ یعنی جماعتوں میں سے جو بھی اسے نہ مانے وہ سزاوار دوزخ ہے ہاں اس قرآن سے اور نبی ﷺ کے فرمان سے اثر وہی لیتا ہے جو زندہ دل اور صاف باطن ہو' عقل و بصیرت رکھتا ہو اور قول عذاب تو کافروں پر ثابت ہی ہے۔ پس قرآن مؤمنوں کے لئے رحمت اور کافروں پر اتمام حجت ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾

کیا وہ نہیں دیکھتے؟ کہ ہم نے اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے چوپائے جانور بھی پیدا کر دیئے جن کے یہ مالک ہو گئے ہیں۔ اور ان مویشیوں کو ہم نے ان کا تابع فرمان بنا دیا ہے جن میں سے بعض تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں۔ انہیں ان سے اور بھی بہت سے فائدے ہیں خصوصاً (دودھ کا) پینا۔ کیا پھر بھی یہ شکر گزاری نہیں کریں گے۔

جانور اللہ کا بندوں پر انعام ہیں: اللہ تعالیٰ اپنے انعام واحسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے خود ہی یہ چوپائے پیدا کئے اور انسان کی ملکیت میں دیدیئے' ایک چھوٹا سا بچہ بھی اونٹ کی نکیل تھام لے' اونٹ جیسا قوی اور بڑا جانور اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ سو (١٠٠) اونٹوں کی ایک قطار ہو' ایک بچے کے ہانکنے سے سیدھی چلتی رہتی ہے۔ اس ماتحتی کے علاوہ بعض پر لمبے لمبے مشقت والے سفر با آسانی جلدی جلدی طے ہوتے ہیں۔ خود سوار ہوتے ہیں' اسباب لادتے ہیں' بوجھ ڈھونے کے کام آتے ہیں۔ اور بعض کے گوشت کھائے جاتے ہیں۔ پھر صوف' اون' بالوں اور کھالوں وغیرہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دودھ پیتے ہیں اور بطور علاج پیشاب کام میں آتے ہیں اور بھی طرح طرح کے فوائد حاصل کئے جاتے ہیں۔ کیا پھر ان کو نہ چاہئے کہ ان نعمتوں کے منعم' ان احسانوں کے محسن' ان چیزوں کے خالق' ان کے حقیقی مالک کا شکر بجالائیں؟ صرف اسی کی عبادت کریں' اس کی توحید کو مانیں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کریں۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿٧٦﴾

وقف لازم

اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو معبود بنانے میں اس خیال سے کہ ان کی مدد کی جائے۔ یقیناً ان میں ان کی مدد کی طاقت ہی نہیں' لیکن پھر بھی مشرکین ان کے لئے حاضر باش لشکری ہیں' پس تجھے ان کی بات غمناک نہ کرے' ہم ان کی پوشیدہ اور علانیہ سب باتوں کو بخوبی جانتے ہیں۔

اللہ سب کچھ جانتا ہے: مشرکین کے اس باطل عقیدے کی تردید ہو رہی ہے جو وہ سمجھتے تھے کہ جن جن کی سوائے اللہ تعالیٰ کے یہ عبادت کرتے ہیں وہ ان کی امداد ونصرت کریں گے۔ ان کی روزیوں میں برکت دیں گے اور اللہ تعالیٰ سے تقرب حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ان کی مدد کرنے سے عاجز ہیں' ان کی مدد تو کجا وہ تو خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ بت تو اپنے دشمن کے نقصان سے بھی اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے۔ کوئی آئے اور توڑ مروڑ کر بھی چلا جائے تو یہ اس کا کچھ نہیں کر سکتے۔ بلکہ بول چال پر بھی قادر نہیں' سمجھ بوجھ نہیں۔ یہ بت قیامت کے دن جمع شدہ حساب کے وقت اپنے عابدوں کے سامنے لاچاری اور بے کسی کے ساتھ موجود ہوں گے تاکہ مشرکین کی پوری ذلت وخواری ہو اور ان پر حجت تمام ہو۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ بت تو ان کی کسی طرح کی امداد نہیں کر سکتے لیکن پھر بھی یہ بے سمجھ مشرکین ان

کے سامنے اس طرح موجود رہتے ہیں' جیسے کوئی حاضر باش لشکر ہو۔ وہ نہ انہیں کوئی نفع پہنچا سکیں' نہ کسی نقصان کو دفع کر سکیں' لیکن یہ ہیں کہ ان کے نام پر مرے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے خلاف آواز سننا نہیں چاہتے اور غصے سے بے قابو ہو جاتے ہیں۔ اے نبی ﷺ ان کفار کی باتوں سے آپ غمناک نہ ہوں۔ ہم پر ان کا ظاہر اور باطن روشن ہے۔ وقت آ رہا ہے کہ گن گن کر ہم انہیں بدلے دیں۔

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ﴿۷۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾

کیا انسان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا ہے؟ پھر بھی یہ تو صریح جھگڑالو بن بیٹھا۔ اور ہمیں کو باتیں مارنے لگا اور اپنی اصل پیدائش کو بھول گیا۔ کہنے لگا ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے؟ تو جواب دے کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں اول مرتبہ پیدا کیا ہے۔ جو سب طرح کی پیدائش کا بخوبی جاننے والا ہے۔ وہی جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی جس سے تم اور آگ سلگاتے ہو۔

جس نے پہلے بنایا وہ مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے: ابی بن خلف ملعون ایک مرتبہ اپنے ہاتھ میں ایک بوسیدہ کھوکھلی سڑی گلی ہڈی لے کر آیا اور اس کو اپنی چٹکی میں ملتے ہوئے جب کہ اس کے ریزے ہوا میں اڑ رہے تھے حضور ﷺ سے کہنے لگا آپ کہتے ہیں کہ ان ہڈیوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کریگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دیگا پھر زندہ کر دے گا' پھر تیرا حشر جہنم کی طرف ہوگا۔ اس موقعہ پر اس سورت کی آخری آیتیں نازل ہوئیں۔ اور روایت میں ہے کہ یہ اعتراض کرنے والا عاص بن وائل تھا' اور اس آیت سے لے کر ختم سورۃ تک کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ عبداللہ بن ابی سے ہوا تھا' لیکن یہ ذرا غور طلب ہے۔ اس لئے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور عبداللہ بن ابی تو مدینہ میں تھا۔ بہر صورت خواہ ابی کے سوال پر یہ آیتیں اتری ہوں یا عاص کے سوال پر' ہیں عام۔ لفظ انسان پر جو الف لام ہے وہ جنس کا ہے۔ جو شخص بھی دوسری زندگی کا منکر ہو اسے جواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو چاہئے کہ اپنی شروع پیدائش پر غور کریں۔ جس نے ایک حقیر و ذلیل قطرے سے انسان کو پیدا کر دیا حالانکہ اس سے پہلے وہ کچھ نہ تھا' پھر اس کی قدرت پر حرف رکھنے کے کیا معنے؟ اس مضمون کو بہت سی آیتوں میں بیان فرمایا ہے جیسے ﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ اور جیسے ﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ﴾ الخ۔ وغیرہ۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے اپنی ہتھیلی میں تھوکا پھر اس پر انگلی رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اے ابن آدم! کیا تو مجھے بھی عاجز کر سکتا ہے؟ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا۔ پھر جب ٹھیک ٹھاک درست اور چست کر دیا اور تو ذرا کس بل والا ہو گیا تو تو نے مال جمع کرنا اور مسکینوں سے روک رکھنا شروع کر دیا۔ ہاں جب دم نرخرے میں اٹکا تو کہنے لگا کہ اب میں اپنا تمام مال راہ اللہ میں صدقہ کرتا ہوں بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟ الغرض نطفے سے پیدا کیا ہوا انسان حجت بازیاں کرنے لگا اور اپنا دوبارہ جی اٹھنا محال جاننے لگا۔ اس اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نظریں ہٹالیں جس نے آسمان و زمین کو اور تمام مخلوق کو پیدا کر دیا۔ یہ اگر غور کرتا تو علاوہ اس عظیم الشان مخلوق کی پیدائش کے خود اپنی پیدائش کو بھی دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت کا ایک نشان عظیم پاتا۔ لیکن اس نے تو عقل کی آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لی۔ اس کے جواب میں کہہ دو کہ اول مرتبہ ان ہڈیوں کو جو اب گلی سڑی ہیں جس نے پیدا کیا ہے وہی دوبارہ انہیں پیدا کرے گا۔ جہاں جہاں بھی یہ ہڈیاں ہوں وہ خوب

جانتا ہے۔

مسند کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہؓ سے عقبہ بن عمرو نے کہا کہ آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث سنایئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک شخص پر جب موت کی حالت طاری ہوئی تو اس نے اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو بہت ساری لکڑیاں جمع کر کے میری لاش کو جلا کر خاک کر دینا' پھر اسے سمندر میں بہا دینا۔ چنانچہ انہوں نے یہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ جمع کر کے جب اسے دوبارہ زندہ کیا تو اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ صرف تیرے ڈر سے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے راہ چلتے چلتے یہ حدیث بیان فرمائی جسے میں نے خود آپ کی زبان مبارک سے اپنے کانوں سے سنا۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی بہت سے الفاظ سے مروی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا تھا کہ میری راکھ ہوا کے رخ اڑا دینا۔ کچھ تو ہوا میں کچھ دریا میں بہا دینا۔ سمندر نے بحکم اللہ تعالیٰ جو راکھ اس میں تھی اس کو جمع کر دیا' اور اسی طرح ہوا نے بھی۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فرمان سے وہ کھڑا کر دیا گیا۔ الخ۔

قدرت الٰہی کی مشاہدہ میں دلیل: پھر اپنی قدرت کے مشاہدہ کے لئے اور اس بات کی دلیل قائم کرنے کے لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے ہیئت کو وہ منقلب کر سکتا ہے' فرمایا کہ تم غور کرو کہ پانی سے میں نے درخت اگائے جو سرسبز اور شاداب ہرے بھرے پھل والے ہوئے۔ پھر وہ سوکھ گئے اور ان لکڑیوں سے میں نے آگ نکالی' کہاں وہ تری اور ٹھنڈک' کہاں یہ خشکی اور گرمی؟ پس مجھے کوئی چیز کرنی بھاری نہیں۔ تر کو خشک کرنا' خشک کو تر کرنا' زندہ کو مردہ کرنا اور مردے کو جلا دینا سب میرے بس کی بات ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے مرخ اور عفار کے درخت ہیں جو حجاز میں ہوتے ہیں۔ ان کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں رگڑنے سے چقمق کی طرح آگ نکلتی ہے۔ چنانچہ عرب میں ایک مشہور مثل ہے کہ ﴿ لِكُلِّ شَجَرٍ نَارٌ وَ اسْتَمْجَدَ الْمَرْخُ وَ الْعَفَارُ ﴾ حکماء کا قول ہے کہ سوائے انگور کے درخت کے ہر درخت میں آگ ہے۔

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ﴿٨١﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾

جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے کیا وہ ان جیسوں کے پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک قادر ہے۔ اور وہی تو پیدا کرنے والا دانا بینا ہے۔ وہ جب بھی کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے اسے اتنا فرما دینا کافی ہے کہ ہو جا وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔ پس پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف سب لوٹائے جاؤ گے۔

آسمان و زمین کا خالق مردہ و زن کو دوبارہ زندہ کر سکتا ہے: اللہ تعالیٰ اپنی زبردست قدرت بیان فرما رہا ہے کہ اس نے آسمانوں کو اور ان کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔ زمین کو اور اس کے اندر کی سب چیزوں کو بھی اسی نے بنایا۔ پھر اتنی بڑی قدرتوں والا' انسانوں جیسی چھوٹی مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آ جائے یہ تو عقل کے بھی خلاف ہے۔ جیسے فرمایا ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ ﴾ یعنی آسمان و زمین کی پیدائش انسانی پیدائش سے بہت بڑی اور اہم ہے۔ یہاں بھی فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ جس نے آسمان و زمین کو پیدا کر دیا وہ کیا انسانوں جیسی کمزور مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آ جائے گا؟ اور جب وہ قادر ہے تو یقیناً انہیں مار ڈالنے کے بعد پھر وہ انہیں جلا دے گا جس نے ابتداء پیدا کیا ہے' اس پر اعادہ بہت آسان ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ ﴾ الخ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ

تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بنا دیا اور ان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا نہ تھکا' تو کیا وہ مردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بے شک قادر ہے بلکہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے' وہی پیدا کرنے والا اور بنانے والا' ایجاد کرنے والا اور خالق ہے۔ ساتھ ہی دانا بینا اور رتی رتی سے واقف ہے۔ وہ تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کا صرف حکم دیدینا ہی کافی ہوتا۔

مسند کی حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' اے میرے بندو! تم سب گنہگار ہو مگر جسے میں معاف کر دوں تم مجھ سے معافی طلب کرو' میرا وعدہ ہے کہ معاف کر دوں گا' تم سب فقیر ہو مگر جسے میں غنی کر دوں' میں جواد ہوں' میں ماجد ہوں' میں واجد ہوں' میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں' میرا انعام بھی ایک کلام ہے اور میرا عذاب بھی کلام ہے۔ میں جس چیز کو کرنا چاہتا ہوں' کہہ دیتا ہوں کہ'' ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ ہر برائی سے اسی حی و قیوم کی ذات پاک ہے۔ جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں ہیں۔ وہ سب کا خالق ہے وہی اصلی حاکم ہے' اسی کی طرف قیامت کے دن سب لوٹائے جائیں گے اور وہی عادل و منعم اللہ تعالیٰ انہیں سزا و جزا دیگا۔ اور جگہ فرمان ہے پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جسکے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے۔ اور آیت میں ہے کہ کون ہے جسکے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے۔ اور فرمان ہے ﴿تبارک الذی بیده الملک﴾ پس ملک وملکوت دونوں کے ایک ہی معنے ہیں۔ جیسے رحمت و رحموت اور رہبت و رہبوت اور جبر و جبروت۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ملک سے مراد جسموں کا عالم اور ملکوت سے مراد روحوں کا عالم ہے۔ لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے اور یہی قول جمہور مفسرین کا ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان فرماتے ہیں کہ ایک رات میں تہجد کی نماز میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اقتداء میں کھڑا ہو گیا۔ آپ ﷺ نے سات لمبی سورتیں (یعنی پونے دس پارے) سات رکعتوں میں پڑھیں۔ ﴿سمع اللّٰہ لمن حمده﴾ کہہ کر رکوع سے سر اٹھا کر آپ ﷺ یہ پڑھتے تھے ﴿الحمد للّٰہ ذی الملکوت و الجبروت و الکبریآء و العظمة﴾ پھر آپ ﷺ کا رکوع قیام کے مناسب ہی لمبا تھا۔ اور سجدہ بھی مثل رکوع کے تھا۔ میری تو یہ حالت ہوگئی تھی کہ پیر ٹوٹنے سے لگے (ابوداؤد وغیرہ) ان ہی حضرت حذیفہ'' سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو آپ نے رات کی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھ کر پھر قرأت شروع کی ﴿اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر ذی الملکوت والجبروت والکبریاء والعظمة﴾ پھر پوری سورہ بقرہ پڑھ کر رکوع کیا اور رکوع میں بھی قریب قریب اتنی ہی دیر ٹھہرے رہے اور ﴿سبحان ربی العظیم﴾ پڑھتے رہے' پھر اپنا سر رکوع سے اٹھایا اور تقریباً اتنی ہی دیر کھڑے رہے اور ﴿لربی الحمد﴾ پڑھتے رہے پھر سجدہ میں گئے وہ بھی تقریباً قیام کے برابر تھا اور سجدہ میں حضور ﷺ ﴿سبحان ربی الاعلی﴾ پڑھتے رہے' پھر سجدے سے سر اٹھایا۔ آپ ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ دونوں سجدوں کے درمیان بھی اتنی دیر بیٹھے رہتے تھے جتنی دیر سجدوں میں لگاتے تھے اور ﴿رب اغفرلی رب اغفرلی﴾ پڑھتے رہے۔ چار رکعتیں آپ ﷺ نے ادا کیں۔

سورہ بقرہ' سورہ آل عمران' سورہ نساء' سورہ مائدہ کی تلاوت کی۔ حضرت شعبہ' کو شک ہے کہ سورہ مائدہ کہا یا سورہ انعام؟ نسائی وغیرہ میں ہے کہ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ سے روایت ہے کہ ایک رات میں نے حضور ﷺ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے سورہ بقرہ کی تلاوت فرمائی' ہر اس آیت پر جس میں رحمت کا ذکر ہوتا آپ ﷺ ٹھہرتے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے اور ہر اس آیت پر جس میں عذاب کا ذکر ہوتا آپ ﷺ ٹھہرتے اور اللہ سے پناہ طلب کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا وہ بھی قیام سے کچھ کم نہ تھا' اور رکوع میں یہ فرماتے تھے ﴿سبحان ذی الجبروت و الملکوت و الکبریاء و العظمة﴾ پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا' وہ بھی قیام کے قریب قریب تھا اور سجدہ میں بھی یہی پڑھتے رہے' پھر دوسری رکعت میں سورہ آل عمران پڑھی' پھر اسی طرح ایک ایک سورۃ ایک ایک رکعت میں پڑھتے رہے۔

﴿الحمد للّٰہ﴾ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و رحم سے سورہ یٰسین کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ الصافات مکیہ

نسائی میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ہلکی نماز پڑھنے کا حکم فرماتے تھے اور آپ ﷺ ہمیں سورہ الصافات سے نماز پڑھاتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۭ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۭ﴿۵﴾

بخشش اور مہربانیوں والے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع۔

قسم ہے صف باندھنے والے فرشتوں کی۔ پھر پوری طرح ڈانٹنے والوں کی۔ پھر ذکر اللہ کی تلاوت کرنیوالوں کی۔ یقیناً تم سب کا معبود ایک ہی ہے۔ آسمانوں زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں اور مشرقوں کا رب تعالیٰ وہی ہے۔

فرشتوں کی قسمیں اور قسمیں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ان تین قسموں سے مراد فرشتے ہیں۔ اور بھی اکثر حضرات کا یہی قول ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ فرشتوں کی صفیں آسمانوں پر ہیں۔ مسلم میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ہمیں سب لوگوں پر تین باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔

(۱) ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں جیسی کی گئی ہیں۔

(۲) ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنادی گئی ہے۔

(۳) اور پانی کے نہ ملنے کے وقت زمین کی مٹی ہمارے لئے وضو کے قائم مقام کی گئی ہے۔ مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا تم اس طرح صفیں نہیں باندھتے جس طرح فرشتے اپنے رب تعالیٰ کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا وہ کس طرح؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگلی صفوں کو پورا کرتے جاتے ہیں اور صفیں بالکل ملا لیا کرتے ہیں۔ ڈانٹنے والوں سے مراد سدیؒ وغیرہ کے نزدیک ابر اور بادل کو ڈانٹ کر ادھر احکام دے کر ادھر سے ادھر لے جانے والے فرشتے ہیں۔

ربیع بن انسؒ وغیرہ فرماتے ہیں قرآن جس چیز سے روکتا ہے وہ اسی سے بندش کرتے ہیں۔ ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والے فرشتے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں کے پاس لاتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا عُذْرًا اَوْ نُذْرًا﴾ یعنی وحی اتارنے والے فرشتوں کی قسم جو عذر کوٹالنے یا آگاہ کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ ان قسموں کے بعد جس چیز پر یہ قسمیں کھائی گئی تھی اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ تم سب کا معبود برحق ایک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی آسمان و زمین کا اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا مالک و متصرف ہے۔ اسی نے آسمان پر ستارے اور چاند سورج کو مسخر کر رکھا ہے۔ جو مشرق سے ظاہر ہوتے ہیں مغرب میں غروب ہوتے ہیں۔ مشرقوں کا ذکر کر کے مغربوں کا ذکر اس کی دلالت موجود ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

دوسری آیت میں ذکر کر بھی دیا ہے فرمان ہے۔ ﴿رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ﴾ یعنی جاڑے اور گرمیوں کی طلوع و غروب کی جگہ کا رب تعالیٰ وہی ہے۔

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّن كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۝ لَّا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٍ ۝ دُحُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۝ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝

ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے بارونق بنادیا ہے۔ اور ہم نے ہی اس کی نگہبانی کی ہے ہر شریر شیطان سے۔ عالم بالا کے فرشتوں کی باتوں کو سننے کے لئے وہ کان بھی نہیں لگا سکتے بلکہ چاروں طرف سے ان پر شعلہ باری کی جاتی ہے۔ ان کے بھگانے کے لئے اور ان کے لئے دائمی عذاب ہیں۔ ہاں جو کوئی ایک آدھ بات اچک لے بھاگے تو فوراً ہی اس کے پیچھے دہکتا ہوا شعلہ لگ جاتا ہے۔

ستارے آسمان کی زینت ہیں: آسمان دنیا کو دیکھنے والی نگاہوں میں جو زینت دی گئی ہے اس کا بیان فرمایا۔ یہ اضافت کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے اور بدلیت کے ساتھ بھی' معنے دونوں صورتوں میں ایک ہی ہیں۔ اس کے ستاروں کی' اس کے سورج کی روشنی زمین کو جگمگا دیتی ہے' جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا ﴾ (تا آخر آیۃ) ہم نے آسمان دنیا کو زینت دی ستاروں کے ساتھ اور انہیں شیطانوں کے لئے شیطانوں کے رجم کا ذریعہ بنایا اور ہم نے ان کے لئے آگ کے جلا دینے والے عذاب تیار کر رکھے ہیں۔

شہاب ثاقب: اور آیت میں ہے کہ ہم نے آسمان میں برج بنائے اور انہیں دیکھنے والوں کی آنکھوں میں کھپ جانے والی چیز بنائی اور ہر شیطان رجیم سے اسے محفوظ رکھا۔ جو کوئی کسی بات کو لے اڑانا چاہتا ہے وہیں ایک تیز شعلہ اس کی طرف اترتا ہے۔ اور ہم نے آسمانوں کی حفاظت کی ہر سرکش شریر شیطان سے' اس کا بس نہیں کہ فرشتوں کی باتیں سنے۔ اور جب یہ کرتا ہے تو ایک شعلہ لپکتا ہے اور اسے جلا جاتا ہے۔ یہ آسمانوں تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی شریعت تقدیر کے امور کی کسی گفتگو کو وہ سن ہی نہیں سکتے۔ اس بارے کی حدیثیں ہم نے آیت ﴿ حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ ﴾ الخ کی تفسیر میں بیان کر دی ہیں۔ جدھر سے بھی یہ آسمان پر چڑھنا چاہتے ہیں وہیں سے ان پر آتش باری کی جاتی ہے۔ انہیں ہنکانے پست و ذلیل کرنے روکنے اور نہ آنے دینے کے لئے یہ سزا بیان کی ہے اور آخرت کے دائمی عذاب ابھی باقی ہیں' جو بڑے المناک' دردناک اور ہمیشگی والے ہوں گے۔ ہاں کبھی کسی جن نے کوئی کلمہ کسی فرشتے کی زبان سے سن لیا اور اسے اس نے اپنے نیچے والے سے کہہ دیا اور اس نے اپنے نیچے والے سے وہیں اس کے پیچھے ایک شعلہ لپکتا ہے کبھی تو وہ دوسرے کو پہنچائے اس سے پہلے ہی شعلہ اسے جلا دیتا ہے کبھی وہ دوسرے کے کانوں تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جو کاہنوں کے کانوں تک شیاطین کے ذریعہ پہنچ جاتی ہیں۔ ثاقب سے مراد سخت تیز' بہت زیادہ روشنی والا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ شیاطین پہلے جا کر آسمانوں میں بیٹھتے تھے اور وحی سن لیتے تھے۔ اس وقت ان پر تارے نہیں ٹوٹتے تھے۔ یہ وہاں کی وحی سن کر زمین پر آ کر ایک ایک کی دس دس کر کے کاہنوں کے کانوں میں پھونکتے تھے۔ جب حضور اکرم ﷺ کو نبوت ملی' پھر شیطانوں کا آسمان پر جانا موقوف ہوا۔ اب یہ جاتے ہیں تو ان پر آگ کے شعلے پھینکے جاتے ہیں اور انہیں جلا دیا جاتا ہے۔ انہوں نے اس نو پید امر کی خبر جب ابلیس ملعون کو دی تو اس نے کہا کہ کسی اہم نئے کام کی وجہ سے اس قدر احتیاط اور حفاظت کی گئی ہے۔ چنانچہ خبر رسانوں کی جماعتوں کی جماعتیں اس نے روئے زمین پر پھیلا دیں۔ جو جماعت حجاز کی طرف گئی اس نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نخلہ کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان نماز ادا کر رہے ہیں۔ اس نے جا کر ابلیس کو یہ خبر دی' اس نے کہا بس یہی وجہ ہے جو تمہارا آسمانوں پر جانا موقوف ہوا۔ اس کی پوری تحقیق اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آیت ﴿ وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ ﴾ میں آئے گی۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَقَالُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾

ان کافروں سے پوچھو تو کہ آیا ان کا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا جنھیں ہم نے پیدا کیا ہے؟ ہم نے انسانوں کو تو لیس دار مٹی سے پیدا کیا ہے۔ بلکہ تو تعجب کر رہا ہے اور یہ مسخرا پن کر رہے ہیں۔ اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے یہ نہیں مانتے۔ اور جب کسی معجزے کو دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تو بالکل کھلم کھلا جادو ہی ہے۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک اور ہڈی ہو جائیں گے پھر کیا سچ مچ ہم زندہ کئے جائیں گے؟ یا ہم سے پہلے کے ہمارے باپ دادا بھی۔ تو جواب دے کہ ہاں ہاں اور تم ذلیل ہو گے۔ وہ تو صرف ایک زور کا نعرہ ہے کہ یکایک یہ دیکھنے لگیں گے۔

انسان کی پیدائش: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ ان منکرین قیامت سے پوچھو تو کہ تمہارا پیدا کرنا ہم پر مشکل ہے یا آسمان و زمین فرشتے جن وغیرہ کا؟ ابن مسعودؓ کی قرأت ﴿اَمْ مَّنْ عَدَدْنَا﴾ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا اقرار تو انہیں بھی ہے کہ پھر مر کر جینے کا انکار کیوں کر رہے ہیں؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ انسانوں کی پیدائش سے تو بہت بڑی اور بہت بھاری پیدائش آسمان و زمین کی ہے لیکن اکثر لوگ بے عملی برتتے ہیں۔ پھر انسان کی پیدائشی کمزوری بیان فرماتا ہے کہ یہ چکنی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے جس میں لیس تھا اور جو ہاتھوں کو چپکتی تھی۔ تو چونکہ حقیقت کو پہنچ گیا ہے' ان کے انکار پر تعجب کر رہا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں تیرے سامنے ہیں اور اس کے فرمان بھی۔ لیکن یہ تو اسے سن کر ہنسی اڑاتے ہیں اور جب کبھی کوئی واضح دلیل سامنے آ جاتی ہے تو مسخرہ پن کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے۔ ہم کسی طرح اسے نہیں ماننے کے' کہ مر کر مٹی ہو کر پھر جی اٹھیں' بلکہ ہمارے باپ دادا بھی دوسری زندگی میں آ جائیں' ہم تو اس کے قائل نہیں۔ اے نبی! (ﷺ) تم ان سے کہہ دو کہ ہاں تم یقیناً دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے۔ تم ہو کیا چیز؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کے ماتحت ہو۔ اس کی وہ ذات ہے کہ کسی کی اس کے سامنے کوئی ہستی نہیں۔ فرماتا ہے ﴿كُلٌّ اَتَوْهُ دَاخِرِيْنَ﴾ ہر شخص اس کے سامنے عاجزی اور لاچاری سے حاضر ہونے والا ہے۔ ایک آیت میں ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ میری عبادت سے سرکشی کرنے والے ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جسے تم مشکل سمجھتے ہو وہ مجھ پر تو بالکل ہی آسان ہے۔ صرف ایک آواز لگتے ہی ہر ایک زمین سے نکل کر دہشتناکی کے ساتھ اہوال و احوال قیامت کو دیکھنے لگے گا' واللہ اعلم۔

وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾

اور کہیں گے کہ ہائے ہماری خرابی یہی جزا سزا کا دن ہے۔ یہی فیصلہ کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے رہے۔ ظالموں کو اور ان کے ہمراہیوں کو اور جن جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا پرستش کرتے تھے ان سب کو جمع کر کے انہیں دوزخ کی راہ دکھا دو۔ اور انہیں ٹھہرا لو اسلئے کہ ان سے ضروری سوال کئے جانیوالے ہیں' کیا وجہ ہے کہ اس وقت وہ ایک دوسروں کی مدد نہیں کرتے۔ بلکہ وہ سب کے سب آج فرمانبردار بن گئے۔

روز قیامت کا واویلا: قیامت کے دن کفار کا اپنے تئیں ملامت کرنا اور پچھتانا اور افسوس وحسرت کرنا بیان ہو رہا ہے کہ وہ نادم ہو کر قیامت کے دہشت خیز اور دہشت انگیز امور کو دیکھ کر کہیں گے کہ ہائے ہائے یہی تو روز جزا ہے۔ تو مومن اور فرشتے بطور ڈانٹ ڈپٹ اور ندامت بڑھانے کے ان سے کہیں گے ہاں یہی تو وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم سچا نہیں مانتے تھے۔ اس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ظالموں کو' ان کے جوڑوں کو ان کے بھائی بندوں کو اور ان جیسوں کو ایک جا جمع کرو۔ مثلاً زانی زانیوں کے ساتھ۔ سود خوار سود خواروں کے ساتھ' شرابی شرابیوں کے ساتھ وغیرہ۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ظالموں کو اور ان کی عورتوں کو' لیکن یہ غریب ہے۔ ٹھیک مطلب یہی ہے کہ انہی جیسوں کو' اور ان کے ساتھ ہی جن بتوں کو اور جن جن کو شریک اللہ یہ مقرر کئے ہوئے تھے سب کو جمع کرو۔ پھر ان سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ' جیسے فرمان ہے ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ﴾ الخ۔ یعنی انہیں ان کے منہ کے بل اندھے بہرے گونگے کر کے ہم جمع کریں گے پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا' جس کی آگ جب کبھی ہلکی ہو جائے ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ اور انہیں جہنم کے پاس کچھ دیر ٹھہرا دو تا کہ ہم ان سے پوچھ گچھ کر لیں:

ان سے حساب لے لیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں جو شخص کسی کو کسی چیز کی طرف بلائے وہ قیامت کے دن اسی کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا' نہ بے وفائی ہوگی نہ جدائی ہوگی' گو ایک کو ہی بلایا ہو۔ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ حضرت عثمان بن زائدہ" فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے انسان سے اس کے ساتھیوں کی بابت سوال کیا جائے گا۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ کیوں آج ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ تم دنیا میں کہتے پھرتے تھے کہ ہم سب ایک ساتھ ہیں اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ یہ تو کہاں بلکہ آج تو یہ ہتھیار ڈال چکے' اللہ تعالیٰ کے فرمان بردار بن گئے' نہ اللہ تعالیٰ کے کسی فرمان کا خلاف کریں نہ کر سکیں' نہ اس سے بچ سکیں نہ وہاں سے بھاگ سکیں۔ واللہ اعلم۔

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾

وہ ایک دوسرے کی طرف مخاطب ہو کر سوال وجواب کرنے لگیں گے۔ کہیں گے کہ تم تو ہمارے پاس ہماری دائیں طرف سے آتے تھے۔ وہ جواب دیں گے کہ

نہیں بلکہ تم ہی ایماندار نہ تھے۔ کچھ ہماری زوراز وری تو تم پر تھی ہی نہیں۔ بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے۔ اب تو ہم سب پر ہمارے رب تعالیٰ کی یہ بات ثابت ہو چکی کہ ہم عذاب چکھنے والے ہیں۔ ہم نے تمہیں گمراہ کیا ہم تو خود بھی گمراہ تھے۔ اب آج کے دن تو یہ سب کے سب عذاب میں شریک ہیں۔ ہم گنہگاروں کے ساتھ اسی طرح کیا کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو یہ سرکشی کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی بات پر چھوڑ دینے والے ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ نبی علیہ السلام تو سچا دین لائے ہیں اور سب رسولوں کو سچا جانتے ہیں۔

کافروں کے جہنم میں طبقات: کافر لوگ جس طرح جہنم کے طبقوں میں جلتے ہوئے آپس میں جھگڑے کریں گے اسی طرح قیامت کے میدان میں وہ ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے۔ کمزور لوگ زور آوروں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع فرمان تھے کیا آج ہمیں تم تھوڑے بہت عذابوں سے بچالو گے؟ وہ کہیں گے کہ ہم تو خود تمہارے ساتھ ہی اسی جہنم میں جل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے فرما چکا۔ اور جیسے اور جگہ ان کی یہ بات چیت اس طرح منقول ہے کہ ضعیف لوگ متکبروں سے کہیں گے' اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایماندار بن جاتے۔ وہ جواب دیں گے کیا ہم نے تم کو ہدایت سے روک دیا؟ نہیں بلکہ تم خود ہی بدکار تھے۔ یہ کہیں گے بلکہ دن رات کا مکر تھا جب کہ تم ہمیں حکم کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے شریک مقرر کریں۔ عذاب کو دیکھتے ہی یہ سب کے سب بے طرح نادم و پشیمان ہونگے لیکن اپنی ندامت کو چھپائیں گے۔ ان تمام کفار کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے جائیں گے۔

ہاں یہ یقینی بات ہے کہ ہر ایک کو صرف اس کی کرنی بھرنی پڑے گی۔ پس یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنے بڑوں اور سرداروں سے کہیں گے کہ تم ہماری داہنی جانب سے آتے تھے۔ یعنی چونکہ ہم کمزور کم حیثیت تھے اور تمہیں ہم پر ترجیح تھی' اس لئے تم ہمیں دبا دبو کر حق سے ناحق کی طرف پھیر دیتے تھے' یہ کافروں کا مقولہ ہوگا' جو وہ شیطانوں سے کہیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان یہ بات جنات سے کہیں گے کہ تم ہمیں بھلائی سے روک کر برائی پر آمادہ کرتے تھے' گناہ کو مزین اور شیریں دکھاتے تھے' اور نیکی کو بری اور مشکل جتاتے تھے' حق سے روکتے تھے اور باطل پر جما دیتے تھے' جب کبھی نیکی کا خیال ہمارے دل میں آتا تھا تو تم کسی نہ کسی فریب سے اس سے روک دیتے تھے۔ اسلام ایمان و خوبی نیکی اور سعادت مندی سے تم نے ہمیں محروم کر دیا۔ توحید سے دور ڈال دیا۔ ہم تمہیں اپنا خیر خواہ سمجھتے رہے' راز دار بنائے رہے' تمہاری باتیں مانتے رہے اور تمہیں بھلا آدمی سمجھتے رہے' اسکے جواب میں جنات اور انسان جتنے بھی سردار ذی عزت اور بڑے لوگ تھے ان کمزوروں کو جواب دیں گے کہ اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں' تم خود ہی ایسے ہی تھی' تمہارے دل ایمان سے بھاگتے تھے اور کفر کی طرف دوڑ کر جاتے تھے۔ ہم نے تمہیں جس چیز کی طرف بلایا وہ کوئی حق بات نہ تھی' نہ اس کی بھلائی پر کوئی دلیل تھی۔ لیکن چونکہ تم طبعاً برائی کی طرف مائل تھے خود تمہارے دلوں میں سرکشی اور برائی تھی اس لیے تم نے ہمارا کہا مان لیا۔ اب تو ہم سب پر اللہ تعالیٰ کا قول ثابت ہو گیا کہ ہم یقیناً عذابوں کا مزہ چکھنے والے ہیں۔ یہ بڑے لوگ چھوٹوں سے یہ متبوع لوگ اپنے تابعداروں سے کہیں گے کہ ہم تو خود ہی بہکے ہوئے تھے' ہم نے تمہیں بھی اپنی ضلالت کی طرف بلایا تم دوڑے ہوئے آ گئے۔ بتلاؤ اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ ہم نے تم پر کوئی ظلم و جبر تو نہیں کیا؟ کیوں تم نے ہماری بات مان لی؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے' پس آج کے دن یہ سب لوگ جہنم کے عذابوں میں شریک ہیں' ہر ایک اپنے اپنے اعمال کی سزا بھگت رہا ہے۔ مجرموں کے ساتھ ہم اسی طرح کیا کرتے ہیں۔

یہ مؤمنوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل نہ تھے بلکہ توحید کی آواز سے تکبر و نفرت کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں جب تک کہ وہ ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ نہ کہہ لیں۔ جو اسے کہہ لے اس نے اپنا مال اور اپنی جان بچالی' مگر اسلامی فرمان سے' اور اس کا باطنی حساب اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بھی یہی مضمون ہے اور ایک متکبر قوم کا ذکر ہے کہ وہ اس کلمہ سے روگردانی کرتے تھے۔

ابن ابی حاتم میں ابوالعلاء سے مروی ہے کہ یہودیوں کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور ان سے سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کس کی

عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی اور عزیرؑ کی۔ ان سے کہا جائے گا اچھا بائیں طرف آؤ۔ پھر نصرانیوں سے یہی سوال ہوگا وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کی اور مسیح کی۔ تو ان سے بھی یہی کہا جائے گا۔ پھر مشرکین کو لایا جائے گا اور ان سے ﴿لا اله الا الله﴾ کہا جائے گا وہ تکبر کریں گے تین مرتبہ ایسا ہی ہوگا۔ پھر حکم ہوگا کہ انہیں بھی بائیں طرف لے چلو۔ فرشتے انہیں پرندوں سے بھی جلدی پہنچا دیں گے۔ پھر مسلمانوں کو لایا جائیگا اور ان سے پوچھا جائیگا کہ تم کس کی عبادت کرتے رہے؟ یہ کہیں گے صرف اللہ تعالیٰ کی۔ تو ان سے کہا جائیگا کہ کیا تم اسے دیکھ کر پہچان سکتے ہو؟ یہ کہیں گے ہاں۔ پوچھا جائے گا تم کیسے پہچان لوگے حالانکہ تم نے کبھی اسے دیکھا نہیں۔ یہ جواب دیں گے ہاں یہ تو ٹھیک ہے ہم جانتے ہیں کہ اس کے برابر کا کوئی نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو انہیں پہنچوائے گا اور ان کو نجات دے گا۔ یہ کلمہ توحید اور رد شرک سن کر جواب دیتے تھے کہ کیا اس شاعر و مجنون کے کہنے سے ہم اپنے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں گے؟ مانا تو ایک طرف الٹے رسول ﷺ کو شاعر اور دیوانہ بتاتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ ان کی تکذیب کرتا ہے اور ان کی تردید میں فرماتا ہے کہ یہ تو بالکل سچے ہیں' حق لے کر آئے ہیں' ساری شریعت سراسر حق ہے' خبریں ہوں تب اور احکام ہوں تب۔ یہ رسولوں کو بھی سچا جانتا ہے' ان رسولوں نے جو صفتیں اور پاکیزگیاں آپ کی بیان کی تھیں ان کے صحیح مصداق آپ ہی ہیں۔ یہ بھی وہی احکام بیان کرتے ہیں جو اگلے انبیاء (علیہم السلام) نے کئے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ما یقال لک الا ماقد قیل للرسل من قبلک﴾ الخ یعنی تجھ سے وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے کے نبیوں سے کہا جاتا رہا۔

إِنَّكُمْ لَذَائِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿٤١﴾ فَوَاكِهُ ۖ وَهُم مُّكْرَمُونَ ﴿٤٢﴾ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٤٣﴾ عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٤﴾ يُطَافُ عَلَيْهِم بِكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿٤٥﴾ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ﴿٤٦﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ ﴿٤٧﴾ وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ ﴿٤٨﴾ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ﴿٤٩﴾

یقیناً تم دردناک عذابوں کے مزے چکھنے والے ہو۔ تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے خالص برگزیدہ بندے۔ انہیں کے لئے مقررہ روزی ہے۔ میوے ہر طرح کے اور وہ ذی عزت واکرام ہیں۔ نعمتوں والی جنتوں میں۔ تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ جاری شراب کے جام کا ان پر دور چل رہا ہوگا۔ جو سفید اور پینے میں لذیذ ہوگی۔ نہ اس سے دردسر ہو اور نہ اس کے پینے سے بہکیں۔ اور ان کے پاس نیچی نظروں والی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔ ایسی جیسے چھپائے ہوئے موتی۔

کفار عذاب اور مؤمن نعمتوں میں: اللہ تعالیٰ تمام لوگوں سے خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ تم المناک عذاب چکھنے والے ہو اور صرف اسی کا بدلہ دیئے جانے والے ہو جسے تم نے کیا دھرا ہے۔ پھر اپنے مخلص بندوں کو اس سے الگ کر لیتا ہے' جیسے ﴿والعصر﴾ الخ میں فرمایا کہ تمام انسان گھاٹے میں ہیں مگر ایماندار' نیک اعمال اور سورہ ﴿والتین﴾ میں فرمایا ہم نے انسان کو بہت اچھی پیدائش میں پیدا کیا ہے پھر اسے نیچوں سے بھی نیچا کر دیا' مگر جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک اعمال کئے۔ اور سورۂ مریم میں فرمایا ﴿و ان منکم الا واردها﴾ (تا آخر آیت) تم میں سے ہر ایک جہنم پر وارد ہونے والا ہے یہ تو تیرے رب تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے اور یہ ضروری چیز ہے' لیکن پھر ہم متقیوں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو گرے پڑے چھوڑ دیں گے۔ سورہ مدثر میں ارشاد ہوا ہے ﴿کل نفس﴾ الخ ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں مشغول

ہے۔ مگر وہ جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال آ چکا ہے' اسی طرح یہاں پر بھی اپنے خاص بندوں کا استثنا کر لیا کہ وہ المناک عذابوں سے حساب کے شدید مصائب سے علیحدہ ہیں۔ بلکہ ان کی برائیوں سے درگزر فرما لیا گیا ہے اور ان کی نیکیاں بڑھا چڑھا کر ایک کی دس دس گنی کر کے بلکہ سات سات سو گنی کر کے بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر انہیں دی گئیں ہیں۔ ان کے لئے مقررہ روزی ہے اور وہ قسم قسم کے میوہ جات سے پر ہے۔ وہ مخدوم ہیں ذی عزت ہیں ذی اکرام ہیں۔ ہاتھوں ہاتھ لئے جاتے ہیں' بڑی آؤ بھگت ہوتی ہے' بڑا ادب لحاظ رکھا جاتا ہے۔ یہ نعمتوں سے پر جنتوں میں ہیں۔ وہاں کے تختوں پر اس طرح بیٹھے ہیں کہ کسی کی پیٹھ کسی کی طرف نہیں۔

ایک مرفوع غریب حدیث میں بھی ہے کہ اس آیت کی تلاوت کر کے آپ نے فرمایا ہر ایک کی نگاہیں دوسرے کے چہرے پر پڑیں گی آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ اس شراب کے دوران پر چل رہے ہوں گے جو جاری ہے۔ جس کے ختم ہو جانے اور کم ہو جانے کا مطلق اندیشہ نہیں۔ جو ظاہر باطن میں آراستہ ہے' خوبیاں ہیں برائیاں نہیں' رنگ کی سفید' مزے کی بہت اچھی لذیذ۔ نہ اسکے پینے سے دردسر ہو' نہ سکر و مستی طاری ہو نہ ہرزہ سرائی کرے۔ دنیا کی شراب میں یہ نقصان اور خرابی ہے کہ دردشکم' دردسر' بیہوشی اور بدحواسی وغیرہ طاری ہو جاتی ہے۔ لیکن جنت کی شراب میں ان میں سے ایک برائی بھی موجود نہیں رہی۔ دیکھنے میں خوش رنگ' پینے میں لذیذ' فوائد میں اعلیٰ' سرور و کیف میں عمدہ' لیکن عقل و فہم کو معطل کر دینے والی اور بدمست بنا دینے والی نہیں' نہ بدبودار نہ بدرنگ نہ قابل نفرت' بلکہ خوشبودار' خوش رنگ' خوش ذائقہ اور فائدہ مند۔ اس کے پینے سے پیٹ میں درد نہیں ہوتا اور اس کی کثرت ضرر رساں نہیں' خلاف طبع نہیں' سر بھاری نہیں ہو جاتا' چکر نہیں آتے' گرانی محسوس نہیں ہوتی' ہوش و حواس جاتے نہیں رہتے' کوئی ایذا' تکلیف' قے متلی نہیں ہوتی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ شراب میں چار برائیاں ہیں۔ ۱۔ نشہ ۲۔ دردسر ۳۔ قے اور ۴۔ پیشاب۔ مگر جنت کی شراب ان تمام برائیوں سے پاک ہے' دیکھو سورہ الصافات۔ ان کے پاس نیچی نگاہوں والی' شرمیلی نظروں والی' پاک دامن عفیفہ حوریں ہیں۔ جن کی نگاہ اوپر خاوندوں کے چہرے کے سوا کبھی کسی کے چہرے پر نہیں پڑتی اور نہ پڑے گی۔ بڑی بڑی' موٹی موٹی رسیلی آنکھیں ہیں' حسن صورت' حسن سیرت دونوں چیزیں ان میں موجود ہیں۔ جس طرح زلیخا نے حضرت یوسفؑ میں یہ دونوں خوبیاں دیکھیں۔ عورتوں نے جب انہیں طعنے دینے شروع کئے تو ایک دن سب کو بلا کر بیٹھا لیا اور حضرت یوسفؑ کا پوری طرح بناؤ سنگھار کرا کر بلایا تمام عورتوں کی نگاہیں ان کے جمال کو دیکھ کر خیرہ ہوگئیں اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ'' یہ تو فرشتہ ہے'' زلیخا نے کہا'' یہی تو وہ شخص ہے کہ جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کر رہی تھی واللہ میں نے اس کو ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ پاک دامن ہی رہا۔ یہ جمال ظاہری کے ساتھ حسن باطنی بھی رکھتا ہے' بڑا پاکباز' امین' پارسا' متقی اور پرہیزگار ہے'' اسی طرح حوریں ہیں کہ جمال ظاہری کے ساتھ ہی باطنی خوبی بھی اپنے اندر رکھتی ہیں۔ پھر ان کا مزید حسن بیان ہو رہا ہے کہ ان کا گورا گورا پنڈا اور بھبوکا سا رنگ ایسا چمکدار دلکش اور جاذب نظر ہے کہ گویا محفوظ موتی جس تک کسی کا ہاتھ نہ پہنچا ہو' جو سیپ سے نہ نکلا ہو' جسے زمانے کی ہوا نہ لگی ہو جو اپنی آبداری میں بے مثل ہو۔ ایسے ہی ان کے اچھوتے پنڈے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ گویا وہ انڈے کی طرح ہیں انڈے کے اوپر کے چھلکے کے نیچے اچھوت چھلکے جیسے ان کے بدن ہیں۔

ایک حدیث میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوال پر حضور ﷺ نے فرمایا'' حور عین'' سے مراد بہت بڑی آنکھوں والی' سیاہ پلکوں والی حوریں ہیں۔ پھر پوچھا'' بیض مکنون'' سے کیا مراد ہے؟ فرمایا انڈے کے اندر کی سفید جھلی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میں کھڑا کیا جاؤں گا اور جب کہ وہ جناب باری تعالیٰ میں پیش ہوں گے تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب وہ غمگین ہو رہے ہوں گے تو میں انہیں خوشخبریاں سنانے والا ہوؤں گا اور ان کا سفارشی ہوں گا۔ جب کہ یہ روکے ہوئے ہوں گے حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ حضرت آدمؑ کی اولاد میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اکرام و عزت والا میں ہوں۔ یہ میں بطور فخر کے نہیں کہہ رہا۔ میرے آگے پیچھے قیامت کے دن ایک ہزار خادم گھوم رہے ہوں گے جو مثل چھپے ہوئے انڈوں یا

اچھوت موتیوں کے ہوں گے' واللہ اعلم بالصواب۔

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٥٠﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿٥١﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿٥٢﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿٥٤﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿٥٥﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿٥٦﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٥٧﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿٥٨﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿٥٩﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٠﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿٦١﴾

ایک دوسرے کی طرف رُخ کر کے پوچھیں گے ان میں سے ایک کہے گا کہ میرا ایک ہمنشین تھا جو مجھ سے کہا کرتا تھا کہ کیا تو قیامت کے آنے کا یقین کرنے والوں میں ہے؟ کیا جب کہ ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے کیا اس وقت ہم جلا دیئے جانے والے ہیں؟ کہے گا تم چاہتے ہو کہ جھانک کر دیکھ لو؟ جھانکتے ہی اسے تو بیچوں بیچ جہنم میں جلتا ہوا دیکھے گا کہے گا واللہ قریب تھا کہ تو مجھے بھی برباد کر دے۔ اگر میرے رب تعالیٰ کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں حاضر کیا گیا ہوتا۔ کیا یہ صحیح ہے کہ ہم مرنے والے ہی نہیں؟ بجز پہلی ایک موت کے اور نہ ہم عذاب کے جانے والے ہیں؟ پھر تو ظاہر بات ہے کہ یہ بڑی کامیابی ہے۔ ایسی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے۔

اہل جنت حیات دینوی کا ذکر کریں گے: جب جنتی لوگ مزے اڑاتے ہوئے بے فکری اور فارغ البالی کے ساتھ جنت کے بلند و بالا بالا خانوں میں عیش و عشرت کے ساتھ آپس میں مل جل کر تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے' ہزار ہا پری جمال خدام سلیقہ شعاری سے کمربستہ خدمت پر مامور ہوں گے' حکم احکام دے رہے ہوں گے' قسم قسم کے کھانے پینے پہننے اوڑھنے اور طرح طرح کی لذتوں سے فائدہ مندی حاصل کرنے میں مصروف ہوں گے' دور شراب طہور چل رہا ہوگا۔ وہاں باتوں ہی باتوں میں یہ ذکر نکل آئے گا کہ دنیا میں کیا کیا حال گزرے کیسے کیسے دن کٹے؟ اس پر ایک شخص کہے گا میری سنو میرا شیطان ایک مشرک ساتھی تھا جو مجھ سے اکثر کہا کرتا تھا کہ تعجب ہے تو اس بات کو مانتا ہے کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے' ہم کھوکھلی' بوسیدہ' سڑی گلی ہڈی ہو جائیں گے' اس کے بعد بھی ہم حساب کتاب جزا سزا کے لئے اٹھائے جائیں گے۔ مجھے وہ شخص جنت میں تو نظر پڑتا نہیں' کچھ عجب نہیں اگر وہ جہنم میں گیا ہو' اگر چاہو تو میرے ساتھ چل کر جھانک کر دیکھ لو کہ جہنم میں اس کی کیا درگت ہو رہی ہے؟ اب جو جھانکتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ شخص سرتاپا جل رہا ہے' خود وہ آگ بن رہا ہے' بیچ جہنم میں کھڑا ہے اور بے بسی کے ساتھ پھنک رہا ہے اور ایک اسے ہی کیا دیکھے گا بلکہ اس کو نظر آئے گا کہ تمام بڑے بڑے لوگوں سے جہنم پر ہے۔ کعب احبار فرماتے ہیں کہ جنت سے جنتی لوگ جب بھی کسی جہنمی کو دیکھنا چاہیں دیکھ سکتے ہیں' وہ اپنے دشمنوں کو جلتے بھلستے دیکھ کر خوش ہو کر شکر الٰہی کرتے ہیں۔ جنتی اسے دیکھتے ہی کہے گا کہ حضرت! آپ نے تو وہ پھندا ڈالا تھا کہ مجھے تباہ ہی کر ڈالتے' لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے پنجے سے چھڑا دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم میرے شامل حال نہ ہوتا تو بڑی بری بنتی۔ اور میں بھی تیرے ساتھ کھچا کھچا یہیں جہنم میں آ جاتا اور جلتا رہتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تیری تیز کلامی اور چرب زبانی سے مجھے عافیت میں رکھا' اور تیرے اثر سے مجھے محفوظ رکھا۔ تو نے فسوں سازی میں کوئی کمی باقی نہیں رکھی تھی۔ اب مومن ایک بات اور کہتا ہے جس میں اس کی اپنی تسکین اور کامیابی کی خبر ہے کہ وہ پہلی موت تو مر چکا اب دار الخلد میں ہے' نہ یہاں اس پر موت ہے نہ خوف نہ عذاب ہے نہ وبال' اور یہی بہترین کامیابی اور فلاح ابدی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا

فرمان ہے کہ جنتیوں سے کہا جائیگا کہ اپنے اعمال کے بدلے میں خوب مزے سے کھاؤ پیو۔ اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ جنتی جنت میں مریں گے نہیں' تو وہ یہ سن کر سوال کریں گے کہ کیا اب ہمیں موت تو نہیں آئے گی؟ کسی وقت عذاب تو نہیں ہوگا؟ تو جواب ملے گا نہیں ہرگز نہیں ۔ چونکہ انہیں کھٹکا تھا کہ موت آ کر یہ لذتیں فوت نہ کردے۔ جب یہ اندیشہ جاتا رہا تو وہ سکون کا سانس لے کر کہیں گے شکر ہے یہ تو کھلی کامیابی ہے اور بڑی ہی مقصدوری ہے۔ اس کے بعد فرمایا ایسی ہی جزا اور انعام کے لئے عاملوں کو عمل کرنا چاہئے۔

قتادہؒ تو فرماتے ہیں کہ یہ اہل جنت کا مقولہ ہے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں فرمان الٰہی ہے مطلب یہ ہے کہ ان جیسی نعمتوں اور رحمتوں کے حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو دنیا میں پوری رغبت کے ساتھ عمل کرنا چاہئے تاکہ انجام کار ان نعمتوں کو حاصل کرسکیں۔

اسی آیت کے مضمون سے ملتا جلتا ایک قصہ ہے اسے بھی سن لیجئے۔ دو شخص آپس میں شریک تھے ان کے پاس آٹھ ہزار اشرفیاں جمع ہو گئیں' ایک چونکہ پیشے حرفے سے واقف تھا اور دوسرا ناواقف تھا اس لئے اس واقف کار نے ناواقف سے کہا کہ اب ہمارا نباہ مشکل ہے' آپ اپنا حق لے کر الگ ہو جائیے' آپ کام کاج سے ناواقف ہیں۔ چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے حصے الگ الگ کر لئے اور جدا جدا ہو گئے۔ پھر اس حرفے والے نے بادشاہ کے مرجانے کے بعد اس کا شاہی محل ایک ہزار دینار میں خریدا اور اپنے ساتھی کو بلا کر اسے دکھایا اور کہا بتلاؤ میں نے کیسی چیز خریدی؟ اس نے بڑی تعریف کی اور یہاں سے باہر چلا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا اے اللہ! اس میرے ساتھی نے تو ایک ہزار دینار کا قصر دنیوی خرید کیا ہے اور میں تجھ سے جنت کا محل چاہتا ہوں۔ میں تیرے نام پر تیرے مسکین بندوں پر ایک ہزار دینار خرچ کرتا ہوں۔ چنانچہ اس نے ایک ہزار دینار راہ للہ خرچ کر دیئے۔ پھر اس دنیا دار شخص نے ایک زمانے کے بعد ایک ہزار دینار خرچ کر کے اپنا نکاح کیا۔ دعوت میں اپنے اس پرانے شریک کو بھی بلایا اور اس سے ذکر کیا کہ میں نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے اس عورت سے شادی کی ہے۔ اس نے اس کی بھی تعریف کی۔ باہر آ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار دینار دیئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے بار الٰہی! میرے ساتھی نے اتنی ہی رقم خرچ کر کے یہاں کی ایک عورت حاصل کی ہے اور میں اس رقم سے تجھ سے حور عین کا طالب ہوں۔ اور پھر وہ رقم راہ للہ صدقہ کر دی۔ پھر کچھ مدت کے بعد اس دنیا دار نے اس کو بلا کر کہا کہ دو ہزار کے دو باغ میں نے خریدے ہیں دیکھو کیسے ہیں؟ اس نے دیکھ کر بہت تعریف کی اور باہر آ کر اپنی عادت کے مطابق جناب باری میں عرض کی کہ'' اے اللہ! میرے ساتھی نے دو ہزار کے دو باغ یہاں کے خریدے ہیں میں تجھ سے جنت کے دو باغ چاہتا ہوں اور یہ دو ہزار دینار تیرے نام پر صدقہ ہیں''۔ چنانچہ اس رقم کو مستحقین میں تقسیم کر دیا۔ پھر جب فرشتہ ان دونوں کو فوت کر کے لے گیا' اس صدقہ کرنے والے کو جنت کے محل میں پہنچایا گیا' جہاں پر ایک حسین عورت بھی اسے ملی اور اسے دو باغ بھی دیئے گے اور وہ وہ نعمتیں ملیں جنھیں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ تو اسے اس وقت اپنا وہ ساتھی یاد آ گیا۔ فرشتے نے بتلایا کہ وہ تو جہنم میں ہے۔ تم اگر چاہو تو جھانک کر اسے دیکھ سکتے ہو۔ اس نے جب اسے جہنم کے اندر جلتا دیکھا تو اس سے کہا کہ'' قریب تھا کہ تو مجھے بھی چکمہ دے جاتا اور یہ تو رب تعالیٰ کی مہربانی ہوئی کہ میں بچ گیا۔''

اور روایت میں ہے کہ تین تین ہزار دینار تھے' ایک کافر تھا اور ایک مومن تھا۔ جب یہ مومن اپنی کل رقم راہ للہ خرچ کر چکا تو جھلی سر پر رکھ کر کدال پھاوڑا لے کر مزدوری کے لئے چلا۔ اسے ایک شخص ملا اور کہا کہ اگر تو میرے جانور کی سائیسی کرے اور گوبر اٹھائے تو میں تجھے کھانے پینے کو دے دوں گا۔ اس نے منظور کر لیا اور کام شروع کر دیا۔ لیکن یہ شخص بڑا بے رحم اور بدگمان تھا۔ جہاں اس نے کسی جانور کو بیمار یا کمزور دیکھا تو اس مسکین ملازم کی گردن توڑتا' خوب مارتا پیٹتا اور کہتا کہ اس کا دانہ تو چرا لیتا ہوگا۔ اس مسلمان سے یہ بے جا سختی برداشت نہ کی گئی تو ایک دن اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں اپنے کافر شریک کے ہاں چلا جاؤں' اس کی کھیتی ہے باغات ہیں۔ میں وہاں کام کاج کردوں گا اور وہ مجھے روٹی کا ٹکڑا دیدیا کرے گا اور مجھے کیا لینا دینا ہے؟ وہاں جو پہنچا تو شاہی ٹھاٹھ دیکھ کر حیران ہو گیا' ایک بلند و بالا محل ہے۔ دربان اور پہرے دار ڈیوڑھی پر اور چوکی دار' غلام اور لونڈیاں سب موجود ہیں۔ یہ ٹھٹکا اور دربانوں نے اسے روکا۔ اس نے ہر چند کہا کہ تم اپنے مالک سے میرا ذکر تو کرو۔

انہوں نے کہا اب وقت نہیں تم ایک کونے میں پڑ رہو صبح جب وہ نکلیں تو خود سلام کر لینا۔ اگر تم سچے ہو تو وہ تمہیں پہچان لیں گے ورنہ پھر ہمارے ہاتھوں تمہاری پوری مرمت ہو جائے گی۔ اس مسکین کو یہی کرنا پڑا جو کمبل کا ٹکڑا یہ جسم سے لپیٹے ہوئے تھا اسی کو اس نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور ایک کونے میں دبک کر پڑ گیا۔ صبح کے وقت اس کے راستے پر جا کھڑا ہوا۔ جب وہ نکلا اور اس پر نگاہ پڑی تو متعجب ہو کر پوچھا کہ ''ہیں! یہ کیا حالت ہے مال کیا ہوا؟'' اس نے کہا وہ کچھ نہ پوچھو! اس وقت تو میرا کام جو ہے اسے پورا کر دو یعنی مجھے موقع دو کہ میں تمہاری کھیتی باڑی کا کام مثل اور نوکروں کے انجام دوں اور آپ مجھے صرف کھانا دیدیا کیجئے اور جب یہ کمبل بوسیدہ ہو کر پھٹ جائے تو ایک کمبل اور خرید دینا۔ اس نے کہا ''نہیں نہیں میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن پہلے تم یہ بتلاؤ کہ اس رقم کو تم نے کیا کیا؟ جواب دیا کہ میں نے وہ رقم ایک شخص کو قرض دی ہے اس نے سوال کیا کہ کسے؟'' کیا ایسے کو جو نہ لے کر مکرے نہ دینے سے انکار کرے'' اس نے کہا وہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا'' وہ اللہ تعالیٰ ہے جو میرا اور تیرا رب ہے'' یہ سنتے ہی اس کافر نے اس مسلمان سے ہاتھ چھڑا لیا اس سے کہا'' احمق ہوا ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم مر کر جب مٹی ہو جائیں تو پھر دوبارہ زندہ ہو سکیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں بدلے دے؟ جا! جب تو ایسا ہی بودا اور ایسے عقیدوں والا ہے تو مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں۔'' پس وہ کافر تو مزے اڑاتا رہا اور یہ مومن سختی سے دن گزارتا رہا یہاں تک کہ دونوں کو موت آ گئی۔ مسلمان کو جنت میں جو جو نعمتیں اور رحمتیں ملیں وہ انداز وشمار سے زائد تھیں۔ اس نے جو دیکھا کہ حد'' نظر سے بلکہ ساری دنیا سے زیادہ تو زمین ہے اور بے شمار درخت اور باغات ہیں اور جا بجا نہریں اور چشمے ہیں تو پوچھا یہ سب کس کا ہے؟ جواب ملا کہ یہ سب آپ کا ہے۔ کہا سبحان اللہ! یہ تو اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی ہے۔ اب جو آگے بڑھا تو اس قدر لونڈی غلام دیکھے کہ گنتی نہیں ہو سکتی پوچھا یہ کس کے ہیں؟ کہا گیا کہ سب آپ کے اسے اور زیادہ تعجب اور خوشی ہوئی۔ پھر جو آگے بڑھتا ہے تو سرخ یاقوت کے محل نظر آتے ہیں۔ ایک موتی کا ایک محل اور ہر ہر محل میں کئی کئی حوریں عین، ساتھ ہی اطلاع ہوئی کہ یہ سب کچھ بھی آپ ہی کا ہے۔ پھر تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔ کہنے لگا کہ اللہ جانے میرا وہ کافر ساتھی کہاں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اسے دکھائے گا کہ وہ جہنم میں جل رہا ہے اب ان میں وہ باتیں ہوں گی جن کا ذکر یہاں ہوا ہے پس مومن پر دنیا میں جو بلائیں آئی تھیں انہیں وہ یاد کرے گا تو موت سے زیادہ بھاری بلا اسے کوئی نظر نہ آئے گی۔

أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ﴿٦٢﴾ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ﴿٦٣﴾ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ﴿٦٥﴾ فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ﴿٦٨﴾ إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ ﴿٧٠﴾

کیا یہ مہمانی اچھی ہے یا سینڈھ کا درخت؟ جسے ہم نے ستم گاروں کے لئے سخت سزا بنا رکھا ہے۔ جو درخت جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے۔ جس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں۔ جہنمی اسی درخت کو کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بوجھل کر لیں گے۔ پھر اس پر گرم جلتے جلتے پانی کی ملونی ہوگی۔ پھر ان سب کا لوٹنا جہنم کی آگ کے ڈھیر کی طرف ہوگا۔ یقین مانو کہ انہوں نے اپنے باپ دادوں کو بہکا ہوا پایا۔ اور یہ انہی کے نشان قدم پر دوڑے بھگے چلتے رہے۔

تھور کا درخت: جنت کی نعمتوں کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ اب لوگ خود فیصلہ کر لیں کہ وہ جگہ اور وہ نعمتیں بہتر ہیں یا زقوم کا درخت جو جہنم والوں کا کھانا ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے مراد خاص ایک ہی درخت ہو اور وہ تمام جہنم میں پھیلا ہوا ہو۔ جیسے کہ طوبیٰ کا ایک درخت ہے جو جنت

کے ایک ایک محل میں پہنچا ہوا ہے اور ممکن ہے کہ مراد زقوم کے درخت کی جنس ہو۔ اس کی تائید اس آیت ﴿لَاٰ كِلُوْنَ مِنْ شَجَرَةٍ﴾ الخ سے بھی ہوتی ہے۔ ہم نے اسے ظالموں کے لئے فتنہ بنایا ہے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں شجر زقوم کا ذکر گمراہوں کے لئے فتنہ ہو گیا۔ وہ کہنے لگے' لو اور سنو! آگ میں اور درخت؟ آگ تو درخت کو جلا دینے والی ہے۔ یہ نبی کہتے ہیں جہنم میں درخت اُگے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا' ہاں یہ درخت آگ ہی سے پیدا ہوگا اور اس کی غذا بھی آگ ہی ہوگی۔ ابوجہل ملعون اسی پر ہنسی اُڑاتا تھا اور کہتا تھا کہ میں تو خوب مزے سے کھجور اور مکھن کھاؤں گا۔ اسی کا نام زقوم ہے۔ الغرض یہ بھی ایک امتحان ہے بھلے لوگ تو اس سے ڈر گئے اور بروں نے اس کا مزاق اڑایا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ﴾ الخ یعنی جو ہم نے تجھے دکھایا تھا وہ صرف اس لئے ہی کہ لوگوں کی آزمائش ہو جائے اور اسی لئے اس نامبارک درخت کا ذکر بھی۔ ہم تو انہیں دھمکا رہے ہیں مگر یہ نافرمانی میں بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ اس درخت کی اصل جڑ جہنم میں ہے اس کے پتے' خوشے شاخیں بھیانک ڈراونی' لمبی چوڑی' خوب دور دور تک شیطانوں کے سروں کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ گو شیطان کو بھی کسی نے دیکھا نہیں' لیکن اس کا نام سنتے ہیں اس کی بدصورتی اور خباثت کا منظر سامنے آ جاتا ہے۔ یہی حال اس درخت کا ہے کہ دیکھنے اور چکھنے میں ظاہر اور باطن میں بری چیز ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ سانپوں کی ایک قسم ہے جو بدترین بھیانک اور خوفناک شکل کے ہوتے ہیں۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ نبات کی ایک قسم ہے جو بہت بری طرح پھیل جاتی ہے۔ لیکن یہ دونوں احتمال درست نہیں ٹھیک بات وہی ہے جسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔ اسی بدمنظر' بدبو' بد ذائقہ' بدمزہ' بدخصال تھور کو انہیں جبراً کھانا پڑے گا' اور ٹھونس ٹھونس کر انہیں کھلایا جائے گا کہ یہ بجائے خود ایک زبردست عذاب ہے۔ اور آیت میں ہے ﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ﴾ الخ انکی خوراک وہاں صرف کانٹوں دار تھور ہوگا جو نہ انہیں فربہ کر سکے نہ بھوک رفع کر سکے گا۔ حضور ﷺ نے ایک بار آیت ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ کی تلاوت کر کے فرمایا اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے سمندروں میں پڑ جائے تو روئے زمین کے تمام لوگوں کی خوراکیں خراب ہو جائیں۔ اس کا کیا حال ہوگا؟ جس کی خوراک ہی یہی ہو (ترمذی وغیرہ)

پھر اس زقوم کے کھانے کے ساتھ ہی انہیں اوپر سے جہنم کا کھولتا گرم پانی پلایا جائے گا یا یہ مطلب کہ اس جہنمی درخت کو جہنمی پانی کے ساتھ ملا کر انہیں کھلایا پلایا جائے گا۔ اور یہ گرم پانی وہ ہوگا جو جہنم والوں کے زخموں سے لہو پیپ وغیرہ کی شکل میں نکلا ہوگا' اور جو ان کی آنکھوں سے اور پوشیدہ راستوں سے نکلا ہوگا۔ حدیث میں ہے کہ جب یہ پانی ان کے سامنے لایا جائے گا تو انہیں سخت ایذا ہوگی اور بڑی کراہیت آئے گی۔ پھر جب وہ ان کے منہ کے پاس لایا جائے گا تو اس کی بھاپ سے ان کے چہرے کی کھال جھلس کر رہ جائے گی۔ اور جب اس کا گھونٹ پیٹ میں جائیگا تو ان کی آنتیں کٹ کر پاخانے کے راستے سے باہر آ جائیں گی (ابن ابی حاتم)۔

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ جب جہنمی بھوک کی شکایت کریں گے تو زقوم کھلایا جائے گا جس سے ان کے چہروں کی کھالیں بالکل الگ ہو کر گر پڑیں گی۔ اس طرح انہیں پہچاننے والا اس میں ان کے منہ کی پوری کھال دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ یہ فلاں ہے۔ پھر پیاس کی شدت سے بے تاب ہو کر وہ ہائے وائے پکاریں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا گرم پانی دیا جائے گا جو چہرے کے سامنے آتے ہی چہرے کے گوشت کو جھلس دے گا' اور تمام گوشت گر پڑے گا' اور پیٹ میں جا کر آنتوں کو کاٹ دے گا۔ اوپر سے لوہے کے ہتھوڑے مارے جائیں گے اور ایک ایک عضو بدن الگ الگ جھڑ جائیگا بری طرح چیختے پیٹتے ہوں گے' فیصلہ ہوتے ہی ان کا ٹھکانا جہنم ہو جائے گا' جہاں ان پر طرح طرح کے عذاب ہوتے رہیں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ﴾ ان جہنم اور آگ جیسے گرم پانی کے درمیان چکر کھاتے رہیں گے۔ حضرت عبداللہؓ کی قرأت ﴿ثُمَّ اِنَّ مَقِيْلَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ﴾ ہے۔ حضرت عبداللہؓ کا فرمان ہے کہ واللہ آدھے دن سے پہلے ہی پہلے دونوں گروہ اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے اور وہیں قیلولہ یعنی دوپہر کا آرام کریں گے قرآن بتاتا ہے ﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا﴾ جنتی باعتبار جائے قیام بہت بہتر ہوں گے اور باعتبار آرام گاہ کے بھی بہت اچھے ہوں گے۔ الغرض قیلولے کا وقت دونوں کا اپنی اپنی جگہ ہوگا۔ آدھے دن سے پہلے پہلے اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے۔ اس بناء پر یہاں ثم کا لفظ خبر پر خبر کے عطف کے لئے ہو

گا۔ یہ اس کا بدلہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہ پایا۔ لیکن پھر بھی ان ہی کے نقش قدم پر دوڑتے پھرے اور مجبوروں اور بے وقوفوں کی طرح ان کے پیچھے ہو لئے۔

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنْذِرِينَ ﴿٧٢﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿٧٤﴾

ان سے پہلے بھی بہت سے اگلے بہک چکے ہیں۔ جن میں ہم نے آگاہ کرنے والے رسول بھیجے تھے۔ اب تو دیکھ لے کہ جنہیں دھمکایا گیا تھا ان کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ سوائے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ مخلص بندوں کے۔

انجام خیر نیکوں کا ہے: گزشتہ امتوں میں بھی اکثر لوگ گم کردہ راہ تھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتے تھے۔ ان میں بھی اللہ تعالیٰ کے رسول آئے تھے۔ جنھوں نے انہیں ہوشیار کر دیا تھا اور ڈرا دھمکا دیا تھا اور بتلا دیا تھا کہ ان کے شرک وکفر اور تکذیب رسول ﷺ سے بے طرح اللہ تعالیٰ ناراض ہے اور اگر وہ باز نہ آئے تو انہیں عذاب ہوں گے۔ پھر بھی جب انہوں نے نبیوں کی نہ مانی اور اعمال بد سے باز نہ آئے تو دیکھ لو کہ ان کا کیا انجام ہوا؟ تہس نہس کر دیئے گئے تباہ و برباد کر دیے گئے۔ ہاں نیک کار خلوص والے اللہ تعالیٰ کے موحد بندے بچا لئے گئے اور عزت کے ساتھ رکھے گئے۔

وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ ﴿٧٥﴾ وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿٧٨﴾ سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ﴿٧٩﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٠﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٨٢﴾

ہمیں نوح نے پکارا تو دیکھ لو کہ ہم کیسے اچھے دعا کے قبول کرنیوالے ہیں۔ ہم نے اسے اور اس کے تابعداروں کو اس زبردست مصیبت سے بچا لیا۔ اس کی اولاد کو ہم نے باقی رہنے والی بنا دی۔ اور ہم نے اس کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔ نوح پر تمام جہانوں میں سلام ہو۔ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلے دیتے ہیں۔ وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا۔ پھر ہم نے باقی کے سب لوگوں کو ڈبو دیا۔

اوپر کی آیتوں میں پہلے لوگوں کی گمراہی کا اجمالاً ذکر تھا۔ ان آیتوں میں تفصیلی بیان ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک رہے اور ہر وقت انہیں سمجھاتے بجھاتے رہے لیکن تاہم قوم گمراہی پر جمی رہی' سوائے چند پاک باز لوگوں کے کوئی ایمان نہ لایا بلکہ ستاتے اور تکلیفیں دیتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کے رسول نے تنگ آ کر رب تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! میں عاجز آ گیا تو میری مدد کر۔ غضب اللہ ان پر نازل ہوا اور تمام کفار کو تہ آب اور غرقاب کر دیا۔ تو فرماتا ہے کہ نوح نے تنگ آ کر ہماری جناب میں دعا کی۔ ہم تو ہیں ہی بہترین طور پر دعاؤں کے قبول کرنے والے۔ فوراً ان کی دعا قبول فرمالی۔ اور اس تکذیب وایذا سے جو انہیں کفار سے روزمرہ پہنچ رہی تھی' ہم نے بچا لیا۔ اور ان ہی کی اولاد سے پھر دنیا بسی کیونکہ وہی باقی بچے تھے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ تمام لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ ترمذی کی مرفوع حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ سام' حام اور یافث کی پھر اولاد پھیلی اور باقی رہی۔

مسند میں یہ بھی ہے کہ سام پورے عرب کے باپ ہیں اور حام تمام حبش کے اور یافث تمام روم کے۔ اس حدیث میں رومیوں سے مراد روم اول یعنی یونانی ہیں' جو رومی بن لیطی بن یونان بن یافث بن نوح کی طرف منسوب ہیں۔ حضرت سعید بن مسیب ؒ کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح ؑ کے ایک لڑ کے سام کی اولاد عرب فارسی اور رومی ہیں۔ اور یافث کی اولاد ترک' صقالبہ' اور یاجوج ماجوج ہیں۔ اور حام کی اولاد قبطی' سوڈانی اور بربری ہیں' واللہ اعلم۔ حضرت نوح ؑ کی بھلائی اور انکا ذکر خیر ان کے بعد کے لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے زندہ رہا۔ تمام انبیاء ؑ کی حق گوئی کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ ہمیشہ ان پر لوگ سلام بھیجتے رہیں گے اور انکی تعریفیں بیان کرتے رہیں گے۔ حضرت نوح پر سلام ہو! یہ گویا اگلے جملے کی تفسیر ہے۔

یعنی ان کا ذکر بھلائی سے باقی رہنے کے معنی یہ ہیں کہ ہر امت ان پر سلام بھیجتی رہتی ہے۔ ہماری یہ عادت ہے کہ جو شخص خلوص کے ساتھ ہماری عبادت و اطاعت پر جم جائے ہم بھی اس کا ذکر جمیل بعد والوں میں ہمیشہ کے لئے باقی رکھتے ہیں' حضرت نوح ؑ یقین و ایمان رکھنے والوں اور توحید پر جم جانے والوں میں سے تھے۔ حضرت نوح ؑ اور دعوت نوح ؑ کو قبول کرنے والوں کا تو یہ انجام خیر ہوا' لیکن نوح ؑ کے مخالفین غارت اور غرق کر دیئے گئے۔ ایک آنکھ جھپکنے والی ان میں باقی نہ بچی۔ ایک خبر رساں تک زندہ نہ رہا اور نشان تک باقی نہ بچا۔ ہاں ان کی بدیاں اور برائیاں رہ گئیں جنکی وجہ سے مخلوق کی زبان پر ان کے بدترین افسانے چڑھ گئے۔

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾

نوح کی تابعداری کرنے والوں میں سے ہی ابراہیم بھی تھے۔ جب کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس بے عیب دل لائے۔ انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم کس کو پوج رہے ہو؟ کیا تم اپنی فاسد رائے سے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے مرید بن رہے ہیں؟ تو یہ تو بتلاؤ کہ تم نے رب العالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے؟

حضرت ابراہیم کا ذکر: حضرت ابراہیم ؑ بھی نوح ؑ کے دین پر تھے' انہی کے طریقے اور چال چلن پر تھے۔ اپنے رب تعالیٰ کے پاس سلامت دل لے گئے یعنی توحید والا جو اللہ تعالیٰ کو حق جانتا ہو' قیامت کو آنے والی مانتا ہو' مردوں کو دوبارہ جینے والا سمجھتا ہو' شرک و کفر سے بیزار ہو' دوسروں پر لعن طعن کرنے والا نہ ہو۔ خلیل اللہ نے اپنی تمام قوم سے اور اپنے سگے باپ سے صاف فرما دیا کہ یہ تم کس کی پوجا پاٹ کر رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی چھوڑ دو اور اپنے ان باطل معبودوں کی ارادت ترک کر دو۔ ورنہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کیا کچھ نہ کرے گا اور تمہیں کیسی کچھ سخت ترین سزائیں دیگا۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِى النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّىْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

قَالُوا ابْنُوا لَهٗ بُنْيَانًا فَأَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾ فَأَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْأَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾

اب ابراہیمؑ نے ایک نگاہ ستاروں کی طرف ماری۔ اور کہا کہ میں تو بیمار ہو جاؤں گا۔ اس پر وہ سب اس سے منہ موڑے ہوئے واپس چلے گئے۔ آپ خاموشی کے ساتھ ان کے معبودوں کے پاس گئے اور فرمانے لگے تم کھاتے کیوں نہیں" تمہیں کیا ہو گیا کہ بات تک نہیں کرتے؟ پھر تو پوری قوت کے ساتھ دائیں ہاتھ سے انہیں مارنے پر پل پڑے۔ بت پرست دوڑے بھاگے آپ کی طرف متوجہ ہوئے" تو آپ نے فرمایا کیا تم انہیں پوجتے ہو؟ جنہیں خود تم تراشتے ہو۔ حالانکہ تمہیں اور تمہاری بنائی ہوئی سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وہ کہنے لگے اس کے لئے ایک آتش کدہ بناؤ اور اس دہکتی ہوئی آگ میں اسے ڈال دو۔ انہوں نے تو ابراہیمؑ کے ساتھ مکر کرنا چاہا لیکن ہم نے انہی کو نیچوں کا نیچ کر دیا۔

حضرت ابراہیم کا بتوں کو توڑنا: حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم سے یہ اس لئے فرمایا کہ وہ جب اپنے میلے میں چلے جائیں تو یہ ان کے عبادت خانے میں تنہا رہ جائیں اور ان کے بتوں کو توڑنے کا تنہائی میں موقعہ مل جائے۔ اسی لئے ایک ایسی بات کہی جو درحقیقت سچی تھی لیکن ان کی سمجھ میں جو مطلب اس کا آیا اس سے آپؑ نے اپنا دینی کام نکال لیا۔ وہ تو اپنے اعتقاد کے بموجب حضرت ابراہیمؑ کو سچ مچ بیمار سمجھ بیٹھے اور انہیں چھوڑ کر چلتے بنے۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی امر میں غور وفکر کرے تو عرب کہتے ہیں کہ اس نے ستاروں پر نظریں ڈالیں۔ مطلب یہ ہے کہ غور وفکر کے ساتھ تاروں کی طرف نگاہ اٹھائی اور سوچنے لگے کہ میں انہیں کس طرح ٹالوں؟ سوچ سمجھ کر فرمایا کہ میں سقیم ہوں یعنی ضعیف ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین ہی جھوٹ بولے ہیں' جن میں سے دو مرتبہ تو اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے جن میں ایک بار ان کا فرمانا ﴿إِنِّي سَقِيْمٌ﴾ اور دوسرے ان کا فرمانا ﴿بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ اور ایک ان کا حضرت سارہ کو اپنی بہن کہنا' تو یاد رہے کہ دراصل ان میں حقیقی جھوٹ ایک بھی نہیں۔ انہیں تو صرف مجازاً جھوٹ کہا گیا ہے۔ کلام میں ایسی تعریض کسی شرعی مقصد کے لئے کرنا جھوٹ میں داخل نہیں۔ جیسے کہ حدیث میں ہے کہ تعریض جھوٹ سے الگ ہے اور اس سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حضرت خلیلؑ کے ان تینوں کلمات میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس سے حکمت عملی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین کی بھلائی مقصود نہ ہو۔

حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں" میں بیمار ہوں" سے مطلب مجھے طاعون ہو گیا ہے۔ اور وہ لوگ ایسے مریض سے بھاگتے تھے۔ حضرت سعیدؒ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ ان کے جھوٹے معبودوں کی تردید کے لئے اللہ تعالیٰ کے خلیلؑ کی یہ حکمت عملی تھی کہ ایک ستارے کو طلوع ہوتے دیکھ کر فرمادیا کہ میں سقیم ہوں۔ اوروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں۔ یعنی یقیناً ایک مرتبہ مرض الموت آنے والا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مریض ہوں یعنی میرا دل تمہارے ان بتوں کی عبادت سے بیمار ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں جب آپ کی قوم میلے میں جانے لگی تو آپؑ کو بھی مجبور کرنے لگی' آپؑ ہٹ گئے اور فرمادیا کہ میں سقیم ہوں اور آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ جب وہ انہیں تنہا چھوڑ کر چل دیئے تو آپ نے بہ فراغت ان کے معبودوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ وہ تو سب اپنی عید میں گئے اور آپؑ چپکے چپکے اور جلدی جلدی ان کے بتوں کے پاس آئے۔ پہلے تو فرمایا کیوں جی تم کھاتے کیوں نہیں؟ یہاں آ کر اللہ کے خلیلؑ نے دیکھا کہ جو چڑھاوے ان لوگوں نے ان بتوں پر چڑھا رکھے تھے وہ سب رکھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے تبرک کی غرض سے جو قربانیاں یہاں کی تھیں وہ سب یونہیں پڑی ہوئی ہیں۔ یہ بت خانہ بہت بڑا وسیع اور مزین تھا۔ دروازے کے متصل ایک بہت بڑا بت تھا اور اس کے اردگرد اس سے چھوٹے پھر ان سے چھوٹے یونہی تمام بت خانہ بھرا ہوا تھا۔ ان کے پاس مختلف قسم کے کھانے رکھے ہوئے تھے جو اس اعتقاد سے رکھے گئے تھے کہ یہاں رہنے سے متبرک ہو جائیں گے پھر ہم کھالیں گے۔ ابراہیمؑ نے اپنی بات کا جواب نہ پا کر پھر فرمایا یہ تمہیں کیا ہو گیا؟ بولتے کیوں نہیں؟ اب تو پوری قوت سے دائیں ہاتھ سے مار مار کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے' ہاں بڑے بت کو چھوڑ دیا تاکہ

اس پر بدگمانی کی جا سکے۔ جیسے سورۂ انبیاء میں گزر چکا ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی بیان ہو چکی ہے۔ بت پرست جب اپنے میلے سے واپس ہوئے اور بت خانے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ان کے سب رب اڑنگ بڑنگ پڑے ہوئے ہیں' کسی کا ہاتھ نہیں' کسی کا پاؤں نہیں' کسی کا سر نہیں کسی کا دھڑ نہیں۔ حیران ہو گئے کہ یہ کیا ہوا؟ آخر سوچ سمجھ کر بحث مباحثے کے بعد معلوم کر لیا کہ ہو نہ ہو یہ کام ابراہیمؑ کا ہو۔ اب سارے کے سارے مل جل کر خلیل الرحمن والغفر انؑ کے پاس دوڑے بھاگے' دانت پیستے تلملاتے بگڑتے آئے۔ خلیلؑ کو تبلیغ کا اور انہیں قائل معقول کرنے کا اور سمجھانے کا اچھا موقعہ ملا' فرمانے لگے کیوں ان چیزوں کی پرستش کرتے ہو جنہیں تم خود بناتے ہو۔ اپنے ہاتھوں گھڑتے اور تراشتے ہو حالانکہ تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ممکن ہے کہ اس آیت میں ما مصدریہ ہو اور ممکن ہے کہ "اَلَّذِیْ" کے معنے میں ہو' لیکن دونوں معنی میں تلازم ہے گو اول زیادہ ظاہر ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ کی کتاب افعال العباد میں ایک مرفوع حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صانع اور اس کی صنعت کو پیدا کرتا ہے۔ پھر بعضوں نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ چونکہ اس پاک و صاف بات کا کوئی جواب ان کے پاس نہ تھا تو تنگ آکر دشمنی پر اور سفلہ پن پر اتر آئے اور کہنے لگے ایک بنیان بناؤ اس میں آگ جلاؤ اور اس کو اس میں ڈال دو۔ چنانچہ یہی انہوں نے کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیلؑ کو اس سے نجات دی۔ انہی کو غلبہ دیا اور انہی کی مدد فرمائی۔ گو انہوں نے ان کو برائی پہنچانی چاہی' لیکن اللہ تعالیٰ نے خود انہیں ذلیل کر دیا۔ اس کا پورا بیان اور کامل تفسیر سورۂ انبیاء میں گزر چکی ہے وہیں دیکھ لی جائے۔

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۰۹﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَیْهِ وَعَلٰۤی اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع

ابراہیمؑ نے کہا میں تو ہجرت کر کے اپنے پروردگار کی طرف جانیوالا ہوں وہ ضرور میری رہنمائی کریگا۔ اے میرے رب! مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما۔ تو ہم نے اسے ایک بردبار بچے کی بشارت دی۔ پھر جب بچہ اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے تو ابراہیمؑ نے کہا میرے پیارے بچے! میں خواب میں اپنے تئیں تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں' اب تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ ابا! جو حکم کیا جاتا ہے اسے بجا لایئے! ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ غرض جب دونوں نے تسلیم کر لی اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا۔ تو ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا' ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ کھلا امتحان تھا۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیے میں دے دیا۔

اور ہم نے ان کا ذکر خیر پچھلوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم نیک کاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھا۔ ہم نے اس کو اسحٰق نبی کی بشارت دی جو صالح لوگوں میں سے ہوگا۔ اور ہم نے ابراہیمؑ و اسحٰق پر برکتیں نازل فرمائیں ان دونوں کی اولادوں میں بعضے تو نیک بخت ہیں اور بعض اپنے نفس پر صریح ظلم کرنے والے ہیں۔

حضرت ابراہیم کا حضرت اسماعیل کو ذبح کرنا: خلیل اللہ جب اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہو گئے۔ بڑی بڑی قدرتی نشانیاں دیکھ کر بھی جب انہیں ایمان نصیب نہ ہوا تو آپ نے ان سے علیحدہ ہو جانا پسند فرمایا اور اعلان کر دیا کہ میں اب تم میں سے ہجرت کر جاؤں گا۔ میرا رہنما میرا رب تعالیٰ ہے۔ ساتھ ہی اپنے رب تعالیٰ سے اپنے ہاں اولاد ہونے کی دعا مانگی تا کہ وہی توحید میں آپ کا ساتھ دے۔ اسی وقت دعا قبول ہوتی ہے اور ایک بردبار بچے کی بشارت دی جاتی ہے۔ یہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے یہی آپ کے پہلے صاحبزادے تھے اور حضرت اسحٰقؑ سے بڑے تھے۔ اسے تو اہل کتاب بھی مانتے ہیں۔ بلکہ ان کی کتاب میں موجود ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر چھیاسی سال کی تھی اور جس وقت حضرت اسحٰقؑ تولد ہوئے ہیں اس وقت آپؑ کی عمر ننانوے برس کی تھی۔ بلکہ ان کی اپنی کتاب میں تو یہ بھی ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اکلوتے فرزند کے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ لیکن صرف اس لئے کہ یہ لوگ تو خود نبی اللہ حضرت اسحٰقؑ کی اولاد میں ہیں اور نبی اللہ و ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے عرب ہیں انہوں نے واقعہ کی اصلیت بدل دی اور اس فضیلت کو حضرت اسماعیلؑ سے ہٹا کر حضرت اسحٰقؑ کو دیدی اور بے جا تاویلیں کر کے اللہ تعالیٰ کے کلام کو بدل ڈالا اور کہا کہ ہماری کتاب میں لفظ ﴿وَحِيْدَكَ﴾ ہے اس سے مراد اکلوتا نہیں بلکہ جو تیرے پاس اس وقت اکیلا ہے وہ ہے۔ یہ اس لئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تو اپنی والدہ کے ساتھ مکہ میں تھے یہاں خلیل اللہؑ کے ساتھ صرف اسحٰقؑ تھے لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ ''وحیدک'' اسی کو کہا جاتا ہے جو اکلوتا ہو اس کا اور کوئی بھائی نہ ہو پھر یہاں ایک بات اور بھی ہے کہ اکلوتے اور پہلوٹھے بچے کے ساتھ جو محبت ہوتی ہے اور اس کے جو لاڈ چاؤ ہوتے ہیں عموماً دوسری اولادوں کے ہونے پر پھر وہ باقی نہیں رہتے اس لئے اس کے ذبیحے کا حکم امتحان اور آزمائش کی زبردست کڑی ہے۔ ہم اسے مانتے ہیں

کہ بعض سلف بھی اس کے قائل ہوئے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسحٰقؑ تھے یہاں تک کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہ مروی ہے لیکن یہ چیز کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ خیال یہ ہے کہ بنو اسرائیل کی ایک شہرت دی ہوئی بات کو ان حضرات نے بھی بے دلیل اپنے ہاں لے لیا دور کیوں جائیں کتاب اللہ کے الفاظ میں ہی غور کر لیجئے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت کا غلام حلیم کہہ کر اعلان ہوا۔ پھر راہ اللہ تعالیٰ میں ذبح کے لئے تیار ہونے کا ذکر ہوا۔ اس تمام بیان کو ختم کر کے پھر نبی صالح حضرت اسحٰق کے تولد کی بشارت کا بیان ہوا اور فرشتوں نے بشارت اسحٰق کے موقعہ پر غلام علیم فرمایا تھا۔ اسی طرح قرآن میں اور بشارت اسحٰق کے ساتھ ارشاد ہوا ہے ﴿وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾ یعنی حضرت ابراہیمؑ کی حیات میں ہی حضرت اسحٰقؑ کے ہاں حضرت یعقوبؑ پیدا ہوں گے۔ یعنی ان کی تو نسل جاری رہنے کا پہلے ہی علم کرایا جا چکا تھا اب انہیں ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا؟ اسے ہم پہلے ہی بیان کر چکے۔ البتہ حضرت اسماعیلؑ کا وصف یہاں پر بردباری کو بیان کیا گیا ہے جو ذبیحے کے لئے نہایت مناسب ہے۔

اب حضرت اسماعیلؑ بڑے ہو گئے اپنے والد کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔ آپؑ اس وقت مع اپنی والدہ محترمہ کے فاران میں تھے۔ حضرت ابراہیمؑ عموماً وہاں جاتے آتے رہتے تھے۔ یہ بھی مذکور ہے کہ براق پر جاتے تھے اور اس جملے کے یہ معنی بھی ہیں کہ جوانی کے لگ بھگ ہو گئے بچپن کا زمانہ نکل گیا اور باپ کی طرح چلنے پھرنے اور کام کاج کرنے کے قابل بن گئے۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب دیکھا کہ گویا آپؑ اپنے اس پیارے بچے کو ذبح کر رہے ہیں۔ انبیاءؑ کے خواب وحی ہوتے ہیں اور اس کی دلیل یہی آیت ہے ایک مرفوع روایت میں بھی یہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے رسولؑ نے اپنے لخت جگر کی آزمائش کے لئے اور اس لئے بھی کہ اچانک ذبح کرنے سے وہ گھبرا نہ جائیں اپنا

ارادہ اور رویاء صادقہ ان پر ظاہر کیا' وہاں کیا تھا وہ بھی اسی درخت کے پھل تھے۔ نبی ابن نبی تھے۔ جواب دیتے ہیں" ابا پھر دیر کیوں لگا رہے ہو' یہ باتیں بھی پوچھنے کی ہوتی ہیں؟ جو حکم ہوا ہے اسے فوراً کر ڈالئے اور اگر میری نسبت کھٹکا ہو تو زبانی اطمینان کیا کرو' چھری رکھئے معلوم ہو جائے گا کہ میں کیسا کچھ صابر ہوں۔ ان شاءاللہ میرا صبر آپ کا جی خوش کر دے گا" ۔ سبحان اللہ جو کہا تھا وہی کر کے دکھایا اور صادق الواعد ہونے کا سارٹیفکیٹ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل کر ہی لیا۔ آخر باپ بیٹا دونوں حکم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے جان بکف تیار ہو جاتے ہیں۔ باپ بچے کو ذبح کرنے کے لئے اور بچہ راہ اللہ میں اپنے باپ کے ہاتھوں اپنا گلا کٹوانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور باپ اپنے نور چشم' لخت جگر کو منہ کے بل زمین پر گراتے ہیں تاکہ ذبح کے وقت منہ دیکھ کر محبت نہ آ جائے اور ہاتھ سست نہ پڑ جائے۔

مسند احمد میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے نور نظر کو ذبح کرنے کے لئے بحکم اللہ تعالیٰ لے چلے تو سعی کے وقت شیطان سامنے آیا۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ اس سے آگے بڑھ گئے۔ پھر حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ آپؑ جمرہ عقبہ پر پہنچے تو پھر شیطان سامنے آیا آپؑ نے اس کے سات کنکریاں ماریں۔ پھر جمرۂ وسطیٰ کے پاس آیا پھر وہاں سات کنکریاں ماریں۔ پھر آگے بڑھ کر اپنے پیارے بچے کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنے کے لئے دے پچھاڑا اور ذبیح اللہ کے جسم پر اس وقت سفید چادر تھی۔ کہنے لگے کہ ابا جی اسے اتار لیجئے تاکہ اس میں آپ مجھے کفنا سکیں۔ آہ! اس وقت بیٹے کو ننگا کرتے ہوئے باپ کا عجب حال تھا کہ آواز آئی بس ابراہیم خواب سچا کر چکے۔ مڑ کر دیکھا تو ایک بھیڑا سفید رنگ بڑے بڑے سینگوں اور صاف آنکھوں والا نظر پڑا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' اسی لئے ہم اس قسم کے مینڈھے چن چن کر قربانی کے لئے لیتے تھے۔

ابن عباسؓ ہی سے دوسری روایت میں حضرت اسحٰقؑ کا نام مروی ہے۔ تو گو دونوں نام آپ سے مروی ہیں لیکن اول ہی اولیٰ ہے اور اس کی دلیلیں آ رہی ہیں' ان شاءاللہ تعالیٰ۔ اس کے بدلے بڑا ذبیحہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اس کی بابت حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ جنتی بھیڑا تھا جو وہاں چالیس سال سے کھا پی رہا تھا۔ اسے دیکھ کر آپؑ اپنے بچے کو چھوڑ اس کے پیچھے ہو لئے۔ جمرہ اولیٰ پر آ کر۔ سات کنکریاں پھینکیں پھر وہ بھاگ کر جمرہ وسطیٰ پر آ گیا۔ سات کنکریاں یہاں ماریں پھر جمرۂ کبریٰ کے پاس سات کنکریاں ماریں اور وہاں سے منحر پر لا کر ذبح کیا۔ اس کے سینگ سر سمیت ابتدائے اسلام کے زمانہ تک کعبہ کے پرنالے کے پاس لٹک رہے تھے پھر سوکھ گئے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت کعبؒ بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ تو حدیثیں بیان کر رہے تھے اور حضرت کعبؒ کتابوں کے قصے بیان کر رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر نبیؑ کے لئے ایک دعا قبول شدہ ہے اور میں نے اپنی اس مقبول دعا کو پوشیدہ کر کے رکھ چھوڑا ہے اپنی امت کی شفاعت کے لئے جو بروز قیامت ہوگی۔ تو حضرت کعبؒ نے فرمایا تم نے خود اسے حضور ﷺ سے سنا ہے؟ فرمایا ہاں۔ حضرت کعبؒ خوش ہوئے اور فرمانے لگے تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں یا فرمایا حضور ﷺ پر میرے ماں باپ صدقے۔ پھر حضرت کعبؒ نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا قصہ سنایا کہ جب آپؑ اپنے لڑکے حضرت اسحٰقؑ کو ذبح کرنے کے لئے مستعد ہو گئے تو شیطان نے کہا اگر میں اس وقت ان کو نہ بہکا سکا تو مجھے ان سے عمر بھر کے لئے مایوس ہو جانا چاہئے۔ پہلے تو یہ حضرت سارہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ ابراہیمؑ تمہارے لڑکے کو کہاں لے گئے ہیں؟ مائی صاحبہ نے جواب دیا اپنے کسی کام پر لے گئے ہیں۔ اس نے کہا نہیں بلکہ وہ تو ذبح کرنے کے لئے لے گئے ہیں۔ مائی صاحبہ نے فرمایا وہ اسے کیوں ذبح کرنے لگے؟ لعین نے کہا وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا انہیں یہی حکم ہے۔ جواب ملا پھر تو یہی بہتر ہے کہ وہ جلدی سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری سے فارغ ہو لیں۔ یہاں سے نامراد ہو کر یہ بچے کے پاس آیا اور کہا تمہارے ابا تمہیں کہاں لئے جاتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا اپنے کام کے لئے۔ کہا نہیں' بلکہ وہ تجھے ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے ہیں۔ فرمایا یہ کیوں؟ کہا اس لئے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا انہیں حکم ہے۔ کہا پھر تو واللہ انہیں اس کام میں بہت جلدی کرنی چاہئے۔ ان سے بھی مایوس ہو کر یہ ملعون خلیل اللہؑ کے پاس پہنچا۔ ان سے کہا بچے کو کہاں لے جا رہے ہو؟ جواب دیا اپنے کام کے لئے۔ ملعون نے کہا نہیں' بلکہ تم اسے ذبح کرنے کے

لئے لے جارہے ہو۔ آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ بولا اس لئے کہ تمہارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تمہیں یونہی ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم پھر تو میں ضرور ہی اسے ذبح کرڈالوں گا۔ اب ابلیس مایوس ہوگیا۔

دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ اس تمام واقعہ کے بعد جناب باری تعالیٰ نے حضرت اسحق سے فرمایا کہ ایک دعا تم مجھ سے مانگو جو مانگو گے ملے گا۔ حضرت اسحق نے کہا پھر میری دعا یہ ہے کہ جس نے تیرے ساتھ شریک نہ کیا ہو اسے تو ضرور جنت میں لے جانا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا کہ میں دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرلوں' یا تو یہ کہ میری آدھوں آدھ اُمت بخشی جائے یا یہ کہ میں شفاعت کروں اور اسے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے' تو میں نے شفاعت کرنے کو ترجیح دی' اس امید پر کہ وہ عام ہوگی۔ ہاں ایک دعا تھی کہ میں وہی کرتا لیکن اللہ تعالیٰ کا ایک نیک بندہ مجھ سے پہلے ہی اس دعا کو مانگ چکا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحقؑ سے ذبح ہونے کی تکلیف دور کردی تو ان سے فرمایا گیا کہ' مانگو جو مانگو گے دیا جائے گا'' ۔ تو حضرت اسحقؑ نے فرمایا واللہ شیطان کے بہکانے سے پہلے ہی میں اسے مانگ لوں گا۔ اے اللہ جو شخص اس حالت میں مرا ہو کہ اس نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو اسے بخش دے' اور جنت میں پہنچادے۔

یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے' لیکن سند غریب اور منکر ہے اس کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلمؒ ضعیف ہیں اور مجھے تو یہ بھی ڈر ہے کہ یہ الفاظ ''کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحق سے'' آخر تک راوی کے اپنے نہ ہوں' جنہیں انہوں نے حدیث میں داخل کردیئے ہیں۔

ذبیح اللہ تو حضرت اسماعیلؑ ہیں محل ذبح منیٰ ہے اور وہ مکہ میں ہے اور حضرت اسمٰعیلؑ یہیں تھے نہ کہ حضرت اسحقؑ' وہ تو شہر کنعان میں تھے جو شام میں ہے۔ جب حضرت ابراہیم اپنے پیارے بچے کو ذبح کرنے کے لئے لٹاتے ہیں تو جناب باری تعالیٰ سے ندا آتی ہے کہ بس ابراہیم تم اپنے خواب کو پورا کرچکے۔

سدیؒ سے روایت ہے کہ جب خلیل اللہؑ نے ذبیح اللہؑ کے حلق پر چھری پھیری تو گردن تانبے کی ہوگئی اور نہ کٹی اور یہ آواز آئی کہ ہم اسی طرح نیک کاروں کو بدلہ دیتے ہیں' یعنی سختیوں سے بچالیتے ہیں اور چھٹکارا کردیتے ہیں۔ جیسے فرمایا' اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ چھٹکارے کی صورت نکال ہی دیتا ہے اور اسے اس طرح روزی پہنچاتا ہے کہ اس کے گمان و وہم میں بھی نہ ہو' اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے' اللہ تعالیٰ اپنے کاموں کو پورا کرکے چھوڑتا ہے ہر چیز کا اس نے اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ اس آیت سے اس پر استدلال کیا ہے کہ فعل پر قدرت پانے سے پہلے ہی حکم منسوخ ہوسکتا ہے۔

ہاں معتزلہ اس کو نہیں مانتے۔ وجہ استدلال بہت ظاہر ہے اس لئے کہ خلیل اللہ کو اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوتا ہے اور پھر ذبح سے پہلے ہی فدیئے کے ساتھ منسوخ کردیا جاتا ہے۔ مقصود اس سے یہ تھا کہ صبر کا اور بجا آوری حکم پر مستعدی کا ثواب مرحمت فرمادیا جائے' اسی لئے ارشاد ہوا یہ تو صرف ایک آزمائش تھی' کھلا امتحان تھا کہ ادھر حکم ہوا ادھر تیاری ہوئی۔ اسی لئے جناب خلیلؑ کی تعریف میں قرآن میں ہے کہ'' ابراہیم بڑا ہی وفادار تھا۔ بڑے ذبیحے کے ساتھ ان کا فدیہ ہم نے دیا'' ۔ سفید رنگ' بڑی آنکھوں اور بڑے سینگوں والا عمدہ خوراک سے پلا ہوا بھیڑ افدیہ میں دیا گیا جو ثبیر میں ببول کے درخت سے بندھا ہوا ملا جو جنت میں چالیس سال چرتا رہا۔ منیٰ میں ثبیر کے پاس جو چٹان ہے اس پر یہ جانور ذبح کیا گیا۔ یہ چیختا ہوا اوپر سے اترا تھا۔ یہی وہ بھیڑ ا ہے جسے ہابیل نے راہ اللہ تعالیٰ میں قربان کیا تھا اس کی اون قدرے سرخی مائل تھی' اس کا نام جریر تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ مقام ابراہیم پر اسے ذبح کیا اور کوئی کہتا ہے منیٰ میں منحر پر۔ ایک شخص نے اپنے آپ کو راہ اللہ تعالیٰ میں ذبح کرنے کی منت مانی تھی' تو حضرت ابن عباسؓ نے اسے ایک سو اونٹ ذبح کرنے کا فتویٰ دیا تھا لیکن پھر فرماتے تھے کہ اگر میں اسے ایک بھیڑا ذبح کرنے کو کہتا تب بھی کافی تھا' کیونکہ کتاب اللہ میں ہے کہ حضرت ذبیح اللہ کا فدیہ اسی سے دیا گیا تھا۔ اکثر لوگوں کا یہی قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ پہاڑی بکرا تھا۔ کوئی کہتا ہے نر ہرن تھا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کو بلا کر حضورؐ نے فرمایا' میں نے بھیڑ ے کے

سینگ بیت اللہ کی داخلی کے وقت اندر دیکھے تھے اور مجھے یاد نہ رہا کہ میں تجھے ان کے ڈھانک دینے کا حکم دوں ۔ جاؤ اسے ڈھک دو ۔ بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہ ہونی چاہئے جو نمازی کو اپنی طرف متوجہ کرے ۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں اس بھیڑ ے کے سینگ بیت اللہ میں ہی رہے ۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ بیت اللہ میں آگ لگی اس میں وہ جل گئے ۔ یہ واقعہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے اسی وجہ سے ان کی اولاد قریش تک یہ سینگ برابر وراثتاً چلے آئے یہاں تک کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا واللہ اعلم

ان آثار کا بیان جن میں ذبیح اللہؑ کا نام اسحٰق ہے ۔ ابو میسرہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ نے بادشاہ مصر سے فرمایا'' کیا تو میرے ساتھ کھانا چاہتا ہے؟ میں یوسف بن یعقوب نبی اللہ بن اسحٰق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ ہوں ۔ عبید بن عمیر سے نقل ہے حضرت موسیٰ نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ اے اللہ ! کیا وجہ ہے کہ لوگوں کی زبانوں پر یہ چڑھا ہوا ہے کہ ابراہیمؑ اسحٰق اور یعقوبؑ کے اللہ کی قسم ۔ تو جواب ملا کہ اس لئے کہ ابراہیم نے تو ہر ہر چیز پر مجھ ہی کو ترجیح دی اور اسحاق نے اپنے آپ کو میری راہ میں ذبح ہونے کے لئے سپرد کر دیا پھر بھلا اور چیزیں اسے پیش کر دینا کیا مشکل تھیں؟ اور یعقوب کو میں جوں جوں بلاؤں میں ڈالتا گیا اس کا حسن ظن میرے ساتھ بڑھتا ہی رہا ۔ حضرت ابن مسعودؓ کے سامنے ایک مرتبہ کسی نے فخراً اپنے باپ داداؤں کا نام لیا تو آپ نے فرمایا قابل فخر باپ دادا تو حضرت یوسفؑ کے تھے جو یعقوب بن اسحٰق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہؑ تھے ۔ عکرمہؒ ابن عباسؓ اور خود عباسؓ علیؓ سعید بن جبیرؒ مجاہدؒ شعبیؒ عبید بن عمیرؒ ابو میسرہؒ زید بن اسلمؒ عبداللہ ابن شقیقؒ زہریؒ قاسم بن ابو بزہؒ مکحولؒ عثمان بن ابی حاضرؒ سدیؒ حسنؒ قتادہؒ ابوالہذیلؒ ابن سابطؒ کعب احبارؒ ان سب کا یہی قول ہے اور ابن جریرؒ بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسحٰق تھے ۔ صحیح علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سب بزرگوں کے استاد حضرت کعب احبارؒ ہیں ۔ یہ خلافت فاروقی میں مسلمان ہوئے تھے اور کبھی کبھی حضرت عمرؓ کو قدیم کتابوں کی باتیں سناتے تھے ۔ لوگوں نے اسے رخصت سمجھ کر پھر ان سے ہر ایک بات بیان کرنی شروع کر دی اور صحیح وغلط کی تمیز اٹھ گئی ۔ حق تو یہ ہے کہ اس امت کو اگلی کتابوں کی ایک بات کی بھی حاجت نہیں ۔ بغویؒ نے کچھ اور نام بھی صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اور تابعین رحمتہ اللہ علیہم کے بتلائے ہیں جنھوں نے کہا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحٰق ہیں ۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے اگر وہ حدیث صحیح ہوتی تو جھگڑے کا فیصلہ تھا مگر وہ حدیث صحیح نہیں اس میں دو راوی ضعیف ہیں حسن بن دینار متروک ہیں اور علی بن زید ابن جدعان منکر الحدیث ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ہے بھی یہ موقوف ۔ چنانچہ ایک سند سے یہ مقولہ حضرت ابن عباسؓ کا مروی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے واللہ اعلم اب ان آثار کو سنئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیلؑ ہی تھے اور یہی ٹھیک اور بالکل درست بھی ہے ۔ ابن عباسؓ یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہودی حضرت اسحٰق کا نام غلط لیتے ہیں ۔

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کے سامنے جب محمد بن کعب قرظیؒ نے یہ فرمایا اور ساتھ ہی اس کی دلیل بھی دی کہ ذبح کا ذکر کرنے کے بعد قرآن میں خلیل اللہؑ کو حضرت اسحٰق کے پیدا ہونے کی بشارت کا ذکر ہے اور ساتھ ہی بیان ہے کہ ان کے ہاں بھی لڑکا ہوگا ۔ یعقوب نامی جب ان کی اور ان کے ہاں لڑکا ہونے کی بشارت دی گئی تھی پھر باوجود ان کے ہاں لڑکا نہ ہونے کے اس سے پیشتر ہی ان کے ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا ؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ بہت صاف دلیل ہے میرا ذہن یہاں نہیں پہنچا تھا گو یہ میں بھی جانتا تھا کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیلؑ ہی ہیں ۔ پھر شاہ اسلام نے شام کے ایک یہودی عالم سے پوچھا جو مسلمان ہو گئے تھے کہ تم اس بارے میں کیا علم رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا'' کہ امیر المسلمین ! سچ تو یہ ہے کہ جن کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا وہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے لیکن چونکہ عرب ان کی اولاد میں سے ہیں تو یہ بزرگی ان کی طرف لوٹتی ہے اس حسد کے مارے یہودیوں نے اسے بدل دیا اور حضرت اسحٰقؑ کا نام لے دیا ۔ حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ہمارا ایمان ہے کہ حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰقؑ دونوں ہی طاہر اور طیب اور اللہ تعالیٰ کے سچے فرماں بردار تھے ۔ کتاب الزہد میں ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؒ نے اپنے والد سے جب یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ ذبح ہونے والے حضرت اسماعیلؑ ہی

تھے۔ حضرت علیؓ، حضرت ابن عمرؓ، ابوالطفیلؒ، سعید بن مسیبؒ، سعید بن جبیرؒ، حسنؒ، مجاہدؒ، شعبیؒ، محمد بن کعبؒ، ابو ہریرہؓ، ابوجعفر محمد بن علیؒ ابوصالحؒ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی یہی مروی ہے۔

امام بغویؒ نے اور بھی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعینؒ کے نام گنوائے ہیں۔ ایک غریب حدیث بھی اسی کی تائید میں مروی ہے اس میں ہے کہ شام میں امیر معاویہؓ کے سامنے یہ بحث چھڑی کہ ذبیح اللہ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا اچھا ہوا جو یہ معاملہ مجھ جیسے باخبر شخص سے پاس آیا۔ سنو! ہم آنحضرت ﷺ کے پاس تھے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا'' اے ''دو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح ہونیوالوں کی نسل کے رسول! مجھے بھی مال غنیمت میں سے کچھ دلوایئے'' ۔ اس پر آپ مسکرائے۔ ایک تو ذبیح اللہ حضور ﷺ کے والد عبداللہ تھے دوسرے حضرت اسمٰعیلؑ جن کی نسل سے آپ ہیں۔ عبداللہ کے ذبیح اللہ ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے جب چاہ زمزم کھودا تو نذر مانی تھی کہ اگر یہ کام آسانی سے پورا ہو گیا تو اپنے ایک لڑکے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کروں گا۔ جب کام ہو گیا اور قرعہ اندازی کی گئی کہ کس بیٹے کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں؟ تو حضور ﷺ کے والد عبداللہ کا نام نکلا۔ ان کے ننھیال والوں نے کہا آپ ان کی طرف سے ایک سو اونٹ راہ اللہ میں ذبح کر دیں' چنانچہ وہ ذبح کر دیئے گئے۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے کا واقعہ تو مشہور ہی ہے۔ ابن جریر میں یہ روایت موجود ہے اور مغازی امویہ میں بھی۔

ابن جریرؒ نے حضرت اسحٰقؑ کے ذبیح اللہ ہونے کی ایک دلیل تو یہ پیش کی ہے کہ جس حلیم بچہ کی بشارت کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت اسحٰقؑ ہیں۔ قرآن میں اور جگہ ہے ﴿وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلَامٍ عَلِيْمٍ﴾ اور حضرت یعقوبؑ کی بشارت کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچ گئے تھے اور ممکن ہے کہ یعقوبؑ کے ساتھ ہی کوئی اور اولاد بھی ہوئی ہو۔ اور کعبۃ اللہ میں سینگوں کی موجودگی کے بارے میں فرماتے ہیں بہت ممکن ہے کہ یہ بلاد کنعان سے لا کر یہاں رکھے گئے ہوں۔ اور بعض لوگوں سے حضرت اسحٰقؑ کے نام کی صراحت بھی آئی ہے۔ لیکن یہ سب باتیں حقیقت سے بہت دور ہیں۔ ہاں حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبیح اللہ ہونے پر محمد بن کعب قرظیؒ کا استدلال بہت صاف اور قوی ہے' واللہ اعلم۔ پہلے ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیلؑ کے تولد ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ یہاں اس کے بعد ان کے بھائی حضرت اسحٰقؑ کی بشارت دی جا رہی ہے۔ سورہ ہود اور سورہ حجر میں بھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔ ﴿نَبِيًّا﴾ حال مقدرہ ہے یعنی وہ نبی صالح ہو گا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ذبیح حضرت اسحٰقؑ تھے اور یہاں نبوت حضرت اسحٰقؑ کی بشارت ہے۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کے بارے میں فرمان ہے کہ ہم نے انہیں اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارونؑ کو نبی بنا دیا۔ حالانکہ حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰ سے بڑے تھے۔ تو یہاں بھی ان کی نبوت کی بشارت ہے۔ پس یہ بشارت اس وقت دی گئی جب کہ امتحان ذبح میں وہ صابر ثابت ہوئے۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ بشارت دوم تبہ دی گئی' پیدائش سے کچھ قبل اور نبوت سے کچھ قبل۔ حضرت قتادہؒ سے بھی یہی مروی ہے۔ ان پر اور اسحٰقؑ پر ہماری برکتیں نازل ہوئیں۔ ان کی اولاد میں ہر قسم کے لوگ ہیں' نیک بھی بد بھی۔ جیسے حضرت نوحؑ سے فرمان ہوا تھا کہ اے نوح! ہمارے سلام اور برکت کے ساتھ تو اتر۔ تو بھی اور تیرے ساتھ والے بھی اور ایسے بھی لوگ ہیں جنہیں ہم فائدے پہنچائیں گے۔ پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچیں گے۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ نَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَ نَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَ اٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

یقیناً ہم نے موسیٰ ؑ اور ہارون ؑ پر بہت بڑا احسان کیا۔ اور انہیں اور ان کی قوم کو بہت بڑے دکھ درد سے نجات دے دی۔ اور ان کی مدد کر کے ان ہی کو غالب کر دیا۔ اور ہم نے انہیں واضح اور روشن کتاب دی۔ اور انہیں سیدھے راستہ پر قائم رکھا۔ اور ہم نے ان دونوں کے لئے پیچھے آنے والوں میں یہ بات باقی رکھی۔ کہ موسیٰ ؑ اور ہارون ؑ پر سلام ہو۔ ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلے دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

حضرت موسیٰ ؑ و ہارون ؑ کا ذکر: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ ؑ اور ہارون ؑ پر اپنی نعمتیں جتا رہا ہے کہ انہیں نبوت دی۔ اور انہیں مع ان کی قوم کے فرعون جیسے طاقتور دشمن سے نجات دی۔ جس نے انہیں بری طرح پست و ذلیل کر رکھا تھا۔ ان کے بچوں کو قتل کرا دیتا تھا اور لڑکیوں کو رہنے دیتا تھا ان سے ذلیل خدمات لیتا تھا اور بے حیثیت بنا رکھا تھا۔ ایسے بدترین دشمن کو ان کے سامنے ہلاک کیا۔ انہیں اس پر غالب کر دیا۔ ان کی زمین اور زر کے یہ مالک بن گئے۔ پھر حضرت موسیٰ ؑ کو واضح اور جلی روشن اور بین کتاب عنایت فرمائی جو حق و باطل میں فرق و فیصلہ کرنے والی اور نور و ہدایت والی تھی۔ اور ان کے بعد والوں میں بھی ان کا ذکر خیر اور ثناء وصفت باقی رکھی کہ ہر زبان ان پر سلام پڑھتی ہے۔ ہم نیک کاروں کو یونہی اور ایسے ہی بدلے دیتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندے تھے۔

وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓی اِلْ یَاسِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۲﴾

بے شک الیاس بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں ہو۔ کیا تم بعل نامی بت سے دعائیں کرتے ہو؟ اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟ جو اللہ تعالیٰ تمھارا اور تمہارے اگلے تمام باپ دادوں کا پالنہار ہے۔ لیکن قوم نے انہیں جھٹلایا پس وہ عذابوں میں حاضر کئے جائیں گے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کے۔ ہم نے الیاس ؑ کا ذکر خیر پچھلوں میں بھی باقی رکھا۔ کہ الیاس پر سلام ہو۔ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے۔

حضرت الیاس ؑ کا ذکر: بعض کہتے ہیں کہ الیاس نام تھا حضرت ادریس ؑ کا۔ وہب ؒ کہتے ہیں کہ ان کا سلسلہ نسب یوں ہے' الیاس بن نسی بن فخاص ابن عیزار بن ہارون بن عمران علیہ السلام' حزقیل ؑ کے بعد یہ بنی اسرائیل میں بھیجے گئے تھے۔ وہ لوگ بعل نامی بت کے پجاری بن گئے انہوں نے دعوت اسلام دی۔ ان کے بادشاہ نے ان کی دعوت کو قبول بھی کر لیا لیکن پھر مرتد ہو گیا اور لوگ بھی سرکشی پر تلے رہے اور ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ آپ ؑ نے ان کے لئے بددعا کی۔ تین سال تک بارش نہ ہوئی۔ اب تو یہ سب تنگ آ گئے اور قسمیں کھا کھا کر اقرار کیا کہ آپ دعا کیجئے' بارش کے ہوتے ہی ہم سب آپ کی نبوت پر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ آپ ؑ کی دعا سے مینہ برسا' لیکن یہ کفار اپنے وعدے سے پھر گئے اور اپنے کفر پر اڑ گئے۔ آپ ؑ نے یہ حالت دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی طرف لے لے۔ ان کے ہاتھوں تلے حضرت یسع بن اخطوب ؑ پلے تھے۔ حضرت الیاس ؑ کی اس دعا کے بعد انہیں حکم ملا کہ وہ ایک جگہ جائیں اور وہاں انہیں جو سواری ملے اس پر سوار ہو جائیں۔ وہاں آپ ؑ گئے ایک نوری گھوڑا دکھائی دیا جس پر سوار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے انہیں بھی نورانی کر دیا اور اپنے پروں سے فرشتوں کے ساتھ اُڑنے لگے اور ایک انسانی فرشتہ زمینی اور آسمانی بن گئے۔ اس کی صحت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ ہے یہ بات اہل کتاب کی روایت سے

حضرت الیاسؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں ہو؟ کہ اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہو! اہل یمن اور قبیلہ ازدشنوہ رب کو بعل کہتے تھے۔ بعل نامی جس بت کی یہ پوجا کرتے تھے وہ ایک عورت تھی۔ ان کے شہر کا نام بھی'' بعلبک'' تھا۔ تو اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت الیاسؑ فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جو خالق کل ہے اور بہترین خالق ہے' ایک بت کو پوج رہے ہو اور اس کو پکارتے رہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تم سب کا اور تم سے اگلے تمہارے باپ دادوں کا رب تعالیٰ ہے وہی مستحق عبادت ہے۔ اس کے سوا کسی قسم کی عبادت کسی کے لائق نہیں۔ لیکن ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبیؑ کی اس صاف اور خیر خواہانہ نصیحت کو نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں عذاب پر حاضر کردیا کہ قیامت کے دن ان سے زبردست باز پرس اور ان پر سخت عذاب ہوں گے۔ ہاں ان میں سے جو توحید پر قائم تھے وہ بچ رہیں گے۔ ہم نے (حضرت) الیاس کی ثنا جمیل اور ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی رکھا کہ ہر مسلم کی زبان سے ان پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ لفظ الیاس میں دوسرا لغت الیاسین ہے۔ جیسے اسماعیل میں اسماعین بنو اسد میں اسی طرح یہ لغت ہے۔ ایک تمیمی کے شعر میں بھی یہ لغت اس طرح لایا گیا ہے۔ میکائیل کو میکال اور میکائین بھی کہا جاتا ہے' ابراہیم کو ابراہام' اسرائیل کو اسرائین' طور سینا کو طور سینین۔ غرض یہ لغت عرب میں مشہور و رائج ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت میں ﴿سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ یَاسِیْنَ﴾ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں۔ ہم اسی طرح نیک کاروں کو نیک بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ اس جملہ کی تفسیر گزر چکی ہے' واللہ اعلم۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

بے شک لوطؑ بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ ہم نے انہیں اور ان کے متعلقین کو سب کو نجات دی' بجز اس بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانیوالوں میں رہ گئی۔ پھر ہم نے سب کو ہلاک کر دیا۔ اور تم تو صبح ہونے پر ان کی بستیوں کے پاس سے گزرتے ہو۔ اور رات کو بھی۔ کیا پھر بھی نہیں سمجھتے؟

حضرت لوطؑ کا ذکر: اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول حضرت لوطؑ کا بیان ہو رہا ہے کہ انہیں بھی ان کی قوم نے جھٹلایا' جس پر اللہ تعالیٰ کے عذاب برس پڑے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضرت لوطؑ کو مع ان کے گھر والوں کے نجات دیدی۔ لیکن انکی بیوی غارت ہوئی' قوم کے ساتھ ہی ہلاک ہوئی' اور ساری قوم بھی تباہ ہوئی۔ قسم قسم کے عذاب ان پر آئے اور جس جگہ وہ رہتے تھے وہاں ایک بدبودار جھیل بن گئی۔ جس کا پانی بدمزہ اور بدبودار بدرنگ ہے۔ جو عین آمد و رفت کے راستے میں ہی پڑتی ہے۔ تم تو دن رات وہاں سے آتے جاتے رہتے ہو اور اس خوفناک منظر اور بھیانک مقام کو صبح شام دیکھتے رہتے ہو۔ کیا اس معائنہ کے بعد بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اور سوچتے سمجھتے نہیں ہو؟ کہ کس طرح یہ برباد کر دیئے گئے؟ ایسا نہ ہو کہ یہی عذاب تم پر بھی آ جائیں۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿١٤٥﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿١٤٦﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿١٤٨﴾

بے تحقیق یونسؑ نبیوں میں سے تھے جب بھاگ پہنچا بھری کشتی پر۔ پھر قرعہ اندازی ہوئی یہ مغلوب ہو گئے۔ پھر تو اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ خود اپنے تئیں ملامت کرنے لگ گئے۔ پس اگر یہ پاکی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتا' تو مردے جلائے جائیں اس دن تک اس کے پیٹ میں ہی رہتا۔ پس اسے ہم نے چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت بیمار تھا۔ اور اس پر سایہ کرنیوالا کدو کی قسم کا ایک درخت ہم نے اگا دیا۔ اور ہم نے اسے ایک لاکھ بلکہ اور زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا۔ پس وہ ایمان لائے اور ہم نے انہیں ایک زمانہ تک عیش و عشرت دی۔

ذکر یونسؑ: حضرت یونسؑ کا قصہ سورۂ یونس میں بیان ہو چکا ہے۔ بخاری و مسلم میں حدیث ہے کہ کسی بندے کو یہ لائق نہیں کہ وہ کہے میں یونس بن متی سے افضل ہوں۔ یہ نام ممکن ہے کہ آپؑ کی والدہ کا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ والد کا ہو۔ یہ بھاگ کر مال و اسباب سے لدی ہوئی کشتی پر سوار ہو گئے۔ وہاں قرعہ اندزی ہوئی' اور یہ مغلوب ہو گئے۔ کشتی کے چلتے ہی چاروں طرف سے موجیں اٹھیں اور سخت طوفان آیا۔ یہاں تک کہ سب کو اپنی موت کا اور کشتی کے ڈوب جانے کا یقین ہو گیا۔ سب آپس میں کہنے لگے کہ قرعہ ڈالو جس کے نام کا قرعہ نکلے اس کو سمندر میں ڈال دو تا کہ سب بچ جائیں اور کشتی اس طوفان سے چھوٹ جائے۔ تین دفعہ قرعہ اندازی ہوئی اور تینوں مرتبہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر حضرت یونسؑ کا ہی نام نکلا۔ اہل کشتی آپؑ کو پانی میں بہانا نہیں چاہتے تھے لیکن کیا کرتے بار بار کی قرعہ اندازی پر بھی آپؑ کا ہی نام نکلتا رہا۔ اور پھر آپؑ خود کپڑے اتار کر ان لوگوں کے روکنے کے باوجود سمندر میں کود پڑے۔ اسی وقت بحر اخضر کی ایک بہت بڑی مچھلی کو جناب باری تعالیٰ کا فرمان صادر ہوا کہ وہ دریاؤں کو چیرتی پھاڑتی جائے اور (حضرت) یونسؑ کو نگل لے' لیکن نہ تو ان کا جسم زخمی ہو اور نہ کوئی ہڈی ٹوٹے۔ چنانچہ اس مچھلی نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو نگل لیا اور سمندروں میں چلنے پھرنے لگی۔ جب حضرت یونسؑ پوری طرح مچھلی کے پیٹ میں جا چکے' تو آپؑ کو خیال گزرا کہ میں مر چکا ہوں۔ لیکن جب ہاتھ پیروں کو حرکت دی اور وہ ہلے جلے' تو زندگی کا یقین کر کے وہیں کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے پروردگار! میں نے تیرے لئے اس جگہ مسجد بنائی ہے جہاں کوئی نہ پہنچا ہو گا۔ تین دن یا سات دن یا چالیس دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم یا صرف ایک رات تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اگر یہ ہماری پاکیزگی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے' یعنی جب کہ فراخی اور کشادگی اور امن و امان کی حالت میں تھے اس وقت کی ان کی نیکیاں اگر نہ ہوتیں۔ ایک حدیث بھی اس قسم کی ہے جو عنقریب بیان ہو گی' ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ آرام و راحت کے وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کر تو وہ سختی اور بے چینی کے وقت تمہاری مدد کریگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہ پابند نماز نہ ہوتے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر مچھلی کے پیٹ میں نماز نہ پڑھتے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہ ﴿لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ کے ساتھ ہماری تسبیح نہ کرتے۔ چنانچہ قرآن کریم کی اور آیتوں میں ہے کہ اس نے اندھیروں میں یہی کلمات کہے اور ہم نے اس کی دعا قبول فرما کر اسے غم سے نجات دی۔ اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔ ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت یونسؑ نے جب مچھلی کے پیٹ میں ان کلمات کو کہا تو یہ دعا عرش الٰہی کے ارد گرد منڈلانے لگی اور فرشتوں نے کہا الٰہی!

یہ آواز تو کہیں بہت ہی دور کی ہے' لیکن اس آواز سے ہمارے کان آشنا ضرور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب بھی پہچان لیا یہ کس کی آواز ہے؟ انہوں نے کہا نہیں پہچانا۔ فرمایا یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے۔ فرشتوں نے کہا وہی یونس جن کے نیک اعمال اور مقبول دعا ئیں ہمیشہ آسمان پر چڑھتی رہتی ہیں؟ اے اللہ ان پر تو ضرور رحم فرما' ان کی دعا قبول فرمالے وہ تو آسانیوں میں بھی تیرا نام لیا کرتے تھے' ان کو بلا سے نجات دے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا' ہاں میں اسے نجات دوں گا۔ چنانچہ مچھلی کو حکم ہوا کہ میدان میں حضرت یونس کو اگل دے' اور اس نے اگل دیا اور وہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کی خستگی اور کمزوری اور بیماری کی وجہ سے چھاؤں کے لئے کدو کی بیل اگا دی اور ایک جنگلی بکری کو مقرر کر دیا جو صبح شام ان کے پاس آجاتی تھی اور یہ اس کا دودھ پی لیا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے یہ واقعات مرفوع احادیث سے سورہ انبیاء کی تفسیر میں بیان ہو چکے ہیں۔ ہم نے انہیں اس زمین میں ڈال دیا جہاں سبزہ' روئیدگی اور گھانس کچھ نہ تھا۔ دجلہ کے کنارے یا یمن کی سرزمین پر یہ ڈال دیئے گئے تھے۔ یہ اس وقت ناطاقت تھے جیسے پرندوں کے بچے ہوتے ہیں' یا بچہ جس وقت پیدا ہوتا ہے۔ یعنی صرف سانس چل رہا تھا اور طاقت ہلنے جلنے کی بھی نہیں تھی۔ '' یقطین'' کدو کی بیل کو بھی کہتے ہیں اور ہر اس درخت کو جس کا تنہ نہ ہو یعنی بیل ہو' اور اس درخت کو بھی جس کی عمر ایک سال سے زیادہ نہیں ہوتی۔ کدو میں بہت سے فوائد ہیں' یہ بہت جلد اگتا اور بڑھتا ہے اس کے پتوں کا سایہ گھن دار اور فرحت بخش ہوتا ہے کیونکہ وہ بڑے بڑے ہوتے ہیں اور اس کے پاس مکھیاں نہیں آتیں اور یہ غذا کا کام دے جاتا ہے' اور چھلکے اور گودے سمیت کھایا جاتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو کدو یعنی حیا بہت پسند تھا اور برتن میں سے چن چن کر اسے کھاتے تھے۔ پھر انہیں ایک لاکھ بلکہ زیادہ آدمیوں کی طرف رسالت کے ساتھ بھیجا گیا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے آپؑ رسول نہ تھے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں' مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے ہی آپ اس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ دونوں قولوں سے اس طرح تضاد اٹھ سکتا ہے کہ پہلے بھی ان کی طرف بھیجے گئے تھے اب دوبارہ بھی ان ہی کی طرف بھیجے گئے اور وہ سب ایمان لائے اور آپؑ کی تصدیق کی۔ بغویؒ کہتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ سے نجات پانے کے بعد دوسری قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ یہاں اَوْ '' بلکہ'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور وہ ایک لاکھ تیس ہزار یا اس سے بھی کچھ اوپر یا ایک لاکھ چالیس ہزار سے بھی زیادہ' یا ستر ہزار سے بھی بڑھ کر' یا ایک لاکھ دس ہزار' اور ایک غریب مرفوع حدیث کی رو سے ایک لاکھ بیس ہزار تھے۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسانی اندازہ ایک لاکھ سے زیادہ ہی زیادہ کا تھا۔ ابن جریرؒ کا یہی مسلک ہے اور یہی مسلک ان کا آیت ﴿ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ﴾ اور آیت اَوْ ﴿ اَشَدَّ خَشْيَةً ﴾ اور آیت ﴿ اَوْ اَدْنٰى ﴾ میں ہے یعنی اس سے کم نہیں' اس سے زائد ہی۔ پس قوم یونس سب کی سب مسلمان ہوگئی' حضرت یونسؑ کی تصدیق کی' اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے۔ ہم نے بھی ان کے مقررہ وقت یعنی موت کی گھڑی تک دنیوی فائدے دیئے۔ اور آیت میں ہے کہ کسی بستی کے ایمان نے انہیں (عذاب آچکنے کے بعد) نفع نہیں دیا سوائے قوم یونس کے۔ وہ جب ایمان لائے تو ہم نے ان پر سے عذاب ہٹا لئے اور انہیں ایک میعاد معین تک بہرہ مند کیا۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ

نَسَبًا ۖ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۵۹﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۶۰﴾

ان سے دریافت تو کر کہ کیا تیرے رب تعالیٰ کی تو بیٹیاں ہیں اور ان کے بیٹے ہیں یا یہ اس وقت موجود تھے جب کہ ہم نے فرشتوں کو مونث پیدا کیا؟ آگاہ رہو! کہ یہ لوگ صرف اپنی افترا پردازی سے کہہ رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔ یقیناً یہ محض جھوٹے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیٹیوں کو بیٹوں پر ترجیح دی؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ کیسے حکم لگاتے پھرتے ہو۔ کیا تم اس قدر بھی نہیں سمجھتے؟ یا تمھارے پاس اس کی کوئی صاف دلیل ہے تو جاؤ اگر سچے ہو تو اپنی ہی کتاب لے آؤ۔ ان لوگوں نے تو اللہ کے اور جنات کے درمیان بھی قرابت داری ٹھیرائی ہے۔ اور حالانکہ خود جنات یقین رکھتے ہیں کہ اس عقیدے کے لوگ عذابوں کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ جو کچھ یہ بیان کر رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ بالکل پاک ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے۔

مشرک کا کہنا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں: اللہ تعالیٰ مشرکوں کی بیوقوفی بیان فرما رہا ہے کہ اپنے لئے تو لڑکے پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے لڑکیاں مقرر کرتے ہیں۔ اگر لڑکی ہونے کی خبر پائیں تو چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں ثابت کرتے ہیں۔ پس فرماتا ہے کہ ان سے پوچھو تو سہی کہ یہ تقسیم کیسی ہے کہ تمھارے لئے تو لڑکے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے لڑکیاں ہوں۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ فرشتوں کو لڑکیاں کس ثبوت پر کہتے ہیں؟ کیا ان کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے۔ قرآن کی اور آیت ﴿ و جعلوا الملائكة ﴾ میں بھی یہی بیان ہے۔

دراصل یہ قول ان کا محض جھوٹ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اولاد ہے۔ وہ اولاد سے پاک ہے۔ پس ان لوگوں کے تین جھوٹ اور تین کفر ہوئے۔ اول تو یہ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی اولاد ہیں اور دوسرے یہ کہ اولاد بھی لڑکیاں' تیسرے یہ کہ خود فرشتوں کی عبادت شروع کر دی۔ پھر فرماتا ہے کہ آخر کس چیز نے اللہ تعالیٰ کو مجبور کیا کہ اس نے لڑکے تو لئے نہیں اور لڑکیاں اپنی ذات کے لئے پسند فرمائیں؟ جیسے اور آیت میں ہے کہ تمہیں تو لڑکوں سے نوازے اور فرشتوں کو اپنی لڑکیاں بنائے یہ تو تمہاری نہایت درجہ کی لغو بات ہے۔ یہاں فرمایا کیا تمہیں عقل نہیں جو ایسی دوراز قیاس باتیں بناتے ہو' تم سمجھتے نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا کیسا برا ہے؟ اچھا اگر کوئی دلیل تمہارے پاس ہو تو لاؤ اس کو پیش کرو' یا اگر کسی آسمانی کتاب سے تمہارے اس قول کی سند ہو اور تم سچے ہو تو لاؤ اسی کو سامنے لے آؤ۔ یہ تو ایسی لچر اور فضول بات ہے جس کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اتنے ہی پر بس نہ کیا بلکہ جنات میں اور اللہ تعالیٰ میں بھی رشتے داری قائم کی۔ مشرکوں کے اس قول پر کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں ہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے سوال کیا کہ'' پھر ان کی مائیں کون ہیں؟'' تو انہوں نے کہا' جن سرداروں کی لڑکیاں۔ حالانکہ خود جنات کو اس کا علم اور یقین ہے کہ اس قول کے قائل قیامت کے دن عذابوں میں مبتلا کئے جائیں گے۔ ان میں بعض دشمنان اللہ تو یہاں تک کم عقلی کرتے تھے کہ شیطان بھی اللہ تعالیٰ کا بھائی ہے' نعوذ باللہ۔

اللہ تعالیٰ اس سے بہت پاک منزہ اور بالکل دور ہے' جو یہ مشرک اس کی ذات پر اتہام لگاتے ہیں' اور جھوٹے بہتان باندھتے ہیں' اس کے بعد کا استثناء منقطع ہے اور ہے یہ مثبت ہے' مگر اس صورت میں کہ ﴿يصفون﴾ کی ضمیر کا مرجع تمام لوگ قرار دیئے جائیں۔ پس ان میں سے ان لوگوں کو الگ کر لیا جو حق کے ماتحت ہیں' اور تمام نبیوں اور رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ یہ استثناء ﴿انهم لمحضرون﴾ سے ہے۔ یعنی یہ سب کے سب عذاب میں پھانس لئے جائیں گے' مگر وہ اللہ کے بندے جو اخلاص والے تھے۔ یہ قول ذرا تامل طلب ہے' واللہ اعلم۔

فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿١٦١﴾ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ﴿١٦٢﴾ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ ﴿١٦٤﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ﴿١٦٥﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ﴿١٦٦﴾ وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿١٧٠﴾

یقین مانو کہ تم سب اور تمھارے معبودان باطل' کسی ایک کو بھی بہکا نہیں سکتے' بجز اس کے جو دوزخی ہی ہے۔ (فرشتوں کا قول ہے کہ) ہم میں سے تو ہر ایک کی جگہ مقرر ہے۔ اور ہم تو بندگی' اللہ تعالیٰ میں صف بستہ کھڑے ہیں۔ اور اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ کفار تو کہا کرتے تھے۔ کہ اگر ہمارے سامنے اگلے لوگوں کے واقعات ہوتے تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے چیدہ بندے بن جاتے۔ لیکن پھر اس قرآن کے ساتھ کفر کر گئے پس اب عنقریب جان لیں گے۔

مشرکوں کا انجام: اللہ تعالیٰ مشرکوں سے فرما رہا ہے کہ تمھاری گمراہی اور کفر اور شرک کی تعلیم وہی قبول کریں گے جو جہنم کے لئے ہی پیدا کئے گئے ہوں۔ جو عقل سے خالی کانوں سے بہرے اور آنکھوں کے اندھے ہوں۔ جو مثل چوپایوں کے بلکہ ان سے بھی بدرجہا بدتر ہوں۔ جیسے اور جگہ فرمایا ہے کہ اس سے وہی گمراہ ہو سکتے ہیں جو دماغ سے خالی اور باطل کے شیدائی ہوں۔ ازاں بعد فرشتوں کی برأت اور ان کی تسلیم و رضا ایمان و اطاعت کا ذکر فرمایا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک مقرر جگہ اور ایک مقام عبادت مخصوص ہے' جس سے نہ ہم ہٹ سکتے ہیں نہ اس میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ آسمان چرچرا رہا ہے اور واقع اسے چرچرانا بھی چاہئے۔ اس میں ایک قدم رکھنے کی بھی جگہ باقی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رکوع' سجدے میں مصروف نہ ہو۔ پھر آپ ﷺ نے ان تینوں آیتوں کی تلاوت کی۔ ایک روایت میں '' آسمان دنیا '' کا لفظ ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک بالشت بھر جگہ آسمانوں میں ایسی نہیں جہاں پر کسی نہ کسی فرشتے کے قدم یا پیشانی نہ ہو۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں پہلے تو مرد اور عورت ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے لیکن اس آیت کے نزول کے بعد مردوں کو آگے بڑھا دیا گیا اور عورتوں کو پیچھے کر دیا گیا۔ اور ہم سب فرشتے صف بستہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے ہیں۔ آیت ﴿وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا﴾ کی تفسیر میں اس کا بیان گزر چکا ہے

ولید بن عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے تک نماز کی صفیں نہیں تھیں پھر صفیں مقرر ہو گئیں۔ حضرت عمرؓ اقامت کے بعد لوگوں کی طرف منہ کر کے فرماتے تھے کہ '' صفیں پورے طور پر درست کر لو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم سے بھی فرشتوں کی طرح صف بندی چاہتا ہے جیسے کہ وہ فرماتے ہیں ﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ﴾ اے فلاں! آگے بڑھ اور اے فلاں پیچھے ہٹ'' ۔ پھر آگے بڑھ کر نماز شروع کرتے (ابی ابن حاتم) صحیح مسلم میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہم کو تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں جن میں اور کوئی ہمارے ساتھ نہیں۔ ہماری صفیں فرشتوں جیسی بنائی گئی ہیں۔ ہمارے لئے ساری زمین مسجد بنائی گئی ہے۔ اور ہمارے لئے زمین کی مٹی پاک کرنے والی بنائی گئی الخ۔ ہم اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور پاکی بیان کرنے والے ہیں۔ اس کی بزرگی اور بڑائی بیان کرتے ہیں۔ تمام نقصانوں سے اسے پاک مانتے ہیں۔ ہم سب فرشتے اس کے غلام ہیں' اس کے محتاج ہیں' اس کے سامنے اپنی پستی اور عاجزی کا اظہار کرنے والے ہیں۔ پس یہ تینوں اوصاف فرشتوں کے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تسبیح کرنے والوں سے مراد نماز پڑھنے والے ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ﴾ الخ یعنی کفار نے کہا اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ البتہ فرشتے اس کے محترم بندے ہیں' اس کے فرمان سے آگے نہیں بڑھتے۔

اس کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ وہ ان کا آ گا پیچھا بخوبی جانتا ہے۔ وہ کسی کی شفاعت کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ بجز اس کے جس کے لئے رحمٰن راضی ہو۔ وہ تو خوف الٰہی سے تھرتھراتے رہتے ہیں۔ ان میں سے جو اپنے آپ کو لائق عبادت کہے' ہم اسے جہنم میں جھونک دیں۔ ظالموں کی سزا ہمارے ہاں یہی ہے۔ نبی ﷺ ان کے پاس آئیں اس سے پہلے تو یہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی آتا جو ہمیں راہ الٰہی تعالیٰ کی تعلیم دیتا اور ہمارے سامنے اگلے لوگوں کے واقعات بطور نصیحت پیش کرتا اور ہمارے پاس کتاب اللہ لے آتا' تو یقیناً ہم مخلص مسلمان بن جاتے'

جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ﴾ الخ' یعنی بڑی پختہ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کا نبی ہماری موجودگی میں آ جائے تو ہم اطاعت قبول کرلیں گے اور راہ ہدایت کی طرف سب سے پہلے دوڑیں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ آ گئے تو بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک آیت میں فرمایا ﴿اَنْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اُنْزِلَ﴾ الخ۔ پس یہاں فرمایا کہ جب یہ تمنا پوری ہوئی تو کفر کرنے لگے۔ اب انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ سے کفر کرنے کا اور نبی ﷺ کو جھٹلانے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

البتہ ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے رسولوں کے لئے صادر ہو چکا ہے۔ کہ وہ مظفر و منصور ہوں گے۔ اور ہمارا ہی لشکر غالب اور برتر رہے گا۔ اب تو کچھ دنوں تک ان سے منہ پھیر لے۔ اور انہیں دیکھتا رہ اور یہ بھی آ گے چل کر دیکھ لیں گے۔ کیا یہ ہمارے عذابوں کی جلدی مچا رہے ہیں۔ سنو جب ہمارا عذاب ان کے میدانوں میں اتر آ ئیگا اس وقت ان کی جن کو متنبہ کر دیا گیا تھا بڑی بری صبح ہوگی۔ تو کچھ وقت تک ان کا خیال چھوڑ دے۔ اور دیکھتا رہ یہ بھی ابھی ابھی دیکھ لیں گے۔

اللہ کا لشکر غالب ہمیشہ غالب رہے گا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم تو اگلی کتابوں میں بھی لکھ آئے ہیں پہلے نبیوں کی زبانی بھی دنیا کو سنا چکے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں ہمارے رسول اور ان کے تابعداروں ہی کا انجام بہتر ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ﴾ الخ اور فرمایا ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا﴾ الخ یعنی میرے رسول اور ایمان دار ہی دونوں جہان میں غالب رہیں گے۔ یہاں بھی یہی فرمایا کہ رسولوں سے ہمارا وعدہ ہو چکا ہے کہ وہ منصور ہیں۔ ہم خود ان کی مدد کریں گے۔ دیکھتے چلے آؤ کہ ان کے دشمن کس طرح خاک میں ملا دیئے گئے؟ یاد رکھو ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا' انجام کار ان ہی کے ہاتھ رہے گا۔ تو ایک وقت مقرر تک صبر و استقامت سے ان کا معاملہ دیکھتا رہ' ان کی ایذا رسانی پر صبر کر' ہم تجھے ان سب پر غالب کر دیں گے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ یہی ہوا۔ نیز تو انہیں دیکھتا رہ کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی پکڑ ان پر نازل ہوتی ہے۔ اور کس طرح یہ ذلت و توہین کے ساتھ پکڑ لئے جاتے ہیں۔ یہ خود ان تمام رسوائیوں کو ابھی ابھی دیکھ لیں گے۔ تعجب سا تعجب ہے کہ یہ باوجود طرح طرح کے چھوٹے چھوٹے عذابوں کی گرفت کے ابھی تک بڑے عذاب کو محال جانتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ کب آئے گا؟ پس انہیں جواب ملتا ہے کہ جب عذاب ان کے میدانوں میں' محلوں میں' انگنائیوں میں آ ئے گا' وہ دن ان پر بڑا ہی بھاری دن ہوگا۔ ہلاک اور برباد کر دیئے جائیں گے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ خیبر کے میدانوں میں حضور ﷺ کا لشکر صبح ہی صبح کفار کی بے خبری میں پہنچ گیا۔ وہ لوگ حسب عادت اپنے کھیتوں کے آلات لے کر شہر سے نکلے اور اس ربانی فوج کو دیکھ کر بھاگے اور شہر والوں کو خبر کی اس وقت آپ ﷺ نے یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے خیبر خراب ہوا۔ ہم جب کسی قوم کے میدانوں میں اتر آتے ہیں اس وقت ان کی درگت ہوتی ہے۔ پھر دوبارہ پہلے حکم کی تاکید کی کہ تو

ان سے ایک مدت معین تک کے لئے بے پرواہ ہو جا اور انہیں چھوڑ دے اور دیکھتا رہ یہ بھی دیکھ لیں گے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾

پاک ہے تیرا رب! جو بہت بڑی عزت والا ہے ہر اس چیز سے جو مشرک بیان کرتے ہیں۔ پیغمبروں پر سلام ہے۔ اور سب طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

حمد اللہ کی اور اسلام پیغمبروں پر: اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے اپنی برأت بیان فرماتا ہے جو مشرکین اس کی طرف منسوب کرتے تھے' جیسے اولاد' شریک وغیرہ۔ وہ بہت بڑی اور لازوال عزت والا ہے ان جھوٹے اور مفتری لوگوں کے بہتان سے وہ پاک اور منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر سلام ہے۔ اس لئے کہ ان کی تمام باتیں ان عیوب سے سالم ہیں جو مشرکوں کی باتوں میں موجود ہیں۔ بلکہ نبیوں علیہم السلام کی باتیں اور جو اوصاف وہ ذات الٰہی کے بیان کرتے ہیں سب صحیح اور برحق ہیں۔ اسی کی ذات کے لئے تمام حمد وثنا سزاوار ہے دنیا اور آخرت میں ابتداء اور انتہاء وہی سزاوار تعریف ہے ہر حال میں قابل حمد وہی ہے۔ تسبیح سے ہر طرح کے نقصان کی اس ذات پاک سے دوری ثابت ہوتی ہے تو لازم ہے کہ ہر طرح کے کمالات اس کی ذات واحد میں ہوں اسی کو صاف لفظوں میں حمد سے ثابت کیا' تاکہ نقصانات کی نفی اور کمالات کا اثبات ہو جائے۔ ایسے ہی قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں تسبیح اور حمد کا ایک ساتھ بیان ہوا ہے۔ حضرت قتادہؒ سے مروی ہے

کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم جب مجھ پر سلام بھیجو' اور نبیوں پر بھی سلام بھیجو' کیونکہ میں بھی مُجملہ اور نبیوں کے ایک نبی ہی ہوں (ابن ابی حاتم) یہ حدیث مسند میں بھی مروی ہے۔ ابو یعلیٰ کی ایک ضعیف حدیث میں ہے کہ جب حضور ﷺ سلام کا ارادہ کرتے تو ان تینوں آیتوں کو پڑھ کر سلام کرتے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ بھرپور پیمانے سے ناپ کر اجر پائے تو وہ جس کسی مجلس میں ہو وہاں سے اٹھتے ہوئے یہ تینوں آیتیں پڑھ لے۔ اور مسند میں یہ روایت حضرت علیؓ سے موقوفاً مروی ہے۔ طبرانی کی حدیث میں ہے جو شخص ہر فرض نماز کے بعد تین مرتبہ ان تینوں آیتوں کی تلاوت کرے' اسے بھرپور اجر پورے پیمانے سے ناپ کر ملے گا۔ مجلس کے کفارے کے بارے میں بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ یہ پڑھے۔ ﴿سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ﴾۔ میں نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾' سورۃ الصّٰفّٰت کی تفسیر ختم ہوئی' فالحمد للہ۔

تفسیر سورۂ صٓ مکیہ

سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٍ وَّثَمَانُوْنَ اٰيَةً وَّخَمْسُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ ﴿۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿۲﴾ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾

معبود مہربان ذی رحم کے نام سے شروع۔

اس نصیحت والے قرآن کی قسم' بلکہ کفار غرور و مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے ان سے پہلے بھی بہت سے فرقوں کو تباہ کر ڈالا انہیں نے ہر چند چیخ پکار کی لیکن وہ وقت چھٹکارے کا نہ تھا۔

اللہ کی شان: حروف مقطعات' جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں ان کی پوری تفسیر سورہ بقرہ کے شروع میں گزر چکی ہے۔ یہاں قرآن کی قسم کھائی اور اسے پند و نصیحت کرنے والا فرمایا۔ کیونکہ اس کی باتوں پر عمل کرنے والے کی دین و دنیا دونوں سنور جاتی ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿فِيْهِ ذِكْرُكُمْ﴾ اس قرآن میں تمہارے لئے نصیحت ہے۔ اور یہ بھی مطلب ہے کہ قرآن شرافت و بزرگی' عزت و عظمت والا ہے اب اس قسم کا جواب بعض کے نزدیک تو ﴿إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ﴾ الخ۔ بعض کہتے ہیں ﴿إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ﴾ الخ ہے۔ لیکن یہ زیادہ مناسب نہیں معلوم ہوتا حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اس کا جواب اس کے بعد کی آیت ہے۔ ابن جریرؒ اسی کو مختار بتاتے ہیں۔ بعض عربی والے کہتے ہیں کہ اس کا جواب ﴿صٓ﴾ ہے اور اس لفظ کے معنی صداقت اور حقانیت کے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ پوری سورت کا خلاصہ اس قسم کا جواب ہے' واللہ اعلم۔

قرآن نصیحت ہے: پھر فرماتا ہے کہ یہ قرآن تو سراسر عبرت و نصیحت ہے مگر اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جن کے دل میں ایمان ہے۔ کافر لوگ اس فائدے سے یوں محروم ہیں کہ وہ متکبر ہیں اور مخالف ہیں۔ وہ اپنے سے پہلے کے اپنے جیسے لوگوں کے انجام پر نظر ڈالیں اور اپنے انجام سے ڈریں۔ اگلی امتوں کو اسی جرم پر ہم نے تہہ و بالا کر دیا ہے۔ عذاب آ پڑنے پر تو بڑے روئے پیٹے۔ خوب آہ و زاری کی' لیکن اس وقت کی تمام باتیں بے سود ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ﴾ الخ۔ ہمارے عذابوں کو معلوم کر کے ان سے بچنا اور بھاگنا چاہا' لیکن یہ کیسے ہو سکتا تھا؟ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اب بھاگنے کا وقت نہیں' نہ فریاد کا وقت ہے۔ اس وقت کوئی فریاد رسی نہیں کر سکتا۔ چاہے کتنا ہی چیخو چلاؤ' محض بے سود ہے۔ اب توحید کی قبولیت بے نفع اور توبہ بے کار۔ یہ بے وقت کی پکار ہے۔ ﴿لَاتَ﴾ معنے میں ﴿لَا﴾ کے ہے۔ اس میں ''ت'' زائد ہے۔ جیسے ﴿ثَمَّتَ﴾ میں بھی ﴿ت﴾ زیادہ ہوتی ہے اور ﴿رُبَّتَ﴾ میں بھی' یہ مفصولہ ہے اور اس پر وقف ہے۔ امام ابن جریرؒ کا قول ہے کہ یہ ''ت'' حین سے ملی ہوئی ہے یعنی ﴿وَلَا تَحِيْنَ﴾ ہے لیکن مشہور اول ہی ہے۔ جمہور نے ''﴿حِيْنَ﴾'' کو زبر سے پڑھا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ وقت آہ و زاری کا وقت نہیں۔ بعض نے یہاں زیر پڑھنا بھی جائز رکھا ہے۔ لغت میں ﴿نوص﴾ کہتے ہیں پیچھے ہٹنے کو۔ اور ''بوص'' کہتے ہیں آگے بڑھنے کو۔ پس مقصد یہ ہے کہ یہ وقت بھاگنے اور نکل جانے کا وقت نہیں' واللہ الموفق۔

وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۴﴾ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ ﴿۶﴾ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ﴿۷﴾ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ﴿۸﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ﴿۹﴾ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ﴿۱۰﴾ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ﴿۱۱﴾

کافروں کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان ہی میں سے ایک انہیں سمجھانیوالا آ گیا۔ اور کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔ کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود کر دیا؟ واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے۔ ان کے سردار یہ کہتے ہوئے چلے کہ جاؤ اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ یقیناً یہ تو کوئی مطلب ومراد ہے۔ ہم نے تو یہ بات پچھلے دین میں بھی نہیں سنی۔ کچھ نہیں یہ تو صرف گھڑنت ہے۔ یہ ہو بھی سکتا ہے کہ ہم سب کو چھوڑ کر اسی پر کلام الٰہی نازل کیا جائے؟ دراصل یہ لوگ میری وحی کی طرف سے شک میں ہیں' بلکہ صحیح یہ ہے کہ انہوں نے اب تک میرے عذاب چکھے ہی نہیں۔ یا کیا ان کے پاس تیرے زبردست فیاض اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ہیں۔ یا کیا آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کی بادشاہت ان ہی کی ہے۔ تو پھر یہ رسیاں تان کر چڑھ جائیں۔ یہ بھی بڑے بڑے لشکروں میں سے شکست پایا ہوا چھوٹا سا لشکر ہے۔

کیا بشر نبی؟: حضور ﷺ کی رسالت پر کفار کے حماقت آمیز تعجب کا اظہار ہو رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے ﴿ اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا ﴾ الخ کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ان میں سے ایک انسان کی طرف ہم نے وحی کی کہ وہ لوگوں کو ہوشیار کر دے اور ایمانداروں کو اس بات کی خوشخبری سنا دے کہ اس کے پاس ان کے لئے بہترین تیاری ہے۔ کافر تو ہمارے رسول کو کھلا جادوگر کہنے لگے۔ پس یہاں ہے کہ ان ہی میں سے ان ہی جیسے ایک انسان کے رسول بن کر آنے پر انہیں تعجب ہوا اور کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر اور کذاب ہے۔ رسول ﷺ کی رسالت پر تعجب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر بھی ان کو تعجب معلوم ہوا اور کہنے لگے لو اور سنو اتنے سارے خداؤں کے بدلے یہ تو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے اور اس کا کوئی کسی طرح کا شریک ہی نہیں۔ ان بے وقوفوں کو اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی جس شرک وکفر کی عادت تھی' اس کے خلاف آواز سن کر ان کے دل دکھنے اور رکنے لگے اور وہ توحید کو ایک انوکھی اور انجان چیز سمجھنے لگے۔ ان کے بڑوں اور سرداروں نے تکبر کے ساتھ منہ موڑتے ہوئے اعلان کیا کہ اپنے قدیمی مذہب پر جمے رہو اس کی بات نہ مانو اور اپنے معبودوں کی عبادت کرتے رہو۔ یہ تو صرف اپنے مطلب کی باتیں کہتا ہے۔ یہ اس بہانے اپنی جما رہا ہے کہ یہ تمھارا سب کا بڑا بن جائے اور تم اس کے تابع فرمان ہو جاؤ۔ ان آیتوں کا شان نزول یہ ہے کہ قریشیوں کے اور سردار اور رؤساء ایک مرتبہ جمع ہوئے ان میں ابوجہل بن ہشام' عاص بن وائل' اسود بن المطلب' اسود بن عبدالغوث وغیرہ بھی تھے۔ اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ چل کر آج ابوطالب سے آخری فیصلہ کر لیں۔ وہ انصاف کے ساتھ ایک بات ہمارے ذمہ ڈال دے اور ایک اپنے بھتیجے کے ذمے۔ کیونکہ یہ اب انتہائی عمر کو پہنچ چکے ہیں' چراغ سحری ہو رہے ہیں اگر مر گئے اور ان کے بعد ہم نے محمد (ﷺ) کو کوئی مصیبت پہنچائی' تو عرب ہمیں طعنہ دیں گے کہ بڈھے کی موجودگی تک تو کچھ نہ چلی اور ان کی موت کے بعد بہادری آ گئی۔ چنانچہ یہ چلے ایک آدمی بھیج کر ابوطالب سے اجازت مانگی' اجازت ملنے پر سب گھر میں آ گئے' اور کہا سنئے جناب! آپ ہمارے سردار ہیں' بزرگ ہیں' بڑے ہیں۔ ہم آپ کے بھتیجے سے اب بہت تنگ آ گئے ہیں۔ آپ انصاف کے ساتھ ہم میں اور اس میں فیصلہ کر دیجئے۔ دیکھئے ہم آپ سے انصاف چاہتے ہیں وہ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں' اور نہ ہم انہیں ستائیں' وہ مختار ہیں جس کی چاہیں عبادت کریں لیکن ہمارے خداؤں کو برا نہ کہیں۔ ابوطالب نے آدمی بھیج کر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو بلوایا۔ اور کہا جان پدر! دیکھتے ہو! آپ کی قوم کے سردار اور بزرگ سب جمع ہوئے ہیں اور آپ سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کی توہین اور برائی کرنے سے باز آئیں اور یہ آپ کو آپ کے دین پر چلنے میں آزادی دے رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا'' چچا جان! کیا میں انہیں بہترین اور بڑی بھلائی کی طرف نہ بلاؤں''! ابوطالب نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا یہ ایک کلمہ کہہ دیں' صرف اس کے کہنے کی وجہ سے سارا عرب ان کے ماتحت ہو جائے گا اور سارے عجم پر ان کی حکومت ہو جائے گی۔ ابوجہل ملعون نے سوال کیا کہ اچھا بتلاؤ وہ ایسا کونسا کلمہ ہے؟ ایک نہیں ہم دس کہنے کو تیار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہو ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ بس یہ سننا تھا کہ شور وغل کر دیا اور کہنے لگے اس کے سوا جو تو مانگے ہم دینے کو تیار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم سورج کو بھی لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دو تو بھی میں تو تم سے اس کلمے کے سوا اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ اس بات کو سن کر سب لوگ غصے اور غضب سے وحشت ناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے واللہ ہم تجھے اور تیرے رب کو گالیاں دیں گے' جس نے تجھے یہ حکم دیا ہے۔ اب یہ چلے اور ان کے سردار یہ کہتے رہے کہ جاؤ اپنے دین پر اور اپنے معبودوں

کی عبادت پر قائم رہو۔ معلوم ہو گیا کہ اس کا تو ارادہ ہی اور ہے یہ تو بڑا بننا چاہتا ہے (ابن ابی حاتم وغیرہ)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کے چلے جانے کے بعد حضور ﷺ نے اپنے چچا سے کہا کہ آپ ہی اس کلمہ کو پڑھ لیجئے۔ اس نے کہا نہیں' میں تو اپنے باپ دادوں اور قوم کے بڑوں کے دین پر ہی رہوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو فرمایا کہ جسے تو چاہے ہدایت نہیں کر سکتا۔ اور روایت میں ہے کہ اس وقت ابو طالب بیمار تھے اور اسی بیماری میں وہ مرے بھی۔ جس وقت حضور ﷺ تشریف لائے اس وقت ابو طالب کے پاس ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ خالی تھی' باقی تمام گھر آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ تو ابو جہل خبیث نے خیال کیا کہ اگر آپ آ کر اپنے چچا کے پاس بیٹھ گئے تو زیادہ اثر ڈال سکیں گے۔ اس لئے یہ ملعون کود کر وہاں جا بیٹھا اور حضور ﷺ کو دروازہ کے پاس ہی بیٹھنا پڑا۔ حضور ﷺ نے جب ایک کلمہ کہنے کو کہا تو سب نے جواب دیا کہ ایک نہیں دس' ہم سب منتظر ہیں فرمایئے وہ کیا کلمہ ہے؟ اور جب کلمہ توحید آپ ﷺ کی زبانی سنا تو کپڑے جھاڑتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے لو اور سنو! یہ تو سارے معبودوں کا ایک معبود بنا رہا ہے۔ اس پر یہ آیتیں **عذاب** تک اتریں۔ امام ترمذیؒ اس روایت کو حسن کہتے ہیں۔ ہم نے تو یہ بات نہ اپنے دین میں دیکھی نہ نصرانیوں کے دین میں۔ بالکل غلط اور جھوٹ اور بے سند بات ہے۔ یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نظر ہی نہ آیا اور اس پر قرآن اتار دیا۔ جیسے اور آیت میں ان کا قول ہے **لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ** یعنی ان دونوں شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر قرآن کیوں نہ اتارا گیا؟ جس کے جواب میں جناب باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ "کیا یہ لوگ رب تعالیٰ کی رحمت کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ یہ تو اس قدر محتاج ہیں کہ ان کی اپنی روزیاں اور درجے بھی ہم تقسیم کرتے ہیں"۔ الغرض یہ اعتراض بھی انکی حماقت کا ثمرہ تھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ہے ان کے شک کا نتیجہ اور وجہ یہ ہے کہ اب تک یہ بولی بولی کھاتے رہے ہیں۔ ہمارے عذابوں سے سابقہ نہیں پڑا۔ کل قیامت کے دن جب کہ دھکے دے کر جہنم میں گرائے جائیں گے اس وقت اپنی اس سرکشی کا مزہ پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت: پھر اللہ اپنا قبضہ اور اپنی قدرت ظاہر فرماتا ہے کہ جو وہ چاہے کرے' جسے چاہے جو کچھ چاہے عطا فرما دے' عزت اور ذلت اس کے ہاتھ میں ہے۔ ہدایت اور ضلالت اس کی طرف سے ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے وحی نازل فرمائے اور جس کے دل پر چاہے اپنی مہر لگا دے۔ بندوں کے اختیار میں کچھ نہیں' وہ محض بے بس' بالکل لاچار اور سراسر مجبور ہیں۔ اسی لئے فرمایا "کیا ان کے پاس اس بلند غالب وہاب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ہیں؟" یعنی نہیں ہیں جیسے فرمایا **اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ** الخ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی خدائی کا کوئی حصہ ان کے ہاتھ میں ہوتا تو یہ بخیل تو کسی کو ٹکڑا بھی نہ کھانے کو دیتے یا انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں اللہ تعالیٰ کا فضل دیکھ کر حسد آ رہا ہے؟ ہم نے آل ابراہیمؑ کو کتاب و حکمت اور بہت بڑی سلطنت دی تھی۔ ان میں سے بعض تو ایمان لائے اور بعض ایمان سے رکے رہے جو بھڑکتی جہنم کے لقمے بنیں گے وہ آگ ہی انہیں کافی ہے۔ اور آیت میں ہے **قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۚ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا** یعنی اگر میرے رب تعالیٰ کی رحمتوں کے خزانے تمہاری ملکیت میں ہوتے تو تم تو کم ہو جانے کا خوف کر کے خرچ کرنے سے رک جاتے' انسان ہے ہی ناشکرا۔

قوم صالحؑ نے بھی اپنے نبیؑ سے یہی کہا تھا کہ **ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا** الخ کیا ہم سب کو چھوڑ کر اسی پر ذکر اتارا گیا؟ نہیں بلکہ یہ کذاب اور شریر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کل کو معلوم کر لیں گے کہ ایسا کون ہے؟ پھر فرمایا کیا زمین و آسمان اور اس کے درمیان کی چیزوں پر ان کا اختیار ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر آسمانوں کی راہوں پر چڑھ جائیں' ساتویں آسمان پر پہنچ جائیں۔ یہ یہاں کا لشکر بھی عنقریب ہزیمت و شکست اٹھائے گا' اور مغلوب و ذلیل ہو گا۔ جیسے اور بڑے بڑے گروہ حق سے ٹکرائے اور پاش پاش ہو گئے۔ جیسے اور آیت میں ہے **اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ** الخ یعنی کیا ان کا قول ہے کہ ہم بڑی جماعت ہیں اور ہم ہی فتحیاب رہیں گے؟ سنو! انہیں ابھی ابھی شکست فاش ہو گی اور پیٹھ دکھاتے ہوئے بزدلی کے ساتھ بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔ چنانچہ بدر والے دن اللہ تعالیٰ کی خدائی نے اللہ تعالیٰ کی

باتوں کی سچائی اپنی آنکھوں آزمائی۔ اور ابھی ان کے عذابوں کے وعدے کا دن تو آخرت کا دن ہے جو سخت کٹھن اور نہایت دہشتناک اور وحشت والا ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ﴿۱۲﴾ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّأَصْحَٰبُ لْـَٔيْكَةِ ۚ أُولَٰٓئِكَ الْأَحْزَابُ ﴿۱۳﴾ إِن كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ وَمَا يَنظُرُ هَٰٓؤُلَآءِ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّل لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ

ان سے پہلے بھی قوم نوح اور عادیوں نے اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا تھا' اور ثمودیوں نے اور قوم لوط نے اور ایکہ کے رہنے والوں نے بھی' یہی بڑے لشکر تھے' ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس نے رسولوں کی تکذیب نہ کی ہو پس میری طرف کی سزا ان پر ثابت ہوگئی انہیں صرف ایک تند نعرے کا انتظار ہے جس میں کوئی توقف اور ڈھیل نہیں ہے۔ کہنے لگے کہ اے اللہ ہماری سرنوشت تو ہمیں روز حساب سے پہلے ہی دیدے۔ تو ان کی باتوں پر صبر کر۔

کفار کے مذاق پر صبر کرو: ان سب کے واقعات کئی مرتبہ بیان ہو چکے ہیں کہ کس طرح ان پر ان کے گناہوں کی وجہ سے عذاب الٰہی ٹوٹ پڑے۔ یہی وہ جماعتیں ہیں جو مال واولاد میں' قوت وطاقت میں' زور وزر میں' تمہارے زمانے کے ان حقیر کافروں سے بہت بڑھی ہوئی تھیں۔ لیکن امر الٰہی کے آ چکنے کے بعد انہیں کوئی چیز کام نہ آئی۔ پھر ان کی تباہی کی وجہ بیان ہوئی کہ یہ رسولوں کے دشمن تھے انہیں جھوٹا کہتے تھے۔ انہیں صرف صور کا انتظار ہے اور اس میں بھی کوئی دیر نہیں۔ بس وہ ایک آواز ہوگی کہ جس کے کان میں پڑی' بے ہوش اور بے جان ہو گیا' مگر ان لوگوں کے جنہیں رب تعالیٰ نے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ قِطَّ کے معنی کتاب اور حصے کے ہیں۔ مشرکین کی بے وقوفی اور ان کا عذابوں کو محال سمجھ کر اور نڈر ہو کر عذاب کے طلب کرنے کا ذکر ہو رہا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا اے اللہ! اگر یہ صحیح ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ یا اور کوئی دردناک عذاب آسمانی ہمیں پہنچا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنا جنت کا حصہ یہاں طلب کیا۔ اور یہ جو کچھ کہا یہ سب اسے جھوٹا سمجھنے اور محال جاننے کی وجہ سے تھا۔ ابن جریر کا قول ہے کہ جس خیر وشر کے وہ دنیا میں مستحق تھے اسے انہوں نے جلد طلب کیا۔ یہی بات درست ہے۔ ضحاک اور اسمٰعیل کی تفسیر کا ماحصل بھی یہی ہے' واللہ اعلم۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب اور تمسخر کے مقابلے میں اپنے نبی ﷺ کو صبر کی تعلیم دی اور سہار کی تلقین کی۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾

اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کر جو بڑی قوت والا تھا' یقیناً وہ بہت رجوع رہنے والا تھا۔ ہم نے پہاڑوں کو اس کے تابع کر رکھا تھا کہ اس کے ساتھ شام کو اور صبح کو تسبیح خوانی کریں۔ اور اڑتے جانور جمع ہو کر سب کے سب اس کے زیر فرمان رہتے۔ اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا اور اسے حکمت دی تھی اور

بات کا فیصلہ سمجھا دیا تھا۔

حضرت داؤد پر اللہ کے احسانات: ﴿ذَا الْاَيْدِ﴾ سے مراد علمی اور عملی قوت والا ہے اور صرف قوت والے کے معنی بھی ہوتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَالسَّمَاءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ﴾ الخ۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں مراد اطاعت کی طاقت ہے۔ حضرت داؤدؑ کو عبادت کی قدرت اور اسلام کی فقہ عطا فرمائی گئی تھی۔ یہ مذکور ہے کہ آپؑ ہر رات تہائی رات تک تہجد میں کھڑے رہتے تھے اور ایک دن بعد ایک دن ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤدؑ کی رات کی نماز اور دن کے روزے تھے۔ آپ آدھی رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ رات کا پھر سو جاتے اور ایک دن روزہ رکھتے ایک دن نہ رکھتے۔ اور دشمنان دین سے جہاد کرنے میں پیٹھ نہ دکھاتے۔ اور اپنے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت و رجوع رکھتے۔ پہاڑوں کو ان کے ساتھ مسخر کر دیا تھا۔ آپ کے ساتھ سورج کے چمکنے کے وقت اور دن کے آخری وقت تسبیح بیان کرتے۔ جیسے فرمان ہے ﴿يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو ان کے ساتھ رجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح پرندے بھی آپ کی آواز سن کر آپؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے لگ جاتے۔ اڑتے ہوئے پرندے پاس سے گزرتے اور آپ توراۃ پڑھتے ہوتے۔ تو آپؑ کے ساتھ ہی وہ بھی تلاوت میں مشغول ہو جاتے اور پرواز ترک کر کے بیٹھ جاتے۔ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے روز ضحیٰ یعنی اشراق کے وقت حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں آٹھ رکعت نماز ادا کی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ بھی وقت نماز ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾۔

عبداللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ضحیٰ کی نماز نہیں پڑھتے تھے تو ایک دن میں ان کو حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں لے گیا اور کہا کہ آپ ان سے وہ حدیث بیان کیجئے جو آپ نے مجھ سے بیان فرمائی تھی۔ تو مائی صاحبہ نے فرمایا'' مکہ کے دن میرے گھر میں میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آنے کے بعد ایک برتن میں پانی بھروایا اور ایک کپڑے کا پردہ تان کر نہانے بیٹھ گئے اس کے بعد گھر کے ایک کونے میں پانی چھڑک کر آٹھ رکعتیں صلوۃ الضحیٰ کی ادا کیں۔ ان میں قیام، رکوع، سجدہ اور جلوس سب تقریباً برابر تھے''۔ حضرت عباسؓ یہ حدیث سنکر جب وہاں سے نکلے تو فرمانے لگے'' پورے قرآن کو میں نے پڑھ لیا لیکن میں نہیں جانتا تھا کہ ضحیٰ کی نماز کیا ہے؟ آج مجھے معلوم ہوا کہ ﴿يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾ والی آیت میں بھی اشراق سے مراد یہی ضحیٰ ہے''۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے اپنے اگلے قول سے رجوع کر لیا۔ اور پرندے بھی ہوا میں رک جاتے تھے اور حضرت داؤدؑ کی ماتحتی میں ان کی تسبیحوں کا ساتھ دیتے تھے۔ اور اس کی سلطنت ہم نے مضبوط کر دی۔ بادشاہوں کو جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے ہم نے اسے سب دیدیں۔ چار ہزار تو ان کی محافظ سپاہ تھی۔ اس قدر فوج تھی کہ ہر رات تینتیس ہزار فوجی پہرے پر چڑھتے تھے۔ لیکن جو آج کی رات آتے پھر سال بھر تک ان کی باری نہ آتی۔ چالیس ہزار آدمی ہر وقت ان کی خدمت میں مسلح تیار رہتے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے زمانہ میں دو بنی اسرائیلی شخصوں میں نزاع واقع ہوا، ایک نے دوسرے پر الزام لگایا کہ اس نے میری گائے غصب کر لی ہے۔ دوسرے نے اس جرم سے انکار کیا۔ حضرت داؤدؑ نے مدعی سے دلیل طلب کی مگر وہ ثبوت فراہم نہ کر سکا۔ آپؑ نے فرمایا اچھا تمہیں کل فیصلہ سنایا جائے گا۔ رات کو حضرت داؤدؑ کو خواب میں حکم ہوا کہ دعویدار کو قتل کر دو۔ صبح کو آپؑ نے دونوں کو بلوایا اور حکم دیا کہ'' اس مدعی کو قتل کر دیا جائے''۔ اس نے کہا'' اے اللہ تعالیٰ کے نبی! آپ میرے ہی قتل کا حکم دے رہے ہیں۔ حالانکہ اس نے میری گائے چرائی ہے''۔ آپ نے فرمایا'' یہ میرا حکم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور ناممکن ہے کہ یہ ٹل جائے لہٰذا تو تیار ہو جا''۔ تب اس نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے رسول! میں اپنے دعوے میں تو سچا ہوں کہ اس نے میری گائے غصب کر لی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے قتل کا حکم میرے اس مقدمہ کی وجہ سے نہیں کیا، اس کی وجہ اور ہی ہے اور اسے صرف میں ہی جانتا ہوں، بات یہ ہے کہ آج رات میں نے اس شخص کو فریب سے قتل کر دیا ہے جس کا کسی کو علم نہیں۔ پس اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو قصاص کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔ اب تو حضرت داؤدؑ کی ہیبت ہر شخص کے دل میں بیٹھ گئی۔ ہم نے اسے حکمت دی تھی، یعنی فہم و عقل اور زیرکی

وہ دانائی عدل و فراست کتاب اللہ اور اس کی اتباع نبوت رسالت وغیرہ اور جھگڑوں کے تصفیہ کا صحیح طریقہ یعنی گواہ لینا قسم کھلوانا مدعی کے ذمہ بار ثبوت ڈالنا مدعی علیہ سے قسم لینا۔ یہی طریقہ فیصلوں کے لئے انبیاء کا اور نیک لوگوں کا رہا اور یہی طریقہ اس امت میں رائج ہے۔ غرض حضرت داؤد علیہ السلام معاملہ کی تہہ کو پہنچ جاتے تھے اور حق و باطل سچ اور جھوٹ میں صحیح اور کھرا امتیاز کر لیتے تھے۔ کلام بھی آپؑ کا صاف ہوتا تھا اور حکم بھی عدل کے مطابق ہوتا تھا۔ آپؑ ہی نے «اَمَّا بَعْدُ» کا کہنا ایجاد کیا ہے۔ اور فصل الخطاب سے اس کی طرف بھی اشارہ ہے۔

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَا اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

کیا تجھے جھگڑا کرنے والوں کی بھی خبر ہوئی؟ جب کہ وہ دیوار پھاند کر عبادت کی جگہ آ گئے۔ جب یہ (حضرت) داؤدؑ کے پاس پہنچے یہ ان سے ڈر گئے۔ انہوں نے کہا خوف نہ کیجئے۔ ہم دونوں آپس ہی میں جھگڑا اور زیادتی کر رہے ہیں آپؑ ہمارے درمیان حق حق فیصلہ کر دیجئے نا انصافی نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ بتا دیجئے۔ سنئے یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس تو ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی ہے۔ لیکن یہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اپنی یہ ایک بھی مجھ ہی کو دے دے اور مجھ پر بڑی تیزی اور سختی برتتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا اس کا اپنی اتنی دنبیوں کے ساتھ تیری ایک دنبی ملا لینے کا سوال بیشک ایک ظلم ہے اور اکثر ساجھی اور شریک ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے پر ظلم اور ستم کرتے ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کئے اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں اور (حضرت) داؤدؑ سمجھ گئے کہ ہم نے انہیں آزمایا ہے پھر تو اپنے رب سے استغفار کرنے لگے اور عاجزی کرتے ہوئے گر پڑے اور پوری طرح رجوع ہو گئے۔ پس ہم نے بھی اسے وہ معاف کر دیا یقیناً وہ ہمارے نزدیک بڑے مرتبہ والے اور بہت اچھے ٹھکانے والے ہیں۔

حضرت داؤد کا مشہور فیصلہ: مفسرین نے یہاں پر ایک قصہ بیان کیا ہے لیکن اس کا اکثر حصہ بنو اسرائیل کی روایتوں سے لیا گیا ہے حدیث سے ثابت نہیں ابن ابی حاتم میں ایک حدیث ہے لیکن وہ بھی ثابت نہیں کیونکہ اس کا ایک راوی یزید رقاشی ہے گو وہ نہایت نیک شخص ہے لیکن ہے ضعیف۔ پس اولیٰ یہ ہے کہ قرآن میں جو ہے اور جس پر یہ شامل ہے وہ حق ہے۔ حضرت داؤدؑ کا انھیں دیکھ کر گھبرانا اس وجہ سے تھا کہ وہ اپنے تنہائی کے خاص خلوت خانہ میں تھے اور پہرہ داروں کو منع کیا تھا کہ کوئی بھی آج اندر نہ آئے اور یکایک ان دونوں کو جو دیکھا تو گھبرا گئے۔

﴿عَزَّنِيْ﴾ سے مطلب بات چیت میں غالب آ جانا دوسرے پر چھا جانا ہے حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی

آزمائش ہے پس وہ رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف جھک پڑے۔ مذکور ہے کہ چالیس دن تک سجدے سے سر نہ اٹھایا۔ پس ہم نے اسے بخش دیا۔ یہ یاد رہے کہ جو کام عوام کے لئے نیکیوں کے ہوتے ہیں وہی کام خواص کے لئے بعض مرتبہ بدیوں کے بن جاتے ہیں۔ یہ آیت سجدے کی ہے یا نہیں؟

اس کی بابت امام شافعیؒ کا جدید مذہب تو یہ ہے کہ یہاں سجدہ ضروری نہیں۔ یہ تو سجدہ شکر ہے۔ ابن عباس کا قول ہے کہ ﴿ص﴾ ضروری سجدوں میں سے نہیں۔ ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے (بخاری وغیرہ)

نسائی میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہاں سجدہ کر کے فرمایا یہ سجدہ حضرت داؤدؑ کا تو توبہ کے لئے تھا اور ہمارا شکر کے لئے ہے۔ ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے خواب میں دیکھا گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں اور نماز میں میں نے سجدے کی آیت تلاوت کی اور سجدہ کیا تو میرے ساتھ اس درخت نے بھی سجدہ کیا اور میں نے سنا کہ وہ یہ دعا مانگ رہا تھا۔ ﴿اَللّٰھُمَّ اکْتُبْ لِیْ بِھَا عِنْدَکَ اَجْرًا وَّ اجْعَلْھَا لِیْ عِنْدَکَ ذُخْرًا وَّضَعْ بِھَا عَنِّیْ وِزْرًا وَّ اقْبَلْھَا مِنِّیْ کَمَا قَبِلْتَھَا مِنْ عَبْدِکَ دَاوٗدَ﴾ یعنی اے اللہ میرے اس سجدے کو تو میرے لئے اپنے پاس اجر اور خزانے کا سبب بنا اور اس سے تو میرا بوجھ ہلکا کر دے اور اسے مجھ سے قبول فرما۔ جیسے کہ تو نے اپنے بندے داؤدؑ کے سجدے کو قبول فرمایا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور سجدے آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا اور اس سجدہ میں وہی دعا پڑھی جو اس شخص نے درخت کی دعا نقل کی تھی۔ ابن عباسؓ اس آیت کے سجدے پر یہ دلیل وارد کرتے ہیں کہ قرآن حکیم نے بتایا ہے اس کی اولاد میں سے داؤدؑ وسلیمانؑ ہیں جن کو ہم نے ہدایت کی تھی۔ پس تو اے نبی! ان کی ہدایت کی پیروی کر۔ پس حضور ﷺ ان کی اقتدا کے لئے مامور تھے اور یہ صاف ثابت ہے کہ حضرت داؤدؑ نے سجدہ کیا اور حضور ﷺ نے بھی یہ سجدہ کیا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں سورۃ ﴿ص﴾ لکھ رہا ہوں۔ جب آیت سجدہ تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ قلم اور دوات اور میرے آس پاس کی تمام چیزوں نے سجدہ کیا۔ انہوں نے اپنا یہ خواب حضور ﷺ سے بیان کیا۔ پھر آپ ﷺ اس آیت کی تلاوت کے وقت برابر سجدہ کرتے رہے (احمد)

ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ نے منبر پر سورہ ص پڑھی اور سجدے کی آیت تک پہنچ کر منبر پر سے اترے اور سجدہ کیا اور آپ ﷺ کے ساتھ ہی اور سب نے بھی سجدہ کیا۔ ایک اور مرتبہ آپ ﷺ نے اسی سورۃ کی تلاوت کی جب آیت سجدہ تک پہنچے تو لوگوں نے سجدہ کی تیاری کی آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو ایک نبی کی توبہ کا سجدہ تھا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم سجدہ کے لئے تیار ہو گئے ہو۔ چنانچہ آپ ﷺ اترے اور سجدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اسے بخش دیا۔ قیامت کے دن اس کی بڑی قدر و منزلت ہوگی اور نبیوں اور عادلوں کا درجہ وہ پائیں گے۔ حدیث میں ہے کہ عادل لوگ نور کے منبروں پر رحمٰن کی داہنی جانب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ یہ عادل وہ ہیں جو اپنی اہل وعیال میں اور جن کے وہ مالک ہوں عدل وانصاف کرتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے دوست اور سب سے زیادہ اسکے مقرب وہ بادشاہ ہوں گے جو عادل ہوں۔ اور سب سے زیادہ دشمن اور سب سے سخت عذاب میں وہ ہوں گے جو حکمران ظالم ہوں (ترمذی وغیرہ)

حضرت مالکؒ بن دینار فرماتے ہیں قیامت کے دن حضرت داؤدؑ کو عرش کے پائے کے پاس کھڑا کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ اے داؤد! جس پیاری دردناک میٹھی اور جاذب آواز سے تم میری تعریفیں دنیا میں کرتے تھے اب بھی کرو۔ آپؑ فرمائیں گے باری تعالیٰ! اب وہ آواز کہاں رہی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے وہی آواز آج تمہیں پھر عطا فرمائی۔ اب حضرت داؤدؑ اپنی دلکش اور دلربا آواز نکال کر نہایت وجد کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کریں گے۔ جسے سن کر جنتی اور نعمتوں کو بھی بھول جائیں گے اور یہ سریلی آواز اور نورانی گلا ان کو سب نعمتوں سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کر دے گا۔

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾

اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین کا خلیفہ بنا دیا' تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں راہ اللہ تعالیٰ سے بھٹکا دے گی۔ یقیناً جو لوگ راہ اللہ تعالیٰ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں' اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔

بادشاہ اللہ کے حکم کے پابند ہیں: اس آیت میں بادشاہوں اور ذی اختیار لوگوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ قرآن و حدیث کے مطابق فیصلے کیا کریں ورنہ راہ اللہ تعالیٰ سے بھٹک جائیں گے۔ اور جو بھٹک کر اپنے حساب کے دن کو بھول جائے وہ سخت عذابوں میں مبتلا ہوگا۔ حضرت ابوزرعہؒ سے بادشاہ وقت ولید بن عبدالملک نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ خلیفہ وقت سے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں حساب لیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ سچ بتا دوں! خلیفہ نے کہا ضرور سچ ہی بتلاؤ اور آپ کو ہر طرح امن ہے۔ فرمایا اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ سے بہت بڑا درجہ حضرت داؤدؑ کا تھا اور انہیں خلافت کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبوت بھی دے رکھی تھی۔ لیکن باوجود اس کے کتاب اللہ ان سے کہتی ہے ﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا﴾ الخ۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے یوم الحساب کو سخت عذاب ہیں' ان کے بھول جانے کے باعث۔ سدیؒ کہتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے یوم الحساب کے لئے اعمال جمع نہیں کئے۔ آیت کے لفظوں سے اسی قول کو زیادہ مناسبت ہے' واللہ اعلم۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاۗءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿٢٧﴾ۭ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٩﴾

ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو باطل اور ناحق پیدا نہیں کیا' یہ گمان تو کافروں کا ہے۔ سو کافروں کے لئے خرابی ہے آگ کی۔ کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے برابر کر دیں گے جو ہمیشہ زمین میں فساد مچاتے رہے۔ یا پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟ یہ بابرکت کتاب جسے ہم نے تیری طرف اس لئے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں' اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں۔

اللہ نے کوئی چیز بے کار نہیں بنائی: ارشاد ہے کہ مخلوق کی پیدائش عبث اور بے کار نہیں یہ سب عبادت خالق کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ پھر ایک وقت آنے والا ہے کہ ماننے والوں کی سربلندی کی جائے اور نہ ماننے والوں کو سخت سزا دی جائے۔ کافروں کا خیال ہے کہ ہم نے انہیں یونہی پیدا کر دیا ہے دار آخرت اور دوسری زندگی کوئی چیز نہیں' یہ غلط ہے۔ ان کافروں کو قیامت کے دن بڑی خرابی ہوگی۔ کیونکہ اس آگ میں انہیں جلنا پڑے گا جو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے دھونکا رکھی ہے۔ یہ ناممکن ہے اور ان ہونی بات ہے کہ مومن کو مفسد کو اور پرہیزگار اور بدکار کو ایک جیسا کر دیں۔ اگر قیامت آنے والی ہی نہ ہو تب تو یہ دونوں انجام کے لحاظ سے یکساں ہی رہے۔ حالانکہ یہ خلاف انصاف ہے۔ قیامت ضرور آئے گی' نیک کار جنت میں اور گنہگار جہنم میں جائیں گے۔ پس عقلی اقتضا بھی دار آخرت کے ثبوت کو ہی چاہتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ظالم یا پاپی اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے اینٹھا ہوا دنیا میں خوش وقت ہے مال اولاد فراخ دستی اور تندرستی سب کچھ اس کے پاس ہے اور ایک مومن متقی پاک دامن ایک ایک پیسے سے تنگ اور ایک ایک راحت سے دور ہے۔ تو حکمت علیم وحکیم و عادل کا اقتضاء یہ تھا کہ کوئی ایسا وقت بھی آئے کہ اس نمک حرام سے اس کی اس کورنمکی کا بدلہ لیا جائے اور اس صابر وشاکر فرماں بردار کی نیکیوں کا اسے بدلہ دیا جائے اور یہی دار آخرت میں ہونا ہے پس ثابت ہوا کہ اس جہان کے بعد ایک جہان یقیناً ہے۔ چونکہ یہ پاک تعلیم قرآن سے ہی حاصل ہوئی ہے اور اس نیکی کا رہبر یہی ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ یہ مبارک کتاب ہم نے تیری طرف نازل فرمائی ہے تا کہ لوگ اسے سمجھیں اور ذی عقل لوگ اس سے نصیحت حاصل کر سکیں۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں جس نے قرآن کے الفاظ حفظ کر لئے اور قرآن پر عمل نہیں کیا۔ اس نے قرآن میں تدبر وغور بھی نہیں کیا۔ لوگ کہتے ہیں ہم نے پورا قرآن پڑھ لیا لیکن قرآن کی ایک نصیحت یا قرآن کے ایک حکم کا نمونہ ان میں نظر نہیں آتا۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اصل چیز غور وخوض اور نصیحت وعبرت اور عمل ہے۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝۳۰ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝۳۱ فَقَالَ اِنِّىْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝۳۲ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝۳۳

ہم داؤدؑ کو سلیمانؑ نامی فرزند عطا فرمایا۔ جو بڑا اچھا بندہ تھا۔ اور بیحد رجوع رہنے والا تھا۔ ان کے سامنے شام کے وقت تیز رو خاصے کے گھوڑے پیش کئے گئے۔ تو کہنے لگے میں نے اپنے پروردگار کی یاد پر ان گھوڑں کی محبت کو ترجیح دی۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ ان گھوڑوں کو دوبارہ میرے سامنے لاؤ پھر تو پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا شروع کر دیا۔

حضرت سلیمان کا ایک واقعہ: اللہ تعالیٰ نے جو ایک بڑی نعمت حضرت داؤدؑ کو عطا فرمائی تھی اس کا ذکر فرما رہا ہے کہ انکی نبوت کا وارث ان کے لڑکے حضرت سلیمانؑ کو کر دیا۔ اسی لئے صرف حضرت سلیمان کا ذکر کیا ورنہ ان کی اور اولادیں بھی تھیں۔ ایک سو عورتیں آپ کی لونڈیوں کے علاوہ تھیں۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ﴾ (حضرت) داؤد کے وارث (حضرت) سلیمان ہوئے یعنی نبوت آپ کے بعد انہیں ملی۔ یہ بھی بڑے اچھے بندے تھے۔ یعنی خوب عبادت گزار تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والے تھے۔ مکحولؒ کہتے ہیں کہ جناب داؤد نبیؑ نے ایک مرتبہ آپ سے چند سوالات کئے اور ان کے معقول جوابات پا کر فرمایا کہ آپؑ نبی اللہ ہیں۔ پوچھا کہ سب سے اچھی چیز کیا ہے؟ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کی سکینت اور ایمان۔ پھر پوچھا کہ سب سے بری چیز کیا ہے؟ سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا کہ ایمان کے بعد کفر۔ پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ میٹھی چیز کیا ہے؟ عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت۔ پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ ٹھنڈک والی چیز کیا ہے؟ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا لوگوں سے درگزر کرنا اور لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کو معاف کر دینا (ابن ابی حاتم)۔ حضرت سلیمانؑ کے سامنے ان کی بادشاہت کے زمانہ میں ان کے گھوڑے پیش کئے گئے جو بہت تیز رفتار تھے اور تین پیروں پر کھڑے رہتے تھے اور ایک پیر کچھ یونہی ساز مین پر ٹکتا تھا۔ ایک یہ بھی ہے کہ یہ پردار گھوڑے تھے جو تعداد میں بیس تھے۔ ابراہیم تیمی نے گھوڑوں کی تعداد بیس ہزار بتائی ہے واللہ اعلم۔

ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ تبوک یا خیبر کے سفر سے واپس آئے تھے گھر میں تشریف فرما تھے۔ جو تیز ہوا کے جھونکے سے گھر میں ایک کونے کا پردہ ہٹ گیا۔ وہاں حضرت عائشہ کے کھیلنے کی گڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ حضور ﷺ کی نظر بھی پڑ گئی۔ دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ میری گڑیاں ہیں۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ بیچ میں ایک گھوڑا سا بنا ہوا ہے جسکے دو پر بھی کپڑے کے لگے ہوئے

ہیں۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا' گھوڑا ہے۔ فرمایا اور یہ اس کے اوپر دونوں طرف چیتھڑے کے کیا بنے ہوئے ہیں؟ کہا یہ دونوں اس کے پر ہیں۔ فرمایا گھوڑا بھی اچھا ہے اور اس کے پر بھی۔ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمانؑ کے پردار گھوڑے تھے؟ یہ سن کر حضور ﷺ ہنس دیئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے آخری دانت دکھائی دینے لگے۔ حضرت سلیمانؑ ان کے دیکھنے بھالنے میں اس قدر مشغول ہو گئے کہ عصر کی نماز کا خیال ہی نہ رہا۔ بالکل بھول گئے جیسے کہ حضور ﷺ غزوہ خندق کے موقعہ پر ایک دن لڑائی کی مشغولی کی وجہ سے عصر کی نماز نہ پڑھ سکے اور مغرب بعد ادا کی۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ سورج کے ڈوبنے کے بعد حضرت عمرؓ کفار قریش کو برا کہتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے'' حضور! میں تو عصر کی نماز بھی نہ پڑھ سکا'' ۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی اب تک ادا نہیں کر سکا۔ چنانچہ ہم بطحان میں گئے وہاں وضو کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز ادا کی اور پھر مغرب پڑھی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دین سلیمانؑ میں جنگی مصالح کی وجہ سے تاخیر نماز جائز ہو اور یہ جنگی گھوڑے تھے جن کو اسی مقصد سے رکھا تھا۔

چنانچہ بعض علماءؒ نے یہ بھی کہا ہے کہ صلوۃ خوف کے جاری ہونے سے پہلے یہی حال تھا۔ بعض کہتے ہیں جب تلواریں تنی ہوئی ہوں اور لشکر بھڑ گئے ہوں اور نماز کے لئے رکوع وسجود کا امکان ہی نہ ہو تب یہ حکم ہے۔ جیسے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے تستر کی فتح کے موقع پر کیا تھا۔ لیکن ہمارا پہلا قول ہی ٹھیک ہے اس لئے کہ اس کے بعد ہی حضرت سلیمانؑ کا ان گھوڑوں کو دوبارہ طلب کرنا وغیرہ بیان ہوا ہے۔ انہیں کاٹ ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ میرے رب تعالیٰ کی عبادت سے مجھے اس چیز نے غافل کر دیا۔ میں ایسی چیز ہی نہیں رکھنے کا۔ چنانچہ ان کی کوچیں کاٹ دی گئیں اور ان کی گردنیں ماری گئیں۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے گھوڑوں کی پیشانی کے بالوں وغیرہ پر ہاتھ پھیرا۔

امام ابن جریرؒ بھی اسی قول کو اختیار کرتے ہیں کہ بلاوجہ جانوروں کو ایذا پہنچانا ممنوع ہے' ان جانوروں کا قصور نہ تھا جو انہیں کٹوا دیتے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے یہ بات ان کی شرع میں جائز ہو۔ خصوصاً ایسے وقت جب کہ وہ یاد اللہ میں حارج ہوئے اور نماز کا وقت نکل گیا تو دراصل یہ غصہ بھی اللہ کے لئے تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے ان گھوڑوں سے بھی تیز اور ہلکی چیز اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو عطا فرمائی' یعنی ہوا ان کے تابع کر دی۔ حضرت ابوقتادہؓ اور حضرت ابودہماؓ اکثر حج کیا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک گاؤں میں ہماری ایک بدوی سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ تھام کر مجھے بہت کچھ دینی تعلیم دی' اس میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر تو جس چیز کو چھوڑے گا اللہ تعالیٰ تجھے اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَاۗءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاۗءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هٰذَا عَطَاۗؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٤٠﴾

ہم نے سلیمانؑ کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا پھر اس نے رجوع کیا۔ کہا کہ اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے

سوا کسی شخص کے لائق نہ ہو۔ تو بڑا ہی دینے والا ہے۔ پس ہم نے ہوا کو ان کے ماتحت کر دیا وہ آپ کے حکم سے جہاں آپ چاہتے بہ نرمی پہنچا دیا کرتی تھی۔ اور طاقتور جنات کو بھی ان کا ماتحت کر دیا ہر عمارت بنانیوالے کو اور غوطہ خور کو۔ اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے۔ یہ ہے ہمارا عطیہ اب تو احسان کر یا روک رکھ کچھ حساب نہیں۔ انکے لئے ہمارے پاس بڑا نزدیکی کا مرتبہ ہے اور بہت اچھا ٹھکانا ہے۔

حضرت سلیمان کی آزمائش اور اختیارات: ہم نے (حضرت) سلیمان کا امتحان لیا اور ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا یعنی شیطان۔ پھر وہ اپنے تخت و تاج کی طرف لوٹ آئے۔ اس شیطان کا نام صخر تھا یا آصف تھا یا صردتھا یا حقیق تھا۔ یہ واقعہ اکثر مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ کسی نے بہت تفصیل کے ساتھ' کسی نے اختصار کے ساتھ۔ حضرت قتادہؒ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بیت المقدس کی تعمیر کا حکم ہوا کہ اس طرح بناؤ کہ لوہے کی آواز بھی نہ سنی جائے' آپ نے ہر چند تدبیریں کیں لیکن کارگر نہ ہوئیں۔ پھر آپ نے سنا کہ سمندر میں ایک شیطان ہے جس کا نام صخر ہے وہ تو البتہ ایسی ترکیب بتا سکتا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کو کسی طرح لاؤ۔ ایک دریا سمندر میں ملتا تھا۔ ہر ساتویں دن اس میں لبالب پانی آ جاتا تھا۔ اور یہی پانی یہ شیطان پیتا تھا۔ اس کا پانی نکال دیا گیا اور بالکل خالی کر دیا گیا اور بالکل خالی کر کے پانی کو بند کر کے اس کے آنے والے دن اسے شراب سے پر کر دیا گیا۔ یہ جب آیا اور یہ حال دیکھا تو کہنے لگا' ہے تو یہ مزے کی چیز لیکن دشمن عقل ہے' جہالت کو ترقی دینے والی چیز ہے۔ چنانچہ وہ پیاسا ہی چلا گیا۔ جب پیاس کی شدت ہوئی تو مجبوراً یہ سب کچھ کہتے ہوئے پینا ہی پڑا۔ اب عقل جاتی رہی اور اسے حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی دکھائی گئی یا مونڈھوں کے درمیان اس سے مہر لگا دی گئی' یہ بے بس ہو گیا۔ حضرت سلیمانؑ کی حکومت اسی انگوٹھی کی وجہ سے تھی۔ جب یہ حضرت سلیمانؑ کے پاس پہنچا تو آپؑ نے اسے اس کام کے سرانجام دینے کا حکم دیا۔ یہ گیا اور ہدہد کے انڈے لے آیا اور انہیں جمع کر کے رکھ کر ان پر شیشہ رکھ دیا۔ ہدہد آیا' اس نے اپنے انڈے دیکھے' چاروں طرف گھوما لیکن دیکھا کہ ہاتھ نہیں آ سکتے' اڑ کر واپس چلا گیا اور الماس لے آیا اور اس کو اس شیشے پر رکھ کر شیشے کو کاٹنا شروع کیا۔ آخر وہ کٹ گیا اور وہ اپنے انڈے لے گیا۔ اس الماس کو لے لیا گیا اور پھر اسی سے پتھر کاٹ کاٹ کر تعمیر شروع ہوئی۔ حضرت سلیمانؑ جب بیت الخلاء میں یا حمام میں جاتے تو انگوٹھی اتار جاتے۔ ایک دن حمام جانا تھا اور یہ شیطان آپؑ کے ساتھ تھا۔ آپؑ اس وقت فرضی غسل کے لئے جا رہے تھے' انگوٹھی اسی کو سونپ دی اور چلے گئے اس نے انگوٹھی سمندر میں پھینک دی اور شیطان پر حضرت سلیمانؑ کی شکل ڈال دی گئی اور آپؑ سے تخت و تاج چھن گیا۔ سب چیزوں پر شیطان نے قبضہ کر لیا بجز آپؑ کی بیویوں کے اب اس سے بہت سی غیر معروف باتیں بھی ظہور میں آنے لگیں۔ تو اس زمانے میں ایک صاحب تھے' جو ایسے ہی تھے جیسے حضور ﷺ کے زمانہ میں حضرت عمر فاروقؓ۔ انہوں نے کہا بھئی آزمائش کرنی چاہئے مجھے تو یہ شخص سلیمانؑ نہیں معلوم ہوتا۔ چنانچہ ایک روز انہوں نے سوال کیا' کیوں جناب! اگر کوئی شخص رات کو جنبی ہو جائے اور سردی ہونے کی وجہ سے وہ سورج کے طلوع ہوتے تک غسل نہ کرے' تو کیا کوئی حرج تو نہیں؟ اس نے جواب دیا ہرگز نہیں' چالیس دن تک یہ تخت سلیمان پر رہا۔ پھر آپؑ کو مچھلی کے پیٹ سے انگوٹھی مل گئی۔ ہاتھ میں پہنتے ہی پھر تمام چیزیں آپ کی مطیع ہو گئیں' اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ سدیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان کی ایک سو بیویاں تھیں' آپؑ کو سب سے زیادہ اعتبار ان میں سے ایک بیوی پر تھا جنکا نام جرادہ تھا۔ جب جنبی ہوتے یا رفع حاجت کے لئے جاتے تو اپنی انگوٹھی ان ہی کو سونپ جاتے۔ ایک مرتبہ آپؑ پاخانے گئے' پیچھے سے ایک شیطان آپؑ ہی کی صورت بنا کر آیا اور بیوی صاحبہ سے انگوٹھی طلب کی' آپ نے دیدی۔ یہ اس کو لیتے ہی تخت پر بیٹھ گیا۔ اب جو حضرت سلیمان آئے اور انگوٹھی طلب کی' تو بیوی صاحبہ نے کہا آپ انگوٹھی تو لے گئے۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے نہایت پریشان حالی سے محل سے نکل گئے۔ اس شیطان نے چالیس دن تک حکومت کی۔ لیکن احکام کی تبدیلی کو دیکھ کر علماء نے سمجھ لیا کہ یہ سلیمانؑ نہیں۔ چنانچہ ان علماء کی جماعت آپ علیہ السلام کی بیویوں کے پاس آئی اور ان سے کہا یہ کیا معاملہ ہے؟ ہمیں سلیمانؑ کی ذات پر شبہ پیدا ہو گیا ہے اگر یہ واقعی سلیمان ہیں تو ان کی عقل جاتی رہی ہے یا یہ کہ سلیمانؑ نہیں' ورنہ ایسے خلاف شرع احکام نہ دیتے۔ عورتیں یہ سنکر رونے لگیں' اور یہ لوگ وہاں سے واپس آ گئے اور تخت کے اردگرد اسے گھیر کر بیٹھ گئے اور تورات

کھول کر اس کی تلاوت شروع کر دی' یہ خبیث شیطان کلام اللہ تعالیٰ سے بھاگا اور انگوٹھی سمندر میں پھینک دی۔ جسے ایک مچھلی نگل گئی۔ حضرت سلیمانؑ یوں ہی اپنے دن گزارتے تھے۔

ایک مرتبہ سمندر کے کنارے نکل گئے بھوک بہت لگی ہوئی تھی۔ ماہی گیروں کو مچھلیاں پکڑتے ہوئے دیکھ کر' ان کے پاس آ کر ان سے ایک مچھلی مانگی اور اپنا نام بھی بتایا' اس پر بعض لوگوں کو بڑا طیش آیا کہ دیکھو بھیک منگا اپنے آپ کو سلیمان علیہ السلام بتاتا ہے۔ انہوں نے آپؑ کو مارنا پیٹنا شروع کیا۔ آپؑ زخمی ہو گئے اور ایک کنارے جا کر اپنے زخم کا خون دھوتے بیٹھے۔ بعض ماہی گیروں کو رحم آ گیا کہ ایک سائل کو خواہ مخواہ مارا۔ جاؤ بھئی اسے دو مچھلیاں دے آؤ! بھوکا ہے بھون کھائے گا چنانچہ وہ مچھلیاں آپ کو دے آئے۔ بھوک کی وجہ سے آپؑ اپنے زخموں کو اور خون کو تو بھول گئے اور جلدی سے مچھلی کا پیٹ چاک کرنے بیٹھ گئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مچھلی کے پیٹ سے وہ انگوٹھی نکلی۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور انگوٹھی انگلی میں ڈال لی۔ اسی وقت پرندوں نے آ کر آپؑ پر سایہ کر لیا اور لوگوں نے پہچان لیا اور آپؑ سے عذر معذرت کرنے لگے۔ آپؑ نے فرمایا یہ سب امر ربی تھا' اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان تھا۔ آپؑ تشریف لے آئے اور اپنے تخت پر بیٹھ گئے۔ اور حکم دیا کہ اس شیطان کو جہاں بھی وہ ہو گرفتار کر لاؤ' چنانچہ اس کو قید کر لیا گیا۔ آپ علیہ السلام نے اسے ایک لوہے کے صندوق میں بند کیا اور قفل لگا کر اس پر اپنی مہر لگا دیا اور سمندر میں پھکوا دیا جو قیامت تک وہیں قید رہے گا' اس کا نام حقیق تھا۔ آپؑ کی یہ دعا کہ مجھے ایسا ملک عطا فرمایا جائے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو' یہ بھی پوری ہوئی اور ہوائیں آپؑ کے تابع کر دی گئیں۔ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ ایک شیطان سے جس کا نام آصف تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ تم لوگوں کو کس طرح فتنے میں ڈالتے ہو؟ اس نے عرض کیا ذرا مجھے اپنی انگوٹھی دکھاؤ میں ابھی آپؑ کو دکھاتا ہوں۔ آپؑ نے انگوٹھی دیدی اور اس نے اسے سمندر میں پھینک دیا اور خود تخت و تاج کا مالک بن بیٹھا اور آپؑ کے لباس میں لوگوں کو راہ اللہ تعالیٰ سے ہٹانے لگا الخ۔ یاد رہے کہ یہ سب واقعات بنی اسرائیل کے بیان کردہ ہیں۔ اور ان سب سے زیادہ منکر واقعہ وہ ہے جو ابن ابی حاتم میں ہے اور جو اوپر بیان ہوا۔ جس میں آپؑ کی بیوی صاحبہ حضرت جرادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آخر نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ لڑکے آپؑ کو پتھر مارتے تھے۔ آپؑ کی بیویوں سے علماء نے جب تفتیش کی تو انہوں نے کہا کہ ہاں ہمیں بھی اس کے سلیمان علیہ السلام ہونے سے انکار ہے کیونکہ وہ حالت حیض میں ہمارے پاس آتا ہے' شیطان کو جب معلوم ہوا کہ راز کھل گیا ہے' تو اس نے جادو کی اور کفر کی کتابیں لکھوا کر کرسی تلے دفن کر دیں' اور پھر لوگوں کے سامنے انہیں نکلوا کر ان سے کہا دیکھو ان کتابوں کی بدولت سلیمان تم پر حکومت کر رہا تھا۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کو کافر کہنا شروع کر دیا۔ حضرت سلیمانؑ سمندر کے کنارے مزدوری کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے بہت سی مچھلیاں خریدیں۔ مزدور کو بلایا۔ آپ پہنچے۔ اس نے کہا کہ یہ اٹھالو! پوچھا مزدوری کیا دو گے؟ اس نے کہا کہ اس میں سے ایک مچھلی تجھے دیدوں گا۔ آپؑ نے ٹوکرا سر پر رکھا اور اس کے یہاں پہنچا دیا۔ اس نے ایک مچھلی دیدی۔ آپؑ نے اسے لیا پیٹ چاک کرتے ہی وہ انگوٹھی نکل پڑی۔ پہنتے ہی کل شیاطین' جن انسان پھر تابع ہو گئے اور جھرمٹ باندھ کر حاضر ہو گئے۔ آپؑ نے ملک پر قبضہ کیا اور اس شیطان کو سخت سزا دی۔ پس ﴿ثُمَّ اَنَابَ﴾ سے مراد شیطان جو مسلط کیا گیا تھا اس کا لوٹنا ہے۔ اس کی اسناد حضرت ابن عباسؓ تک ہے۔ یہ سند قوی تو ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ اسے حضرت ابن عباسؓ نے اہل کتاب سے لیا ہے۔ یہ بھی اُس وقت جبکہ ہم اسے ابن عباسؓ کا قول مان لیں۔ اہل کتاب کی ایک جماعت حضرت سلیمانؑ کو نبی نہیں مانتی تھی تو عجب نہیں کہ یہ بیہودہ قصہ اسی خبیث جماعت کا گھڑا ہوا ہو۔ اس میں تو وہ چیزیں بھی ہیں جو بالکل ہی منکر ہیں۔ خصوصاً اس شیطان کا آپؑ کی عورتوں کے پاس جانا۔ اور آئمہؒ نے بھی ایسے ہی قصے بیان تو کئے ہیں لیکن اس بات کا سب نے انکار کیا ہے اور کہا کہ کہ جن حضرت سلیمانؑ کی بیویوں کے پاس نہیں جا سکا اور نبی کے گھرانے کی عورتوں کی عصمت و شرافت کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اور بھی بہت سے لوگوں نے ان واقعات کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے لیکن سب کی اصل یہی ہے کہ وہ بنی اسرائیل اور اہل کتاب سے لئے گئے ہیں' واللہ اعلم۔

شیبانیؒ فرماتے ہیں آپؑ نے اپنی انگوٹھی عسقلان میں پائی تھی اور بیت المقدس تک تو اضعاً آپ پیدل چلے تھے۔ امام ابن ابی حاتمؒ نے صفت سلیمانؑ میں کعب احبارؒ سے ایک عجیب خبر روایت کی ہے۔ ابو اسحاق مصری کہتے ہیں کہ جب **ارم ذات العماد** کے قصے سے حضرت کعبؒ نے فراغت حاصل کی تو حضرت معاویہؓ نے کہا' ابو اسحاق! آپ حضرت سلیمانؑ کی کرسی کا ذکر بھی کیجئے۔ تو فرمایا کہ وہ ہاتھی دانت کی تھی۔ در و یاقوت' زبرجد اور لُؤلُؤ سے مُرصّع تھی اور چاروں طرف اس کے سونے کے کھجور کے درخت بنے ہوئے تھے۔ جن کے خوشے بھی موتیوں کے تھے' ان میں جو داہنی جانب تھے ان کے سرے پر سونے کے مور تھے' اور بائیں طرف والوں پر گدھ تھے اور وہ بھی سونے کے تھے۔ اس کرسی کے پہلے درجے پر داہنی جانب دو درخت صنوبر کے سونے کے تھے اور بائیں جانب دو شیر سونے کے بنے ہوئے تھے۔ ان کے سروں پر دو ستون زبرجد کے تھے اور کرسی کے دونوں جانب انگور کی سنہری بیلیں تھیں جو کرسی کو ڈھانپے ہوئے تھیں اسکے خوشے بھی سرخ موتی کے تھے پھر کرسی کے اعلیٰ درجے پر دو شیر سونے کے بہت بڑے بنے ہوئے تھے جن کے اندر خول تھا ان میں مشک و عنبر بھرا رہتا تھا۔ حضرت سلیمانؑ جب کرسی پر آتے تو یہ شیر حرکت کرتے اور ان کے گھومنے سے ان کے اندر سے مشک و عنبر چاروں طرف چھڑک دیا جاتا۔ پھر دو منبر سونے کے بچھا دیئے جاتے۔ ایک آپؑ کے وزیر کا اور ایک اس وقت کے سب سے بڑے عالم کا۔ پھر کرسی کے سامنے ستر منبر سونے کے اور بچھا دیئے جاتے جن پر بنو اسرائیل کے قاضی ان کے علماء اور ان کے سردار بیٹھتے۔ ان کے پیچھے پینتیس منبر سونے کے اور ہوتے تھے جو خالی رہا کرتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ جب تشریف لاتے تو پہلے زینے پر قدم رکھتے ہی کرسی ان تمام چیزوں سمیت گھوم جاتی شیر اپنا داہنا قدم آگے بڑھا دیتا اور گدھ اپنا بایاں پر پھیلا دیتا جب دوسرے درجے پر قدم رکھتے تو شیر اپنا بایاں ہاتھ پھیلا دیتے اور گدھ اپنا داہنا پر۔ جب آپؑ تیسرے درجے پر چڑھ جاتے اور کرسی پر بیٹھ جاتے تو ایک بڑا گدھ آپؑ کا تاج لے کر آپؑ کے سر پر رکھتا پھر کرسی تیزی سے گھومتی۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا' آخر اس کی کیا وجہ؟ فرمایا وہ ایک سونے کی لاٹ پر تھی' جو صخر نامی جن نے بنائی تھی۔ اس کے گھومتے ہی نیچے والے مور گدھ وغیرہ سب اوپر آجاتے اور سر جھکاتے' پروں کو پھڑ پھڑاتے' جس سے آپؑ کے جسم پر مشک و عنبر کا چھڑکاؤ ہو جاتا۔ پھر ایک سونے کا کبوتر تورات اٹھا کر آپؑ کے ہاتھ میں دیتا جسے آپ تلاوت فرماتے' لیکن یہ روایت بالکل غریب ہے۔ حضرت سلیمانؑ کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ مجھے ایسا ملک دے کہ مجھ سے کوئی دوسرا اس کو چھین نہ سکے جیسے کہ اس جسم کا واقعہ ہوا جو آپؑ کی کرسی پر ڈال دیا گیا تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ دوسروں کے لئے ایسے ملک کے نہ ملنے کی دعا کرتے ہوں' لیکن جو بعض لوگوں نے یہ معنے لئے ہیں وہ کچھ ٹھیک نہیں نظر آتے' بلکہ صحیح مطلب یہی ہے کہ آپؑ کی دعا کا یہی مطلب تھا کہ مجھے ایسا ملک اور سلطنت دی جائے کہ میرے بعد پھر کسی اور شخص کو ایسی سلطنت نہ ملے۔ یہی آیت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے اور یہی احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ'' ایک سرکش جن نے گزشتہ شب مجھ پر زیادتی کی اور میری نماز بگاڑ دینی چاہی لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دیا اور میں نے چاہا کہ میں اسے مسجد کے اس ستون سے باندھ دوں تاکہ صبح تم سب اسے دیکھو لیکن اسی وقت مجھے میرے بھائی (حضرت) سلیمان کی دعا یاد آ گئی'

راوی حدیث حضرت روحؒ فرماتے ہیں' پھر حضور ﷺ نے اسے ذلیل وخوار کر کے چھوڑ دیا۔ اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نماز میں کھڑے ہوئے تو ہم نے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ﴿**اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْکَ**﴾ پھر آپ ﷺ نے تین بار فرمایا ﴿**اَلْعَنُکَ بِلَعْنَۃِ اللّٰہِ**﴾ پھر آپ ﷺ نے اس طرح اپنا ہاتھ بڑھایا کہ گویا آپ ﷺ کسی چیز کو لینا چاہتے ہیں۔ جب فارغ ہوئے تو ہم نے آپ ﷺ سے ان دونوں باتوں کی وجہ پوچھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا دشمن ابلیس آگ لے کر میرے منہ میں ڈالنے کے لئے آیا تو میں نے تین مرتبہ اعوذ پڑھی' پھر تین مرتبہ اس پر لعنت بھیجی' لیکن وہ پھر بھی نہ ہٹا۔ پھر میں نے چاہا کہ اس کو پکڑ کر باندھ دوں تاکہ مدینے کے لڑکے اس سے کھیلیں۔ اگر ہمارے بھائی (حضرت) سلمانؑ کی دعا نہ ہوتی تو میں یہی کرتا۔ حضرت عطاء بن یزید لیثیؒ نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو عبید نے ان کے سامنے سے گزرنا چاہا انہوں نے انہیں اپنے ہاتھ سے روک دیا۔ پھر فرمایا مجھ سے حضرت ابو سعید خدریؓ نے حدیث بیان کی کہ'' حضور ﷺ

صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور میں بھی حضور ﷺ کے پیچھے تھا۔ قرائت آپ ﷺ پر خلط ملط ہوگئی تو فارغ ہو کر فرمایا'' کاش تم دیکھتے کہ میں نے ابلیس کو پکڑ لیا تھا اور اس قدر اس کا گلا گھونٹا کہ اس کے منہ کے جھاگ میری شہادت کی اور بیچ کی انگلی پر پڑے۔ اگر میرے بھائی (حضرت) سلیمانؑ کی دعا نہ ہوتی تو وہ صبح ہوتے ہی اس مسجد کے ستون سے بندھا ہوا ملتا اور مدینہ کے بچے اس کو ستاتے ہوتے۔ تم سے جہاں تک ہو سکے اس بات کا خیال رکھو کہ نماز کی حالت میں تمہارے سامنے سے کوئی گزرنے نہ پائے'' (مسند احمد)۔

اور حدیث میں ہے کہ ربیعہ بن یزید بن عبداللہ دیلمی کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کے پاس طائف کے ایک باغ میں گیا جس کا نام ہط تھا۔ آپ اس وقت ایک قریشی کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے جو زانی اور شرابی تھا۔ میں نے ان سے کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ یہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ جو ایک گھونٹ شراب پئے گا اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی توبہ قبول نہ فرمائے گا اور برا آدمی وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں ہی برا ہو گیا ہے' جو شخص صرف نماز ہی کی نیت سے بیت المقدس کی مسجد میں جائے تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسے آج ہی پیدا ہوا۔ وہ شرابی شخص جس کو حضرت عبداللہؓ پکڑے ہوئے تھے وہ تو شراب کا ذکر سنتے ہی جھٹکا دے کر اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا۔ اب حضرت عبداللہ نے فرمایا کسی کو حلال نہیں کہ میرے ذمے وہ بات منسوب کرے جو میں نے نہ کی ہو۔

میں نے تو حضور اکرم ﷺ سے اس طرح سنا ہے کہ'' جو شخص شراب کا ایک گھونٹ بھی پی لے' اس کی چالیس دن کی نماز مقبول نہیں اگر وہ توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ پھر اگر دوبارہ لوٹے پھر چالیس دن تک کی نمازیں نامقبول ہیں پھر اگر توبہ کر لے تو توبہ مقبول ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ تیسری یا چوتھی مرتبہ میں فرمایا کہ اگر پھر لوٹے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو دوزخیوں کے بدن کا خون پیپ اور پیشاب وغیرہ قیامت کے دن پلائے گا' اور حضور ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا' پھر ان پر اپنا نور ڈالا۔ جس پر وہ نور اس دن پڑ گیا وہ تو ہدایت والا ہو گیا اور جس تک وہ نور نہ پہنچا وہ بھٹک گیا۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے علم کے مطابق قلم چل چکا۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں' جن میں سے دو تو ان کو مل گئیں اور ہمیں امید ہے کہ تیسری ہمارے لئے ہو (۱) مجھے ایسا حکم دے جو تیرے حکم کے موافق ہو (۲) مجھے ایسا ملک دے جو میرے بعد کسی کے لئے لائق نہ ہو' (۳) جو شخص اپنے گھر سے اس مسجد کی نماز کے ارادے ہی سے نکلے تو جب وہ لوٹے تو ایسا ہو جائے گویا آج ہی پیدا ہوا۔ پس ہمیں امید ہے کہ یہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے دی ہو۔ طبرانی میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حضرت داؤدؑ کو اپنے لئے ایک گھر بنانے کا حکم دیا۔ حضرت داؤدؑ نے پہلے اپنا گھر بنا لیا اس پر وحی آئی کہ تم نے اپنا گھر میرے گھر سے پہلے بنایا؟ آپؑ نے عرض کیا' پروردگار! یہی فیصلہ کیا گیا تھا۔ پھر مسجد بنانی شروع کی' دیواریں پوری ہو گئیں تو اتفاقاً تہائی حصہ گر گیا۔ آپ نے اللہ سے دعا کی تو جواب ملا کہ تو میرا گھر نہیں بنا سکتا۔ پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ تیرے ہاتھوں سے خون بہا ہے' عرض کیا' اے اللہ وہ بھی تو تیری ہی محبت میں۔ فرمایا' ہاں لیکن وہ میرے بندے تھے۔ میں ان پر رحم کرتا ہوں۔ آپؑ پر یہ کلام سخت دشوار پڑا۔ پھر وحی آئی کہ غمگین نہ ہو! میں اسے تیرے لڑکے سلیمان کے ہاتھوں پورا کراؤں گا۔ چنانچہ آپؑ کے انتقال کے بعد حضرت سلیمانؑ نے اسے بنانا شروع کیا۔ جب پورا کر چکے تو بڑی بڑی قربانیں کیں اور ذبیحے ذبح کئے اور بنو اسرائیل کو جمع کر کے خوب کھلایا پلایا۔ چنانچہ وحی کا نزول ہوا کہ تو نے یہ سب کچھ میرے حکم کی تعمیل کی خوشی میں کیا ہے' لہذا تو مجھ سے مانگ' جو مانگے گا پائیگا' عرض کیا اے اللہ! میرے تین سوال ہیں' مجھے ایسا فیصلہ سجھا جو تیرے منشا کے مطابق ہو' اور ایسا ملک دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو' اور جو اس گھر میں آئے صرف نماز کے ارادے سے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا آزاد ہو جائے جیسے آج ہی پیدا ہوا ہے۔ ان میں سے دو چیزیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرما دیں اور مجھے امید ہے کہ تیسری بھی دیدی گئی ہو۔ رسول اللہ ﷺ اپنی ہر دعا کو ان لفظوں سے شروع فرماتے۔ ﴿سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَلِيِّ الْاَعْلَى الْوَهَّابِ﴾ (مسند احمد)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت داؤدؑ کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ سے فرمایا' مجھ سے اپنی حاجت طلب

کرو۔ آپ نے عرض کیا اے اللہ ! مجھے ایسا دل دے جو تجھ سے ڈرتا رہے جیسے کہ میرے والد کا دل تجھ سے خوف کیا کرتا تھا' اور میرے دل میں اپنی محبت ڈال دے' جیسے کہ میرے والد کے دل میں تیری محبت تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوا کہ میرا بندہ عین میری عطا کے وقت بھی مجھ سے میرا ڈر اور میری محبت طلب کرتا ہے۔ مجھے اپنی قسم میں اسے اتنی بڑی سلطنت دوں گا جو اس کے بعد کسی کو نہ ملے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی ماتحتی میں ہوائیں کر دیں اور جنات کو بھی ان کا ماتحت بنا دیا اور اس قدر ملک و مال پر بھی انہیں حساب قیامت سے آزاد کر دیا۔

ابن عساکر میں ہے کہ حضرت داؤد نے دعا کی کہ باری تعالیٰ ! سلیمان کے ساتھ بھی ایسے لطف و کرم سے پیش آ جو لطف و کرم تیرا مجھ پر رہا' تو وحی نازل ہوئی کہ سلیمان سے کہدو وہ بھی اسی طرح میرا رہے جس طرح تو میرا تھا' تو میں بھی اس کے ساتھ ہو جاؤں گا جیسے کہ تیرے ساتھ تھا۔ پھر بیان ہو رہا ہے کہ جب حضرت سلیمان نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں آ کر ان خوبصورت پیارے وفادار تیز رو گھوڑوں کو کاٹ ڈالا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں ان کے عوض ان سے بہتر چیز عطا فرمائی' یعنی ہوا کو ان کے تابع فرمان کر دیا جو ایک مہینہ کی راہ کو صبح کی ایک گھڑی میں طے کر دیتی تھی' اور اسی طرح شام کو۔ جہاں کا ارادہ کرتے وہیں ذرا سی دیر میں پہنچا دیتی۔ جنات کو بھی حضرت سلیمان کے تابع کر دیا۔ اُن میں سے بعض بڑی اونچی لمبی سنگین پختہ عمارت کے بنانے کے کام سرانجام دیتے تھے جو انسانی طاقت سے باہر تھا اور بعض غوطہ خور تھے جو سمندر کی تہ میں سے لولو اور جواہر اور دیگر قسم قسم کی نفیس و نادر چیزیں لا دیتے تھے۔ پھر اور کچھ تھے جو بھاری بھاری بیڑیوں میں جکڑے رہتے تھے' یہ یا تو وہ تھے جو حکومت سے سرتابی کرتے تھے یا کام کاج میں شرارت اور کمی کرتے تھے یا لوگوں کو ستاتے اور ایذا دیتے تھے۔ یہ ہے ہماری مہربانی اور ہماری بخشش اور ہمارا انعام اور ہمارا عطیہ' اب تجھے اختیار ہے جس سے جو چاہے سلوک کر سب بے حساب ہے کسی پر پکڑ نہیں' جو تیری زبان سے نکلے گا وہ حق ہوگا صحیح حدیث میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اختیار دیا گیا کہ اگر چاہیں عبد و رسول رہیں یعنی جو حکم دیا جائے بجا لاتے رہیں اور اگر چاہیں نبی اور بادشاہ بنا دیئے جائیں' جسے چاہیں دیں اور جسے چاہیں نہ دیں اور اس کا کوئی حساب اللہ تعالیٰ کے ہاں نہ لیا جائے۔ تو آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل سے مشورہ لیا اور آپ کے مشورے سے پہلی بات قبول فرمائی۔ کیونکہ فضیلت کے لحاظ سے اور اعلیٰ وہی ہے۔ گو نبوت و سلطنت بھی بڑی چیز ہے۔ اسی لئے حضرت سلیمان کے دنیوی عز و جاہ بیان کرتے ہی فرمایا کہ وہ دار آخرت میں بھی ہمارے پاس بڑے مرتبے اور بہترین بزرگی اور اعلیٰ تر قرب و نزدیکی رکھتے ہیں۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ﴿٤١﴾ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ ۖ هَٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٤٣﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِب بِّهِ وَلَا تَحْنَثْ ۗ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۚ نِّعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٤٤﴾

وقف لازم

ہمارے بندے ایوب کا بھی ذکر کر' جب کہ اس نے اپنے رب تعالیٰ کو پکارا کہ مجھے شیطان نے رنج اور دکھ پہنچایا ہے۔ اپنا پاؤں مارو' یہ ہے نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا پانی' اور ہم نے اسے اس کا پورا کنبہ عطا فرمایا بلکہ اتنا ہی اور بھی اسی کے ساتھ اپنی خاص رحمت سے اور عقلمندوں کی نصیحت کے لئے۔ اور اپنے ہاتھ میں تنکیوں کی ایک جھاڑو لے کر مار دے اور قسم کا خلاف نہ کر۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اسے بڑا صابر بندہ پایا۔ وہ بڑا نیک بندہ تھا' اور بڑی ہی رغبت رکھنے والا۔

حضرت ایوب کا ذکر اور ان کی بیماری: حضرت ایوب کا ذکر ہو رہا ہے اور ان کے صبر کی اور امتحان میں پاس ہونے کی تعریف بیان ہو رہی ہے کہ مال برباد ہو گیا' اولادیں مر گئیں' جسم مریض ہو گیا۔ یہاں تک کہ سوئی کے ناکے کے برابر سارے جسم میں ایسی جگہ نہ تھی جہاں

بیماری نہ ہو۔صرف دل سلامت رہ گیا تھا۔ اور پھر فقیری اور مفلسی کا یہ حال تھا کہ ایک وقت کا کھانا پاس نہ تھا اور اس حال میں کوئی ایسا نہ تھا جو خبر گیری کرتا سوائے ایک اپنی بیوی صاحبہؓ کے' جن کے دل میں خوف الٰہی اور اپنے شوہر کی محبت تھی۔لوگوں کا کام کاج کر کے اپنا اور اپنے شوہر کا پیٹ پالتی تھیں۔آٹھ سال تک یہی حال رہا۔حالانکہ اس سے پہلے ان سے زیادہ مالدار کوئی دوسرا نہ تھا۔اولاد بھی بکثرت تھی اور دنیا کی ہر راحت موجود تھی۔اب ہر چیز چھین لی گئی تھی' اور شہر کا کوڑا کرکٹ جہاں ڈالا جاتا تھا وہاں آپؑ کو لا بٹھایا تھا۔اسی حال میں ایک دو دن نہیں سال دو سال نہیں اٹھارہ سال کامل گزرے' اپنے اور غیر ہر ایک نے منہ پھیرلیا تھا حتیٰ کہ خیریت پوچھنے والا بھی کوئی نہ تھا۔صرف آپؑ کی یہی ایک بیوی صاحبہ تھیں جو ہر وقت دن و رات آپؑ کی خدمت میں کمربستہ تھیں' البتہ پیٹ پالنے کے لئے محنت و مزدوری کے وقت آپ کی خدمت سے مجبوراً علیحدہ ہونا پڑتا تھا۔بلا آخر دور آزمائش کے ختم ہونے کا وقت آیا اور اس برگزیدہ بندے نے رب العالمین الہ المرسلین کی بارگاہ میں تضرع وزاری کی اور کپکپاتے ہوئے ہونٹوں' حضور قلب کے ساتھ دعا کی کہ اے میرے پروردگار پالنہار اللہ ! مجھے دکھ نے تڑپا دیا ہے اور تو ارحم الرحمین ہے۔یہاں جو دعا ہے اس میں جسمانی تکلیف اور مال و اولاد کے دکھ درد کا ذکر کیا۔اسی وقت رحیم و کریم اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا' اور حکم ہوا کہ زمین پر اپنا پاؤں مارو۔پاؤں لگتے ہی وہاں ایک چشمہ ابلنے لگا حکم ہوا کہ اس پانی سے غسل کرلو! غسل کرتے ہی بدن کی تمام بیماری اس طرح جاتی رہی گویا تھی ہی نہیں پھر حکم ہوا کہ اور جگہ ایڑی مارو! وہاں پاؤں مارتے ہی دوسرا چشمہ جاری ہو گیا۔حکم ہوا کہ اس کا پانی پی لو! اس پانی کے پیتے ہی اندرونی بیماریاں بھی جاتی رہیں اور ظاہر و باطن کی عافیت اور کامل تندرستی حاصل ہو گئی۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اٹھارہ سال تک اللہ تعالیٰ کے یہ پیغمبر دکھ درد میں مبتلا رہے' اپنے اور غیر سب نے چھوڑ دیا۔ہاں آپؑ کے دو مخلص دوست صبح شام خیریت اور مزاج پرسی کے لئے آ جایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ ایک نے دوسرے سے کہا میرا خیال یہ ہے کہ ایوبؑ نے اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی نافرمانی کی ہے کہ اٹھارہ سال سے اس بلا میں مبتلا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا۔اس دوسرے شخص نے شام کو حضرت ایوبؑ سے اس شخص کی یہ بات ذکر کردی۔آپؑ کو سخت رنج ہوا اور فرمایا میں نہیں جانتا کہ وہ ایسا کیوں کہتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میری تو یہ حالت تھی کہ جب دو شخصوں کو آپس میں جھگڑتے دیکھتا اور دونوں اللہ تعالیٰ کو بیچ میں لاتے تو مجھ سے یہ نہ دیکھا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے عزیز نام کی اس طرح یادگی جائے' کیونکہ دو میں سے ایک تو ضرور مجرم ہوگا اور دونوں اللہ تعالیٰ کا نام لے رہے ہیں' تو میں اپنے پاس سے دے دلا کر ان کے جھگڑے کو ختم کر دیتا کہ نام اللہ تعالیٰ کی بے ادبی نہ ہو۔آپؑ سے اس وقت چلا پھرا بلکہ اٹھا بیٹھا بھی نہیں جاتا تھا۔پاخانے کے بعد آپ کی بیوی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو اٹھا کر لاتی تھیں۔ایک مرتبہ وہ موجود نہ تھیں آپ کو بہت تکلیف ہوئی' آپ نے اس روز بارگاہ الٰہی میں اپنی صحت کے لئے دعا کی۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی کہ زمین پر لات مارو۔بہت دیر کے بعد جب آپؑ کی بیوی صاحبہ آئیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ مریض شوہر تو ہے نہیں اور کوئی دوسرا تندرست شخص نورانی چہرے والا بیٹھا ہوا ہے۔پہچان نہ سکیں اور دریافت کرنے لگیں کہ '' اے اللہ کے نیک بندے! یہاں اللہ کے ایک نبیؑ جو درد دکھ میں مبتلا تھے انہیں دیکھا ہے؟ واللہ جب وہ تندرست تھے تو قریب قریب تم جیسے ہی تھے'' ۔ آپؑ نے فرمایا وہ میں ہی ہوں۔راوی کہتا ہے کہ آپؑ کی دو کوٹھیاں تھیں' ایک گیہوں کے لئے اور ایک جو کے لئے۔اللہ تعالیٰ نے دو ابر بھیجے ایک نے سونا برسا اور ایک کوٹھی اناج کی اس سے بھر گئی اور دوسرے میں سے بھی سونا برسا اور دوسری بھی بھر گئی (ابن جریر۔)

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت ایوب ننگے ہو کر نہا رہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹڈیاں برسنے لگیں' آپؑ نے جلدی جلدی ان کو اپنے کپڑے میں سمیٹنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے ایوب! کیا میں نے تمہیں غنی اور بے پرواہ نہیں کر رکھا۔آپؑ نے جواب دیا ہاں اے اللہ بیشک تو نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔میں سب سے غنی اور بے نیاز ہوں لیکن تیری رحمت سے بے نیاز نہیں ہوں۔بلکہ اس کا تو پورا محتاج ہوں۔پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اس صابر پیغمبرؑ کو نیک بدلے اور بہتر جزائیں عطا فرمائیں۔اولاد بھی دی

اور اسی کے مثل اور بھی دی۔ بلکہ حضرت حسنؒ اور قتادہؒ سے تو منقول ہے کہ مردہ اولاد اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دی اور اتنی ہی مزید اولاد عطا کی۔ یہ تھا اللہ تعالیٰ کا رحم جو ان کے صبر و استقلال' رجوع الی اللہ اور تواضع و انکساری کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا اور عقلمندوں کے لئے نصیحت و عبرت ہے وہ جان لیتے ہیں کہ صبر کا انجام کشادگی ہے اور رحمت و راحت ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت ایوبؑ اپنی بیوی کے کسی کام کی وجہ سے ان پر ناراض ہو گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اپنے بالوں کی ایک لٹ بیچ کر ان کے لئے کھانا لائی تھیں اس بات پر آپ ناراض ہوئے اور قسم کھالی تھی کہ شفا ہو جانے کے بعد سو کوڑے ماریں گے۔ دوسروں نے وجہ ناراضگی اور بیان کی ہے۔ جب آپؑ تندرست اور صحیح سالم ہو گئے تو ارادہ کیا کہ اپنی قسم کو پورا کریں۔ لیکن ایسی نیک صفت خاتون ایسی سزا کے لائق نہ تھیں جو حضرت ایوبؑ نے طے کر رکھی تھی۔ جس عورت نے اس وقت خدمت کی جب کوئی دردمند اور ساتھی نہ تھا۔ اس لئے رب العالمین اور ارحم الراحمین نے ان پر رحم کیا اور اپنے نبیؑ کو حکم دیا کہ قسم پوری کرنے کے لئے کھجور کی ٹہنی لے لو جس میں ایک سو سینکیں ہوں اور ایک انہیں مار دو۔ ایسا کر دینے سے قسم پوری ہو جائے گی اور ایک ایسی صابرہ شاکرہ نیک بیوی پر سزا بھی نہ ہو گی۔ یہی دستور الٰہی ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو جو اس سے ڈرتے رہتے ہیں' برائیوں اور بدیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ حضرت ایوب کی ثناء و صفت بیان کرتا ہے کہ ہم نے ان کو بڑا صابر و ضابط پایا وہ بڑا نیک اور اچھا بندہ ثابت ہوا۔ اس کے دل میں ہماری سچی محبت تھی۔ وہ ہماری ہی طرف جھکتا رہا اور ہم ہی سے لو لگائے رہا۔ اسی لئے فرمان اللہ تعالیٰ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے چھٹکارے کی صورت نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جو اس کے خیال میں بھی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام میں پورا اترتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ کچھ دار علماء کرام نے اس آیت سے بہت سے ایمانی وغیرہ مسائل اخذ کئے ہیں' واللہ اعلم

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿٤٥﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿٤٦﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿٤٧﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿٤٨﴾

ہمارے بندوں ابراہیمؑ اسحٰق اور یعقوبؑ کا بھی لوگوں سے ذکر کرو جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔ ہم نے انہیں ایک امتیازی بات یعنی آخرت کی یاد کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا' یہ سب ہمارے نزدیک برگزیدہ اور بہترین لوگ تھے' اسمٰعیل یسعؑ اور ذوالکفل کا بھی ذکر کر دیجئے۔ یہ سب بہترین لوگ تھے۔ یہ ہے نصیحت۔

حضرت ابراہیمؑ اسحٰقؑ اور یعقوبؑ کا ذکر: اللہ تعالیٰ اپنے عابد بندوں اور رسولوں کی فضیلتوں کو بیان فرما رہا ہے اور ان کے نام گنوا رہا ہے۔ ابراہیمؑ اسحاقؑ اور یعقوب علیہم الصلوۃ والسلام۔ اور فرماتا ہے کہ انکے اعمال بہت بہتر تھے اور صحیح علم بھی رکھتے تھے۔ ساتھ ہی عبادت الٰہی میں قوی تھے اور قدرت کی طرف سے ان کو بصیرت عطا فرمائی گئی تھی' دین میں سمجھ دار تھے۔ اطاعت الٰہی میں نہایت درجہ استقامت رکھتے تھے۔ حق کو دیکھنے والے تھے۔ ان کے نزدیک دنیا کی کوئی اہمیت نہ تھی' صرف آخرت کا ہی ہر وقت خیال بندھا رہتا تھا۔ ہر عمل آخرت کے لئے ہی ہوتا تھا۔ دنیا کی محبت سے وہ الگ تھے اور آخرت کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔ وہ اعمال اختیار کرتے تھے جو جنت کا مستحق بنا دیں۔ لوگوں کو بھی نیک اعمال کی ترغیب دیتے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن بہترین بدلے اور افضل مقامات عطا فرمائے گا۔ یہ بزرگان دین اللہ تعالیٰ کے چیدہ مخلص اور خاص الخاص بندے ہیں۔ اسماعیل' یسع اور ذوالکفل صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین بھی پسندیدہ

اور خاص بندوں میں تھے۔ ان کے حالات سورہ انبیاء میں گزر چکے ہیں اس لئے ہم نے یہاں بیان نہیں کئے ان فضائل میں ان کے لئے نصیحت ہے جو پند و نصیحت حاصل کرنے کے اور قبول کرنے کے عادی ہیں۔ اور یہ مطلب بھی ہے کہ یہ قرآن عظیم ذکر یعنی نصیحت ہے

هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٤٩﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿٥٠﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾

یقین مانو کہ پرہیزگاروں کی بڑی اچھی جگہ ہے۔ یعنی ہمیشگی والی جنتیں جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ جن میں بافراغت تکیے لگائے بیٹھے ہوئے طرح طرح کے میوے اور قسم قسم کی شرابوں کی فرمائشیں کر رہے ہیں۔ اور ان کے پاس نیچی نظروں والی ہم عمر کمسن حوریں ہوں گی۔ یہ ہے جس کا وعدہ تم سے حساب کے دن کیا جاتا تھا۔ بے شک یہ روزیاں خاص ہمارا عطیہ ہیں جن کا کبھی خاتمہ ہی نہیں۔

جنت کی نعمتیں: نیک کار تقویٰ والوں کے لئے دار آخرت میں کتنا پاک بدلہ اور کیسی پیاری جگہ ہے۔ ہمیشگی کی جنتیں ہیں جنکے دروازے ان کے لئے بند نہیں بلکہ کھلے ہوئے ہیں کھلوانے کی بھی زحمت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک محل عدن ہے جس کے آس پاس برج ہیں۔ جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار چادریں ہیں۔ اس میں صرف نبیؑ یا صدیقؓ یا شہید یا عادل بادشاہ ہی رہیں گے (ابن ابی حاتم)

اور یہ تو بہت سی بالکل صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ اپنے تختوں پر تکیہ لگائے بے فکری سے چار زانو با آرام بیٹھے ہوئے ہوں گے اور جس میوے کو یا جس قسم کی شراب کو جی چاہے حکم کے ساتھ خدام باسلیقہ حاضر کر دیں گے۔ ان کے پاس ان کی بیویاں ہوں گی جو عفیفہ پاک دامن نیچی نگاہوں والی اور ان سے محبت و عشق رکھنے والی ہوں گی' جن کی نگاہیں کبھی دوسرے کی طرف نہ اٹھیں نہ اٹھ سکیں۔ ان کی ہم عمر اور ان کی عمر کے لائق ہوں گی۔ ان صفات والی جنت کا وعدہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے والے بندوں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن یہ اس کے وارث و مالک ہوں گے۔ جب کہ قبروں سے اٹھ کر' آگ سے نجات پا کر' حساب سے فارغ ہو کر' یہاں جا کر با آرام بسیں گے۔ یہ ہے ہمارا انعام جس میں نہ کبھی کمی آئے گی اور نہ یہ منقطع ہوگا۔ جیسے فرمایا ﴿مَا عِنْدَ كُمْ يَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ﴾ تمہارے پاس جو ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ اور آیت میں ﴿غَيْرَ مَجْذُوْذٍ﴾ ہے اور جگہ ﴿غَيْرُ مَمْنُوْنٍ﴾ بھی ہے' مطلب یہ ہے کہ نہ اس میں کبھی کمی اور گھاٹا آئے گا اور نہ کبھی وہ ختم اور فنا ہوگا۔ جیسے ارشاد ہے ﴿اُكُلُهَا دَائِمٌ وَّ ظِلُّهَا﴾ الخ اس کے میوے اور کھانے پینے اور اس کے سایے دائمی ہیں۔ پرہیزگاروں کا انجام یہی ہے اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سے آیتیں ہیں۔

هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿٥٥﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ

لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ﴿٦٢﴾ أَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾

یہ تو ہوئی جزا' یاد رکھو کہ سرکشوں کے لئے بڑی بری جگہ ہے۔ جو دوزخ ہے۔ جس میں وہ جائیں گے' آہ! کیا ہی برا بچھونا ہے' یہ ہے' پس اسے چکھیں گرم پانی اور پیپ۔ اور کچھ اور اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں۔ یہ ایک قوم ہے جو تمہارے ساتھ آگ میں جانیوالی ہے' انہیں خوشی اور کشادگی نہ ہو' یہی تو جہنم میں جانے والے ہیں۔ وہ کہیں گے بلکہ تم ہی ہو کہ تمہیں خوشی نہ ہو۔ تم ہی نے تو اسے پہلے ہی سے ہمارے سامنے لا رکھا تھا۔ پس رہنے کی بڑی بری جگہ ہے۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! جس نے کفر کی رسم ہمارے لئے پہلے نکالی ہو اس کے حق میں جہنم کی دگنی سزا کر دے۔ جہنمی کہیں گے یہ کیا بات ہے کہ وہ لوگ ہمیں دکھائی نہیں دیتے جنہیں ہم برے لوگوں میں شمار کرتے تھے۔ کیا ہم نے ہی ان کا مذاق بنا رکھا تھا یا ہماری نگاہیں ان سے بہک رہی ہیں؟ یقین جانو کہ دوزخیوں کا یہ جھگڑا ضرور ہی ہوگا۔

جہنم کی سختیاں: مذکورہ بالا آیتوں میں نیکوں کا حال بیان کیا تو یہاں بدکار لوگوں کا حال بیان فرما رہا ہے جو اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانتے تھے' کہ ان کے لوٹنے کی جگہ بہت بری ہے اور وہ جہنم ہے جس میں یہ لوگ داخل ہوں گے اور چاروں طرف سے انہیں آتش دوزخ گھیر لے گی۔ یہ نہایت ہی برا بچھونا ہے۔ حمیم اس پانی کو کہتے ہیں جس کی حرارت اور گرمی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔ اور غساق کہتے ہیں اس ٹھنڈ کو جس کی سردی انتہا کو پہنچ چکی ہو۔ پس ایک طرف آگ کا گرم عذاب دوسری جانب ٹھنڈ کا سرد عذاب اور اسی طرح قسم قسم کے جوڑ جوڑ کے عذاب' جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر ایک ڈول غساق کا دنیا میں بہایا جائے تو تمام اہل دنیا بدبودار ہو جائیں۔ حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ غساق نامی جہنم میں ایک نہر ہے جس میں سانپ' بچھو وغیرہ کا زہر جمع ہوتا ہے پھر وہ گرم ہو کر پکنے لگتا ہے' اس میں جہنم والوں کو غوطے دیئے جائیں گے جس سے ان کا سارا گوشت پوست جھڑ جائے گا اور پنڈلیوں میں لٹک جائے گا۔ جسے وہ اس طرح گھسیٹتے پھریں گے جیسے کوئی شخص اپنا کپڑا گھسیٹ رہا ہو (ابن ابی حاتم)

غرض سردی کا عذاب الگ ہوگا گرمی کا الگ ہوگا۔ حمیم پینے کو زقوم کھانے کو۔ کبھی آگ کے پہاڑوں پر چڑھایا جاتا ہے تو کبھی آگ کے گڑھوں میں دھکیلا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس عذاب سے بچائے۔ اب جہنم والوں کا جھگڑا ان کا تنازع اور ایک دوسرے کو برا کہنے کا بیان ہو رہا ہے جیسے کہ ایک دوسری آیت میں ہے ﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ﴾ الخ ہر گروہ دوسرے پر بجائے سلام کے لعنت بھیجے گا' ایک دوسرے کو جھٹلائے گا اور ایک دوسرے پر الزام رکھے گا۔ ایک جماعت جو پہلے جہنم میں جا چکی ہے وہ دوسری جماعت کو داروغہ جہنم کے ساتھ آتی ہوئی دیکھ کر کہے گی کہ یہ گروہ جو تمہارے ساتھ ہے انہیں مرحبا نہ ہو اس لئے کہ یہ بھی جہنمی گروہ ہے۔ وہ آنے والے ان سے کہیں گے کہ تمہارے لئے مرحبا نہ ہو تم ہی تو تھے کہ ہمیں ان برے کاموں کی طرف بلاتے رہے' جن کا انجام یہ ہوا۔ پس بری منزل ہے۔ پھر کہیں گے کہ اے باری تعالیٰ! جس نے ہمارے لئے اس کی تقدیم کی تو اس کو دوگنا عذاب کر' جیسے فرمان ہے ﴿قَالَتْ أُخْرٰهُمْ لِأُولٰهُمْ رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ أَضَلُّونَا﴾ الخ یعنی بعد کو بدکار ہونے والے لوگ' اولین بدکاروں کے بارے میں عرض کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! انہوں نے ہی تو ہم کو بھی گمراہ کیا تھا' لہٰذا تو ان کو دگنا عذاب کر! اللہ تعالیٰ فرمائیگا ہر ایک کے لئے دگنا ہی ہے' لیکن تم واقف نہیں۔ یعنی ہر ایک کے لئے ایسا عذاب ہے جو اسے بس ہے۔ چونکہ کفار وہاں مومنوں کو نہ پائیں گے جن کو اپنے خیال میں بہکا ہوا جانتے تھے' تو آپس میں ذکر کریں گے کہ اس کی وجہ کیا ہے جو ہمیں مسلمان جہنم میں نظر نہیں آتے؟

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ابوجہل کہے گا کہ بلال' عمار اور صہیب وغیرہ کہاں ہیں؟ وہ تو نظر ہی نہیں آتے۔ غرض ہر کافر یہی کہے

گا کہ وہ لوگ جنکو ہم دنیا میں شریر گنتے تھے وہ آج یہاں نظر نہیں آتے۔ کیا ہماری ہی غلطی تھی کہ ہم انہیں دنیا میں خاطر میں نہ لاتے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے؟ لیکن نہیں' ہمارا یہ معاملہ ان کے ساتھ درست تھا وہ ہوں گے تو جہنم میں ہی لیکن کسی ایسی طرف ہیں کہ ہماری نگاہ ان پر نہیں پڑتی۔ اسی وقت اہل بہشت کی جانب سے آواز آئیگی کہ اے اہل دوزخ! ادھر دیکھو۔ ہم نے تو اپنے رب تعالیٰ کے وعدے کو حق پایا۔ تم اپنی کہو' کیا اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے نکلے؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں بالکل سچ نکلے۔ اسی وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اسی کا بیان آیات قرآنیہ ﴿وَنَادَىٰ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ﴾ سے ﴿وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾ تک بیان ہوا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ) جو خبر میں آپ کو دے رہا ہوں کہ جہنمی اس بات پر لڑیں جھگڑیں گے اور آپس میں ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے' یہ بالکل سچی واقعی اور ٹھیک خبر ہے' جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿٦٧﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٦٩﴾ اِنْ يُّوْحٰى اِلَيَّ اِلَّا اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٧٠﴾

کہہ دیجئے کہ میں تو صرف ہوشیار کرنے والا ہوں' اور بجز اللہ واحد غالب کے اور کوئی لائق عبادت نہیں۔ جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے' وہ زبردست اور بڑا بخشنے والا ہے۔ تو کہہ دے کہ یہ بہت بڑی خبر ہے۔ جس سے بے پرواہ ہو رہے ہو۔ مجھے ان بلند قدر فرشتوں کی بات چیت کا مطلقاً علم ہی نہیں۔ میری طرف فقط یہی وحی کی جاتی ہے کہ میں تو صاف صاف آگاہ کر دینے والا ہوں۔

نبی ﷺ کا ایک سہانا خواب: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ کافروں سے کہہ دو کہ میری نسبت تمہارے خیالات محض غلط ہیں' میں تو تمہیں ڈر کی خبر پہنچانے والا ہوں۔ بجز اللہ وحدہ لاشریک لہ اور کوئی قابل پرستش نہیں' وہ اکیلا ہے وہ ہر چیز پر غالب ہے' ہر چیز اس کے ماتحت ہے۔ وہ زمین وآسمان اور ہر ہر چیز کا مالک ہے اور سب تصرفات اسی کے قبضے میں ہیں۔ وہ عزتوں والا ہے اور باوجود اس عظمت وعزت کے بڑا ہی بخشنے والا ہے۔ یہ بہت بڑی چیز ہے۔ یعنی میرا رسول کی حیثیت سے تمہارے درمیاں آنا۔ مگر تم اے غافلو! میری بیان کردہ حقیقتوں سے اعراض کر رہے ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بڑی چیز ہے' یعنی قرآن کریم۔ حضرت آدمؑ کے بارے میں فرشتوں کے درمیان جو کچھ اختلاف ہوا اگر رب تعالیٰ کی وحی میرے پاس نہ آئی ہوتی تو مجھے اس کی بابت کیا علم ہوتا؟ ابلیس کا آپ کو سجدہ کرنے سے منکر ہونا اور رب تعالیٰ کے سامنے اس کی مخالفت کرنا اور اپنی بڑائی جتانا وغیرہ' ان سب باتوں کو میں کس طرح جان سکتا تھا؟

مسند احمد میں ہے کہ ایک دن صبح کی نماز میں حضور ﷺ نے بہت دیر کر دی' یہاں تک کہ سورج طلوع ہونے کا وقت آ گیا۔ پھر بہت جلدی کرتے ہوئے آپ تشریف لائے' تکبیر کہی گئی اور آپ ﷺ نے ہلکی نماز پڑھائی۔ اس کے بعد ہم سے فرمایا' تھوڑی دیر ٹھہرے رہو۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا' رات میں نماز تہجد پڑھ رہا تھا کہ مجھے اونگھ آنے لگی' یہاں تک کہ میں جاگا اور میں نے دیکھا کہ گویا اپنے رب تعالیٰ کے پاس ہوں۔ میں نے اپنے پروردگار کو بہترین عمدہ صورت میں دیکھا۔ مجھ سے جناب باری تعالیٰ نے دریافت فرمایا' جانتے ہو کہ عالم بالا کے فرشتے اس وقت کس امر میں گفتگو اور سوال وجواب کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا میرے رب! مجھے کیا خبر؟ تین مرتبہ کے سوال وجواب کے بعد میں نے دیکھا کہ میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان اللہ عزوجل نے ہاتھ رکھا' یہاں تک کہ انگلیوں کی ٹھنڈک مجھے میرے سینے میں محسوس ہوئی اور مجھ پر ہر ایک چیز روشن ہو گئی۔ پھر مجھ سے فرمایا اب بتاؤ! ملا اعلیٰ میں کیا بات چیت ہو رہی ہے؟ میں نے کہا' گناہوں کے کفارے کی۔ فرمایا پھر تم بتاؤ کفارے کیا کیا ہیں؟ میں نے کہا نماز باجماعت کے لئے قدم اٹھا کر جانا' نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھے رہنا اور دل کے نہ

چاہنے پر بھی کامل وضو کرنا۔ پھر مجھ سے میرے اللہ تعالیٰ نے پوچھا' درجے کیا ہیں؟ میں نے کہا کھانا کھلانا۔ نرم کلامی اختیار کرنا۔ اور راتوں کو جب کہ لوگ سوئے پڑے ہوں نماز پڑھنا۔ اب مجھ سے میرے رب تعالیٰ نے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے؟ میں نے کہا' میں نیکیوں کا کرنا' برائیوں کا چھوڑنا' مسکینوں سے محبت رکھنا اور تیری بخشش اور تیرا رحم اور جب تیرا ارادہ کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ہو تو اس فتنے میں مبتلا ہونے سے پہلے کی موت اور تیری محبت اور تجھ سے محبت رکھنے والوں کی محبت اور ان کاموں کی چاہت جو تیری محبت سے قریب کرنے والے ہوں' مانگتا ہوں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا یہ سراسر حق ہے اسے پڑھو پڑھاؤ' سیکھو سکھاؤ! یہ حدیث خواب کی ہے اور مشہور بھی یہی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ بیداری کی حالت کا واقعہ ہے۔ لیکن یہ غلط ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ خواب کا ہے اور یہ بھی خیال ہے کہ قرآن میں فرشتوں کی جس بات کا رد و بدل کرنا اس آیت میں مذکور ہے وہ یہ نہیں' جو اس حدیث میں ہے۔ بلکہ یہ سوال و جواب وہ ہے جس کا ذکر اس کے بعد ہی ہے۔ ملاحظہ ہوں اگلی آئتیں۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّى خَٰلِقٌۢ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُۥ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِى فَقَعُوا۟ لَهُۥ سَٰجِدِينَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّآ إِبْلِيسَ ٱسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ ٱلْكَٰفِرِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يَٰٓإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَىَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ ٱلْعَالِينَ ﴿٧٥﴾ قَالَ أَنَا۠ خَيْرٌ مِّنْهُ ۖ خَلَقْتَنِى مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُۥ مِن طِينٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَٱخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِىٓ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلدِّينِ ﴿٧٨﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِىٓ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٧٩﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ ٱلْمُنظَرِينَ ﴿٨٠﴾ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْوَقْتِ ٱلْمَعْلُومِ ﴿٨١﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ ٱلْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾ قَالَ فَٱلْحَقُّ وَٱلْحَقَّ أَقُولُ ﴿٨٤﴾ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٥﴾

جب کہ تیرے رب تعالیٰ نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں۔ سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے نہ کیا' اس نے تکبر کیا اور وہ تھا کافروں میں سے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس! تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اسے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔ کیا تو کچھ گھمنڈ میں آ گیا ہے؟ یا تو بڑے درجے والوں میں سے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس سے بہت بہتر ہوں' تو نے مجھے آگ سے بنایا' اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔ ارشاد ہوا کہ تو یہاں سے نکل جا تو مردود ہوا۔ اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت و پھٹکار ہے۔ کہنے لگا میرے رب تعالیٰ! مجھے لوگوں کے اٹھ کھڑے ہونے کے دن تک مہلت دے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مہلت والوں میں سے ہے۔ معین تاریخ تک کے وقت تک۔ کہنے لگا پھر تو تیری عزت کی قسم میں ان سب کو یقیناً بہکا دوں گا' بجز تیرے ان بندوں کے جو چیدہ اور پسندیدہ ہوں۔ فرمایا سچ تو یہ ہے' اور میں سچ ہی کہا کرتا ہوں' کہ تجھ سے اور تیرے تمام ماننے والوں سے میں بھی جہنم کو بھر دوں گا۔

تخلیق آدم کا ذکر: یہ قصہ سورۂ بقرہ میں اور سورۂ اعراف میں اور سورۂ حجر میں اور سورۂ سبحان میں کہف میں اور اس سورۂ ص میں بیان ہوا ہے۔ حضرت آدم کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اپنا ارادہ بتایا کہ میں مٹی سے آدم کو پیدا کرنے والا ہوں۔ جب میں اس کو پیدا کر دوں تو تم سب اسے سجدہ کرنا تا کہ میری فرماں برداری کے ساتھ ہی (حضرت) آدم کی شرافت و بزرگی کا بھی اظہار ہو جائے۔ پس تمام فرشتوں نے تعمیل ارشاد کی۔ ہاں ابلیس اس سے رکا یہ فرشتوں کی جنس میں سے تھا بھی نہیں' بلکہ جنات میں سے تھا۔ طبعی خباثت اور جبلی سرکشی ظاہر ہو گئی۔ سوال ہوا کہ اتنی معزز مخلوق کو جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا' تو نے میرے فرمان کے باوجود سجدہ کیوں نہ کیا؟ یہ تکبر اور سرکشی؟ تو کہنے لگا میں اس سے افضل و اعلیٰ ہوں' کہاں آگ اور کہاں مٹی؟ اس خطا کار نے اس کے سمجھنے میں غلطی کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے غارت ہو گیا۔ حکم ہوا کہ میرے سامنے منہ جلا' میرے دربار میں تجھ جیسے نافرمانوں میں رسائی نہیں' اب تو میری رحمت سے دور ہو گیا اور تجھ پر ابدی لعنت نازل ہوئی اور اب تو خیر و خوبی سے مایوس ہو جا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ قیامت تک اس کو مہلت دیجائے اس حلیم اللہ تعالیٰ نے جو اپنی مخلوق کو ان کے گناہوں پر فوراً نہیں پکڑتا اس کی یہ التجا پوری کر دی اور قیامت تک کی اس کو مہلت دیدی۔ اب کہنے لگا کہ میں تو اس کی تمام اولاد کو بہکا دوں گا' صرف مخلص لوگ تو بچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو منظور بھی یہی تھا' جیسے کہ قرآن کریم کی اور آیتوں میں بھی ہے مثلاً ﴿اَرَءَ یْتَکَ هٰذَا الَّذِیْ﴾ الخ اور ﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ﴾ الخ۔ ﴿فَالْحَقُّ﴾ الخ کو حضرت مجاہدؒ نے پیش سے پڑھا ہے۔

معنی یہ ہیں کہ میں خود حق ہوں اور میری بات بھی حق ہی ہوتی ہے۔ اور ایک روایت میں ان سے یوں مروی ہے کہ حق میری طرف سے ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔ اوروں نے دونوں لفظ زبر سے پڑھے ہیں۔ سدیؒ کہتے ہیں یہ قسم ہے۔ میں کہتا ہوں یہ آیت اس آیت کی طرح ہے ﴿وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ﴾ یعنی میرا یہ قول اٹل ہے کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو اس قسم کے انسانوں اور جنوں سے پر کر دوں گا۔ اور جیسے فرمان ہے ﴿اِذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ﴾ الخ یہاں سے نکل جا' جو شخص بھی تیری مانے گا اس کی اور تیری پوری سزا جہنم ہے۔

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿٨٦﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿٨٨﴾

کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں۔ یہ تو تمام جہان والوں کے لئے سراسر نصیحت و عبرت ہے۔ یقیناً تم اس کی حقیقت کو کچھ ہی وقت کے بعد صحیح طور پر جان لو گے۔

قرآن نصیحت ہے: اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ لوگوں میں آپ اعلان کر دیں کہ میں تبلیغ دین اور احکام قرآن پر تم سے کوئی اجرت و بدلہ نہیں مانگتا۔ اس سے میرا مقصود کوئی دنیوی نفع حاصل کرنا نہیں اور نہ میں تکلف کرنے والا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے نازل نہ فرمایا ہو اور میں تصنیف کر لوں۔ بلکہ مجھے تو جو کچھ پہنچایا جاتا ہے وہی میں تمہیں پہنچا دیتا ہوں' نہ تو کچھ کمی کر سکتا ہوں نہ زیادتی۔ اور میرا مقصود اس سے صرف رضائے رب اور مرضی مولیٰ ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں' لوگو! جسے کسی مسئلہ کا علم ہو وہ اسے لوگوں سے بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو وہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے نبی ﷺ سے بھی یہی فرمایا کہ میں تکلف کرنے والا نہیں ہوں۔ یہ قرآن تمام انسانوں اور جنوں کے لئے نصیحت ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ تا کہ میں تمہیں اور جن لوگوں تک یہ پہنچے آگاہ اور ہوشیار کر دوں اور آیت میں ہے کہ ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ﴾ الخ جو شخص بھی اس سے کفر کرے وہ جہنمی ہے۔ میری باتوں کی حقیقت اور میرے کلام کی تصدیق میرے بیان کی سچائی' میری زبان کی صداقت تمہیں ابھی ابھی معلوم ہو جائے گی'

یعنی مرتے ہی اور قیامت کے قائم ہوتے ہی۔ موت کے وقت یقین آ جائے گا اور میری کہی ہوئی خبریں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ اللہ کے فضل وکرم سے سورۂ ص کی تفسیر ختم ہوئی اللہ تعالیٰ کے انعام واحسان پر اس کا شکر ہے۔

تفسیر ابن کثیر کی آٹھویں جلد کا ترجمہ ختم ہوا۔ اب نویں جلد کا ترجمہ شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پاک کلام کے پڑھنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

تفسیر سورۂ زمر مکیہ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نفل روزے اس طرح پے در پے رکھے چلے جاتے کہ ہم خیال کرتے تھے کہ شاید اب آپ ﷺ چھوڑیں گے نہیں۔

اور ایسا بھی ہوتا کہ آپ ﷺ روزے نہ رکھتے یہاں تک کہ ہم کو خیال ہوتا کہ اب رکھیں گے ہی نہیں اور ہر رات آپ ﷺ سورہ بقرہ اور سورہ زمر کی تلاوت کر لیا کرتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

وقف لازم

مہر وکرم کرنے والے معبود کے نام سے شروع۔ اس کتاب کا اتارنا اللہ غالب باحکمت کی طرف سے ہے۔ یقیناً ہم نے اس کتاب کو تیری طرف حق کے ساتھ نازل فرمایا پس تو اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کر' اسی کے لئے عبادت کو خالص کر لے۔ خبردار اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خالص عبادت کرنا ہے۔ اور جن لوگوں نے اس کے سوا اولیاء بنا رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ بزرگ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کے مرتبہ تک ہماری رسائی کر دیں' یہ لوگ جس بارے میں اختلاف کر رہے ہیں اس کا سچا فیصلہ اللہ تعالیٰ آپ کر دے گا۔ جھوٹے اور ناشکروں کو اللہ تعالیٰ راہ نہیں دکھاتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ اولاد کا ہی ہوتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا' لیکن وہ تو پاک ہے' وہ وہی اللہ تعالیٰ ہے یگانہ اور بااختیار اور قوت والا۔

اللہ مالک اور معبود ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ خبر دیتا ہے کہ یہ قرآن عظیم اسی کا کلام ہے اور اسی کا نازل کیا ہوا ہے۔ اس کے حق ہونے میں کوئی شک اور شبہ نہیں۔ جیسے ایک دوسری جگہ ہے ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ الخ۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے جسے ﴿روح الامین﴾ لے کر آئے ہیں۔ تیرے دل پر اتارا ہے تاکہ تو آگاہ کرنے والا بن جا۔ صاف فصیح عربی زبان میں ہے۔ اور

آیتوں میں ہے۔ یہ باعزت کتاب وہ ہے جس کے آگے سے یا پیچھے سے باطل آ ہی نہیں سکتا' یہ حکمت والے تعریفوں والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہے۔ یہاں فرمایا کہ یہ کتاب بہت بڑے عزت والے اور حکمت والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہے۔ جو اپنے اقوال وافعال شریعت وتقدیر سب میں حکمتوں والا ہے۔ ہم نے تیری طرف اس کتاب کو حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔ تجھے چاہئے کہ خود اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں اور اس کی توحید میں مشغول رہ کر ساری دنیا کو اسی طرف بلا' کیونکہ اس اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت زیبا نہیں۔ وہ لاشریک ہے وہ بے مثال ہے اس کا شریک کوئی نہیں۔ دین خالص یعنی شہادت توحید کے لائق وہی ہے۔ پھر مشرکوں کا ناپاک عقیدہ بیان کیا کہ وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کا مقرب جان کر' ان کی خیالی تصویریں بنا کر ان کی پوجا پاٹ کرنے لگے۔ یہ سمجھ کر کہ یہ اللہ کے لاڈلے ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کا مقرب بنا دیں گے۔ پھر تو ہماری روزیوں میں اور ہر چیز میں خوب برکت ہو جائے گی۔ یہ مطلب نہیں کہ قیامت کے روز ہمیں وہ نزدیکی اور مرتبہ دلوائیں گے اس لئے کہ قیامت کے تو وہ قائل ہی نہ تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ انہیں اپنا سفارشی جانتے تھے جاہلیت کے زمانے میں حج کو جاتے تو وہاں لبیک پکارتے ہوئے کہتے ﴿لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَکَ تَمْلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ﴾ یعنی اے اللہ! ہم تیرے حضور حاضر ہوئے ہیں' تیرا کوئی شریک نہیں' مگر ایسے شریک جن کا مالک بھی خود تو ہی ہے اور جو چیزیں ان کے ماتحت ہیں ان کا حقیقی مالک بھی تو ہی ہے۔ یہی شبہ اگلے اور پچھلے تمام مشرکوں کو رہا اور اسی کو تمام انبیاء علیہم السلام رد کرتے رہے اور صرف رب واحد کی عبادت کی طرف بلاتے رہے۔ یہ عقیدہ مشرکوں نے بے دلیل گھڑ لیا تھا جس سے اللہ تعالیٰ بیزار تھا۔ فرماتا ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ﴾ الخ یعنی ہر امت میں ہم نے رسول بھیجے کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے الگ رہو۔ اور فرمایا ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ﴾ الخ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے' سب کی طرف یہی وحی کی کہ معبود برحق صرف میں ہی ہوں' پس تم سب میری عبادت کرنا۔ ساتھ ہی یہ بھی بیان فرما دیا کہ آسمان میں جس قدر فرشتے ہیں خواہ وہ کتنے ہی بڑے مرتبے والے کیوں نہ ہوں؟ سب کے سب اس کے سامنے لاچار عاجز اور غلام ہیں۔ اتنا بھی تو اختیار نہیں کہ کسی کی سفارش میں لب ہلا سکیں۔

اللہ کے ہاں بلااذن کوئی سفارش نہ کرے گا: یہ عقیدہ محض غلط ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایسے ہیں جیسے بادشاہوں کے پاس امیر امراء ہوتے ہیں کہ جس کی وہ سفارش کر دیں اس کا کام بن جاتا ہے۔ اس باطل اور غلط عقیدے سے یہ کہہ کر منع فرمایا کہ ﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ﴾ اللہ تعالیٰ کے سامنے مثالیں نہ بیان کیا کرو' اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا سچا فیصلہ کر دے گا۔ اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ ان سب کو جمع کر کے فرشتوں سے سوال کرے گا کہ کیا یہ لوگ تمہیں پوجتے تھے۔ ؟ وہ جواب دیں گے کہ تو پاک ہے یہ نہیں بلکہ ہمارا ولی اور والی تو تو ہی ہے یہ لوگ تو جنات کی پرستش کرتے تھے اور ان میں سے اکثر کا عقیدہ وایمان انہیں پر تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں راہ راست نہیں دکھاتا جن کا مقصود اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھنا ہو اور جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس کی نشانیوں اور اس کی دلیلوں سے کفر بیٹھ گیا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے عقیدے کی نفی کی جو اللہ تعالیٰ کی اولاد ٹھہراتے تھے۔ مثلاً مشرکین مکہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں۔

یہود کہتے تھے کہ عزیز اللہ تعالیٰ کے لڑکے ہیں۔ عیسائی گمان کرتے تھے کہ عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ پس فرمایا کہ جیسا ان کا خیال ہے اگر یہی ہوتا تو امر اس کے خلاف ہوتا۔ پس یہاں شرط نہ تو واقعہ ہونے کے لئے ہے نہ امکان کے لئے' بلکہ محال کے لئے ہے اور مقصد صرف ان لوگوں کی جہالت بیان کرنے کا ہے۔ جیسے فرمایا ﴿لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَھْوًا﴾ الخ اگر ہم ان بیہودہ باتوں کا ارادہ کرتے تو اپنے پاس سے ہی بنا لیتے' اگر ہم کرنے والے ہی ہوتے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ﴾ یعنی کہہ دے کہ اگر رحمان کی اولاد ہوتی تو میں تو سب سے پہلے اس کا قائل ہوتا۔ پس یہ سب آیتیں شرط کو محال کے ساتھ متعلق کرنے والی ہیں امکان یا وقوع کے لئے نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ نہ یہ ہو سکتا ہے' نہ وہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک ہے۔ وہ فرد احد صمد اور واحد ہے۔ ہر چیز اس کی ماتحت

فرمانبردار' عاجز ومحتاج' فقیر و بے کس اور بے بس ہے۔ وہ ہر چیز سے غنی ہے۔ سب سے بے پرواہ ہے' سب پر اس کی حکومت اور غلبہ ہے۔ ظالموں کے ان عقائد سے اور جاہلوں کی ان باتوں سے اس کی ذات مبرا اور منزہ ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۗ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۗ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

نہایت اچھی تدبیر سے اس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا۔ وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے۔ اور اس نے سورج چاند کو کام پر لگا رکھا ہے۔ ہر ایک مقررہ مدت پر چل رہا ہے۔ یقین مانو کہ وہی زبردست اور گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ اس نے تم سب کو ایک ہی شخص سے پیدا کیا ہے پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور تمہارے لئے چوپایوں میں سے آٹھ نر و مادہ اتارے' وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا رہتا ہے تین تین اندھیریوں میں' یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے اسی کے لئے بادشاہت ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں' پھر تم کیوں بہک رہے ہو؟۔

اللہ کی قدرتیں: ہر چیز کا خالق' سب کا مالک' سب پر حکمراں اور سب پر قابض اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ دن رات کا الٹ پھیر اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی کے حکم سے انتظام کے ساتھ دن رات ایک دوسرے کے پیچھے برابر مسلسل چلے آ رہے ہیں نہ وہ آگے بڑھ سکے نہ وہ پیچھے رہ سکے۔ سورج اور چاند کو اس نے مسخر کر رکھا ہے' وہ اپنے دورے کو پورا کر رہے ہیں' قیامت تک اس نظام میں تم کوئی فرق نہ پاؤ گے۔ وہ عزت وعظمت والا کبریائی اور رفعت والا ہے۔ گنہگاروں کا بخشنہار اور عاصیوں پر مہربان وہی ہے۔ تم سب کو اس نے ایک ہی شخص یعنی حضرت آدمؑ سے پیدا کیا ہے۔ پھر دیکھو کہ تمہیں آپس میں کس قدر اختلاف ہے۔ رنگ وصورت اور آواز و بول چال اور زبان وبیان ہر ایک الگ الگ ہے۔ حضرت آدم سے ہی ان کی بیوی صاحبہ حضرت حوا کو پیدا کیا۔

جیسے اور جگہ ہے کہ لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جو تمہارا رب تعالیٰ ہے' جس نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا۔ پھر بہت سے مرد وعورت پھیلا دیئے۔ اس نے تمہارے لئے آٹھ نر و مادہ چوپائے پیدا کئے۔ جن کا بیان سورہ مائدہ کی آیت ﴿مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ﴾ الخ میں ہے۔ یعنی بھیڑ' بکری' گائے' اونٹ۔ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے' جہاں تمہاری پیدائش ہوتی رہتی ہے۔

پہلے نطفہ' پھر خون بستہ' پھر لوتھڑا' پھر گوشت پوست' ہڈی' رگ' پٹھے' پھر روح۔ غور کرو کہ وہ کتنا اچھا خالق ہے۔ تین اندھیریوں میں تمہاری یہ طرح طرح کے تبدیلیوں کی پیدائش کا ہیر پھیر ہوتا رہتا ہے۔ رحم کی اندھیری' اس کے اوپر کی جھلی کی اندھیری' اور پیٹ کی اندھیری۔ یہ جس نے آسمان وزمین کو اور خود تم کو اور تمہارے اگلے پچھلوں کو پیدا کیا ہے' وہی رب تعالیٰ ہے' اسی کا ملک ہے' وہی سب میں متصرف ہے' وہی لائق عبادت ہے' اس کے سوا کوئی اور نہیں۔ افسوس' نہ جانے تمہاری سمجھ اور عقلیں کہاں گئیں کہ تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت و بندگی کرنے لگے۔

إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۖ وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٧﴾ وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴿٨﴾

اگر تم ناشکری کرو تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم سب سے بے نیاز ہے' ہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ناشکری سے خوش نہیں۔ اور اگر تم شکر کرو تو وہ اس کی وجہ سے تم سے خوش ہوگا' کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ پھر تمہارا سب کا لوٹنا تمہارے رب تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔ تمہیں وہ بتلا دے گا جو تم کرتے رہے۔ یقیناً وہ دلوں تک کی باتوں کا واقف ہے۔ انسان کو جب کبھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ خوب رجوع ہو کر اپنے رب تعالیٰ کو پکارتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس سے نعمت عطا فرما دیتا ہے تو وہ اس سے پہلے جو دعا کرتا تھا اسے بالکل بھول جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے شریک مقرر کرنے لگتا ہے جس سے اوروں کو بھی اس کی راہ سے بہکائے۔ تو کہہ دے کہ اپنے کفر کا فائدہ کچھ دن اور اٹھا لو۔ آخر تو دوزخی ہو۔

اللہ سب کچھ جانتا ہے: فرماتا ہے کہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے بے نیاز ہے۔ حضرت موسیٰ کا فرمان ہے قرآن میں منقول ہے کہ اگر تم اور روئے زمین کے سب جاندار اللہ تعالیٰ سے کفر اختیار کر لیں' تو اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں وہ ساری مخلوق سے بے پرواہ اور پوری تعریفوں والا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ'' اے میرے بندو! تمہارے سب اول و آخر انسان و جن مل ملا کر بدترین شخص کا سا دل بنا لو' تو میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ ہاں اللہ تعالیٰ تمہاری ناشکری سے خوش نہیں نہ وہ اس کا تمہیں حکم دیتا ہے اور اگر تم اس کی شکر گزاری کرو گے تو وہ اس پر تم سے رضامند ہو جائے گا اور تمہیں اپنی اور نعمتیں عطا فرمائے گا۔ ہر شخص وہی پائے گا جو اس نے کیا ہو' ایک کے بدلے دوسرا نہ پکڑا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ انسان کو دیکھو کہ اپنی حاجت کے وقت تو بہت ہی عاجزی اور انکساری سے اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اس سے فریاد کرتا رہتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ﴾ الخ یعنی جب دریا اور سمندر میں ہوتے ہیں اور وہاں کوئی آفت آتی دیکھتے ہیں تو جن جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا پکارا کرتے تھے سب کو بھول جاتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتے ہیں۔ لیکن نجات پاتے ہی منہ پھیر لیتے ہیں' انسان ہے ہی ناشکرا! پس فرماتا ہے کہ جہاں دکھ درد ٹل گیا پھر تو ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا مصیبت کے وقت اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ اس دعا اور گریہ وزاری کو بالکل فراموش کر دیتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا﴾ الخ

یعنی تکلیف کے وقت تو انسان ہمیں اٹھتے بیٹھتے لیٹتے ہر وقت بڑے حضور قلب کے ساتھ پکارتا رہتا ہے لیکن اس تکلیف کے ہٹتے ہی وہ بھی ہم سے ہٹ جاتا ہے گویا اس نے دکھ درد کے وقت ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ بلکہ عافیت کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے لگتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگ اپنے کفر سے گو کچھ یونہی سا فائدہ اٹھا لیں۔ اس میں ڈانٹ ہے اور سخت دھمکی ہے۔ جیسے فرمایا ﴿قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ﴾ کہہ دے کہ فائدہ حاصل کر لو' آخری جگہ تو تمہاری جہنم ہی ہے۔ اور فرمان ہے ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ہم انہیں کچھ فائدہ دیں گے پھر سخت عذابوں کی طرف بے بس کر دیں گے۔

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۹﴾

بھلا جو شخص راتوں کے وقت سجدے اور قیام کی حالت میں عبادت گزار رہتا ہو' آخرت سے ڈرتا ہو' اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہو۔ بتلاؤ تو علم والے اور بے علم کیا برابر کے ہیں؟ نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقلمند ہوں۔

علم والے اور بے علم برابر نہیں: مطلب یہ ہے کہ جس کی حالت یہ ہو وہ مشرک کے برابر نہیں جیسے فرمان ہے ﴿لَیْسُوْا سَوَآءً﴾ الخ یعنی سب کے سب برابر کے نہیں۔ اہل کتاب میں وہ جماعت بھی ہے جو راتوں کے وقت قیام کی حالت میں آیات ربانی کی تلاوت کرتے ہیں' اور سجدوں میں پڑے رہتے ہیں۔ قنوت سے مراد یہاں پر نماز کا خشوع خضوع ہے صرف قیام مراد نہیں۔ ابن مسعودؓ سے قانت کے معنی مطیع اور فرماں بردار کے ہیں۔ ابن عباسؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ ﴿اٰنَآءَ الَّیْلِ﴾ سے مراد آدھی رات ہے۔ منصورؒ فرماتے ہیں مراد مغرب وعشاء کے درمیان کا وقت ہے۔ قتادہؒ وغیرہ فرماتے ہیں اول درمیانہ اور آخری شب مراد ہے۔ یہ عابد لوگ ایک طرف لرزاں وترساں ہیں' دوسری جانب امیدوار اور طمع کناں ہیں۔ نیک لوگوں پر زندگی میں تو خوف الٰہی امید پر غالب رہتا ہے موت کے وقت خوف پر امید کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے پاس اس کے انتقال کے وقت جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تو اپنے آپ کو کس حالت میں پاتا ہے؟ اس نے عرض کیا خوف اور امید کی حالت میں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے دل میں ایسے وقت یہ دونوں چیزیں جمع ہو جائیں اس کی امید اللہ تعالیٰ پوری کرتا ہے اور اس کے خوف سے اسے نجات عطا فرماتا ہے (ترمذی ابن ماجہ وغیرہ)

ابن عمرؓ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا یہ وصف تو (حضرت) عثمانؓ میں تھا' فی الواقع آپ رات کے وقت بکثرت تہجد پڑھتے رہتے تھے اور اس میں قرآن کریم کی لمبی قرات کیا کرتے تھے یہاں تک کہ کبھی کبھی ایک ہی رکعت میں قرآن ختم کر دیتے تھے' جیسے کہ ابو عبیدہؒ سے مروی ہے۔ شاعر کہتا ہے' صبح کے وقت ان کے منہ نور کے سبب سے چمکدار ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے تسبیح وتلاوت قرآن میں رات گزاری ہے۔ نسائی وغیرہ میں حدیث ہے کہ جس نے ایک رات سو آیتیں پڑھ لیں' اس کے نامہ اعمال میں ساری رات کی قنوت لکھی جاتی ہے (مسند وغیرہ)۔ پس ایسے لوگ اور مشرک جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں کسی طرح ایک مرتبے کے نہیں ہو سکتے۔ عالم اور بے علم کا درجہ ایک نہیں ہو سکتا۔ ہر عقلمند پر ان کا فرق ظاہر ہے۔

قُلْ یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۲﴾

میرا پیغام پہنچا دو کہ اے میرے ایمان والے بندو! اپنے رب سے ڈرتے رہا کرو۔ جو اس دنیا میں نیکیاں کرتے ہیں ان کے لئے نیک بدلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زمین بہت کشادہ ہے' صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے۔ تو کہہ دے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ اسی کے لئے عبادت کو خالص کر لوں۔ اور مجھے فرمان دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا حکم بردار بن جاؤں۔

صبر کا اجر بے حساب ہوگا: اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت پر جمتے رہنے کا اور ہر امر میں اس پاک ذات کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے کہ جس نے اس دنیا میں نیکی کی' اس کو اسی دنیا میں اور آنے والی آخرت میں نیکی ہی نیکی ملے گی۔تم اگر ایک جگہ اللہ تعالیٰ کی عبادت استقلال سے نہ کرسکو تو دوسری جگہ چلے جاؤ' اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے۔مصیبت سے بھاگتے رہو' شرک کو منظور نہ کرو۔صابروں کو بے ناپ تول اور بے حساب کتاب اجر ملتا ہے' جنت انہیں کا مسکن ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنے کا حکم ہوا ہے اور مجھ سے یہ بھی فرما دیا گیا ہے کہ اپنی تمام امت سے پہلے میں خود مسلمان ہو جاؤں اور خود کو اپنے رب تعالیٰ کا فرمانبردار اور اس کے احکام کا پابند بنالوں۔

قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ یُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ یٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾

کہہ دے کہ مجھے تو اپنے رب تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے بڑے دن کے عذاب کا خوف لگتا ہے۔کہہ دے کہ میں تو خالص کر کے صرف اپنے رب ہی کی عبادت کرتا ہوں۔تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرتے رہو۔کہہ دے کہ حقیقی زیاں کار وہ ہیں جو اپنے تئیں اور اپنے والوں کے تئیں قیامت کے دن نقصان میں ڈال دیں گے۔یاد رکھو کہ کھلم کھلا نقصان یہی ہے۔انہیں نیچے اوپر سے آگ کے شعلے مثل سائبان کے ڈھانک رہے ہوں گے۔یہی عذاب ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈرا رہا ہے' کہ میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔

اصل نقصان کیا ہے: حکم ہوتا ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ باوجود یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں' لیکن عذاب الٰہی سے بے خوف نہیں ہوں اگر میں اپنے رب تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو قیامت کے دن عذابوں سے میں بھی نہیں بچ سکتا۔تو دوسرے لوگوں کو نافرمانی رب تعالیٰ سے بہت زیادہ اجتناب کرنا چاہئے۔تم اپنے دین کا بھی اعلان کر دو کہ میں پختہ اور یکسوئی والا موحد ہوں۔تم جس کی چاہو عبادت کرتے رہو۔اس میں بھی ڈانٹ ڈپٹ ہے نہ کہ اجازت۔پورے نقصان میں وہ ہیں جنہوں نے خود اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو نقصان میں پھنسا دیا' قیامت کے دن ان میں جدائی ہو جائے گی۔

اگر ان کے اہل جنت میں گئے تو یہ دوزخ میں جل رہے ہیں' اور ان سے الگ ہیں اور اگر سب جہنم میں گئے تو وہاں برائی کے ساتھ ایک دوسرے سے دور ہیں اور پریشان اور مغموم ہیں۔یہی واضح نقصان ہے۔پھر ان کا حال جو جہنم میں ہوگا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ اوپر تلے سے آگ ہی آگ ہوگی۔

جیسے فرمایا ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ﴾ یعنی ان کا اوڑھنا بچھونا سب آتش جہنم سے ہی ہوگا۔ظالموں کا یہی بدلہ ہے۔اور آیت میں ہے ﴿یَوْمَ یَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ﴾ الخ۔قیامت کے دن انہیں نیچے اوپر سے عذاب ہو رہا ہوگا اور اوپر سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کا مزہ چکھو! یہ اس لئے ظاہر و باہر کر دیا گیا اور کھول کھول کر اس وجہ سے بیان کیا گیا کہ اس حقیقی عذاب سے جو یقیناً آنے والا ہے میرے بندے خبردار ہو جائیں اور گناہوں اور نافرمانیوں کو چھوڑ دیں۔ میرے بندو! میری گرفت اور میرے عذاب وغضب سے اور میرے انتقام و حساب سے ڈرتے رہو۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت سے پرہیز کیا اور ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ رہے وہ خوشخبری کے مستحق ہیں۔ پس میرے بندوں کو خوشخبری سنا دے۔ جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں' پھر جو بہترین بات ہو اس پر عمل کرتے ہیں۔ یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے' اور یہی عقلمند بھی ہیں۔

شان نزول: مروی ہے کہ یہ آیت زید بن عمرو بن نفیل اور ابوذر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے بارے میں اتری ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ آیت جس طرح ان بزرگوں کو شامل ہے اسی طرح ہر اس شخص کو شامل ہے جس میں یہ پاک اوصاف ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے بیزاری اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری۔ یہ ہیں جن کے لئے دونوں جہان میں خوشیاں ہیں۔ بات سمجھ کر' سن کر جب وہ اچھی ہو تو اس پر عمل کرنے والے مستحق مبارک باد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تورات کے عطا فرمانے کے وقت فرمایا تھا' اسے مضبوطی سے تھامو اور اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کی اچھائی کو مضبوط تھام لیں۔ عقلمند اور نیک روش لوگوں میں بھلی باتوں کے قبول کرنے کا صحیح جذبہ ضرور ہوتا ہے۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾ۚ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾

بھلا جس شخص پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہو' تو کیا تو اسے جو دوزخ میں ہے چھڑا سکتا ہے؟ ہاں وہ لوگ جو اپنے رب تعالیٰ کا لحاظ کرتے رہے ان کے لئے بالا خانے ہیں جن کے اوپر بھی بنے بنائے بالا خانے ہیں۔ اور ان کے نیچے چشمے بہہ رہے ہیں۔ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

جنت کی نعمتیں: فرماتا ہے کہ جس کی بدبختی لکھی جا چکی ہے تو اسے راہ راست نہیں دکھا سکتا۔ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کئے ہوئے کو راہ راست دکھا سکے۔ تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ تو ان کی رہبری کر کے انہیں عذاب الٰہی سے بچا سکے۔ ہاں نیک بخت نیک اعمال اور نیک عقیدہ لوگ قیامت کے دن جنت کے محلات میں مزے کریں گے۔ ان بالا خانوں میں جو کئی کئی منزلوں کے ہیں' تمام سامان آرائش سے آراستہ ہیں۔ وسیع اور بلند' خوب صورت اور دیدہ زیب ہیں حضور ﷺ فرماتے ہیں' جنت میں ایسے محل ہیں جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے صاف دکھائی دیتا ہے۔ ایک اعرابی نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ کن لوگوں کے لئے ہیں؟ فرمایا ان کے لئے جو نرم کلامی کریں' کھانا کھلائیں اور راتوں کو جب لوگ میٹھی نیند میں ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر گڑگڑائیں' نمازیں پڑھیں (ترمذی وغیرہ۔)

مسند احمد میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے نظر آتا ہے' انہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے بنایا ہے جو کھانا کھلائیں' کلام کو نرم رکھیں' پے در پے نفل روزے بکثرت رکھیں اور پچھلی راتوں کو تہجد پڑھیں۔ مسند

کی اور حدیث میں ہے جنتی جنت کے بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے ستاروں کو دیکھتے ہو اور روایت میں ہے کہ مشرقی اور مغربی کناروں کے ستارے جس طرح تمہیں دکھائی دیتے ہیں' اسی طرح جنت کے وہ محلات تمہیں نظر آئیں گے۔ اور حدیث میں ہے کہ ان محلات کی یہ تعریفیں سن کر لوگوں نے کہا' حضور ﷺ یہ تو نبیوں کے لئے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا' ہاں اور ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں کو سچا جانا (ترمذی وغیرہ)۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب تک ہم آپ کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں اور آپ کے چہرہ انور کو دیکھتے رہتے ہیں' اس وقت تک تو ہمارے دل نرم رہتے ہیں اور ہم آخرت کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے ہیں لیکن جب آپ کی مجلس سے اٹھ کر دنیوی کاروبار میں مصروف ہو جاتے ہیں اور بال بچوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو اس وقت ہماری حالت وہ نہیں رہتی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ہر وقت اسی حالت پر رہتے جو حالت تمہاری میرے سامنے ہوتی ہے تو فرشتے اپنے ہاتھوں سے تم سے مصافحہ کرتے اور تمہارے گھروں میں آ کر تم سے ملاقاتیں کرتے۔ سنو! اگر تم گناہ ہی نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لاتا جو گناہ کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو بخشے۔ ہم نے کہا حضور! جنت کی بنا کس چیز کی ہے؟ فرمایا کہ ایک اینٹ سونے کی ایک چاندی کی' اس کا چونا خالص مشک ہے اس کی کنکریاں لُولُو اور یاقوت ہیں۔ اس کی مٹی زعفران ہے' اس میں جو داخل ہو گیا وہ مالا مال ہو گیا' جس کے بعد بے مال ہونے کا خطرہ ہی نہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں ہی رہے گا وہاں سے نکالے جانے کا امکان ہی نہیں' نہ موت کا کھٹکا ہے' ان کے کپڑے گلتے سڑتے نہیں' ان کی جوانی ہمیشگی والی ہے۔ سنو! تین شخصوں کی دعا مردود نہیں ہوتی' عادل بادشاہ' روزے دار اور مظلوم۔ ان کی دعا ابر پر اٹھائی جاتی ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ رب العزت فرماتا ہے' مجھے اپنی عزت کی قسم میں تیری ضرور مدد کروں گا اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہو (ترمذی ابن ماجہ وغیرہ)۔

ان محلات کے درمیان چشمے بہہ رہے ہیں اور وہ بھی ایسے کہ جہاں چاہیں پانی پہنچائیں جب اور جتنا چاہیں بہا ور ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ اپنے مومن بندوں سے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی ذات وعدہ خلافی سے پاک ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اسے زمین کی سوتوں میں پہنچاتا ہے پھر اس کے ذریعہ سے مختلف قسم کی کھیتیاں اگاتا ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہیں اور تو انہیں زرد رنگ دیکھتا ہے پھر انہیں ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ اس میں عقلمندوں کے لئے بہت زیادہ عبرت ہے۔ کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے۔ پس وہ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہے۔ اور ہلاکی ہے ان پر جن کے دل یاد الٰہی سے اثر نہیں لیتے بلکہ سخت ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔

پانی اللہ کی قدرت: زمین میں جو پانی ہے وہ درحقیقت آسمان سے اترا ہوا ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ ہم آسمان سے پانی اتارتے ہیں۔ یہ پانی زمین پی لیتی ہے اور اندر ہی اندر وہ پھیل جاتا ہے۔ پس حسب حاجت کسی سوت سے اللہ تعالیٰ اسے نکالتا ہے اور چشمے جاری ہو جاتے

ہیں۔ جو پانی زمین کے میل سے کھاری ہو جاتا ہے وہ کھاری ہی رہتا ہے۔ اسی طرح آسمانی پانی برف کی شکل میں پہاڑوں پر جم جاتا ہے جسے پہاڑ جذب کر لیتے ہیں اور پھر ان میں سے سوتیں بہ نکلتی ہیں' ان چشموں اور آبشاروں کا پانی کھیتوں میں پہنچتا ہے جس سے کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں' جو مختلف قسم کے رنگ و بو کی اور طرح طرح کے مزے اور شکل و صورت کی ہوتی ہیں۔ پھر آخری وقت میں ان کی جوانی بڑھاپے سے اور سبزی زردی سے بدل جاتی ہے۔ پھر خشک ہو جاتی ہیں اور کاٹ لی جاتی ہیں۔ کیا اس میں عقل مندوں کے لئے بصیرت و نصیحت نہیں؟ کیا وہ اتنا نہیں دیکھتے کہ اسی طرح دنیا ہے کہ آج جوان اور خوب صورت نظر آتی ہے' کل بڑھیا اور بدصورت ہو جاتی ہے۔ آج ایک شخص نوجوان طاقتور ہے کل وہی بوڑھا بدشکل اور کمزور نظر آتا ہے' پھر آخر موت کے پنجے میں پھنستا ہے۔ پس عقلمند انجام پر نظر رکھیں۔ بہتر وہ ہے جس کا انجام بہتر ہو۔ اکثر جگہ دنیا کی زندگی کی مثال بارش سے پیدا شدہ کھیتی کے ساتھ دی گئی ہے۔ جیسے ﴿وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ الخ میں۔

پھر فرماتا ہے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھل گیا اور جس نے رب تعالیٰ کے پاس کا نور پا لیا وہ اور سخت سینے والا تنگ دل والا برابر ہو سکتا ہے؟ حق پر قائم اور حق سے دور یکساں ہو سکتے ہیں؟ جیسے فرمایا۔ ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا﴾ الخ وہ شخص جو مردہ تھا ہم نے اسے جلا دیا اور اسے نور عطا فرمایا' جسے اپنے ساتھ لئے ہوئے لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ یہ اور وہ جو اندھیریوں میں گھرا ہوا ہے جن سے چھٹکارا محال ہے' دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ پس یہاں بھی نتیجہ بیان فرمایا کہ جن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نرم نہیں پڑتے احکام الٰہی کو ماننے کے لئے نہیں کھلتے' رب تعالیٰ کے سامنے عاجزی نہیں کرتے' بلکہ سنگدل اور سخت دل ہیں ان کے لئے ویل ہے' خرابی اور افسوس و حسرت ہے' یہ بالکل گمراہ ہیں۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ آپس میں ملتی جلتی اور بار بار دہرائی ہوئی آیتوں کی ہے جس سے ان لوگوں کے جسم کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب تعالیٰ کا خوف رکھتے ہیں آخر میں ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف جھک جاتے ہیں۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت' جسے چاہے یہ سمجھا دیتا ہے' اور جسے اللہ تعالیٰ ہی راہ بھلا دے اس کا ہادی کوئی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے مومنوں کے دل کانپ جاتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنی اس کتاب قرآن کریم کی تعریف میں فرماتا ہے کہ اس بہترین کتاب کو اس نے نازل فرمایا ہے جو سب کی سب متشابہ ہے اور جس کی آیتیں مکرر ہیں تاکہ فہم سے قریب تر ہو جائیں۔ ایک آیت دوسری کے مشابہ اور ایک حرف دوسرے سے ملتا جلتا۔ اس سورۃ کی آیتیں اس سورۃ سے اور اس کی اس سے ملی جلی' ایک ہی بات اور ایک ہی ذکر کئی کئی جگہ اور پھر بے اختلاف۔ بعض آیتیں ایک ہی بیان میں بعض میں جو مذکور ہے اس کی ضد کا ذکر بھی انہیں کے ساتھ ہے۔ مثلاً مومنوں کے ذکر کے ساتھ ہی کافروں کا ذکر جنت کے ساتھ ہی دوزخ کا بیان وغیرہ۔ دیکھئے ابرار کے ذکر کے ساتھ ہی فجار کا بیان ہے' سجین کے ساتھ ہی علیین کا بیان ہے' متقین کے ساتھ ہی طاغین کا بیان ہے' ذکر جنت کے ساتھ ہی تذکرہ جہنم ہے۔ یعنی یہی معنے ہیں مثانی کے۔ اور متشابہات ان آیتوں کو کہتے ہیں جو ایک ہی قسم کے ذکر میں متصل چلی جاتی ہیں۔ یہاں اس لفظ کے جو معنے ہیں وہ تو یہ ہیں اور ﴿وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ میں اور ہی معنی ہیں۔ اس کی پاک اور باثر آیتوں کا مومنوں کے دل پر نور پڑتا ہے' وہ انہیں سنتے ہی خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ سزاؤں اور دھمکیوں کو سن کر ان کا کلیجہ کپکپانے لگتا ہے' رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور انتہائی عاجزی اور بہت بڑی گریہ و زاری سے ان کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جاتے ہیں۔ اس کی رحمت و لطف پر نظریں ڈال کر امیدیں بندھ جاتی ہیں۔ پس ان کا حال سیاہ دلوں سے بالکل جداگانہ ہے یہ رب تعالیٰ کے کلام

کونیکوں سے سنتے ہیں' وہ گانے بجانے پر سر دھنتے ہیں ۔ یہ لوگ قرآنی آیات کے ذریعہ اپنے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کرتے ہیں مگر جن کے دلوں میں روگ ہے وہ آیات قرآنیہ کو سن کر مزید کفر کے زینے پر چڑھتے ہیں' یہ روتے ہوئے سجدوں میں گر پڑتے ہیں' اور مذاق اڑاتے ہوئے اکڑتے ہیں ۔ قرآن کا فرمان ہے ۔ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ﴾ الخ ۔

یعنی یاد اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے دلوں کو ہلا دیتی ہے' وہ ایمان وتوکل میں بڑھ جاتے ہیں' نماز وزکوۃ وخیرات کا خیال رکھتے ہیں' سچے با ایمان یہی ہیں ۔ درجے' مغفرت اور بہترین روزیاں یہی لوگ پائیں گے ۔ اور آیت میں ہے ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا﴾ یعنی بھلے لوگ آیات قرآنیہ کو بہروں' اندھوں کی طرح نہیں سنتے پڑھتے کہ ان کی طرف نہ تو صحیح توجہ ہو نہ ارادہ عمل ہو' بلکہ یہ کان لگا کر سنتے ہیں اور دل لگا کر سمجھتے ہیں' غور وفکر سے معانی اور مطلب تک رسائی حاصل کرتے ہیں ۔ اب توفیق ہاتھ آتی ہے سجدے میں گر پڑتے ہیں اور تعمیل کے لئے کمربستہ ہو جاتے ہیں ۔ یہ خود اپنی سمجھ سے کام کرنے والے ہوتے ہیں ۔ دوسروں کی دیکھا دیکھی جہالت کے پیچھے پڑے نہیں رہتے ۔ تیسرا وصف ان میں برخلاف دوسروں کے یہ ہے کہ قرآن کے سننے کے وقت باادب رہتے ہیں ۔ حضرت ﷺ کی تلاوت سن کر صحابہ کرام ؓ کے جسم وروح ذکر اللہ کی طرف جھک جاتے تھے' ان میں خشوع وخضوع پیدا ہو جاتا تھا لیکن یہ نہ تھا کہ چیخنے چلانے اور ہڑبونگ کرنے لگیں اور اپنی صوفیت جتائیں' بلکہ ثبات وسکون ادب اور خشیت کے ساتھ کلام اللہ سنتے' دل جمعی اور سکون حاصل کرتے اسی وجہ سے مستحق تعریف اور سزاوار توصیف ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔

عبدالرزاق سے مروی ہے کہ حضرت قتادہ ؒ فرماتے ہیں اولیاء اللہ کی صفت یہ ہے کہ قرآن سن کران کے دل موم ہو جائیں اور ذکر اللہ کی طرف وہ جھک جائیں' ان کے دل ڈر جائیں' ان کی آنکھیں آنسو بہائیں اور طبیعت میں سکون پیدا ہو جائے یہ نہیں کہ عقل جاتی رہے ۔ عجیب کیفیت طاری ہو جائے ۔ نیک وبد کا ہوش نہ رہے ۔ یہ بدعت کے افعال ہیں کہ ہاہو کرنے لگتے ہیں اور کودتے' اچھلتے اور کپڑے پھاڑتے ہیں یہ شیطانی حرکت ہے ۔ ذکر اللہ سے مراد وعدہ اللہ تعالیٰ بھی بیان کیا گیا ہے ۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ ہیں صفتیں ان لوگوں کی جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے ۔ ان کے خلاف جنہیں پاؤ سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں گمراہ کر دیا ہے ۔ اور یقین رکھو کہ رب تعالیٰ جن لوگوں کو ہدایت دینا نہ چاہے انہی کوئی راہ راست نہیں دکھا سکتا ۔

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝۲۴ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۲۵ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۲۶

وقف لازم

بھلا جو شخص قیامت کے دن کے بدترین عذابوں کی سپر اپنے منہ کو بنائے گا' ایسے ظالموں سے کہا جائے گا کہ اپنے کئے کا وبال چکھو ۔ ان سے پہلے والوں نے بھی جھٹلایا' پھران پران کی بےخبری کی حالت میں ہی عذاب آ پڑے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں زندگانی دنیا کی رسوائی کا مزہ چکھایا ۔ اور ابھی آخرت کا تو بڑا بھاری عذاب ہے' کاش کہ یہ لوگ سمجھ لیں ۔

منکروں کیلئے سخت عذاب: ایک وہ جسے ہنگامہ خیز دن میں امن وامان حاصل ہو' اور ایک وہ جسے اپنے منہ پر عذاب کے تھپیڑے کھانے پڑتے ہوں' برابر ہو سکتے ہیں؟ جیسے فرمایا ﴿اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰي وَجْهِهٖٓ﴾ الخ اوندھے منہ' منہ کے بل چلنے والا اور راہ راست قامت اپنے پیروں سیدھی راہ چلنے والا برابر نہیں ۔ ان کفار کو تو قیامت کے دن اوندھے منہ گھسیٹا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آگ کا مزہ چکھو ۔ اور آیت میں ہے ﴿اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ جہنم میں داخل کیا جانے والا بدنصیب اچھا یا امن وامان سے

قیامت کا دن گزارے والا اچھا؟ یہاں اس آیت کا بھی مطلب یہی ہے' لیکن ایک قسم کا ذکر کر کے دوسری قسم کے بیان کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ اسی سے وہ بھی سمجھ لیا جاتا ہے۔ یہ بات شعراء کے کلام میں بھی برابر پائی جاتی ہے۔ اگلے لوگوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی باتوں کو نہ مانا تھا اور رسولوں کو جھوٹا کہا تھا۔ پھر دیکھو کہ ان پر کس طرح ان کی بے خبری میں مار پڑی؟ اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کو دنیا میں بھی ذلیل وخوار کیا اور آخرت کے سخت عذاب بھی ان کے لئے باقی ہیں۔ سو تمہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ اشرف رسل کے ستانے اور نہ ماننے کی وجہ سے تم پر کہیں ان سے بھی بدتر عذاب برس نہ پڑیں۔ تم اگر ذی علم ہو تو ان کے حالات اور تذکرے تمہاری نصیحت کے لئے کافی ہیں۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾

یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثالیں بیان کر دی ہیں کیا عجب کہ وہ نصیحت حاصل کر لیں۔ قرآن عربی ہے عیب ہے' ہو سکتا ہے کہ وہ پرہیزگاری اختیار کر لیں' سنو! اللہ تعالیٰ مثال بیان فرما رہے ہیں ایک وہ شخص جس میں بہت سے مختلف ساجھی ہیں اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک ہی کا غلام ہے' کیا یہ دونوں صفت میں یکساں ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہی کیلئے سب تعریف ہے۔ بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں۔ یقیناً خود تجھے بھی موت کا مزہ چکھنا ہے اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔ پھر تم سب کے سب قیامت کے دن اپنے رب تعالیٰ کے سامنے جھگڑو گے۔

قرآن میں مثالیں: چونکہ مثالوں سے باتیں ٹھیک طور پر سمجھ میں آ جاتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ہر قسم کی مثالیں بھی بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ چنانچہ ارشاد ہے ﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہ مثالیں بیان فرمائی ہیں جنہیں تم خود اپنے آپس میں بہت اچھی طرح جانتے بوجھتے ہو۔ اور آیت میں ہے ﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾ ان مثالوں کو ہم لوگوں کے سامنے بیان کر رہے ہیں' علماء ہی انہیں بخوبی سمجھ سکتے ہیں یہ قرآن فصیح عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی اور کوئی کمی نہیں' واضح دلیلیں اور روشن حجتیں ہیں۔ یہ اس لئے کہ اسے پڑھ سنکر لوگ اپنا بچاؤ کر لیں اسکے عذاب کی آیتوں کو سامنے رکھ کر برائیاں چھوڑیں' اور اس کے ثواب کی آیتوں کی طرف نظریں رکھ کر نیک اعمال میں محنت کریں اس کے بعد جناب باری عز اسمہ مواحد اور مشرک کی مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک تو وہ غلام جس کے مالک بہت سارے ہوں اور وہ بھی آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں' دوسرا وہ غلام جو خالص صرف ایک ہی شخص کی ملکیت کا ہو' اس کے سوا اس پر دوسرے کسی کا کوئی اختیار نہ ہو' کیا یہ دونوں تمہارے نزدیک یکساں ہیں؟ ہرگز نہیں اسی طرح موحد جو صرف ایک اللہ ﴿وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ﴾ کی ہی عبادت کرتا ہے اور مشرک جس نے اپنے معبود بہت سے بنا رکھے ہیں' ان دونوں میں بھی کوئی نسبت نہیں۔ کہاں یہ مخلص موحد؟ کہاں یہ دربدر بھٹکنے والا مشرک؟ اس ظاہر باہر روشن اور صاف مثال کے بیان پر بھی رب العالمین کی حمد وثنا بیان کرنی چاہئے کہ اس نے اپنے بندوں کو اس طرح سمجھا دیا کہ حقیقت بالکل عیاں ہو گئی' شرک کی بدی اور توحید کی خوبی اچھی طرح ذہن نشین ہو گئی۔ اب رب تعالیٰ کے ساتھ وہی لوگ شرک کریں گے جو یکسر بے علم ہوں' جن میں سمجھ بوجھ بالکل ہی نہ ہو۔ اس کے بعد کی آیت کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد پڑھ کر پھر دوسری آیت ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ کی آخر آیت تک تلاوت کر کے لوگوں کو بتلایا تھا کہ حضور ﷺ کی وفات ہو گئی۔ آپ کا کلام سن کر سب کو یقین ہو گیا تھا۔ مطلب آیت

کریمہ کا یہ ہے کہ سب اس دنیا سے جانے والے ہیں اور آخرت میں اپنے رب تعالیٰ کے پاس جمع ہونے والے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ مشرکوں اور موحدوں میں صاف فیصلہ کردے گا اور حق ظاہر ہو جائے گا۔ اس سے اچھے فیصلے والا اور اس سے زیادہ علم والا کون ہے؟ ایمان' اخلاص اور توحید و سنت والے نجات پائیں گے۔ شرک و کفر' انکار و تکذیب کرنے والے سخت سزائیں اٹھائیں گے۔ اسی طرح جن دو شخصوں میں جھگڑا اور اختلاف دنیا میں تھا قیامت کے روز وہ رب عادل کے سامنے پیش ہو کر فیصل ہوگا۔ اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت زبیرؓ نے رسول اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ قیامت کے دن پھر سے جھگڑے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں' یقیناً۔ تو حضرت عبداللہؓ نے کہا' پھر تو سخت مشکل ہے (ابن ابی حاتم)

سب مرکر جی اٹھیں گے: مسند احمد کی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آیت ﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ﴾ یعنی پھر اس دن تم سے ربانی نعمتوں کا سوال کیا جائے گا' کے نازل ہونے پر آپ ہی نے سوال کیا کہ وہ کونسی نعمتیں ہیں جن کی بابت ہم سے حساب لیا جائیگا؟ ہم تو کھجوریں کھا کر اور پانی پی کر گزارہ کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اب نہیں ہیں تو کیا؟ عنقریب بہت سے نعمتیں حاصل ہو جائیں گی۔ یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور امام ترمذیؒ اسے حسن بتلاتے ہیں۔ مسند کی اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت زبیر بن عوامؓ نے آیت اِنَّكَ مَيِّتٌ (الایۃ) کے نازل ہونے پر پوچھا کہ یارسول اللہ! کیا جو جھگڑے ہمارے دنیا میں تھے وہ دوبارہ وہاں قیامت میں دہرائے جائیں گے؟ ساتھ ہی گناہوں کی بھی پرسش ہوگی؟ آپ نے فرمایا ہاں' وہ ضرور دہرائے جائیں گے اور ہر شخص کو اس کا حق پورا پورا دلوایا جائے گا۔ یہ سن کر آپ نے عرض کیا پھر تو سخت مشکل کام ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے پڑوسیوں کے آپس کے جھگڑے پیش ہوں گے۔ اور حدیث میں ہے اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سب جھگڑوں کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ یہاں تک کہ دو بکریاں جو لڑی ہوں گی اور ایک نے دوسری کو سینگ مارے ہوں گے' ان کا بدلہ بھی دلوایا جائے گا (مسند احمد)

مسند ہی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ دو بکریوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذرؓ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیوں لڑ رہی ہیں؟ حضرت ابوذرؓ نے جواب دیا کہ حضور! مجھے کیا خبر؟ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے' لیکن اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے' اور وہ قیامت کے دن ان دونوں میں انصاف کریگا۔

بزار میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ظالم اور خائن بادشاہ سے اسکی رعیت قیامت کے دن جھگڑا کرے گی اور اس پر وہ غالب آجائے گی اور فرمان الٰہی سرزد ہوگا کہ جاؤ اسے جہنم کا ایک رکن بنادو۔ اس حدیث کے ایک راوی اغلب بن تمیم کا حافظہ جیسا چاہئے ایسا نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں ہر سچا جھوٹے سے' ہر مظلوم ظالم سے ہر ہدایت یافتہ گمراہی میں مبتلا ہونے والے سے' ہر کمزور زور آور سے اس روز جھگڑے گا۔ ابن مندہؒ اپنی "کتاب الروح" میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت لائے ہیں کہ لوگ قیامت کے دن جھگڑیں گے' یہاں تک کہ روح اور جسم کے درمیان بھی جھگڑا ہوگا۔ روح تو جسم کو الزام دے گی کہ تو نے یہ سب برائیاں کیں اور جسم روح سے کہے گا کہ ساری چاہت اور شرارت تیری ہی تھی۔ ایک فرشتہ ان میں فیصلہ کرے گا۔ وہ کہے گا سنو! ایک آنکھوں والا انسان ہے لیکن اپاہج بالکل لولا لنگڑا' چلنے پھرنے سے معذور ہے۔ دوسرا آدمی اندھا ہے لیکن اس کے پیر سلامت ہیں چلتا پھرتا ہے یہ دونوں ایک باغ میں ہیں۔ لنگڑا اندھے سے کہتا ہے' بھائی یہ باغ تو میووں اور پھلوں سے لدا ہوا ہے لیکن میرے تو پاؤں نہیں جو میں جا کر یہ پھل توڑلوں۔ اندھا جواب دیتا ہے کہ آؤ میرے پاؤں ہیں میں تجھے اپنی چڈی پر چڑھا لیتا ہوں اور لے چلتا ہوں۔ چنانچہ یہ دونوں اس طرح پہنچے اور خوب مرضی کے مطابق پھل توڑے۔ بتلاؤ ان دونوں میں مجرم کون ہے؟ جسم اور روح دونوں جواب دیتے ہیں کہ جرم دونوں کا ہے۔ فرشتہ کہتا ہے بس اب تو تم نے اپنا فیصلہ آپ کردیا یعنی جسم گویا سواری ہے اور روح اس پر سوار ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے پر ہم تعجب میں تھے کہ ہم میں اور اہل کتاب میں تو جھگڑا ہے ہی نہیں' پھر آخر روز قیامت میں کس سے جھگڑے ہوں گے؟ اس کے بعد جب آپس کے

فتنے شروع ہو گئے تو ہم نے سمجھ لیا کہ یہی آپس کے جھگڑے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش ہوں گے۔ ابوالعالیہ ؒ فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ غیر اہل قبلہ سے جھگڑیں گے۔ اور ابن زید ؒ سے مروی ہے کہ مراد اہل اسلام اور اہل کفر کا جھگڑا ہے۔ لیکن ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ فی الواقع یہ آیت عام ہے' واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

﴿ اَلْحَمْدُ للّٰهِ ﴾ ' اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور فضل و رحم سے تفسیر ابن کثیر اردو کا تئیسواں پارہ ختم ہوا۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَالَّذِىْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِىْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے؟ جو اللہ پر جھوٹ بولے اور سچا دین جب اس کے پاس آئے تو اسے جھوٹا بتلائے کیا ایسے کفار کے لئے جہنم ٹھکانا نہیں ہے؟ اور جو لوگ سچے دین کو لائیں اور جو اسے سچا جانیں یہی لوگ پارسا ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز ہے جو یہ چاہیں نیک لوگوں کا یہی بدلہ ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے برے عملوں کو دور کر دے اور جو نیک کام انہوں نے کئے ہیں ان کا نیک بدلہ عطا فرمائے۔

سب سے بڑا ظالم کون؟ مشرکین نے اللہ تعالیٰ پر بہت جھوٹ بولا تھا اور طرح طرح کے الزام لگائے تھے' کبھی اس کے ساتھ دوسرے معبود بتلاتے تھے' کبھی فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی لڑکیاں شمار کرتے لگتے تھے' کبھی مخلوق میں سے کسی کو اس کا بیٹا کہہ دیا کرتے تھے جن تمام امور سے اس کی بلند و بالا ذات پاک اور برتر تھی' ساتھ ہی ان میں دوسری بد خصلت یہ بھی تھی کہ جو حق انبیاء علیہم السلام کی زبانی اللہ تعالیٰ نازل فرماتا یہ اسے بھی جھٹلاتے' پس فرمایا کہ یہ سب سے بڑھ کر ظالم ہیں پھر جو سزا انہیں ہونی ہے اس سے انہیں آگاہ کر دیا کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہی ہے جو مرتے دم تک انکار و تکذیب پر ہی رہیں۔ ان کی بد خصلت اور سزا کا ذکر کر کے پھر مومنوں کی نیک صفت اور ان کی جزا کا ذکر فرماتا ہے کہ جو سچائی کو لایا اور اسے سچا مانا یعنی آنحضرت ﷺ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اور ہر وہ شخص جو کلمہ توحید کا اقراری ہو اور انبیاء علیہم السلام اور ان کے ماننے والی ان کی مسلمان امت۔ یہ قیامت کے دن یہی کہیں گے کہ جو تم نے ہمیں دیا اور جو فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے رہے۔ خود رسول ﷺ بھی اس آیت میں داخل ہیں آپ ﷺ بھی سچائی کے لانے والے اور اگلے رسولوں کی تصدیق کرنے والے اور آپ پر جو کچھ نازل ہوا اسے ماننے والے تھے اور ساتھ ہی یہی وصف تمام ایمان داروں کا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر فرشتوں پر کتابوں پر اور رسولوں پر ایمان رکھنے والے تھے۔

ربیع بن انس کی قرات میں ﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالصِّدْقِ﴾ ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں سچائی کو لانے والے آنحضرت ﷺ ہیں اور اسے سچ ماننے والے مسلمان ہیں یہی متقی پارسا اور پرہیزگار ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور شرک کفر سے بچتے رہے ان کے لئے جنت میں جو وہ چاہیں سب کچھ ہے جب طلب کریں گے پائیں گے۔ یہی بدلہ ہے ان پاکباز لوگوں کا رب ان کی برائیاں تو معاف فرما دیتا ہے اور نیکیاں قبول کر لیتا ہے۔ جیسے دوسری آیت میں فرمایا ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا﴾ الخ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی نیکیاں ہم قبول کر لیتے ہیں۔ اور برائیوں سے درگزر فرما لیتے ہیں یہ جنتوں میں رہیں گے انہیں بالکل سچا اور صحیح صحیح وعدہ دیا جاتا ہے۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ يُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ﴿۳۶﴾ وَ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟ یہ لوگ تجھے رب کے سوا اوروں سے ڈرا رہے ہیں جسے رب گمراہ کردے اس کی رہنمائی کرنے والا کوئی نہیں۔ اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں کیا اللہ تعالیٰ غالب اور بدلہ لینے والا نہیں؟ اگر تو ان سے پوچھے کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً وہ یہی جواب دینگے کہ اللہ نے اب تو ان سے کہہ کہ اچھا یہ تو بتلاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں تو کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں کہہ دے۔ کہ اے میری قوم تم اپنے طور پر عمل کیے جاؤ میں بھی عمل کر رہا ہوں ابھی ابھی تم جان لو گے کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کس پر دائمی مار اور ہمیشگی کی سزا ہوتی ہے۔

مؤمن کے لئے اللہ ہی کافی ہے: ایک قراءت میں ﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عِبَادَهٗ﴾ ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے کو کافی ہے اسی پر ہر شخص کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس نے نجات پالی جو اسلام کی ہدایت دیا گیا اور بقدر ضرورت روزی دیا گیا اور قناعت بھی نصیب ہوئی (ترمذی وغیرہ) اے نبی! یہ لوگ تجھے اللہ کے سوا اوروں سے ڈرا رہے ہیں' یہ ان کی جہالت وضلالت ہے اور اللہ جسے گمراہ کردے اسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا۔ جس طرح اللہ کے راہ دکھائے ہوئے شخص کو کوئی بہکا نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ بلند جناب والا ہے۔ اس پر بھروسہ کرنے والے کا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا' اور اس کی طرف جھک جانے والا کبھی محروم نہیں رہتا۔ اس سے بڑھ کر عزت والا کوئی نہیں' اسی طرح اس سے بڑھ کر انتقام پر قادر بھی کوئی نہیں جو اس کے ساتھ کفر وشرک کرتے ہیں اس کے رسولوں سے لڑتے بھڑتے ہیں قطعاً وہ انہیں سخت سزائیں دے گا۔ مشرکین کی اور جہالت بیان ہو رہی ہے کہ باوجود اللہ تعالیٰ کو خالق کل ماننے کے پھر بھی ایسے معبودان باطل کی پرستش کرتے ہیں جو کسی نفع نقصان کے مالک نہیں جنہیں کسی امر کا کوئی اختیار نہیں۔ حدیث میں ہے اللہ کو یاد رکھ وہ تیری حفاظت کرے گا' اللہ کو یاد رکھ تو اسے ہر وقت اپنے پاس پائے گا۔ آسانی کے وقت رب کی نعمتوں کا شکر گزار رہ سختی کے وقت وہ تجھے کام آئے گا۔ جب کچھ مانگے

تو اللہ ہی سے مانگ اور جب مدد طلب کرے تو اسی سے مدد طلب کر۔ یقین رکھ کہ اگر تمام دنیا مل کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے اور اللہ کا ارادہ نہ ہو تو سب تجھے ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور سب جمع ہو کر تجھے کوئی نفع پہنچانا چاہیں جو اللہ نے مقدر میں نہ لکھا ہو تو ہرگز نہیں پہنچا سکتے صحیفے خشک ہو چکے قلمیں اٹھالی گئیں۔ یقین اور شکر کے ساتھ نیکیوں میں مشغول رہا کر۔ تکلیفوں میں صبر کرنے پر بڑی نیکیاں ملتی ہیں۔ مدد صبر کے ساتھ ہے۔ غم و رنج کے ساتھ ہی خوشی اور فراخی ہے۔ ہر سختی اپنے اندر آسانی کو لئے ہوئے ہے (ابن ابی حاتم)۔ تو کہہ دے کہ مجھے اللہ بس ہے۔ بھروسہ کرنے والے اسی کی پاک ذات پر بھروسہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا تھا جب کہ انہوں نے کہا تھا کہ اے ہود ہمارے خیال سے تو تمہیں ہمارے کسی معبود نے کسی خرابی میں مبتلا کر دیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تمہارے تمام معبودان باطل سے بیزار ہوں تم سب مل کر میرے ساتھ جو داؤں گھات تم سے ہو سکتے ہیں سب کر لو اور مجھے مطلق مہلت نہ دو۔ سنو امیرا توکل میرے رب پر ہے جو دراصل تم سب کا بھی رب ہے۔ روئے زمین پر جتنے چلنے پھرنے والے ہیں سب کی چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔ رسول اللہ حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص سب سے زیادہ قوی ہونا چاہے وہ اللہ پر بھروسہ رکھے اور جو سب سے زیادہ غنی بننا چاہے وہ اس چیز پر جو اللہ کے ہاتھ میں ہے زیادہ اعتماد رکھے بہ نسبت اس چیز کے جو خود اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور جو سب سے زیادہ بزرگ ہونا چاہے وہ اللہ عزوجل سے ڈرتا رہے (ابن ابی حاتم) پھر مشرکین کو ڈانٹتے ہوتے فرماتا ہے کہ اچھا تم اپنے طریقے پر عمل کرتے چلے جاؤ' میں اپنے طریقے پر عامل ہوں۔ تمہیں عن قریب معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں ذلیل و خوار کون ہوتا ہے؟ اور آخرت کے دائمی عذابوں میں گرفتار کون ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔

إِنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ لِلنَّاسِ بِٱلْحَقِّ ۖ فَمَنِ ٱهْتَدَىٰ فَلِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ﴿٤١﴾ ٱللَّهُ يَتَوَفَّى ٱلْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَٱلَّتِى لَمْ تَمُتْ فِى مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ ٱلَّتِى قَضَىٰ عَلَيْهَا ٱلْمَوْتَ وَيُرْسِلُ ٱلْأُخْرَىٰٓ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾

ع ۱

تجھ پر ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب لوگوں کے لیے نازل فرمائی ہے پس جو شخص راہ راست پر آ جائے اسکے اپنے لیے نفع ہے اور جو گمراہ ہو جائے اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے تو ان کا ذمہ دار نہیں۔ اللہ ہی روحوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی انہیں ان کی نیند کے وقت قبض کر لیتا ہے پھر جن پر موت کا حکم لگ چکا ہے انہیں تو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقرر وقت تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے غور کرنے والوں کے لیے اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔

گمراہ ہونے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے: اللہ تعالیٰ رب العزت اپنے نبی ﷺ کو خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ ہم نے تجھ پر اس قرآن کو سچائی اور راستی کے ساتھ تمام جن وانس کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے۔ اس کے فرمان کو مان کر راہ راست حاصل کرنے والے اپنا ہی نفع کریں گے اور اس کے ہوتے ہوئے بھی دوسری غلط راہوں پر چلنے والے اپنا ہی بگاڑیں گے۔ تو اس امر کا ذمہ دار نہیں کہ خواہ مخواہ ہر شخص اسے مان ہی لے' تیرے ذمے صرف اس کا پہنچا دینا ہے حساب لینے والے ہم ہیں ہم ہی

موجود میں جو چاہیں تصرف کرتے رہتے ہیں۔ وفات کبریٰ جس میں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے انسان کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وفات صغریٰ جو نیند کے وقت ہوتی ہے ہمارے ہی قبضے میں ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ﴾ الخ۔ یعنی وہ ذات جو تمہیں رات کو فوت کر دیتا ہے اور دن میں جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے پھر تمہیں ان میں اٹھا بٹھاتا ہے تاکہ مقرر کیا ہوا وقت پورا کر دیا جائے پھر تم سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دے گا وہی اپنے سب بندوں پر غالب ہے وہی تم پر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے تاوقتیکہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ تقصیر اور کمی نہیں کرتے۔ پس ان دونوں آیتوں میں بھی یہی ذکر ہوا ہے پہلے چھوٹی موت کو پھر بڑی موت کو بیان فرمایا۔ یہاں پہلے بڑی وفات کو پھر چھوٹی وفات کو ذکر کیا۔ اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ملاء اعلیٰ میں یہ روحیں جمع ہوتی ہیں جیسے کہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی اپنے بستر پر سونے کو جائے تو اپنے تہبند کے اندرونی حصے سے اسے جھاڑ لے نہ جانے اس پر کیا کچھ ہو؟ پھر یہ دعا پڑھے ﴿ بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهُ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ ﴾ یعنی اے میرے پالنے والے رب! تیرے پاک نام کی برکت سے میں لیٹتا ہوں اور تیری ہی رحمت سے میں جاگوں گا اگر تو میری روح کو روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر تو اسے بھیج دے تو اس کی ایسی ہی حفاظت کرنا جیسی تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔ بعض سلف کا قول ہے کہ مردوں کی روحیں جب وہ مریں اور زندوں کی روحیں جب وہ سوئیں قبض کر لی جاتی ہیں اور ان میں آپس میں تعارف ہوتا ہے جب تک اللہ چاہے پھر مردوں کی روحیں تو وہیں روک لی جاتی ہیں اور دوسری روحیں مقرر وقت تک کے لئے چھوڑ دی جاتی ہیں یعنی مرنے کے وقت تک۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں مردوں کی روحیں اللہ تعالیٰ روک لیتا ہے اور زندوں کی روحیں واپس بھیج دیتا ہے اور اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ غور و فکر کے جو عادی ہیں وہ اسی ایک بات میں قدرت اللہ کے بہت سے دلائل پا لیتے ہیں۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کو سفارش کرنے والا مقرر کر رکھا ہے؟ تو کہہ دے کہ گو وہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں۔ کہہ دے کہ تمام سفارش کا مختار اللہ ہی ہے۔ تمام آسمانوں اور زمین کا راج اسی کے لیے ہے تم سب اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے۔ جب اللہ اکیلے کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کھل کر خوش ہو جاتے ہیں۔

عقل و شعور سے عاری ہی اللہ سے شرک کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ مشرکوں کی مذمت بیان فرماتا ہے کہ وہ بتوں کو اور معبودان باطل کو اپنا سفارشی اور شفیع سمجھے بیٹھے ہیں جس کی نہ کوئی دلیل ہے نہ حجت اور دراصل انہیں نہ کچھ اختیار ہے نہ عقل

وشعور نہ ان کی آنکھیں نہ ان کے کان۔ وہ تو پتھر اور جمادات ہیں جو حیوانوں سے بدرجہا بدتر ہیں اس لیے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ان سے کہہ دو کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کے سامنے لب ہلا سکے آواز اٹھا سکے جب تک کہ اس کی مرضی نہ پالے اور اجازت حاصل نہ کر لے۔ ساری شفاعتوں کا مالک وہی ہے۔ زمین وآسمان کا بادشاہ تنہا وہی ہے۔ قیامت کے دن تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اس وقت وہ عدل کے ساتھ تم سب میں سچے فیصلے کرے گا اور ہر ایک کو اسکے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ ان کافروں کی یہ حالت ہے کہ توحید کا کلمہ سننا انہیں ناپسند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر سن کر ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں اس کا سننا بھی انہیں پسند نہیں۔ ان کا جی اس میں نہیں لگتا۔ کفر و تکبر انہیں روک دیتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ یعنی ان سے جب کہا جاتا تھا کہ اللہ ایک کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تو یہ تکبر کرتے تھے اور ماننے سے جی چراتے تھے۔ چونکہ ان کے دل حق کے منکر ہیں اس لیے باطل کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔ جہاں بتوں کا اور دوسرے خداؤں کا ذکر آیا کہ ان کی باچھیں کھل گئیں۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾

تو کہہ کہ اے اللہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے چھپے کھلے کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں میں ان امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ الجھ رہے تھے اگر ظلم کرنے والوں کے پاس وہ سب کچھ ہو جو روئے زمین پر ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہو تو بھی بدترین سزا کے بدلے میں قیامت کے دن یہ سب کچھ دے دیں اور ان کے سامنے اللہ کی طرف سے وہ ظاہر ہوگا جس کا گمان بھی انہیں نہ تھا جو کچھ انہوں نے کیا تھا اس کی برائیاں ان پر کھل پڑیں گی اور جس کے ساتھ وہ مذاق کرتے تھے وہ انہیں آگھیرے گا۔

قیامت کے دن اختلافات کا فیصلہ ہو گا: مشرکین کو توحید سے جو نفرت ہے اور شرک سے جو محبت ہے اسے بیان فرما کر اپنے نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ فرماتا ہے کہ تو صرف اللہ تعالیٰ واحد و احد کو ہی پکار جو آسمان و زمین کا خالق ہے اور اس وقت اس نے انہیں پیدا کیا ہے جب کہ نہ یہ کچھ تھے نہ ان کا کوئی نمونہ تھا۔ وہ ظاہر و باطن چھپے کھلے کا عالم ہے۔ یہ لوگ جو جو اختلافات اپنے آپس میں کرتے تھے سب کا فیصلہ اس دن ہو گا جب یہ قبروں سے نکلیں گے اور میدان قیامت میں آئیں گے۔ حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمن ؒ حضرت عائشہ سے دریافت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز کو کس دعا سے شروع کرتے تھے؟ آپ فرماتی ہیں کہ اس دعا سے ﴿اللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرِيْلَ مِيْكَآئِيْلَ وَاِسْرَافِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ یعنی اے اللہ اے جبرئیل میکائیل اور اسرافیل کے رب اے آسمان و زمین کو بے نمونے کے پیدا

کرنے والے اے حاضر و غائب کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کے اختلافات کا فیصلہ کرنے والا ہے جس چیز میں اختلاف کیا گیا ہے تو مجھے ان سب میں اپنے فضل سے راہ حق دکھا تو جسے چاہے سیدھی راہ کی رہنمائی کرتا ہے (مسلم) حضور ﷺ فرماتے ہیں جو بندہ اس دُعا کو پڑھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے اس بندے نے مجھ سے عہد لیا ہے اس عہد کو پورا کرو چنانچہ اسے جنت میں پہنچا دیا جائے گا وہ دُعا یہ ہے ﴿اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اِنِّیْ اَعْھَدُ اِلَیْکَ فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا اَنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ فَاِنَّکَ اِنْ تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ تُقَرِّبْنِیْ مِنَ الشَّرِّ وَتُبَاعِدْنِیْ مِنَ الْخَیْرِ وَاِنِّیْ لَا اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِکَ فَاجْعَلْ لِّیْ عِنْدَکَ عَھْدًا تُوَفِّیْنِیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ﴾ یعنی اے اللہ اے آسمان و زمین کو بے نمونے کے پیدا کرنے والے اے غائب و حاضر کے جاننے والے میں اس دنیا میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میری گواہی ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور میری یہ بھی شہادت ہے کہ محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں تو اگر مجھے میری ہی طرف سونپ دے گا تو میں برائی سے قریب اور بھلائی سے دور جا پڑوں گا۔ اے اللہ مجھے صرف تیری رحمت ہی کا سہارا اور بھروسہ ہے پس تو بھی مجھ سے عہد کر جسے تو قیامت کے دن پورا کرے یقیناً تو عہد شکن نہیں۔ اس حدیث کے راوی سہیلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم بن عبدالرحمٰنؒ سے جب کہا کہ عون اس طرح یہ حدیث بیان کرتے تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ ہماری تو پردہ نشین بچیوں کو بھی یہ حدیث یاد ہے (۔ مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے ایک کاغذ نکالا اور فرمایا کہ یہ دُعا ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سکھائی ہے ﴿اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ اَنْتَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلٰہُ کُلِّ شَیْءٍ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَشْھَدُوْنَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّیْطَانِ وَشِرْکِہٖ وَاَعُوْذُبِکَ اَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰی نَفْسِیْ اِثْمًا اَوْ اَجُرَّہٗ اِلٰی مُسْلِمٍ﴾ یعنی اے اللہ اے آسمان و زمین کو بے نمونہ پیدا کرنے والے چھپی کھلی کے جاننے والے تو ہر چیز کا رب ہے اور ہر چیز کا معبود ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں اور فرشتے بھی یہی گواہی دیتے ہیں۔ میں شیطان سے اور اس کے شرک سے تیری پناہ میں آتا ہوں میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں اپنی جان پر کوئی گناہ کروں یا کسی اور مسلمان کی طرف کسی گناہ کو لے جاؤں۔ حضرت ابو عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں یہ دُعا حضور اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو سکھلائی تھی وہ اسے سونے کے وقت پڑھا کرتے تھے (مسند امام احمد) اور روایت میں ہے کہ ابو راشد حبرانیؒ نے کوئی حدیث سننے کی خواہش حضرت عبداللہ بن عمرو سے کی تو حضرت عبداللہؓ نے ایک کتاب نکال کر ان کے سامنے رکھ دی اور فرمایا یہ ہے جو مجھے رسول اللہ نے لکھوائی ہے میں نے دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا یا رسول اللہ! میں صبح و شام کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا یہ پڑھو: ﴿اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ رَبَّ کُلِّ شَیْءٍ وَّمَلِیْکَہٗ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَشَرِّ الشَّیْطَانِ وَشِرْکِہٖ اَوْ اَقْتَرِفَ عَلٰی نَفْسِیْ سُوْٓءًا اَوْ اَجُرَّہٗ اِلٰی مُسْلِمٍ﴾ (ترمذی وغیرہ) مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں مجھے اس دُعا کے پڑھنے کا اللہ کے رسول ﷺ نے صبح شام اور سوتے وقت حکم دیا ہے۔

دوسری آیت میں ظالموں سے مراد مشرکین ہیں۔ فرماتا ہے کہ اگر ان کے پاس روئے زمین کے خزانے اور اتنے ہی اور ہوں تو بھی یہ قیامت کے بدترین عذابوں کے بدلے انہیں اپنے فدیے میں اور اپنی جان کے بدلے میں دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے لیکن اس

دن کوئی فدیہ اور بدلہ قبول نہ کیا جائیگا گو زمین بھر کر سونا دیں جیسے کہ اور آیت میں بیان فرمادیا ہے۔ آج اللہ کے وہ عذاب انکے سامنے آئینگے کہ کبھی انہیں انکا خیال بھی نہ گزرا تھا۔ جو جو حرام کاریاں 'بدکاریاں' گناہ اور برائیاں انہوں نے دنیا میں کی تھیں ان سب کی سزا اپنے آگے موجود پائینگے۔ دنیا میں جس سزا کا ذکر سن کر مذاق کرتے تھے آج وہ انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی۔

فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ۚ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥٠﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۚ وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَٰؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٥١﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾

ع ۵/۱۱ / ۲

انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیں تو کہنے لگتا ہے کہ اسے تو میں محض اپنی دانائی کی وجہ سے دیا گیا ہوں بلکہ یہ آزمائش ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں۔ ان سے اگلے بھی یہی بات کہہ چکے ہیں۔ پس ان کی کاروائی ان کے کچھ کام نہ آئی۔ پھر ان کی تمام برائیاں ان پر آپڑیں اور ان میں سے بھی جو گنہگار ہیں ان کی کی ہوئی برائیاں بھی اب ان پر آپڑیں گی یہ ہمیں ہرا دینے والے نہیں کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی ایمان لانے والوں کے لیے اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

تنگی وآسانی بطور آزمائش ہے: اللہ تعالیٰ انسان کی حالت کو بیان فرماتا ہے کہ مشکل کے وقت تو وہ آہ وزاری شروع کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف پوری طرح راجع اور راغب ہو جاتا ہے لیکن جہاں مشکل کشائی ہو گئی جہاں راحت ونعمت حاصل ہوئی کہ یہ سرکش ومتکبر بنا اور اکڑتا ہو کہنے لگا کہ یہ تو اللہ کے ذمے میرا حق تھا۔ میں اللہ کے نزدیک اس کا مستحق تھا ہی۔ میری اپنی عقل مندی اور خوش تدبیری کی وجہ سے اس نعمت کو میں نے حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بات یوں نہیں بلکہ دراصل یہ ہماری طرف کی آزمائش ہے گو ہمیں ازل سے علم حاصل ہے لیکن تاہم ہم اسے ظہور میں لانا چاہتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس نعمت کا یہ شکر ادا کرتا ہے یا ناشکری؟ لیکن یہ لوگ بے علم ہیں۔ دعویٰ کرتے ہیں منہ سے بات نکال دیتے ہیں لیکن اصلیت سے بے خبر ہیں۔ یہی دعویٰ اور یہی قول ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی کیا اور کہا لیکن ان کا قول صحیح ثابت نہ ہوا اور ان نعمتوں نے اور کسی چیز نے اور ان کے اعمال نے انہیں کوئی نفع نہ دیا جس طرح ان پر وبال ٹوٹ پڑا اسی طرح ان پر ایک دن ان کی بداعمالیوں کا وبال آپڑے گا اور یہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے نہ تھکا اور ہرا سکتے ہیں۔ جیسے کہ قارون سے اس کی قوم نے کہا تھا کہ اس قدر اکڑ نہیں' اللہ تعالیٰ خود پسندوں کو محبوب نہیں رکھتا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو خرچ کر کے آخرت کی تیاری کر اور وہاں کا سامان مہیا کر۔ اس دنیا میں بھی فائدہ اٹھاتا رہ اور جیسے اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ سلوک کیا ہے تو بھی لوگوں کے ساتھ احسان کرتا رہ۔

زمین میں فسادی مت بن اللہ تعالیٰ مفسدوں سے محبت نہیں کرتا۔ اس پر قارون نے جواب دیا کہ ان تمام نعمتوں اور جاہ و دولت کو میں نے محض اپنی دانائی اور علم و ہنر سے حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا اسے یہ معلوم نہیں کہ اس سے پہلے اس سے زیادہ جمع جتھے والوں کو میں نے ہلاک و برباد کر دیا ہے۔ مجرم اپنے گناہوں کے بارے میں پوچھے نہ جائیں گے؟ الغرض مال و اولاد پر پھول کر اللہ کو بھول جانا یہ شیوہ کفر ہے۔ کفار کا قول تھا کہ ہم مال و اولاد میں زیادہ ہیں ہمیں عذاب ہونے کا نہیں کیا نہیں اب تک یہ معلوم نہیں کہ رزق کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جس کے لیے چاہے کشادگی کرے اور جس پر چاہے تنگی کرے۔ اس میں ایمان والوں کے لیے طرح طرح کی عبرتیں اور دلیلیں ہیں۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ بَلٰى قَدْ جَاۗءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

میری جانب سے کہہ دو کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے تم سب اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور اسکی حکم برداری کیے چلے جاؤ اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آجائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔ اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص کہے ہائے افسوس اس بات پر کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کوتاہی کی بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں ہی رہا۔ یا کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت کرتا تو میں بھی پارسا لوگوں میں ہوتا یا عذابوں کو دیکھ کر کہنے لگے کاش کہ کسی طرح میرا لوٹ جانا ہو جاتا تو میں بھی نیک کاروں میں ہو جاتا۔ ہاں ہاں بے شک تیرے پاس میری آیتیں پہنچ چکی تھیں جنہیں تو نے جھٹلایا اور غرور و تکبر کیا اور تو تھا ہی کافروں میں۔

اللہ کی طرف سے توبہ کی دعوت عام: اس آیت میں تمام نافرمانوں کو گو وہ مشرک و کافر بھی ہوں توبہ کی دعوت دی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غفور و رحیم ہے وہ ہر تائب کی توبہ قبول کرتا ہے۔ ہر جھکنے والے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والے کے اگلے گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے گو وہ کیسے ہی ہوں کتنے ہی ہوں کبھی کے ہوں۔ اس آیت کو بغیر توبہ

کے گناہوں کی بخشش کے معنی میں لینا صحیح نہیں اس لیے کہ شرک بے توبہ بخشا نہیں جاتا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ بعض مشرکین جو قتل وزنا کے بھی مرتکب تھے حاضر خدمت نبوی ہو کر عرض کرتے ہیں کہ یہ آپ کی باتیں اور آپ کا دین ہمیں ہر لحاظ سے اچھا اور سچا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بڑے بڑے گناہ جو ہم سے ہو چکے ہیں ان کا کفارہ کیا ہو گا؟ اس پر آیت ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ﴾ الخ۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں مجھے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز کے ملنے سے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ جس نے شرک کیا ہو؟ آپ ﷺ نے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد فرمایا۔ خبردار رہو جس نے شرک بھی کیا ہو تین مرتبہ یہی فرمایا۔ مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک بوڑھا بڑا شخص لکڑی ٹیکتا ہوا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے چھوٹے موٹے گناہ بہت سارے ہیں کیا مجھے بھی بخشا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی نہیں دیتا؟ اس نے کہا ہاں اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی بھی دیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تیرے چھوٹے موٹے گناہ معاف ہیں۔ ابوداؤد ترمذی وغیرہ میں ہے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ اس آیت کی تلاوت اسی طرح فرمارہے تھے ﴿اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ اور اس آیت کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا ﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا وَّلَا يُبَالِيْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ پس ان کل احادیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ توبہ سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ بندے کو رحمت رب سے مایوس نہ ہونا چاہیے گو گناہ کتنے ہی بڑے اور کتنے ہی کثرت سے ہوں۔ توبہ اور رحمت کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہوا رہتا ہے اور وہ بہت ہی وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ کیا لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور فرمایا ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ﴾ الخ۔ جو برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے پھر اللہ سے استغفار کرے وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا پائے گا۔ منافقوں کی سزا جو جہنم کے سب سے نیچے کے طبقے میں ہو گی اسے بیان فرما کر بھی فرمایا ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا﴾ یعنی اس سے وہ مستثنیٰ ہیں جو توبہ کریں اور اصلاح کرلیں۔ مشرکین نصاریٰ کے اس شرک کا کہ وہ اللہ کو تین میں کا تیسرا مانتے ہیں ذکر کر کے ان کی سزاؤں کے بیان سے پہلے فرمادیا ﴿اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ﴾ کہ اگر یہ اپنے قول سے باز نہ آئے تو۔ پھر اللہ تعالیٰ عظمت و کبریائی جلال و شان والے نے فرمایا یہ کیوں اللہ تعالیٰ سے توبہ نہیں کرتے اور کیوں اس سے استغفار نہیں کرتے؟ وہ تو بڑا ہی غفور ورحیم ہے۔ ان لوگوں کا جنہوں نے خندقیں کھود کر مسلمانوں کو آگ میں ڈالا تھا ذکر کرتے ہوئے بھی فرمایا کہ جو مسلمان مردوں عورتوں کو تکلیف پہنچا کر پھر بھی توبہ نہ کریں ان کے لیے عذاب جہنم اور عذاب نار ہے۔

امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کے کرم وجود کو دیکھو کہ اپنے دوستوں کے قاتلوں کو بھی توبہ اور مغفرت کی طرف بلا رہا ہے۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں اس شخص کا واقعہ بھی مذکور ہے جس نے ننانوے (۹۹) آدمیوں کو قتل کیا تھا پھر بنی اسرائیل کے ایک عابد سے پوچھا کہ کیا اس کے لیے بھی توبہ ہے؟ اس نے انکار کیا' اس نے اسے بھی قتل کر دیا۔ پھر ایک عالم سے پوچھا اس نے جواب دیا کہ تجھ میں اور توبہ میں کوئی روک نہیں اور حکم دیا کہ موحدوں کی بستی میں چلا جائے۔ چنانچہ یہ اس گاؤں کی طرف چلا لیکن راستے میں ہی موت آ گئی۔ رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں آپس میں اختلاف ہوا۔ اللہ عزوجل نے زمین کے ناپنے کا حکم دیا تو ایک بالشت بھر نیک لوگوں کی بستی جس طرف وہ ہجرت کر کے جا رہا تھا قریب نکلی اور یہ انہی کے ساتھ ملا دیا گیا اور رحمت کے فرشتے اس کی روح کو لے گئے۔ یہ بھی مذکور ہے کہ وہ موت کے وقت سینے کے بل اس طرف گھسٹتا ہوا چلا تھا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے۔ کہ نیک لوگوں کی بستی کو قریب ہو جانے کا اور برے لوگوں کی بستی

کو دور ہو جانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ یہ ہے خلاصہ اس حدیث کا اور پوری حدیث اپنی جگہ بیان ہو چکی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے تمام بندوں کو اپنی مغفرت کی طرف بلایا ہے انہیں بھی جو حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کہتے تھے' انہیں بھی جو آپ کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے' انہیں بھی جو حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بتلاتے تھے' انہیں بھی جو اللہ کو فقیر کہتے تھے انہیں بھی جو اللہ کے ہاتھوں کو بند بتلاتے تھے اور انہیں بھی جو اللہ تعالیٰ کو تین میں کا تیسرا کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے فرماتا ہے کہ یہ کیوں اللہ کی طرف نہیں جھکتے اور کیوں اس سے اپنے گناہوں کی معافی نہیں چاہتے؟ اللہ تو بڑی ہی بخشش والا اور بہت ہی رحم و کرم والا ہے۔ پھر توبہ کی دعوت اللہ تعالیٰ نے اسے دی جس کا قول ان سب سے بڑھ چڑھ کر تھا جس نے دعویٰ کیا تھا کہ میں تمہارا بلند و بالا رب ہوں۔ جو کہتا تھا کہ میں نہیں جانتا کہ تمہارا کوئی معبود میرے سوا ہو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بھی جو شخص اللہ کے بندوں کو توبہ سے مایوس کرے' وہ اللہ عزوجل کی کتاب کا انکاری ہے۔ لیکن اسے سمجھ لو کہ جب تک اللہ کسی بندے پر اپنی مہربانی سے رجوع نہ فرمائے اسے توبہ نصیب نہیں ہوتی۔

قرآن کی چار جامع آیات: طبرانیؒ میں حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ کتاب اللہ قرآن کریم میں سب سے زیادہ عظمت والی آیت آیت الکرسی ہے اور خیر و شر کی سب سے زیادہ جامع آیت ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ الخ۔ ہے اور سارے قرآن میں سب سے زیادہ خوشی کی آیت سورہ زمر کی ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ﴾ الخ ہے۔ اور سب سے زیادہ ڈھارس دینے والی آیت ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ ہے۔ یعنی اللہ سے ڈرتے رہنے والوں کی مخلصی خود اللہ کر دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں کا اسے گمان و خیال بھی نہ ہو۔ حضرت مسروقؒ نے یہ سن کر فرمایا کہ بے شک آپ سچے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جا رہے تھے کہ آپ نے ایک واعظ کو دیکھا جو لوگوں کو نصیحت کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کیوں تو لوگوں کو مایوس کر رہا ہے؟ پھر اسی آیت کی تلاوت کی' (ابن ابی حاتم)

مایوسی اور ناامیدی کی ممانعت: ان احادیث کا بیان جن میں ناامیدی اور مایوسی کی ممانعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم خطائیں کرتے کرتے زمین و آسمان پر کر دو پھر اللہ سے استغفار کرو تو یقیناً وہ تمہیں بخش دے گا۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر تم خطائیں کرو ہی نہیں تو اللہ عزوجل تمہیں فنا کر کے ان لوگوں کو لائے جو خطا کر کے استغفار کریں اور پھر اللہ انہیں بخشے (مسند امام احمد) حضرت ابو ایوب انصاریؓ اپنے انتقال کے وقت فرماتے ہیں' ایک حدیث میں نے تم سے آج تک بیان نہیں کی تھی اب بیان کر دیتا ہوں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا ہے اگر تم گناہ ہی نہ کرتے تو اللہ عزوجل ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتی پھر اللہ انہیں بخشتا (صحیح مسلم وغیرہ)۔ حضور فرماتے ہیں گناہ کا کفارہ ندامت اور شرمساری ہے۔ اور آپ نے فرمایا اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لاتا جو گناہ کریں پھر وہ انہیں بخشے (مسند امام احمد)۔ آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس بندے کو پسند فرماتا جو کامل یقین رکھنے والا اور گناہوں سے توبہ کرنے والا ہو (مسند احمد)۔ حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ ابلیس ملعون نے کہا اے میرے رب تو نے مجھے آدم کی وجہ سے جنت سے نکالا ہے اور میں اس پر بغیر اس کے کہ تو مجھے اس پر غلبہ دے غالب نہیں آ سکتا جناب باری تعالیٰ نے فرمایا جا تو ان پر مسلط ہے۔ اس نے کہا یا اللہ کچھ اور بھی مجھے زیادتی عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا بنی آدم میں جتنی اولاد پیدا ہو گی اتنی ہی تیرے ہاں بھی ہو گی۔ اس نے پھر التجا کی کہ باری تعالیٰ کچھ اور بھی مجھے زیادتی دے۔ پروردگار عالم نے فرمایا بنی آدم کے سینے میں تیرے لیے مسکن بنا دوں گا اور تم ان کے جسم میں خون کی جگہ پھرو گے اس نے پھر کہا کچھ اور بھی مجھے زیادتی عنایت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا تو ان پر اپنے سوار اور پیادے دوڑا' اور ان کے مال و اولاد میں اپنا ساجھا کر اور انہیں امنگیں

دلا' گو حقیقۃً تیرا امنگیں دلانا اور وعدے کرنا سراسر دھوکے کی ٹٹی ہیں۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار تونے اسے مجھ پر مسلط کر دیا اب میں اس سے بغیر تیرے بچائے بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سنو تمہارے ہاں جو اولاد ہو گی اس کے ساتھ ایک محافظ مقرر کر دوں گا جو شیطانی پنجے سے محفوظ رکھے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اور زیادتی طلب کی' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک نیکی کو دس گنی کر کے دوں گا بلکہ دس سے بھی زیادہ اور برائی اسی کے برابر رہے گی یا معاف کر دوں گا۔ آپ نے پھر بھی اپنی یہی دعا جاری رکھی۔ رب العزت نے فرمایا توبہ کا دروازہ تمہارے لیے اس وقت تک کھلا ہے جب تک روح جسم میں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ مجھے اور زیادتی عطا فرما۔ اب اللہ تعالیٰ نے یہی آیت پڑھ سنائی کہ میرے گنہگار بندوں سے کہہ دو وہ میری رحمت سے مایوس نہ ہوں (ابن ابی حاتم)

حضرت عمر فاروقؓ کی حدیث میں ہے کہ جو لوگ بوجہ اپنی کمزوری کے کفار کی تکلیفیں برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے اپنے دین کے فتنے میں پڑ گئے تھے ہم ان کی نسبت آپس میں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوئی نیکی اور توبہ قبول نہ فرمائے گا۔ ان لوگوں نے اللہ کو پہچان کر پھر کفر کو لے لیا اور کافروں کی سختی برداشت نہ کی۔ جب حضور ﷺ مدینے میں آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں ہمارے اس قول کی تردید کر دی اور ﴿ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا ﴾ سے ﴿ لَاتَشْعُرُوْنَ ﴾ تک آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نے اپنے ہاتھ سے یہ آیتیں لکھیں اور ہشام بن عاصؓ کے پاس بھیج دیں۔ حضرت ہشام بن عاصؓ فرماتے ہیں میں اس وقت ذی طوی میں تھا۔ میں انہیں بار بار پڑھ رہا تھا اور خوب غور و خوض کر رہا تھا۔ لیکن اصلی مطلب تک ذہن رسائی نہیں کرتا تھا آخر میں نے دعا کی پروردگار ان آیتوں کا مطلب اور ان کے میری طرف بھیجے جانے کا صحیح مقصد مجھ پر واضح فرما دے چنانچہ میرے دل میں اللہ کی طرف سے ڈالا گیا کہ ان آیتوں سے مراد ہم ہی ہیں یہ ہمارے بارے میں اور ہمیں جو خیال تھا کہ اب ہماری توبہ قبول نہیں ہو سکتی اسی بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اسی وقت میں واپس مڑا اپنا اونٹ لیا اس پر سواری کی اور سیدھا مدینے آ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا (سیرت ابن اسحاق)۔ بندوں کی مایوسی کو توڑ کر انہیں بخشش کی امید دلا کر پھر حکم دیا اور رغبت دلائی کہ وہ توبہ کی طرف اور نیک عمل کی طرف سبقت اور جلدی کریں ایسا نہ ہو کہ خدائی عذاب آ پڑیں جس وقت کہ کسی کی مدد کچھ کام نہیں آتی۔ اور انہیں چاہیے کہ عظمت والے قرآن کریم کی تابعداری اور ماتحتی میں مشغول ہو جائیں اس سے پہلے کہ اچانک عذاب آ جائیں۔ اور یہ بے خبری میں ہی ہوں۔ اس وقت قیامت کے دن بے توبہ مرنے والے اور اللہ کی عبادت میں کمی کرنے والے بڑی حسرت اور بہت افسوس کریں گے اور آرزو کریں گے کہ کاش کہ ہم خلوص کے ساتھ احکام الٰہی بجالاتے۔ افسوس! کہ ہم تو بے یقین رہے۔ اللہ کی باتوں کی تصدیق ہی نہ کی بلکہ ہنسی مذاق ہی سمجھتے رہے۔ اور کہیں گے کہ اگر ہم بھی ہدایت پالیتے تو یقیناً رب کی نافرمانیوں سے دنیا میں اور اللہ کے عذابوں سے آخرت میں بچ جاتے۔ اور عذاب کا معائنہ کر کے افسوس کرتے ہوئے کہیں گے کہ اگر اب دوبارہ دنیا کی طرف جانا ہو جائے تو دل کھول کر نیکیاں کریں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بندے کیا عمل کریں گے اور کیا کچھ وہ کہیں گے۔ ان کے اور ان کے عمل اور ان کے قول سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دے دی اور فی الواقع اس سے زیادہ باخبر کون ہو سکتا ہے؟ نہ اس سے زیادہ سچی خبر کوئی دے سکتا ہے۔ بدکاروں کے یہ تینوں قول بیان فرمائے اور دوسری جگہ یہ خبر دے دی کہ اگر یہ واپس دنیا میں بھیجے جائیں تو بھی ہدایت کو اختیار نہ کریں گے بلکہ جن کاموں سے روکے گئے ہیں انہیں کو کرنے لگیں گے اور یہاں جو کہتے ہیں سب جھوٹ نکلے گا۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے ہر جہنمی کو اس کی جنت کی جگہ دکھائی جاتی ہے اس وقت وہ کہتا ہے کاش کہ اللہ مجھے ہدایت دیتا۔

یہ اس لیے کہ اسے حسرت وافسوس ہو اور اسی طرح ہر جنتی کو اس کی جہنم کی جگہ دکھائی جاتی ہے۔ اس وقت وہ کہتا ہے۔ کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ ہدایت نہ دیتا تو میں جنت میں نہ آسکتا یہ اس لیے کہ وہ شکر میں اور احسان کے ماننے میں اور بڑھ جائے۔ جب گنہگار لوگ دنیا کی طرف لوٹنے کی آرزو کریں گے اور اللہ کی آیتوں کی تصدیق نہ کرنے کی حسرت کریں گے اور اللہ کے رسولوں کی نہ ماننے پر کڑھنے لگیں گے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب ندامت لاحاصل ہے پچھتاوا بے سود ہے دنیا میں ہی میں تو اپنی آیتیں اتار چکا تھا' اپنی دلیلیں قائم کر چکا تھا لیکن تو انہیں جھٹلاتا رہا اور ان کی تابعداری سے تکبر کرتا رہا اور ان کا منکر رہا۔ کفر اختیار کیا' اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝۶۰ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْۗءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۶۱

جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے تو دیکھے گا کہ قیامت کے دن ان کے چہرے سیاہ ہو گئے ہوں گے۔ کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں؟ اور جن لوگوں نے پرہیزگاری کی انہیں اللہ تعالیٰ ان کی کامیابی کے ساتھ بچالے گا انہیں کوئی برائی چھو بھی نہ سکے گی اور نہ وہ کسی طرح غمگین ہوں گے۔

تکبر کرنے والے جہنم میں: قیامت کے دن دو طرح کے لوگ ہوں گے' کالے منہ والے اور نورانی چہرے والے۔ فرقت اور اختلاف والوں کے چہرے تو سیاہ پڑ جائیں گے اور اہل سنت والجماعت کی خوبصورت شکلیں نورانی ہو جائیں گے اللہ کے شریک ٹھہرانے والوں اس کی اول اد مقرر کرنے والوں کو تو دیکھے گا کہ ان کے جھوٹ اور بہتان کی وجہ سے ان کے منہ کالے ہوں گے اور حق کو قبول نہ کرنے اور تکبر و خود نمائی کرنے کے وبال میں یہ جہنم میں جھونک دیے جائیں گے۔ جہاں بڑی ذلت کے ساتھ سخت تر اور بدترین سزائیں بھگتیں گے۔

ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے کہ تکبر کرنے والوں کا حشر قیامت کے دن چیونٹیوں کی صورت میں ہو گا ہر چھوٹی سے چھوٹی مخلوق بھی انہیں روندتی جائے گی یہاں تک کہ جہنم کے جیل خانے میں بند کر دیے جائیں گے جس کا نام بولس ہے جس کی آگ بہت تیز اور نہایت ہی مصیبت والی ہے جہنم والوں کے لہو پیپ اور گندگی انہیں پلائی جائے گی۔ ہاں اللہ کا ڈر رکھنے والے اپنی کامیابی اور سعادت مندی کی وجہ سے ان عذابوں سے اور اس ذلت اور مار پیٹ سے بالکل بچے ہوئے ہوں گے کوئی برائی ان کے پاس بھی نہ پھٹکے گی۔ گھبراہٹ اور غم جو قیامت کے دن عام ہو گا وہ ان سے الگ ہو گا۔ ہر غم سے بے غم اور ہر ڈر سے بے ڈر اور ہر سزا سے بے سزا اور ہر دکھ سے بے دکھ ہوں گے۔ کسی قسم کی ڈانٹ جھڑک انہیں نہ دی جائے گی امن وامان کے ساتھ راحت وچین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتیں حاصل کیے ہوئے ہوں گے۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝۶۲ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۶۳ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ

ع ۶

تَأْمُرُوٓنِّیٓ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۶۶﴾

اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کا مالک وہی ہے جن جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا وہی خسارہ پانے والے ہیں۔ تو کہہ دے اے جاہلو! کیا تم مجھ سے اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کو کہتے ہو؟ یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے کے تمام نبیوں کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں ہو جائے گا۔ بلکہ تو اللہ کی عبادت کرتا رہ اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔

ہر قدرت کا مالک اللہ ہی ہے: تمام جاندار اور بے جان چیزوں کا خالق مالک رب اور متصرف اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے ہر چیز اس کی ماتحتی میں اور اس کے قبضے میں اور اس کی تدبیر میں ہے۔ سب کا کارساز اور وکیل وہی ہے تمام کاموں کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے۔ زمین وآسمان کی کنجیوں اور ان کے خزانوں کا وہی تنہا مالک ہے۔ حمد وستائش کے قابل اور ہر چیز پر قادر وہی ہے۔ کفر وانکار کرنے والے بڑے ہی گھاٹے اور نقصان میں ہیں۔ امام ابن ابی حاتم نے یہاں ایک حدیث وارد کی ہے گو سند کے لحاظ سے وہ بہت ہی غریب ہے بلکہ صحت میں بھی کلام ہے لیکن تاہم ہم بھی اسے یہاں ذکر کر دیتے ہیں۔ اس میں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا اے عثمان تم سے پہلے کسی نے مجھ سے اس آیت کا مطلب دریافت نہیں کیا۔

اس کی تفسیر یہ کلمات ہیں ﴿ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ اے عثمان جو شخص اسے صبح کو دس بار پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسے چھ فضائل عطا فرماتا ہے۔ اول تو وہ شیطان اور اس کے لشکر سے بچ جاتا ہے۔ دوسرے اسے ایک قنطار اجر ملتا ہے۔ تیسرے اس کا ایک درجہ جنت میں بلند ہوتا ہے۔ چوتھے اس کا حور عین سے نکاح کرا دیا جاتا ہے۔ پانچویں اس کے پاس بارہ فرشتے آتے ہیں۔ چھٹے اسے اتنا ثواب دیا جاتا ہے جیسے کسی نے قرآن اور توراۃ اور انجیل و زبور پڑھی پھر ساتھ ہی اسے ایک قبول شدہ حج اور ایک مقبول عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر اسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ یہ حدیث بہت غریب ہے اور اس میں بڑی نکارت ہے۔ (واللہ اعلم)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مشرکین نے آپ ﷺ سے کہا کہ آؤ تم ہمارے معبودوں کی پوجا کرو اور ہم تمہارے رب کی پرستش کریں گے اس پر آیت ﴿قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ﴾ سے ﴿مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ تک نازل ہوئی یہی مضمون اس آیت میں بھی ہے ﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ اوپر انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے پھر فرمایا ہے۔

اگر بالفرض یہ انبیاء بھی شرک کریں تو ان کے تمام اعمال اکارت اور ضائع ہو جائیں یہاں بھی فرمایا کہ تیری طرف اور تجھ سے پہلے کے تمام انبیاء کی طرف ہم نے یہ وحی بھیج دی ہے کہ جو بھی شرک کرے اس کے عمل غارت اور وہ نقصان یافتہ اور زیاں کار۔ پس تجھے چاہیے کہ تو خلوص کے ساتھ رب واحد ولاشریک کی عبادت میں لگا رہ اور اس کا شکر گزار رہ۔ تو بھی اور تیرے ماننے والے مسلمان بھی۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

ان لوگوں نے جیسی عظمت اللہ تعالٰی کی کرنی چاہیے تھی نہیں کی ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے وہ پاک اور برتر ہے۔ ہر اس چیز سے جسے لوگ اس کا شریک بنائیں۔

مشرکین نے اللہ کا مقام نہیں سمجھا: مشرکین نے دراصل اللہ تعالٰی کی قدر و عظمت جانی ہی نہیں اسی وجہ سے وہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے لگے اس سے بڑھ کر عزت والا اس سے زیادہ بادشاہت والا اس سے بڑھ کر غلبہ اور قدرت والا کوئی نہیں۔ نہ کوئی اس کا ہمسر اور برابری کرنے والا ہے۔ یہ آیت کفار قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے انہیں اگر قدر ہوتی تو اس کی باتوں کو غلط نہ جانتے جو شخص اللہ تعالٰی کو ہر چیز پر قادر مانے وہ ہے جس نے اللہ کی عظمت کی اور جس کا یہ عقیدہ نہ ہو وہ اللہ تعالٰی کی قدر کرنے والا نہیں۔ اس آیت کے متعلق بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ اس قسم جیسی آیتوں کے بارے میں سلف صالحین کا مسلک یہی رہا ہے کہ جس طرح اور جن لفظوں میں یہ آئی ہیں اسی طرح انہی لفظوں کے ساتھ انہیں مان لینا اور ان پر ایمان رکھنا' نہ ان کی کیفیت ٹٹولنا نہ ان میں تحریف و تبدیل کرنا۔ صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم یہ لکھا پاتے ہیں کہ اللہ عزوجل ساتوں آسمانوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور سب زمینوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور درختوں کو ایک انگلی پر رکھ لے گا اور پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوق کو ایک انگلی پر رکھ لے گا۔ پھر فرمائے گا میں ہی سب کا مالک اور سچا بادشاہ ہوں۔ حضور ﷺ اس کی بات کی سچائی پر ہنس دیے یہاں تک کہ آپ کے مسوڑھے ظاہر ہو گئے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ مسند کی حدیث بھی قریب اسی کے ہے۔ اس میں ہے کہ آپ ہنسے اور اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری۔ اور روایت میں ہے کہ وہ اپنی انگلیوں پر بتا تا جاتا تھا پہلے اس نے کلمے کی انگلی دکھائی تھی۔ اس روایت میں چار انگلیوں کا ذکر ہے۔

صحیح بخاری میں ہے اللہ تعالٰی زمین کو قبض کر لے گا اور آسمان کو اپنی داہنی مٹھی میں لے لے گا پھر فرمائے گا میں ہوں بادشاہ' کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟ مسلم کی اس حدیث میں ہے کہ زمینیں اس کی ایک انگلی پر ہوں گی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں ہوں گے پھر فرمائے گا میں ہی بادشاہ ہوں۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک دن منبر پر اس آیت کی تلاوت کی اور آپ اپنا ہاتھ ہلاتے جاتے تھے آگے پیچھے لا رہے تھے اور فرماتے تھے اللہ تعالٰی اپنی بزرگی آپ بیان فرمائے گا کہ میں جبار ہوں میں متکبر ہوں میں مالک ہوں میں باعزت ہوں میں کریم ہوں۔ آپ اس کے بیان کے وقت اتنا ہل رہے تھے کہ ہمیں ڈر لگنے لگا کہ کہیں منبر آپ سمیت گر نہ پڑے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس کی پوری کیفیت دکھادی کہ کس طرح حضور ﷺ نے اسے حکایت کیا تھا کہ اللہ تبارک وتعالٰی آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھ میں لے گا اور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں اپنی انگلیوں کو کبھی کھولے گا۔ کبھی بند کرے گا اور آپ اس وقت ہل رہے تھے یہاں تک کہ حضور ﷺ کے ہلنے سے سارا منبر ہلنے لگا اور مجھے یہ ڈر لگا کہیں وہ حضور کو گرا نہ دے۔ بزار کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ آیت پڑھی اور منبر ہلنے لگا پس آپ تین مرتبہ آئے گئے' واللہ اعلم۔ معجم کبیر طبرانی کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ حضور نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت سے فرمایا میں آج تمہیں سورہ

زمر کی آخری آیتیں سناؤں گا جسے ان سے رونا آ گیا۔ وہ جنتی ہو گیا۔ اب آپ نے اس آیت سے لے کر ختم سورہ تک کی آیتیں تلاوت فرمائیں بعض روئے اور بعض کو رونا نہ آیا انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم نے ہر چند رونا چاہا لیکن رونا نہ آیا آپ نے فرمایا اچھا میں پھر پڑھوں گا جسے رونا نہ آئے وہ رونی شکل بنا کر بہ تکلف روئے۔ ایک اس سے بڑھ کر غریب حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے تین چیزیں اپنے بندوں سے چھپالی ہیں اگر وہ انہیں دیکھ لیتے تو کوئی شخص کبھی کوئی بدی نہ کرتا۔ (۱) اگر میں پردہ ہٹادیتا اور وہ مجھے دیکھ کر خوب یقین کر لیتے اور معلوم کر لیتے کہ میں اپنی مخلوق سے کیا کچھ کرتا ہوں جب کہ ان کے پاس آؤں اور آسمانوں کو اپنی مٹھی میں لے لوں پھر زمین کو اپنی مٹھی میں لے لوں پھر کہوں میں بادشاہ ہوں میرے سوا ملک کا مالک کون ہے؟ (۲) پھر میں انہیں جنت دکھاؤں اور اس میں جو بھلائیاں ہیں سب ان کے سامنے کر دوں اور وہ یقین کے ساتھ خوب اچھی طرح دیکھ لیں (۳) اور میں انہیں جہنم دکھادوں اور اس کے عذابوں کا معائنہ کرادوں یہاں تک کہ انہیں یقین آجائے لیکن میں نے یہ چیزیں قصداً ان سے پوشید کر رکھی ہیں تاکہ میں جان لوں کہ وہ مجھے کس طرح جانتے ہیں کیونکہ میں نے یہ سب باتیں بیان کر دی ہیں۔ اس کی سند متقارب ہے اور اس نسخے سے بہت سی حدیثیں روایت کی جاتی ہیں' واللہ اعلم۔

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۞ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۞ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۞

صور پھونک دیا جائے گا پس آسمانوں اور زمین والے سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہو کر دیکھنے لگ جائیں گے۔ زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی نامہ اعمال حاضر کئے جائیں گے نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا اور لوگوں کے درمیان حق حق فیصلے کر دیے جائیں گے۔ وہ ظلم نہ کیے جائیں گے۔ اور جس شخص نے جو کچھ کیا ہے بھرپور دے دیا جائے گا جو کچھ لوگ کر رہے ہیں وہ بخوبی جاننے والا ہے۔

قیامت کی ہولناکیاں: قیامت کی ہولناکی اور دہشت وحشت کا ذکر ہو رہا ہے کہ صور پھونکا جائے گا۔ یہ دوسرا صور ہوگا جس سے ہر زندہ مر جائے گا خواہ آسمان میں ہو خواہ زمین میں' مگر جسے اللہ چاہے۔ صور کی مشہور حدیث میں ہے کہ پھر باقی والوں کی روحیں قبض کی جائیں گی یہاں تک کہ سب سے آخر خود حضرت ملک الموت کی روح بھی قبض کی جائے گی اور صرف اللہ تعالیٰ ہی باقی رہ جائے گا جو حی و قیوم ہے جو اول سے تھا اور آخر میں دوام کے ساتھ رہ جائے گا۔ پھر فرمائے گا کہ آج کس کا راج پاٹ ہے؟ تین مرتبہ یہی فرمائے گا۔ پھر خود آپ ہی اپنے تئیں جواب دیگا کہ اللہ واحد قہار کا۔ میں ہی اکیلا ہوں جس نے ہر چیز کو اپنی ماتحتی میں کر رکھا ہے۔ آج میں نے سب کو فنا کا حکم دے دیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ سب سے پہلے حضرت اسرافیل کو زندہ کرے گا اور انہیں حکم دے گا کہ دوبارہ نفخہ پھونکیں۔ یہ تیسرا صور ہوگا جس سے ساری مخلوق جو مردہ تھی زندہ ہو جائے گی جس کا بیان اس آیت میں کہ اور نفخہ پھونکا جائے گا اور سب لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور نظریں دوڑانے لگیں گے یعنی قیامت کی دل دوز حالت دیکھنے لگیں گے جیسے فرمان ہے ﴿ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ

بِالسَّاهِرَةِ ﴾ یعنی وہ تو صرف ایک ہی سخت آواز ہو گی جس سے سب لوگ فوراً ہی ایک میدان میں آ موجود ہو جائیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ ﴾ الخ۔ یعنی جس دن اللہ تعالیٰ انہیں بلائے گا تو تم سب اس کی حمد کرتے ہوئے اس کی پکار کو مان لو گے اور دنیا کی زندگی کو کم سمجھنے لگو گے۔ اللہ جل علا کا اور جگہ ارشاد ہے ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ ﴾ الخ اس کی نشانیوں میں سے زمین آسمان کا اس کے حکم سے قائم رہنا ہے پھر جب وہ تمہیں زمین میں سے پکار کر بلائے گا تو تم سب ایک بار گی نکل پڑو گے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں اتنے اتنے وقت تک قیامت آ جائے گی۔ آپ نے ناراض ہو کر فرمایا جی تو چاہتا ہے کہ تم سے کوئی بات بیان ہی نہ کروں۔ میں نے تو کہا تھا بہت تھوڑی مدت میں تم اہم امر دیکھو گے۔ پھر فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے میری امت میں دجال آئے گا اور وہ چالیس تک رہے گا۔ میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال یا چالیس راتیں' پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا۔ وہ بالکل صورت شکل میں حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ جیسے ہوں گے' اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کرے گا اور دجال آپ کے ہاتھوں ہلاک ہو گا پھر سات سال تک لوگ اس طرح ملے جلے رہیں گے کہ ساری دنیا میں دو شخصوں کے درمیان بھی آپس میں رنجش وعداوت نہ ہو گی۔ پھر پروردگار عالم شام کی طرف سے ایک ہلکی ٹھنڈی ہوا چلائے گا جس سے تمام ایمان والوں کی روح قبض کر لی جائے گی یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو گا وہ بھی فوت ہو جائے گا۔ یہ خواہ کہیں بھی ہوں یہاں تک کہ اگر کسی پہاڑ کی کھوہ میں بھی کوئی مسلمان ہو گا تو یہ ہوا وہاں بھی پہنچے گی۔ میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے پھر تو بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو اپنے کمینہ پن میں مثل پرندوں کے ہلکے اور بے وقوفی میں مثل درندوں کے بے وقوف ہوں گے نہ اچھائی کو اچھائی سمجھیں گے اور نہ برائی کو برائی جانیں گے۔ ان پر شیطان ظاہر ہو گا اور کہے گا شرماتے نہیں کہ تم نے بت پرستی چھوڑ رکھی ہے چنانچہ وہ اس کے بہکائے میں آ کر بت پرستی شروع کر دیں گے اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ ان کی روزی میں اور ان کی معاش میں کشادگی عطا فرمائے ہوئے ہو گا۔ پھر صور پھونک دیا جائے گا جس کے کان میں اس کی آواز جائے گی وہ ادھر گرے گا ادھر کھڑا ہو گا پھر گرے گا۔ سب سے پہلے اس کی آواز جس کے کان میں پڑے گی یہ وہ شخص ہو گا جو اپنا حوض ٹھیک کر رہا ہو گا فوراً بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے گا پھر تو ہر شخص بے ہوش اور خود فراموش ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو شبنم کی طرح ہو گی اس سے لوگوں کے جسم اگ نکلیں گے۔ پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھنے لگیں گے۔ پھر کہا جائے گا کہ اے لوگو! اپنے رب کی طرف چلو' انہیں ٹھیرا لو ان سے سوالات کیے جائیں گے۔ پھر فرمایا جائے گا کہ جہنم کا حصہ نکال لو۔ پوچھا جائے گا کس قدر؟ جواب ملے گا ہر ہزار سے نو سو ننانوے۔ یہ دن ہو گا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور یہی دن ہو گا جس میں پنڈلی کھولی جائے گی (صحیح مسلم۔)

صحیح بخاری میں ہے دونوں نفخوں کے درمیان چالیس ہونگے راوی حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے سوال ہوا کہ کیا چالیس دن؟ فرمایا میں جواب دینے سے انکاری ہوں۔ پوچھا گیا کیا چالیس سال فرمایا نہ میں اس کا جواب دوں پوچھا گیا چالیس ماہ؟ فرمایا میں اس کا بھی انکار کرتا ہوں۔ انسان کی سب چیز سڑ گل جائے گی مگر ریڑھ کی ہڈی' اسی سے مخلوق کی ترتیب دی جائے گی۔ ابویعلیٰ میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس آیت میں جو استثناء ہے یعنی جسے اللہ چاہے اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ فرمایا شہداء یہ اپنی تلواریں لٹکائے اللہ تعالیٰ کے عرش کے اردگرد ہوں گے۔ فرشتے اپنے جھرمٹ میں انہیں محشر کی طرف لے جائیں گے۔ یاقوت کی اونٹنیوں پر وہ سوار ہوں گے جن کی گدیاں ریشم سے بھی زیادہ نرم ہوں گی۔ انسان کی نگاہ جہاں تک کام کرتی ہے اس کا ایک قدم ہو گا یہ جنت میں خوش وقت ہوں گے وہاں عیش وعشرت میں ہوں گے پھر ان کے دل میں آئے گا کہ چلو دیکھیں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے فیصلے کر رہا ہو گا۔ چنانچہ ان کی طرف دیکھ کر الہ العالمین ہنس دے گا' اور اس

جگہ جسے دیکھ کر رب ہنس دے اس پر حساب کتاب نہیں ہے۔ اس کے کل راوی ثقہ ہیں' مگر اسماعیل بن عیاش کے استاد غیر معروف ہیں' واللہ اعلم۔ قیامت کے دن جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے فیصلے کے لیے آئے گا اس وقت اس کے نور سے ساری زمین جگمگا اٹھے گی' نامۂ اعمال لائے جائیں گے' نبیوں کو پیش کیا جائے گا جو گواہی دیں گے کہ انہوں نے اپنی اُمتوں کو تبلیغ کردی تھی' اور بندوں کے نیک و بد اعمال کے محافظ فرشتے لائے جائیں گے۔ اور عدل و انصاف کے ساتھ مخلوق کے فیصلے کیے جائیں گے۔ اور کسی پر کسی قسم کا ظلم و ستم نہ کیا جائے گا جیسے فرمایا ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ﴾ الخ۔ یعنی قیامت کے دن ہم میزان عدل قائم کریں گے اور کسی پر بالکل ظلم نہ ہو گا' گو رائی کے دانے کے برابر عمل ہو ہم اسے بھی موجود کردیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔ اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ بقدر ذرے کے بھی ظلم نہیں کرتا وہ نیکیوں کو بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے۔ اسی لیے یہاں بھی ارشاد ہو رہا ہے ہر شخص کو اس کے بھلے برے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ وہ ہر شخص کے اعمال سے باخبر ہے۔

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

کفاروں کے غول کے غول جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے سوال کریں گے کہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے آگاہ کرتے تھے؟ یہ جواب دیں گے ہاں درست ہے لیکن عذاب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا۔ کہا جائے گا کہ اب جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ جہاں ہمیشگی ہے۔ پس سرکشوں کا ٹھکانا بہت ہی برا ہے۔

دوزخیوں سے داروغہ جہنم کا سوال: بدنصیب منکرین حق کفار کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ وہ جانوروں کی طرح رسوائی اور ذلت سے ڈانٹ ڈپٹ اور جھڑکی سے جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے۔ جیسے اور آیت میں ﴿يُدَعُّوْنَ﴾ لفظ ہے یعنی دھکے دیے جائیں گے اور سخت پیاسے ہوں گے' جیسے اللہ جل شانہ نے فرمایا ﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ﴾ الخ۔ جس روز ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کے مہمان بنا کر جمع کریں گے اور گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔ اس کے علاوہ وہ بہرے گونگے اور اندھے ہوں گے اور منہ کے بل گھسیٹے جا رہے ہونگے جیسے فرمایا ﴿وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ﴾ الخ۔ قیامت کے دن انہیں ہم ان کے منہ کے بل گھسیٹ کر لائیں گے یہ اندھے گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہو گا جب اس کی آتش دھیمی ہونے لگے گی ہم اسے اور تیز کردیں گے۔ یہ قریب پہنچے کہ دروازے کھل پڑیں گے۔ تاکہ فوراً ہی عذاب نار شروع ہو جائے۔ پھر انہیں وہاں کے محافظ فرشتے شرمندہ کرنے کے لیے اور ندامت بڑھانے کے لیے ڈانٹ کر اور گھرک کر کہیں گے' کیونکہ ان میں رحم کا تو مادہ ہی نہیں سراسر سختی کرنے والے سخت غصیل اور بڑی بے طرح مار مارنے والے ہیں' کہ کیا تمہارے پاس تمہاری ہی جنس کے اللہ کے رسول نہیں آئے تھے؟ جن سے تم سوال جواب کرسکتے تھے' اپنا اطمینان اور تسلی کرسکتے تھے ان کی

باتوں کو سمجھ سکتے تھے' ان کی صحبت میں بیٹھ سکتے تھے' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہیں پڑھ سنائیں' اپنے لائے ہوئے سچے دین پر دلیلیں قائم کر دیں۔ تمہیں اس دن کی برائیوں سے آگاہ کر دیا آج کے عذابوں سے ڈرا دیا۔ کافر اقرار کریں گے کہ ہاں یہ سچ ہے بے شک اللہ کے پیغمبر ہم میں آئے انہوں نے دلیلیں بھی قائم کیں ہمیں بہت کچھ کہا سنا بھی ڈرایا دھمکایا بھی لیکن ہم نے انکی ایک نہ مانی بلکہ ان کا خلاف کیا' مقابلہ کیا' کیونکہ ہماری قسمت میں ہی شقاوت تھی' ازلی بدنصیب ہم تھے۔ حق سے ہٹ گئے اور باطل کے طرفدار بن گئے جیسے سورہ تبارک کی آیت میں ہے جب جہنم میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا اس سے وہاں کے محافظ پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہاں تو آیا تھا لیکن ہم نے اس کی تکذیب کی اور کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا تم بڑی بھاری غلطی میں ہو۔ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو آج جہنم والوں میں نہ ہوتے یعنی اپنے تئیں آپ ملامت کرنے لگیں گے اپنے گناہ کا خود اقرار کریں گے۔ اللہ فرمائے گا دوری اور خسارہ ہو لعنت و پھٹکار ہو اہل دوزخ پر۔ کہا جائے گا یعنی ہر وہ شخص جو انہیں دیکھے گا اور ان کی حالت کو معلوم کرے گا' وہ صاف کہہ اٹھے گا کہ بے شک یہ اسی لائق ہیں۔ اسی لیے کہنے والے کا نام نہیں لیا گیا بلکہ اسے مطلق چھوڑا گیا تاکہ اس کا عموم باقی رہے اور اللہ تعالیٰ کے عدل کی گواہی کامل ہو جائے۔ ان سے کہہ دیا جائے گا کہ اب جاؤ جہنم میں یہیں ہمیشہ جلتے بھلستے رہنا نہ یہاں سے کسی طرح کسی وقت چھٹکارا ملے نہ تمہیں موت آئے۔ آہ یہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے جس میں دن رات جلنا ہی جلنا ہے۔ یہ ہے تمہارے تکبر کا اور حق کو نہ ماننے کا بدلہ جس نے تمہیں ایسی بری جگہ پہنچایا اور یہیں کا کر دیا' کیا ہی برا حال ہے اور کیا ہی عبرت ناک مآل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے۔

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿٧٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٧٤﴾

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کے گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کیے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آ جائیں گے اور دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو تم خوش حال ہو تم اس میں ہمیشہ کے لیے چلے جاؤ۔ یہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں پس عمل کرنے والوں کا بہت ہی اچھا بدلہ ہے۔

جنتیوں کا استقبال: اوپر بدبختوں کا انجام اور ان کا حال بیان ہوا یہاں سعادت مندوں کا نتیجہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ بہترین خوبصورت اونٹنیوں پر سوار ہو کر جنت کی طرف پہنچائے جائیں گے۔ ان کی بھی جماعتیں ہوں گی مقربین خاص کی جماعت' پھر ابرار کی پھر ان سے کم درجے والوں کی' پھر ان سے کم درجے والوں کی۔ ہر جماعت اپنے مناسب لوگوں کے ساتھ ہوگی انبیاء انبیاء کے ہمراہ' صدیق اپنے جیسوں کے ساتھ۔ شہید لوگ اپنے والوں کے ہمراہ علماء اپنے جیسوں کے ساتھ۔ غرض ہر ہم جنس اپنے میل کے لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ جب یہ جنت کے پاس پہنچیں گے پل صراط سے پار ہو چکے ہوں گے وہاں ایک پل پر ٹھیرائے جائیں گے اور ان میں آپس میں جو مظالم ہوں گے ان کا قصاص اور بدلہ ہو جائے گا۔ جب پاک صاف ہو جائیں گے تو جنت میں جانے

کی اجازت پائیں گے۔ صور کی مطول حدیث میں ہے کہ جنت کے دروازوں پر پہنچ کر یہ آپس میں مشورہ کریں گے کہ دیکھو سب سے پہلے کسے اجازت دی جاتی ہے۔ پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصد کریں گے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پھر حضرت محمد ﷺ کا۔ جیسے میدان محشر میں شفاعت کے موقعہ پر بھی کیا تھا۔ اس سے بڑا مقصد جناب احمد حضرت محمد ﷺ کی فضیلت کا موقع بموقع اظہار کرنا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے میں پہلا سفارشی ہوں جنت میں۔ اور روایت میں ہے میں وہ پہلا شخص ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹ کھٹاؤں گا۔ مسند احمد میں ہے۔ میں قیامت کے دن جنت کا دروازہ کھلوانا چاہوں گا تو وہاں کا دارونہ مجھ سے پوچھے گا کہ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد ﷺ وہ کہے گا مجھے یہی حکم تھا کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے جنت کا دروازہ کسی کے لیے نہ کھولوں۔

جنتیوں کے حسن و جمال کا منظر: مسند احمد میں ہے کہ پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے ہوں گے۔ تھوک رینٹ پیشاب پاخانہ وہاں کچھ نہ ہو گا۔ ان کے برتن اور سامان آرائش سونے چاندی کا ہو گا۔ ان کی انگیٹھیوں میں بہتریں اگر خوشبو دے رہا ہو گا ان کا پسینہ مشک ہو گا۔ ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلی کا گودا بوجہ حسن و نزاکت صفائی اور نفاست کے گوشت کے پیچھے سے نظر آ رہا ہو گا۔ کسی دو میں کوئی اختلاف اور حسد و بغض نہ ہو گا سب کے دل مل کر ایسے ہوں گے جیسے ایک شخص کا دل۔ صبح شام اللہ کی تسبیح میں گزرے گی۔ ابویعلیٰ میں ہے پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے ان کے بعد والی جماعت کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے بہترین چمکتا ستارہ پھر قریب قریب اوپر والی حدیث کے بیان ہے اور یہ بھی ہے کہ ان کے قد ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا قد تھا۔ اور حدیث میں ہے کہ میری امت کی ایک جماعت جو ستر ہزار کی تعداد میں ہو گی' پہلے پہل جنت میں داخل ہو گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصنؓ نے درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی انہی میں سے کر دے۔ آپ نے دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ انہیں بھی انہی میں سے کر دے۔ پھر ایک انصاری نے بھی یہی عرض کی آپ نے فرمایا عکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا۔ ان ستر ہزار کا بے حساب جنت میں داخل ہونا بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں سے بہت سے صحابہ سے مروی ہے۔ بخاری مسلم میں ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار یا سات سو جنت میں ایک ساتھ جائیں گے۔ ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے ہوئے ہوں گے۔ سب ایک ساتھ ہی جنت میں قدم رکھیں گے۔ ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے ہوں گے۔ ابن ابی شیبہ میں ہے مجھ سے میرے رب کا وعدہ ہے کہ میری اُمت میں سے ستر ہزار شخص جنت میں جائیں گے ہر ہزار کے ساتھ، ستر ہزار اور ہوں گے ان سے نہ حساب ہو گا نہ انہیں عذاب ہو گا۔ ان کے علاوہ اور تین لپیں بھر کر جو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھوں سے لپ بھر کر جنت میں پہنچائے گا' طبرانی۔ اس روایت میں ہے پھر ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔ اس حدیث کے بہت سے شواہد ہیں جب سعید بخت بزرگ جنت کے پاس پہنچ جائیں گے ان کی وہاں عزت تعظیم ہو گی' وہاں کے محافظ فرشتے انہیں بشارت سنائیں گے ان کی تعریفیں کریں گے انہیں سلام کریں گے۔ اس کے بعد کا جواب قرآن میں محذوف رکھا گیا ہے تاکہ عمومیت باقی رہے مطلب یہ ہے کہ اس وقت یہ پورے خوش وقت ہو جائیں گے' بے انداز سرور و راحت آرام و چین انہیں ملے گا ہر طرح کی آس اور ہر بھلائی کی امید بندھ جائے گی۔ ہاں یہاں یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ بعض لوگوں نے جو کہا ہے کہ ﴿وَفُتِحَتْ﴾ میں واؤ آٹھویں ہے اور اس سے استدلال کیا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں انہوں نے بڑا تکلف کیا ہے اور بے کار مشقت اٹھائی ہے جنت کے آٹھ دروازوں کا ثبوت تو صحیح احادیث میں صاف موجود ہے۔ مسند احمد ہے جو شخص اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جوڑے خرچ

کرے وہ جنت کے سب دروازں سے بلایا جائے گا۔ جنت کے کئی ایک دروازے ہیں۔ نمازی باب الصلوۃ سے سخی باب الصدقہ سے مجاہد باب جہاد سے روزے دار باب الریان سے بلائے جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! گو اس کی ضرورت تو نہیں کہ ہر دروازے سے پکارا جائے جس سے بھی پکارا جائے مقصد تو جنت میں جانے سے ہے لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہے جو جنت کے کل دروازوں سے بلایا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم انہیں میں سے ہو گے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم وغیرہ میں بھی ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے جنت میں آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام باب الریان ہے اس میں سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ صحیح مسلم میں ہے تم میں سے جو شخص کامل مکمل بہت اچھی طرح مل دل کر وضوء کرے پھر ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ﴾ پڑھے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس سے چاہے چلا جائے۔ اور حدیث میں ہے جنت کی کنجی ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے۔

جنت کے دروازوں کی کشادگی کا بیان: اللہ ہمیں بھی جنت نصیب کرے۔ شفاعت کی مطول حدیث میں ہے۔ کہ پھر اللہ فرمائے گا اے محمد ﷺ! اپنی امت میں سے جن پر حساب نہیں انہیں داہنی طرف کے دروازے سے جنت میں لے جاؤ لیکن اور دروازوں میں بھی یہ دوسروں کے ساتھ شریک ہیں۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ جنت کی چوکھٹ اتنی بڑی وسعت والی ہے جتنا فاصلہ مکہ اور ہجر میں ہے یا فرمایا ہجر اور مکہ میں ہے۔ ایک روایت میں ہے مکہ اور بصری میں ہے (بخاری و مسلم) حضرت عتبہ بن غزوانؓ نے اپنے خطبے میں بیان فرمایا کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کی وسعت چالیس سال کی راہ ہے۔ ایک ایسا دن بھی آنے والا ہے جب کہ جنت میں جانے والوں کی بھیڑ بھاڑ سے یہ وسیع دروازے کھچا کھچ بھرے ہوئے ہوں گے (مسلم)۔ مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت کی چوکھٹ چالیس سال کی راہ ہے۔ یہ جب جنت کے پاس پہنچیں گے انہیں فرشتے سلام کریں گے اور مبارکباد دیں گے کہ تمہارے اعمال تمہارے اقوال تمہاری کوشش اور تمہارا بدلہ ہر چیز خوشی والی اور عمدگی والی ہے۔ جیسے کہ حضور علیہ السلام نے کسی غزوے کے موقعہ پر اپنے منادی سے فرمایا تھا جاؤ ندا کرو کہ جنت میں صرف مسلمان لوگ ہی جائیں گے یا فرمایا تھا صرف مومن ہی۔ فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم اب یہاں سے نکالے نہ جاؤ گے بلکہ یہاں تمہارے لیے ہمیشگی ہے۔ اپنا یہ حال دیکھ کر خوش ہو کر جنتی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے اور کہیں گے کہ الحمدللہ جو وعدہ ہم سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبانی کیا تھا اسے پورا کیا۔ یہی دعا ان کی دنیا میں تھی ﴿رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ یعنی اے ہمارے پروردگار ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ہم سے کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر یقیناً تیری ذات وعدہ خلافی سے پاک ہے۔ اور آیت میں ہے کہ اس موقعہ پر اہل جنت یہ بھی کہیں گے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی اگر وہ ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاسکتے۔ یقیناً اللہ کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے۔ وہ یہ بھی کہیں گے کہ اللہ ہی کے لیے سب تعریف ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ یقیناً ہمارا رب بخشنے والا اور قدر کرنے والا ہے۔ جس نے اپنے فضل و کرم سے یہ پاک جگہ ہمیں نصیب فرمائی جہاں ہمیں نہ کوئی دکھ درد ہے نہ رنج و تکلیف۔ یہاں ہے کہ یہ کہیں گے اس نے ہمیں جنت کی زمین کا وارث کیا۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِى الزَّبُوْرِ﴾ ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ اسی طرح آج جنتی کہیں گے کہ اس جنت میں ہم جہاں جگہ بنالیں کوئی روک ٹوک نہیں۔ یہ ہے بہترین بدلہ ہمارے اعمال کا۔

جنتیوں پر انعامات کی بارش: معراج والے واقعہ میں بخاری و مسلم میں ہے کہ جنت کے ڈیرے خیمے لولوے کے ہیں اور اس کی مٹی مشک خالص ہے۔ ابن صائد سے جب حضور نے جنت کی مٹی کا سوال کیا تو اس نے کہا سفید میدے جیسی مشک

خالص۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ سچا ہے (۔ مسلم)

مسلم ہی کی اور روایت میں ہے کہ ابن صائد نے حضور سے پوچھا تھا۔ ابن ابی حاتم میں حضرت علیؓ کا قول مروی ہے کہ جنت کے دروازے پر پہنچ کر یہ ایک درخت کو دیکھیں گے جس کی جڑ میں سے دو نہریں نکلتی ہوں گی ایک میں وہ غسل کریں گے جس سے اس قدر پاک صاف ہو جائیں گے کہ ان کے جسم اور چہرے چمکنے لگیں گے' ان کے بال کنگھی کیے ہوئے تیل والے ہو جائیں گے کہ پھر کبھی سلجھانے کی ضرورت ہی نہ پڑے نہ چہرے اور جسم کا رنگ روپ ہلکا پڑے۔ پھر یہ دوسری نہر پر جائیں گے گویا کہ ان سے کہہ دیا گیا ہو اس میں سے پانی پئیں گے جن سے تمام گھن کی چیزوں سے پاک صاف ہو جائیں گے۔ جنت کے فرشتے انہیں سلام کریں گے مبارک باد پیش کریں گے اور انہیں جنت میں جانے کو کہیں گے ہر ایک کے پاس اس کے غلمان آئیں گے اور خوشی خوشی ان پر قربان ہوں گے اور کہیں گے آپ خوش ہو جائیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے طرح طرح کی نعمتیں مہیا کر رکھی ہیں' ان میں سے کچھ بھاگے دوڑے جائیں گے اور جو حوریں اس جنتی کے لیے مخصوص ہیں ان سے کہیں گے لو مبارک ہو فلاں صاحب آ گئے۔ نام سنتے ہی خوش ہو کر وہ پوچھیں گی کہ کیا تم نے خود انہیں دیکھا ہے؟ وہ کہیں گے ہاں ہم اپنی آنکھوں دیکھ کر آ رہے ہیں۔ یہ مارے خوشی کے دروازے پر آ کھڑی ہوں گی۔ جنتی جب اپنے محل میں آئے گا تو دیکھے گا کہ گدے برابر برابر لگے ہوئے ہیں اور آبخورے رکھے ہوئے ہیں اور قالین بچھے ہوئے ہیں۔ اس فرش کو ملاحظہ فرما کر اب جو دیواروں کی طرف نظر کرے گا تو سرخ و سبز اور زرد و سفید اور قسم قسم کے موتیوں کی بنی ہوئی ہوں گی۔ پھر چھت کی طرف نگاہ اٹھائے گا تو وہ اس قدر شفاف اور مصفا ہو گی کہ نور کی طرح چمک دمک رہی ہو گی۔ جس کی روشنی آنکھوں کی روشنی کو بجھا دے اگر اللہ تعالیٰ اسے برقرار نہ رکھے۔ پھر اپنی بیویوں پر یعنی جنتی حوروں پر محبت بھری نگاہ ڈالے گا پھر اپنے تختوں میں سے جس پر اس کا جی چاہے بیٹھے گا' اور کہے گا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں ہدایت کی۔

اگر اللہ ہمیں یہ راہ نہ دکھاتا تو ہم تو ہرگز اسے تلاش نہیں کر سکتے تھے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب یہ اپنی قبروں سے نکلیں گے' ان کا استقبال کیا جائے گا۔ ان کے لیے پروں والی اونٹنیاں لائی جائیں گی جن پر سونے کے کجاوے ہوں گے' ان کی جوتیوں کے تسمے تک نور سے چمک رہے ہوں گے یہ اونٹنیاں ایک ایک قدم اس قدر دور رکھتی ہیں جہاں تک انسان کی نگاہ جا سکتی ہے۔ یہ ایک درخت کے پاس پہنچیں گے' جس کے نیچے سے دو نہریں نکلتی ہیں۔ ایک کا پانی یہ پئیں گے جس سے ان کے پیٹ کی تمام فضولیات اور میل کچیل دھل جائے گا۔ دوسری نہر سے یہ غسل کریں گے پھر ہمیشہ تک ان کے بدن میلے نہ ہوں گے ان کے بال پراگندہ نہ ہوں گے اور ان کے جسم اور چہرے بارونق رہیں گے۔ اب یہ جنت کے دروازوں پر آئیں گے دیکھیں گے کہ ایک کنڈا سرخ یاقوت کا ہے جو سونے کی تختی پر آویزاں ہے یہ اسے ہلائیں گے تو ایک عجیب سریلی اور موسیقی صدا پیدا ہو گی اسے سنتے ہی ہر حور جان لے گی کہ اس کے خاوند آ گئے یہ داروغہ کو حکم کرے گی کہ جاؤ دروازہ کھولو وہ دروازہ کھول دے گا۔ یہ اندر قدم رکھتے ہی اس داروغہ کی نورانی شکل دیکھ کر سجدے میں گر پڑے گا لیکن وہ اسے روک لے گا اور کہے گا اپنا سر اٹھا میں تو تیرا ماتحت ہوں' اور اسے اپنے ساتھ لے چلے گا جب یہ اس درّ و یاقوت کے خیمے کے پاس پہنچے گا جہاں اس کی حور ہے وہ بے تابانہ دوڑ کر خیمے سے باہر آ جائے گی اور بغل گیر ہو کر کہے گی تم میرے محبوب ہو اور میں تمہاری چاہنے والی ہوں میں یہاں ہمیشہ رہنے والی ہوں مروں گی نہیں۔ میں نعمتوں والی ہوں فقر و محتاجی سے دور ہوں۔ میں آپ سے ہمیشہ راضی خوشی رہوں گی کبھی ناراض نہیں ہونے کی۔ میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر رہنے والی ہوں کبھی ادھر ادھر ہٹو نگی نہیں۔ پھر یہ گھر میں جائے گا جس کی چھت فرش سے ایک لاکھ ہاتھ بلند ہو گی۔ اس کی کل دیواریں قسم

قسم کے اور رنگ برنگ کے موتیوں کی ہوں گی اس گھر میں ستر تخت ہونگے اور ہر تخت پر ستر ستر چھولداریاں ہوں گی اور ان میں سے ہر بستر پر ستر حوریں ہوں گی اور ہر حور پر ستر جوڑے ہوں گے اور ان سب حلوں کے نیچے سے ان کی پنڈلی کا گودا نظر آتا ہو گا۔ ان کے ایک جماع کا اندازا ایک پوری رات کا ہو گا۔ ان کے باغوں اور مکانوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن کا پانی کبھی بدبودار نہیں ہوتا صاف شفاف موتی جیسا پانی ہے۔ اور دودھ کی نہریں ہوں گی جس کا مزہ کبھی نہیں بدلتا۔ جو دودھ کسی جانور کے تھن سے نہیں نکلا۔ اور شراب کی نہریں ہوں گی جو نہایت لذیذ ہو گا اور خالص شہد کی نہریں ہوں گی جو مکھیوں کے پیٹ سے حاصل شدہ نہیں۔ قسم قسم کے میووں سے لدے ہوئے درخت اس کے چاروں طرف ہوں گے جن کا پھل ان کی طرف جھکا ہوا ہو گا۔ یہ کھڑے کھڑے پھل لینا چاہیں تو لے سکتے ہیں اگر یہ بیٹھے بیٹھے پھل توڑنا چاہیں تو شاخیں اتنی جھک جائیں گی کہ یہ توڑ لیں' اگر یہ لیٹے لیٹے پھل لینا چاہیں تو شاخیں اور جھک آئیں گی۔ پھر آپ ﷺ نے آیت ﴿ ودانية عليهم ظللها ﴾ الخ۔ پڑھی یعنی ان جنتی درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے میوے بہت قریب کر دیے جائیں گے۔ یہ کھانا کھانے کے خواہش کریں گے تو سفید رنگ یا سبز رنگ کے پرندان کے پاس آ کر اپنا پر اونچا کر دیں گے یہ جس قسم کا اس کے پہلو کا گوشت چاہیں کھائیں گے پھر وہ زندہ کا زندہ جیسا تھا ویسا ہی ہو کر اڑ جائے گا۔ فرشتے ان کے پاس آئیں گے سلام کریں گے اور کہیں گے کہ یہ جنتیں ہیں جن کے تم اپنے اعمال کے باعث وارث بنائے گئے ہو۔ اگر کسی حور کا ایک بال زمین پر آ جائے تو وہ اپنی چمک سے اور اپنی سیاہی سے نور کو روشن کرے اور سیاہی نمایاں رہے یہ حدیث غریب ہے گویا کہ یہ مرسل ہے' واللہ اعلم

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٥﴾

اور تو فرشتوں کو اللہ کے عرش کے ارد گرد حلقہ باندھے ہوئے اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہوئے دیکھے گا اور سب میں آپس میں انصاف کا فیصلہ کیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ ساری خوبی اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔

جب کہ اللہ تعالٰی نے اہل جنت اور اہل جہنم کا فیصلہ سنا دیا' اور انہیں ان کے ٹھکانے پہنچائے جانے کا حال بھی بیان کر دیا اور اس میں اپنے عدل و انصاف کا ثبوت بھی دے دیا تو اس آیت میں فرمایا کہ قیامت کے روز اس وقت تو دیکھے گا کہ فرشتے اللہ تعالٰی کے عرش کے چاروں طرف کھڑے ہوئے ہوں گے اور اللہ تعالٰی کی حمد و تسبیح بزرگی اور بڑائی بیان کر رہے ہونگے ساری مخلوق میں عدل و حق کے ساتھ فیصلے ہو چکے ہوں گے اس سراسر عدل اور بالکل رحم والے فیصلوں پر کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی ثناخوانی کرنے لگے گا اور جان دار اور بے جان چیز سے آواز اٹھے گی کہ۔ ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ چونکہ اس وقت ہر ہر تر و خشک و چیز اللہ کی حمد بیان کر رہی اس لئے یہاں مجہول کا صیغہ لا کر فاعل کو عام کر دیا گیا۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ خلق کی پیدائش کی ابتدا بھی حمد سے ہے فرماتا ہے ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾ اور مخلوق کی انتہا بھی حمد سے ہے فرماتا ہے ﴿وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ ﴾

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ سورہ زمر کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ مومن مکیہ

بعض سلف کا قول ہے کہ جن سورتوں کی ابتداء ﴿حٰمٓ﴾ سے ہے انہیں حوامیم کہنا مکروہ ہے ﴿ال حٰمٓ﴾ کہا جائے ۔ حضرت محمد بن سیرینؒ بھی یہی کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں ﴿حٰمٓ﴾ قرآن کا دیباچہ ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ہر چیز کا دروازہ ہوتا ہے اور قرآن کریم کا دروازہ ﴿حٰمٓ﴾ ہے یا فرمایا حوامیم ہیں۔ حضرت مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں ان سورتوں کو عرائس کہا جاتا ہے تھا۔ عروس دلہن کو کہتے ہیں حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کی مثال اس شخص جیسی ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے کسی اچھی منزل کی تلاش میں نکلا تو ایک جگہ ایسی ہے جہاں گویا ابھی ابھی بارش برس چکی ہے یہ ذرا ہی کچھ آگے بڑھا ہو گا جو دیکھتا ہے کہ ترو تازہ لہلہاتے ہوئے چند چمن ہیں۔ یہ پہلے تر زمین کو دیکھ کر ہی تعجب میں تھا اب تو اس کا تعجب اور بڑھ گیا۔ اس سے کہا گیا کہ پہلے کی مثال تو قرآن کریم کی عظمت کی مثال ہے اور ان باغیچوں کی مثال ایسی ہے جیسے قرآن میں ﴿حٰمٓ﴾ والی سورتیں (بغوی) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ہر چیز کا دروازہ ہوتا ہے اور قرآن کا دروازہ یہی ﴿حٰمٓ﴾ والی سورتیں ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جب میں تلاوت کرتا ہوا ﴿حٰمٓ﴾ والی سورتوں پر پہنچتا ہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا میں ہرے بھرے پھلے پھولے باغیچوں کی سیر کر رہا ہوں۔ ایک شخص نے حضرت ابوالدرداءؓ کو مسجد بناتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے فرمایا کہ میں اسے ﴿حٰمٓ﴾ والی سورتوں کے لیے بنا رہا ہوں۔ ممکن ہے یہ مسجد وہ ہو جو دمشق کے قلعہ کے اندر ہے اور آپ ہی کے نام سے منسوب ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی حفاظت حضرت ابودرداءؓ کی نیک نیتی کی اور جس وجہ سے یہ مسجد بنائی گئی تھی۔ اسکی برکت کے باعث ہو۔ اس کلام میں دشمنوں پر فتح وظفر کی دلیل بھی ہے۔ جیسے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے بعض جہادوں میں اپنے لشکر سے فرمایا دیا تھا کہ اگر رات کو تم اچانک حملہ کرو تو تمہاری پہچان کے خاص الفاظ ﴿حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ ہیں ایک روایت میں ﴿تُنْصَرُوْنَ﴾ ہے۔ مسند بزار میں ہے جس نے آیت الکرسی اور سورہ ﴿حٰمٓ﴾ المؤمن کا ابتدائی حصہ پڑھ لیا وہ سارے دن کی برائی سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور اس کے ایک راوی پر کچھ جرح بھی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾

بے حد رحم والے بے شمار رحمت والے سچے معبود کے نام سے شروع

اس کتاب کا نازل فرمانا اس اللہ کی طرف سے ہے جو غالب اور دانا ہے۔ گناہ کا بخشنے والا توبہ کا قبول فرمانے والا ہے سخت عذاب والا انعام قدرت والا جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اسی کی طرف واپس لوٹنا ہے۔

عذاب و ثواب کا مالک اللہ ہی ہے: سورتوں کے اوّل ﴿حٰمٓ﴾ وغیرہ جیسے جو حروف آئے ہیں ان کی پوری بحث ہم سورۂ بقرۃ کی تفسیر کے شروع میں کر آئے ہیں جس کے اعادہ کی اب چنداں ضرورت نہیں۔ بعض کہتے ہیں ﴿حٰمٓ﴾ اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے اور اس کی شہادت میں وہ یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

﴿ يُذَكِّرُنِىْ حٰمٓ وَالرُّمْحُ شَاجِرٌ ﴾ ﴿ فَهَلَّا تَلَا حٰمٓ قَبْلَ التَّقَدُّمِ ﴾

یعنی یہ مجھے ﴿حٰمٓ﴾ یاد دلاتا ہے جب کہ نیزہ تن چکا پھر اس سے پہلے ہی اس نے ﴿حٰمٓ﴾ کیوں نہ کہہ دیا۔ ابوداؤد اور ترمذی کی حدیث میں وارد ہے کہ اگر تم پر شب خون مارا جائے تو ﴿حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ اس کی سند صحیح ہے۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں مجھے یہ پسند ہے کہ اس حدیث کو یوں روایت کیا جائے کہ آپ نے فرمایا تم کہو ﴿حٰمٓ لَا يُنْصَرُوْا﴾ یعنی نون کے بغیر۔ تو گویا ان کے نزدیک ﴿لَا يُنْصَرُوْا﴾ اجزا ہے ﴿حٰمٓ﴾ کی یعنی جب تم یہ کہو گے تو تم مغلوب نہ ہو گے تو قول صرف حم رہا۔ یہ کتاب یعنی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ ہے جو عزت و علم والا ہے جس کی جناب میں ہر بے ادبی سے پاک ہے اور جس پر کوئی ذرہ بھی مخفی نہیں گو وہ کتنے ہی پردوں میں ہو۔ وہ گناہوں کی بخشش کرنے والا ہے اور جو اس کی طرف جھکے اس کی جانب مائل ہونے والا ہے۔ اور جو اس سے بے پروائی کرے اس کے سامنے سرکشی اور تکبر کرے اور دنیا کو پسند کر کے آخرت سے بے رغبت ہو جائے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کو چھوڑ دے اسے وہ سخت ترین عذاب اور بدترین عذاب اور بدترین سزائیں دینے والا ہے جیسے فرمان ہے ﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴾ یعنی میرے بندوں کو آگاہ کر دو کہ میں بخشنے والا اور مہربانیاں کرنے والا بھی ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے دردناک عذاب ہیں۔ اور بھی اس قسم کی آیتیں قرآن کریم میں بہت ساری ہیں جن میں رحم و کرم کے ساتھ عذاب و سزا کا بیان بھی ہے تاکہ بندہ خوف و امید کی حالت میں رہے۔ وہ وسعت و غنی والا ہے وہ بہت بہتری والا ہے بڑے احسانوں اور زبردست نعمتوں اور رحمتوں والا ہے۔ بندوں پر اس کے انعام و احسان اس قدر ہیں کہ کوئی انہیں شمار بھی نہیں کر سکتا چہ جائے کہ ان کا شکر ادا کر سکے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک نعمت کا بھی پورا شکر کسی سے ادا نہیں ہو سکتا۔ اس جیسا کوئی نہیں اس کی ایک صفت بھی کسی میں نہیں اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نہ اس کے سوا کوئی کسی کی پرورش کرنے والا ہے اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق جزا سزا دے گا۔ اور بہت جلد حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب سے ایک شخص آ کر مسئلہ پوچھتا ہے کہ میں نے کسی کو قتل کر دیا ہے کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ آپ نے شروع سورت کی دو آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا ناامید نہ ہو اور نیک عمل کیے جا (ابن ابی حاتم)۔

حضرت عمر کے پاس ایک شامی کبھی کبھی آیا کرتا تھا اور تھا ذرا ایسا ہی آدمی۔ ایک مرتبہ لمبی مدت تک وہ آیا ہی نہیں تو امیر المومنین نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا انہوں نے کہا اس نے پینا بہ کثرت شروع کر دیا ہے۔ حضرت عمر نے اپنے کاتب کو بلوا کر کہا لکھو' یہ خط ہے عمر بن خطاب کی طرف سے فلاں بن فلاں کی طرف بعد از سلام علیک میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریفیں کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو گناہوں کو بخشنے والا توبہ کو قبول کرنے والا سخت عذاب والا بڑے احسان والا ہے جس کے سوا کوئی اللہ نہیں اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ یہ خط اس کی طرف بھجوا کر آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اپنے بھائی کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو متوجہ کر دے اور اس کی توبہ قبول فرمائے۔ جب اس شخص کو حضرت عمر کا خط ملا تو اس نے اسے بار بار پڑھنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی سزا سے ڈرایا بھی ہے اور اپنی رحمت کی امید دلا کر گناہوں کی بخشش کا وعدہ بھی کیا ہے کئی کئی مرتبہ اسے پڑھ کر رو دیے پھر توبہ کی اور سچی پکی توبہ کی۔ جب حضرت فاروق اعظمؓ کو یہ پتہ چلا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا اسی طرح کیا کرو جب تم دیکھو کہ کوئی مسلمان بھائی لغزش کھا گیا تو اسے سیدھا کرو اور مضبوط کرو اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو' شیطان کے مددگار نہ بنو۔ حضرت ثابت بنانیؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مصعب بن زبیرؓ کے ساتھ کوفے کے گرد و نواح میں تھا میں نے ایک باغ میں جا کر دو رکعت نماز شروع کی اور اس میں سورۂ مومن کی تلاوت

کرنے لگا' میں ابھی ﴿ وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ﴾ تک پہنچا ہی تھا کہ ایک شخص نے جو میرے پیچھے سفید خچر پر سوار تھا جس پر یمنی چادریں تھیں۔ مجھ سے کہا جب ﴿غَافِرِ الذَّنْبِ﴾ پڑھو تو کہو ﴿یَا غَافِرَ الذَّنْبِ . اغْفِرْلِیْ ذَنْبِی﴾ اور جب ﴿قَابِلِ التَّوْبِ﴾ پڑھو تو کہو ﴿یَا قَابِلَ التَّوَابِ اقْبَلْ تَوبَتِی﴾ اور جب ﴿شَدِیْدِ الْعِقَابِ﴾ پڑھو تو کہو ﴿یَا شَدِیْدَ الْعِقَابِ لَا تُعَاقِبْنِیْ﴾ حضرت مصعبؒ فرماتے ہیں میں نے گوشہ چشم سے دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا' فارغ ہو کر میں دروازہ پر پہنچا وہاں جو لوگ بیٹھے تھے ان سے میں نے پوچھا کہ کیا کوئی شخص تمہارے پاس سے گزرا ہے جس پر یمنی چادریں تھیں۔ انہوں نے کہا نہیں ہم نے تو کسی کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔ اب لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ یہ حضرت الیاس علیہ السلام تھے۔ یہ روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے اور اس میں حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر نہیں' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ④ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۠ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ⑤ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ⑥

اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں وہی لوگ جھگڑے نکالتے ہیں جو کافر ہیں پس ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈالے۔ قوم نوح نے اور ان کے بعد کی دوسری جماعتوں نے بھی جھٹلایا تھا اور ہر امت نے اپنے رسول کو گرفتار کر لینے کا ارادہ کیا اور بیہودہ شبہات نکال کر ان سے حق کو بگاڑنا چاہا۔ پس میں نے ان کو پکڑ لیا سو میری طرف سے کیسی سزا ہوئی۔ اور اسی طرح تیرے رب کا حکم کافروں پر ثابت ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں۔

حق بات میں شبہات پیدا کرنا کافروں کا وطیرہ ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حق کے ظاہر ہو چکنے کے بعد اسے نہ ماننا اور اس میں نقصانات پیدا کرنے کی کوشش کرنا کافروں کا ہی کام ہے۔ یہ لوگ اگر مالدار اور ذی عزت ہوں تو تو کسی دھوکے میں نہ پڑ جانا کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برے ہوتے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی یہ نعمتیں کیوں عطا فرماتا؟ جیسے اور جگہ ہے' کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈالے' یہ تو کچھ یوں ہی سا فائدہ ہے آخری انجام تو ان کا جہنم ہے جو بدترین جگہ ہے۔ اور آیت میں ارشاد ہے ہم انہیں بہت کم فائدہ دے رہے ہیں بالآخر انہیں سخت عذابوں کی طرف بے بس کر دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ لوگوں کی تکذیب کی وجہ سے گھبرائیں نہیں اپنے سے اگلے انبیاء کے حالات کو دیکھیں کہ انہیں بھی جھٹلایا گیا اور ان پر ایمان لانے والوں کی بھی بہت کم تعداد تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام جو بنی آدم میں سب سے پہلے رسول ہو کر آئے جب کہ لوگوں میں اول اول بت پرستی شروع ہوئی تو ان لوگوں نے انہیں بھی جھٹلایا اور ان کے بعد بھی جتنے انبیاء آئے انہیں ان کی امت جھٹلاتی رہی بلکہ سب نے اپنے اپنے زمانے کے نبی کو قید کرنا اور مار ڈالنا چاہا۔ اور بعض بعض اس میں کامیاب بھی ہوئے۔ اور اپنے شبہات سے اور باطل سے حق کو حقیر کرنا چاہا۔

طبرانی میں فرمان رسول ہے کہ جس نے باطل کی مدد کی تاکہ حق کو کمزور کرے اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

وقف لازم

وقف النبی ﷺ

ﷺ بری الذمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ان باطل والوں کو پکڑ لیا اور ان کے ان زبردست گناہوں اور بدترین سرکشیوں کی بنا پر انہیں ہلاک کر دیا۔ اب تم ہی بتلاؤ کہ میرے عذاب ان پر کیسے کچھ ہوئے؟ یعنی بہت سخت نہایت تکلیف دہ اور المناک۔ جس طرح ان پر ان کے اس ناپاک عمل کی وجہ سے میرے عذاب اتر پڑے اسی طرح اب اس امت میں سے جو اس آخری رسول کی تکذیب کرتے ہیں ان پر بھی میرے ایسے ہی عذاب نازل ہونے والے ہیں یہ گو اور نبیوں کو سچا مانیں لیکن جب تک تیری نبوت کے قائل نہ ہوں گے ان کی سچائی مردود ہے۔ واللہ اعلم۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۸﴾ ۙ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾

ع ۱ / ۶

عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس کے فرشتے اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچالے۔ اے ہمارے رب تو انہیں ہمیشگی والی جنتوں میں لے جا جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی ان سب کو جو نیک عمل ہیں۔ یقیناً تو تو غالب وباحکمت ہے۔ انہیں برائیوں سے بھی محفوظ رکھ حق تو یہ ہے کہ اس دن تو نے جسے برائیوں سے بچا لیا اس پر تو نے رحمت کر دی بہت بڑی مطلب یابی تو یہی ہے۔

فرشتے مومنوں کے لئے دُعا کرتے ہیں: عرش کو اٹھانے والے چاروں فرشتے اور اس کے آس پاس کے تمام بہترین بزرگ فرشتے ایک طرف تو اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں تمام عیوب اور کل کمیوں اور برائیوں سے اسے دور بتلاتے ہیں' دوسری جانب اسے تمام ستائشوں اور تعریفوں کے قابل مان کر اس کی حمد بجالاتے ہیں۔ غرض جو اللہ میں نہیں ہے اس کا انکار کرتے ہیں اور جو صفتیں اس میں ہیں انہیں ثابت کرتے ہیں اس پر ایمان ویقین رکھتے ہیں۔ اس سے پستی اور عاجزی ظاہر کرتے ہیں اور کل ایماندار مردوں' عورتوں کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ زمین والوں کا ایمان اللہ تعالیٰ پر اسے دیکھے بغیر تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب فرشتے ان کے گناہوں کی معافی طلب کرنے کے لیے مقرر کر دیے ہیں جو ان کے بن دیکھے ہر وقت ان کی تقصیروں کی معافی طلب کیا کرتے ہیں صحیح مسلم میں ہے کہ جب مسلمان اپنے بھائی مسلمان کے لئے اس کی غیر حاضری میں دعا کرتا ہے تو فرشتہ اس کی دُعا پر آمین کہتا ہے اور اس کے لیے دُعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی یہی دے جو تو اس مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ امیہ بن ابی الصلت کے بعض اشعار کی رسول اللہ ﷺ نے تصدیق کی جیسے یہ

شعر ہے۔

﴿زُحَلٌ وَّثَوْرٌ تَحْتَ رِجْلِ يَمِيْنِهِ﴾ ﴿ وَالنَّسْرُ لِلْاُخْرٰى وَلَيْثٌ مرصَدُ ﴾

یعنی حاملان عرش چار فرشتے ہیں دو ایک طرف دو دوسری طرف۔ آپ نے فرمایا سچ ہے پھر اس نے کہا۔

﴿وَالشَّمْسُ تَطْلَعُ كُلَّ اٰخِرِ لَيْلَةٍ﴾ ﴿حَمْرَآءَ يُصْبِحُ لَوْنُهَا يَتَوَرَّدُ﴾

﴿تَاْبٰى فَمَا تَطْلَعُ لَنَا فِىْ رِسْلِهَا﴾ ﴿اِلَّا مُعَذَّبَةً وَّاِلَّا تَجْلِدُ﴾

یعنی سورج سرخ رنگ طلوع ہوتا ہے پھر گلابی ہو جاتا ہے' اپنی ہیئت میں کبھی صاف ظاہر نہیں ہوتا بلکہ رو کھا پھیکا ہی رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا سچ ہے۔ اس کی سند بہت پختہ ہے۔ اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت حاملان عرش چار فرشتے ہیں' ہاں قیامت کے دن عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائیں گے جیسے قرآن مجید میں ہے ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾ ہاں اس آیت کے مطلب اور اس حدیث کے استدلال میں ایک سوال رہ جاتا ہے کہ ابوداؤد کی ایک حدیث میں ہے کہ بطحا میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی ایک جماعت سے ایک ابر کو گزرتے ہوئے دیکھ کر سوال کیا کہ اس کا نام کیا ہے۔؟ انہوں نے کہا سحاب۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور اسے مزن بھی کہتے ہو؟ کہا ہاں! فرمایا عنان بھی؟ عرض کیا ہاں! پوچھا جانتے ہو آسمان و زمین میں کس قدر فاصلہ ہے؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا نہیں۔ فرمایا اکہتر یا بہتر یا تہتر سال کا راستہ ہے۔ پھر اس کے اوپر کا آسمان بھی پہلے آسمان سے اتنے ہی فاصلے پر' اسی طرح ساتوں آسمان' ساتویں آسمان پر ایک سمندر ہے جس کی اتنی ہی گہرائی ہے پھر اس پر آٹھ فرشتے پہاڑی بکروں کی صورت کے ہیں جن کے کھر سے گھٹنے کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے ان کی پشت پر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ جس کی اونچائی بھی اس قدر ہے۔ پھر اس کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی اسے غریب بتلاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا کہ عرش الٰہی اس وقت آٹھ فرشتوں کے اوپر ہے۔ حضرت شہر بن حوشبؒ کا فرمان ہے کہ حاملان عرش آٹھ ہیں۔ جن میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہے ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ﴾ یعنی اے باری تعالیٰ تیری پاک ذات ہی کے لیے ہر طرح کی حمد وثنا ہے کہ تو باوجود علم کے پھر بردباری اور حلم کرتا ہے۔ اور دوسرے چار کی تسبیح یہ ہے ﴿اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ﴾ یعنی اے اللہ قدرت کے باوجود تو جو معافی اور درگزر کرتا رہتا ہے۔ اس پر ہم تیری پاکیزگی اور تیری تعریف بیان کرتے ہیں۔ اسی لیے مومنوں کے استغفار میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ تیری رحمت وعلم نے ہر چیز کو اپنی وسعت وکشادگی میں لے لیا ہے۔

بنی آدم کے تمام گناہ ان کی کل خطاؤں پر تیری رحمت چھائی ہوئی ہے۔ اسی طرح تیرا علم بھی ان کے جملہ اقوال وافعال کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ ان کی کل حرکات وسکنات سے تو بخوبی واقف ہے۔ پس تو ان کے برے لوگوں کو جب وہ توبہ کریں اور تیری طرف جھکیں اور گناہوں سے باز آ جائیں اور تیرے احکام کی تعمیل کریں نیکیاں کریں بدیاں چھوڑیں بخش دے اور انہیں جہنم کے دردناک گھبراہٹ والے عذابوں سے نجات دے اور انہیں مع ان کے والدین بیویوں اور بچوں کے جنت میں لے جا تاکہ ان کی آنکھیں ہر طرح ٹھنڈی رہیں' گو ان کے اعمال ان جتنے نہ ہوں تاہم تو ان کے درجات بڑھا کر اونچے درجوں میں پہنچا دے۔ جیسے باری تعالیٰ عزاسمہ' کا فرمان عالی شان ہے ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ﴾ الخ یعنی جو لوگ ایمان لائیں اور ان کے ایمان کی اتباع ان کی اولاد بھی کرے ہم ان اولادوں کو بھی ان سے ملا دیں گے اور ان کا کوئی عمل کم نہ کریں گے۔ درجے میں سب کو برابری دیں گے تاکہ دونوں جانب کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور پھر یہ نہ کریں گے کہ درجوں میں بڑھے ہوؤں کو نیچا کر دیں نہیں بلکہ نیچے والوں کو صرف اپنی رحمت واحسان کے ساتھ اونچا کر دیں گے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں مومن جنت

میں جا کر پوچھے گا کہ میرا باپ میرے بھائی میری اولاد کہاں ہے؟ جواب ملے گا کہ ان کی نیکیاں اتنی نہ تھیں کہ وہ اس درجے میں پہنچتے۔ یہ کہے گا میں نے تو اپنے لیے اور ان سب کے لیے عمل کیے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ان کے درجے میں پہنچا دے گا۔ پھر آپ نے اسی آیت ﴿رَبَّنَا وَ اَدْخِلْهُمْ﴾ الخ کی تلاوت فرمائی حضرت مطرف بن عبداللہ کا فرمان ہے کہ ایمان داروں کی خیر خواہی فرشتے بھی کرتے ہیں۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی اور شیاطین ان کی بدخواہی کرتے ہیں۔ تو ایسا غالب ہے جس پر کوئی غالب نہیں اور جسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جو تو چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہو سکتا۔ تو اپنے اقوال و افعال شریعت و تقدیر میں حکمت والا ہے تو انہیں برائیوں کے کرنے سے دنیا میں اور ان کے وبال سے دونوں جہان میں محفوظ رکھ۔ قیامت کے دن رحمت والا وہی شمار ہو سکتا ہے جسے تو اپنی سزا سے اور اپنے عذاب سے بچا لے۔ حقیقتاً بڑی کامیابی پوری مقصدوری اور ظفریابی یہی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ رِزْقًا ۭ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انہیں یہ آواز دی جائے گی کہ یقیناً اللہ کا تم سے بیزار ہونا تھا بہت زیادہ اس سے جو تم بیزار ہوتے ہو اپنے جی سے جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے پھر کفر کرنے لگتے تھے۔ وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں دوبار مار ڈالا اور دوبار ہی جلایا اب ہم اپنے گناہوں کے اقراری ہیں تو کیا اب کوئی راہ نکلنے کی بھی ہے؟ یہ عذاب تمہیں اس لیے ہے کہ جب صرف اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا تو تم انکار کر جاتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے پس اب فرمان و حکومت اللہ بلند بزرگ ہی کی ہے۔ وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے۔ اور تمہارے لیے آسمان سے روزی اتارتا ہے نصیحت تو صرف وہی حاصل کرتے ہیں جو جھکتے رہتے ہیں۔ تم اللہ کو پکارتے رہو اس کے دین کو خالص کر کے گو کافر برا مانیں۔

گنہگاروں کی جہنم کے پاس حالت زار: قیامت کے دن جب کہ کافر آگ کے کنوؤں میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے عذابوں کو چکھ چکے ہوں گے اور تمام ہونے والے عذاب نگاہوں کے سامنے ہوں گے اس وقت خود اپنے نفس کے دشمن بن جائیں گے۔ اور بہت سخت دشمن ہو جائیں گے۔ کیونکہ اپنے برے اعمال کے باعث جہنم واصل ہوں گے۔ اس وقت فرشتے ان سے با آواز بلند کہیں گے کہ آج جس قدر تم اپنے آپ سے نالاں ہو اور جتنی دشمنی تمہیں خود اپنی ذات سے ہے اور جس قدر تم آج اپنے تئیں کہہ رہے ہو اس سے بہت زیادہ برے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم دنیا میں تھے جب کہ تمہیں اسلام ایمان کی دعوت دی جاتی تھی اور تم اسے مانتے نہ تھے۔ اس کے بعد کی آیت مثل آیت ﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ کے ہے۔ سدی فرماتے ہیں یہ دنیا میں مار ڈالے گئے پھر قبروں میں زندہ کیے گئے اور جواب سوال کے بعد مار ڈالے گئے پھر قیامت کے دن زندہ کر دیے گئے۔ ابن زید فرماتے ہیں

حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے روز میثاق کو زندہ کیے گئے پھر ماں کے پیٹ میں روح پھونکی گئی پھر موت آئی پھر قیامت کے دن جی اٹھے۔ لیکن یہ دونوں قول ٹھیک نہیں اس لیے کہ اس طرح تین موتیں اور تین حیاتیں لازم آتی ہیں اور آیت میں دو موت اور دو زندگی کا ذکر ہے صحیح قول حضرت ابن مسعودؓ 'حضرت ابن عباسؓ اور ان کے ساتھیوں کا ہے (یعنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کی ایک زندگی اور قیامت کی دوسری زندگی پیدائش دنیا سے پہلے کی موت اور دنیا سے رخصت ہونے کی موت یہ دو موتیں اور دو زندگیاں مراد ہیں)

واپس دنیا میں آنے کی آرزو: مقصود یہ ہے کہ اس دن کفار اللہ تعالیٰ سے قیامت کے میدان میں یہ آرزو کریں گے کہ اب انہیں دنیا میں ایک مرتبہ اور بھیج دیا جائے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ الخ تو دیکھے گا کہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ اے اللہ ہم نے دیکھ سن لیا اب تو ہمیں پھر دنیا میں بھیج دے تو نیکیاں کریں گے اور ایمان لائیں گے لیکن ان کی یہ آرزو قبول نہ فرمائی جائے گی۔ پھر جب عذاب و سزا کو جہنم اور اس کی آگ کو دیکھیں گے اور جہنم کے کنارے پہنچا دیے جائیں گے تو دوبارہ یہی درخواست کریں گے 'اور پہلی دفعہ سے زیادہ زور دے کر کہیں گے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ ﴾ یعنی کاش کہ تو دیکھتا جب کہ وہ جہنم کے پاس ٹھیرا دیے گئے ہوں گے کہیں گے کاش کہ ہم دنیا کی طرف لوٹائے جاتے اور اپنے رب کی باتوں کو نہ جھٹلاتے اور باایمان ہوتے 'بلکہ ان کے لیے وہ ظاہر ہو گیا جو اس سے پہلے وہ پوشیدہ کر رہے تھے۔ اور بالفرض یہ واپس لوٹائے بھی جائیں تو بھی دوبارہ یہ وہی کرنے لگیں گے جس سے منع کیے گئے ہیں' یہ ہیں ہی جھوٹے۔ اس کے بعد جب انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور عذاب شروع ہو جائیں گے اس وقت اور زیادہ زوردار الفاظ میں یہی آرزو کریں گے وہاں چیختے چلاتے ہوئے کہیں گے ﴿ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا ﴾ الخ۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال دے ہم نیک اعمال کرتے رہیں گے ان کے خلاف جواب تک کرتے رہے ہیں۔ جواب ملے گا کہ کیا ہم نے انہیں اتنی عمر اور مہلت نہ دی تھی کہ اگر یہ نصیحت حاصل کرنے والے ہوتے تو یقیناً کر سکتے تھے' بلکہ تمہارے پاس ہم نے آگاہ کرنے والے بھی بھیج دیے تھے' اب اپنے کرتوت کا مزہ چکھو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں کہیں گے کہ اے اللہ ہمیں یہاں سے نکال دے اگر ہم پھر وہی کریں تو یقیناً ہم ظالم ٹھریں گے۔ اللہ فرمائے گا دور ہو جاؤ اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ اس آیت میں ان لوگوں نے اپنے سوال سے پہلے ایک مقدمہ قائم کر کے سوال میں ایک گونہ لطافت کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو بیان کیا کہ باری تعالیٰ ہم مردہ تھے تو نے ہمیں زندہ کر دیا پھر مار ڈالا پھر زندہ کر دیا پس تو ہر اس چیز پر جسے تو چاہے قادر ہے ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے۔ یقیناً ہم نے اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کی 'اب بچاؤ کی کوئی صورت بنا دے یعنی ہمیں دنیا کی طرف پھر لوٹا دے جو یقیناً تیرے بس میں ہے۔ ہم وہاں جا کر اپنے پہلے اعمال کے خلاف اعمال کریں گے۔ اب اگر ہم وہی کام کریں تو بے شک ہم ظالم ہیں۔ انہیں جواب دیا جائے گا کہ اب دوبارہ دنیا میں جانے کی کوئی راہ نہیں 'اس لیے کہ اگر دوبارہ چلے بھی جاؤ گے تو پھر وہی بھی کرو گے جس سے منع کیے جاؤ گے 'تم نے اپنے دل ہی ٹیڑھے کر لیے ہیں تم اب بھی حق کو قبول نہ کرو گے بلکہ اس کا خلاف ہی کرو گے۔ تمہاری تو یہ حالت تھی کہ جہاں رب واحد کا ذکر آیا اور تمہارے دل میں کفر سمایا ہاں اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے تو تمہیں یقین و ایمان آ جاتا تھا۔ یہی حالت پھر تمہاری ہو جائے گی۔ دنیا میں اگر دوبارہ گئے دوبارہ یہی کرو گے پس حاکم حقیقی جس کے حکم میں کوئی ظلم نہ ہو سراسر عدل و انصاف ہی ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے نہ دے جس پر چاہے رحم کرے جسے چاہے عذاب کرے اس کے حکم و عدل میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ اللہ اپنی قدرتیں لوگوں پر ظاہر کرتا ہے زمین آسمان میں اس کی توحید کی بیشمار نشانیاں موجود ہیں جن سے صاف ظاہر ہے

کہ سب کا خالق سب کا مالک سب کا پالنہار اور حفاظت کرنے والا وہی ہے۔ وہ آسمان سے روزی یعنی بارش نازل فرماتا ہے جس سے ہر قسم کے اناج کی کھیتیاں اور طرح طرح کے عجیب عجیب مزے کے مختلف رنگ روپ اور شکل وضع کے میوے اور پھل پھول پیدا ہوتے ہیں حالانکہ پانی ایک زمین ایک۔ پس اس سے بھی اس کی شان ظاہر ہے سچ تو یہ ہے کہ عبرت ونصیحت فکر وغور کی توفیق ان ہی کو ہوتی ہے جو اللہ کی طرف رغبت ورجوع کرنے والے ہوں۔ اب تم دُعا اور عبادت خلوص کے ساتھ صرف اللہ واحد کی کیا کرو، مشرکین کے مذہب ومسلک سے الگ ہو جاؤ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہر فرض نماز کے سلام کے بعد یہ پڑھتے تھے ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَآءُ الْحَسَنُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ہر نماز کے بعد انہیں پڑھا کرتے تھے (مسند احمد) یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، وغیرہ میں بھی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا کرو اور قبولیت کا یقین کامل رکھو اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور دوسری طرف کے مشغول دل کی دُعا نہیں سنتا۔

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۗ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۗ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۗ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

بلند درجوں والا مالک عرش کا وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی نازل فرماتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرا دے۔ جس دن سب لوگ ظاہر ہو جائیں گے ان میں سے کوئی اللہ سے پوشیدہ نہ رہے گا آج کس کی بادشاہی ہے؟ فقط اللہ واحد وقہار کی۔ آج ہر نفس کو اس کی کرنی کا پھل دیا جائے گا آج کسی قسم کا ظلم نہیں یقیناً اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کر چکنے والا ہے۔

قیامت کے دن اللہ ہی کی بادشاہی ہوگی: اللہ تعالیٰ اپنی کبریائی اور عظمت اور اپنے عرش کی بڑائی اور وسعت بیان فرماتا ہے جو تمام مخلوق پر مثل چھت کے چھایا ہوا ہے جیسے ارشاد ہے ﴿مِنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ﴾ الخ۔ یعنی وہ عذاب اللہ کی طرف سے ہوگا جو سیڑھیوں والا ہے کہ فرشتے اور روح اس کے پاس چڑھ کر جاتے ہیں ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے اور اس بات کا بیان ان شاءاللہ آگے آئے گا کہ یہ دوری ساتویں زمین سے لے کر عرش تک کی ہے جیسے کہ سلف وخلف کی ایک جماعت کا ایک قول ہے اور یہی راجح بھی ہے ان شاءاللہ تعالیٰ۔ بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ عرش سرخ رنگ یاقوت کا ہے جس کے دو کناروں کی وسعت پچاس ہزار سال کی ہے اور جس کی اونچائی ساتویں زمین سے پچاس ہزار سال کی ہے۔ اور اس سے پہلے اس حدیث میں جس میں فرشتوں کا عرش اٹھانا بیان ہوا ہے۔ یہ بھی گزر چکا ہے کہ ساتوں آسمانوں سے بھی وہ بہت بلند اور بہت اونچا ہے وہ جس پر چاہے وحی بھیجے جیسے فرمایا ﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ﴾ الخ۔ وہ فرشتوں کو وحی دے کر اپنے حکم سے جس کے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے کہ تم لوگوں کو آگاہ کر دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں مجھ سے ڈرتے رہو۔ اور جگہ فرمان ہے ﴿اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ الخ۔ یعنی یہ قرآن تمام جہانوں کے رب کا اتارا ہوا ہے جسے معتبر فرشتے نے تیرے دل پر اتارا

ہے تا کہ تو ڈرانے والا بن جا۔ یہاں بھی یہی فرمایا کہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرا دے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہ بھی قیامت کا ایک نام ہے جس سے اللہ نے اپنے بندوں کو ڈرایا ہے۔ جس میں حضرت آدم علیہ السلام خود اور ان کی اولاد میں سے سب سے آخری بچہ ایک دوسرے سے مل لیگا۔ ابن زیدؒ فرماتے ہیں بندے اللہ سے ملیں گے۔ قتادہؒ فرماتے ہیں آسمانوں والے اور زمین والے آپس میں ملاقات کریں گے۔ خالق و مخلوق ظالم و مظلوم ملیں گے۔ مقصد یہ کہ ہر ایک دوسرے سے ملاقات کرے گا بلکہ عامل اور اس کا عمل بھی ملے گا۔ آج سب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوں گے بالکل ظاہر باہر ہوں گے۔ چھپنے کی تو کہاں سائے کی جگہ بھی کوئی نہ ہو گی۔ سب اس کے آمنے سامنے موجود ہونگے اس دن اللہ خود فرمائے گا آج بادشاہت کس کی ہے؟ کون ہو گا جو جواب تک دے؟ پھر خود ہی جواب دے گا کہ اللہ اکیلے کی جو ہمیشہ واحد واحد ہے اور سب پر غالب و حکمران ہے۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو لپیٹ کر اپنے ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا میں بادشاہ ہوں' میں جبار ہوں' میں متکبر ہوں' زمین کے بادشاہ اور جبار اور متکبر لوگ آج کہاں ہیں؟ صور کی حدیث میں ہے کہ اللہ عزوجل جب تمام مخلوق کی روح قبض کر لے گا اور اس وحدہ لاشریک لہ' کے سوا اور کوئی باقی نہ رہے گا۔ اس وقت تین مرتبہ فرمائے گا آج ملک کس کا ہے؟ پھر خود ہی جواب دے گا اللہ اکیلے غالب کا یعنی اس کا جو واحد ہے اس کا جو ہر چیز پر غالب ہے جس کی ملکیت میں ہر چیز ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے قائم ہونے کے وقت ایک منادی ندا کرے گا کہ لوگو! قیامت آ گئی جسے مردے زندے سب سنیں گے۔ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرمائے گا اور کہے گا آج کس کے لیے ملک ہے؟ صرف اللہ اکیلے غلبہ والے کے لیے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا بیان ہو رہا ہے کہ ذرا سا بھی ظلم اس دن نہ ہو گا بلکہ نیکیاں دس دس گنی کر کے ملیں گی اور برائیاں اتنی ہی رکھی جائیں گی صحیح مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنا اپنے اوپر بھی حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی حرام کر دیا ہے۔ پس تم میں سے کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔ آخر میں ہے اے میرے بندو! یہ تو تمہارے اپنے اعمال ہیں جنہیں میں نگاہ رکھتا ہوں اور جن کا پورا بدلہ دوں گا پس جو شخص بھلائی پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے سوا پائے وہ اپنے تئیں ہی ملامت کرے۔ پھر اپنے جلد حساب لینے کو بیان فرمایا کہ ساری مخلوق سے حساب لینا اس پر ایسا ہے جیسے ایک شخص کا حساب لینا ہے جیسے ارشاد باری ہے ﴿ وَمَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ﴾ یعنی تم سب کا پیدا کرنا اور تم سب کو مرنے کے بعد زندہ کر دینا میرے نزدیک مثل ایک شخص کے پیدا کرنے اور زندہ کر دینے کے ہے اور آیت میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴾ یعنی ہمارے حکم کے ساتھ ہی کام ہو جاتا ہے اتنی دیر میں جیسے کسی نے آنکھ بند کر کے کھول لی۔

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ۝۱۸ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِى الصُّدُوْرُ ۝۱۹ وَاللّٰهُ يَقْضِىْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَىْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝۲۰

انہیں بہت ہی قریب آنے والی قیامت سے آگاہ کر دے جب کہ دل حلق تک پہنچ جائیں گے اور سب خاموش ہوں گے۔ ظالموں کا نہ کوئی

دلی دوست ہو گا نہ سفارشی جس کی بات مانی جائیگی۔ وہ آنکھوں کی خیانت کو اور سینوں کی پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیگا اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے رہتے ہیں وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے بے شک اللہ تعالیٰ خوب سنتا خوب دیکھتا ہے۔

آنکھوں کی خیانت اور سینے کے راز: ﴿ازفة﴾ قیامت کا ایک نام ہے۔ اس لیے کہ وہ بہت ہی قریب ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿ازفت الازفة﴾ الخ یعنی قریب آنے والی قریب ہو چکی ہے جس کا کھولنے والا بجز اللہ کے کوئی نہیں اور جگہ ارشاد ہے ﴿اقتربت الساعة﴾ الخ قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور فرمان ہے ﴿اقترب للناس حسابهم﴾ لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا۔ اور فرمان ہے ﴿اتی امر الله فلا تستعجلوه﴾ اللہ کا امر آ چکا ہے تم اس میں جلدی نہ کرو۔

اور آیت میں ہے ﴿فلما راوه زلفة سیئت وجوه الذین کفروا﴾ جب اسے قریب دیکھ لیں گے تو کافروں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔

الغرض اسی نزدیکی کی وجہ سے قیامت کا نام ﴿ازفة﴾ ہے۔ اس وقت کلیجے منہ کو آ جائیں گے۔ وہ خوف و ہراس ہو گا کہ کسی کا دل ٹھکانے نہ رہے گا' سب پر غضب کا سناٹا ہو گا' کسی کے منہ سے کوئی بات نہ نکلے گی کیا مجال کہ بے اجازت کوئی لب ہلا سکے سب رو رہے ہوں گے اور حیران و پریشان ہوں گے۔ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے ان کا آج کوئی دوست غم گسار نہ ہو گا جو ان کے کام آئے' نہ شفیع اور سفارشی ہو گا جو ان کی شفاعت کے لیے زبان ہلائے بلکہ ہر بھلائی کے اسباب کٹ چکے ہوں گے۔ اس اللہ تعالیٰ کا علم محیط کل ہے تمام چھوٹی بری چھپی کھلی باریک موٹی اس پر یکساں ظاہر باہر ہیں۔ اتنے بڑے علم والے سے جس سے کوئی چیز مخفی نہ ہو ہر شخص کو ڈرنا چاہیے اور کسی وقت یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ اس وقت وہ مجھ سے پوشیدہ ہے اور میرے حال کی اسے اطلاع نہیں' بلکہ ہر وقت یہ یقین کرے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اس کا علم میرے ساتھ ہے اس کا لحاظ کرتا رہے اور اس کے روکے ہوئے کاموں سے رکا رہے۔ آنکھ جو خیانت کے لیے اٹھتی ہے گو بہ ظاہر وہ امانت ظاہر کرے لیکن رب علیم پر وہ مخفی نہیں۔ سینے کے جس گوشے میں جو خیال چھپا ہوا ہو اور دل میں جو بات پوشیدگی سے اٹھتی ہو اسکا اسے علم ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اس آیت میں مراد وہ شخص ہے جو مثلاً کسی گھر میں گیا وہاں کوئی خوبصورت عورت ہے یا وہ آ جا رہی ہے تو یہ کنکھیوں سے اسے دیکھتا ہے جہاں کسی کی نظر پڑی تو نگاہ پھیر لی اور جب موقعہ پایا آنکھ اٹھا کر دیکھ لیا۔ پس خائن آنکھ کی خیانت کو اس کے دل کے راز کو رب علیم خوب جانتا ہے کہ اس کے دل میں تو یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو پوشیدہ عضو بھی دیکھ لے۔ حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں اس سے مراد آنکھ مارنا اشارے کرنا اور بن دیکھی چیز کو دیکھی ہوئی یا دیکھی ہوئی چیز کو ان دیکھی بتانا ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں نگاہ جس نیت سے ڈالی جائے اللہ تعالیٰ پر روشن ہے پھر سینے میں چھپا ہوا خیال کہ اگر موقعہ ملے اور بس ہو تو آیا یہ بدکاری سے باز رہے گا یا نہیں یہ بھی وہ جانتا ہے۔ سدیؒ فرماتے ہیں دلوں کے وسوسوں سے وہ آگاہ ہے۔ وہ عدل کے ساتھ حکم کرتا ہے قادر ہے کہ نیکی کا بدلہ نیک دے اور برائی کی سزا بری دے۔ وہ سننے والا دیکھنے والا ہے جیسے فرمان ہے کہ وہ بروں کو ان کی کرنی کی سزا اور بھلوں کو ان کی بھلائی کی جزا عنایت فرمائے گا۔ جو لوگ اس کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں خواہ وہ بت اور تصویریں ہوں خواہ اور کچھ وہ چونکہ کسی چیز کے مالک نہیں ان کی حکومت ہی نہیں تو حکم اور فیصلے کریں گے ہی کیا۔ اللہ اپنی مخلوق کے اقوال کو سنتا ہے ان کے احوال کو دیکھ رہا ہے جسے چاہے راہ دکھاتا ہے جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اس کا اس میں بھی سراسر عدل و انصاف ہے۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِىٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں؟ کہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا نتیجہ کیسا کچھ ہوا؟ وہ باعتبار قوت و طاقت کے اور باعتبار زمین میں اپنی یادگاروں کے ان سے بہت زیادہ تھے پس اللہ نے انہیں ان کے گناہوں پر پکڑ لیا اور کوئی نہ ہوا جو انہیں اللہ کے عذابوں سے بچالیتا۔ یہ اس وجہ سے کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر معجزے لے لے کر آتے تھے تو وہ انکار کر دیتے تھے پس اللہ انہیں پکڑ لیتا تھا یقیناً وہ زبردست طاقت والا اور سخت عذابوں والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! کیا تیری رسالت کے جھٹلانے والے کفار نے اپنے سے پہلے کے رسولوں کے جھٹلانے والے کفار کی حالتوں کا معائنہ ادھر ادھر چل پھر کر نہیں کیا؟ جو ان سے زیادہ قوی طاقتور اور جثہ دار تھے جن کے مکانات اور عالی شان عمارتوں کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں جو ان سے زیادہ باتمکنت تھے' ان سے بڑی عمروں والے تھے' جب ان کے کفر اور گناہوں کے وجہ سے عذاب الٰہی ان پر آیا تو نہ تو کوئی اسے ہٹا سکا نہ کسی میں مقابلہ کی طاقت پائی گئی۔ نہ اس سے بچنے کی کوئی صورت نکلی۔ غضب الٰہی ان پر برس پڑنے کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے پاس بھی ان کے رسول واضح دلیلیں اور صاف روشن حجتیں لے کر آئے باوجود اس کے انہوں نے کفر کیا جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا اور کفار کے لیے انہیں باعث عبرت بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ پوری قوت والا سخت پکڑ والا' شدید عذاب والا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے تمام عذابوں سے نجات دے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِىْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّىْۤ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِى الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾

ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیتوں اور کھلی دلیل کے ساتھ بھیجا۔ فرعون ہامان اور قارون کی طرف تو کہنے لگے یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔

جب ان کے پاس موسیٰ علیہ السلام ہماری طرف سے دین حق کو لے کر آئے تو انہوں نے کہا اس کے ساتھ جو ایمان والے ہیں ان کے لڑکوں کو تو مار ڈالو اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رکھو کافروں کی جو حیلہ سازی ہے وہ غلطی میں ہی ہے فرعون کہنے لگا مجھے چھوڑو میں موسیٰ علیہ السلام کو مار ڈالوں اسے چاہیے کہ یہ اپنے رب کو پکارے مجھے ڈر ہے کہ یہ کہیں تمہارا دین نہ بدل ڈالے یا ملک میں کوئی بہت بڑا فساد برپا نہ کر دے موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس تکبر کرنے والے شخص کی برائی سے جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ بد: اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول کو تسلی دینے کے لیے اگلے رسولوں کے قصے بیان فرماتا ہے کہ جس طرح انجام کار فتح و ظفر ان کے ساتھ رہی اسی طرح آپ بھی ان کفار سے کوئی اندیشہ نہ کیجیے۔ میری مدد آپ کے ساتھ ہے۔ انجام کار آپ ہی کی بہتری اور برتری ہو گی۔ جیسے کہ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام بن عمران علیہ السلام کا واقعہ آپ کے سامنے ہے کہ ہم نے انہیں دلائل و براہین کے ساتھ بھیجا۔ قبطیوں کے بادشاہ فرعون کی طرف سے جو مصر کا سلطان تھا اور ہامان کی طرف جو اس کا وزیر اعظم تھا۔ اور قارون کی طرف جو اس کے زمانے میں سب سے زیادہ دولت مند تھا اور تاجروں کا بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ ان بدنصیبوں نے اللہ تعالیٰ کے اس زبردست رسول کو جھٹلایا اور ان کی توہین کی اور صاف کہہ دیا کہ یہ تو جادو گر اور جھوٹا ہے۔ یہی جواب اگلی امتوں کے کافروں کا بھی انبیاء علیہم السلام کو ملتا رہا۔

جیسے ارشاد ہے ﴿ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ ﴾ الخ۔ یعنی اس طرح ان سے پہلے بھی جتنے رسول آئے سب سے ان کی قوم نے یہی کہا کہ جادو گر ہے یا دیوانہ ہے۔ کیا انہوں نے اس پر کوئی متفقہ تجویز کر رکھی ہے؟ بلکہ دراصل یہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں' جب ہمارے رسول موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس حق لائے اور اپنی رسالت پر زبردست دلیلیں قائم کر دیں تو ان لوگوں نے رسولوں کو ستانا اور دکھ دینا شروع کیا۔ اور فرعون نے حکم جاری کیا کہ اس رسول پر جو ایمان لاتے ہیں ان کے ہاں جو لڑکے ہوں انہیں قتل کر دو اور جو لڑکیاں ہوں انہیں زندہ چھوڑ دو اس سے پہلے بھی وہ یہی حکم جاری کر چکا تھا' اس لیے کہ اسے خوف تھا کہ کہیں موسیٰ علیہ السلام پیدا نہ ہو جائیں۔ یا اس لیے کہ بنی اسرائیل کی تعداد کم کر دے اور انہیں کمزور اور بے طاقت بنا دے۔ اور ممکن ہے دونوں مصلحتیں سامنے ہوں اور اب دوبارہ حکم کی وجہ تو یہی تھی کہ یہ جماعت مغلوب رہے اور ان کی گنتی نہ بڑھے اور یہ پست و ذلیل رہے بلکہ انہیں خیال ہو کہ ہماری اس مصیبت کا باعث حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا بھی کہ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں ایذا دی گئی اور آپ کے تشریف لانے کے بعد بھی ہم ستائے گئے۔ آپ نے جواب دیا تم جلدی نہ کرو بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو برباد کر دے اور تمہیں زمین کا خلیفہ بنائے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟

حضرت قتادہؒ کا قول ہے۔ کہ فرعون کا یہ حکم دوبارہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار کا فریب اور ان کی یہ پالیسی کہ بنی اسرائیل فنا ہو جائیں' تھی ہی بے فائدہ اور فضول فرعون کا ایک بدترین قصد بیان ہو رہا ہے کہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا اور اپنی قوم سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالوں گا وہ اپنے اللہ کو بھی اپنی مدد پر پکارے مجھے کوئی پروا نہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر اسے زندہ چھوڑا گیا تو وہ تمہارے دین کو بدل دے گا تمہاری عادات اور رسومات کو تم سے چھڑا دے گا اور زمین میں ایک فساد پھیلا دے گا۔ اسی لیے عرب میں یہ مثل مشہور ہو گئی ﴿ صَارَ فِرْعَوْنُ مُذَكِّرًا ﴾ یعنی فرعون بھی واعظ بن گیا بعض قراءتوں میں بجائے ﴿ اَنْ يُّظْهِرَ ﴾ کے ﴿ يَظْهَرُ ﴾ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب فرعون کا یہ بد ارادہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا میں اس کی اور اس جیسوں کی برائی سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اے میرے مخاطب لوگو! میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس شخص کی ایذا رسانی سے جو حق سے تکبر کرنے والا ہے قیامت کے دن پر ایمان نہ

رکھنے والا ہو۔ حدیث میں ہے کہ جب جناب رسول کریم ﷺ کو کسی قوم سے خوف ہوتا تو آپ ﷺ یہ دعا پڑھتے ﴿ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ وَنَدْرَاُبِکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ ﴾ یعنی اے اللہ ان کی برائی سے ہم تیری پناہ میں آتے ہیں اور ہم تجھے انکے مقابلے میں کرتے ہیں۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَاۗءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾

ایک مومن شخص نے جو فرعون کے خاندان میں سے تھا اور اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا کہا کہ کیا تم ایک شخص کو محض اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیلیں لے کر آیا ہے اگر وہ جھوٹا ہو تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہو تو جن عذابوں کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے وہ کوئی نہ کوئی تو تم پر آپڑے گا اللہ تعالیٰ ان کی رہبری نہیں کرتا جو حد سے گزر جانے والے اور جھوٹے ہوں۔ اے میری قوم کے لوگو! آج بادشاہت تمہاری ہے کہ اس زمین پر تم غالب ہو لیکن اگر اللہ کا عذاب ہم پر آ گیا تو کون ہماری مدد کرے گا فرعون بولا میں تو تمہیں وہی رائے دے رہا ہوں جو خود دیکھ رہا ہوں اور میں تو تمہیں بھلائی کی راہ ہی بتلا رہا ہوں۔

ایک گمنام مومن کا مجاہدانہ اقدام: مشہور تو یہی ہے کہ یہ مومن قبطی تھے' رحمۃ اللہ تعالیٰ اور فرعون کے خاندان کے تھے بلکہ سدیؒ فرماتے ہیں فرعون کے یہ چچا زاد بھائی تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات پائی تھی۔ امام ابن جریرؒ بھی اسی قول کو پسند فرماتے ہیں۔ بلکہ جن لوگوں کا قول ہے کہ یہ مومن بھی اسرائیلی تھے آپ نے ان کی تردید کی ہے اور کہا ہے یہ اگر اسرائیلی ہوتے تو نہ فرعون اس طرح صبر سے ان کی نصیحت سنتا نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے ارادے سے باز آتا بلکہ انہیں ایذا پہنچاتا۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آل فرعون میں سے ایک تو یہ مرد ایماندار تھا' دوسرے فرعون کی بیوی ایمان لائی تھیں' تیسرا وہ شخص جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ سرداروں کا مشورہ تمہیں قتل کرنے کا ہو رہا ہے۔ یہ اپنے ایمان کو چھپائے رہتے تھے لیکن قتل موسیٰ علیہ السلام کی سن کر ضبط نہ ہو سکا اور یہی درحقیقت سب سے بہتر اور افضل جہاد ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے انسان کلمہ حق کہہ دے جیسے کہ حدیث میں ہے اور فرعون کے سامنے اس سے زیادہ بڑا کلمہ کوئی نہ تھا۔ پس یہ شخص بہت بڑے مرتبے کے مجاہد تھے جن کے مقابلے کا کوئی نظر نہیں پڑتا۔ البتہ صحیح بخاری وغیرہ میں ایک واقعہ کئی روائتوں سے مروی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت عروہ بن زبیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ایک مرتبہ پوچھا کہ سب سے بڑی ایذا مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ کو کیا پہنچائی ہے؟ آپ نے

فرمایا سنو ایک روز حضور کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے جو عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ ﷺ کو پکڑ لیا اور اپنی چادر میں بل دے کر آپ کی گردن میں ڈال کر گھسیٹنے لگا جس سے آپ کا گلا گھٹنے لگا۔ اسی وقت حضرت صدیق اکبرؓ دوڑے بھاگے آئے اور اسے دھکا دے کر پرے پھینکا اور فرمانے لگے کیا تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس دلیلیں لے کر آیا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ قریشیوں کا مجمع جمع تھا' جب آپ وہاں سے گزرے تو انہوں نے کہا کیا تو ہی ہے جو ہمیں ہمارے باپ دادوں کے معبودوں کی عبادت سے منع کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں میں ہی ہوں۔ اس پر وہ سب آپ کو چمٹ گئے اور کپڑے گھسیٹنے لگے۔ حضرت ابو بکرؓ نے آکر آپ ﷺ کو چھڑایا اور آنسو بہاتے ہوئے بہ آواز بلند ان سے یہ فرمایا اور پوری آیت ﴿اتقتلون﴾ تلاوت کی۔

پس اس مومن نے بھی یہی کہا کہ اس کا قصور تو صرف اتنا ہی ہے کہ یہ اپنا رب اللہ کو بتلاتا ہے اور جو کہتا ہے اس پر سند اور دلیل پیش کرتا ہے۔ اچھا مان لو بالفرض یہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے دنیا اور آخرت میں سزا دے گا۔ اور اگر وہ سچا ہے اور تم نے اسے ستایا یا دکھ دیا تو یقیناً تم پر عذاب الٰہی برس پڑے گا' جیسے کہ وہ کہہ رہا ہے۔ پس عقلاً لازم ہے تم اسے چھوڑ دو جو اس کی مان رہے ہیں مانیں تم کیوں اس کے درپے آزار ہو رہے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون اور فرعونیوں سے یہی چاہا تھا۔

جیسے کہ آیت ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ﴾ سے ﴿فَاعْتَزِلُوْنَ﴾ تک ہے' یعنی ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا ان کے پاس رسول کریم کو بھیجا' اس نے کہا کہ اللہ کے بندوں کو مجھے سونپ دو میں تمہاری طرف رب کا رسول امین ہوں' تم اللہ سے بغاوت نہ کرو' دیکھو میں تمہارے پاس کھلی دلیلیں اور زبردست معجزے لایا ہوں۔ تم مجھے سنگسار کر دو گے اس سے میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔ اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھے چھوڑ دو۔ یہی جناب رسول آخر الزماں ﷺ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ اللہ کے بندوں کو اللہ طرف مجھے پکارنے دو' تم میری ایذا رسانی سے باز رہو اور میری قرابت داری کا خیال کرتے ہوئے مجھے دکھ نہ دو۔ صلح حدیبیہ بھی دراصل یہی چیز تھی جو کھلی فتح کہلائی۔ وہ مومن کہتا ہے کہ سنو مسرف اور جھوٹے آدمی راہ یافتہ نہیں ہوتے۔ ان کے ساتھ خدائی نصرت نہیں ہوتی۔ ان کے اقوال وافعال بہت جلد ان کی خباثت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ برخلاف اسکے یہ نبی اللہ اختلاف واضطراب سے پاک ہیں۔ صحیح کچی اور اچھی راہ پر ہیں۔ زبان کے سچے اور عمل کے پکے ہیں۔ اگر یہ حد سے گزر جانے والے اور جھوٹے ہوتے تو یہ راستی اور عمدگی ان میں ہرگز نہ ہوتی۔ پھر قوم کو نصیحت کرتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے ڈراتے ہیں۔ بھائیو! تمہیں اللہ نے اس ملک کی سلطنت عطا فرمائی ہے بڑی عزت دی ہے تمہارا حکم جاری کر رکھا ہے۔ اللہ کی اس نعمت پر تمہیں اس کا شکر کرنا چاہیے اور اس کے رسولوں کو سچا ماننا چاہیے۔ یاد رکھو اگر تم نے ناشکری کی اور رسول کی طرف بری نظریں ڈالیں تو یقیناً عذاب ربانی تم پر آ جائے گا۔ بتلاؤ اس وقت کسے لاؤ گے جو تمہاری مدد پر کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ کے عذابوں کو روکے یا ٹالے؟ یہ لاؤ لشکر یہ جان ومال کچھ کام نہ آئیں گے فرعون سے اور تو کوئی معقول جواب بن نہ پڑا کھسیانہ ہو کر قوم میں اپنی خیر خواہی جتانے لگا کہ میں تمہیں دھوکا نہیں دے رہا جو میرا خیال ہے اور میرے ذہن میں ہے وہی تم پر ظاہر کر رہا ہوں۔ حالانکہ دراصل یہ بھی اس کی خیانت تھی وہ بخوبی جانتا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے سچے رسول ہیں جیسے فرمان باری ہے ﴿لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ﴾ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے فرعون تو خوب جانتا ہے کہ یہ عجائبات خاص آسمان وزمین کے پروردگار نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کے ذرائع ہیں اور آیت میں ہے ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا﴾ الخ۔ یعنی انہوں نے باوجود دلی یقین کے از راہ ظلم وزیادتی انکار کر دیا۔ اسی طرح اس کا یہ کہنا بھی سراسر غلط تھا کہ میں تمہیں حق کی سچائی کی اور بھلائی کی راہ دکھاتا ہوں۔ اس میں وہ لوگوں کو دھوکا دے رہا تھا اور رعیت سے خیانت کر رہا تھا۔ لیکن اس کی قوم

اس کے دھوکے میں آ گئی اور فرعون کی بات مان لی۔ فرعون نے انہیں کوئی بھلائی کی راہ پر نہ ڈالا۔ اس کا کام ٹھیک تھا ہی نہیں۔ اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فرعون نے اپنی قوم کو بہکا دیا اور انہیں صحیح راہ تک نہ پہنچنے دیا نہ پہنچایا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو امام اپنی رعایا سے خیانت کھیل رہا ہو وہ مر کر جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ حالانکہ وہ خوشبو پانچ سو سال کی راہ پر آتی ہے۔

﴿وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ﴾

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿۳۴﴾ ۨالَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

اس مؤمن نے کہا اے میری قوم کے لوگو! مجھے تو اندیشہ ہے کہ تم پر بھی ویسا ہی عذاب نہ آئے جو اور اُمتوں پر آیا۔ جیسے امت نوح اور عاد و ثمود اور ان کے بعد والوں کا حال ہوا۔ اللہ اپنے بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا اور مجھے تم پر ہانک پکار کے دن کا بھی ڈر ہے جس دن تم پیٹھ پھیر کر لوٹو گے تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کا ہادی کوئی نہیں۔ اس سے پہلے تمہارے پاس حضرت یوسف دلیلیں لے کر آئے پھر بھی تم ان کی لائی ہوئی دلیل میں شک شبہ ہی کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم کہنے لگے ان کے بعد تو اللہ کسی رسول کو بھیجے گا ہی نہیں اسی طرح اللہ گمراہ کرتا ہے ہر اس شخص کو جو حد سے بڑھ جانے والا شک شبہ کرنے والا ہو۔ جو بغیر کسی سند کے جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں اللہ کے نزدیک اور مومنوں کے نزدیک یہ تو بہت بڑی بیزاری کی چیز ہے اللہ اسی طرح ہر ایک مغرور سرکش کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔

مؤمن کامل کی نصیحت بھری گفتگو: اس مؤمن کی نصیحت کا آخری حصہ بیان ہو رہا ہے کہ اس نے فرمایا دیکھو اگر تم نے اللہ کے رسول کی نہ مانی اور اپنی سرکشی پر اڑے رہے تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں اگلی قوموں کی طرح تم پر بھی عذاب الٰہی نہ برس پڑے۔ قوم نوح اور عادیوں ثمودیوں کو دیکھ لو کہ پیغمبروں کی نہ ماننے کے وبال میں ان پر کیسے عذاب آئے؟ اور کوئی نہ ہوا جو انہیں ٹالتا یا روکتا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا کچھ ظلم نہ تھا اس کی ذات بندوں پر ظلم کرنے سے پاک ہے۔ ان کے اپنے کرتوت تھے جو ان کے لیے وبال جان بن گئے۔ مجھے تم پر قیامت کے دن کے عذابوں کا بھی ڈر ہے جو ہانک پکار کا دن ہے۔ صور کی حدیث میں ہے

کہ جب زمین میں زلزلہ آئے گا اور پھٹ جائے گی تو لوگ مارے گھبراہٹ کے ادھر ادھر پریشان حواس بھاگنے لگیں گے اور ایک دوسرے کو آوازیں دیں گے۔ حضرت ضحاکؒ وغیرہ کا قول ہے کہ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب جہنم لائی جائے گی اور لوگ اسے دیکھ کر ڈر کر بھاگیں گے اور فرشتے انہیں میدان محشر کی طرف واپس لائیں گے جیسے فرمان الٰہی ہے ﴿وَالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا﴾ یعنی فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔ اور فرمان ہے ﴿يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا الخ ﴾ یعنی اے انسانوں اور جنو! اگر تم زمین و آسمان کے کناروں سے بھاگ نکلنے کی طاقت رکھتے ہوں تو نکل بھاگو لیکن یہ تمہارے بس کی بات نہیں۔ حسنؒ اور ضحاکؒ کی قرأت میں ﴿يَوْمَ التَّنَادِّ﴾ دال کی تشدید کے ساتھ ہے اور یہ ماخوذ ہے ﴿نَدَّ الْبَعِيْرُ﴾ سے۔ جب اونٹ چلا جائے اور سرکشی کرنے لگے تو یہ لفظ کہا جاتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جس ترازو میں عمل تولے جائیں گے وہاں ایک فرشتہ ہو گا جس کی نیکیاں بڑھ جائیں گی وہ با آواز بلند پکار کر کہے گا' لوگو! فلاں کا لڑکا فلاں سعادت والا ہو گیا اور آج کے بعد سے اس پر شقاوت کبھی نہیں آئے گی۔ اور اگر اس کی نیکیاں گھٹ گئیں تو وہ فرشتہ آواز لگائے گا کہ فلاں بن فلاں بد نصیب ہو گیا اور تباہ و برباد ہو گیا۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں قیامت کو ﴿يَوْمَ التَّنَادِ﴾ اسلئے کہا گیا ہے کہ جنتی جنتیوں کو اور جہنمی جہنم والوں کو پکاریں گے اور اعمال کے ساتھ پکاریں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وجہ یہ ہے کہ جنتی جہنم والوں کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ ہم نے سچ پایا۔ تم بتلاؤ کہ کیا تم نے بھی اپنے رب کا وعدہ سچا پایا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہاں۔ اسی طرح جہنمی جنتیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہمیں تھوڑا سا پانی ہی چھوا دو یا کچھ وہ دے دو جو اللہ تعالٰی نے تمہیں دے رکھا ہے۔ جنتی جواب دیں گے کہ یہاں کے کھانے پینے کو اللہ نے کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ اسی طرح سورۂ اعراف میں یہ بھی بیان ہے کہ اعراف والے دوزخیوں اور جنتیوں کو پکاریں گے۔ بغوی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں ہیں ان سب وجوہ کی بناء پر قیامت کے دن کا نام ﴿يَوْمُ التَّنَادِ﴾ ہے۔ یہی قول بہت عمدہ ہے' واللہ اعلم۔

اس دن لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے لیکن بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے اور کہہ دیا جائے گا کہ آج ٹھیرنے کی جگہ یہی ہے اس دن کوئی نہ ہو گا جو بچا سکے گا اور اللہ تعالٰی کے عذابوں سے چھڑا سکے۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی قادر مطلق نہیں وہ جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ پھر فرماتا ہے کہ اس سے پہلے اہل مصر کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام اللہ تعالٰی کے پیغمبر بن کر آئے تھے آپ کی بعثت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہوئی تھی عزیز مصر بھی آپ ہی تھے اور اپنی امت کو اللہ تعالٰی کی طرف بلاتے تھے۔ لیکن قوم نے ان کی اطاعت نہ کی' ہاں بوجہ دنیوی جاہ کے اور وزارت کے تو انہیں ماتحتی کرنی پڑتی تھی۔ پس فرماتا ہے کہ تم انکی نبوت کی طرف سے بھی شک میں ہی رہے آخر جب ان کا انتقال ہو گیا تو تم بالکل مایوس ہو گئے اور طمع کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اب تو اللہ تعالٰی کسی کو نبی بنا کر بھیجے گا ہی نہیں' یہ تھا ان کا کفر اور ان کی تکذیب اسی طرح اللہ تعالٰی انہیں گمراہ کر دیتا ہے جو بے جا کام کرنے والا حد سے گزر جانے والا اور شک شبہ میں مبتلا رہنے والا ہو۔ یعنی جو تمہارا حال ہے یہی حال ان سب کا ہوتا ہے کہ جن کے کام اسراف والے ہوں اور جن کا دل شک شبہ والا ہو۔ جو لوگ حق کو باطل سے ہٹاتے ہیں اور بغیر دلیل کے دلیلوں کو ٹالتے ہیں اس پر اللہ ان سے ناخوش ہے اور سخت ترناراض ہے۔ ان کے یہ افعال جہاں اللہ کی ناراضگی کا باعث ہیں وہاں ایمان داروں کی بھی ناخوشی کا ذریعہ ہیں۔ جن لوگوں میں ایسی واہی صفتیں ہوتی ہیں ان کے دل پر اللہ تعالٰی مہر کر دیتا ہے۔ جس کے بعد انہیں نہ اچھائی اچھی لگتی ہے نہ برائی بری لگتی ہے۔ ہر وہ شخص جو حق سے سرکشی کرنے والا ہو اور تکبر و غرور والا ہو۔ حضرت شعبی فرماتے ہیں جبار وہ شخص ہے جو دو انسانوں کو قتل کر ڈالے۔ ابو عمران جونی اور قتادہؒ کا فرمان ہے کہ جو بغیر حق کے کسی کو قتل کر دے وہ جبار ہے' واللہ اعلم۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾

فرعون نے کہا اے ہامان میرے لیے ایک بالا خانہ بنا گیا عجب کہ میں آسمان کے دروازوں تک پہنچ جاؤں اور موسیٰ علیہ السلام کے رب کو جھانک لوں مجھے تو کامل یقین ہے کہ وہ جھوٹا ہے ٹھیک اسی طرح فرعون کی بد کرداریاں اسے بھلی دکھائی گئیں اور راہ سے روک دیا گیا فرعون کی ہر حیلہ سازی تباہی میں ہی رہی۔

فرعون کا مکر وفریب: فرعون کی سرکشی اور تکبر بیان ہو رہا ہے کہ اس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لیے ایک بلند بالا محل تعمیر کرا۔ اینٹوں اور چونے کی پختہ اور بہت اونچی عمارت بنا۔ جیسے اور جگہ ہے کہ اس نے کہا اے ہامان اینٹیں پکا کر میرے لیے ایک اونچی عمارت بنا۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ کا قول ہے کہ قبر کو پختہ بنانا اور اسے چونہ گچ کرنا سلف صالحین مکروہ جانتے تھے (ابن ابی حاتم) فرعون کہتا ہے کہ یہ محل میں اس لیے بنوا رہا ہوں کہ آسمان کے دروازوں اور آسمان کے راستوں تک میں پہنچ جاؤں اور موسیٰ علیہ السلام کے رب کو دیکھ لوں' گو میں جانتا ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام جھوٹا ہے۔ وہ جو کہہ رہا ہے کہ رب نے اسے بھیجا ہے یہ بالکل غلط ہے۔

دراصل فرعون کا یہ ایک مکر تھا اور وہ اپنی رعیت پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ دیکھو میں ایسا کام کرتا ہوں جس سے موسیٰ علیہ السلام کا جھوٹ بالکل کھل جائے اور میری طرح تمہیں بھی یقین آ جائے کہ موسیٰ علیہ السلام غلط گو مفتری اور کذاب ہے۔ فرعون راہ رب سے روک دیا گیا۔ اس کی ہر تدبیر الٹی ہی رہی۔ اور جو کام وہ کرتا ہے وہ اس کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے اور وہ خسارے میں بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾

اس ایمان دار شخص نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو تم میری پیروی کرو میں نیک راہ کی طرف تمہاری رہبری کروں گا اے میرے گروہ کے لوگو حیات دنیا متاع فانی ہے یقین مانو کہ قرار اور ہمیشگی کا گھر تو آخرت ہی ہے جس نے گناہ کیا اسے تو برابر برابر کا بدلہ ہی ہے اور جس نے نیکی کی ہے خواہ وہ مرد ہو خواہ عورت اور ہو ایماندار تو یہ لوگ وہ ہیں جو جنت میں جائیں گے اور وہاں بے شمار روزی پائیں گے۔

گمنام مومن کی دوسری نصیحت: فرعون کی قوم کا مومن مرد جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اپنی قوم کے سرکشوں خود

پسندوں اور متکبروں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تم میری مانو میری راہ چلو میں تمہیں راہ راست پر ڈال دوں گا۔ یہ اپنے اس قول میں فرعون کی طرح کاذب نہ تھا۔ وہ تو اپنی قوم کو دھوکا دے رہا تھا اور یہ ان کی حقیقی خیر خواہی کر رہا تھا۔ پھر انہیں دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے کہتا ہے کہ دنیا ایک ڈھل جانے والا سایہ اور فنا ہو جانے والا فائدہ ہے۔ لازوال اور قرار و ہمیشگی والی جگہ تو اس کے بعد آنے والی آخرت ہے جہاں کی رحمت و زحمت ابدی اور غیر فانی ہے۔ جہاں برائی کا بدلہ تو اس کے برابر ہی دیا جاتا ہے ہاں نیکی کا بدلہ بے حساب دیا جاتا ہے۔ نیکی کرنے والا مرد ہو تو' اور عورت ہو تو' ہاں شرط یہ ہے کہ ہو باایمان اسے اس کی نیکی کا ثواب اس قدر دیا جائے گا جو بے حد و حساب ہو گا' واللہ اعلم۔

وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلا رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلا رہے ہو۔ تم مجھے یہ دعوت دے رہے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اسکے ساتھ شرک کروں۔ جس کا کوئی علم مجھے نہیں اور میں تمہیں غالب بخشنے والے رب کی طرف دعوت دے رہا ہوں۔ یہ یقینی امر ہے کہ تم مجھے جس کی طرف بلا رہے ہو وہ تو نہ دنیا میں پکارنے کے قابل ہے نہ آخرت میں اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ ہم سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے' اور حد سے گزر جانے والے یقیناً اہل دوزخ ہیں۔ پس آگے چل کر تم میری باتوں کو یاد کرو گے میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں یقیناً اللہ تعالیٰ بندوں کا نگران ہے۔ پس اسے اللہ تعالیٰ نے تمام بدیوں سے محفوظ رکھ لیا جو انہوں نے سوچ رکھی تھیں اور فرعون والوں پر بری طرح عذاب اُلٹ پڑا۔ آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی فرمان ہو گا کہ فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔

مشرکوں کو دعوت توحید: قوم فرعون کا مومن مرد اپنا وعظ جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں توحید کی طرف یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی طرف بلا رہا ہوں' میں تمہیں اللہ کے رسول کی تصدیق کرنے کی دعوت دے رہا ہوں اور تم مجھے کفر شرک کی طرف بلا رہے ہو۔ تم چاہتے ہو کہ میں جاہل بن جاؤں اور بے دلیل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف کروں۔ غور کرو کہ تمہاری اور میری دعوت میں کس قدر فرق ہے۔ میں تمہیں اس اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جو بڑی عزت اور کبریائی والا ہے۔ باوجود اس کے وہ ہر اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف جھکے اور استغفار

کرے ﴿لَا جَرَمَ﴾ کے معنی حق وصداقت کے ہیں۔ یعنی یہ یقینی سچ اور حق ہے کہ جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو یعنی بتوں اور سوائے اللہ کے اوروں کی عبادت کی طرف وہ ہیں جنہیں دین ودنیا کا کوئی اختیار نہیں جنہیں نفع نقصان پر کوئی قابو نہیں جو اپنے پکارنے والے کی پکار کو نہ سن سکیں نہ قبول کر سکیں نہ یہاں نہ وہاں۔ جیسے فرمان ربانی ہے ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ الخ۔ یعنی اس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں جو اللہ ہی کے سوا اوروں کو پکارتا ہے جو اس کی پکار کو قیامت تک سن نہیں سکتے جنہیں مطلق خبر نہیں کہ کون ہمیں پکار رہا ہے' جو قیامت کے دن اپنے پکارنے والوں کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت سے بالکل انکار کر جائیں گے۔ گو تم انہیں پکارا کرو لیکن وہ نہیں سنتے۔ اور بالفرض اگر سن بھی لیں تو قبول نہیں کر سکتے۔ مومن آل فرعون کہتا ہے کہ ہم سب کو لوٹ کر اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ وہاں ہر ایک کو اپنے اعمال کا بدلہ بھگتنا ہے۔ وہاں حد سے گزر جانے والے' اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے والے ہمیشہ کے لیے جہنم واصل کر دیے جائیں گے۔ تم اس وقت گو میری باتوں کی قدر نہ کرو لیکن ابھی ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا اور میری باتوں کی صداقت وحقانیت تم پر واضح ہو جائے گی اس وقت ندامت حسرت اور افسوس کرو گے لیکن وہ محض بے سود ہو گا۔ میں تو اپنا کام اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں میرا توکل اسی کی ذات پر ہے۔ میں اپنے ہر کام میں اسی سے مدد طلب کرتا ہوں۔ مجھے تم سے کوئی واسطہ نہیں میں تم سے الگ ہوں اور تمہارے کاموں سے نفرت کرتا ہوں میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام حالات کا دانا بینا ہے۔ مستحق ہدایت جو ہیں ان کی وہ رہ نمائی کرے گا۔ اور مستحقین ضلالت اس رہ نمائی سے محروم رہیں گے اس کا ہر کام حکمت والا ہے اور اس کی ہر تدبیر اچھائی والی ہے۔ اس مومن کو اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کے مکر سے بچالیا۔ دنیا میں بھی وہ محفوظ رہا یعنی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس نے نجات پائی اور آخرت کے عذابوں سے بھی محفوظ رہا باقی تمام فرعونی بدترین عذابوں کا شکار ہوئے۔ سب دریا میں ڈبو دیے گئے پھر وہاں سے جہنم واصل کر دیے گئے۔

برزخ وقبر کا عذاب: ہر صبح شام ان کی روحیں جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں' قیامت تک یہ عذاب انہیں ہوتا رہے گا اور قیامت کے دن ان کی روحیں جسم سمیت جہنم میں ڈال دی جائیں گی اور اس دن ان سے کہا جائے گا کہ اے آل فرعون سخت دردناک اور بہت زیادہ تکلیف دہ عذابوں میں چلے جاؤ۔ یہ آیت اہل سنت کے اس مذہب کی کہ عالم برزخ میں یعنی قبروں میں بھی عذاب ہوتا ہے۔ بہت بڑی دلیل ہے۔ ہاں یہاں پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ بعض احادیث میں کچھ ایسے مضامین وارد ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب برزخ کا علم رسول اللہ ﷺ کو مدینے کی ہجرت کے بعد ہوا اور یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ آیت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مشرکوں کی روحیں صبح شام جہنم کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ یہ عذاب ہر وقت جاری اور باقی رہتا ہے۔ یا نہیں؟ اور یہ بھی کہ آیا یہ عذاب صرف روح کو ہی ہوتا ہے یا جسم کو بھی؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو مدینے میں کرایا گیا۔ اور آپ نے اسے بیان فرما دیا۔ پس حدیث وقرآن ملا کر مسئلہ یہ ہوا کہ عذاب وثواب قبر روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور یہی حق ہے۔ اب ان حدیثوں کو ملاحظہ فرمائیے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک یہودیہ عورت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت گزار تھی۔ حضرت عائشہ جب کبھی اس کے ساتھ کچھ سلوک کرتیں تو وہ دعا دیتی اور کہتی اللہ تجھے قبر کے عذاب سے بچالے۔ ایک روز حضرت صدیقہؓ نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! کیا قیامت سے پہلے قبر میں بھی عذاب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں تو' یہ کس نے کہا ہے۔؟ حضرت عائشہ نے اس یہودی عورت کا واقعہ بیان کیا' تو آپ ﷺ نے فرمایا یہود جھوٹے ہیں اور وہ تو اس سے زیادہ اللہ پر جھوٹ باندھا کرتے ہیں۔ قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں۔ کچھ دن ہی گزرے تھے کہ ایک مرتبہ ظہر کے وقت کپڑے لپیٹے ہوئے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے

آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور باآواز بلند فرما رہے تھے قبر مانند سیاہ رات کی اندھیریوں کے ٹکڑوں کے ہے۔ لوگو اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو بہت زیادہ روتے اور بہت کم ہنستے۔ لوگو قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرو یقین مانو کہ عذاب قبر حق ہے۔ اور روایت میں ہے کہ ایک یہودیہ عورت نے حضرت عائشہ سے کچھ مانگا جو آپ نے دیا اور اس نے وہ دعا دی اس کے آخر میں ہے کہ اس کے کچھ دنوں کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا مجھے وحی کی گئی ہے کہ تمہاری آزمائش قبروں میں کی جاتی ہے۔ پس ان احادیث اور آیت میں ایک تطبیق تو وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے۔ دوسری تطبیق یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آیت ﴿يُعْرَضُوْنَ﴾ سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ کفار کو عالم برزخ میں عذاب ہوتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مومن کو بھی اس کے بعض گناہوں کی وجہ سے اس کی قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ یہ صرف حدیث سے ثابت ہوا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک دن رسول اللہ ﷺ آئے اس وقت ایک یہودیہ عورت مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اور کہہ رہی تھی کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ تم لوگ اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے؟ اسے سن کر حضور ﷺ کانپ گئے اور فرمایا یہودی ہی آزمائے جاتے ہیں۔ پھر چند دنوں بعد آپ نے فرمایا لوگو تم سب قبروں کے فتنوں میں ڈالے جاؤ گے۔ اس کے بعد حضور ﷺ فتنہ قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت سے صرف روح کے عذاب کا ثبوت ہوتا تھا اس سے جسم تک اس عذاب کے پہنچنے کا ثبوت نہیں تھا۔ بعد میں بذریعہ وحی حضور ﷺ کو یہ معلوم کرایا گیا کہ عذاب قبر جسم و روح کو ہوتا ہے چنانچہ آپ نے پھر اس سے بچاؤ کی دعا شروع کی' اللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک یہودیہ عورت آئی اور اس نے کہا عذاب قبر سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔ اس پر حضرت صدیقہؓ نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں عذاب قبر برحق ہے فرماتی ہیں اس کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ اس حدیث سے تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اسے سنتے ہی یہودیہ عورت کی تصدیق کی' اور اوپر والی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تکذیب کی تھی۔ دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ یہ دو واقعے ہیں۔ پہلے واقعے کے وقت چونکہ وحی سے آپ کو معلوم نہیں ہوا تھا آپ نے انکار فرما دیا پھر معلوم ہو گیا تو آپ نے اقرار کیا' واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم۔ قبر کے عذاب کا ذکر بہت سی صحیح احادیث میں آ چکا ہے۔

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں رہتی دنیا تک ہر صبح شام فرعونیوں کی روحیں جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں۔ اور ان سے کہا جاتا ہے کہ بدکارو تمہاری اصلی جگہ یہی ہے تاکہ انکے رنج و غم میں اضافہ ہو۔ ان کی ذلت و توہین ہو۔ پس آج بھی وہ عذاب میں ہی ہیں۔ اور دائما اسی میں رہیں گے۔

ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ شہیدوں کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں ہیں وہ جنت میں جہاں کہیں چاہیں چگتی پھرتی ہیں اور مومنوں کی روحیں چڑیاؤں کے قالب میں ہیں۔ اور جہاں وہ چاہیں جنت میں چگتی رہتی ہیں اور عرش تلے کی قندیلوں میں آرام حاصل کرتی ہیں' اور آل فرعون کی روحیں سیاہ رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں صبح بھی جہنم کے پاس جاتی ہیں اور شام کو بھی یہی ان کا پیش ہونا ہے۔ معراج والی لمبی روایت میں ہے کہ مجھے ایک بہت بڑی مخلوق کی طرف لے چلے جن میں سے ہر ایک کا پیٹ مثل بہت بڑے گھر کے تھا جو آل فرعون کے پاس ہی قید تھے۔ اور آل فرعون صبح شام آگ پر لائے جاتے ہیں۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان فرعونیوں کو سخت تر عذابوں میں لے جاؤ۔ اور یہ فرعونی لوگ نکیل والے اونٹوں کی طرح منہ نیچے کیے پتھر اور درخت چر رہے ہیں۔ اور بالکل بے عقل و شعور ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ فرماتے ہیں جو احسان کرے خواہ مسلم ہو خواہ کافر اللہ تعالیٰ اسے ضرور بدلہ دیتا ہے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ

ﷺ کافر کو کیا بدلہ ملتا ہے۔؟ فرمایا اگر اس نے صلہ رحمی کی ہے یا صدقہ دیا ہے یا اور کوئی اچھا کام کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ اس کے مال میں اس کی اوّل اد میں اس کی صحت میں اور ایسی ہی اور چیزوں میں عطا فرماتا ہے ہم نے پھر پوچھا اور آخرت میں کیا ملتا ہے فرمایا بڑے درجے سے کم درجے کا عذاب' پھر آپ نے ﴿ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ الخ ﴾ پڑھی۔ ابن جریرؒ میں ہے کہ حضرت اوزاعیؒ سے ایک شخص نے پوچھا کہ ذرا ہمیں یہ تو بتلاؤ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے سفید پرندوں کا غول کا غول سمندر سے نکلتا ہے۔ اس کے مغربی کنارے اڑتا ہوا صبح کے وقت جاتا ہے اس قدر زیادتی کے ساتھ کہ ان کی تعداد کوئی گن نہیں سکتا۔ شام کے وقت ایسا ہی جھنڈ کا جھنڈ واپس آتا ہے لیکن اس وقت ان کے رنگ بالکل سیاہ ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے اسے خوب معلوم کرلیا۔ ان پرندوں کے قالب میں فرعونیوں کی روحیں ہیں جو صبح شام آگ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔ پھر اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹ جاتی ہیں ان کے پر جل گئے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ سیاہ ہو جاتے ہیں۔ پھر رات کو وہ اگ جاتے ہیں اور سیاہ جھڑ جاتے ہیں۔ پھر وہ اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ یہی حالت ان کی دنیا میں ہے اور قیامت کے دن ان سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا ان فرعونیوں کو سخت عذابوں میں داخل کردو۔ کہتے ہیں کہ ان کی تعداد چھ لاکھ کی ہے جو فرعونی فوج تھی۔

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے جب کبھی کوئی مرتا ہے ہر صبح شام اس کی جگہ اس کے سامنے پیش کی جاتی ہے اگر وہ جنتی ہے تو جنت اور اگر وہ جہنمی ہے۔ تو جہنم اور کہا جاتا ہے کہ تیری اصلی جگہ یہ ہے جہاں تجھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھیجے گا۔ یہ حدیث صحیح بخاری صحیح مسلم میں بھی ہے۔

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾

ع ۱۰ ۵

جب کہ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور لوگ جو تابع تھے تکبر والوں سے جن کے یہ تابع تھے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے پیرو تھے تو کیا اب تم ہم سے اس آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو؟ وہ بڑے لوگ جواب دیں گے ہم تو سبھی اس آگ میں ہی ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کر چکا ہے۔ تمام جہنمی مل کر جہنم کے داروغوں سے کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ کسی دن تو ہمارے عذاب میں کمی کردے۔ وہ جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول معجزے لے کر نہیں آئے تھے؟ یہ کہیں گے ہاں آئے تھے۔ وہ کہیں گے کہ پھر تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا محض بے اثر اور بے راہ ہے۔

جہنم میں دوزخیوں کا لڑائی جھگڑا: جہنمی لوگ جہنم کے اور عذابوں کو برداشت کرتے ہوئے ایک اور عذاب کے بھی شکار ہوں گے جس کا بیان یہاں ہو رہا ہے۔ یہ عذاب فرعونیوں کو بھی ہوگا اور دوسرے دوزخیوں کو بھی یعنی آپس کی تھکا فضیحتی اور لڑائی جھگڑے۔ چھوٹے بڑوں سے یعنی تابعداری کرنے اور حکم احکام کے ماننے والے جن کی بڑائی اور بزرگی کے قائل تھے اور

جن کی باتیں تسلیم کیا کرتے تھے اور جن کے کہے ہوئے پر عامل تھے ان سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم تو آپ کے تابع فرمان رہے جو آپ نے کہا ہم بجالائے کفر اور گمراہی کے جو احکام بھی آپ کی بارگاہ سے صادر ہوئے آپ کے تقدس اور علم وفضل سرداری اور حکومت کی بنا پر ہم سب کو مانتے رہے' اب یہاں آپ کچھ تو ہمارے کام آیئے۔ ہمارے عذابوں کا ہی کوئی حصہ اپنے اوپر اٹھا لیجئے۔ یہ رؤسا امراء اور سادات اور بزرگ جواب دیں گے کہ ہم بھی تو تمہارے ساتھ جل بھلس رہے ہیں۔ ہمیں جو عذاب ہو رہے ہیں وہ کیا کم ہیں۔ جو ہم تمہارے عذاب اٹھائیں؟ اللہ کا حکم جاری ہو چکا ہے۔ رب فیصلے صادر فرما چکا ہے۔ ہر ایک کو اس کے بداعمال کے مطابق سزا دے چکا ہے اب اس میں کمی ناممکن ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ہر ایک کے لیے بڑھا چڑھا عذاب ہے گو تم نہ سمجھو۔ جب اہل دوزخ سمجھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول نہیں فرماتا بلکہ کان بھی نہیں لگاتا بلکہ انہیں ڈانٹ دیا ہے اور فرما چکا ہے کہ یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام بھی نہ کرو تو وہ جہنم کے داروغوں سے کہیں گے جو وہاں کے ایسے ہی پاسبان ہیں جیسے دنیا کے جیل خانوں کے نگہبان داروغے اور محافظ سپاہ ہوتے ہیں' ان سے کہیں گے کہ تم ہی ذرا اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو کہ کسی ایک دن ہی وہ ہمارے عذاب ہلکے کر دے۔ وہ انہیں جواب دیں گے کہ کیا رسولوں کی زبانی اللہ کے احکام دنیا میں تمہیں پہنچے نہ تھے؟ یہ کہیں گے ہاں پہنچے تھے۔ تو فرشتے کہیں گے پھر اب تم آپ ہی اللہ سے کہہ سن لو۔ ہم تو تمہاری طرف سے کوئی عرض اس کی جناب میں کر نہیں سکتے۔ بلکہ اب ہم تمہاری ہائے وائے کا بھی خیال نہیں کرنے کے بلکہ ہم خود تم سے بیزار اور تمہارے دشمن ہیں۔ سنو ہم تمہیں کہے دیتے ہیں کہ خواہ تم دُعا کرو خواہ تمہارے لیے اور کوئی دُعا کرے ناممکن ہے کہ تمہارے عذابوں میں کمی ہو۔ کافروں کی دُعا نامقبول اور مردود ہے۔

إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ ۖ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ ﴿٥٣﴾ هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ ۙ إِن فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَالِغِيهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٥٦﴾

یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد زندگانی دنیا میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کی عذر معذرت کچھ نفع نہ دے گی ان کے لیے لعنت ہی ہو گی اور ان کے لیے اس گھر کی خرابی ہی ہو گی۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت نامہ عطا فرمایا اور بنو اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا۔ کہ وہ ہدایت ونصیحت تھی عقل مندوں کے لیے۔ پس اے نبی تو صبر کر اللہ کا وعدہ بلاشک وشبہ سچا ہی ہے تو اپنے گناہ کی معافی مانگتا رہ اور صبح شام اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتا رہ جو لوگ باوجود اپنے پاس کسی سند کے نہ ہونے کے آیات اللہ تعالیٰ میں جھگڑے کیا کرتے ہیں ان کے دلوں میں بجز نری بڑائی کے اور کچھ نہیں وہ اس شان تک پہنچنے والے ہی نہیں سو تو اللہ کی پناہ مانگتا رہ بے شک وہ پورا سننے والا اور سب سے زیادہ دیکھنے والا ہے۔

رسولوں کا مددگار اللہ تعالیٰ ہے: آیت میں رسولوں کی مدد کرنے کا اللہ کا وعدہ ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض رسولوں کو ان کی قوموں نے قتل کر دیا ہے جیسے حضرت یحییٰ حضرت زکریا حضرت شعیا صلوات اللہ علیہم وسلامہ اور بعض انبیاء کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف ہجرت کرائی۔ پھر کیا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ وعدہ پورا کیوں نہیں ہوا؟ اس کے دو جواب ہیں ایک تو یہ کہ یہاں گو عام خبر ہے لیکن مراد بعض سے ہے' اور یہ لغت میں عموماً پایا جاتا ہے کہ مطلق ذکر ہو اور مراد خاص افراد ہوں۔ دوسرے یہ کہ مدد کرنے سے مراد بدلہ لینا ہو۔ پس کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جسے ایذا پہنچانے والوں سے قدرت نے زبردست انتقام نہ لیا ہو۔ چنانچہ حضرت یحییٰ حضرت زکریا حضرت شعیا علیہم السلام کے قاتلوں پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا اور انہوں نے انہیں زیروزبر کر ڈالا ان کے خون کی ندیاں بہادیں اور انہیں نہایت ذلت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارا۔ نمرود کا مشہور واقعہ دنیا جانتی ہے کہ قدرت نے اسے کیسی پکڑ میں پکڑا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جن یہودیوں نے سولی دینے کی کوشش کی تھی ان پر جناب باری عزیز و حکیم نے رومیوں کو غالب کر دیا اور ان کے ہاتھوں ان کی سخت ذلت واہانت ہوئی اور ابھی قیامت کے قریب جب آپ اُتریں گے جب دجال کے ساتھ ان یہودیوں کو جو اس کے لشکری ہوں گے قتل کریں گے اور امام عادل اور حاکم باانصاف بن کر تشریف لائیں گے' صلیب کو توڑیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ باطل کر دیں گے بجز اسلام کے اور کچھ قبول نہ فرمائیں گے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان مدد اور یہی دستور قدرت ہے جو پہلے سے ہے اور اب تک جاری ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کی دنیوی امداد بھی فرماتا ہے۔ اور ان کے دشمنوں سے خود انتقام لے کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا ہے۔ جو شخص میرے دوستوں سے دشمنی کرے اس نے مجھے لڑائی کے لیے طلب کیا۔ دوسری حدیث میں ہے میں اپنے دوستوں کی طرف سے بدلہ ضرور لے لیا کرتا ہوں' جیسے کہ شیر بدلہ لیتا ہے۔ اسی بنا پر اس مالک الملک نے قوم نوح سے' عادیوں اور ثمودیوں سے اصحاب الرس سے قوم لوط سے اہل مدین سے اور ان جیسے ان تمام لوگوں سے جنہوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور حق کا خلاف کیا تھا بدلہ لیا۔ ایک ایک کو چن چن کر تباہ و برباد کیا اور جتنے مومن ان میں تھے ان سب کو بچالیا۔ امام سدیؒ فرماتے ہیں جس قوم میں اللہ تعالیٰ کے رسول آئے یا ایمان دار بندے انہیں پیغام الٰہی پہنچانے کے لیے کھڑے ہوئے اور اس قوم نے ان نبیوں کی یا ان مومنوں کی بے حرمتی کی اور انہیں مار ا پیٹا قتل کیا ضرور بالضرور اسی زمانے میں عذاب الٰہی ان پر برس پڑے۔ نبیوں کے قتل کے بدلے لینے والے اٹھ کھڑے ہوئے اور پانی کی طرح ان کے خون کی پیاسی زمین کو سیراب کیا۔ پس گو انبیاء اور مؤمنین یہاں قتل کیے گئے لیکن ان کا خون رنگ لایا اور ان کے دشمنوں کا بھس کی طرح بھرکس نکال دیا گیا۔ ناممکن ہے کہ ایسے بندگان خاص کی امداد و اعانت نہ ہو اور ان کے دشمنوں سے انتقام نہ لیا گیا ہو۔

دعوت محمدیہ پوری دنیا میں پھیل گئی: اشرف الانبیاء حبیب اللہ صلی اللہ ﷺ کے حالات زندگی دنیا اور دنیا والوں کے سامنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کو غلبہ دیا اور دشمنوں کی تمام تر کوششوں کو بے نتیجہ رکھا ان تمام پر آپ کو کھلا غلبہ عطاء فرمایا آپ کے کلمے کو بلند و بالا کیا۔ آپ کے دین نے دنیا کے تمام دینوں کو چھالیا۔ قوم کی زبردست مخالفتوں کے وقت اپنے نبی کو مدینے کو پہنچا دیا اور مدینے والوں کو سچا جاں نثار بنا کر پھر مشرکین کا سارا زور بدر کی لڑائی میں ڈھادیا۔ ان کے کفر کے تمام وزنی ستون اس لڑائی میں اکھیڑ دیے۔ سرداران مشرک یا تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے یا مسلمانوں کے ہاتھوں میں قیدی بن کر نامرادی کے ساتھ گردن جھکائے نظر آنے لگے قید و بند میں جکڑے ہوئے ذلت واہانت کے ساتھ

مدینے کی گلیوں میں دست بدست دگرے پابدست دگرے ہو گئے۔ حکمت اللہ تعالیٰ نے ان پر پھر احسان کیا اور ایک مرتبہ پھر موقعہ دیا' فدیہ لے کر آزاد کر دیئے گئے لیکن پھر بھی جب مخالفت رسول سے باز نہ آئے اور اپنے کرتوتوں پر اڑے رہے تو وہ وقت بھی آیا کہ جہاں سے نبی ﷺ کو چھپ چھپا کر رات کے اندھیرے میں پاپیادہ ہجرت کرنی پڑی تھی وہاں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے اور گردن پر ہاتھ باندھے دشمنان رسول سامنے لائے گئے اور بلاد حرم کی عظمت وعزت رسول محترم کی وجہ سے پوری ہوئی۔ اور تمام شرک و کفر اور ہر طرح کی بے ادبیوں سے بیت اللہ پاک صاف کر دیا گیا۔ بالآخر یمن بھی فتح ہوا اور پورا جزیرہ عرب قبضہ رسول ﷺ میں آ گیا اور جوق در جوق لوگ دین الٰہی میں داخل ہو گئے پھر رب العالمین نے اپنے رسول رحمتہ للعالمین کو اپنی طرف بلا لیا اور وہاں کی کرامت وعظمت سے اپنی مہمانداری میں رکھ کر نوازا ﷺ۔ پھر آپ کے بعد آپ کے نیک نہاد صحابہ کو آپ کا جانشین بنایا جو محمدی جھنڈا لیے کھڑے ہو گئے اور رب کی توحید کی طرف خلق رب کو بلانے لگے جو روڑا راہ میں آیا اسے الگ کیا جو خار چمن نظر پڑا اسے کاٹ ڈالا۔ گاؤں گاؤں شہر شہر ملک ملک دعوت اسلام پہنچا دی جو مانع ہوا اُسے منع کا مزہ چکھایا اسی ضمن میں مشرق و مغرب میں سلطنت اسلامی پھیل گئی۔ زمین پر اور زمین والوں کے جسموں پر ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فتح حاصل نہیں کی بلکہ ان کے دلوں پر بھی فتح پائی اسلامی نقوش دلوں میں جما دیے اور سب کو کلمہ توحید کے نیچے جمع کر دیا۔ دین محمدی نے زمین کا چپہ چپہ اور کونا کونا اپنے قبضے میں کر لیا۔ دعوت محمدیہ بہرے کانوں تک بھی پہنچ چکی۔ صراط محمدی اندھوں نے بھی دیکھ لی اللہ اس پاکباز جماعت کو ان کی اوّل اولوالعزمیوں کا بہترین بدلہ عنایت فرمائے آمین۔ الحمدللہ آج تک اللہ کا دین غالب ومنصور ہے آج تک مسلمانوں میں حکومت وسلطنت موجود ہے۔ آج تک ان کے ہاتھوں میں اللہ کا اور اس کے رسول کا کلام موجود ہے اور آج تک ان کے سروں پر رب کا ہاتھ ہے۔ اور قیامت تک یہ دین مظفر ومنصور ہی رہے گا جو اس سے بھڑے گا منہ کی کھائے گا اور پھر کبھی منہ نہ دکھائے گا یہی مطلب ہے اس مبارک آیت کا۔

قیامت کے دن بھی دین داروں کی مدد ونصرت ہو گی اور بہت بڑی اور بہت اعلیٰ پیمانے تک۔ گواہوں سے مراد فرشتے ہیں۔ دوسری آیت میں ﴿یَوْمُ﴾ بدل ہے پہلی آیت کے اسی لفظ سے۔ بعض قرائتوں میں ﴿یَوْمَ﴾ ہے تو یہ گویا پہلے ﴿یَوْمُ﴾ کی تفسیر ہے۔ ظالموں سے مراد مشرک ہیں۔ انکا عذر وفدیہ قیامت کے دن مقبول نہ ہو گا۔ وہ رحمت رب سے اس دن دور دھکیل دیئے جائیں گے۔ ان کے لیے برا گھر یعنی جہنم ہو گا۔ ان کی عاقبت خراب ہو گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے ہدایت و نور بخشا' بنی اسرائیل کا انجام بہتر کیا۔ فرعون کے مال وزمین کا انہیں وارث بنایا کیونکہ یہ اطاعت الٰہی اور اتباع رسول میں ثابت قدمی کے ساتھ سختیاں برداشت کرتے رہے تھے۔ جس کتاب کے یہ وارث ہوتے وہ عقل مندوں کے لیے سر تا پا باعث ہدایت و عبرت تھی۔ اے نبی آپ صبر کیجئے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ آپ کا ہی بول بالا ہو گا۔ انجام کے لحاظ سے آپ اور آپ والے ہی غالب رہیں گے۔ رب اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔ بلاشک وشبہ دین رب اونچا ہو کر ہی رہے گا۔ تو اپنے رب سے استغفار کرتا رہ۔ آپ کو حکم دے کر دراصل آپ کی امت کو استغفار پر آمادہ کرنا ہے۔ دن کے آخری اور رات کے ابتدائی وقت اور دن کے ابتدائی اور رات کے انتہائی وقت خصوصیت کے ساتھ رب کی پاکیزگی اور تعریف بیان کیا کر۔ جو لوگ باطل پر جم کر حق کو ہٹا دیتے ہیں دلائل کو کٹ حجتی سے ٹال دیتے ہیں ان کے دلوں میں بجز تکبر کے اور کچھ نہیں۔ ان میں اتباع حق سے سرکشی ہے یہ رب کی باتوں کی عزت جانتے ہی نہیں لیکن جو تکبر اور جو خودی اور جو اپنی اونچائی وہ چاہتے ہیں وہ انہیں ہرگز حاصل نہیں ہونے والی۔ ان کے مقصود باطل ہیں' انکے مطلوب لاحاصل ہیں۔ اللہ کی پناہ طلب کر کہ ان جیسا حال کسی بھلے آدمی کا نہ ہو اور ان نخوت پسند لوگوں کی شرارت سے بھی اللہ کی پناہ چاہا کر۔ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ کہتے تھے کہ دجال انہیں میں سے

ہو گا اور اس کے زمانے میں یہ زمانے کے بادشاہ ہو جائیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ فتنہ دجال سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو۔ وہ سمیع بصیر ہے۔ لیکن آیت کو یہودیوں کے بارے میں نازل شدہ بتلانا اور دجال کی بادشاہی اور اس کے فتنے سے پناہ کا حکم یہ سب چیزیں تکلف سے پر ہیں' مانا کہ یہ تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے مگر یہ قول ندرت سے خالی نہیں ٹھیک یہی ہے کہ عام ہے' واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾

آسمان وزمین کی پیدائش یقیناً انسان کی پیدائش سے بہت بڑا کام ہے یہ اور بات ہے کہ اکثر لوگ بے علم ہیں۔ اندھا اور دیکھتا برابر نہیں نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور بھلے کام کیے بدکاروں کے برابر ہیں تم بہت کم نصیحت حاصل کر رہے ہو۔ قیامت بالیقین اور بے شبہ آنے والی ہے یہ اور بات ہے کہ بہت سے لوگ نہ مانیں۔

اللہ تعالیٰ قادر مطلق فرماتا ہے کہ مخلوق کو وہ قیامت کے دن نئے سرے سے ضرور زندہ کرے گا' جب کہ اس نے آسمان وزمین جیسی زبردست مخلوق کو پیدا کر دیا تو انسان کا پیدا کرنا یا اسے بگاڑ کر بنانا اس پر کیا مشکل ہے؟ اور آیت میں ارشاد ہے کہ کیا ایسی بات اور اتنی واضح حقیقت بھی جھٹلائے جانے کے قابل ہے کہ جس اللہ نے زمین وآسمان کو پیدا کر دیا' اور اس اتنی بڑی چیز کی پیدائش سے نہ وہ تھکا نہ عاجز ہوا اس پر مردوں کا جلانا کیا مشکل ہے۔ ایسی صاف دلیل بھی جس کے سامنے جھٹلانے کی چیز ہو اس کی معلومات یقیناً نوحہ کرنے کے قابل ہیں۔ اس کی جہالت میں کیا شک ہے؟ جو ایسی موٹی بات بھی نہ سمجھ سکے۔ تعجب ہے کہ بڑی سے بڑی چیز کو تو تسلیم کیا جائے اور اس سے بہت چھوٹی چیز کو محال محض مانا جائے۔ اندھے اور دیکھتے کا فرق ظاہر ہے ٹھیک اسی طرح مسلم و مجرم کا فرق ہے۔ اکثر لوگ کس قدر کم نصیحت قبول کرتے ہیں۔ یقین مانو کہ قیامت کا آنا حتمی ہے پھر بھی اس کی تکذیب کرنے اور اسے باور نہ کرنے سے بیشتر لوگ باز نہیں آتے۔ ایک یمنی شیخ اپنی سنی ہوئی روایت بیان کرتے ہیں کہ قرب قیامت لوگوں پر بلائیں برس پڑیں گی اور سورج کی حرارت سخت تیز ہو جائے گی' واللہ اعلم۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾

تمہارے رب کا فرمان سرزد ہو چکا ہے کہ مجھ سے دعا کرتے رہو میں تمہاری دعاؤں کو قبول فرماتا رہوں گا یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔

دعاؤں کو شرف قبولیت کون دیتا ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس احسان کے تصدق ہو جائیں کہ وہ ہمیں دعا کی

ہدایت کرتا ہے اور قبولیت کا وعدہ فرماتا ہے۔ امام سفیان ثوریؒ اپنی دعاؤں میں فرمایا کرتے تھے اے وہ اللہ جسے وہ بندہ بہت ہی پیارا لگتا ہے جو بکثرت اس سے دعائیں کیا کرے۔ اور وہ بندہ اسے سخت برا معلوم ہوتا ہے جو اس سے دُعا نہ کرے۔ اے میرے رب یہ صفت تو صرف تیری ہی ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ يَغْضَبُ اِنْ تَرَكْتَ سُؤَالَهُ　　وَبُنَيُّ اٰدَمَ حِيْنَ يُسْاَلُ يَغْضَبُ﴾

یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب تو ان سے نہ مانگے تو وہ ناخوش ہوتا ہے اور انسان کی یہ حالت ہے کہ اس سے مانگو تو وہ روٹھ جاتا ہے۔ حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں اس امت کو تین چیزیں ایسی دی گئی ہیں کہ اس سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں' بجز نبی کے۔ دیکھو ہر نبی کو اللہ کا فرمان یہ ہوا ہے کہ تو اپنی امت پر گواہ ہے۔ لیکن تمام لوگوں پر گواہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیا ہے۔ اگلے نبیوں سے کہا جاتا تھا کہ تجھ پر دین میں حرج نہیں لیکن اس امت سے فرمایا گیا کہ تمہارے دین میں تم پر کوئی حرج نہیں۔ ہر نبی سے کہا جاتا تھا کہ مجھے پکار میں تیری پکار قبول کروں گا لیکن اس امت کو فرمایا گیا کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار قبول فرماؤں گا (ابن ابی حاتم) ابویعلیٰ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت سے فرمایا کہ چار خصلتیں ہیں جن میں سے ایک میرے لیے ہے ایک تیرے لئے ایک تیرے اور میرے درمیان اور ایک تیرے درمیان اور میرے دوسرے بندوں کے درمیان۔ جو خاص میرے لیے ہے وہ تو یہ کہ تو صرف میری ہی عبادت کر اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ اور جو تیرا حق مجھ پر ہے وہ یہ کہ تیرے ہر عمل خیر کا بھرپور بدلہ میں تجھے دوں گا۔ اور جو تیرے میرے درمیان ہے وہ یہ کہ تو دُعا کر اور میں قبول کیا کروں اور چوتھی خصلت جو تیرے اور میرے دوسرے بندوں کے درمیان ہے وہ یہ کہ تو ان کے لیے وہ چاہ جو اپنے لیے پسند رکھتا ہے۔ مسند احمد میں حضور کا فرمان ہے کہ دُعا عین عبادت ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی' یہ حدیث سنن میں بھی ہے۔ امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ ابن حبانؒ اور حاکمؒ بھی اسے اپنی صحیح میں لائے ہیں۔

مسند میں ہے جو شخص اللہ سے دُعا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوتا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؒ کی موت کے بعد ان کی تلوار کی میان میں سے ایک پرچہ نکلا جس میں تحریر تھا کہ تم اپنے رب کی رحمتوں کے مواقع کو تلاش کرتے رہو۔ بہت ممکن ہے کہ کسی ایسے وقت تم دعائے خیر کرو کہ اس وقت رب کی رحمت جوش میں ہو اور تمہیں وہ سعادت مل جائے جس کے بعد کبھی بھی حسرت وافسوس نہ کرنا پڑے۔ آیت میں عبادت سے مراد دُعا اور توحید ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کی شکل میں جمع کیے جائیں گے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ان کے اوپر ہو گی۔ انہیں بولس نامی جہنم کے جیل خانے میں ڈالا جائے گا اور بھڑکتی ہوئی سخت آگ ان کے سروں پر شعلے مارے گی۔ انہیں دوزخیوں کا لہو پیپ اور پاخانہ پیشاب پلایا جائے گا۔

ابن ابی حاتم میں ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں میں ملک روم میں کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا تھا' ایک دن میں نے سنا کہ ہاتف غیب ایک پہاڑ کی چوٹی سے بہ آواز بلند کہہ رہا ہے اے اللہ اس پر تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے تیرے سوا دوسرے کی ذات سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ اے اللہ! اس پر بھی تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے اپنی حاجتیں دوسروں کے پاس لے جاتا ہے۔ پھر ذرا ٹھیر کر ایک پر زور آواز اور لگائی اور کہا پورا تعجب اس پر ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے دوسرے کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے وہ کام کرتا ہے جس سے تو ناراض ہو جائے۔ یہ سن کر میں نے بلند آواز سے پوچھا کہ تو کوئی جن ہے یا انسان؟ جواب آیا کہ انسان ہوں۔ تو ان کاموں سے اپنا دھیان ہٹا لے جو تجھے فائدہ نہ دیں' اور ان کاموں میں مشغول ہو جا جو تیرے فائدے کے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ۝ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ یُؤْفَكُ الَّذِیْنَ كَانُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

وقف لازم

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے رات بنادی کہ تم اس میں آرام حاصل کرو اور دن کو دکھلانے والا بنادیا بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل و کرم والا ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر گزاری نہیں کرتے۔ یہی اللہ ہے تم سب کا پالنے پوسنے والا ہر چیز کا خالق اسکے سوا کوئی معبود نہیں پھر کس طرح تم پھرے جاتے ہو۔ اسی طرح وہ لوگ بھی پھیرے جاتے رہے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو قرار گاہ اور آسمان کو چھت بنادیا اور تمہاری صورتیں بنائیں اور بہت اچھی بنائیں اور تمہیں عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو عطا فرمائیں یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ پس بہت ہی برکتوں والا اللہ ہے سارے جہاں کا پرورش کرنے والا۔ جو زندہ ہے جس کے سوا کوئی الوہیت والا نہیں پس تم خالص اسی کی عبادت کرتے ہوئے اسے پکارو تمام خوبیاں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالن ہار ہے۔

انسانوں کے لئے اللہ کی بے شمار نعمتیں: اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرماتا ہے۔ کہ اس نے رات کو سکون و راحت کی چیز بنائی اور دن کو روشن چمکیلا کیا تاکہ ہر شخص کو اپنے کام کاج میں سفر میں طلب معاش میں سہولت ہو اور دن بھر کا کسل اور تھکان رات کے سکون و آرام سے اتر جائے۔ مخلوق پر اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضل و کرم کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ رب کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ ان چیزوں کو پیدا کرنے والا یہ راحت و آرام کے سامان مہیا کردینے والا وہی اللہ واحد ہے جو تمام چیزوں کا خالق ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں نہ اس کے سوا اور کوئی مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے پھر تم کیوں اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہو؟ جو خود مخلوق ہیں کسی چیز کو انہوں نے پیدا نہیں کیا بلکہ جن بتوں کی تم پرستش کر رہے ہو وہ تو خود تمہارے اپنے ہاتھوں کے گھڑے ہوئے ہیں ان سے پہلے کے مشرکین بھی اسی طرح بہکے اور بے دلیل و حجت غیر اللہ کی عبادت کرنے لگے خواہش نفسانی کو سامنے رکھ کر دلائل ربانی کی تکذیب کی اور جہالت کو آگے رکھ کر بہکتے بھٹکتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لیے قرار گاہ بنایا یعنی ٹھیری ہوئی اور فرش کی طرح بچھی ہوئی کہ اس پر تم اپنی زندگی گذارو چلو پھرو آؤ جاؤ۔ پہاڑوں کو اس میں گاڑ کر اسے ٹھیرا دیا کہ اب ہل جل نہیں سکتی اس نے آسمان کو چھت بنایا ہے ہر طرح محفوظ ہے اسی نے تمہیں بہترین صورتوں میں پیدا کیا۔ ہر جوڑ ٹھیک ٹھاک اور نظر فریب بنایا۔ موزوں قامت مناسب اعضا سڈول بدن خوبصورت چہرہ عطا فرمایا۔ نفیس اور بہتر چیزیں کھانے پینے کو دیں۔ پیدا اُس نے کیا بسایا اُس نے' کھلایا پلایا اس نے پہنایا اڑھایا اس نے پس صحیح معنی میں

خالق ورازق وہی رب العالمین ہے۔ جیسے سورہ بقرہ میں فرمایا ﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ﴾ الخ۔ یعنی لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے اگلوں کو پیدا کیا تاکہ تم بچو۔ اسی نے تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے بارش نازل فرما کر اس کی وجہ سے زمین سے پھل نکال کر تمہیں روزیاں دیں پس تم باوجود ان باتوں کے جاننے کے اللہ کے شریک اوروں کو نہ بناؤ۔ یہاں بھی اپنی یہ صفتیں بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہی اللہ تمہارا رب ہے۔ اور سارے جہاں کا رب بھی وہی ہے۔ وہ بابرکت ہے وہ بلندی پاکیزگی برتری اور بزرگی والا ہے وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ وہ زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں وہی اول وآخر ظاہر وباطن ہے اس کا کوئی وصف کسی دوسرے میں نہیں۔ اس کا نظیر وعدیل کوئی نہیں تمہیں چاہیے کہ اس کی توحید کو مانتے ہوئے اس سے دعائیں کرتے رہو اور اس کی عبادت میں مشغول رہو۔ تمام تر تعریفوں کا مالک اللہ رب العالمین ہی ہے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ پڑھنے والے کو ساتھ ہی ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ بھی پڑھنا چاہیے تاکہ اس آیت پر عمل ہو جائے۔ ابن عباسؓ سے بھی یہ مروی ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں جب تو ﴿فَادْعُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ پڑھے ﴿تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہہ لیا کر اور اس کے ساتھ ہی ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ پڑھ لیا کر۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہر نماز کے سلام کے بعد ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ . لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ان کلمات کو ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ (مسلم ابوداؤد نسائی)

قُلْ اِنِّىْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِىَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّىْ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾

ع ۷ ۸ ۱۲

تو کہہ دے کہ مجھے ان کی عبادت سے روک دیا گیا ہے جنہیں تم اللہ کے سوا پکار رہے ہو اس بناء پر کہ میرے پاس میرے رب کی دلیلیں پہنچ چکی ہیں مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے رب کا تابع فرمان ہو جاؤں۔ جس نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا پھر تمہیں بچہ کر کے نکالتا ہے پھر تمہیں بڑھاتا ہے کہ تم پوری قوت کو پہنچ جاؤ پھر بوڑھے بڑے ہو جاؤ تم میں سے بعض اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں وہ تمہیں چھوڑ دیتا ہے تاکہ تم مدت معین تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم سوچ سمجھ لو۔ وہی ہے جو جلاتا اور مار ڈالتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا کرنا مقرر کرتا ہے تو اسے صرف یہ کہتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔

انسان کی پیدائش کا مرحلہ وار ذکر: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی! تم ان مشرکوں سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ اپنے سوا ہر کسی کی عبادت سے اپنی مخلوق کو منع فرما چکا ہے اس کے سوا اور کوئی مستحق عبادت نہیں اس کی بہت بڑی دلیل اس کے بعد کی آیت ہے جس میں فرمایا کہ اُسی ﴿وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ﴾ نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کی پھٹکی سے پیدا کیا۔ اسی نے تمہیں ماں کے پیٹ سے بچے کی صورت میں نکالا۔ ان تمام حالات کو وہی بدلتا رہا۔ پھر اسی نے بچپن سے جوانی تک تمہیں پہنچایا۔ وہی جوانی کے بعد بڑھاپے تک لے جائے گا۔ یہ سب کام اسی ایک کے حکم تقدیر اور تدبیر سے ہوتے ہیں۔ پھر کس قدر نامرادی ہے کہ اسکے ساتھ دوسرے کی عبادت کی جائے۔ بعض اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ یعنی کچے پنے میں ہی گر جاتے ہیں۔ حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض بچپن میں بعض جوانی میں بعض ادھیڑ عمر میں بڑھاپے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔ چنانچہ اور جگہ قرآن پاک میں ہے ﴿وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَانَشَآءُ﴾ یعنی ہم ماں کے پیٹ میں ٹھیراتے ہیں جب تک چاہیں۔ یہاں فرمان ہے کہ تاکہ تم وقت مقررہ تک پہنچ جاؤ اور تم سوچو سمجھو۔ یعنی اپنی حالتوں کے اس انقلاب سے تم ایمان لے آؤ کہ اس دنیا کے بعد بھی تمہیں نئی زندگی میں ایک روز کھڑا ہونا ہے۔ وہی جلانے مارنے والا ہے۔ اسکے سوا کوئی موت زیست پر قادر نہیں۔ اسکے کسی حکم کو کسی فیصلے کو کسی تقرر کو کسی ارادے کو کوئی توڑنے والا نہیں۔ جو وہ چاہتا ہے ہو کر ہی رہتا ہے اور جو وہ نہ چاہے ناممکن ہے کہ وہ ہو جائے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ فِي الْحَمِيْمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾

کیا تو نے انہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں وہ کس طرح پھیر دیے جاتے ہیں۔ جن لوگوں نے کتاب کو جھٹلایا اور اسے بھی جو ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا انہیں ابھی ابھی حقیقت حال معلوم ہو جائے گی۔ جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی گھسیٹے جائیں گے۔ کھولتے ہوئے پانی میں۔ پھر جہنم کی آگ میں جلائے جائیں گے۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ جنہیں تم شریک کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ جو اللہ کے سوا تھے' وہ کہیں گے کہ وہ تو ہم سے بہک گئے بلکہ ہم تو اس پہلے کسی کو بھی پکارتے ہی نہ تھے اللہ تعالیٰ کافروں کو اسی طرح گمراہ کرتا ہے۔ یہ بدلہ ہے اس چیز کا جو تم زمین میں ناحق پھولے نہ سماتے تھے اور بے جا اتراتے پھرتے تھے۔ اب آؤ جہنم میں ہمیشہ رہنے کے لیے اسکے دروازوں میں چلے جاؤ کیا ہی بری اور ذلیل جگہ ہے تکبر کرنے والوں کی۔

انبیاء کو جھٹلانے والوں کا عبرتناک انجام: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کیا تمہیں ان لوگوں سے تعجب نہیں معلوم ہوتا جو اللہ کی باتوں کو جھٹلاتے ہیں اور اپنے باطل کے ساتھ حق سے اڑتے ہیں۔ تم نہیں دیکھ رہے کہ کس طرح ان

کی عقلیں ماری گئی ہیں اور بھلائی کو چھوڑ کر برائی کو کس بے طرح چمٹ گئے ہیں۔ پھر ان بد کردار کفار کو ڈرا رہا ہے کہ ہدایت و بھلائی کو جھوٹ جاننے والے کلام اللہ اور کلام رسول کے منکر اپنا انجام ابھی دیکھ لیں گے۔ جیسے فرمایا جھٹلانے والوں کے لیے ویل ہے جب کہ گردنوں میں طوق اور زنجیریں پڑی ہوئی ہوں گی اور داروغہ جہنم گھسیٹتے گھسیٹتے پھر رہے ہوں گے کبھی حمیم میں اور کبھی جحیم میں۔ گرم کھولتے ہوئے پانی میں سے گھسیٹے جائیں گے اور آگ جہنم میں جھلسائے جائیں گے۔ جیسے اور جگہ ہے یہ ہے وہ جہنم جسے گنہ گار لوگ جھوٹا جانا کرتے تھے۔ اب یہ اس کے اور آگ جیسے گرم پانی کے درمیان مارے مارے پریشان پھرا کریں۔ اور آیتوں میں ان کا زقوم کھانا اور گرم پانی پینا بیان فرما کر فرمایا ﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ﴾ کہ پھر ان کی باز گشت تو جہنم ہی کی طرف ہے۔

سورہ واقعہ میں اصحاب شمال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا بائیں ہاتھ والے کس قدر برے ہیں وہ آگ میں ہیں اور گرم پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایے میں جو نہ ٹھنڈا ہے نہ سود مند آگے چل کر فرمایا اے بہکے ہوئے جھٹلانے والو البتہ سینڈ کا درخت کھاؤ گے اسی سے اپنے پیٹ بھرو گے پھر اس پر جلتا جلتا پانی پیو گے اور اس طرح جس طرح تونس والا اونٹ پیتا ہے۔ آج انصاف کے دن ان کی مہمانی یہی ہو گی اور جگہ فرمایا ہے ﴿اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ﴾ الخ۔ یعنی یقیناً گنہ گاروں کا کھانا زقوم کا درخت ہے جو مثل پگھلے ہوئے تانبے کے ہے جو پیٹوں میں کھولتا رہتا ہے جیسے تیز گرم پانی۔ اسے پکڑو اور دھکیلتے ہوئے بیچوں بیچ جہنم میں پہنچاؤ، پھر اس کے سر پر تیز گرم جلتے جلتے پانی کا عذاب بہاؤ۔ لے چکھ تو بڑا ہی ذی عزت اور بڑی ہی تعظیم تکریم والا شخص تھا یہی ہے جس سے تم شک شبہ میں تھے مقصد یہ ہے کہ ایک طرف سے تو وہ یہ دکھ سہ رہے ہوں گے جن کا بیان ہوا اور دوسری جانب سے انہیں ذلیل و خوار روسیاہ و نابنجار کرنے کے لئے بطور استہزا اور تمسخر کے بطور ڈانٹ اور ڈپٹ کے بطور حقارت اور ذلت کے ان سے یہ کہا جائے گا جس کا ذکر ہوا۔ ابن ابی حاتم کی ایک غریب مرفوع حدیث میں ہے کہ ایک جانب سے سیاہ ابر اٹھے گا جسے جہنمی دیکھیں گے اور ان سے پوچھا جائے کہ تم کیا چاہتے ہو۔ ؟ وہ ابر کو دیکھتے ہوئے دنیا کے انداز پر کہیں گے کہ یہ چاہتے ہیں کہ یہ برسے وہیں اس میں سے طوق اور زنجیریں اور آگ کے انگارے برسنے لگیں گے جس کے شعلے انہیں جلائیں بھلسائیں گے اور وہ طوق و سلاسل ان کے طوق و سلاسل کے ساتھ اضافہ کر دیے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ کیوں جی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو پوجتے رہے وہ سب آج کہاں ہیں ؟ وہ تمہاری مدد کو نہیں آئے ؟ کیوں تمہیں یوں بے کسی اور کس میرسی کی حالت میں چھوڑ دیا ؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہاں وہ تو سب آج ناپید ہو گئے وہ تھے ہی بے سود پھر انہیں کچھ خیال آئے گا اور کہیں گے نہیں نہیں ہم نے تو ان کی عبادت کبھی نہیں کی جیسے اور آیت میں ہے کہ جب ان کے بنائے کچھ نہ بنے گی تو صاف انکار کر دیں گے اور جھوٹ بول دیں گے کہ ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ اے اللہ ہمیں تیری قسم ہم مشرک نہ تھے۔ یہ کفار اسی طرح بیکاری میں کھوئے رہتے ہیں۔ ان سے فرشتے کہیں گے یہ بدلہ ہے اس کا جو دنیا میں بے وجہ اینڈتے اکڑتے پھرتے تھے تکبر و تجبر پر چست کمر رہتے تھے لو اب آ جاؤ جہنم کے ان دروازوں میں داخل ہو جاؤ اب ہمیشہ یہیں پڑے رہنا۔ تم جیسے اینٹھنے والوں کی ہی یہ بد منزل اور بری جائے قرار ہے جس قدر تکبر کرتے تھے اتنے ہی ذلیل و خوار آج ہو گے جتنے چڑھے تھے اتنے ہی گرو گے۔ واللہ اعلم۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا

عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾

پس تو صبر کر اللہ کا وعدہ قطعاً سچا ہے انہیں ہم نے جو وعدے دے رکھے ہیں ان میں سے کچھ ہم تجھے دکھائیں تو یا یونہی تجھے ہم فوت کر لیں تو ان کا لوٹایا جانا تو ہماری ہی طرف ہے۔ یقیناً ہم تجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے واقعات ہم تجھے سنا چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے قصے تو ہم نے تجھے سنائے ہی نہیں کسی رسول کا یہ مقدور نہ تھا کہ کوئی معجزہ اللہ کی اجازت کے بغیر لا سکے پھر جس وقت اللہ کا حکم آئے گا حقانیت کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس جگہ اہل باطل خسارے میں رہ جائیں گے۔

صبر کر و فتح تمہاری ہی ہو گی: اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو صبر کا حکم دیتا ہے کہ جو تیری نہیں مانتے تجھے جھوٹا کہتے ہیں تو ان کی ایذاؤں پر صبر و سہار کر۔ ان سب پر فتح و نصرت تجھے ملے گی۔ انجام کار ہر طرح تیرے ہی حق میں بہتر رہے گا۔ تو اور تیرے ماننے والے ہی تمام دنیا پر غالب ہو کر رہیں گے۔ اور آخرت تو صرف تمہاری ہی ہے پس یا تو ہم اپنے وعدے کی بعض چیزیں تجھے تیری زندگی میں دکھادیں گے' اور یہی ہوا بھی' بدر والے دن کفر کا دھڑ اور سر توڑ دیا گیا۔ قریشیوں کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ بالآخر مکہ فتح ہوا اور آپ دنیا سے رخصت نہ ہوئے جب تک کہ تمام جزیرہ عرب آپ کے زیر نگیں نہ ہو گیا اور آپ کے دشمن آپ کے سامنے ذلیل و خوار نہ ہوئے اور آپ کی آنکھیں رب نے ٹھنڈی نہ کر دیں۔ یا اگر ہم تجھے فوت ہی کر لیں تو بھی ان کا لوٹنا تو ہماری ہی طرف ہے ہم انہیں آخرت کے دردناک سخت عذاب میں مبتلا کریں گے۔ پھر مزید تسلی کے طور پر فرمارہا ہے کہ تجھ سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے حالات ہم نے تیرے سامنے بیان کر دیے ہیں اور بعض کے قصے ہم نے بیان بھی نہیں کیے' جیسے کہ سورۂ نساء میں بھی فرمایا گیا ہے پس جن کے قصے مذکور ہیں دیکھ لو کہ قوم سے ان کی کیسی کچھ ٹھنی۔ اور بعض کے واقعات ہم نے بیان نہیں کیے وہ بہ نسبت ان کے بہت زیادہ ہیں جیسے کہ ہم نے سورہ نساء کی تفسیر کے موقعہ پر بیان کر دیا ہے' وللہ الحمد والمنۃ۔ پھر فرمایا یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسول اپنی مرضی سے معجزات اور خوارق عادات دکھائے' ہاں اللہ کے حکم کے بعد' کیونکہ رسول ﷺ کے قبضہ میں کوئی چیز نہیں۔ ہاں جب عذاب الٰہی آ جاتا ہے پھر تکذیب و تردید کرنے والے کفار بچ نہیں سکتے' مومن نجات پا لیتے ہیں اور باطل پرست باطل کار تباہ ہو جاتے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ڰ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کیے جن میں سے بعض پر تم سوار ہوتے ہو اور بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور بھی تمہارے لیے ان میں بہت سے نفع ہیں اور اپنے سینوں میں چھپی ہوئی حاجتوں کو انہیں پر سواری کر کے تم حاصل کرتے ہو اور ان چوپایوں پر اور کشتیوں پر سوار کرائے جاتے ہو۔ اللہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا جا رہا ہے پس تم اللہ کی کن کن نشانیوں سے منکر بنتے رہو گے۔

﴿ انعام ﴾ یعنی اونٹ' گائے' بکری اللہ تعالیٰ نے انسان کے طرح طرح کے نفع کے لیے پیدا کیے ہیں سواریوں کے کام آتے ہیں' کھائے جاتے ہیں۔ اونٹ سواری کے کام بھی دے کھایا بھی جائے دودھ بھی دے' بوجھ بھی ڈھوئے اور دور دراز کے سفر بہ آسانی طے کرادے۔ گائے گوشت کھانے کے کام بھی آئے دودھ بھی دے ہل میں بھی جتے۔ بکری کا گوشت بھی کھایا جائے اور دودھ بھی پیا جائے۔ پھر ان سب کے بال بیسیوں کاموں میں آئیں۔ جیسے کہ سورہ انعام سورہ نحل وغیرہ میں بیان ہو چکا ہے۔ یہاں بھی یہ منافع بطور انعام گنوائے جا رہے ہیں۔ دنیا جہاں میں اور اس کے گوشے گوشے میں اور کائنات کے ذرے ذرے میں اور خود تمہاری جانوں میں اس اللہ کی نشانیاں موجود ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کی ان گنت نشانیوں میں سے ایک کا بھی کوئی شخص صحیح معنی میں انکاری نہیں ہو سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ ہیکڑی چھوڑ لے اور آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِى الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر اپنے سے پہلوں کا انجام نہیں دیکھا؟ جو ان سے تعداد میں زیادہ تھے قوت میں سخت تھے زمین میں بہت ساری یادگاریں چھوڑی تھیں ان کے کیے کاموں نے انہیں کچھ بھی فائدہ نہ پہنچایا۔ جب کبھی ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تو یہ اپنے پاس کے علم پر اترانے لگے بالآخر جس چیز کو مذاق میں اڑا رہے تھے وہی ان پر الٹ پڑی۔ ہمارا عذاب دیکھتے ہی کہنے لگے کہ رب واحد پر ہم ایمان لائے اور جن جن کو ہم شریک رب بنا رہے تھے ہم نے ان سب سے کفر کیا۔ لیکن ہمارے عذاب کے معائنے کے بعد کے ایمان نے انہیں کوئی نفع نہ دیا اللہ نے اپنا معمول یہی مقرر کر رکھا ہے جو اس کے بندوں میں برابر چلا آ رہا ہے اس جگہ کافر خراب و خستہ ہوئے۔

عذاب دیکھ کر ایمان لانے کا کیا فائدہ: اللہ تعالیٰ ان اگلے لوگوں کی خبر دے رہا ہے جو رسولوں کو اس سے پہلے جھٹلا چکے ہیں۔ ساتھ ہی بتلاتا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا کچھ انہوں نے بھگتا۔ باوجودیکہ وہ قوی تھے' زیادہ تھے' زمین میں نشانات عمارتیں وغیرہ بھی زیادہ رکھنے والے تھے اور بڑے مالدار تھے لیکن کوئی چیز انکے کام نہ آئی کسی نے اللہ کے عذاب کو دفع کیا نہ کم کیا نہ ہٹایا نہ ٹالا۔ یہ تھے ہی غارت کیے جانے کے قابل کیونکہ جب ان کے پاس اللہ کے قاصد صاف صاف دلیلیں روشن حجتیں کھلے معجزات پاکیزہ تعلیمات لے کر آئے تو انہوں نے آنکھ بھر کر دیکھا تک نہیں' اپنے پاس کے علوم پر مغرور ہو گئے اور رسولوں کی تعلیم کی حقارت کرنے لگے کہنے لگے ہم ہی زیادہ عالم ہیں حساب کتاب عذاب ثواب کوئی چیز نہیں۔ اپنی جہالت کو علم سمجھ بیٹھے۔ پھر تو اللہ کا وہ عذاب آیا کہ ان کے بنائے کچھ نہ بنی اور جسے جھٹلاتے تھے جس پر ناک بھنویں چڑھاتے تھے جسے مذاق میں

اڑاتے تھے اسی نے انہیں تہس نہس کر دیا بھرکس نکال ڈالا تہ وبالا کر دیا روئی کی طرح دھن دیا اور بھس کی طرح اڑا دیا۔ اللہ کے عذابوں کو آتا ہوا بلکہ آیا ہوا دیکھ کر ایمان کا اقرار کیا اور توحید بھی تسلیم کر لی اور غیر اللہ سے صاف انکار بھی کیا لیکن اس وقت کی نہ توبہ قبول نہ ایمان قبول نہ اسلام (مسلم) فرعون نے بھی غرق ہوتے ہوئے کہا تھا کہ میرا اس اللہ پر ایمان ہے جس پر بنی اسرائیل کا ایمان ہے میں اس کے سوا کسی کو لائق عبادت نہیں مانتا میں اسلام قبول کرتا ہوں اللہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ اب ایمان لاتا ہے سود ہے بہت نافرمانیاں اور شر انگیزیاں کر چکے ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس سرکش کے لیے یہی بد دعا کی تھی کہ اے اللہ فرعونیوں کے دلوں کو اس قدر سخت کر دے کہ ﴿عذاب الیم﴾ دیکھ لینے تک انہیں ایمان نصیب نہ ہو۔ پس یہاں بھی فرمان باری ہے کہ عذابوں کا معائنہ کرنے پر ایمان کی قبولیت نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ یہ حکم الٰہی عام ہے۔ جو بھی عذابوں کو دیکھ کر توبہ کرے اس کی توبہ نامقبول ہے۔ حدیث میں ہے غرغرے سے پہلے تک کی توبہ قبول ہے۔ جب دم سینے میں اٹکا روح حلقوم تک پہنچ گئی فرشتوں کو دیکھ لیا اب کوئی توبہ نہیں۔ اسی لیے آخر میں ارشاد فرمایا کہ کفار ٹوٹے اور گھاٹے میں ہی ہیں۔

﴿الحمدللہ﴾ سورہ مومن کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ فصلت مکیہ

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٢﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٣﴾ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٤﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ﴿٥﴾

رحم کرم کرنے والے اللہ کے نام سے شروع

﴿حٰم﴾ اتاری ہوئی ہے بڑے مہربان بہت رحم والے کی طرف سے۔ کتاب ہے جس کی آیتوں کی واضح تفصیل کی گئی ہے قرآن عربی زبان ہے اس قوم کے لیے جو جانتی ہے۔ خوش خبری سنانے والا اور دھمکانے والا پھر بھی ان کے اکثروں نے منہ پھیر لیا اور وہ سنتے ہی نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تو جس کی طرف ہمیں بلا رہا ہے ہمارے دل تو اس سے پردے میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہم میں اور تجھ میں ایک حجاب ہے اچھا تو اب اپنا کام کیے جا ہم بھی یقیناً کام کرنے والے ہیں۔

کفار مکہ کا آنحضرت ﷺ کو لالچ دینا: فرماتا ہے کہ یہ عربی کا قرآن۔ رب رحمٰن کا اتارا ہوا ہے۔ جیسے اور آیت میں فرمایا اسے تیرے رب کے حکم سے روح الامین نے حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور آیت میں ہے روح الامین نے اسے تیرے دل پر اس لیے نازل فرمایا ہے کہ تو لوگوں کو آگاہ کرنے والا بن جائے۔ اس کی آیتیں مفصل ہیں ان کے معانی ظاہر ہیں احکام مضبوط ہیں۔ الفاظ واضح اور آسان ہیں جیسے اور آیت میں ہے ﴿كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ﴾ یہ کتاب ہے جس کی آیتیں محکم و مفصل ہیں یہ کلام ہے حکیم و خبیر اللہ کا۔ لفظ کے اعتبار سے معجز اور معنی کے اعتبار سے معجز باطل نہ اس کے آگے سے آ سکے نہ پیچھے سے حکیم

وحمید رب کی طرف سے اترا ہوا ہے۔ اس بیان وضاحت کو ذی علم سمجھ رہے ہیں۔ یہ ایک طرف مومنوں کو بشارت دیتا ہے۔ دوسری جانب مجرموں کو دھمکاتا ہے کفار کو ڈراتا ہے باوجود ان خوبیوں کے پھر بھی اکثر قریشی منہ پھیرے ہوئے اور کانوں میں نیتناں بھرے ہوئے ہیں۔ پھر مزید ڈھٹائی دیکھو کہ خود کہتے ہیں کہ تیری پکار سے تو ہمارے دل پردوں میں ہیں۔ اور جو تو لایا ہے اس سے ہم تو بہرے ہیں۔ اور تیرے اور ہمارے درمیان آڑ ہے۔ تیری باتیں نہ ہماری سمجھ میں آئیں نہ عقل میں سمائیں۔ جا تو اپنے طریقے پر عمل کرتا چلا جا۔ ہم اپنا طریقہ کار ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ ناممکن ہے کہ ہم تیری مان لیں مسند عبد بن حمید میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے منقول ہے کہ ایک دن قریشیوں نے جمع ہو کر آپس میں مشاورت کی کہ جادو کہانت اور شعر شاعری میں جو سب سے زیادہ ہوا سے لے کر اس شخص کے پاس چلیں (یعنی آنحضرت ﷺ کے پاس) جس نے ہماری جماعت میں تفریق ڈال دی ہے اور ہمارے کام میں پھوٹ ڈال دی ہے اور ہمارے دین میں عیب گیری شروع کر دی ہے۔ وہ اس سے مناظرہ کرے اور اسے ہرا دے اور لاجواب کر دے۔ سب نے کہا کہ ایسا شخص تو ہم میں بجز عتبہ بن ربیعہ کے اور کوئی نہیں۔

چنانچہ یہ سب مل کر عتبہ کے پاس آئے اور اپنی متفقہ خواہش ظاہر کی۔ اس نے قوم کی بات رکھ لی اور تیار ہو کر حضور ﷺ کے پاس آیا۔ آ کر کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ یہ تو بتا تو اچھا ہے یا عبداللہ ؟ (یعنی آپ ﷺ کے والد صاحب) آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے دوسرا سوال کیا کہ اچھا جواب دے تو اچھا ہے یا تیرا دادا عبدالمطلب؟ حضور ﷺ اس پر بھی خاموش رہے۔ وہ کہنے لگا سن! اگر تو اپنے باپ دادوں کو اچھا سمجھتا ہے تب تو تجھے معلوم ہے کہ وہ انہی معبودوں کو پوجتے رہے جنہیں ہم سب پوجتے ہیں اور جن کی تو عیب گیری کرتا رہتا ہے۔ اور اگر تو اپنے تئیں ان سے بہتر سمجھتا ہے تو کلام کر ہم بھی تیری بات سنیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم دنیا میں کوئی انسان اپنی قوم کے لیے تجھ سے زیادہ ضرر رساں پیدا نہیں ہوا۔ تو نے ہماری شیرازہ بندی توڑ دی تو نے ہمارے اتفاق کو نفاق سے بدل دیا۔ تو نے ہمارے دین کو عیب دار بتایا اور اس میں برائی نکالی۔ تو نے سارے عرب میں ہمیں بدنام اور رسوا کر دیا۔ آج ہر جگہ یہی تذکرہ ہے کہ قریشیوں میں ایک جادوگر ہے قریشیوں میں ایک کاہن ہے۔ اب تو یہی ایک بات باقی رہ گئی ہے کہ ہم میں آپس میں سر پھٹول ہو۔ ایک دوسرے کے سامنے ہتھیار لگا کر آ جائے اور یوں ہی لڑ بھڑ کر تو ہم سب کو فنا کر دینا چاہتا ہے۔ سن! اگر تجھے مال کی خواہش ہے تو لے ہم سب مل کر تجھے اس قدر مال دار بنا دیتے ہیں کہ عرب میں تیرے برابر کوئی اور تونگر نہ نکلے۔ اور اگر تجھے عورتوں کی خواہش ہے تو ہم میں سے جس کی بیٹی تجھے پسند ہو تو بتا ہم ایک چھوڑ دس دس شادیاں تیری کرا دیتے ہیں۔ یہ سب کچھ کہہ کر اب اس نے ذرا سانس لیا تو حضور ﷺ نے فرمایا بس کہہ چکے ہو؟ اس کہا ہاں آپ نے فرمایا اب میری سنو! چنانچہ آپ نے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ پڑھ کر اسی سورت کی تلاوت شروع کی اور تقریباً ڈیڑھ رکوع ﴿مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ﴾ تک پڑھا۔ اتنا سن کر عتبہ بول اٹھا بس کیجیے بس کیجیے۔ تیرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ اب یہ یہاں سے اٹھ کر چل دیا۔ قریش کا مجمع اس کا منتظر تھا۔ اس نے دیکھتے ہی پوچھا کہو کیا بات رہی؟ عتبہ نے کہا سنو تم سب مل کر جو کچھ اسے کہہ سکتے تھے میں نے اکیلے نے ہی وہ سب کچھ کہہ ڈالا۔

انہوں نے کہا پھر اس نے کچھ جواب بھی دیا؟ کہا ہاں جواب تو دیا لیکن بخدا میں تو ایک حرف بھی اس کا سمجھ نہیں سکا البتہ اتنا سمجھا ہوں کہ انہوں نے ہم سب کو عذاب آسمانی سے ڈرایا ہے جو عذاب عادیوں اور ثمودیوں پر آیا تھا۔ انہوں نے کہا تجھے اللہ کی مار ایک شخص عربی زبان میں جو تیری اپنی زبان ہے تجھ سے کلام کر رہا ہے اور تو کہتا ہے میں سمجھا ہی نہیں کہ اس نے کیا کہا۔ عتبہ نے جواب دیا کہ میں سچ کہتا ہوں بجز ذکر عذاب کے میں کچھ نہیں سمجھا۔ بغوی بھی اس روایت کو لائے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی تو عتبہ نے آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور آپ کو قسمیں دینے لگا اور رشتے داری یاد دلانے لگا۔ یہاں سے الٹے پاؤں واپس جا کر گھر میں بیٹھ رہا۔ اور قریشیوں کی بیٹھک میں آنا جانا ترک کر دیا۔ اس

پر ابو جہل نے کہا کہ قریشیو میرا خیال تو یہ ہے کہ عتبہ بھی محمد ﷺ کی طرف جھک گیا ہے۔ اور وہاں کے کھانے پینے میں للچا گیا۔ وہ تھا بھی حاجت مند۔ اچھا تم میرے ساتھ ہو لو میں اس کے پاس چلتا ہوں اسے ٹھیک کر لوں گا۔ وہاں جا کر اس نے کہا عتبہ! تم نے جو ہمارے پاس آنا جانا چھوڑ دیا اس کی وجہ ایک اور صرف ایک ہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ تجھے اس کا دستر خوان پسند آ گیا اور تو بھی اسی کی طرف جھک گیا ہے۔ حاجت مندی بری چیز ہے میرا خیال ہے کہ ہم آپس میں چندہ کر کے تیری حالت ٹھیک کر دیں۔ تا کہ اس مصیبت اور ذلت سے تو چھوٹ جائے۔ اس نئے درگی اور نئے مذہب کی تجھے ضرورت نہ رہے۔ اس پر عتبہ بہت بگڑا اور کہنے لگا مجھے محمد ﷺ سے کیا غرض ہے؟ قسم اللہ کی اب اس سے کبھی بات تک نہ کروں گا اور تم میری نسبت ایسے ذلیل خیالات ظاہر کرتے ہو حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ قریش میں مجھ سے بڑھ کر کوئی مالدار نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ میں تم سب کے کہنے سے ان کے پاس گیا سارا قصہ کہہ سنایا بہت باتیں کہیں۔ میرے جواب میں پھر جو کلام انہوں نے پڑھا واللہ نہ تو وہ شعر تھا نہ کہانت کا کلام تھا نہ جادو وغیرہ تھا۔ وہ جب اس سورت کو پڑھتے ہوئے آیت ﴿فَاِنْ اَعْرَضُوْا﴾ تک پہنچے تو میں نے ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور انہیں رشتے ناتے یاد دلانے لگا کہ لِلّٰہ رک جاؤ۔ مجھے تو خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں اسی وقت ہم پر وہ عذاب نہ آ جائے اور یہ تو تم سب کو معلوم ہے کہ محمد ﷺ جھوٹے نہیں۔

سیرۃ ابن اسحاق میں یہ واقعہ دوسرے طریق پر ہے۔ اس میں ہے کہ قریشیوں کی مجلس ایک مرتبہ جمع تھی۔ اور آنحضرت ﷺ خانہ کعبہ کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے عتبہ قریش سے کہنے لگا کہ اگر تم سب کا مشورہ ہو تو میں محمد ﷺ کے پاس جاؤں انہیں کچھ سمجھاؤں اور کچھ لالچ دوں۔ اگر وہ کسی بات کو قبول کر لیں تو ہم انہیں دے دیں یہ اور انہیں ان کے کام سے روک دیں یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ حضرت حمزہؓ مسلمان ہو چکے تھے اور مسلمانوں کی تعداد معقول ہو گئی تھی اور روز افزوں ہوتی جاتی تھی۔ سب قریش اس پر رضامند ہوئے یہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا برادر زادے! تم عالی نسب ہو تم ہم میں سے ہو ہماری آنکھوں کے تارے اور ہمارے کلیجے کے ٹکڑے ہو افسوس کہ تم اپنی قوم کے پاس ایک عجیب و غریب چیز لائے تم نے ان میں پھوٹ ڈلوا دی۔ تم نے ان کے عقل مندوں کو بے وقوف قرار دیا۔ تم نے ان کے معبودوں کی عیب جوئی کی تم نے ان کے دین کو برا کہنا شروع کیا تم نے ان کے بڑے بوڑھوں کو کافر بنایا۔ اب سن لو آج میں آپ کے پاس ایک آخری اور انتہائی فیصلے کے لیے آیا ہوں۔ میں بہت سی صورتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے جو آپ کو پسند ہو قبول کیجیے اور اللہ کے واسطے اس فتنے کو ختم کر دیجیے۔ آپ نے فرمایا جو تمہیں کہنا ہو کہو میں سن رہا ہوں۔ اس نے کہا سنو! اگر تمہارا ارادہ اس چال سے مال کے جمع کرنے کا ہے تو ہم سب مل کر تمہارے لیے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ تم سے بڑھ کر مالدار سارے قریش میں کوئی نہ ہو۔ اور اگر آپ کا ارادہ اس سے اپنی سرداری کا ہے تو ہم سب مل کر تم کو اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور اگر آپ بادشاہ بننا چاہتے ہیں تم ہم ملک آپ کو سونپ کر رعایا بننے کے لیے بھی تیار ہیں اور اگر آپ کو کوئی جن وغیرہ کا اثر ہے تو ہم اپنا مال خرچ کر کے بہتر سے بہتر طبیب اور جھاڑ پھونک کرنے والے مہیا کر کے آپ کا علاج کراتے ہیں۔ ایسا ہو جاتا ہے کہ بعض مرتبہ تابع جن اپنے عامل پر غالب آ جاتا ہے تو اسی طرح اس سے چھٹکارا حاصل کیا جاتا ہے۔ اب عتبہ خاموش ہوا تو آپ نے فرمایا اپنی سب کہہ چکے؟ کہا ہاں۔ فرمایا اب میری سنو وہ متوجہ ہو گیا۔ آپ نے بسم اللہ الخ پڑھ کر اس سورۃ کی تلاوت شروع کی۔ عتبہ باادب سنتا رہا یہاں تک کہ آپ نے سجدے کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا۔ پھر فرمایا ابو الولید میں کہہ چکا اب تجھے اختیار ہے۔ عتبہ یہاں سے اٹھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف چلا۔ اس کے چہرے کو دیکھتے ہی ہر ایک کہنے لگا کہ عتبہ کا حال بدل گیا۔ اس سے پوچھا کہو کیا بات رہی؟ اس نے کہا میں نے تو ایسا کلام سنا ہے جو واللہ اس سے پہلے کبھی نہیں سنا۔ بخدا! نہ تو وہ جادو ہے نہ شعر کوئی ہے نہ کاہنوں کا کلام ہے سنو قریشیو میری مان لو اور میری اس نپی تلی بات کو قبول کر لو کہ اسے اس کے خیالات پر چھوڑ دو نہ موافقت کرو نہ مخالفت، جو

دعویٰ اس کا ہے اس میں اور جو یہ کہتا ہے اس میں تمام عرب اس کا مخالف ہے وہ اپنی تمام طاقت اس کے مقابلے میں صرف کر رہا ہے۔ یا تو وہ اس پر غالب آ جائیں گے تو تم سستے چھوٹے یا یہ ان پر غالب آئے گا تو اس کا ملک تمہارا ملک کہا جائے گا اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی اور سب سے زیادہ اس کے نزدیک مقبول تم ہی ہوگے۔ یہ سن کر قریشیوں نے کہا ابوالولید قسم اللہ کی محمد ﷺ نے تجھ پر جادو کر دیا ہے۔ اس نے جواب دیا سنو جو میری رائے تھی میں آزادی سے کہہ چکا اب تمہیں اپنے فعل کا اختیار ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

ع ۱ ۱۵

تو کہہ دے کہ میں تو تم ہی جیسا انسان ہوں مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک اللہ ہی ہے سو تم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس سے گناہوں کی معافی چاہو ان مشرکوں کے لیے بڑی ہی خرابی ہے۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائیں اور بھلے کام کریں ان کے لیے اٹل اور ان تھک اجر ہے۔

حکم الٰہی ہو رہا ہے کہ ان جھٹلانے والے مشرکوں کے سامنے اعلان کر دیجیے کہ میں تم ہی جیسا ایک انسان ہوں۔ مجھے بذریعہ وحی الٰہی کے حکم دیا گیا ہے کہ تم سب کا معبود ایک اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے تم جو متفرق اور کئی ایک معبود بنائے بیٹھے ہو یہ طریقہ سراسر گمراہی والا ہے۔ تم ساری عبادتیں اسی ایک اللہ کے لیے بجالاؤ اور ٹھیک اس طرح جس طرح تمہیں اس کے رسول سے معلوم ہوا اور اپنے اگلے گناہوں سے توبہ کرو ان کی معافی طلب کرو یقین مانو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے ہلاک ہونے والے ہیں جو زکوٰۃ نہیں دیتے۔ یعنی بقول ابن عباسؓ ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کی شہادت نہیں دیتے۔ عکرمہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ہے ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾ یعنی اس نے فلاح پائی جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور وہ ہلاک ہوا جس نے اسے دبا دیا۔ اور آیت میں فرمایا ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾ یعنی اس نے نجات حاصل کر لی جس نے پاکیزگی کی اور اپنے رب کا نام ذکر کیا پھر نماز ادا کی اور جگہ ارشاد ہے ﴿هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى﴾ کیا تجھے پاک ہونے کا خیال ہے؟ ان آیتوں میں زکوٰۃ یعنی پاکی سے مطلب نفس کو واہی اخلاق سے دور کرنا ہے۔ اور سب سے بڑی اور پہلی قسم اس کی شرک سے پاک ہونا ہے۔ اسی طرح آیت مندرجہ بالا میں بھی زکوٰۃ نہ دینے سے توحید کا نہ ماننا مراد ہے۔ مال کی زکوٰۃ کو زکوٰۃ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حرمت سے پاک کر دیتی ہے اور زیادتی اور برکت اور کثرت مال کا باعث بنتی ہے۔ اور اللہ کی راہ میں اسے خرچ کی توفیق ہوتی ہے۔ لیکن امام سدی نے معاویہ بن قرہ نے قتادہ نے اور اکثر مفسرین نے اس کے معنی یہ کیے ہیں کہ مال زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ امام ابن جریر بھی اسی کو مختار کہتے ہیں۔ لیکن یہ قول تامل طلب ہے۔ اس لیے کہ زکوٰۃ فرض ہوتی ہے

مدینے میں جا کر ہجرت کے دوسرے سال اور یہ آیت اتری ہے مکے میں۔ زیادہ سے زیادہ اس تفسیر کو مان کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ صدقے اور زکوٰۃ کی اصل کا حکم تو نبوت کی ابتداء میں ہی تھا جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ جس دن کھیت کاٹو اس کا حق دے دیا کرو۔ ہاں وہ زکوٰۃ جس کا نصاب اور جس کی مقدار من جانب اللہ مقرر ہے وہ مدینے میں مقرر ہوئی۔ یہ قول ایسا ہے جس سے دونوں باتوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ خود نماز کو دیکھیے کہ طلوع آفتاب

غروب آفتاب سے پہلے ابتداء نبوت میں ہی فرض ہو چکی تھی لیکن معراج والی رات ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے پانچوں نمازیں با قاعدہ شروط و ارکان کے ساتھ مقرر ہو گئیں۔ اور رفتہ رفتہ اس کے تمام متعلقات پورے کر دیے گئے واللہ اعلم۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماننے والوں اور نبی کی اطاعت گزاروں کے لیے وہ اجر و ثواب ہے جو ہمیشگی والا اور کبھی نہ ختم ہونے والا ہے۔ جیسے اور جگہ ہے ﴿ مَاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ﴾ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور فرماتا ہے ﴿ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴾ انہیں جو انعام دیا جائے گا وہ نہ ٹوٹنے والا ہے اور مسلسل ہے۔ سدی کہتے ہیں گویا وہ ان کا حق ہے جو انہیں دیا گیا نہ بطور احسان کے۔ لیکن بعض ائمہ نے اس کی تردید کی ہے کیونکہ اہل جنت پر بھی اللہ تعالیٰ کا احسان یقیناً ہے خود قرآن میں ہے ﴿ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰكُمْ لِلْاِيْمَانِ ﴾ یعنی بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ وہ تمہیں ایمان کی ہدایت کرتا ہے۔ جنتیوں کا قول ہے ﴿ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴾ پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور آگ کے عذاب سے بچا لیا۔ رسول کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم فرماتے ہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں لے لے اور اپنے فضل و احسان میں۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۹ۚ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۱۰ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۱۱ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۱۲

تو کہہ دے کہ کیا تم اس اللہ کا انکار کرتے ہو اور تم اس کے شریک مقرر کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین پیدا کر دی سارے جہانوں کا پروردگار وہی ہے۔ اس نے زمین کے اوپر زمین میں سے ہی پہاڑ پیدا کر دیے اور اس میں برکت رکھ دی اور اس میں رہنے والوں کی غذاؤں کی تجویز بھی اسی میں کر دی صرف چار دن میں ہی سوال کرنے والوں کا جواب پورا ہوا۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں سا تھا پس اسے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی دونوں نے عرض کیا کہ ہم بخوشی حاضر ہیں۔ پس دو دن میں سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب وحی بھیج دی اور ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ زینت دی اور نگہبانی کی یہ تدبیر اللہ غالب و دانا کی ہے۔

زمین و آسمان کس ترتیب سے پیدا کیے گئے: ہر چیز کا خالق ہر چیز کا مالک ہر چیز پر حاکم ہر چیز پر قادر صرف اللہ تعالیٰ ہے پس عبادتیں بھی صرف اسی کی کرنی چاہئیں۔ اس نے زمین جیسی وسیع مخلوق کو اپنے کمال قدرت سے صرف دو دن میں پیدا کر دیا ہے۔ تمہیں نہ اس کے ساتھ کفر کرنا چاہیے نہ شرک۔ جس طرح سب کا پیدا کرنے والا وہی ایک ہے۔ ٹھیک اسی طرح سب کا پالنے والا بھی وہی ایک ہے۔ یہ تفصیل یاد رہے کہ اور آیتوں میں زمین و آسمان کا چھ دن میں پیدا کرنا بیان ہوا ہے اور یہاں ان کی پیدائش کا وقت الگ بیان ہو رہا ہے پس معلوم ہوا کہ پہلے زمین بنائی گئی۔ عمارت کا قاعدہ یہی ہے کہ پہلے بنیادیں اور نیچے کا

حصہ تیار کیا جاتا ہے پھر اوپر کا حصہ اور چھت بنائی جاتی ہے چنانچہ کلام اللہ کی اور آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین میں جو کچھ ہے پیدا کر کے پھر آسمانوں کی طرف توجہ فرمائی اور انہیں ٹھیک سات آسمان بنا دیے۔ ہاں سورہ نازعات میں ﴿ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰهَا ﴾ ہے پہلے آسمان کی پیدائش کا ذکر ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ زمین کو اس کے بعد بچھایا۔ اس سے مراد زمین میں سے پانی چارہ نکالنا اور پہاڑوں کا گاڑنا ہے جیسے کہ اس کے بعد ہی بیان ہے۔ یعنی پہلے پیدا زمین کی گئی پھر آسمان۔ پھر زمین کو ٹھیک ٹھاک کیا۔ لہذا دونوں آیتوں میں کوئی فرق نہیں صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ قرآن کی بعض آیتوں میں مجھے کچھ اختلاف سا نظر آتا ہے۔ چنانچہ ایک آیت میں ہے ﴿ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَ لُوْنَ ﴾ یعنی قیامت کے دن آپس میں نسب نہ ہوں گے اور نہ ایک دوسرے سے سوال کریگا۔ دوسری آیت میں ہے ﴿ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَ لُوْنَ ﴾ یعنی آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھ پاچھ کریں گے۔ ایک آیت میں ہے ﴿ وَلَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِیْثًا ﴾ یعنی اللہ سے کوئی بات چھپا ئیں گے نہیں۔ دوسری آیت میں ہے کہ مشرکین کہیں گے ﴿ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَاکُنَّا مُشْرِکِیْنَ ﴾ قسم اللہ تعالیٰ کی ہم نے شرک نہیں کیا۔ ایک آیت میں ہے زمین کو آسمان کے بعد بچھایا ﴿ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰهَا ﴾ دوسری آیت ﴿ قُلْ اَئِنَّکُمْ ﴾ میں پہلے زمین کی پیدائش پھر آسمان کی پیدائش کا ذکر ہے۔ ایک تو ان آیتوں کا صحیح مطلب بتایئے جس سے اختلاف اٹھ جائے۔ دوسرے یہ جو فرمایا ہے ﴿ کَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا عَزِیْزًا حَکِیْمًا سَمِیْعًا بَصِیْرًا ﴾ تو کیا یہ مطلب ہے کہ اللہ ایسا تھا؟ اسکے جواب میں آپ نے فرمایا کہ جن دو آیتوں میں سے ایک میں آپس کا سوال جواب ہے اور ایک میں اس کا انکار ہے یہ دو وقت ہیں۔ صور میں دو نفخے پھونکے جائیں گے' ایک کے بعد آپس کی پوچھ گچھ نہ ہو گی' ایک کے بعد آپس میں ایک دوسرے سے سوالات ہوں گے۔ جن دو دوسری آیتوں میں ایک میں بات کے نہ چھپانے کا اور دوسری میں چھپانے کا ذکر ہے یہ بھی دو موقعے ہیں۔ جب مشرکین دیکھیں گے کہ موحدوں کے گناہ بخش دیے گئے تو کہنے لگے گے کہ ہم مشرک نہ تھے لیکن جب منہ پر مہر لگ جائے گی اور اعضاء بدن گواہی دینے لگیں گے تو اب کچھ بھی نہ چھپے گا اور خود اپنے کرتوت کے اقراری ہو جائیں گے اور کہنے لگیں گے کہ کاش ہم زمین کے برابر کر دیے جاتے آسمان و زمین کی پیدائش کی ترتیب کے بیان میں بھی دراصل کچھ اختلاف نہیں۔ پہلے دو دن میں زمین بنائی گئی پھر آسمان کو دو دن میں بنایا گیا پھر زمین کی چیزیں پانی' چارہ' پہاڑ' کنکر' ریت' جمادات' ٹیلے وغیرہ۔ دو دن میں پیدا کیے۔ یہی معنی لفظ ﴿ دَحٰهَا ﴾ کے ہیں۔ پس زمین کی پوری پیدائش چار دن میں ہوئی اور دو دن میں آسمان۔ اور جو نام اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرر کیے ہیں ان کا بیان فرمایا ہے وہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ اللہ کا کوئی ارادہ پورا ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ پس قرآن میں ہرگز اختلاف نہیں اس کا ایک ایک لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

زمین کو اللہ تعالیٰ نے دو دن میں پیدا کیا ہے یعنی اتوار اور پیر کے دن۔ اور زمین میں زمین کے اوپر ہی پہاڑ بنا دیے' اور زمین کو اس نے بابرکت بنایا تم اس میں بیج بوتے ہو درخت اور پھل وغیرہ اس میں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اہل زمین کو جن چیزوں کی احتیاج ہے وہ اسی میں سے پیدا ہوتی رہتی ہیں کھیتوں اور باغات کی جگہیں اس میں اس نے بنا دی ہیں۔ زمین کی یہ درستی منگل بدھ کے دن ہوئی۔ چار دن میں زمین کی پیدائش ختم ہوئی جو لوگ اس کی معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ انہیں پورا جواب مل گیا۔ زمین کے ہر حصے میں اس نے وہ چیز مہیا کر دی جو وہاں والوں کے لائق تھی مثلاً عصب یمن میں' سابوری سابور میں' طیالسہ رے میں' یہی مطلب آیت کے آخری جملے کا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کی جو حاجت تھی اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مہیا کر دی۔ اسی معنی کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے ﴿ وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَاسَاَلْتُمُوْهُ ﴾ تم نے جو جو مانگا اللہ نے تمہیں دیا واللہ اعلم پھر جناب باری نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی' وہ دھوئیں کی شکل میں تھا' زمین کے پیدا کیے جانے کے وقت پانی کے جو ابخرات

اٹھے تھے' اب دونوں سے فرمایا کہ یا تو میرے حکم کو مانوں اور جو میں کہتا ہوں ہو جاؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں مثلاً آسمانوں کو حکم ہوا کہ سورج چاند ستارے طلوع کرے زمین سے فرمایا اپنی نہریں جاری کر اپنے پھل اُگا وغیرہ۔ دونوں فرمانبرداری کے لیے راضی خوشی تیار ہوگئے۔ اور عرض کیا گیا کہ ہم مع اس تمام مخلوق کے جسے تو رچانے والا ہے تابع فرمان ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ انہیں قائم مقام کلام کرنے والوں کے کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین کے اس حصے نے کلام کیا جہاں کعبہ بنایا گیا ہے۔ اور آسمان کے اس حصے نے کلام کیا جو ٹھیک اس کے اوپر ہے' واللہ اعلم۔

امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر آسمان وزمین اطاعت گزاری کا اقرار نہ کرتے تو انہیں سزا ہوتی جس کا احساس بھی انہیں ہوتا۔ پس دو دن میں ساتوں آسمان بنا دیے یعنی جمعرات اور جمعہ کے دن۔ اور ہر آسمان میں اس نے جو جو چیزیں اور جیسے جیسے فرشتے مقرر کرنے چاہے مقرر فرما دیے اور آسمان دنیا کو اس نے ستاروں سے مزین کر دیا جو زمین پر چمکتے رہتے ہیں اور جو ان شیاطین کی نگہبانی کرتے ہیں جو ملاء اعلیٰ کی باتیں سننے کے لیے اوپر چڑھنا چاہتے ہیں۔ یہ تدبیر و اندازہ اس اللہ کا ہے جو سب پر غالب ہے جو کائنات کے ایک ایک چپے کی ہر چھپی کھلی حرکت کو جانتا ہے۔ ابن جریرؒ کی روایت میں ہے یہودیوں نے حضور ﷺ سے آسمان وزمین کی پیدائش کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اتوار اور پیر کے دن اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور پہاڑوں کو منگل کے دن پیدا کیا اور جتنے نفع اس میں ہیں اور بدھ کے دن درختوں کو پانی کو شہروں کو اور آبادی اور ویرانے کو پیدا کیا تو یہ چار دن ہوئے۔ اسے بیان فرما کر پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ جمعرات والے دن آسمان کو پیدا کیا اور جمعہ کے دن ستاروں کو اور سورج چاند کو اور فرشتوں کو پیدا کیا تین ساعت کے باقی رہنے تک۔ پھر دوسری ساعت میں ہر چیز میں آفت ڈالی جس سے لوگ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور تیسری میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا انہیں جنت میں بسایا ابلیس کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا اور آخری ساعت میں وہاں سے نکال دیا۔ یہودیوں نے کہا اچھا حضور ﷺ پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ فرمایا پھر عرش پر مستوی ہو گیا۔ انہوں نے کہا سب تو ٹھیک کہا لیکن آخری بات نہ کہی کہ پھر آرام حاصل کیا۔ اس سے حضور اکرم ﷺ سخت ناراض ہوئے اور یہ آیت اُتری ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ﴾ یعنی ہم نے آسمان وزمین اور جو ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہمیں کوئی تکان نہیں ہوئی تو ان کی باتوں پر صبر کر۔ یہ حدیث غریب ہے۔ اور روایت میں ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتے کے روز پیدا کیا اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن رکھا' درخت پیر والے دن پیدا کیے۔ مکروہات کو منگل کے دن' نور کو بدھ کے دن پیدا کیا اور جانوروں کو زمین میں جمعرات کے دن پھیلا دیا اور جمعہ کے دن عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعت میں حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور خلقت پوری ہوئی۔ مسلم اور نسائی میں یہ حدیث ہے لیکن یہ بھی غرائب صحیح میں سے ہے۔ اور امام بخاری نے تاریخ میں اسے معلل بتلایا ہے اور فرمایا ہے کہ اسے بعض راویوں نے حضرت ابوہریرہ سے اور حضرت ابوہریرہؓ نے اسے کعب احبار سے روایت کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ

الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿١٥﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ ۖ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ﴿١٦﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَأَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٧﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿١٨﴾

ع ۲ / ۱۶

اب بھی یہ روگرداں ہوں تو کہہ دے کہ میں تمہیں اس عذاب آسمانی سے ڈرا دیتا ہوں جو مثل عادیوں اور ثمودیوں کے عذاب کے ہوگا۔ ان کے پاس جب ان کے آگے پیچھے سے پیغمبر آئے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتوں کو بھیجتا ہم تو تمہاری رسالت کے بالکل منکر ہیں۔ اب عادیوں نے تو بے وجہ زمین میں سرکشی شروع کر دی اور کہنے لگے کہ ہم سے زور آور کون ہے؟ کیا انہیں یہ نظر نہ آیا کہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے بہت ہی زیادہ زور آور ہے وہ آخر تک ہماری آیتوں کا انکار ہی کرتے رہے۔ بالآخر ہم نے ان پر ایک تیز و تند آندھی مصیبت ناک دنوں میں بھیج دی کہ انہیں جیتے جی ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں یقین مانو کہ آخرت کا عذاب اس سے بہت زیادہ رسوائی والا ہے انہیں کوئی امداد نہ دی جائے گی۔ رہے ثمودی سو ہم نے انکی بھی رہبری کی پھر بھی انہوں نے ہدایت پر اندھاپے کو ترجیح دی جس بنا پر انہیں سراپا ذلت کے عذاب آسمانی نے ان کے کرتوتوں کے باعث پکڑ لیا۔ ہاں ایمان دار پارساؤں کو ہم نے بال بال بچا لیا۔

حق سے روگردانی کا نتیجہ نہ اچھا ہوا نہ ہوگا: حکم ہوتا ہے کہ جو آپ کو جھٹلا رہے ہیں اور اللہ کے ساتھ کفر کر رہے ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ میری تعلیم سے روگردانی تمہیں کسی مفید نتیجے پر نہیں پہنچائے گی۔ یاد رکھو کہ جس طرح انبیاء کی مخالف امتیں تم سے پہلے زیروزبر کر دی گئیں کہیں تمہاری شامت اعمال بھی تمہیں انہی میں سے نہ کر دے۔ عادیوں اور ثمودیوں کے اور ان جیسے اوروں کے حالات تمہارے سامنے ہیں' ان کے پاس پے درپے رسول آئے' اس گاؤں میں اس گاؤں میں' اس بستی میں اس بستی میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اللہ کی منادی کرتے پھرے' لیکن ان کی آنکھوں میں وہ چربی چڑھی ہوئی تھی اور دماغ میں وہ گو دڑ ٹھسا ہوا تھا کہ کسی ایک کی بھی مان کر نہ دی۔ اپنے سامنے اللہ والوں کی بہتری اور دشمنان رسول کی ابتری دیکھتے تھے لیکن پھر بھی تکذیب سے باز نہ آئے۔ حجت بازی اور کٹ حجتی سے نہ ہٹے اور کہنے لگے اگر اللہ کو رسول بھیجنا ہوتا تو کسی فرشتے کو بھیجتا تم انسان ہو کر رسول کیسے بن بیٹھے؟ ہم تو اسے ہرگز باور نہ کریں گے؟ ان عادیوں نے زمین میں فساد پھیلا دیا ان کی سرکشی ان کا غرور حد کو پہنچ گیا۔ ان کی لاابالیاں اور بے پروائیاں یہاں تک پہنچ گئیں کہ پکار اٹھے ہم سے زیادہ زور آور کوئی نہیں۔ ہم طاقتور مضبوط اور ٹھوس ہیں۔ عذاب الٰہی ہمارا کیا بگاڑ لیں گے؟ اس قدر پھولے کہ اللہ کو بھی بھولے۔ یہ بھی خیال نہ رہا کہ ہمارا پیدا کرنے والا تو اتنا قوی ہے کہ اس کی زور آوری کا اندازہ بھی ہم نہیں کر سکتے جیسے فرمان ہے ﴿ وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴾ ہم نے اپنے ہاتھوں آسمان کو پیدا کیا اور ہم بہت ہی طاقتور اور زور آور ہیں پس ان کے اس تکبر پر اور اللہ کے

رسولوں کے جھٹلانے پر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے پر اور رب کی آیتوں کے انکار پر ان پر عذاب الٰہی آ پڑا۔ تیز و تند سرد دہشت ناک سرسراتی ہوئی سخت اندھی آئی۔ تاکہ ان کا غرور ڈھے جائے اور ہوا سے وہ تباہ کر دیے جائیں ﴿صَرْصَرًا﴾ کہتے ہیں ہوا کا آواز والی ہونا پایا جاتا ہے۔ مشرق کی طرف ایک نہر ہے جو بہت زور سے آواز کے ساتھ بہتی رہتی ہے اس لئے اسے بھی عرب صرصر کہتے ہیں ﴿نحسات﴾ سے مراد پے در پے۔ ایک دم مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک یہی ہوائیں رہیں۔ وہ مصیبت جو ان پر مصیبت والے دن آئی وہ پھر آٹھ دن تک نہ ہی نہ ٹلی جب تک ان میں سے ایک ایک کو فنا کے گھاٹ نہ اتار دیا اور ان کا بیج نہ کھو دیا۔ ساتھ ہی آخرت کے عذابوں کا لقمہ بنے جن سے زیادہ ذلت و توہین کی کوئی سزا نہیں نہ دنیا میں کوئی ان کی امداد کو پہنچا نہ آخرت میں کوئی مدد کے لیے اٹھے۔ بے یار و مددگار رہ گئے۔ ثمودیوں کی بھی ہم نے رہنمائی کی۔ ہدایت کی ان پر وضاحت کر دی۔ انہیں بھلائی کی دعوت دی۔ نبی اللہ (حضرت) صالح نے ان پر حق ظاہر کر دیا، لیکن انہوں نے مخالفت اور تکذیب کی اور نبی اللہ کی سچائی پر جس اونٹنی کو اللہ نے علامت بنایا تھا اس کی کوچیں کاٹ دیں۔ پس ان پر بھی عذاب الٰہی برس پڑا۔ ایک زبردست کلیجے پھاڑ دینے والی چنگھاڑ اور دل پاش پاش کر دینے والے زلزلے نے ذلت و توہین کے ساتھ ان کے کرتوتوں کا بدلہ لیا۔ ان میں جتنے وہ لوگ تھے جنہیں ذات اللہ پر ایمان تھا، نبیوں کی تصدیق کرتے تھے، دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے تھے انہیں ہم نے بچا لیا انہیں ذرا سا بھی ضرر نہ پہنچا یا اور اپنے نبی کے ساتھ ذلت و توہین سے اور عذاب الٰہی سے نجات پائی۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوا أَنْطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢١﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَٰكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢٢﴾ وَذَٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٢٣﴾ فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۖ وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ ﴿٢٤﴾

جس دن دشمنان الٰہی دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور ان سب کو جمع کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آ جائیں گے ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گی۔ یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟ وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے اسی نے تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے تم اپنی بداعمالیاں کچھ پوشیدہ رکھتے ہی نہ تھے کہ تم پر تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں گواہی دیں ہاں تم یہ سمجھتے رہے کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو اس میں سے بہت سے اعمال سے اللہ بے خبر ہے۔ تمہاری اسی بدگمانی نے جو تم نے اپنے رب سے کر رکھی تھی تمہیں ہلاک کر دیا اور بالآخر تم زیاں کاروں میں ہو گئے۔ اب اگر یہ صبر

کریں تو بھی ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور اگر یہ عذر معافی کے خواستگار ہوں تو بھی معذور معاف نہیں رکھے جائیں گے۔

قیامت کے دن اعضائے جسم کی گواہی۔ یعنی ان مشرکوں سے کہو کہ قیامت کے دن ان کا حشر جہنم کی طرف ہو گا اور داروغہ جہنم انہیں سب کو جمع کریں گے جیسے فرمان ہے ﴿وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا﴾ یعنی گنہگاروں کو سخت پیاس کی حالت میں ہم جہنم کی طرف ہانک کر لے جائیں گے۔ انہیں جہنم کے کنارے کھڑا کر دیا جائے گا اور ان کے اعضاء بدن اور کان اور آنکھیں اور پوست ان کے اعمال کی گواہیاں دیں گے۔ تمام اگلے پچھلے عیوب کھل جائیں گے ہر عضو بدن پکار اٹھے گا کہ مجھ سے اس نے یہ یہ گناہ کیا۔ اس وقت یہ اپنے اعضاء کی طرف متوجہ ہو کر انہیں ملامت کریں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجاآوری کے ماتحت اس نے ہمیں بولنے کی طاقت دی اور ہم نے سچ سچ کہہ سنایا۔ وہی تو تمہارا ابتداءً پیدا کرنے والا ہے اسی نے ہر چیز کو زبان عطا فرمائی ہے۔ خالق کی مخالفت اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کون کر سکتا ہے؟ بزار میں ہے کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ مسکرائے یا ہنس دیے پھر فرمایا تم میری ہنسی کی وجہ دریافت نہیں کرتے؟ صحابہ نے کہا فرمائیے کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا قیامت کے دن بندہ اپنے رب سے جھگڑے گا کہ اے اللہ کیا تیرا وعدہ نہیں کہ تو ظلم نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اقرار کرے گا تو بندہ کہے گا کہ میں تو اپنی بداعمالیوں پر کسی کی شہادت قبول نہیں کرتا۔ اللہ فرمائے گا کیا میری اور میرے بزرگ فرشتوں کی شہادت ناکافی ہے؟ لیکن پھر بھی وہ بار بار اپنی ہی کہتا چلا جائے گا۔ پس اتمام حجت کے لیے اس کی زبان بند کر دی جائے گی اور اس کے اعضاء بدن سے کہا جائے گا کہ اس نے جو جو کیا تھا اس کی گواہی تم دو۔ جب وہ صاف صاف اور سچی گواہی دے دیں گے تو یہ انہیں ملامت کریگا اور کہے گا کہ میں تو تمہارے ہی بچاؤ کے لیے لڑ جھگڑ رہا تھا۔ (مسلم نسائی وغیرہ) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کافر و منافق کو حساب کے لیے بلایا جائے گا اس کے اعمال اس کے سامنے پیش ہوں گے تو قسمیں کھا کھا کر انکار کرے گا اور کہے گا اے اللہ تیرے فرشتوں نے وہ لکھ لیا ہے وہ جو میں نے ہرگز نہیں کیا۔ فرشتے کہیں گے کیا فلاں فلاں دن فلاں جگہ تو نے فلاں عمل نہیں کیا؟ یہ کہے گا اے اللہ تیری عزت کی قسم میں نے ہرگز نہیں کیا۔ اب منہ پر مہر مار دی جائے گی۔ اور اعضاء بدن گواہی دیں گے' سب سے پہلے اس کی داہنی ران بولے گی (ابن ابی حاتم)۔

ابو یعلی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن کافر کے سامنے اس کی بداعمالیاں لائی جائیں گی تو وہ انکار کرے گا اور جھگڑنے لگے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ ہیں تیرے پڑوسی جو شاہد ہیں' یہ کہے گا سب جھوٹے ہیں۔ فرمائے گا یہ ہیں تیرے کنبے قبیلے والے جو گواہ ہیں' کہے گا یہ بھی سب جھوٹے ہیں۔ اللہ ان سے قسم دلوائے گا وہ قسم کھائیں گے لیکن یہ انکار ہی کرے گا۔ اللہ سب کو چپ کرا دے گا اور خود ان کی زبانیں ان کے خلاف گواہی دیں گی۔ پھر انہیں جہنم واصل کر دیا جائے گا۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک وقت تو وہ ہو گا کہ نہ کسی کو بولنے کی اجازت ہو گی نہ عذر معذرت کرنے کی۔ پھر جب اجازت دی جائے گی تو بولنے لگیں گے اور جھگڑے کریں گے اور انکار کریں گے اور جھوٹی قسمیں کھائیں گے۔ پھر گواہوں کو لایا جائے گا آخر زبانیں بند ہو جائیں گی اور خود اعضاء بدن ہاتھ پاؤں وغیرہ گواہی دیں گے۔ پھر زبانیں کھول دی جائیں گی تو اپنے اعضاء بدن کو ملامت کریں گے۔ وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی دی اور ہم نے صحیح صحیح کہا پس زبانی اقرار بھی ہو جائے گا۔ ابن ابی حاتم میں حضرت رافع ابوالحسنؒ سے مروی ہے کہ اپنے کرتوت کے انکار پر زبان اتنی موٹی ہو جائے گی کہ بولا نہ جائے گا۔ پھر جسم کے اعضاء کو حکم ہو گا تم بولو تو ہر ایک اپنا اپنا عمل بتا دے گا۔ کان آنکھ کھال شرم گاہ ہاتھ پاؤں وغیرہ۔ اور بھی اسی طرح کی بہت سے روایتیں سورہ یٰسین کی آیت ﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ﴾ الخ۔ کی تفسیر میں گزر چکی ہیں جنہیں دوبارہ وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں جب ہم سمندر کی ہجرت سے واپس آئے تو اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دن ہم سے پوچھا تم نے حبشے کی سرزمین پر کوئی تعجب خیز بات دیکھی ہو تو سناؤ۔ اس پر ایک نوجوان نے کہا ایک مرتبہ ہم وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان کے علماء کی ایک بڑھیا عورت ایک پانی کا گھڑا سر پر لیے ہوئے آ رہی تھی انہیں میں سے ایک جوان نے اسے دھکا دیا جس سے وہ گر پڑی اور گھڑا ٹوٹ گیا۔ وہ اٹھی اور اس شخص کی طرف دیکھ کر کہنے لگی مکار! تجھے اس کا حال اس وقت معلوم ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی کرسی بچھائے گا اور سب اگلے پچھلوں کو جمع کرے گا اور ہاتھ پاؤں گواہیاں دیں گے اور ایک ایک عمل کھل جائیگا' اس وقت تیرا اور میرا فیصلہ بھی ہو جائے گا یہ سن کر حضور ﷺ فرمانے لگے اس نے سچ کہا اس نے سچ کہا۔ اس قوم کو اللہ تعالیٰ کس طرح پاک کرے جس میں زور آور سے کمزور کا بدلہ نہ لیا جائے۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ ابن ابی الدنیا میں یہی روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ جب یہ اپنے اعضاء کو ملامت کریں گے تو اعضاء جواب دیتے ہوئے یہ بھی کہیں گے کہ تمہارے اعمال دراصل کچھ پوشیدہ نہ تھے اللہ کے دیکھتے ہوئے اس کے سامنے تم کفر و معاصی میں مستغرق رہتے تھے اور کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے کیونکہ تم سمجھے ہوئے تھے کہ ہمارے بہت سے اعمال اس سے مخفی ہیں۔ اسی فاسد خیال نے تمہیں تلف اور برباد کر دیا اور آج کے دن تم برباد ہو گئے۔ مسلم ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ میں کعبۃ اللہ کے پردے میں چھپا ہوا تھا جو تین شخص آئے۔ بڑے پیٹ والے' کم عقل والے۔ ایک نے کہا کیوں جی ہم جو بولتے چالتے ہیں اسے اللہ سنتا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا اگر اونچی آواز سے بولیں تو تو سنتا ہے اور آہستہ آواز سے باتیں کریں تو نہیں سنتا۔ تیسرے نے کہا اگر کچھ سنتا ہے تو سب سنتا ہوگا۔ میں نے حضور ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس پر آیت ﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ ﴾ الخ۔ نازل ہوئی۔ عبدالرزاق میں ہے منہ بند ہونے کے بعد سب سے پہلے پاؤں اور ہاتھ بولیں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں جناب باری عزاسمہ کا ارشاد ہے کہ میرے ساتھ میرا بندہ جو گمان کرتا ہے میں اس کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں حضرت حسن بصریؒ اتنا فرما کر کچھ تامل کر کے فرمانے لگے جس کا جیسا گمان اللہ کے ساتھ ہوتا ہے ویسا ہی اس کا عمل بھی ہوتا ہے۔ مومن چونکہ اللہ کے ساتھ نیک ظن ہوتا ہے وہ اعمال بھی اچھے کرتا ہے۔ اور کافر منافق چونکہ اللہ کے ساتھ بدظن ہوتے ہیں وہ اعمال بھی بد کرتے ہیں پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے تم میں سے کوئی شخص نہ مرے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ کے ساتھ نیک ظن ہو۔ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ برے خیالات رکھے اللہ نے انہیں تہ و بالا کر دیا۔ پھر یہی آیت آپ نے پڑھی۔ جہنم کی آگ میں صبر سے پڑے رہنا اور بے صبری کرنا ان کے لیے یکساں ہے۔ نہ ان کی عذر معذرت مقبول نہ ان کے گناہ معاف۔ یہ دنیا کی طرف اگر لوٹنا چاہیں تو وہ راہ بھی بند۔ جیسے اور جگہ ہے جہنمی کہیں گے اے اللہ ہم پر ہماری بدبختی چھا گئی یقیناً ہم بے راہ تھے۔ اے اللہ اب تو یہاں سے نجات دے۔ اگر اب ایسا کریں تو پھر ہمیں ہمارے ظلم کی سزا دینا۔ لیکن جناب باری کی طرف سے جواب آئے گا کہ اب یہ منصوبے بے سود ہیں دھتکارے ہوئے یہیں پڑے رہو خبردار! جو مجھ سے بات کی ہو گی۔

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاۗءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢٥﴾

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿٢٦﴾

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾

ہم نے انکے کچھ ہم نشین مقرر کر رکھے تھے جنہوں نے انکے اگلے پچھلے اعمال ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا رکھے تھے اور ان کے حق میں بھی قول الٰہی ان اُمتوں کے ساتھ پورا ہوا جو ان سے پہلے جنوں انسانوں کی گزر چکی ہیں یقیناً وہ زیاں کار ثابت ہوئے۔ کافروں نے کہا اس قرآن کو سنو ہی مت اس کے پڑھے جانے کے وقت بیہودہ گوئی کرو کیا عجب کہ تم غالب آ جاؤ۔ پس یقیناً ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور انہیں ان کے بدترین اعمال کا بدلہ ضرور ضرور دیں گے۔ دشمنان الٰہی کی سزا یہی دوزخ کی آگ ہے جس میں ان کا ہیشگی کا گھر ہے یہ بدلہ ہے ہماری آیتوں سے انکار کرنے کا۔ کافر لوگ کہیں گے اے اللہ ہمیں جنوں انسانوں کے ان دونوں فریق کو دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تا کہ ہم انہیں اپنے قدموں تلے ڈال کر انہیں نہایت اور سب سے نیچے کر دیں۔

قرآن کو خاموشی سے سننا چاہئے: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ مشرکین کو اس نے گمراہ کر دیا ہے اور یہ اس کی مشیت اور قدرت سے ہے۔ وہ اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے۔ اس نے کچھ جن وانس ایسے ان کے ساتھ کر دیے تھے جنہوں نے ان کے بداعمال انہیں اچھی صورت میں دکھائے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ دور ماضی کے لحاظ سے اور آیندہ آنے والے زمانے کے لحاظ سے بھی ان کے اعمال اچھے ہی ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ ﴾ الخ۔ ان پر کلمہ عذاب صادق آ گیا ہے جیسے ان لوگوں پر جو ان سے پہلے ان جیسے تھے' نقصان اور گھاٹے میں یہ اور وہ یکساں ہو گئے۔ کفار نے آپس میں مشورہ کر کے اس پر اتفاق کر لیا ہے۔ کہ وہ کلام اللہ کو مانیں گے نہیں' اسکے احکام کی پیروی نہ کریں گے۔ بلکہ ایک دوسرے سے کہہ رکھا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو شور و غل کرو اور اسے نہ سنو' تالیاں بجاؤ' سیٹیاں بجاؤ' آوازیں نکالو۔ چنانچہ قریشی یہی کرتے تھے عیب جوئی کرتے تھے انکار کرتے تھے۔ دشمنی کرتے اور اسے اپنے غلبہ کا باعث جانتے تھے۔ یہی حال ہر جاہل کافر کا ہے کہ اسے قرآن کا سننا اچھا نہیں لگتا۔ اسی لیے اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم فرمایا ہے کہ ﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ جب قرآن پڑھا جائے تو تم سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ان کافروں کو دھمکایا جا رہا ہے کہ قرآن کریم سے مخالفت کرنے کی بنا پر انہیں سخت سزا دی جائے گی۔ اور ان کی بد عملی کا مزہ انہیں ضرور چکھایا جائے گا۔ ان دشمنان الٰہی کا بدلہ دوزخ کی آگ ہے جس میں ان کے لیے ہیشگی کا گھر ہے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ آیات الٰہی کا انکار کرتے تھے۔ اس کے بعد کی آیت کا مطلب حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ جن سے مراد ابلیس اور انس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کا وہ لڑکا ہے جس نے اپنے بھائی کو مار ڈالا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ ابلیس تو ہر مشرک کو پکارے گا' اور حضرت آدم علیہ السلام کا یہ لڑکا ہر کبیرہ گناہ کرنے والے کو پکارے گا۔ پس ابلیس شرک کی طرف اور تمام گناہوں کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والا ہے اور اوّل رسول حضرت آدم علیہ السلام کا یہ لڑکا جو اپنے بھائی کا قاتل ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ روئے زمین پر جو قتل ناحق ہوتا ہے اس کا گناہ حضرت آدم علیہ السلام کے اس پہلے فرزند پر بھی ہوتا ہے کیونکہ قتل بے جا کا شروع

کرنے والا یہ ہے۔ پس کفار قیامت کے دن جن وانس جو انہیں گمراہ کرنے والے تھے انہیں نیچے کے طبقے میں داخل کرانا چاہیں گے۔ تاکہ انہیں سخت عذاب ہو وہ درک اسفل میں چلے جائیں اور ان سے زیادہ سزا بھگتیں۔ سورہ اعراف میں بھی یہ بیان گزر چکا ہے کہ یہ ماننے والے جن کی مانتے تھے ان کے لیے قیامت کے دن دوہرے عذاب کی درخواست کریں گے۔ جس پر کہا جائے گا کہ ہر ایک دوگنے عذاب میں ہی ہے لیکن تم بے شعور ہو۔ یعنی ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق سزا ہو رہی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا یُفْسِدُوْنَ﴾ یعنی جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا انہیں ہم ان کے فساد کی وجہ سے عذاب پر عذاب کریں گے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ﴿۳۲﴾

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے یہ کہتے ہوئے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو۔ تمہاری دنیوی زندگی میں بھی ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب جنت میں موجود ہے۔ غفور و رحیم اللہ کی طرف سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے۔

استقامت کا معنی و مفہوم: جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا یعنی اس کی توحید کا اقرار کیا پھر اس پر جمے رہے یعنی فرمان الٰہی کے ماتحت اپنی زندگی گزاری۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا بہت لوگوں نے اللہ کے رب ہونے کا اقرار کر کے پھر کفر کر لیا، جو مرتے دم تک اسے کہتا ہے وہ ہے جس نے اس پر استقامت کی (نسائی وغیرہ) حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے جب اس آیت کی تلاوت ہوتی تھی تو آپ فرماتے اس سے مراد کلمہ پڑھ کر پھر کبھی بھی شرک نہ کرنے والے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ خلیفۃ المسلمین نے ایک مرتبہ لوگوں سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے کہا استقامت سے مراد گناہ نہ کرنا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے اسے غلط سمجھا، اس سے مراد اللہ کی ربوبیت کا اقرار کر کے پھر دوسرے کی طرف کبھی بھی التفات نہ کرنا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا کہ قرآن میں حکم اور جزا کے لحاظ سے سب سے زیادہ آسان آیت کون سی ہے؟ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی کہ توحید اللہ پر تا عمر قائم رہنا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے منبر پر اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا واللہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی اطاعت پر جم جاتے ہیں اور لومڑی کی چال نہیں چلتے کہ کبھی ادھر کبھی ادھر۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں فرائض الٰہی کی ادائیگی کرتے ہیں۔ حضرت قتادہؒ یہ دعا مانگا کرتے تھے ﴿اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّنَا فَارْزُقْنَا الْاِسْتِقَامَةَ﴾ اے اللہ۔ تو ہمارا رب ہے ہمیں استقامت اور پختگی عطا فرما۔ استقامت سے مراد دین اور عمل کا خلوص ہے۔ حضرت ابو العالیہؒ نے کہا ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے اسلام کا کوئی ایسا امر بتلائیے کہ پھر کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے آپ نے فرمایا زبان سے اقرار کر کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر جم جا۔ اسنے پھر پوچھا اچھا یہ تو عمل ہوا اب بچوں کس چیز سے؟ تو آپ نے زبان کی طرف اشارہ فرمایا (مسلم وغیرہ) امام ترمذیؒ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں۔

فرشتے مومن کو جنت کی خوشخبری سناتے ہیں: ان کے پاس ان کی موت کے وقت فرشتے آتے ہیں اور انہیں بشارتیں سناتے ہیں کہ تم اب آخرت کی منزل کی طرف جا رہے ہو بے خوف رہو تم پر وہاں کوئی کھٹکا نہیں۔ تم اپنے پیچھے جو دنیا چھوڑے جا رہے ہو اس پر بھی کوئی غم و رنج نہ کرو۔ تمہارے اہل و عیال کی مال و متاع کی دین و دیانت کی حفاظت ہمارے ذمے ہے۔ ہم تمہارے خلیفہ ہیں۔ تمہیں ہم خوش خبری سناتے ہیں۔ کہ تم جنتی ہو تمہیں سچا اور صحیح وعدہ دیا گیا تھا۔ وہ پورا ہو کر رہے گا پس وہ اپنے انتقال کے وقت خوش ہو جاتے ہیں کہ تمام برائیوں سے بچے اور تمام بھلائیاں حاصل ہوئی۔ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں مومن کی روح سے فرشتے کہتے ہیں اے پاک روح جو پاک جسم میں تھی چل اللہ تعالیٰ کی بخشش انعام اور اس کی نعمت کی طرف چل اس اللہ کے پاس جو تجھ پر ناراض نہیں۔ یہ بھی مروی ہے کہ جب مسلمان اپنی قبروں سے اٹھیں گے اسی وقت فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور انہیں بشارتیں سنائیں گے حضرت ثابتؒ جب اس سورت کو پڑھتے ہوئے اس آیت تک پہنچے تو ٹھہر گئے اور فرمایا ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ مومن بندہ جب قبر سے اٹھے گا تو وہ دو فرشتے جو دنیا میں اس کے ساتھ تھے۔ اس کے پاس آئیں گے اور اس سے کہیں گے ڈر نہیں' گھبرا نہیں' غمگین نہ ہو تو جنتی ہے خوش ہو جا تجھ سے اللہ کے جو وعدے تھے پورے ہوں گے غرض خوف امن سے بدل جائے گا آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی دل مطمئن ہو جائے گا۔ قیامت کا تمام خوف دہشت اور وحشت دور ہو جائے گی۔ اعمال صالحہ کا بدلہ اپنی آنکھوں سے دیکھے گا اور خوش ہو گا۔ الحاصل موت کے وقت قبر میں اور قبر سے اٹھتے ہوئے ہر وقت ملائکہ رحمت اس کے ساتھ رہیں گے اور ہر وقت بشارتیں سناتے رہیں گے۔ ان سے فرشتے یہ بھی کہیں گے کہ زندگانی دنیا میں بھی ہم تمہارے رفیق و ولی تھے' تمہیں نیکی کی راہ جھاتے تھے' خیر کی رہنمائی کرتے تھے۔ تمہاری حفاظت کرتے تھے۔ ٹھیک اسی طرح آخرت میں بھی ہم تمہارے ساتھ رہیں گے' تمہاری وحشت و دہشت دور کرتے رہیں گے۔ قبر میں حشر میں میدان قیامت میں پل صراط پر غرض ہر جگہ ہم تمہارے رفیق اور دوست اور ساتھی ہیں۔ نعمتوں والی جنتوں میں پہنچا دینے تک تم سے الگ نہ ہوں گے وہاں جو تم چاہو گے تمہیں ملے گا جو خواہش ہو گی پوری ہو گی۔ یہ مہمانی یہ عطا یہ انعام یہ ضیافت اس اللہ کی طرف سے ہے جو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے اس کا لطف و رحم اس کی بخشش اور کرم بہت وسیع ہے۔

جنت کے بازار اور دیدار الٰہی: حضرت سعید بن مسیب اور حضرت ابوہریرہؓ کی ملاقات ہوئی تو حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو جنت کے بازار میں ملائے۔ اس پر حضرت سعیدؒ نے پوچھا کہ جنت میں بھی بازار ہوں گے؟ فرمایا مجھے رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ جنتی جب جنت میں جائیں گے اور اپنے اپنے مراتب کے مطابق درجے پائیں گے تو دنیا کے اندازے سے جمعہ والے دن انہیں ایک جگہ جمع ہونے کی اجازت ملے گی۔ جب سب جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا' اس کا عرش ظاہر ہو گا۔ وہ سب جنت کے باغیچے میں نور کے اور لولو' اور یاقوت کے اور زبرجد اور سونے چاندی کے منبروں پر بیٹھیں گے۔ بعض اور جو نیکیوں کے اعتبار سے کم درجے کے ہیں لیکن جنتی ہونے کے اعتبار سے کوئی کسی سے کم تر نہیں وہ مشک کے اور کافور کے ٹیلوں پر ہوں گے لیکن اپنی جگہ اتنے خوش ہوں گے کہ کرسی والوں کو اپنے سے افضل مجلس میں نہیں جانتے ہوں گے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں دیکھو گے۔ آدھے دن کے سورج اور چودھویں رات کے چاند کو جس طرح صاف دیکھتے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے اس مجلس میں ایک ایک سے اللہ تعالیٰ بات چیت کرے گا۔ یہاں تک کہ کسی سے فرمائے گا یاد ہے فلاں دن تم نے میرا فلاں خلاف کیا تھا۔ وہ کہے گا کیوں جناب باری اتو تو وہ خطا معاف فرما چکا تھا پھر اس کا کیا ذکر؟ کہے گا ہاں ٹھیک ہے اسی میری مغفرت کی وسعت کی وجہ سے ہی تو تو اس درجے پر پہنچا ہے یہ اسی حالت میں ہوں گے کہ انہیں ایک ابر ڈھانپ لے گا اور اس سے ایسی خوشبو

برسے گی کہ کبھی کسی نے نہیں سو نگھی تھی۔ پھر رب العالمین عزوجل فرمائے گا کہ اٹھو اور میں نے جو انعام واکرام تمہارے لیے تیار کو رکھے ہیں انہیں لو۔ پھر یہ سب ایک بازار میں پہنچیں گے جسے چوطرف سے فرشتے گھیرے ہوئے ہوں گے وہاں وہ چیزیں دیکھیں گے جو نہ کبھی دیکھی تھیں نہ سنی تھیں، نہ کبھی خیال میں گزری تھیں۔ جو شخص جو چیز چاہے گا لے لے گا خرید وفروخت وہاں نہ ہو گی بلکہ انعام ہو گا۔ وہاں تمام اہل جنت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ ایک کم درجے کا جنتی اعلیٰ درجے کے جنتی سے ملاقات کرے گا' تو اس کے لباس وغیرہ کو دیکھ کر جی میں خیال کرے گا۔ وہیں اپنے جسم کی طرف دیکھے گا' کہ اس سے بھی اچھے کپڑے اس کے ہیں۔ کیونکہ وہاں کسی کو کوئی رنج وغم نہ ہو گا۔ اب ہم سب لوٹ کر اپنی اپنی منزلوں میں جائیں گے۔ وہاں ہماری بیویاں ہمیں مرحبا کہیں گی اور کہیں گی کہ جس وقت آپ یہاں سے گئے تھے تب یہ تروتازگی اور یہ نورانیت آپ میں نہ تھی لیکن اس وقت تو جمال وخوبی اور خوشبو اور تازگی بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ یہ جواب دیں گے کہ ہاں ٹھیک ہے ہم آج اللہ تعالیٰ کی مجلس میں تھے۔ اور یقیناً ہم بہت ہی بڑھ چڑھ گئے (ترمذی وغیرہ) مسند احمد میں ہے حضور فرماتے ہیں جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرے اللہ بھی اس سے ملنے کو چاہتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو برا جانے اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ صحابہؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہم تو موت کو مکروہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس سے مراد موت کی کراہت نہیں بلکہ مومن کی سکرات کے وقت اسکے پاس اللہ کی طرف سے خوش خبری آتی ہے۔ جسے سن کر اس کے نزدیک اللہ کی ملاقات سے زیادہ محبوب چیز کوئی نہیں رہتی۔ پس اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتا ہے۔ اور فاجر یا کافر کی سکرات کے وقت جب اسے اس برائی کی خبر دی جاتی ہے جو اسے اب پہنچنے والی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے پس اللہ بھی اس کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کی بہت سی اسناد ہیں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾

اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے؟ جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے کہ میں یقیناً مسلمانوں میں سے ہوں۔ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی برائی کو بھلائی سے دفع کر پھر تیرا دشمن ایسا ہو جائے گا۔ جیسے دلی دوست یہ بات انہیں کو نصیب ہوتی ہے۔ جو صبر کریں اور اسے سوائے بڑے نصیبے والوں کے کوئی نہیں پا سکتا۔ اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ طلب کر لیا کر یقیناً وہ بہت ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

سب سے اچھی دعوت کس کی ہے: فرماتا ہے جو اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلائے اور خود بھی نیکی کرے' اسلام قبول کرے اس سے زیادہ اچھی بات اور کس کی ہو گی؟ یہ ہے جس نے اپنے تئیں نفع پہنچایا اور خلق اللہ کو بھی اپنی ذات سے نفع

پہنچایا۔ یہ ان میں سے نہیں جو منہ کے بڑے لباڑ ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں مگر خود نہیں کرتے۔ یہ تو خود بھی کرتا ہے اور دوسروں سے بھی کہتا ہے۔ یہ آیت عام ہے۔ رسول اللہ ﷺ سب سے اوّل ہی طور پر اس کے مصداق ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے اس کے مصداق اذان دینے والے ہیں جو نیک کار بھی ہوں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے قیامت کے دن مؤذن سب لوگوں سے زیادہ لمبی گردنوں والے ہوں گے۔ سنن میں ہے امام ضامن ہے اور مؤذن امانت دار ہے۔ اللہ تعالیٰ اماموں کو راہ راست دکھائے اور مؤذنوں کو بخشے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں اذان دینے والوں کا حصہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مثل جہاد کرنے والوں کے حصے کے ہیں۔ اذان اقامت کے درمیان اس کی وہ حالت ہے جیسے کوئی جہاد میں راہ الٰہی میں اپنے خون میں لوٹ پوٹ ہو رہا ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں اگر میں مؤذن ہوتا تو پھر مجھے حج وعمرے اور جہاد کی اتنی زیادہ پرواہ نہ ہوتی۔ حضرت عمرؓ سے منقول ہے اگر میں مؤذن ہوتا تو میری آرزو پوری ہو جاتی اور میں رات کے نفلی قیام اور دن کے نفلی روزوں کی اس قدر تنگ ودو نہ کرتا۔ میں نے سنا ہے اللہ کے رسول ﷺ نے تین بار مؤذنوں کی بخشش کی دعا مانگی۔ اس پر میں نے کہا حضور ﷺ آپ نے اپنی دعا میں ہمیں یاد نہ فرمایا حالانکہ ہم اذان کہنے پر تلواریں تان لیتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں! لیکن اے عمر ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ مؤذنی غریب مسکین لوگوں تک رہ جائے گی۔ سنو عمر! جن لوگوں کا گوشت پوست جہنم پر حرام ہے ان میں مؤذن ہیں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں اس آیت میں بھی مؤذن کی تعریف ہے۔ اس کا ﴿ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ ﴾ کہنا اللہ کی طرف بلانا ہے۔ ابن عمرؓ اور عکرمہؒ فرماتے ہیں یہ آیت مؤذنوں کے بارے میں اتری ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ وہ عمل صالح کرتا ہے۔ اس سے مراد اذان و تکبیر کے درمیان دو رکعت پڑھنا ہے۔ جیسے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے دو اذانوں کے درمیان نماز ہے دو اذانوں کے درمیان نماز ہے دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ جو چاہے ایک حدیث میں ہے کہ اذان و اقامت کے درمیان کی دعا رد نہیں ہوتی۔ صحیح بات یہ ہے کہ آیت اپنے عموم کے لحاظ سے مؤذن غیر مؤذن ہر اس شخص کو شامل ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے۔ یہ یاد رہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت تو سرے سے اذان شروع ہی نہ تھی۔ اس لیے کہ یہ آیت مکے میں اتری ہے اور اذان مدینے پہنچ جانے کے بعد مقرر ہوئی ہے جب کہ حضرت عبداللہ بن زید بن عبد ربہؓ نے اپنے خواب میں اذان دیتے دیکھا اور سنا اور حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا بلال کو سکھاؤ وہ بلند آواز ہیں۔ پس صحیح بات یہی ہے کہ یہ آیت عام ہے اس میں مؤذن بھی شامل ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ اس آیت کو پڑھ کر فرماتے تھے یہی لوگ ہیں حبیب اللہ یہی اولیاء اللہ ہیں یہی سب سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ ہیں یہی سب سے زیادہ اللہ کے محبوب ہیں کہ انہوں نے اللہ کی باتیں مان لیں پھر دوسروں سے منوانے لگے اور اپنے ماننے میں نیکیاں کرتے رہے اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے رہے یہی اللہ کے خلیفہ ہیں۔ بھلائی اور برائی نیکی اور بدی برابر برابر نہیں بلکہ ان میں بے حد فرق ہے۔ جو تجھ سے برائی کرے تو اس سے بھلائی کر اور اس کی برائی کو اس طرح دفع کر۔ حضرت عمرؓ کا فرمان ہے تیرے بارے میں جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر۔ اس سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا کرنے سے تیرا جانی دشمن دلی دوست بن جائے گا۔ اس وصیت پر عمل اسی سے ہوگا جو صابر ہو نفس پر اختیار رکھتا ہو اور ہو بھی نصیب دار کہ دین ودنیا کی بہتری اس کی تقدیر میں ہو۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایمان والوں کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ غصے کے وقت صبر کریں اور دوسرے کی جہالت پر اپنی بردباری کا ثبوت دیں اور دوسرے کی برائی سے درگزر کریں۔ ایسے لوگ شیطانی داؤں سے محفوظ رہتے ہیں اور ان کے دشمن بھی پھر تو ان کے دوست بن جاتے ہیں۔ یہ تو ہوا انسانی شر سے بچنے کا طریقہ اب شیطانی شر سے بچنے کا طریقہ بیان ہو رہا ہے۔ کہ اللہ کی طرف جھک جایا کرو

اسی نے اسے یہ طاقت دے رکھی ہے کہ وہ دل میں وساوس پیدا کرے اور اسی کے اختیار میں ہے کہ وہ اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ نبی ﷺ اپنی نماز میں فرماتے تھے ﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ﴾ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس مقام جیسا ہی مقام صرف سورہ اعراف میں ہے جہاں ارشاد ہے ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾ اور سورہ مومنون کی آیت ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِيْ﴾ الخ میں حکم ہوا ہے کہ درگزر کرنے کی عادت ڈالو اور اللہ کی پناہ میں آجایا کرو۔ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا کرو وغیرہ۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔـمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾

السجدة

دن رات اور سورج چاند بھی اسی کی نشانیوں میں سے ہیں تم سورج کو یا چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ سجدہ اس اللہ کے سامنے کرو جو ان سب کا پیدا کرنے والا ہے اگر تمہیں اسی کی عبادت کرنی ہے تو۔ پھر بھی اگر یہ کج چرائیں تو وہ فرشتے جو اللہ کے نزدیک ہیں وہ تو رات دن اس کی تسبیح بیان کر رہے ہیں اور کسی وقت بھی نہیں اکتاتے۔ اس اللہ کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تو زمین کو دبی دبائی دیکھتا ہے پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ تروتازہ ہو کر ابھرنے لگتی ہے جس نے اسے زندہ کر دیا وہی یقینی طور پر مردوں کو بھی زندہ کر دے گا بے شک وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے۔

دن رات، چاند سورج، اسی نے بنائے: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو اپنی عظیم الشان قدرت اور بے مثال طاقت دکھاتا ہے کہ وہ جو کرنا چاہے کر ڈالتا ہے۔ سورج چاند دن رات اس کی قدرت کاملہ کے نشانات ہیں۔ رات کو اس کے اندھیروں سمیت، دن کو اس کے اجالوں سمیت اس نے بنائے ہیں کیسے یکے بعد دیگرے آتے جاتے ہیں۔ سورج کو اور اس کی روشنی اور چمک کو چاند کو اور اس کی نورانیت کو دیکھو ان کی بھی منزلیں اور آسمان مقرر ہیں۔ ان کے طلوع وغروب سے دن رات کا فرق ہو جاتا ہے۔ مہینے اور برسوں کی گنتی معلوم ہو جاتی ہے جس سے عبادات معاملات اور حقوق کی باقاعدہ ادائیگی ہوتی ہے۔ چونکہ آسمان و زمین میں زیادہ خوبصورت اور منور سورج اور چاند تھا۔ اس لئے انہیں خصوصیت سے اپنا مخلوق ہونا بتلایا۔ اور فرمایا کہ اگر اللہ کے بندے ہو تو سورج چاند کے سامنے ماتھا نہ ٹیکنا اس لیے کہ وہ مخلوق ہیں۔ مخلوق سجدہ کرنے کے قابل نہیں ہوتی، سجدہ کیے جانے کے لائق وہ ہے جو سب کا خالق ہے پس تم اللہ کی عبادت کیے چلے جاؤ۔ لیکن اگر تم نے اللہ کے سوا اس کی مخلوق کی بھی عبادت کر لی تو تم اس کی نظروں میں گر جاؤ گے اور پھر تو وہ تمہیں کبھی نہ بخشے گا۔ جو لوگ صرف اس کی عبادت نہیں کرتے بلکہ کسی اور کی بھی عبادت کر لیتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ اللہ کے عابد وہی ہیں اگر وہ اس کی عبادت چھوڑ دیں تو اور کوئی اس کا عابد ہی نہیں رہنے کا۔ نہیں نہیں اللہ ان کی عبادتوں سے محض بے پرواہ ہے۔ اس کے فرشتے دن رات اس کی پاکیزگی کے بیان اور اس کی خالص

عبادتوں میں بے تھکے اور بن اکتائے ہر وقت مشغول ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے۔ اگر یہ کفر کریں تو ہم نے ایک قوم ایسی بھی مقرر کر رکھی ہے جو کفر نہ کرے گی حضور ﷺ فرماتے ہیں رات دن کو سورج چاند کو اور ہوا کو برا نہ کہو یہ چیزیں بعض لوگوں کے لیے رحمت ہیں اور بعض کے لیے زحمت۔ اس کی اس قدرت کی نشانی کہ وہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے اگر دیکھنی چاہتے ہو تو مردہ زمین کا بارش سے جی اٹھنا دیکھ لو کہ وہ خشک چٹیل اور بے گھاس پات ہوتی ہے۔ مینہ برستے ہی کھیتیاں پھل پھول گھاس اور پھول وغیرہ اُگ آتے ہیں اور وہ ایک عجیب انداز سے اپنے سبزے کے ساتھ لہلہانے لگتی ہے اسے زندہ کرنے والا ہی تمہیں بھی زندہ کرے گا یقین مانو کہ وہ جو چاہے اس کی قدرت میں ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۗ أَفَمَنْ يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ۖ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٤٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾

جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں وہ کچھ ہم سے مخفی نہیں بتلاؤ جو آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے؟ یا وہ جو امن و امان کے ساتھ قیامت کے دن آئے؟ تم جو چاہو کرتے چلے جاؤ وہ تمہارا سب کیا کرایا دیکھ رہا ہے۔ جن لوگوں نے اپنے پاس قرآن پہنچ جانے کے باوجود اس سے کفر کیا (وہ بھی ہم سے پوشیدہ نہیں) یہ بڑی باوقعت کتاب ہے۔ جس کے پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے یہ ہے نازل کردہ حکمتوں والے خوبیوں والے اللہ کی۔ تجھ سے وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے کے رسولوں سے بھی کہا گیا ہے یقیناً تیرا پروردگار معافی والا بھی ہے اور دردناک عذابوں والا بھی ہے۔

قرآن میں باطل کی ملاوٹ نہیں آ سکتی: ﴿الحاد﴾ کے معنی ابن عباسؓ سے کلام کو اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنے کے مروی ہیں۔ اور قتادہؒ وغیرہ سے کفر و عناد کے۔ فرماتا ہے کہ ملحد لوگ ہم سے مخفی نہیں۔ ہمارے اسماء وصفات کو ادھر سے ادھر کر دینے والے ہماری نگاہوں میں ہیں۔ انہیں ہم بدترین سزائیں دیں گے۔ سمجھ لو کہ کیا جہنم واصل ہونے والا اور تمام خطروں سے بچ رہنے والا برابر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بدکار کافرو! جو چاہو عمل کرتے چلے جاؤ مجھ سے تمہارا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ باریک سے باریک چیز بھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں۔ ﴿ذکر﴾ سے مراد بقول ضحاکؒ سدیؒ اور قتادہؒ قرآن ہے۔ وہ باعزت باتوقیر ہے۔ اس کے مثل کسی کا کلام نہیں اس کے آگے پیچھے سے یعنی کسی طرف سے اس سے باطل مل نہیں سکتا۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ جو اپنے اقوال وافعال میں حکیم ہے۔ اس کے تمام حکم احکام بہترین انجام والے ہیں۔ تجھ سے جو کچھ تیرے زمانے کے کفار کہتے ہیں یہی تجھ سے اگلے نبیوں کو ان کی کافر امتوں نے کہا تھا۔ پس جیسے ان پیغمبروں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو جو بھی تیرے رب کی طرف رجوع کرے وہ اس کے لیے بڑی بخششوں والا ہے۔ اور جو اپنے کفر ضد پر اڑے رہے مخالفت حق اور تکذیب رسول سے باز نہ آئے اس پر وہ سخت دردناک سزائیں کرنے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ

فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی بخشش اور معافی نہ ہوتی تو دنیا میں ایک متنفس بھی نہیں سکتا تھا۔ اور اگر اس کی پکڑ دھکڑ عذاب سزا نہ ہوتی تو ہر شخص مطمئن ہو کر ٹیک لگا کر بے خوف ہو جاتا۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾

اگر ہم اسے عجمی زبان کا قرآن بناتے تو کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف بیان کیوں نہیں کی گئیں؟ یہ کیا کہ عجمی کتاب اور عربی رسول تو کہہ دے کہ یہ تو ایمان والوں کے لیے ہدایت و شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں تو بہرہ پن اور بوجھ ہے اور یہ ان پر اندھاپا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو کسی بہت دور دراز جگہ سے پکارے جا رہے ہیں۔ یقیناً ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی سو اس میں بھی اختلاف کیا گیا اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی مقرر ہو چکی ہے تو ان کے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا یہ لوگ تو اس سے شک میں ہیں اور بے چین ہیں۔

قرآن کی زبان عربی کیوں ہے؟ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اس کے حکم احکام اس کے لفظی و معنوی فوائد کا بیان کر کے اس پر ایمان نہ لانے والوں کی سرکشی ضد اور عداوت کا بیان فرما رہا ہے جیسے اور آیت میں ارشاد ہے ﴿وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ﴾ مطلب یہ ہے کہ نہ ماننے کے بیسیوں حیلے ہیں نہ یوں چین نہ ووں چین۔ اگر قرآن کسی عجمی زبان میں اترتا تو بہانہ کرتے کہ ہم تو اسے صاف صاف سمجھ نہیں سکتے۔ مخاطب جب عربی زبان کے ہیں تو ان پر جو کتاب اترتی ہے وہ غیر عربی زبان میں کیوں اتر رہی ہے؟ اور اگر کچھ عربی میں ہوتی اور کچھ دوسری زبان میں تو بھی انکا یہی اعتراض ہوتا کہ اس کی کیا وجہ؟ حضرت حسن بصریؒ کی قرات ﴿اَعْجَمِيٌّ﴾ ہے سعید بن جبیر بھی یہی مطلب بیان کرتے ہیں۔ اس سے ان کی سرکشی معلوم ہوتی ہے۔ پھر فرمان ہے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے دل کی ہدایت اور ان کے سینوں کی شفا ہے۔ ان کے تمام شک اس سے زائل ہو جاتے ہیں۔ اور جنہیں اس پر ایمان نہیں وہ تو اسے سمجھ ہی نہیں سکتے جیسے کوئی بہرا ہو۔ نہ اس کے بیان کی طرف انہیں ہدایت ہو جیسے کوئی اندھا ہو اور آیت میں ہے ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾ ہمارا نازل کردہ یہ قرآن ایمان داروں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو تو ان کا نقصان ہی بڑھاتا ہے ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دور سے کسی سے کچھ کہہ رہا ہے کہ نہ اس کے کانوں تک صحیح الفاظ پہنچتے ہیں نہ وہ ٹھیک طرح مطلب سمجھتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ﴾ الخ۔ یعنی کافروں کی مثال اس کی طرح ہے جو پکارتا ہے مگر آواز اور پکار کے سوا کچھ اور اس کے کان میں نہیں پڑتا۔ بہرے گونگے اندھے ہیں پھر کیسے سمجھ لیں گے؟ حضرت ضحاکؒ نے یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن انہیں ان کے بدترین ناموں سے پکارا جائے گا۔ حضرت عمر ابن

خطاب ؓ ایک مسلمان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جس کا آخری وقت تھا۔ اس نے یکا یک لبیک پکاری۔ آپ نے فرمایا کیا تجھے کوئی دکھائی دے رہا ہے یا کوئی پکار رہا ہے؟ اس نے کہا ہاں سمندر کے اس کنارے سے کوئی بلا رہا ہے تو آپ نے یہی جملہ پڑھا ﴿اُولٰٓئِکَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّکَانٍۢ بَعِیْدٍ﴾ (ابن ابی حاتم)۔

پھر فرماتا ہے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی' لیکن اس میں بھی اختلاف کیا گیا۔ انہیں بھی جھٹلایا اور ستایا گیا۔ پس جیسے انہوں نے صبر کیا آپ کو بھی صبر کرنا چاہیے چونکہ پہلے ہی سے تیرے رب نے اس بات کا فیصلہ کرلیا ہے کہ ایک وقت مقرر یعنی قیامت تک عذاب ہٹے رہیں گے۔ اس لیے یہ مہلت میں ہیں ورنہ ان کے کرتوت ایسے نہ تھے کہ یہ چھوڑ دیے جائیں اور کھاتے پیتے رہیں' ابھی ہی ہلاک کردیے جاتے۔ یہ اپنی تکذیب میں بھی کسی یقین پر نہیں بلکہ شک میں ہی پڑے ہوئے ہیں' لرز رہے ہیں اور ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں' واللہ اعلم۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

جو شخص نیک کام کرے گا وہ اپنے نفع کے لیے اور جو برا کام کرے گا اس کا وبال بھی اسی پر ہے تیرا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

اس آیت کا مطلب بہت صاف ہے بھلائی کرنے والے کے اعمال کا نفع اسی کو ہوتا ہے اور برائی کرنے والے کی برائی کا وبال بھی اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ پروردگار کی ذات ظلم سے پاک ہے ایک کے گناہ پر دوسرے کو وہ نہیں پکڑتا۔ ناکردہ گناہ کی وہ سزا نہیں دیتا پہلے اپنے رسول بھیجتا ہے' اپنی کتاب اتارتا ہے' اپنی حجت ختم کرتا ہے' اپنی باتیں پہنچادیتا ہے اب بھی جو نہ مانے وہ مستحق عذاب و سزا ہو جاتا ہے۔

﴿اَلْحَمْدُلِلّٰہِ﴾ چوبیسویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی۔